قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب

٧٨٦

چوں نص بالا دال است بر توقف تذکر و منہ التصوف بر حصول لب

اعنی بہ العلم والتعرف پس برائے تکمیل ایں ضرورت رسالہ

التکشف عن مہمات التصوف

٥٦٣

کہ ہم ذریعہ تکرم ست باین فن و تشرف و ہم مزیل خشونت است و تقشف

از افادات حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فی ظلہ عن

التلہف التاسف

حسب فرمائش محمد عثمان غفر اللہ الرحمن مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

اطلاع: کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے جملہ تصانیف حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی ملتی ہیں

اسماء رسائل کہ اجزاء یا ماخذ این رسالہ تکشف است وہمہ آنہا از حضرت مؤلف مدظلہم العالی است

(تکشف میں یہ رسالے بتمامہا لکھے گئے ہیں)

تذئیل قصد السبیل۔ تبسم کشائے فرنیین۔ ملخص الانوار والتجلی۔ مسائل المثنوی۔ الفتوح فیما یتعلق بالروح۔ عرفان حافظ۔ حقیقۃ الطریقہ۔ من السنۃ الانیقہ تائید الحقیقۃ بالآیات العتیقہ مع ترجمہ برحاشیہ۔ النکت الدقیقہ مما یتعلق بالحقیقہ

۱؎ ۲؎ و ۳؎ گو رسالے نہیں ہیں مگر مستقل مضامین ہونے سے کالرسالہ ہیں ۱۲

تکشف میں ان رسالوں کے مضامین منتخب کر کے لکھے گئے ہیں

حصہ اول بہشتی زیور۔ کرامات امدادیہ۔ التقی۔ خاتمہ بالخیر۔ امداد الفتاوی اور نوادر رحمانی۔ فروع الایمان۔ شوق وطن

تکشف میں ان رسالوں کے صرف نام ہی حوالہ کے لئے لکھے گئے ہیں

بہشتی زیور تا حصہ ہفتم۔ بہشتی گوہر۔ قصد السبیل۔ تعلیم الدین باب پنجم حق السماع۔ کمالات امدادیہ۔ رد منائے مثنوی۔ تلخیص البدایہ

۰؎ چونکہ متوسط فہرست میں اس رسالہ کا نام آچکا ہے لہذا اس فہرست میں اس پر جدا نمبر نہیں ڈالا گیا ۱۲

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصّلوٰۃ یہ خیر اندیش خلق مظہر مدعا ہے کہ یہ مجموعۂ اوراق کوئی مستقل تصنیف نہین بلکہ اپنے چند رسائل یا اُن کے اجزاءِ متفرقہ کا جمع اور تالیف ہے۔ داعی اس جمع کا یہ ہوا کہ اکثر طالبان حق مختلف طبقات کے یعنی عوام بھی خواص بھی وقتاً فوقتاً طریق اصلاح نفس وتربیت باطن کا علماً وعملاً حاصل کرنے کی درخواست کرتے رہتے اور بمقتضاے **الدین النصیحۃ** باوجود اپنی نااہلی کے محض اپنے بزرگون کے امتثال امر کے سبب بقدر اپنے علم وفہم کے مشورۂ مفیدہ سے اُن کی اعانت اور خدمت کی جاتی اور چونکہ ہر طبقہ کے اعمال حسب تفاوت استعداد باہمدگر متفاوت ہین اور بوجہ توقف اعمال کے علوم پر بر طبق تنوع اعمال واحوال اُن کے علوم بھی متنوع ہین اس لئے ہر طالب کو جداگانہ علوم واعمال کی تعلیم وتلقین کی حاجت ہوتی اور چونکہ یہ تعلیم زبانی ہوتی تھی اس لئے بعض اوقات بوجہ ضیق وقت یا عدم استحضار فی الذہن بعض امور کے بیان واظہار مین متکلم سے فروگذاشت ہوجاتی اور احیاناً بعضی ضروریات کے فہم یا ضبط مین سامع سے کوتاہی ہوجاتی یا بعد فہم وضبط کے ذہول ہوجاتا اور غالباً ایسے اتفاقات ہر معلم ومتعلم کو پیش آتے ہین اور ظاہر ہے کہ یہ اتفاقی اختلالات جو کہ زبانی تعلیم مین محتمل اور واقع ہین ان کی تلافی صرف اُن مضامین کے مقید بالکتابت رہنے سے ہوسکتی ہے اور گو فن مین کثرت سے کتب موجود ہین اور بوجہ اس کے کہ اُن کتب کا دیکھنا ہر شخص کو خالی از صعوبت نہ تھا احقر نے ان ضرورتون پر نظر کرکے اُن کتب سے ملتقط کرکے اپنے مختلف رسالون مین متفرق مقامات پر ایسے مہمات سے تعرض بھی کیا ہے مگر اُن رسائل کا اول جمع کرنا پھر اول سے آخر تک بالاستیعاب اُن کا مطالعہ کرنا پھر اُن کا ذہن مین رکھنا تشتت وتکلف سے خالی نہ تھا اسلئے کبھی کبھی خیال آیا کرتا تھا کہ اگر ان رسائل مین سے ہر طبقہ کے مہمات علمیہ وعملیہ کو جن کو فن تہذیب نفس یعنی تصوف سے زائد خصوصیت ہے منتخب کرکے مجتمع کردیا جاوے اور نیز تسہیل کے لئے ہر طبقہ کے مہمات کو ایک دوسرے سے ممتاز اور غیر مخلوط رکھا جاوے۔ تو

امید ہے کہ ضرورت مذکورہ کے رفع مین اسکی کفایت ہوجاوے مدت تک یہ خیال دل مین دورہ کرتا رہا
مگر دوسرے مشاغل کی وجہ سے وقت ملنے کا منتظر رہا اس اثنا مین اپنے اس خیال کو بعض احباب سے
بھی مرۃً بعد مرۃٍ ذکر کیا تو بلا اختلاف سب نے پسند فرمایا سب سے آخیر مین مکرم شفیق مخلصی حاجی
محمد صدیق احمد ساکن بنت سلمہ اللہ تعالی بالتوفیق سے جو اسکے ذکر کی نوبت آئی تو انہون نے
پسندیدگی کے ساتھ اسکے جمع کا مزید اشتیاق اور بذات خود اسکے طبع کے انتظام و اہتمام کی مستعدی ور
تصدیق ظاہر فرمایا اس لئے وہ خیال کہنہ پھر تازہ ہوا اور وہ حدیث النفس مرتبہ عزم مین آگئی۔ اب بنام خدا
اُس مجموعہ کو شروع کرتا ہون اور **التکشف عن مہمات التصوف** اس کا نام رکھتا ہون۔ اور
اس کے تین حصے کرتا ہون۔ **پہلا حصہ** کم استعداد رجال ونساء کے لئے **دوسرا حصہ** متوسط استعداد
والون کے لئے **تیسرا حصہ**[1] اہل علم کے لئے اور ہر حصہ مین جو متفرق مضامین رسائل کے گئے ہین وہ بتفاصیلہا
او بعینہا منقول ہین البتہ کہین کسی جگہ بضرورت ایک آدھ لفظ مین تغیر کرنا پڑا ہے اور جو مستقل رسائل
مین موقع ترتیب مین انکا صرف نام لکھدیا گیا ہے کہ اس موقع پر اُن کا مطالعہ کرلین پھر چھاپنے والے
اگر چاہین نام ہی لکھنے پر اکتفا کرکے مجموعہ کو مختصر رکھین اور اگر مصلحت سمجھین تو پورا رسالہ نقل کرکے
مجموعہ مین شامل کردین البتہ بعض رسالے جو اب تک شائع نہین ہوئے تھے بضرورت وہ تماماً نقل کئے گئے
اور ہر مافوق طبقہ والے ماتحت طبقہ والون کے حصہ کو بھی مطالعہ کرلین تو اور زیادہ انفع واصلح ہے
اور اگر سب طبقات والے اپنے اپنے حصہ کو بجائے مطالعہ کے درسًا حاصل کرلین تو زیادہ اطمینان کی
بات ہے اور ماخذ اس مجموعہ کا احقر نے صرف اپنی تالیفات کو اسلئے قرار دیا کہ اپنے دوستون کی مناسبت
اُن سے معلوم ہوچکی ہے اور مدار نفع کا مناسبت ہی پر ہے۔ اور ضرورت اور اخذ عن السلف کا لحاظ بفضلہ
تعالی اُن تالیفات مین پہلے سے کیا جاچکا ہے جو کہ موقوف علیہ ہے تالیفات متاخرہ کے صحیح اور
قابل عمل ہونے کا اسلئے کلام متقدمین سے التقاط کا تعب مکرر برداشت کرنا ضروری نہ معلوم ہوا پس
صورۃً یہ مجموعہ ہے رسائل جدیدۃ التصنیف کے مضامین کا اور حقیقۃً تذنیب ہے اور خلاصہ ہے منقولات
عن ائمۃ السلف کا۔

اب اللہ تعالی سے دعا ہے اور ناظرین سے بھی اس دعا کی استدعا ہے کہ اللہ تعالی اس کو مؤلف
اور مؤلف لہم کے لئے زینۂ وصول الی المقصود الحقیقی بناوے آمین وہو الموفق والمعین فی کل مرحلۃ

کتبہ **اشرف علی** التھانوی

عاشوراء المحرم سنہ ۱۳۲۷ھ

[1] البتہ انوار الوجود الی قولہ واللطف فی الغضب ملحق کردیا ہے مگر بعد تلخیص کے پس اس اعتبار سے وہ بھی مثل غیر شائع شدہ رسالون کے ہوگیا ۱۲ منہ

حصہ اوّل از مجموعۂ تکشف

برائے کم استعدادان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ اوّل و دوم و سوم و چہارم و پنجم و ششم و ہفتم بہشتی زیور و حصہ یازدہم مسمٰی بہ بہشتی گوہر۔ ان سب کا مطالعہ کرین اور اگر عقائد و مسائل ضروریہ دوسرے معتبر اور کافی رسالون سے حاصل کر لئے ہون تو بہشتی زیور کے حصہ اول سے نظم ذیل اور حصہ دوم سے مسایل ذیل اور ساتوان حصہ پورا مطالعہ کرین۔

نظم در بیے رغبتی از زیور خصوص برائے مستورات از بہشتی زیور حصہ اوّل

اصلی انسانی زیور

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی امان جان سے
کون سے زیور ہین اچھے یہ جتا دیجئے مجھے
تاکہ اچھے اور بُرے مین مجھکو بھی ہو امتیاز
یون کہا مان نے محبت سے کہ ای بیٹی مری
سیم و زر کے زیورونکو لوگ کہتے ہین بھلا
سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
تمکو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات
سر پہ جھومر عقل کا رکھنا تم اے بیٹی مدام

آپ زیور کی کرین تعریف مجھ انجان سے
اور جو بد زیب ہین وہ بھی بتا دیجئے مجھے
اور مجھ پر آپ کی برکت سے کھل جائے یہ راز
گوش دل سے بات سُن لو زیورونکی تم ذری
پر نہ میری جان ہونا تم کبھی اُن پر فدا
چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے
دین و دنیا کی بھلائی جنسے ہاتھ آتی ہے ہاتھ
چلتے ہین جسکے ذریعہ سے سب انسان کے کام

بالیاں ہوں کان میں ایسی گوش ہوش کی — اور نصیحت لاکھ تیرے جھمکوں میں ہو بھری
اور آویزے نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں — گر کرے اونپر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں
کان کے پتے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب — کان میں رکھو نصیحت دین ہو اوراق کتاب
اور زیور گر گلے کے کچھ تجھے درکار ہوں — نیکیاں پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہوں
قوت بازو کا حاصل تجھکو بازوبند ہو — کامیابی سے سدا تو خرم و خورسند ہو
ہیں جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں — ہمتیں بازو کی اے بیٹی مری درکار ہیں
ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے — دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے
کیا کرو گی اے مری جان زیور خلخال کو — پھینک دنیا چاہیے بیٹی بس اس جنجال کو
سب سے اچھا پاؤں کا زیور یہ ہے نور بصر — تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہ نیک پر

سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں
راستی سے پاؤں پھسلے گر نہ میری جان کہیں

مسائل متعلقہ نوافل از بہشتی زیور حصہ دوم

بعضی نفلوں کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اسلئے اور نفلوں سے انکا پڑھنا بہتر ہے کہ تھوڑی سی محنت میں بہت ثواب ملتا ہے وہ یہ ہیں تحیۃ الوضوء۔ اشراق۔ چاشت۔ اوابین۔ تہجد۔ صلوٰۃ التسبیح ؛

تحیۃ الوضوء

تحیۃ الوضوء اس کو کہتے ہیں کہ جب کبھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لیا کرے حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے لیکن جس وقت نفل نماز مکروہ ہے اسوقت نہ پڑھے۔

اشراق

اشراق کی نماز کا یہ طریقہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو جا نماز پر سے نہ اٹھے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف یا کلمہ یا اور کوئی وظیفہ پڑھتا رہے اور اللہ کی یاد میں لگا رہے دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے نہ دنیا کا کوئی کام کرے جب سورج نکل آوے اور اونچا ہو جاوے تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھے تو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے اور اگر فجر کی نماز کے بعد کسی دنیا کے دھندے میں لگ گیا پھر سورج اونچا ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جاویگا۔

چاشت

پھر جب سورج خوب زیادہ اونچا ہو جاوے اور دھوپ تیز ہو جاوے تب کم سے کم دو رکعت پڑھے یا اس سے زیادہ پڑھے یعنی چار رکعت یا آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھ لے اسکو چاشت کہتے ہیں اسکا بھی بہت ثواب ہے

اوابین

مغرب کے فرض اور سنتون کے بعد کم سے کم چھ رکعتین اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتین پڑہے اسکو اوابین کہتے ہین

تہجد

آدھی رات کو اُٹھکر نماز پڑہنے کا بڑا ہی ثواب ہے اسی کو تہجد کہتے ہین یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہی اور سب سے زیادہ اسکا ثواب ملتا ہے تہجد کی کم سے کم چار رکعتین اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتین ہین نہ ہو تو دو ہی رکعتین سہی اگر پچھلی رات کو ہمت نہ ہو تو عشا کے بعد پڑھے مگر ویسا ثواب نہ ہوگا اسکے سوا بھی رات دن مین جتنی چاہے نفلین پڑہے۔

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح کا حدیث شریف مین بڑا ثواب آیا ہے اسکے پڑہنے سے بے انتہا ثواب ملتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو یہ نماز سکھلائی تھی۔ اور فرمایا تھا اسکے پڑہنے سے تمہارے سب گناہ اگلے پچھلے نئے پرانے جو ہون سب معاف ہو جائینگے اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ مین ایک دفعہ پڑھ لو اگر ہر ہفتہ نہ ہو سکے تو ہر مہینے مین پڑھ لیا کرو۔ ہر مہینے مین بھی نہ ہو سکے تو ہر سال مین ایک دفعہ پڑھ لو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر مین ایک دفعہ پڑھ لو۔ اس نماز کے پڑہنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور الحمد اور سورت جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر رکوع مین جائے اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہنے کے بعد دس دفعہ پھر یہی پڑھے پھر رکوع سے اٹھے اور سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ مین جاوے اور سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ سے اُٹھکے دس دفعہ پڑھے اسکے بعد دوسرا سجدہ کرے اُس مین بھی دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ سے اُٹھکے بیٹھے اور دس دفعہ پڑھکے دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت مین التحیات کے لئے بیٹھے تو پہلے وہی دعا دس دفعہ پڑھے تب التحیات پڑھے اسی طرح چارون رکعتین پڑھے۔

مسئلہ ان چارون رکعتون مین جو سورت چاہے پڑہے کوئی سورت مقرر نہین ہے

استخارہ کی نماز کا بیان

جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ میان سے صلاح لے لیوے اس صلاح لینے کو استخارہ کہتے ہین حدیث مین اس کی بہت ترغیب آئی ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے کہین منگنی کرے یا بیاہ کرے یا سفر کرے یا اور کوئی کام کرے تو بے استخارہ لئے نکرے تو انشاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کئے پر پشیمانی نہ ہوگی۔

استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے۔ اُسکے بعد خوب دل لگاکے یہ دعا پڑھے:-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِہٖ اور جب ھٰذَا الْاَمْرَ پر پہونچے جس لفظ پر لکیر بنی ہے۔

تو اسکے پڑھتے وقت اُسی کام کا دہیان کرے جسکے لئے استخارہ کرنا چاہتا ہو اسکے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلہ کی طرف مُنہ کرکے باوضو سوجائے جب سوکر اُٹھے اُسوقت جوبات دل مین مضبوطی سے آوے وہی بہتر ہے اُسی کو کرنا چاہیئے۔ **مسئلہ** اگر ایک دن مین کچھ نہ معلوم ہو اور دل کا خلجان اور تردد نہ جاوے تو دوسرے دن پھر ایسا کرے اسی طرح سات دن تک کرے انشاءاللہ تعالیٰ ضرور اُس کام کی اچھائی برائی معلوم ہوجاوے گی۔ **مسئلہ** اگر حج کے لئے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ مین جاؤن یا نجاؤن بلکہ یون استخارہ کرے کہ فلانے دن جاؤن کہ نجاؤن۔

نماز توبہ کا بیان

اگر کوئی بات خلاف شرع ہوجاوے تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کے اُس سے توبہ کرے اور اپنے کئے پر پچھتاوے اور اللہ تعالیٰ سے معاف کراوے اور آئندہ کے لئے پکّا ارادہ کرے کہ اب کبھی نہ کرونگا اس سے وہ گناہ بفضل خدا معاف ہوجاتا ہے اسکے بعد:-

رسالہ قصد السبیل کا مطالعہ کرے

اسمین سے عالم فارغ کے معمولات کے متعلق جو مضمون ہے وہ مطالعہ سے مستثنیٰ ہے۔

تذییل قصد السبیل۔ یہ مضمون اثنائے زمانہ ترتیب رسالہ تکشف مین ایک غرض خاص سے مستقل طور پر لکھا گیا تھا۔ وہ غرض یہ تھی کہ اس احقر سے بعض لوگ جو درخواست ادخال سلسلہ کی کرتے تھے۔ تو بنظر احتیاط (کہ بعد مین کوئی غرض مزعوم حاصل نہ ہونے سے یا کسی امر کے متعلق نصیحت کرنے سے توحش نہ ہو اس طریق کا مقصود صحیح اور جو جو کرنا یا چھوڑنا پڑیگا) کچھ ضروری امور اُن لوگوں کے گوشگذار کئے جاتے تھے اسمین احیاناً دو کوتاہیان واقع ہوتی تھین ایک یہ کہ کبھی تو کوئی ضروری مضمون ذہول کے سبب بیان سے رہ جاتا دوسرے یہ کہ اکثر مخاطب کو تفصیل یاد نہ رہتی اسکا انتظام یہ خیال مین آیا کہ ان مضامین کو قلمبند کرلیا جاوے پہلے دکھلا دیا اور بعد مین یادداشت کیلئے انکو دیدیا چونکہ مضمون باوجود اختصار کے جامع اور مفید بہت معلوم ہوا اسلئے بوجہ مناسبت کے قصد السبیل کیساتھ ہی الحاق کردینے کو جی چاہا

لہذا قصد السبیل کے نام کے بعد یہان بھی نقل کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی صاحب قصد السبیل جدید طبع کرینگے وہ اسکے آخر مین لگا سکتے ہین۔ وہو ہذا:۔

حقیقت طریقت

خلاصہ سلوک (۱) نہ اس مین کشف وکرامت ضروری ہی (۲) نہ قیامت مین بخشوانے کی ذمہ واری ہی (۳) نہ دنیا کی کاربرآری کا وعدہ ہے۔ کہ تعویذ گنڈون سے کام بن جایا کرین یا مقدمات دعا سے فتح ہوجایا کرین یا روزگار مین ترقی ہو یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے یا ہونیوالی بات تبلادیجایا کرے (۴) نہ تصرفات لازم ہین کہ پیر کی توجہ سے مرید کی ازخود اصلاح ہوجاوے اسکو گناہ کا خیال ہی نہ آوے خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہین مرید کو زیادہ ارادہ بھی نہ کرنا پڑے یا علم دین قرآن مین ذہن وحافظہ بڑھ جائے (۵) نہ ایسے باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے۔ کہ ہروقت یا عبادت کے وقت لذت سے سرشار رہے عبادت مین خطرات ہی نہ آوین خوب رونا آوے ایسی محویت ہوجاوے کہ اپنی پرائی خبر نہ رہے (۶) نہ ذکر وشغل مین انوار وغیرہا کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے (۷) نہ عمدہ عمدہ خوابون کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے۔ بلکہ **اصل مقصود** حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے جس کا ذریعہ ہے **شریعت** کے حکمون پر پورے طور سے چلنا ان حکمون مین بعضے متعلق ظاہر کے ہین جیسے نماز وروزہ وحج وزکوٰۃ وغیرہا اور جیسے نکاح وطلاق وادائے حقوق زوجین وقسم وکفارہ قسم وغیرہ اور جیسے لین دین پیروی مقدمات وشہادت ووصیت وتقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام وکلام وطعام ومنام وقعود وقیام ومہمانی ومیزبانی وغیرہ ان مسائل کو **علم فقہ** کہتے ہین اور بعضے متعلق **باطن** کے ہین جیسے خدا سے محبت رکھنا خدا سے ڈرنا خدا کو یاد رکھنا دنیا سے محبت کم ہونا خدا کی مشیت پر راضی رہنا حرص نہ کرنا عبادت مین دل کا حاضر رکھنا دین کے کامون کو اخلاص سے کرنا کسی کو حقیر نہ سمجھنا خودپسندی نہ ہونا غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ ان اخلاق کو **سلوک** کہتے ہین اور مثل احکام ظاہری کے ان احکام باطنی پر عمل کرنا بھی فرض وواجب ہی نیز ان باطنی خرابیون سے اکثر ظاہری اعمال مین بھی خرابی آجاتی ہے جیسے قلت محبت حق سے نماز مین سستی ہوگئی یا جلدی جلدی بلاتعدیل ارکان پڑھ لی یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی یا کبر وغلبہ غضب سے کسی پر ظلم ہوگیا حقوق تلف ہوگئے ومثل ذلک اور اگر ان ظاہری اعمال مین احتیاط کی بھی جاوے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہین ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہین چلتی پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھری لیکن یہ باطنی خرابیان ذرا سمجھ مین کم آتی ہین اور جو سمجھ مین آتی ہین انکی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہی اور جو معلوم ہوتا ہی نفس کی کشاکشی سے اسپر عمل مشکل ہوتا ہے۔ ان ضرورتون سے پیر کامل کو تجویز کیا جاتا ہی کہ وہ ان باتون کو سمجھکر آگاہ کرتا ہے اور انکا علاج وتدبیر بھی بتلاتا ہی اور نفس کے اندر درستی کی استعداد اور ان معالجات مین سہولت اور تدبیرات مین قوت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار واشغال کی بھی تعلیم کرتا ہی اور خود ذکر اپنی

ذات مین بھی عبادت ہے پس سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہین ایک ضروری کہ احکام شرعیہ ظاہری و باطنی کی پابندی ہے دوسرا مستحب کہ کثرت ذکر ہے اس پابندی احکام سے خدا تعالیٰ کی رضا اور قرب اور کثرت ذکر سے زیادت رضا و قرب حاصل ہوتا ہے یہ ہی خلاصہ سلوک کے طریق اور مقصود کا ؛

حقوق طریقت

طریقہ مین داخل ہو کر جو جو کام کرنا پڑینگے (۱) بہشتی زیور کے گیارہ حصے اول سے آخر تک ایک ایک حروف کرکے پڑہتے یا سُننے پڑینگے (۲) اپنی سب حالتین بہشتی زیور کے موافق رکھنا پڑینگی (۳) جو کام کرنا ہو اور اس کا جائز ناجائز ہونا معلوم نہ ہو کرنے سے پہلے علماء اہل حق سے پوچھنا پڑیگا اور اُنکے بتلانے کے موافق عمل کرنا ہوگا (۴) نماز پانچون وقت جماعت سے پڑہنا ہوگی البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جماعت معاف ہے اور اگر بلا عذر غفلت سے رہجاوے ندامت کے ساتھ استغفار کرنا چاہیئے (۵) اگر مال بقدر زکوٰۃ ہو تو زکوٰۃ دینا ہوگی مسائل اسکے بہشتی زیور مین ملینگے اسی طرح کھیت اور باغ کے پیداوار مین دسوان بیسوان حصہ دینا ہوگا اسکے مسائل زبانی معلوم کرلیئے جاوین (۶) اگر حج کی گنجائش ہو تو حج کرنا پڑیگا اسی طرح گنجائش کی صورت مین عید کو صدقہ فطر اور بقرعید کو قربانی ضروری ہوگی (۷) اپنی بیوی بچون کے حقوق ادا کرنا ہونگے انکا یہ بھی دینی حق ہے کہ انکو ہمیشہ شرع کے احکام بتلاتے رہو آسان طریقہ اسکا پڑھے ہوون کیلئے یہ ہے کہ شب روز مین تھوڑا سا کوئی وقت مقرر کرکے بہشتی زیور اول سے آخر تک اپنے گھر والون کو پڑھکر سُنادین اور سمجھادیا کرین جب وہ ختم ہوجاوے پھر شروع کردین جب تک انکو مسائل خوب یاد نہ ہوجاوین سناتے رہین اور ان پڑھ لیا کرین جو بات دین کی کسی عالم سے سُنا کرین اسکو یاد کرکے گھر والون سے ضرور بیان کیا کرین۔

اور یہ کام چھوڑنا پڑینگے۔ داڑہی منڈانا۔ داڑہی اتنی کترانا جبکہ چار انگل سے کم ہو۔ داڑہی چڑھانا سر مین چاند کھلوانا۔ کچھ سر مین رکھنا اور کچھ کترانا آگے سے منڈوانا ٹخنون سے نیچے پائجامہ پہننا یا لنگی باندہنا یا کرتہ ہوعوغیرہ ٹخنون سے نیچے لٹکانا یا عمامہ کا شملہ آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا۔ یا کسم و زعفران کا رنگا ہوا۔ یا ناپاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا پہننا۔ یا ریشم یا ریشمی کا لباس چار انگل سے زیادہ خود پہننا یا لڑکون کو پہنانا۔ یا کفار کا سا لباس پہننا۔ یا مردون کو چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال یا زائد یا سونے کی انگوٹھی پہننا۔ یا عورتون کو کھڑا جوتا یا مردانہ لباس پہننا یا باجہ دار زیور پہننا۔ یا ایسا کپڑا باریک یا چھوٹا پہننا جس مین بدن کھلا رہے۔ کسی عورت یا امرد کو بری نگاہ سے دیکھنا یا عورتون لڑکون سے زیادہ میل جول رکھنا۔ مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا یا تنہا مکان مین رہنا یا بدون سخت مجبوری کے سامنے آجانا اگرچہ وہ پیر ہی ہو یا رشتہ دار ہون اور جہان سخت مجبوری ہو وہان سر اور بازو اور کلائی اور پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہی ہونکے سامنے بھی گھونگٹ رہنا بہتر ہے اور عمدہ پوشاک اور زیور سے تو سامنے آنا بالکل ہی بُرا ہے۔ اسیطرح نامحرم مرد و عورت کا باہم ہنسنا بولنا ضرورت

پانچون باتین عورتون اور رنڈیون کیواسطے درست ہین ۱۲ منہ

زیادہ باتین کرنا یہ سب چھوڑ دینا چاہیئے۔ ختنہ[۲۵] یا عقیقہ[۲۶] یا شادی[۲۷] مین جمع ہونا یا برات مین جانا البتہ میلین نکاح کے وقت پاس پاس کے مردون کا جمع کر لینا مضائقہ نہین۔ یا کوئی[۲۸] کام شہرت و نمود کا کرنا جیسے آجکل رسم رسوم کا کھانا کھلانا لینا دینا ہوتا ہے اسی مین نوتہ بھی آگیا اسکو بھی چھوڑنا چاہیئے اسی طرح فضول خرچی کرنا یا کپڑے مین بہت تکلف کرنا کہ یہ بھی فخر و نمود مین داخل ہے۔ مُردہ[۳۰] پر چلا کر رونا۔ اُسکا تیجہ دسوان بیسوان چالیسوان وغیرہ کرنا۔ دُور[۳۱] دور سے عرصہ عرصہ تک میت کے پیچھے [illegible] مردہ کے کپڑے خیرات کر دینا۔ لڑکیون[۳۴] کا حصہ نہ دینا اہل حکومت[۳۵] ریاست کو غریب پر ظلم کرنا [illegible] کرنا موروثی[۳۶] کا دعوی کرنا۔ رہن[۳۷] یا رشوت کی آمدنی کھانا۔ تصویر[۳۸] بنانا یا رکھنا۔ یا بزرہ شوق کتے پالنا یا کنکوے و آتشبازی یا کبوتر بازی و غبارزی وغیرہ کا شغل کرنا یا بچون[۴۲] کو اجازت اور پیسے دینا۔ گانا[۴۳] سننا باجے سے یا بے باجے اسی مین گراموفون بھی داخل ہے۔ عرسون[۴۴] مین جانا بزرگون[۴۵] کی منت ماننا۔ فاتحہ نیاز گیارہوین[۴۶] وغیرہ متعارف طور پر کرنا۔ رواج[۴۷] کے موافق مولد شریف کرنا۔ تبرکات[۴۸] کی زیارت کے لئے عرس کا سا انتظام کرنا یا اُسوقت مردون عورتون کا خلط یا سامنا ہوجانا شب[۴۹] برات کو حلوا پکانا۔ یا محرم[۵۰] کو تہوار منانا یا رمضان[۵۱] مین ختم قرآن پر شیرینی ضرور کرکے بانٹنا یا ٹونے[۵۲] ٹوٹکے کرنا یا شگون[۵۳] وغیرہ کو ماننا یا فال[۵۴] وغیرہ کھلوانا کسی نجومی یا آسیب سے کوئی بات پوچھنا غیبت[۵۶] کرنا چغلی کھانا جھوٹ[۵۸] بولنا تجارت[۵۹] مین دغا کرنا بلا[۶۰] ضرورت ناجائز نوکری کرنا یا نوکری مین کام خراب کرنا عورت[۶۲] کا خاوند کے سامنے زبان درازی کرنا یا اسکا مال بلا اجازت خرچ کرنا یا بلا[۶۴] اجازت کہین جانا اور حافظون[۶۵] کا مردون پر قرآن پڑھکر یا تراویح مین قرآن سنا کر لینا یا مولویون[۶۶] کو وعظ پر یا مسئلہ بتلانے پر اجرت لینا یا بحث[۶۷] و مباحثہ مین پڑنا یا درویش[۶۸] وضع لوگون کو پیری مریدی کی ہوس کرنا یا تعویذ گنڈون کا مشغلہ رکھنا یہ ہے فہرست مختصر کرنے نکرنے کے کامون کی اور تفصیل حقیر کے رسالون مین بقدر ضرورت ملیگی ؀

تحقیق متعلق کرامت از رسالہ کرامات امدادیہ

مقدمہ۔ جاننا چاہیئے کہ خلاصہ کلام محققین کا اس باب مین یہ ہے کہ [illegible] امر [illegible] جو کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور قانون عادت سے خارج ہو [illegible] وہ امر نہا فیہ ہو تو کرامت نہین ہے اور جس شخص سے وہ امر صادر ہو اسکا کسی نبی کا تبع [illegible] اعتقاد بھی درست نہین ہے جیسے جوگیون ساحرون سے [illegible] ہم نے بعض امور ایسے [illegible] ہوجاتے ہین [illegible] اگر وہ شخص [illegible] اتباع کا تو ہے مگر واقع مین متبع نہین ہے خواہ اصول مین خلاف کرتا ہو جس طرح [illegible] فروع مین جیسے فاسق و فاجر اس سے بھی اگر ایسا امر ہو وہ بھی کرامت نہین ہے بلکہ [illegible] یہ شخص بوجہ خرق عادت کے اپنے کو کامل سمجھتا ہے اور اس [illegible] کبھی تو [illegible] اور اپنا [illegible] کی

کوشش نہین کرتا نعوذ باللہ کس قدر خسران عظیم ہے پس کرامت اسوقت کہلائے گی جبکہ اُس کا محل صدور مومن متبع سنت کامل التقوی ہو اب ہمارے زمانہ مین جس شخص سے کوئی فعل عجیب سرزد ہو جاتا ہے اُسکو غوث و قطب قرار دیدیتے ہین خواہ اُس شخص کے کیسے ہی عقائد ہون اور کیسے ہی اعمال و اخلاق ہون یہ بہت بڑی غلطی ہے بزرگون نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا مین اڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو مگر وہ شریعت کا پابند نہ ہو تو اُسکو بالکل ہیچ سمجھو۔

مسئلہ دوم

اور جاننا چاہیئے کہ کرامت کے لیئے نہ اُس ولی کو اُسکا علم ہونا ضروری ہے اور نہ اُس کے قصد کا متعلق ہونا ضروری ہے اور احیانا علم ہوتا ہے اور قصد نہین ہوتا اور کبھی علم و قصد دونون امر ہوتے ہین اس بنا پر کرامت کی تین قسمین ٹھہرین۔ ایک قسم وہ جہان علم بھی ہو اور قصد بھی جیسے نیل کا جاری ہونا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرمان مبارک سے۔ اور دوسری وہ جہان علم ہو اور قصد نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل میوون کا آجانا تیسری قسم وہ جہان نہ علم ہو نہ قصد جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہمانون کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چند سہ چند ہو جانا چنانچہ خود حضرت صدیق اکبر رض کو تعجب ہوا جس سے انکے علم و قصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایک احتمال حصر عقلی مین سے خلاف واقع ہے کہ قصد ہو اور علم نہ ہو کیونکہ بدون علم قصد ممکن نہین اور لفظ تصرف و ہمت کا صرف قسم اول پر اطلاق کیا جاتا ہے قسم ثانی و ثالث کو تصرف نہین کہتے البتہ برکت و کرامت کہلاتی ہے۔

مسئلہ سوم

اور جاننا چاہیئے کہ ایک اور اعتبار سے کرامت کی دو قسم ہین ایک حسی ایک معنوی عوام لوگ اکثر حسی کو جانتے ہین اور اسی کو کمال شمار کرتے ہین جیسے ما فی الضمیر پر مطلع ہو جانا پانی پر چلنا ہوا پر اڑنا وغیرہا اور خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے یعنی شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا خوگر ہو جانا نیک کامون کا پابندی و بے تکلفی سے صادر ہونا حسد و کینہ و دیگر صفات مذمومہ سے قلب کا طاہر ہو جانا کوئی سانس غفلت مین نہ گذرنا یہ وہ کرامت ہے جس مین استدراج کا احتمال نہین بخلاف قسم اول کہ اسمین یہ احتمال موجود ہے اسیواسطے کاملین صدور کرامت کے وقت بہت ڈرتے ہین کہ یہ استدراج نہ ہو یا خدا نخواستہ نفس مین عجب پیدا ہو جاوے یا اس کی وجہ سے عوام مین شہرت امتیاز پیدا ہو کر موجب ہلاکت ہو بلکہ بعض نے فرمایا ہے کہ بعض اولیا نے مرتے وقت تمنا کی ہے کہ کاش دنیا مین ہماری کوئی کرامت صادر نہ ہوتی تاکہ اُس کا عوض واجبی آخرت مین ملتا کیونکہ یہ امر مقرر ہے کہ جس قدر دنیا مین کسی نعمت مین کسی کو کمی رہیگی اُسکا بدلہ آخرت مین عنایت ہوگا۔

مسئلہ چہارم

اور جاننا چاہیئے کہ بعض علما نے کرامت کی قوت ایک حد خاص تک معین کی ہے اور جو امور نہایت عظیم ہین جیسے بدون والد کے اولاد پیدا ہونا یا کسی جماد کا حیوان بن جانا یا ملائکہ کا باتین کرنا اسکا صدور کرامت سے ممتنع قرار دیا ہے۔ مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہین کیونکہ وہ فعل پیدا کیا ہوا اللہ تعالی کا ہے صرف

ولی کے ہاتھ پراُسکا ظہور ہوگیا ہے واسطے اظہار کرامت وقرب ومقبولیت اُس ولی کے سواﷲ تعالےٰ کے قدرت کی جب کوئی حد نہین پھر کرامت محدود کیسے ہو سکتی ہے رہا یہ شُبہ کہ معجزہ کے ساتھ مساوات لازم آنے کا احتمال ہی اس کا جواب یہ ہے کہ جب صاحب کرامت خود کہتا ہے کہ مین نبی کا غلام ہون تو جو کچھ اُس سے ظاہر ہوا ہے بہ تبعیت اُس نبی کے ہے استقلالاً نہین جو اس شُبہ کی گنجائش ہو البتہ جس خرق عادت کی نسبت نبی کا ارشاد ہو کہ اس کا صدور مطلقاً محال ہے وہ بطور کرامت کے سرزد نہین ہو سکتے جیسے قرآن مجید کا مثل لاتا۔

اور جاننا چاہیئے کہ بزرگون نے فرمایا ہے کہ اپنی کرامت کا اخفا واجب ہے۔ مگر جہان اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اذن ہو یا حالت اس قدر غالب ہو کہ اُس مین قصد و اختیار باقی نہ رہے یا کسی طالب حق و مرید کے یقین کا قوی کرنا مقصود ہو وہان اظہار جائز ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ بعض اولیاء کاملین کا مقام غلبۂ عبودیت و رضا کا ہوتا ہی اسلیئے کسی شی مین وہ تصرف نہین کرتے اس وجہ سے اُنکی کرامتین نہین معلوم ہوتین۔ اور بعضون کو قوت تصرف ہی عنایت نہین ہوتی تسلیم و تفویض ہی اُنکی کرامت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لئے کرامت کا وجود یا ظہور ضروری نہین

اور جاننا چاہیئے کہ بعض اولیاء اﷲ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات و خوارق سرزد ہوتے ہین۔ اور یہ امر معنیً حد تواتر تک پہونچ گیا ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ کرامت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسباب طبعیہ سے وہ اثر پیدا نہ ہوا ہو خواہ وہ اسباب جلی ہون یا خفی اس مقام پر لوگون کو دو غلطیان واقع ہوجاتی ہین بعض تو مطلق عجیب امور کو کرامت سمجھتے ہین اور عامل کے معتقد کمال بن جاتے ہین آج کل اس قسم کے بہت قصے واقع ہورہے ہین مسمریزم فریمیسن حاضرات ہمزاد کا عمل عملیات و نقوش طلسمات و شعبدات تاثیرات عجیبہ ادویات سحر چشم بندی وغیرہا کہ اسمین بعض کے آثار تو محض خیالی ہین اور بعض کے واقعی بھی ہون تو اسباب طبعیہ خفیہ سے مربوط ہین کرامت ان سب خرافات سے منزہ ہے اور بعض کرامات کو بھی قوت طبعیہ پر محمول کرکے سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہین صاحب بصیرت طالب حق کو قرائن قویہ سے بنظر انصاف فرق معلوم ہوجاتا ہے کہ اس فعل مین قوی طبعیہ کو دخل ہے یا محض قوت قدسیہ ہے یا کسی قوت کو بھی دخل نہین محض کائن عن الغیب ہی۔

اور جاننا چاہیئے کہ جس فعل کا ظاہری قوی سے کرنا ممنوع ہی باطنی قوی سے بھی ممنوع ہی جیسے کسی بے گناہ کو قتل کردینا یا کسی کے قلب پر زور ڈال کر اُس سے کچھ روپیہ لے لینا یا کسی کا راز پنہانی معلوم کرنا یا قصداً نامحرم کی طرف التفات کرنا بعض لوگ مطلقاً خرق عادت کو شعبہ ولایت کا سمجھ کر ان سب تصرفات کو حلال اور داخل کرامت سمجھتے ہین۔

اور جاننا چاہیئے کہ ولی سے احیاناً کوئی امر ناجائز صادر ہوجانا بشرطیکہ اُسپر اصرار نہ ہو اور تنبیہ کیوقت توبہ کرے یا کسی اختلافی مسئلہ مین غلط شق کو اختیار کرنا ولایت و کرامت مین قادح نہین ہی۔ کل دس مسئلے

ضروری اس باب کے متعلق ہین۔

از رسالہ التقی فی احکام الرّقی

فصل پنجم قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدون کسی دلیل صحیح کے جسکا صحیح ہونا قواعد شرعیہ سے ثابت ہو کسی امر کا خواہ وہ اخبار سے ہو یا انشا سے ہو اعتقاد درست نہین اکثر عاملون کو دیکھا جاتا ہے۔ کہ وہ خاص طریقون سے فال کھولتے ہین اور گذشتہ یا آیندہ کے متعلق خبر دیتے ہین یا چور وغیرہ کے معلوم کرنے کو لوٹا گھمانے کا عمل کرتے ہین اور کسی کا نام بتلا دیتے ہین اور ان نتائج کا یقین خود بھی کر لیتے ہین اور دوسرون کو بھی یقین دلاتے ہین یا کوئی عمل جس سے کوئی خواب نظر آوے بتلا کر جو خواب نظر آوے اُسپر پورا وثوق کر لیتے ہین اور اسکا نام استخارہ رکھتے ہین یہ سب دعویٰ ہے خبر غیب کا کیونکہ شرع نے ان وسائط کو مفید علم خبری ہونا معتبر نہین قرار دیا بخلاف طب کے کہ خود سنت مین اسکا اعتبار وارد ہے گو درجہ ظن ہی مین سہی آیت مذکورہ ایسے امور کو باطل کرتی ہے اسی طرح حدیث بھی چنانچہ مشکوٰۃ باب الکہانۃ مین ہے عن حفصۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتی عرافا فسالہ عن شیٔ لم تقبل لہ صلوٰۃ اربعین لیلۃ رواہ مسلم اور حدیث مین جو فال اچھی وارد ہے حقیقت اس فال کی اور ہے وہ یہ کہ کوئی اچھا کلمہ کان مین اتفاقاً پڑ گیا اور اس سے اُمید وار ہوگئے رحمت خداوندی کے نہ یہ کہ قصداً ایسے دلائل کا تتبع کیا جاوے۔ اور اسکا یقین کیا جاوے خواہ خیر ہو یا شر۔

اور استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی امر کے فعل یا خلاف مصلحت ہونے مین تردد ہو تو دعائے خاص پڑھکر متوجہ الی الحق ہون اسلئے قلب مین جو امر عزم کے ساتھ آجاوے اُس مین خیر سمجھین سو اُس کی غرض رفع تردد ہے نہ کہ انکشاف کسی واقعہ کا اور لوٹا وغیرہ گھوم جانا یہ محض قوت خیالیہ کا اثر ہے جو شعبہ ہے مسمریزم کا یہی وجہ ہے کہ جسپر زیادہ خیال ہوتا ہے اسی کا نام نکل آتا ہے چنانچہ اگر دو عاملون کے سامنے مختلف دو شخصون پر چوری کا گمان ظاہر کر دیا جاوے اور وہ دونون الگ الگ اس عمل کو کرین تو دونون جگہ مختلف نام نکلین گے یہی حال ہے مسمریزم کے تصرفات کا جس سے سوالون کا جواب حاصل کرتے ہین اور جسکو اُس کے مذاق غلطی سے ارواح کا تصرف سمجھتے ہین اور واقع مین وہ بھی تصرف ہے قوت خیالیہ اور اسکا امتحان بھی اس طریق مذکور سے ہو سکتا ہے جسکا دل چاہے آزمالے بلکہ اس سے زیادہ قوی و صریح دلیل سے اسکا امتحان خود بندہ نے کیا ہے وہ یہ کہ ایک میز منگا کر اسپر عمل کیا اور زبان سے کہا گیا کہ اگر واقع مین اس مین روحین آتی ہین تو میز کا فلان پایہ مثلاً ایک بار اٹھے اور اگر روحین نہین آتین تو وہ پایہ دو بار اٹھ جاوے اسکے بعد عمل کے اثر سے دو بار پایہ زمین سے اٹھا پس فن مذکور ہی کے قاعدہ سے ان تصرفات کا منشاء

ع حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہین کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس سے غیب کی کسی بات کا سوال کرے (اور اسکو سچی جانے) اسکی چالیس رات (دن) کی نماز قبول نہ کی جاویگی۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے ۱۲

اسکے بعد ایک حبشی شخص نے اپنا مشاہدہ بیان کیا جسکا حاصل یہ ہے کہ مقصود اس مجلس سے ایک جماعت مین باہم
اتفاق و اتحاد قایم کرنا ہے اور وہان ہی معاہدہ لیا جاتا ہے اور اس معاہدہ کی وقعت و شوکت پیدا کرنے کے لئے
اخفاء کا اہتمام کیا گیا ہے اور اخفاء کے لیے خاص اسباب جمع کئے گئے ہین چنانچہ ہر شخص کو اپنی مجلس مین نہین
لیتے جو دنیا کے اعتبار سے بھی معتزز ہو کہ عموماً ایسے لوگون کو پاس اپنے عہد کا ہوتا ہے تو وہ عہد اخفاء
کو بھی پورا کرینگے اور مذہبی اعتبار سے صانع عالم کا قائل ہو تاکہ جو حلف اخفاء پر اُس سے لیا جاویگا وہ خدا سے
ڈر کر اسکو پورا کرے دہری منکر صانع و لا مذہب کو نہین لیتے پھر فیس بہت معقول لیتے ہین کہ یہ بھی امر طبعی
ہے کہ مال خرچ کرے جو امر حاصل ہوتا ہے گو وہ معمولی ہی کیون نہ ہو۔ مگر اُسکے اعلان سے دریغ آتا ہے اسکے بعد
اُسکو اس مکان مین جو کہ اسی کام کے لئے معین ہے پہونچاتے ہین مکان کی صورت بھی وحشتناک بنائی ہے کہ
لانبے لانبے ستون ہین اُسکے دریچون مین وسعت بہت کم ہے تنگ مکانات مین پھر رات کو داخل کرتے ہین اور
اُسوقت روشنی بہت دھیمی کر دیتے ہین کہ اس ہیئت سے طبیعت پر خوف کا مستولی ہو جانا امر فطری ہے
اور پھر لیجاتے ہین بڑی ذلت کی حالت سے کہ پہلا لباس اوتر داکر وہان ہی کی وردی جو بالکل مردہ کی سی
کفنی ہوتی ہے پہنا کر گلے مین رسی ڈالکر کشان کشان لاتے ہین اور ایک آدمی اندر پہلے سے پوشیدہ موجود
رہتا ہے جسکے ہاتھ مین ننگی تلوار یا برچھی ہوتی ہے یہ فریمیسن ہونے والا جسوقت اس مکان مین قدم رکھتا
ہے وہ شخص دفعتہً اسکے بے خبری مین اُس تلوار یا برچھی کی نوک اسکی پہلو پر رکھدیتا ہے جس سے اُس کو
ایک عجیب ہیبت طاری ہوتی ہے اور اُسوقت اس سے وہ معاہدے اپنی جماعت کی ہمدردی اور اُن کی
اعانت مالی و جانی کے لئے جاتے ہین اور اُسکے ساتھ اخفاء کا عہد بھی لیا جاتا ہے اور حلف کے ساتھ
بد دعائین بھی ہوتی ہین کہ اگر مین یہان کا راز ظاہر کرون تو مین ہلاک ہو جاؤن اور یہ برچھی یا تلوار میرے جگر
سے پار ہو جاوے وغیرہ ذلک اب ظاہر ہے کہ ایک تو مذہبی پابندی کی وجہ سے خدا کا خوف پھر اُن بددعاؤن کا
اندیشہ پھر اتنا مال خرچ کرکے اسپر اطلاع ہونا پھر دنیوی عزت کی وجہ سے اپنی اس ذلت کے اظہار سے عار
ہونا یہ اسباب موکدہ اخفاء کے ہین۔ پھر وہان کچھ آلات معماری کے بھی ہوتے ہین اسی لئے اُسکو فری میسن
(جسکے معنی ہین آزاد معمار) کہتے ہین اور اسی لئے وہ لوگ دعوی کرتے ہین کہ اسکے بانی نعوذ باللہ حضرت سلیمان
علیہ السلام ہین جنکو تعمیرات کا شوق تھا اور یہ دعوی دیوانہ عجائب سے کم نہین یہ آلات اصطلاحی ہین جو
خاص معانی پر دال ہین (جیسا رسالہ التقی کے آخر سے ابھی معلوم ہوا ہے پھر اسمین درجات مختلف ہین جن مین
زمانہ بعد زمان ترقی ہوتے جاتی ہے مگر حاصل اسیقدر ہے احقر نے اس راوی سے پوچھا کہ تمنے باوجود حلف کے
کیسے ظاہر کیا جواب دیا کہ اتفاقی بات ہے کہ مجھ سے قسم اس قید کے ساتھ لیگئی کہ نااہل پر ظاہر نکرونگا احقر نے
پوچھا کہ ایک فری میسن دوسرے کو ملکی پہچان لیتا ہے کہ یہ بھی فری میسن ہے اسکی کیا وجہ ہے جواب دیا کہ اسکی وجہ
صرف یہ ہے کہ اُن مین کچھ خاص رموز ہین اگر ایک شخص نے انکو ادا کیا اور دوسرے نے بھی جواب دیا تو معلوم

ہو جاویگا کہ یہ بھی فریمیسن ہے اور اگر جواب نہ دیا تو معلوم نہین ہو سکتا۔ بعد اس روایت کے ایک معتبر شخص نے
بیان کیا کہ ایک فریمیسن کے پاس وہان کی چھپی ہوئی کتاب ملی جسکو انہون نے پوشیدہ مطالعہ کیا جو کہ کسی
انگریز نے دھوکہ سے فریمیسن ہوکر حلف توڑ کر لکھی ہے سو اُسکے مضامین اور یہ روایۃ مذکور بالکل مطابق پائے
گئے۔ اور حکم شرعی اسکا قطع نظر دیگر مفاسد دقیقہ کے بنا پر اس مفسدہ کے اسمین کفار و فجار سے بلا ضرورت
دوستی کا عہد و التزام کرتا ہے پھر ہمدردی مین حق و ناحق کی کچھ تفصیل نہین خواہ اُمین کسی پر ظلم ہی ہو جاوے
اور یہ دونون امر حرام ہین) بالیقین یہی ہے کہ حرام اور معصیت ہے نیز اپنے بھائی مسلمانون مین طرح طرح کے شک
کیوجہ سے متہم ہوتا ہے اور تہمت سے بچنا واجب ہے پس ایسا اس واجب کا بھی تارک ہے۔ فقط

علاج وساوس از رسالہ خاتمہ بالخیر

خطرہ اگرچہ ہرچند مواخذہ کی چیز نہین مگر اُس کا غلبہ و ہجوم طبیعت کو بہت پریشان کر دیتا ہے۔ اور انتہا درجہ کا
حزن و الم قلب پر طاری ہو جاتا ہے سو یہ امراض شرعیہ مین تو نہین ہے۔ اس حیثیت سے اس کا
علاج ضروری مگر امراض طبعیہ مین سے سخت درجہ کا مرض ہے اسلئے اس کا علاج سہل و مجرب و مختصر
عرض کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ خطرہ کی حقیقت بلا اختیار نفس کا کسی بُری چیز کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ چونکہ یہ
مسئلہ بداہت عقل و بہ تسلیم حکماء و علماء ثابت ہے کہ نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے دوسری طرف
متوجہ نہین ہوتا اسلئے جب کسی بُری چیز کا خیال دل مین آوے تو اُس کے دفعیہ کا قصد نہ کرے نہ اُسمین اور
نہ اُسکے اسباب مین خوض کرے کہ اس سے زیادہ لپٹتا ہے بلکہ فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال کو متوجہ
کر دے۔ اُس سے وہ بُرا خیال خود بخود دفع ہو جاویگا اور اگر وہ پھر خیال آوے پھر ایسا ہی کرے انشاءاللہ
تعالیٰ اس تدبیر سے اُسکا اثر بلکہ خود وہ خطرہ ہی متخیلہ سے بالکل نکل جاوے گا علامت کی اُسکا یہ ہے
حدیث مین جو ایسے وقت مین بعض اذکار یا مطلق ذکر کی ترغیب وارد ہوئی ہے اس سے یہ علاج مستنبط ہے
باقی معالجات جو مشائخ کے نزدیک معمول ہین جیسے تصور شیخ یا پاس انفاس یا تخیل نقش اسم ذات
وہ سب اسی کلی کے جزئیات ہین اور اگر خطرات سے پریشان ہوکر ضعف قلب یا خفقان یا نحافت جسم
یا کسی مرض کے عروض کی نوبت آگئی ہو تو علاج مذکور کے ساتھ مقویات و مفرحات قلب و غذائے لطیف
اور ادویہ مرض عارضی کا استعمال بھی کیا جانا ضرور ہے۔ چونکہ بعض سالکون کو یہ قصہ پیش آتا ہے جس سے
اُنکے ظاہری و باطنی انتظام مین خلل پڑ جاتا ہے۔ اسلئے اسکی اصلاح عرض کر دی گئی۔ اس علاج کو بوجہ سہولت
و اختصار کی وجہ سے بے قدری کی نظر سے نہ دیکھین استعمال کر کے اسکا نفع ملاحظہ فرمائین۔

۱۱ر جمادی الاولی ۱۳۱۹ھ ہجری

براہ کرم مطلع فرمایا جاؤں بعض دفعہ اپنی تصویر مجسم اپنے روبرو بیٹھے ہوئے نظر آتی ہے۔ ہرچند آنکھ بند رہتی ہے کبھی کبھی آنکھ بند کر لینے سے جو چیز روشن ہو یا مثل رنگ آسمان کے ہو آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینے سے بھی نظر آتی ہے مثلاً ایک تجربہ یہ کہ ایک روز اپنی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا سامنے دروازہ کے ایک چھجہ تھا اور اس پر کچھ کھلا ہوا مطلع اندر مکان سے نظر پڑتا تھا آنکھ بند کر کے جو دیکھا تو وہی نقشہ نظر آیا پھر آنکھوں پر ہاتھ رکھکر دیکھا بجنسہٖ نظر آیا فقط

الجواب

مشفقم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ کا حال اچھا خاصا ہے۔ عبادت کے مختلف طریقے ہیں فکر بھی عبادت ہے ذکر بلا قید عدد بھی عبادت ہے اپنے کو ذلیل و خوار قاصر و ناقص سمجھنا بھی عبادت ہے غرض مقصود ہر حال میں حاصل ہے ہاں مذموم حالت دو ہیں ایک معصیت دوسرے غفلت سو یہ بفضلہ تعالیٰ نہیں ہے رہا غلبہ اور شوق یہ حالات عارضیہ میں سے ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں اور نہ یہ کیفیت بعینہٖ قائم و دائم رہ سکتی ہے جن حجابات کا آپکو شبہ ہوگیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں ہے آپ بلا دلیل محض تقلید سے میری تحریر پر مطمئن رہیئے اور اپنے کام میں مشغول اور راست پر لگے رہیئے پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہوجاتا ہے جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے غرض نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے صحت کی خبر نہیں سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں اور جو تحریر فرمایا ہے وہ تصرف قوت متخیلہ کا ہے۔ اکثر حس مشترک میں الوان و انوار مرئی کے رہ جاتے ہیں جو آنکھ بند کرنے سے بھی نظر آتے ہیں یہ نہ محمود ہے نہ مذموم۔ تردد نہ فرماویں۔ فقط

تدبیر مبدل شدن عشق مجازی بعشق حقیقی

سوال۔ اس احقر نے اپنے مرشد کی حیات ظاہری میں قریب پانچ سال کی ریاضت شاقہ کر کے کسی قدر دل کی صفائی حاصل کی تھی اور امید تھی کہ نقشہ حب الٰہی دل پر منقش ہوجائیگا۔ مگر بقول شخصے ؎

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل　|　کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

مولانا رح کی عمر نے وفا نہ کی سب بنا بنایا کھیل بگڑ گیا نفس اور شیطان جو انسان کے حقیقی دشمن ہیں ان کا قابو چل گیا ہے قافلہ سالار آگے چلدیا۔ قافلہ جنگل میں بھٹکتا رہا۔ کچھ عرصہ تک ذوق و شوق رہا آخر کو سستی کی شروع ہوئی غرضکہ اب حالت ناگفتہ بہ تک پہونچگئی نہ کچھ بن پڑتا ہے نہ چھپانے سے کام چلتا ہے۔ طبیب حاذق سے مرض چھپانا گویا کہ اپنی موت کا سامان کر لینا ہے چونکہ عرصہ سے تمنا تھی بارادت خاطر حضور پر نور کی طرف ہے اسلئے آپ سے زیادہ کوئی مناسب نہیں سمجھ سکتا اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ بہت جلد اصلاح اور درستی ہوجائیگی مفصل حالات تحریر کرنے کے واسطے تو ایک دفتر چاہیئے مگر کسی قدر حال حضور کی اطلاع کے واسطے تحریر کرتا ہوں ہمہ اوقات یہ حالت ہے کہ نیک ہو یا بد کام ہو حال چلن اچھا نہیں ہے۔

خواہ مخواہ میری طرف رجوع ہوگئی اوّل تو اپنے ناز و انداز سے میرے دل کو لبھایا اور جب اپنے اوپر اُس نے مجھ کو فریفتہ کرلیا تو خود بخود کشش کر بیٹھی بس اس کا کہنچنا میرے لئے قیامت کا آجانا ہوگیا۔ عشقبازی کا مزہ درد فراق کی لذّت ہجر کی کیفیت وصل کی طلب کا پورا پورا ذائقہ آگیا قصہ حضرت شیخ صناع رح کا جو منطق الطیر میں پڑھا تھا وہ ہو بہو مجھ پر صادق آگیا جو جو کچھ نہ کرنا تھا کیا **مصرع** کیا کیا نہ کیا عشق میں کیا کیا نہ کرینگے۔ درد و وظائف تو درکنار نماز تک چھوٹ گئی اُسکے ہی نام کا وظیفہ اور یا نین ورد زبان ہونے لگین ور اُسی کے رد ئے کتابی کا مطالعہ کرنے لگا۔ **ے**

عشق کے مکتب مین آیا ہون دبستان چھوڑکر	اب پڑھا کرتا ہون حسن و عشق قرآن چھوڑکر

غرضکہ اس جنون کا اسوقت پورا شباب ہے اُسکے وصل کی تدبیر مین ہون۔ مگر کبھی کبھی خیال آجاتا ہے افسوس کیا حال ہوگیا **مصرع** بتون کو پوجتا ہون اور پھر سید ھا مسلمان ہون۔ اسی خیال مین تھا کہ آج حضور کو خط تحریر کیا۔ اگرچہ بہت روز سے چاہتا تھا کہ آپ کو تحریر کرون مگر وقت نہیں آیا تھا اب اس کا وقت آگیا اور خدا تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ اب صلاح ہوجائیگی اسلئے عجز و انکسار کیساتھ عرض ہے کہ اس احقر کو ورطۂ ہلاکت سے نکالئے اور اللہ میرے واسطے دعا فرمایئے آپ پر میرا حق ہے آپ مجھکو اپنا غلام تصور کرین اور دعا کرین یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ میری طبعیت بالکل پھر جائے اور برگشتہ ہوجائے پیشتر اس سے کہ وہ مجھ سے کشش کرے ورنہ میرے لئے قیامت ہوجائیگی گستاخی معاف فرمادیں ضروری امر تھا جسکی وجہ سے تحریر کیا گیا۔ یہ سب امور لغویات مین سے ہین اصل اصول عشق خداوندی ہے اللہ تعالیٰ اپنا عشق اور اپنے حبیب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت عطا فرماوے آمین۔

جواب مشفقم۔ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اوّل یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ بدون ہمت کے آسان سے آسان کام بھی نہین ہوتا دیکھیئے امراض ظاہری مین علاج کے لئے دوائے تلخ و ناگوار پینا پڑتی ہی چونکہ صحت مطلوب ہوتی ہے اسلئے ہمت کرکے پی جاتے ہین اور امراض باطنی مین تو زیادہ اس کی ضرورت ہوگی۔ جب یہ امر معلوم ہوا تو اب اُسکا علاج سنیئے اور ہمت کرکے بنام خدا اسکا استعمال کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ شفائے کامل حاصل ہوگی۔ علاج اُسکا مرکب ہے چند اجزا سے **اوّل** اُس مردار سے قطعاً تعلق ترک کردیجئے یعنی اُس سے بولنا چالنا اُسکو دیکھنا بھالنا آنا جانا حتیٰ کہ دوسرا شخص بھی اگر اُسکا تذکرہ کرے قطعاً روکدیا جاوے بلکہ قصداً بتکلف کسی بہانے سے اُسکو خوب بُرا بھلا کہکر اُس سے خلاف و خصومت کرلی جاوے اسطور پر کہ اُسکو ایسی نفرت ہوجاوے کہ اصلاً اُسکو ادھر میلان و توقع رام ہونیکی باقی نہ رہے اور اُس سے ظاہراً اسقدر دوری اختیار کی جاوے۔ کہ کبھی غلطی سے بھی اُسپر نظر نہ پڑے۔ غرض اُس سے انقطاع کلی ہوجاوے **دوم** ایک وقت خلوت کا مقرر کرکے غسل تازہ کرکے صاف کپڑے پہنکر خوشبو لگا کر تنہائی مین رو بقبلہ ہوکر اوّل دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھکر اللہ تعالیٰ کے روبرو خوب استغفار اور توبہ کی جائے اور

اس بلا سے نجات بخشنے کی دعا و التجا کی جاوے پانچسو سے لیکر ایک ہزار مرتبہ تک لا الہ الا اللہ کا ذکر اس طرح کیا جاوے کہ لا الہ کے ساتھ تصور کیا جاوے کہ مین نے سب غیر اللہ کو قلب سے نکال دیا اور الا اللہ کے ساتھ خیال کیا جاوے کہ مین نے محبت آلہی کو قلب مین جما لیا یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہو۔

سوم جس بزرگ سے زائد عقیدت ہو اُسکو اپنے قلب مین تصور کیا جاوے کہ بیٹھے ہین اور سب خرافات کو قلب سے نکال نکال کر پھینک رہے ہین۔ **چہارم** کوئی حدیث کی کتاب کی ترجمہ ہو یا ایسے ہی کوئی کتاب ہو جسمین دوزخ اور غضب آلہی کا جو نافرمانون پر ہوگا۔ ذکر ہو مطالعہ کثرت سے کیا جاوے

پنجم - ایک وقت معین کرکے خلوت مین یہ تصور باندھا جاوے کہ مین حق تعالیٰ کے روبرو میدان قیامت مین حساب کے لئے کھڑا ہون اور حق تعالیٰ فرما رہے ہین کہ اے بے حیا تجھکو شرم نہین آتی کہ ہمکو چھوڑکر ایک مُردار کی طرف مائل ہو گیا ہمارا تجھ پر یہی حق تھا کیا ہم نے تجھکو اسی لیے پیدا کیا تھا کہ بے حیا ہماری ہی دی ہوئی چیزون کو آنکھ کو دل کو ہماری نافرمانی مین تو نے استعمال کیا کچھ شرم بھی آئی بڑی دیر تک اس مراقبہ مین غرق و مشغول رہنا چاہیئے اور یہ مین اوپر لکھ چکا ہون کہ گو نفس کو تکلیف پہونچے مگر اس نسخہ کو ہمت کرکے نباہ کر کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہے والسلام فقط ۹ رشعبان ۱۳۲۱ھ ۰

ارشاد مفید درباب انکشاف انوار لطائف

سوال ۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ ۔ اگرچہ ہم ذکر برابر کئے جا رہے ہین لیکن یہ معلوم نہین ہے کہ حضور نے ذکر جہر ارشاد فرمایا ہے یا کیا اور ہم ابھی تک برابر ذکر جہر کئے جا رہے ہین اور وہ ہی حالت ہے لیکن نور نیلگون بہت کثرت سے ظاہر ہوتا ہے اور حضور نے جو بارہ ہزار ارشاد فرمایا تھا وہی برابر کرتا ہون اور یہ پیر جو مرید کو توجہ دیتے ہین اگر مرید دور رہے تب بھی توجہ پیر کی ہوتی ہے یا نہین یون تو توجہ ہوتا پیر کا ضرور ہے نہین بلکہ وہ توجہ جیسا کہ مرید کے حاضر رہنے مین ویسی ہی جس سے مرید کے قلب پر حرارت پیدا ہوتی ہے اس قسم کا توجہ دور کے مرید کو بھی دے سکتے ہین یا نہین۔

جواب عزیزم ۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ ۔ ذکر دونون طرح مفید ہے ۔ لیکن جہر اچھا معلوم ہوتا ہے آپ بھی جہر کرین مگر اس قدر جہر نہ ہو کہ لوگون کو تکلیف پہونچے ۔ یہ نور نیلگون وغیرہ اہل طریقت کے نزدیک انوار لطائف کے ہیں جو ذکر سے منور ہو جاتے ہین گو یہ مقصود نہیں مگر علامت محمود ہے انشاء اللہ تعالیٰ روز بروز ثمرات نیک مرتب ہوتے رہینگے حتے کہ مقصود حقیقی یعنی وصول میسر ہو جاوے گا اپنے کام مین لگے رہیں ان حالات مین غور و فکر نہ کرین کہ یہ کیا چیز ہے کیا بات ہے سب سے قطع نظر کرکے ذکر کو مقصود سمجھنا چاہئے اگر فرصت ہو تو چھ ہزار اسم ذات اور بڑھا دین اور توجہ کی حقیقت اور اُسکے اقسام اور حاضر و غائب سے اُسکا اثر ہونا یہ بات زبانی بیان کرنیکی قابل ہے تحریر سے سمجھ میں نہ آویگی ۔ فقط ۲۵ رشعبان ۱۳۲۱ھ ۰

علاج بعضے اقسام وحشت وسوزش قلبی

سوال۔ یہان ایک حافظ صاحب ہین پیشہ نعلبندی کا کرتے ہین۔ اور درویش دوست اور ذاکر وشاغل آدمی ہین کل انہون نے بندہ سے کچھ اپنے حالات کہے اور اصلاح چاہی بندہ نے عذر کیا کہ مین طفل مکتب ہون اصلاح وعلاج سے کیا علاقہ اور حضور کا پتہ بتا دیا انہون نے اصرار کیا کہ تو ہی ایک عریضہ لکھ حال یہ ہے کہ یہ صاحب ایک پنجابی درویش صاحب خاموش صاحب نامی کے پاس کسی وقت مین حاضر ہوئے تھے. طبیعت کے نہایت غبی ہین. لیکن قرآن شریف حفظ کرنے کا شوق بے حد تھا درویش صاحب نے دُعا کی جس سے بالکل خلاف اُمید اُسی سال مین قرآن شریف حفظ ہو گیا تب اُنہون نے اُنہین کی صحبت چند روز اختیار کی بیعت تو نہین ہوئے مگر کچھ سیکھ لیا جب سے اُنکی یہ حالت تھی کہ صرف اپنی سد رمق کی مقدار پیشہ نعلبندی مین کما لینا اور جب اتنا ملگیا تو نعل باندھنے سے بھی انکار کر دینا انکے بیوی۔ بچے بھی مر گئے مگر انکو مطلق پروا نہین نعل باندھتے ہین اور حاجت قسماً نہین ہوتی اگر کوئی اہل اللہ ملجاتا ہے تو نعلبندی کی بھی پرواہ نہین۔ قرآن شریف نہایت اچھا پڑھتے ہین اب چند روز ہوئے کہ ایک فقیر صاحب لکھنؤ مین آئے تھے ظاہر پابند شریعت تھے بہت لوگ اُنکی طرف رجوع تھے چند اشخاص نے ان سے بھی کہا کہ چلو انہون نے اول انکار کیا مگر لوگون کے اصرار سے چلے گئے. فقیر صاحب نے انکو پاس بلا کر دوزانو بٹھلایا اور کہا آنکھین بند کرو اور زبان کو تالو سے لگا کر سانس مین خیال کرو کیا آواز معلوم ہوتی ہے اُنہون نے اسی طرح کیا معلوم ہوا کہ نیچے اوپر دونون سانسون مین اللہ اللہ نکلتا ہے فقیر صاحب نے فرمایا اسی طرح روز ذکر کیا کرو اُنہون نے چند روز کیا اب کہتے ہین کہ میرے سینہ مین سوزش ہے اور قلب مین وحشت اس قدر ہو گئی ہے کہ کسی کام مین دل نہیں لگتا حتّٰے کہ نماز وتلاوت مین بھی دل گھبراتا ہے۔ کہتے ہین. کہ قریب ہے کہ نماز چھوڑ دون احقر نے ہر چند عذر کیا مگر انہون نے کہا ضرور لکھ بتاؤ واب حضور کوئی علاج ارشاد فرماوین۔ **جواب**۔ ان صاحب سے کہدیجئے کہ گھبراوین نہین اور وہ ذکر اگر اب بھی کیا کرتے ہون تو اُن سے کہدیجئے کہ اُسکو بالکل چھوڑ دین اور بجائے اُسکے اُتنا وقت تلاوت قرآن یا درود شریف مین صرف کرین اور چلتے پھرتے بھی درود شریف پڑھین. اور ہر نماز کے بعد اور رمضان شریف مین صرف مغرب وعشا کے بعد اور سحر کہا کر درود شریف گیارہ مرتبہ پانی پر دم کر کے پیا کرین اور خلوت مین بیٹھ کر اپنے قلب پر چاند کا تصور کیا کرین اور آب تازہ یا آب گرم سے جو موافق مزاج ہو روزانہ غسل کر لیا کرین اور تین چار روز کے بعد اپنے حالات سے پھر اطلاع دین انشاء اللہ تعالےٰ بالکل سکون ہو جاویگا اور آیندہ سے اسکا خیال رکھین کہ ہر شخص کی تعلیم پر خصوصاً سیاحون کی ہر گز عمل نہ کرین کسی شیخ محقق کو اپنا عروہ وثقی بنالین والسلام ۲۵ شعبان ۱۳۲۱ھ ؎

خط ہدایت نمط نزد عزیزے کہ از ہجوم وساوس و خطرات عاجز و مغلوب آمدہ قصد خودکشی کردہ بود

از اشرف علی عفی عنہ بخدمت مومن کامل مجاہد النفس بارک اللہ تعالیٰ فی ایمانکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کئی روز ہوئے۔ آپ کا خط آیا حالات معلوم ہوئے۔ ماشاءاللہ آپ کا ایمان بالکل کامل ہے اس میں کسی طرح کا نقصان وخلل نہین ہے جو حالت آپنے لکھی ہے اور اُسکو موجب نقصان ایمان سمجھا ہے۔ یہی حالت آپ کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔ مگر چونکہ آپکو ابھی علم کم ہے اس وجہ سے اندیشہ اور قلق کا ہجوم ہوگیا ہے ورنہ آپکی حالت بڑی خوشی کے قابل ہے یہ حالت وسوسہ کی خواہ وہ ایک وسوسہ ہو یا ہزار ہوں کچھ آپ کو اول پیش نہین آئی کوئی ایسا سالک وواصل الی اللہ نہین ہے جسکو رستہ میں یہ گھاٹی نہ آتی ہو پس اُن مین جو خود عارف یا کسی عارف سے تعلق ومحبت واعتقاد کا رکھنے والا ہے اُسکی نظر میں تو یہ لاشے محض معلوم ہوتی ہے اور جو ناواقف ہین وہ مثل کوہ پہاڑ کے طرح طرح کی پریشانیون میں مبتلا ہوجاتے ہین اے عزیز صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھکر کسی عالم کا کسی عارف کا رتبہ نہین ہو اُن تک کو یہ قصہ پیش آیا کہ انواع انواع وساوس نے گھیرا اور وساوس بھی ایسے جسکو وہ زبان پر لانا جلکر کوئلہ ہوجانے سے بدتر اور سخت تر اور گران تر وناگوار تر جانتے تھے آخر اُنہون نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اسکو ذکر کیا حضور نے فرمایا ذاک صریح الایمان یعنی یہ تو کھلی نشانی ایمان کی ہے دو وجہ سے اول اسلئے کہ چور وہان جاتا ہے جہان متاع پاتا ہے پس اگر متاع ایمان اس شخص کے قلب مین نہ ہوتا تو ہرگز شیطان اسکے پیچھے نہ پڑتا یہی وجہ ہے کہ اکثر نیک لوگوں کو وساوس پیش آتے ہین اور جو فساق وفجار واشرار ہین انکو کبھی اسکا اتفاق بھی نہین ہوتا کیونکہ شیطان ان سے جب گناہ کرا ہی رہا ہے تو اُسکو کیا ضرورت ہے کہ وہ ایسے امر مین مبتلا کرے جسمین کسی قسم کا گناہ بھی نہین نرا رنج ہی رنج ہے۔ دوسرے اسلئے علامت ایمان کی ہے۔ کہ مومن نے جب اسکو بُرا سمجھا پس اگر اس شخص کے ایمان میں خلل ہوتا تو اُن خیالات کفریہ کو حق سمجھتا اور اُنکو دل سے قبول کرتا اور اُن پر مطمئن ہوتا اور اُن میں اسکے قلب کو انشراح ہوتا کراہت نہ ہوتی جیسا تمام کفار کو دیکھا جاتا ہے۔ جب اس شخص نے اُنکو مکروہ سمجھا تو اُنکے اضداد کو حق سمجھتا ہے اور یہی ایمان ہے۔ غرض ان وجوہ سے یہ علامت ایمان کی ہے۔ ہرگز ہرگز کفر نہین بلکہ گناہ ومعصیت بھی نہین کیونکہ گناہ وہ فعل مذموم ہے جو باختیار خود کرے۔ اور چونکہ وساوس پر اختیار نہین ہے اسلئے وہ گناہ نہین ہوسکتا جب گناہ نہین پھر اُسپر پریشان ہونا فضول ہے۔ یہ تو تحقیق ہے وسوسہ کی بُرے یا بھلے ہونیکی رہا اس کا علاج بس سب معالجات سے بہتر علاج جس کو اکسیر اعظم کہنا چاہیئے یہی ہے کہ اسکا کچھ علاج نہ کیا جاوے بلکہ جرأت و دلیری کے ساتھ اور یقین وعزم کے ساتھ یہ سمجھے اور دل میں خیال کرے کہ جب یہ عنداللہ گناہ نہین اور شرعاً کوئی مرض نہین پھر کیا غم بلکہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ دلیل ایمان ہے۔ تو اُسپر الٹا اور خوش ہونا چاہیئے۔ جب یہ شخص خوش ہوگا تو شیطان نے وہ وسوسہ تو خاص اسی لیئے القا کیا تھا کہ یہ شخص محزون ہوگا

جب وہ دیکھے گا کہ یہ شخص تو نوش ہوتا ہے اور اسکا خوش ہونا اُسکو پسند نہین پس وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دیگا اور بہت آسانی ہے اس شخص کو اس سے نجات ہوجائیگی اور اگر نجات نہ بھی ہو تو بھی پرواہ نہین کیونکہ جب یہ معصیت نہین تو اُس سے نجات کی ضرورت کیا ہے اور جیسا بے پروائی و دلیری اور بے توجہی سے یہ قطع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر اس سے ڈرا کرے اور اُسکے غم مین پڑ جاوے اور یہی فکر و ذکر رکھے اور سوچا کرے تو یہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے گو اُسکے بڑھنے سے گناہ تو نہیں ہوتا مگر خواہ مخواہ ایک واہیات پریشانی ہوتی ہے پس عمدہ علاج یہ ہے اور ہر وسوسہ کا بالتفصیل جواب سوچنا یا کسی سے پوچھنا یہ طریقہ مضر ہے اُسمین اگر فوری تسلی بھی ہوجاتی ہے تو دو چار روز کے بعد پھر اُس جواب مین کوئی خدشہ ہوجاتا ہے پھر وسوسہ ستانے لگتا ہے اور نفس میں اچھا خاصہ ایک مناظرہ کا میدان گرم ہوجاتا ہے اسلئے اس طریق کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیئے بلکہ بجائے اس سوچ بچار کے ذکر اللہ کا شغل رکھے کہ وہ قاطع وسوسہ بھی ہے۔ جیسا حدیث میں آیا ہے اور اس سے قلب میں بھی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ ایسے خرافات سے متاثر نہیں ہوتا پس خلاصہ تمامتر تقریر کا تین امر ہوئے (۱) ایسے وساوس کی کچھ پرواہ نہ کرین نہ اُنکے دفع کی فکر کرین۔ (۲) اُسکا جواب نہ سوچین نہ کسی سے وجہ پوچھین کتاب و سنت کو بلا دلیل حق سمجھین اور اسکے خلاف کو اعتقاداً باطل سمجھیں گو کسی بات کی وجہ سمجھ مین نہ آوے گو قلب مین اُسکا خطرہ آوے (۳) ادھر سے اعراض کرکے اللہ کے ذکر میں متوجہ رہین خواہ درود شریف خواہ استغفار یا اور کچھ اسی مین خیال لگائے رہیں۔ انشاء اللہ تعالی آپکے قلب کو ایک ہی روز مین بلکہ ایک ہی منٹ مین پوری تسکین و راحت حاصل ہوجاویگی اور پھر کبھی عمر بھر بھی تشویش نہ ہوگی اگر اور کوئی بات پوچھنا ہو تو بے تکلف ظاہر کردین والسلام از تھانہ بھون یکم جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

معالجۂ صدمۂ مفرط

سوال۔ میرے مولانا مرشدنا۔ السلام علیک۔ مجھ پر اسوقت ایک حادثہ بہت بڑا گذرا ہے کہ جس کے بار گران کا تحمل میرا قلب نہین ہوتا ہے میرا فرزند جگر بند بعمر ۱۹ سال کہ اُس نے اپنی ذاتی لیاقت سے انٹرنس پاس بھی کرلیا تھا اب زمانہ اُسکے پھل پھول کا آیا تھا یک لخت بمرض ہیضہ مبتلا ہوکر راہی ملک عدم ہوا چونکہ وہ میرے ایک ہی لڑکا تھا دنیا مین میرا قصہ ختم ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا	بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

آپ للہ میرے واسطے دعائے صبر فرمائیگا۔ ورنہ مجھکو وحشت ہوا چاہتی ہے یا کچھ پڑھنے کو بتلائیگا۔ فقط۔

جواب۔ مجمع اخلاق والطاف دام لطفهم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ صاحبزادہ کے انتقال سے رنج ہوا اللہ تعالی اُن کی مغفرت فرماوین اور آپکو صبر جمیل بخشیں آپ کیمیائے سعادت یا اُسکے ترجمہ اکسیر ہدایت کا باب صبر نکالکر بتکرار مطالعہ کیجئے اور لاحول اُٹھتے بیٹھتے کثرت سے پڑھیئے اور اثنا مین شب کے ساتھ زیادہ

عقیدت ہو اُسکی صورت کا بکثرت خیال ہے کیئے انشاء اللہ تعالیٰ سکون ہو جاویگا مین بھی دعائے خیر کرتا ہون چونکہ آپ کو میرے ساتھ دینی تعلق ہے جس سے خیر خواہی مین تکلف کی اجازت نہین اسلیئے یہ بھی لکھنا ضرور ہوا کہ اس انتقال کے رنج سے زیادہ اس بات کا رنج ہے کہ آپ نے وجہ تاسف مین اقتضائے طبعی سے تجاوز کرکے وجہ عقلی اُسکی یہ لکھی ہے۔ کہ انٹرنس پاس کر لیا تھا اور اب زمانہ اُسکے پھل پھول کا آیا تھا دنیا مین اب میرا قصہ ختم ہو گیا اھ تو معلوم ہوا کہ زیادہ تاسف کی وجہ حظ دنیا کا فوت ہو جانا ہے تو گویا اعظم مقصود دنیا ہے۔ طالب حق کی زبان قلم سے ایسے کلمات نکلنا ایسا ہے جیسا موحد کی زبان سے کلمات شرک نکلنا اُس مصیبت سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ قلب ایسا کیون ہے جس کی یہ آرزوئین ہین اسکی اصلاح ضروری ہے۔ ۷ ارجمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ ؀

پند سودمند در عشق نفسانی

سوال ۔ حضرت مخدومی و معظمی جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب۔ تسلیم باعث تحریر آنکہ مین ایک بلا مین مبتلا ہون ایک دوست کی خفگی و ناراضی نے مجھے تباہ کر دیا للہ میری دستگیری فرمایئے توجہ خاص کے ساتھ دعا فرمایئے کہ وہ مجھ سے راضی ہو جاوے۔ اس بارے مین اگر کوئی وظیفہ و عمل مجرب مرحمت ہو تو عین بندہ نوازی ہے۔ میرا تعلق اُسکے ساتھ اضطراری ہے اختیاری نہین فسق و فجور کا وہان خیال نہین محض میری اوقات گذاری کے لیئے واسطہ و ذریعہ ہے۔ اگر یہی حال رہا تو خدا معلوم میرا کیا حال ہوگا اور میرے حال پر نظر فرمایئے اور جلد جواب سے سرفراز فرمایئے زیادہ والسلام

جواب ۔ عنایت فرمایئے بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ چونکہ آپ سے تعلق پیر بھائی ہونے کا ہے اسلیئے گستاخانہ مگر خیر خواہانہ عرض ہے۔ ؎

عشقہائے کز پئے رنگے بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود

عشق با مردہ نباشد پائدار
عشق را باحی و با قیوم دار

غرق عشق شو کہ غرق است اندرین
عشقہائے اولین و آخرین

عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا
یافتند از عشق او کار و کیا

طلب حق اور غیر پر نظر اللہ سے ڈریئے اور شرمایئے مانا کہ تعلق اضطراری ہے۔ لیکن نظر اور تخیل اور اکتساب تدابیر قرب یہ تو سب اختیاری اور شرعاً معصیت ہے معصیت کیساتھ قرب حق و رضائے حق کہان اور اوقات گذاری سے مراد اگر لذت نظر و قرب ہے تو معصیت شریعت ہے اور اگر کفالت رزق و مصارف ہے تو تعلق پر نظر معصیت طریقت و خلاف توکل ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ کیا حال ہوگا سو حال کیا ہوتا نہایت سے غایت موت سو من عشق فعف وکتم فمات فھو شھید آپ نے

سُنا ہوگا اور اگر حال فقر ہے تو ؎

خدا اگر بحکمت بہ بندد درے	کشاید بفضل و کرم دیگرے

غرض توبہ کیجئے مجھکو بھی تعویذ از عمل آتا ہے گستاخی معاف فرمایئے والسلام ۱۵ رجمادی الاخری ۱۳۲۳ھ

جواب اشکالے

سوال - حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھکو جب ذکر شریف تعلیم فرمایا تھا تو یہ فرمایا تھا کہ لا الٰہ کے وقت یہ خیال کرے کہ جس قدر محبتیں غیر خدا کی قلب میں ہیں سب کو نکالکر پس پشت ڈالدیں اور الا اللہ کیوقت یہ خیال کرے کہ صرف اللہ کی محبت قلب میں داخل کی تو اب وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی بھی محبت تو بروقت ذکر شریف کے ایسا ہی خیال کرے اور حدیث شریف میں ہے کہ جسکے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہوگی مسلمان نہیں ۔

جواب - چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت عین خدا کی محبت ہے بلکہ جمیع اہل اللہ کی محبت بھی عین خدا تعالیٰ کی محبت ہے پس مراد اس تعلیم میں یہ ہے کہ جو محبتیں خدا تعالیٰ سے متعلق نہیں کہتیں اُن کو پس پشت ڈالدیا اب کوئی اشکال نہیں فقط ۳ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ ۔

بے معنے شدن عاق کردن شیخ مرید را

سوال - کوئی شیخ اپنے مرید کو عاق کردے اور مرید کا اعتقاد سالم ہے تو بیعت اس صورت میں قایم رہتی ہے یا نہیں -

جواب - عن جابر بن عبد اللہ ان اعرابیا بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاصاب الاعرابی وعک بالمدینۃ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد اقلنی بیعتی فابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قولہ علیہ السلام انما المدینۃ کالکیر تنفی خبثہا و تنصع طیبہا متفق علیہ دوسری روایۃ کعب بن مالک رض کی ہے کہ غزوہ تبوک کے تخلف کے سبب آپ اُن سے منقبض ہوگئے مگر اُن کا اعتقاد درست رہا پس پہلی روایۃ سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ بیعت واپس نکرے لیکن مرید کا اعتقاد جاتا رہے تو بیعت ٹوٹ جاتی ہے اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ ناراض ہوجائے لیکن مرید کا اعتقاد باقی اور قایم ہے تو بیعت باقی رہتی ہے اور ویسے بھی ظاہر ہے کہ مدار اعظم بیعت کا ارادت پر ہے سو یہ صفت مرید کی ہے نہ کہ شیخ کی پس اسکے بقا و زوال کا دوران ارادت کے عدم و وجود پر ہے واللہ اعلم ۔

عدم انحصار وصول فی الاوراد والریاضۃ الشدیدۃ

سوال - حضور مولانا و مرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب قبلہ دام برکاتہم - السلام علیکم - بحمد اللہ بخیریت ہوں اور صحتوری ذات والا مدام درگاہ خدا سے مستدعی حضور والا پر چہ تم کہ سر انجام ما چہ خواہد بود - اس مرتبہ بعد علالت کیفیت یہ ہو گئی ہے کہ جب دو تین روز جماعہ نماز تہجد و دوازدہ تسبیح کا شغل شروع کرتا ہوں طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر شغل مذکور چھوٹ جاتا ہے رمضان شریف میں ہر چند چاہا کہ حسب معمول ورد و وظائف کو شروع کروں لیکن وہی حالت پیش آئی جو عرض کر چکا ہوں اخیر عشرہ رمضان میں نہایت مستعدی سے چاہا کہ ۲۱ ماہ مذکور سے اعتکاف کروں اور تلافی مافات کروں لیکن ۲۰ ماہ مذکور سے طبیعت خراب ہوئی اور ۸ شوال تک اُس علالت کا سلسلہ رہا ۹ شوال سے پھر نماز تہجد کو اُٹھا تین روز تک محنت کی تھی کہ کل ۱۱ شوال کو پھر حرارت پیدا ہو گئی معلوم نہیں کہ کیا منظور خدا ہے تعلقات دنیوی سے قطع کر کے چاہا تھا کہ اللہ اللہ کروں لیکن میری بدقسمتی یہ بھی کرنے نہیں دیتی ان واقعات سے طبیعت ایسی متوحش اور پریشان ہے کہ کیا عرض کروں وہی مثل ہوئی کہ نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے آج طبیعت کو بے حد قلق اور افسوس ہوا لہذا خدمت بابرکت میں عرض کیا گیا - اگرچہ شکایت تنفس تا بعد عرصہ سے ہے لیکن باوصف اُس شکایت کے ورد و وظائف کو انجام دیتا تھا دوسرے آواز اس قدر پست ہو گئی ہے کہ ذکر جہر نہیں کر سکتا البتہ ایسی آواز سے کہ خود سُن سکوں جب افاقہ ہوتا ہے کرتا ہوں اور بحالت نادرستی طبیعت کے کچھ نہیں ہو سکتا باقی خیریت ہے اور حالت بدستور ہے -

جواب - مخدومی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - بزرگان دین کا ارشاد ہے - طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق یعنی جس قدر مخلوقات کے سانس ہیں خدا تعالیٰ تک پہونچنے کے اُتنے رستے ہیں اور اصل مقصود وصول الی اللہ ہے یعنی ضعف نسبت مع الخلق و قوت نسبت مع الخالق خواہ کسی طریق سے ہو پس جس طرح اوراد و نوافل کی کثرت اُس کا ایک رستہ ہے اسی طرح مرض اور حزن اور انقباض اور ضیق قلب و تاسف و ندامت و خجلت و انکسار بھی ایک رستہ بلکہ اقرب رستہ ہے پس حالت مرقومہ خط سامی میں گو نفسانی اور جسمانی کلفت و صعوبت ہے لیکن روحانی ترقی و نفع ہے بالکل مطمئن رہئے اور جس قدر ہو سکے اور جس طرح ہو سکے کر لیا کیجئے اور نہ ہو سکے نہ کیا کیجئے

بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست		شعر: در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست

البتہ نفس یوں چاہتا ہے کہ مجھکو ذکر و شغل کا ثمرہ عاجل دنیا میں ملجاوے سو یہ خطائے عظیم ہے اصل موقع مشاہدہ ثمرہ کا آخرت ہے جس نے یہ نکتہ پختہ کر لیا اُسکو رضا و تفویض کی حلاوت نصیب ہوئی اور جو اس نکتہ سے ناواقف ہے عمر بھر مشوش رہیگا - مخدوما جو کچھ میں نے لکھا ہے گو مختصر ہے - مگر نہایت جامع اور تجربہ کی بات ہے آپ شک نہ لائیے - والسلام -

ازرسالہ اوراد رحمانی

خمسۂ اردو ظفر بر قصیدۂ فارسیہ حکیم سنائی رحمہما اللہ تعالے

ہے دنیا یونہی یک بیک ہمیشہ جان کھپائی | ندیا منزل عقبیٰ کا مجھے رستا دکھائی | اگر ایسا ہی اپنا ہے سب چھوڑ کے یہ ہرزہ درائی
ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی | نروم من بجز آن رہ کہ توآن رہنمائی

نہ پھرون عہد سے جبتک کہ مرے دم میں ہے دم | رہون پیمان محبت پہ تیرے میں تو ان ہی محکم | اطاعت و صل تیری دل سے مری ہو نہ کبھی کم
ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ در کار تو پویم | ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی

نہ چھپے راست گر ہو تری نصرت و یاری | نہ ترا عرش سے تا فرش اگر فیض ہو جاری | نہ کہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری
تو خداوند زمینی تو خداوند سپاری | تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی

نظر آتی ہے جہان میں جو سفیدی و سیاہی | قلم صنع پہ دے ہے ترے ذات گواہی | تری یکتائی پہ ہر اک شی سے الٰہی
تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت نخواہی | احد بے زن و جفتی ملکا کامروائی

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت | نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت | نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت
نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت | تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری | جسے تو چاہے نہ رکھے دے جسے چاہے حقیری | کرم و عفو سے کیونکر نہ کرے عذر پذیری
تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری | تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی

گنہ و جرم یہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی | ترے الطاف سے محروم نہ میخوارہ نہ زانی | کہ تو ستار ہے اور واقف اسرار نہانی
ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی | ہمہ را رزق رسانی کہ تو با جود و عطائی

خرد و فہم سے گر دل نے کوئی بات تراشی | نہ ہو اول و آخر کی حقیقت کا تلاشی | میرے نزدیک سوا اسکے ہے سب سمع خراشی
نہ بری خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی | نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی

ہے معروف ثنا میں ترے ہر چند خلائق | نہ ادا پردہ ثنا ہو جو ثنا ہے تری لائق | کہ وہ فوق اور ہے جس فوق سے ہے سب پہ تو فائق
نہ سپہری نہ کواکب نہ بروجی نہ دقائق | نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بپائی

رہ توصیف تری رکھتی نہایت ہے درازی | نہ لگے ہاتھ یہ کوچہ تری بے بندہ نوازی | نہ چلے کنہ حقیقت میں تری نکتہ طرازی
بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی | بری از صورت و رنگی بری از عیب و خطائی

نہ تجھے دوست کی حاجت ہے نہ اندیشۂ دشمن | نہ تجھے کام ہے عشرت سے نہ شیوہ تراشیون | نہ تجھے چاہیئے ماوی نہ تجھے چاہیئے مسکن
بری از خوردن و خفتن بری از تہمۂ مردن | بری از بیم و نا امیدی بری از رنج و بلائی

نہ ہا عالم طفلی و جوانی ہوئی پیری | غم دنیا کی ہوس میں مجھے ہے گی یہ اسیری | نہ روا رکھ میرے حق میں تو یہ خواری حقیری
تو علیمی تو حلیمی تو خبیری تو بصیری | تو نما بندۂ فضلی تو سزاوار خدائی

تری اوصاف بیان کر نہ سکی باندھی ہے جو دھن جی | دم تقریر ہے گونگی دم تحریر ہے ٹنجی | امری گو نوک زبان گنج معانی کی ہے کنجی
نہ توان وصف تو گفتن کہ تو در وصف نگنجی | نتوان شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی

نہ بصر کو ہے یہ قدرت کہ تری دیکھے تجلی | نہ خرد کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی | متحیر ہوں میں اسمیں کہ صفت کیا کروں تیری
احد لیس کمثلی صمد لیس کفضلی | لمن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی

ظفر اسوقت میں خاموش ہو کیا غنچہ کی مانند | کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند | کرے توصیف میں کس طرح تری اپنی زبان بند
لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند | مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

تمام ہوا حصّہ اول تکشف کا

ھ از لفظ احد تا لمن الملک مفعول ست مر فعل گوئی را یعنی تو گوئی کہ کسے مثل من نیست الخ ۱۲ منہ

ھ … اسلئے نقل … ہے کہ کبھی … کی ذوق و … ق سے اسکو … دیا لکھے کر … و مناجات … توحید پر مشتمل … ۱۲ منہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ دوم از مجموعہ تکشف

برائے متوسط الاستعدادان

قصد السبیل. عست اس میں سے عالم فارغ کے معمولات کے متعلق جو مضمون ہے وہ مطالعے سے مستثنیٰ ہے۔

تعلیم الدین پانچواں باب. حق السماع تمام. کمالات عشرہ امدادیہ تمام. روح کے مثنوی تمام

از امداد الفتاوی معروف بہ فتاوی اشرفیہ تعلیم ذکر زنان را و معنی انا الحق

سوال. حضرت اقدس مولانا صاحب. بعد سلام مسنون آنکہ نامہ نامی رسید قبول بیعت منکوحہ بندہ معلوم گردید خرسندگی لانہایت حاصل گردید وظیفہ مرقومہ را حسب فرمان جناب تعلیم یافت و بالفعل آں خادمہ جناب امیدوار است از ذکر اذکار نیز ارشاد فرمانید زیادہ از طرف او سلام وامید دعا است ثانیاً اینکہ در اینجا چند مردمان لفظ انا الحق می گویند و بعض مولویان این دیار او شان را کافر گویند لہذا امیدوارم معنی انا الحق چیست و نزد صوفیہ کرام جائز است یا نہ تحریر فرمانید

الجواب

عزیز من. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ. زنان را اوراد وظائف بس است اذکار کہ بطور اشغال می باشند مناسب حال او شان نیست ہاں اگر نزدیک معلم باشند لا باس بہ است اگر زیادہ اصرار و رغبت یابند اسم ذات اللہ اللہ شش ہزار بار بخلوت نشستہ خواندن امر فرمایند و ہر تغیرے کہ در حالت پیش آید بر وے ہر چہ تمام تر اطلاع دادہ باشند او شان را از من سلام و دعا رسانند. انا الحق اگر بلا تاویل و بلا غلبہ حال گفتہ شود بیشبہ موجب کفر است شکے نیست و اگر بتاویل گویند کہ انا الثابت الموجود لا الموہوم کما یقول بہ السوفسطائیۃ یا انا مظہر الحق کما یکون المصنوع مظہر الصانع کفر نباشد مگر چونکہ موہم کفر است لہذا معصیت و بدعۃ سیئہ خواہد بود توبہ و کف ازین کلمات واجب خواہد بود و اگر در غلبہ حال کہ عادم اختیار و قصد باشد گوید نہ عاصی خواہد بود و نہ کافر واقعی مثل ہذا ظاہر از حال جہال این زمان کہ خرقہ تصوف در بر کشیدہ اند ہمین است کہ ازین کلمات متاع ایمان بربادی دہند ہداہم اللہ تعالیٰ و ہر چہ در شرع ناروا است نزد صوفیہ ہم خطا است، صوفیہ کرام از جادہ شرع بیرون نمی روند و ہر کہ بیرون افتادہ تصوف از دست دادہ ہم انچہ گفتہ

شد ظاہر و باہر است کالشمس فی نصف النہار واللہ اعلم فقط۔

حل شعرے از مثنوی

تا نہفتی چون حسین اندر بلا	ا کور کورانہ مرو در کربلا

اس مین منشا تمام تر اشکال کا لفظ تا ہے موجہین نے عموماً اسکو تعلیل پر مبنی ہے (عربی) اور تا کہ (اردو) کے محمول کیا ہے۔ اور احقر اسکو غایت پر مبنی حتی (عربی) اور جب تک (اردو) کے محمول کرتا ہو اب معنی مضامین یعنی جب تک حضرت امام عالیمقام حسین علیہ السلام کی طرح مجاہدہ و بلا وصبر و تحمل جفا مین واقع نہ ہوچکو اور نفس کو ریاضت کا خوگر نہ بنا لو اسوقت تک کربلا رہ تمام عشق مین ناعاقبت اندیشی کے ساتھ قدم مت دہرو اور جس طرح حضرت امام علیہ السلام نے اول اپنی ہمت کو قوی کر لیا تھا اور سب بلاؤن کے برداشت کرنے کے لیے مستعد ہوگئے تھے اور اس وقت میدان کربلا مین تشریف لے گئے تھے۔ اسی طرح اگر تم پہلے ریاضات و مجاہدات سے نفس مین قوت پیدا کرلو اسوقت طریق عشق مین آنا مبارک ہو حاصل اس کا طرق وصول الی اللہ مین سے طریق عشق کو اختیار کرنے کی شرائط کا بیان کرنا ہو اور جو شخص اس شرط پر قادر نہ ہو اُسکے لیے دوسرا طریق ابرار کا باعافیت موجود ہے حضرت شیخ شیرازی علیہ الرحمۃ نے اسکو دوسرے عنوان سے ذکر کیا۔ ۵ اگر مرد عشقی کم خویش گیر ؎ وگرنہ رہ عافیت پیش گیر۔ ۲۹۔ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

تشخیص سبب نفوق روح بعضے اہل حال از سماع و تحقیق اختلاف در مسئلہ سماع

سوال۔ ایک امر قابل گذارش ہے اس کا جواب مرحمت فرمایا جاوے حضور اور مولانا احمد حسن صاحب مرحوم اور مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی حضرت حاجی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والغفران کے مرید ہین باوصف اتحاد بیعت حالت علیحدہ علیحدہ نظر آئی حضور کو سماع سے نفرت اور مولانا احمد حسن صاحب کو نہ اقبال اور نہ انکار اور مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کو بغیر سماع چین نہ تھا اس مین کیا اسرار تھا اور غالباً وجہ انتقال جناب مولانا محمد حسین صاحب مرحوم حضور نے بھی سماعت فرمائی ہوگی۔ اس واقعہ سے مجوزان سماع کے واسطے ایک بہت بڑا موقع اُسکے جواز کا ملگیا۔ اگر براہ کرم تحریر فرمایا جاوے کہ ایسا کون قوی سبب ہوا کہ عین حالت سماع مین مولانا صاحب ممدوح مغفور نے رحلت فرمائی تو باعث تسکین خاطر خاکسار متصور ہو۔

الجواب

کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت نہین کہ کسی حالت پر موت آجانا اُس حالت کے محمود ہونیکی علامت ہو بعض لوگ گون کو مین معصیت مین موت آگئی ہے۔ چنانچہ پانچ چھ سال ہوئے کہ سہارنپور مین ایک بوڑھا آدمی ایک بازاری عورت سے عین مشغولی کی حالت مین مرگیا تھا اور شدت لذت سے اُسکی روح فنا ہوگئی تھی اسی طرح سکر شدید کہ منجملہ سمیات ہے

قائل ہے تو اگر کوئی شخص جو غنا و مزامیر کو بدلیل شرعی معصیت کہتا ہو جواب میں بطور احتمال یہ کہے کہ ممکن ہے کہ اُن معصیت
مین اُسوقت لذت ایسی شدید ہوئی ہو یا سکر ایسا قوی ہوا ہو کہ اُس سے روح فنا ہو گئی ہو تو اس وجہ سے کہ روح ہی
نفسہ ضعیف تھی جسکا سبب ممکن ہے کہ کوئی بیماری ہو یا مجاہدہ یا کلام مین اختلاف ہو کہ مرض پہلے سے لاحق تھا یا یہ کہ
سکر و لذت اُس سے بھی زیادہ قوی ہو کہ اصلی قوت سے اقوی ہو گئی یا روح قوی تھی مگر وقت کی کیونکہ قوت و ضعف امور
اضافیہ سے ہے تو استدلال کرنے والے کے پاس اس احتمال کا کیا جواب ہے اس سے کوئی بزرگوار یہ نہ سمجھیں کہ یہ حقیر
مولانا مرحوم کی نسبت ایسا خیال رکھتا ہے حاشا و کلا صرف جواب ہے الزامی کا جو ادلہ شرعیہ کے معارضہ مین واقعہ
محتمل سے استدلال کرتے ہین باقی خود احقر کا مشرب اور لامذہب کے ساتھ حتی الامکان حسن ظن رکھنا ہے خصوصاً
ایک عالم اور صاحب سلسلہ کے ساتھ پھر خاصکر بعد وفات کے اسلئے میرے نزدیک اس واقعہ کی توجیہ بظن غالب
یہ ہے (اور حقیقت حال اللہ تعالے کو معلوم ہے) کہ مختلفین فی حکم السماع مین سے مولانا مرحوم کا مذاق یہ تھا
کہ سماع فی نفسہ اہل کے لیے جائز ہے اور آلات مین حرمت بغیرہ ہے اور وہ غیر قوت شہوۃ بہیمیہ ہے اور آپ کو اس قوت کا
مغلوب نہ پاتے تھے اسلئے تو جائز سمجھتے تھے اور اس جائز کو وجدان مسئلہ وحدت وجودی نے جسکا سبب واللہ اعلم
کثرت مطالعہ و استماع اقوال موحدین سے ان کا تخیل تھا راسخ کر دیا تھا کیونکہ سماع کے وقت بوجہ یکسوی کے اس
وجدان مین ایک خاص قوت و شدت و حیاتی سے پیدا ہو گیا تھا اس عمل سے ... جب ایک مجمع مین کہ وہان سب
مولانا مرحوم کی ساتھ حسن ظن رکھتے تھے جو سبب اعظم ہے جمع خاطر و انبساط کا اور کوئی سبب تفرق و انتشار کا
وہان نہ تھا وہ مضمون نظم مین پڑھا گیا مضمون حسب مذاق نظم دلکش کلام ایک صاحب حال کا پھر معتقد فیہ کا قوال
خوش آواز یہ خصوصیات تو فاعل کی جانب مین کچھ اختلاج کے دورہ سے قلب مین ضعف کچھ تقلیل طعام سے
روح مین نطافت یہ خصوصیات منفعل کی جانب مین نغمات و الحان سے کچھ ایسا سمان بندھا کہ بیخود ہو گئے اور اس
بے خودی مین اُس مضمون سے مظہر بزرگ ظاہر یا یون کہیے کہ ظاہر بزرگ مظہر وجداناً متخیل ہوا اور اس تخیل کے
جزم اور جانب مقابل کی طرف اصلاً التفات نہ ہونے نے شوق من المشاہدہ یا شوق الی المشاہدہ کو ایسا غالب
اور قوی کر دیا کہ دفعۃً روح نے تن کو چھوڑ دیا۔

سوال سماع تقریر پر اس واقعہ مین کئی جزو مختلف فیہ ہین مثلاً سماع کا ... تحقیق مذکور کا صحیح ہونا یا نہ ہونا دوسرے
وحدۃ الوجود کے یہ معنی ہونا یا نہ ہونا یا خود وحدۃ الوجود کا مطابق واقع کے ہونا یا نہ ہونا اور ایک جزو بلا اختلاف قابل
نظر ہے کہ خواص کا فعل گو وہ کسی وجہ سے اُن کے لیے مباح ہو اگر عوام کے لیے موجب مفسدہ ہو جاوے تو خواص کے لیے
بھی واجب الترک ہو جاتا ہے لیکن احقر جزو اول مختلف فیہ مین خود اختلاف ... کو اور جزو ثانی مختلف فیہ مین عدم تحقق یا عدم
اطلاع و عدم التفات الی المفاسد کو موجب عذر سمجھتا ہے بہرحال صاحب حال سے اگر کوئی امر موہم خلاف صادر ہو تو
مقتضائے حسن ظن یہ ہے کہ خود اسکے فعل مین تاویل مناسب کر کے اسکو قواعد شرعیہ کے تابع بنا دے نہ یہ کہ شریعت
مین تبدیل کر کے شریعت کو اسکے تابع بنا دے یہ جواب ہے سوال ثانی کا اور یہی تقریر ہے جو ایک قول ہے

(محققین فی حکم السماع مین الی قولہ منہمک ہونا) اور دوسرا قول یہ ہے (ایک جزو بلا اختلاف الی قولہ واجب الترک ہو جاتا ہے) ان قولون سے سوال اول کا جواب بھی نکل آیا کہ جو شخص مانع اور خود ممتنع ہے وہ یا تو آلات کو فی نفسہ محرم سمجھتا ہے یا اپنے کو قوت بہیمیہ کا مغلوب پاتا ہے یا اپنے فعل کو موجب مفسدہ عوام کہتا ہے اور جو شخص نہ انکار کرتا نہ اہتمام کرتا ہے۔ وہ ان امور کو جائز اور اپنے کو قوت بہیمیہ پر غالب سمجھتا ہوگا اور مفاسد عوام کی طرف ملتفت یا انپر مطلع نہ ہوگا یہ وجہ عدم انکار کی ہی اور وجدان مرنج مثل تخیل وحدۃ الوجہ دونحو ذلک اسپر غالب نہ ہوگا یہ وجہ عدم اہتمام کی ہی اور انہماک کی وجہ اُن اقوال مین مصرحا مذکور ہو رہا یہ شبہ کہ ایک پیر کے مرید ہوکر عمل مختلف کیون ہی سو ایسے مور مریدی کے ارکان مین نہ شرائط یا لوازم تا کہ اتحاد سلسلہ کے ہوتے ہوئے اُن مین اختلاف ہونا موجب شبہ ہو یہ اپنا اپنا مذاق اور تحقیق اور نظر ہے جس مین خود پیر اور مرید کا باہم کر مختلف ہونا بھی محل استعجاب نہین فقط واللہ اعلم ۲۳ رجب ۱۳۲۲ھ

معنی ذکر و فکر و تصور شیخ و رابطہ و فنا و ثمرات آنہا

سوال - خاندان نقشبندیہ مین جو اول[۱] ذکر فکر کے ساتھ تبلایا جاتا ہی اور تصور شیخ[۲] اور پھر رابطہ[۳] اور فنا[۴] اور پھر گم شدگی[۵] اسکی تفصیل کی مجھے خاص ضرورت ہے۔ جس سے مین ہر ایک بات کو اچھی طرح سمجھ لون اور پھر ان سے کیا کیا نفع مرتب ہوتے ہین۔

جواب - یہ سوال[۱] میری سمجھ مین نہین آیا البتہ جو ذکر اول تبلایا جاتا ہی وہ اسم ذات ہے لیکن اس قید کیساتھ جو سوال کیا گیا ہے کہ فکر کے ساتھ اسکی تحقیق نہین اور یون ہر ذکر کے ساتھ تدبر و احضار قلب ضروری ہے البتہ متاخرین مشائخ نے اسم ذات کے ساتھ ہی شغل لطائف کا معمول رکھا ہے متقدمین کے یہان یہ طریقہ نہ تھا یہ تو اُسکی حقیقت ہی۔ باقی نفع ذکر کا ظاہر ہے بلکہ تمامتر منافع اسی کے ثمرات ہین جسمین اصل نفع وہ ہے جو قرآن مجید مین موعود ہی فاذکرونی اذکرکم الآیۃ

نمبر۲ و نمبر۳ - تصور شیخ کا مفہوم عام ہے رابطہ کے مفہوم سے کیونکہ رابطہ خاص ایک شغل کا نام ہی جسمین شیخ کی صورت ذہن مین حاضر کرکے نظر قلب سے اُسکی طرف ٹکٹکی باندھکر اور خیال کو سادہ کرکے دیکھا جاتا ہی۔ فیض کا نہ حاضر ناظر لکن تصور رافعہ لا اعتقادا فانہ شرک ولذا یمنع منہا العوام وھذا ھو المراد فی کلام بعض الاکابر حیث ادخل ھذا فی عموم قولہ تعالیٰ ماھذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون یہ تو حقیقت ہی اسکی اور فائدہ اسکا شغف ہے شیخ کے ساتھ جس سے بے تکلف اُسکا اتباع اخلاق و اعمال مین ہونے لگتا ہے چونکہ احوال ثمرات ہین اعمال کے اسلیے وہ احوال بھی اسپر وارد ہونے لگتے ہین لکن لما کان ضررہ للعوام اکثر من ہذا النفع المذکور لم یعتبر ہذا النفع فی منعہم منہ اور تصور شیخ کوئی خاص شغل نہین بلکہ اُسکی حقیقت وہی ہی جو لغۃً مفہوم ہوتی ہے محل اسکا وہ وقت ہے کہ ذکر کے ساتھ خطرات فاسدہ کا ہجوم ہو اور دفع کرنے سے مندفع نہ ہوتے ہون تو منتہی اُسکا علاج زیادت توجہ الی المذکور سے کرتا ہے۔ اور متوسط زیادت توجہ الی الذکر سے کیونکہ جب نفس کو ایک طرف توجہ تام ہو جاوے گی حسب قاعدہ فلسفہ

النفس لا تتوجہ الی شیئین فی آن واحد دوسرے طرف نہ ہوگی اور بندی چونکہ غائب یعنی مذکور کی طرف زیادت توجہ کا خوگر نہیں اور ذکر گو امر حسی مثل مسموع ہے اور توجہ دشوار نہیں لیکن اُسکے ساتھ انجذاب طبعی نہیں اس لئے وہ جمتا نہیں اس سبب سے اسلیے تصور شیخ کو نافع سمجھا گیا ہے کہ وہ محسوس بھی ہے اور محبوب بھی ہے اُسکا خیال جلدی جم جاتا ہے اور خیال جمنے سے خطرات مندفع ہوجاتے ہین مگر بعد اندفاع پھر اس تصور کو نہین جماتے تاکہ اشتغال بغیر المقصود مخل اشتغال بالمقصود ہے اور اس تقریر سے حقیقت کے ساتھ ان دونون کا نفع بھی معلوم ہوگیا۔ نمبر۴ و نمبر۵ یہ دونون لفظ بھی متقارب المعنی ہین صرف عموم وخصوص ہی کا فرق ہے فنا عام ہے گم شدن خاص کیونکہ فنا دو قسم ہے فنائے واقعی اور فنائے علمی۔ فنائے واقعی یہ کہ افعال ذمیمہ ملکات رویہ زائل ہوجاوین مثلاً ظاہری معاصی چھوٹ جاوین قلب سے حب غیر اللہ حرص وطول امل وکبر وعجب وریا وغیرہ سب نکل جاوین اُسکو فنائے واقعی اسلیے کہتے ہین کہ ہمین جو چیز زائل ہوئی ہے یعنی افعال وملکات ردیہ وہ واقع مین بھی فنا ہوگئے بخلاف دوسری قسم کے جیسا عنقریب آتا ہے اور اُسکو بعضے اصطلاحاً فنائے حسی بعضے فنائے حسی بھی کہتے ہین اور فنائے علمی یہ کہ غیر اللہ اُس کے قلب سے مرتبہ علم مین نکل گیا یعنی اُسکو غیر اللہ کے ساتھ تعلق علمی نہین رہا این معنی کہ جیسا التفات واستحضار غیر کا پہلے تھا وہ نہ رہا بلکہ ملکہ یادداشت کا راسخ ہوگیا۔ اور غیر سے ذہول ہوگیا جیسا محبت مجازیہ مین بھی غلبہ کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے کہ محبوب دل مین زیادہ بسا رہتا ہے غیر کی طرف کسی بڑی ہی ضرورت سے توجہ ہوتی ہے۔ ورنہ گنجائش نہین ہوتی پھر اسکے مراتب حسب استعداد سالک مختلف ہوتے ہین حتیٰ کہ کسی کو استغراق محض ہوجاتا ہے کسی پر سکر غالب ہوتا ہے۔ کوئی مجذوب محض ہوجاتا ہے۔ کوئی پھر بعض احوال کی تکمیل کے لئے یا دوسرون کی تکمیل کیلئے علم بالاشیاء کی طرف عود کر آتا ہے مگر ابتدا کے علم بالاشیاء سے یہ علم بالاشیاء کماً وکیفاً وغایۃً مختلف ہوتا ہے اس حالت کو بقاء کہتے ہین جیسا کہ قسم اول مین بھی عین فنا کے وقت فانی کے اضداد کے حصول کا نام بقاء ہے اس قسم ثانی کو فناء علمی اس لئے کہتے ہین کہ ہمین جو چیز اس کے تعلق علمی سے خارج ہوگئی وہ واقع مین فانی ومعدوم نہین ہوئی مثلاً ہمکو زید کا خیال نہ آیا تو واقع مین زید معدوم تو نہین ہوا فنا کی اس دوسری قسم کا نام گم شدنی ہے پس مطلق فنا مقسم اور عام ہے اور گم شدنی اُسکی ایک قسم اور خاص ہے فائدہ قسم اول کا ظاہر ہے کہ ترک ہے مضرات شرعیہ کا جسکو تقویٰ کہنا چاہیئے۔ اور قسم ثانی کا فائدہ یہ ہے کہ یہی علم بالاشیاء بعض اوقات مفضی الی المعاصی ہوجاتا ہے۔ پس اسباب بعیدہ سے بچنا کمال ہے تقویٰ کا التماس مین نے کسی خاص جگہہ سے نقل نہین کیا بلکہ کچھ کتابی نظر سے کچھ صحبت شیخ سے کچھ ذوق سے لکھدیا ہے شاید کسی جگہ اس سے کافی تر ملجاوے فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ہجری۔

حل بعضے اشعار مثنوی

سوال۔ اشعار ذیل کا مطلب تحریر فرمایا جاوے ؎

	حملہ قرآن بست در قطع سبب		عز درویش وہلاک بولہب

ہا ہمچنین ز آغاز قرآن تا تمام	رفض اسباب است وعلت و اسلام

جواب اولاً باید دانست کہ مراد در اشعار مسئول عنہا رفض وقطع اسباب مطلقاً نیست و چگونہ آن صورت می توان بست ہرگاہ خود در قرآن امر بعض اسباب وارد شدہ کقولہ تعالٰے فی الاسباب لاخرویۃ اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ و بر بنا اعمال بشارت رامرتب فرمودہ بل لکم جنٰت تجری من تحتہا الانھار وغیر ذٰلک من الآیات وفی الاسباب الدنیویۃ ولیاخذوا اسلحتہم و در علتش فرمودہ ود الذین کفروا لو تغفلون الخ کہ مشعر است بوجوب اخذ سلاح بسبب حفظ از حملۂ اعداء چنانچہ ظاہر است بلکہ مراد اسبابے ست کہ مزاحم ومعارض مشیت یا رضائے آلہی باشد ہرگاہ این مقدمہ ممہد شد پس معنی اشعار ہویدا است کہ مقصود افادہ این امر است کہ اے ظاہر پرست تو بر اسباب طبعیہ وتدابیر تراشیدہ خیلے اعتماد داری نمی بینی کہ ابولہب چہا تدابیر وسامان در اضرار وکسر شوکت درویشان ومساکین اہل اسلام کہ فراہم نیاوردہ وخود چہ قدر اسباب از اموال وحشم میداشت لیکن چون تدبیرش خلاف مشیت حق بود چگونہ معاملہ منقلب شد وآن مشتے چند مساکین روئے زمین را در گرفتند واین ابولہب در نمناک وخون غلطید پس بہوش باش تا ہرگز برائے و تدبیر خود بمقابلہ مشیت ایزدی نظر نکنی وہمہ کار از تقدیر و قطمیر خود مفوض بقادر مطلق کن آرے تدبیرے کہ ماذون فیہ یا مامور بہ در شرع باشد چون آن معارضہ برضا یقیناً ندارد ومعارضہ بمشیت غیر معلوم اگر این تدبیر را اختیار کنی بر تو الزامے است نرود اگر مامور بہ باشد بر تو واجب است باز اگر مصلحت در علم قدیم اتمامش باشد خود تمام خواہند فرمود و اگر مصلحت در عدم اتمامش باشد تمام نخواہد شد و تا در ین صورت ہم منافع گوناگون ظاہری وباطنی بدست خواہد آمد فالتدبیر تدبیران محمود ومذموم فالمنفی ہو الثانی والمثبت ہو الاول فاتضح الحق فقط ۱۴ - رمضان سنہ ۱۳۲۲ ہجری۔

فرق درمیان دعوے وتحدث بالنعمۃ

سوال - زید کہتا ہے کہ انا خیر منہ مطلقاً تکبر نہیں ہے نمازی کو اس نیت سے اپنے کو بہتر سمجھنا اور بے نمازی پر ترجیح دینا کہ یہ نماز کی توفیق نعمت خداوندی ہے جو مجھے دی گئی ہے اور اس شخص سے روکی گئی ہے مبغوض تو کیا ہو محمود بلکہ مقصود ومامور بہ ہے۔ غرض کسی نعمت پر نعمت من اللہ سمجھکر اپنا اُس شخص سے بہتر سمجھنا جو اس نعمت سے محروم ہے تکبر نہیں ہے البتہ اس سے قطع نظر کرکے یا نماز کو اپنا فعل ذاتی اور کارگزاری سمجھکر دوسرے سے بہتر سمجھنا تکبر ہے بلکہ دوسرے کی جانب نسبت نہ بھی ہو تب بھی مذموم ومنہی عنہ ہے جسکا نام عجب وخودستائی ہے یہ صحیح ہے یا غلط۔

جواب: زید نے جو تفصیل کی ہے صحیح ہے لیکن جبکہ صرف مرتبہ عنوان ہی نہ ہو بلکہ معنون کا مرتبہ بھی اس کو حاصل ہو جس میں اکثر دھوکہ ہو جاتا ہے۔ بالخصوص مبتدیوں کو اُسکی باطنی پہچان وجدان سے معلوم ہوسکتی ہے یہ ہے کہ اگر اسکے قلب میں اپنے دوسرے عیوب سے ذہول اور خود اس کمال کے زوال سے بے فکری ہے۔ اور

دوسرے کے کمالات سے بھی ذہول اور اس مین اس کمال کے پیدا ہو جانے سے بے التفاتی اور اپنے اس طاعۃ کے عدم قبول کے احتمال سے اور اُسکی معصیت کے عفو کے احتمال سے بے فکری ہو تو مرتبہ معنون کا حاصل نہین ہے اور اگر سب امور پیش نظر ہون اور لرزان ترسان ہو تو معنون حاصل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

تذکیر موت از رسالہ فروع الایمان

ضمیمہ مفیدہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا ذکر ہاذم اللذات یعنی الموت رواہ الترمذی۔ چونکہ [illegible] اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ سے ہوتی ہے اور تحصیل ان اعمال و اخلاق کی بوجہ نسیان آخرت و حب دنیا کے دشوار ہو رہی ہے اس لئے اس مرض کا علاج حدیث مذکور مین یہ فرمایا گیا کہ تم موت کو زیادہ یاد کیا کرو اس سے سب کام بنجاتے ہین اور ظاہر ہے کہ موت کی یاد دہی ہے کہ اسکے سب اگلے پچھلے حالات متعلقہ پیش نظر کئے جاوین اسلئے اس مضمون کا ایک قصیدہ سلیس حضرت شیخ سعدی رح کے کلام سے نقل کرتے ہین کہ اسکو گاہ گاہ مطالعہ کرکے سفر آخرت مین چست و چالاک ہون۔

قصیدہ

روزی کہ زیر خاک تن ما نہان شود — آنہا کہ کردہ ایم یکایک عیان شود

یا رب بہ فضل خویش ببخشای بندہ را — آن دم کہ عازم سفر آن جہان شود

(ق) بیچارہ آدمی کہ اگر خود ہزار سال — مہلت بیابد از اجل و کامران شود

ہم عاقبت چو نوبت رفتن بدو رسد — با صد ہزار حسرت ازینجا روان شود

فریاد ازان زمان کہ تن نازنین ما — بر بستر ہون فتد و ناتوان شود

اصحاب را چو واقعہ ما خبر کنند — ہر دم کسے برسم عیادت روان شود

وانکس کہ مشفق ست دلش مہربان ماست — در جستن دوا بر این و آن شود

وانگہ کہ چشم بر رخ ما افگند طبیب — در حال ما چو فکر کند بدگمان شود

گوید فلان شراب طلب کن کہ سود نیست — ما را بدان امید بسے در زبان شود

شاید کہ یک دو روز دگر ماند عمر ما — وان یک دو روز بر سر سود و زیان شود

یاران و دوستان ہمہ در فکر عافیت — کاحوال بر چگونہ و حال از چسان شود

تا آن زمان کہ چہرہ بگردد ز حال خویش — وان رنگ ارغوانی ما زعفران شود

وان رنج در وجود بنوعی اثر کند — کز لاغری بسان یکے ریسمان شود

در ورطهٔ هلاک فتد کشتی وجود — نیز از عمل بماند و بے بادبان شود
آمد شد ملائکه در وقت قبض روح — چون بنگریم دیدهٔ ما خون فشان شود
باید که در چشیدن آن جام زهرناک — شیرینی شهادت مادر زبان شود
یارب مدد ببخش که ما را دران زمان — قول زبان موافق قول جنان شود
ایمان ما ز غارت شیطان نگاهدار — تا از عذاب و خشم تو جان در امان شود
فی الجمله روح و جسم ز هم منفصل شوند — مرغ از قفس برآید و در آشیان شود
جان ار بود پلید شود در زمین فرو — ور پاک باشد او زبر آسمان شود
آوازه در سرای بیفتد که خواجه مُرد — ز ماتم و زبر خانه پُر آه و فغان شود
از یک طرف غلام بگرید بهائے هائے — وز یک طرف کنیز بزاری کنان شود
دُرِّ یتیم گوهر یک دانه را از اشک — جزع دو دیده پُر ز عقیق یمان شود
تابوت و پنبه و کفن آرند و مرده شوے — او را دو ذکر آن نه گران تا گران شود
آرند نعش تا لب گور و هر که هست — بعد از نماز باز سرِ خان و مان شود
هر کس رود بمصلحت خویش و جسم ما — محبوس و مستمند دران خاکدان شود
پس منکر و نکیر بپرسند حال ما — وین جمله علمها ز پئے امتحان شود
گر کرده ایم خیر و نماز و خلاف نفس — آن خاکدان تیره بما گلستان شود
ور بر مر و معصیت بود و فسق کار ما — آتش دروفته به لحد هم دخسان شود
یک هفته یا دو هفته کم و بیش صبح و شام — باگریه دوست همدم و همداستان شود
حلوا سه چار صحن شب جمعه چند بار — بهر ریا بخش نه هر گورخسان شود
وان همسر عزیز که از عده وست اشت — خواهد که باز بسته عقد فلان شود
میراث گیر کم خرد آید بجستجوے — بس گفتگوے بر سر باغ و دکان شود
نامی ز ما بماند و اجزائے ما تمام — در زیر خاک با غم و حسرت نهان شود
وانگه چند سال برین حال بگذرد — آن نام نیز گم شود و بے نشان شود
وان صورت لطیف شود جمله زیر خاک — وان جسم زورمند کفے استخوان شود
از خاک گور خانه ما خشت با پزند — وان خاک و خشت دستکش کل گران شود
دوران روزگار بما بگذرد بسے — گاهے شود بهار و دگر گه خزان شود
تا روز رستخیز که اصناف خلق را — تنها نه بهر عرض قرین روان شود
حکم خدائے عز و جل کائنات را — در فصل هر فصیله بکلی روان شود

از گفتن و شنیدن و از کردہاے بد — در موقف محاسبہ یکیک عیان شود
میزان عدل نصب کنند از براے خلق — یک سر سبک برآید و یک سر گران شود
ہرکس نگہ کند بہ بد و نیک خویشتن — آنجا یکے غمین و یکے شادمان شود
بنہند باز بر سر دوزخ پل صراط — ہرکس از و گذشت نعیم جنان شود
وانکس کہ از صراط بہ لرزید پاے او — در خواری و عذاب ابد جاودان شود
اشرار را حرارت دوزخ کند قبول — و ابرار را عنایت حق سائبان شود
پس روے ہمچو ماہ ز خجلت شود سیاہ — پس قد ہمچو تیر ز ہیبت کمان شود
پس شخص بینوا کہ ورا از علو قدر — عشرت سراے جنت اعلیٰ مکان شود
پس پیر مستمند کہ در گلشن مراد — بوے بہشت بشنود و نوجوان شود
مسکین اسیر نفس و ہوا کاندران مقام — با صد ہزار غصہ قرین ہوان شود
برگے کہ از براے لطیفان کشد خداے — عاصی چگونہ بر سر آن برگ خوان شود
خرم دلے کہ در حرم آ[illegible] و بشما — حق را بہ نجوال لطف و کرم میہمان شود

این کار دولت است نداند کسے یقین
سعدی یقین بجنت خلدت حیسان شود

فائدہ حصہ سوم تکشف کے آخیر مین جو رسالہ حقیقۃ الطریقۃ لگا ہے ہر چند کہ باعتبار علو مضامین کے اُس کا مطالعہ اہل استعداد کے لیے تجویز کیا گیا ہی لیکن چونکہ احادیث کا اُردو مین ترجمہ بھی کردیا گیا ہی اور خود اُن احادیث کے مضامین مین بوجہ ان کے مختصر فہم ہونے کے کچھ زیادہ غموض نہین ہے اس لئے اگر متوسط الاستعداد والے بھی جن کیلئے یہ حصہ دوم لکھا گیا ہے اسکا مطالعہ کرین تو امید نفع کی ہے انشاء اللہ تعالیٰ فقط۔

فائدہ متعلقہ اشعار تذکیر موت کہ عنقریب بالا گذشت از شوق

وہ اشعار تو ترہیب عن الموت کے لئے تھے اور ذیل کے اشعار ترغیب و تشویق موت کے لئے ہین۔

قال العارف الشیرازی رح :

خورم آن روز کزین منزل ویران بروم / راحت جان طلبم وازپے جانان بروم

نذر کردم کہ گر آید بسر این غم روزے / تا در میکدہ شادان و غزل خوان بروم

قال العارف الجامی رح

ولاناکے درین کاخ مجازی / [illegible]

توئی آن دست پرور مرغ گستاخ / کہ بودت آشیان بیرون ازین کاخ

چرا زان آشیان بیگانہ گشتی / چو دونان چغد این ویرانہ گشتی

بیفشان بال و پر ز آمیزش خاک / بپر تا کنگرہ ایوان افلاک

قال العارف الرومی رح

گر بریزد خون من آن دوست رو / پائے کوبان جان برافشانم برو

آزمودم مرگ من در زندگی است / چون رہم زین زندگی پایندگی است

اقتلونی اقتلونی یا ثقات / ان فی قتلی حیوۃ فی حیات

یا منیر الخد یا روح البقا / اجتذب قلبی وجدلی باللقا

لی حبیب حبہ یشوی الحشا / لو یشا یمشی علی عینی مشا

اقتلونی یا ثقاتی لائما / ان فی قتلی حیوتی دائما

ان فی موتی حیوتی یا [illegible] / کم افارق موطنی حتی متے

فرقتی لو لم تکن فی ذا السکون / لم یقل انا الیہ راجعون

اے مسافر با مسافر رائے زن / زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن

از دم حب الوطن بگذر مایست / کہ وطن آنسوست جان این سوی نیست

گر وطن خواہی گذر زان سوی شط / این حدیث راست را کم خوان غلط

[illegible] / [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ سوم از مجموعہ تکشف

برائے ذہبی استعدادان اہل علم

قصد السبیل تمام ۔ تلخیص الہدایہ

ملخص الانوار و التجلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبعد فہذا تلخیص رسالتی انوار الوجود + فی اطوار الشہود + والتجلی العظیم + فی احسن تقویم + ولاجلہ اشتمل علی جزئین

الجزو الاول فی مسئلۃ التنزلات الستۃ

اعلم ان مرتبۃ الاحدیۃ + من الحضرۃ الصمدیۃ + تسمی بالذات البحت واللاتعین والباطن ومجہول النعت والصفات + والغیب المطلق ومقطوع الاشارات + ومرتبۃ الوحدۃ + ہی اول مراتب الظہور لمن لہ المجد وحدہ + وہی بدء التعینات + واول التنزلات + واعلم ان معنی اطلاق الذات ولاتعینہا + ثم تنزلہا وتقیدہا + لیس مایفہم من ظاہر ہذہ الکلمات + کیف وہو تعالی متعین بالذات + ومنزہ عن التغیرات + بل معنی التنزل فی الاصطلاح ظہور الشی مع بقاء ذاتہ وصفاتہ الاولی + فی مرتبۃ اخری + ویرادفہ التعین والتجلی + والتقید والتبدل + وہذا ہو المعنی بالبعد والفراق + الذی تیرنم بہ اہل الاشواق + الذی یحصل غلبۃ حکم مابہ الامتیاز والافتراق + علی مابہ الاتحاد والاتفاق + کالاشخاص والظلال + والاعیان والمثال + ومادل علی استحالۃ ہذا المعنی فی ذات الحق + والوجود المطلق + ومعنی الاطلاق اطلاقہ عن مثل ہذہ التعینات لاعن التعین الذی ہو عین الذات + فافہم حتی لاتقع فی الزلات + ولاتجری بالہفوات + ومرتبۃ الواحدیۃ +

فائدہ متعلقہ اشعار تذکیر موت کہ عنقریب بالا گذشت از شوق

وہ اشعار تو ترہیب عن الموت کے لئے تھے اور ذیل کے اشعار ترغیب و تشویق موت کے لئے ہین۔

قال العارف الشیرازی رح :

خورم آن روز کزین منزل ویران بروم	راحت جان طلبم واز پے جانان بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ین غم روزے	تا در میکدہ شادان وغزل خوان بروم

قال العارف الجامی رح

دلا تاکے درین کاخ مجازی	کنی مانند طفلان خاک بازی
تو ئی آن دست پرور مرغ گستاخ	کہ بودت آشیان بیرون زین کاخ
چرا زان آشیان بیگانہ گشتی	چو دونان چغد این ویرانہ گشتی
بیفشان بال و پر ز آمیزش خاک	بپر تا کنگرہ ایوان افلاک

قال العارف الرومی رح

گر بریزد خون من آن دوست رو	پائے کوبان جان برافشانم برو
آزمودم مرگ من در زندگیست	چون رہم زین زندگی پایندگیست
اقتلونی اقتلونی یا ثقات	ان فی قتلی حیوۃ فی حیات
یا منیر الخد یا روح البقا	جتذب قلبی و جدلی باللقا
لی حبیب حبہ یشوی الحشا	لو یشا یمشی علی عینی مشا
اقتلونی یا ثقاتی لائما	ان فی قتلی حیوتی دائما
ان فی موتی حیوتی یا فتیٰ	کم افارق موطنی حتی متی
فرقتی لو لم تکن فی ذا السکون	لم یقل انا الیہ راجعون
اے مسافر بامسافر راست زن	زانکہ پایت لنگ و رہ دور آزمن
زدہ حب الوطن بگذر یار است	کہ وطن آنسوست جان این سوی نیست
گر وطن خواہی گذر زان سوی شط	این حدیث راست را کم خوان غلط
[illegible]	نہ وطن [illegible]

[illegible]

عہ ان اشعار کے پڑھنے سے محبت حق وشوق لقاء حق کا اشتغال ہوگا ۱۲ منہ

عہ پہلوے شوق وطن ہین اشعار نوشتہ است ۱۲

عہ ای مغیش ایکما قال السنجاری فیہ لم اقف علیہ ولکن معناہ صحیح ثم رایتہ بجلاتین فعلی وقولی فالاول شوقہ صلی اللہ علیہ وسلم الی مماتہ والثانی موافقتہ علیہ السلام الی جنیہم الغفاری فی حینہ الی وطنہ ۱۲ منہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ سوم از مجموعۂ تکشف

برائے ذی استعدادانِ اہل علم

قصد السبیل تمام ۔ تلخیص الہدایہ

ملخص الانوار والتجلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبعد فہذا تلخیص رسالتی انوار الوجود + فی اطوار الشہود + والتجلی العظیم + فی احسن تقویم + ولاجلہ اشتمل علی جزئین

الجزو الاول فی مسئلۃ التنزلات الستۃ

اعلم ان مرتبۃ الاحدیۃ + من الحضرۃ الصمدیۃ + تسمی بالذات البحت واللاتعین والباطن ومجہول النعت والصفات + والغیب المطلق ومقطوع الاشارات + ومرتبۃ الوحدۃ + ہی اول مراتب الظہور لمن لہ المجہ وحدہ + وہی بدء التعینات + واول التنزلات + واعلم ان معنی اطلاق الذات ولاتعینہا + ثم تنزلہا و تقیدہا + لیس ما یفہم من ظاہر ہذہ الکلمات + کیف وہو تعالے متعین بالذات + ومنزہ عن التغیرات + بل معنی التنزل فی الاصطلاح ظہور الشئ مع بقاء ذاتہ وصفاتہ الاولے + فی مرتبۃ اخری + ویرادفہ التعین والتجلی + والتقید والتبدل + وہذا ہو المعنی بالبعد والفراق + الذی یترنم بہ اہل الاشواق + الذی یحصلہ غلبۃ احکام ما بہ الامتیاز والافتراق + علی ما بہ الاتحاد والاتفاق + کالاشخاص والاظلال + والاعیان والامثال + دمادیتہا علی استحالتہ ہذا المعنی فی ذات الحق + والوجود المطلق + ومعنی الاطلاق اطلاقہ عن مثل ہذہ التعینات لا عن التعین الذی ہو عین الذات + فافہم حتی لا تقع فی الزلات + ولا تجترئ بالہفوات + ومرتبۃ الواحدیۃ +

ہو تنزل ثان لستحق الماجدیۃ + ویقال لہذہ المراتب الثلثۃ المراتب الآلہیۃ + لانہا مندرجۃ ومندمجۃ فی الذات الغیر المتناہیۃ + ولم تشم رائحۃ من التباین العینی + وان حصل بینہا الامتیاز العلمی + علی خلاف المراتب الثلثۃ الکونیۃ والمرتبۃ الجامعۃ فانہا مباینۃ عن الذات وان کانت العینیۃ فیہا لامعۃ + واعلم ان التقدم والتاخر ذاتی فیما بین ہذہ المراتب + لئلا یلزم الخلو عن الکمالات بالفعل لذات الواجب + سبحانہ وتعالے عما یقولون علوا کبیرا + والاربعۃ الاخیرۃ التی ظہورہا عیانی + التقدم والتاخر فیما بینہا زمانی واما فیما بین الثلثۃ والاربعۃ فلو اعتبر فی الترتب الزمانی وجود السابق + فی زمان لایوجد فیہ اللاحق + واعتبر الزمان موجودا محققا + فلیس بینہا ترتب زمانی مطلقا + وان وسع فی الزمان مفہوما + او قدر موہوما + فالترتب بینہا بالزمان + والترتب بالذات محفوظ فی کل اوان + واما الروح + فہو تنزل ثالث للقدس السبوح وعالم المثال + ہو تنزل رابع لحضرۃ الجلال + وعالم الاجسام + ہو تنزل خامس لحضرۃ الاکرام + والانسان ہو سادس التنزلات - لذات الحق + فہو مظہر اتم للوجود المطلق + وہذا ہو المعنی الصحیح عند المحققین + لحدیث خیر المرسلین ان اللہ خلق آدم علی صورتہ + ومن ہنا قیل من عرف نفسہ فقد عرف ربہ + والعلم بہذہ المسئلۃ لیسمّی عند الصوفیۃ الخیار + بعلم الوحدۃ وحقائق الاسرار + والی ہذا اشار العارف الرومی فی مفتح المثنوی المعنوی

شعر

بشنو از نی چون حکایت میکند	وز جدایئہا شکایت میکند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند	از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

وفسر ہذا الاشعار المولوی الجامی بشرح لم یات احد باحسن منہ عند اولی الابصار + ولنسمعک بعضہا

شعر

چند روز یکہ پیش از روز و شب	فارغ از اندوہ و آزاد از طلب
متحد بودیم باشاہ وجود	حکم غیریت بکلی محو بود
بود اعیان جہان بے چند و چون	ز امتیاز علمی و عینی مصون
نے بلوح علم شان نقش ثبوت	نے ز فیض خوان ہستی خوردہ قوت
نے ز حق ممتاز و نے از یکدگر	غرق در دریائے وحدت سربسر
ناگہان در جنبش آمد بحر جود	جملہ را از خود ز خود با خود نمود
امتیاز علمی آمد در میان	بے نشانے را نشانہا شد عیان
واجب و ممکن ز ہم ممتاز شد	رسم و آئین دوئی آغاز شد
بعد از ان یک موج دیگر زد محیط	سوئے ساحل آمد ارواح بسیط
موج دیگر زد پدید آمد از ان	برزخ جامع میان جسم و جان
پیش آن کز زمرۂ اہل حق است	نام آن برزخ مثال مطلق است

موج دیگر باز در کار آمدہ ‏— جسم و جا نہا ز و پدیدار آمدہ
جسم ہم گشت است طور البعد طور ‏— تا بنوع آخر شہی اُفتادہ دور
نوع آخر آدم است و آدمی ‏— گشتہ محروم از مقام محرمی
بر مراتب سر بسر کردہ عبور ‏— پا بپا یہ زاصل خود افتاد دور
گر نگر دو باز سکین زین سفر ‏— نیست از وے ہیچکس مہجور تر
لے کہ آغاز حکایت میکند ‏— زین جدائیہا شکایت میکند
کز نیستانے کہ در وے ہر عدم ‏— رنگ وحدت داشت دریائے قدم
تا بہ تیغ فرقتم ببریدہ اند ‏— از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
کیست مرد اسمائے خلاقِ ودود ‏— کان بود فاعل در اطوار وجود
چیست زن اعیان جملہ ممکنات ‏— منفعل گشتہ ز اسماؤ صفات
چون ہمہ اسماؤ اعیان بیقصور ‏— دارد اندر رتبۂ انسان ظہور
جملہ را در ضمن انسان نالہ ہاست ‏— کہ چرا ہر یک ز اصل خود جداست
شد گریبان گیر شان حُب الوطن ‏— این بود سّر نفیر مرد و زن

ونری ان نریک صورۃ ترتیب المراتب + لینتقش ماذکرنا علی لوح ذہنک الثاقب +

وہذہ صورۃ ترتیب المراتب مع بعض اصطلاحات

مرتبہ اولی	مرتبہ ثانیہ	مرتبہ ثالثہ	مرتبہ رابعہ	مرتبہ خامسہ	مرتبہ سادسہ	مرتبہ سابعہ
ذات	تنزل اول	تنزل ثانی	تنزل ثالث	تنزل رابع	تنزل خامس	تنزل سادس
احدیۃ	وحدۃ	واحدیۃ	روح	مثال	جسم	انسان
باطن	حقیقت محمدیہ	اعیان ثابتہ	×	×	×	×
مراتب الٰہیہ			مراتب کونیہ			مراتب جامعہ
حضرات خمسہ						
ظہور علمی			ظہور عینی			
تنزلات ستہ						

وہذہ المسئلۃ مسئلۃ واحدۃ من الفن فی بادی النظر + لکن لبعد الامعان جمیع الفن فیہ مستتر +

لان امہات مسائل الفن عند القوم احد عشر + وساتلو علیک اسامیہا وانہا کیف اندرجت فیہا فخذ بالمختصر
وان شئت التفصیل القوی فعلیک بالکتب المستطر + وان اشتقت الی شرح الصدر فعلیک بخدمۃ
اہل الحق فانہ فیہا الحصر + والمسائل ہذہ التنزلات الستۃ معرفۃ[۱] النفس معرفۃ[۲] الحق وحدۃ[۳] الوجود العینیۃ[۴]
والغیریۃ القرب[۵] والوصال المعیۃ اندراج الشئ فی الشئ تجدد[۹] الامثال القضاء والقدر ماہیۃ الروح اما
الاولیٰ فہو المقصود بالبحث والتقول + واما الثانیۃ والثالثۃ فاندراجہما ظاہر لا یحتاج الی تامل + واما الرابعۃ فلانہ
لما انکشف ان العالم کلہ ظہور لوجود الحق سبحانہ ثبت ان الوجود الحقیقی لہ وحدہ ما اعظم شانہ + واما الخامسۃ
فلانہ اذا قطع النظر عن التعینات فالکل عین + واذا اعتبرت ففیہ غیریۃ وبین + ولا تنس ان العینیۃ والغیریۃ ہہنا
اصطلاحیتان لا لغونیان + فلا تلحد ولا تتزندق ولا یذہبنک الشیطان + واما السادسۃ والسابعۃ فمتقاربتان
وای مرتبۃ منہما اکثر من الوحدۃ التی قام علیہا البرہان + واما الثامنۃ فلان العالم لما کان ظہور الحضرۃ الذات
والصفات + والصفات لاشک فی اندراجہا فی الذات + فحقیقۃ الاندراج باقیۃ فی ہذہ التنزلات + والعالم
ہی العلوم التی کانت فی الاعیان الثابتات + واما التاسعۃ فلان العالم لما کان ظہور الاسماء والصفات
وظاہر ان تعطلہا من المستحیلات + فلا بد ان یفعل کل اسم فی ہذہ الممکنات + فکان القول تجدد الامثال من الواجبات
واما العاشرۃ فلان حقیقۃ العالم لما کانت ہی الاعیان الثابتۃ القابلۃ للتجلیات + والتجلی یکون علی حسب استعداد
المنفعلات + ولا بخل من المبدء الفیاض علی الکائنات + کما قیل ؎

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست	در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

وقال آخر ؎

نقصان ز قابل است وگرنہ علی الدوام	فیض سعادتش ہمہ کس را برابر است

فاعطی کل شئ ما سألہ بلسان استعدادہ + من کفرہ وایمانہ وصلاحہ وفسادہ + قال تعالی وآتاکم من کل
ما سألتموہ الآیۃ فالرزیۃ کل الرزیۃ لنقصان استعدادنا + ولا اعتراض علی کریمنا وجوادنا + واما الحادیۃ عشر
فترجع الی الثانیۃ + والرسالۃ لعنان البیان الی التتمیم ثانیۃ +

الجزء الثانی فی جامعیۃ الانسان

اعلم ان الانسان + جامع الاسماء والاعیان + وبیان ہذہ الجامعیۃ علی وجہ التفصیل + خارج عن طوق البشر
واحاطۃ القال والقیل + لان الاسماء الالٰہیۃ غیر متناہیۃ بالفعل وتخرج عن العد + والاعیان لا تتناہی
بمعنی انہا لا تقف عند حد + والعلم الانسانی متناہی + کیف یمکن احاطۃ لغیر المتناہی + قال اللہ تعالی
قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا + وقال تعالی
ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم ؏

نعم یمکن بیانہ بالاجمال او نبذ من التفصیل + وانہ لابد من تمہید مقدمۃ قبل ہذا المقصود الجلیل۔
مقدمۃ اعلم ان حقائق الاعیان الکونیۃ ہی الاسماء الالٰہیۃ + وتلک الاعیان مظاہر لہذہ الاسماء وہی تفوت الحصر والانتہاء + لان الاسماء بحذاء الکمالات + والکمالات الالٰہیۃ من نہر المتناہیات + الا ان اصول ہذہ الاسماء تسعۃ وتسعون اسماء من احصاہا دخل الجنۃ حسنا + واصول ہذہ الاسماء التسعۃ والتسعین اسماء ثمانیۃ وعشرون التی ہی مربیات للاکوان الکلیۃ الشاملۃ لجمیع الجزئیات مما کانت فی الوجود او تکون + واصول ہذہ الاسماء الثمانیۃ والعشرین ہی الصفات السبع + الحیٰوۃ والعلم والقدرۃ والارادۃ والکلام والبصر والسمع + اذا مہدت المقدمۃ فالتقریر الاجمالی لجامعیتہ ان الحق ذو الاکرام والجلال + جعل الانسان مظہرا لہذہ الصفات السبع علی وجہ الکمال واشیر الیہ فی قولہ علیہ السلام ان اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ وتفصیلا فی حکایتہ علیہ السلام عن اللّٰہ تعالٰی بی یسمع وبی یبصر الحدیث ومن ثم ظہر غلط من حکم علی الانسان بانہ ہو اللّٰہ الحق۔ نعم یصح ان الانسان مجلاتہ ای ظہورہ المطلق + فاذا کان الانسان جامعا لہذہ الصفات + کان بالضرورۃ جامعا لجمیع الاسماء والکونیات اذ ہی فروع لہذہ الصفات بلا واسطۃ او بالواسطۃ + والتفرع یستلزم التابع لما یکون بینہما من الرابطۃ وان اشتہیت شیئا من التقریر المفصل + فاعلم ان امہات الاکوان الکلیۃ الثمانیۃ والعشرون ہی الاسماء الثمانیۃ والعشرون کما سیتضح من ہذا الجدول + فیتجلی ہذہ الاسماء فی الانسان۔ کما تعلم تما [illegible] البیان + وسیعلم تفصیلا عما قلیل من الزمان۔ یستلزم لوجود جمیع المربوبات الکلیۃ فی البنیۃ البشریۃ وہو الکلیات ما توجد الا فی ضمن الجزئیات + فلزم وجود الاکوان جزئیا جزئیا فی اشرف المخلوقات + وہذا الجدول الموعود ہذا الذی یستنظر مستخرجا من الفتوحات المکیۃ للشیخ الاکبر +

عدد	اسم الٰہی	اسم معین	اسم حرف	منزل قمر	یوم	عدد	اسم الٰہی	اسم معین	اسم حرف	منزل قمر	یوم
۱	بدیع	عقل اول	ا	شرطین متحرکہ بحمان	·	۱۰	مقدر	فلک منازل	ش	جبهة الاسد	·
۲	باعث	لوح محفوظ	ہ	بطین کرہ بیبر	·	۱۱	رب	سماء اولیٰ	ی	خرتان بحمان	سبت
۳	باطن	طبیعت	ع	ثریا	·	۱۲	علیم	سماء ثانیہ	ض	صرفۃ	خمیس
۴	آخر	جوہر ہبا	ح	دبران متحرکہ	·	۱۳	قاہر	ثالثہ	ل	عوا	ثلاثا
۵	ظاہر	جسم کل	غ	ہقعہ	·	۱۴	نور	رابعہ	ن	سماک اعزل	احد
۶	حکیم	شکل	خ	ہنعہ	·	۱۵	مصور	خامسہ	ر	غفر	جمعہ
۷	محیط	عرش	ق	ذراع	·	۱۶	محصی	سادسہ	ط	زبانیا العقرب	اربعا
۸	شکور	کرسی	ک	نثرہ	·	۱۷	مبین	سماء دنیا	د	اکلیل	اثنین
۹	غنی الدہر	فلک اطلس	ج	طرف	·	۱۸	قابض	کرہ نار	ت	قلب الاسد	·

۱۹	حی	کرہ ہوا	ز	شولۃ	۰	۲۴	مذل	حیوان	ذ	سعد السعود	۰
۲۰	محیی	کرہ ماء	س	نعائم	۰	۲۵	قوی	ملائکہ	ف	سعد الاخبیۃ	۰
۲۱	ممیت	کرہ ارض	ص	بلدۃ	۰	۲۶۰	لطیف	جن	ب	مقدم والے	۰
۲۲	عزیز	معادن	ظ	سعد الذابح	۰	۲۷	جامع	انسان	م	فرع موخر	۰
۲۳	رزاق	نباتات	ث	سعد بلع	۱۰	۲۸	رفیع الدرجات	تعیین مراتب	و	رشاء	۰

له و اسم الجامع هو الله ۱۲

له یعنی اسمائے کونی و الہی ۱۲

ولو اردت تفصیلا ازید منہ فاسمع نبین لک تجلی الاسماء التسعۃ والتسعین ولبعض الکونیات الجزئیۃ العظیمۃ فی الانسان ولتقدم الاسماء علی الاکوان + اعلم ان تجلی الاسماء علی قسمین تکوینی وتشریعی + وان شئت سمیتہما بالتعلق والتخلق + و معناہما سیاتی + ولما کان التجلی التکوینی ارفع من العقول المتوسطۃ طوینا الکشح عن اظہار سرہ + واقتصرنا علی بیان التجلی التشریعی وذکرہ + ولنذکر مع کل اسم طریق تجلیہ + ولنسمہ بلفظ الفیض فتفکر فیہ + وہذا ماخوذ من کلام الشیخ عبد الحق المحدث الدہلوی فی شرح حدیث رواہ الامام الترمذی عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ تسعۃ وتسعین اسما من احصاہا دخل الجنۃ ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو فاللہ علم للذات المستجمع لجمیع الصفات والکمالات فیضہ ان لا یشاہد غیر المسمی ولا یثبت لہ الوجود - الرحمن الرحیم فیضہما ان یرحم عباد اللہ سیما المحاویج والمساکین منہم الملک فیضہ ان یکون حاکما علی نفسہ وقلبہ القدوس فیضہ ان یتقدس عما سواہ السلام فیضہ ان یسلم من الذنوب والذمائم المؤمن فیضہ ان یومن الناس من لسانہ ویدہ المہیمن فیضہ ان یحفظ ظاہرہ وباطنہ من المعاصی والاوصاف الذمیمۃ العزیز فیضہ ان یغلب علی نفسہ ولا یذل بالطمع من اہل الدنیا الجبار فیضہ ان یجبر نقائصہ بتحصیل الکمالات المتکبر فیضہ ان یحقر الدنیا ومافیہا الخالق البارئ المصور فیضہما ان یحصل فی نفسہ الکمالات والعلوم الغفار فیضہ ان یصفح عن زلات الناس القہار فیضہ ان یقہر اعداء الدین من النفس والشیاطین الوہاب فیضہ ان یبذل نفسہ ومالہ فی اللہ الرزاق فیضہ ان ینفق علی عیالہ ویفیض علی الطالبین من المعارف الفتاح فیضہ ان لا یغلق باب العلم والنفع ویقضی بین الخصماء العلیم فیضہ ان یتعلم ماینفعہ القابض الباسط فیضہما ان یضیق علی نفسہ اذا طغی ویوسع علیہ اذا مل الخافض الرافع فیضہما ان یخفض الباطل ویرفع الحق المعز المذل فیضہما ان یعز الاخیار ویذل الاشرار السمیع البصیر فیضہما ان لا یسمع ولا یبصر مالا یرضی اللہ تعالی الحکم فیضہ ان یحکم علی نفسہ ویراعی العدل فی الحکم العدل فیضہ ان یراعی العدل والاستقامۃ فی کل امر اللطیف فیضہ ان یرفق بعباد اللہ فی المعاملات والمواعظ والارشاد الخبیر فیضہ ان یکون خبیرا بمکائد النفس ویجتنبہ لغافلین الحلیم فیضہ ان یخالق الضعفاء بالحلم والعفو العظیم فیضہ ان یعظم ہمتہ ولا یصغر للدنیا واشیاع ابلیس الغفور فیضہ ان یغفر ذنوب الناس الشکور فیضہ ان یشکر النعمۃ والواسطۃ فیہا العلی فیضہ ان لا ینخفض للشیطان واہل الدنیا الکبیر فیضہ قریب من اسم العلی الحفیظ

فیضہ ان یحافظ علی حدود الشرع المقیت فیضہ ان یطعم الجائعین الحسیب فیضہ ان یکفی الناس فی حاجاتہم
ویحاسب نفسہ الجلیل فیضہ ان یحلی نفسہ بصفات الکمالات الکریم فیضہ ان یختار صفات الکرم الرقیب فیضہ ان یراقب
نفسہ و لا یدع النفس والشیطان یغلبانہا المجیب فیضہ ان یجیب ربہ بالاطاعة والناس بقضاء حاجاتہم
الواسع فیضہ ان یکسب العلوم والمعارف الوسیعة و لا یضیق علی الناس فی المعاملات الحکیم فیضہ ان یکتسب
الحکمة فی العلوم والاعمال الودود فیضہ ان یود اہل الدین ینصح الناس اجمعین المجید فیضہ ان یتصف بالمجد
بتہذیب اخلاقہ الباعث فیضہ ان یحیی قلبہ المیت ویبعث رسول الروح الی النفس الشہید فیضہ ان یشہد
الخیر وخدمة الدین ویتصف بما یجعلہ اہلاً للشہادة یوم القیامة الحق فیضہ ان یستغرق فی وجودہ بحیث ینسی غیرہ
الوکیل فیضہ ان یصلح امور الناس خصوصاً الضعفاء منہم القوی المتین فیضہما ان یقوی علی نفسہ ویثبت
فی الدین الولی فیضہ ان ینصر الدین واہلہ الحمید فیضہ ان یکون حامداً لله تعالی ومحمودا للناس المحصی فیضہ
ان یواظب علی احصاء اعمالہ والذنوب والغفل المبدی المعید فیضہما ان یبدأ بالخیر ویعید ما فات منہ
المحیی الممیت فیضہما ان یحیی قلبہ ویمیت نفسہ الحی فیضہ ان یحصل حیوة دائمة بالمجاہدة القیوم فیضہ ان یقوم
فی الطاعة وقضاء حاجات الناس الواجد فیضہ ان یوجد الکمالات فی نفسہ ویستغنی عما سوی الله الماجد فیضہ
ان یطالب المجد بتحصیل الکمال الواحد فیضہ ان یجتہد فی کمالات العبودیة ویتوحد فیہا ویتفرد الصمد فیضہ
ان یکون مرجعاً للناس بتحصیل الکمالات القادر المقتدر فیضہما ان یقدر علی الشہوات النفسانیة المقدم المؤخر
فیضہما ان یقدم نفسہ فی الطاعات ویؤخرہا عن المحظورات الاول الآخر فیضہما ان یکون اول الناس فی الدین
وآخرہم فی الدنیا الظاہر الباطن فیضہما ان یحلی ظاہرہ بالشریعة وباطنہ بالحقیقة الوالی فیضہ ان ینصر الروح
بمقابلة النفس والشیطان ویحکم علیہما المتعالی فیضہ ان یتعالی علی النفس والشیطان البر فیضہ ان یحسن الی
المخلوق التواب فیضہ ان یقبل معذرة الناس المنتقم فیضہ ان لا یداہن فی الشرع وینتقم من اعداء الدین العفو فیضہ ان
یعفو عن الناس الرؤف فیضہ ان یکون بالناس رؤفاً مالک الملک ذوالجلال والاکرام فیضہ ان یملک ملک وجود
ویحلی نفسہ ویکرم عباد الله المقسط فیضہ ان یقسط الجامع فیضہ ان یجمع فی نفسہ الکمالات العلمیة والعملیة الغنی المغنی فیضہما
ان یستغنی عن الناس ویغنی اہل الفقر المعطی المانع فیضہما ان یعطی المستحقین ویمنع الفساق والظالمین الضار
النافع فیضہما ان یضر اعداء الدین وینفع المطیعین النور فیضہ ان یتنور بالایمان والعرفان الہادی فیضہ ان یہدی
الضالین والجاہلین البدیع فیضہ ان یکون وحیداً فی الکمال ویبدع ما ینفع الخلق الباقی فیضہ ان یعمل
ما یبقی نفعہ بعد موتہ وینتفع بہ الوارث فیضہ ان یرث الانبیاء فی العلوم والمعارف الرشید فیضہ ان یثبت علی
الرشد ویہدی الیہ غیرہ الصبور فیضہ ان یصبر فی کل حال وقد تم بحمد الله تعالی ہہنا بیان التجلی الاسمائی
مع التخلق بہا + وانہ کیف یکون الانسان جامعاً لہا + فالآن نسمعک انہ کیف یکون جامعاً للاکوان +
ولہ ثلث طرق من البیان فالادنی ما ذکرہ الحکماء المحجوبون نظرہم فی ہذہ الارض والسماء + وہو ان الاجسام

فی العالم السفلی قسمان بسائط ومرکبات، فالبسائط ہی العناصر والمرکبات ما عداہا من الجمادات والنباتات والحیوانات + والبسائط محفوظۃ عند محققیہم فی حالۃ الترکیب بالماہیات + فکان کل مرکب جامعًا للاسطقسات ثم ادنی درجات الترکیب ان تفیض علی المرکب الصورۃ النوعیۃ الحافظۃ للترکیب ولا یکون فیہ شئ من النمو والشعور والنطق والفکر والترتیب ویسمی ہذا المرکب بالجماد + ففیہ شیئان البسائط والصورۃ الحافظۃ الترکیب المواد + ثم اذا فاضت علیہ النفس النباتیۃ ویحدث فیہ النمو دون الشعور + یسمی بالنبات وتجتمع فیہ ثلثۃ امور + البسائط والصورۃ الحافظۃ الکامنۃ والثالث ہی النفس النباتیۃ ای القوۃ النامیۃ - ثم اذا فاضت النفس الحیوانیۃ ووجدت فیہ الحس والحرکۃ + یسمی بالحیوان وفیہ امور اربعۃ + البسائط والصورۃ الحافظۃ + والنفس النباتیۃ والنفس الحیوانیۃ الرافعۃ الخافضۃ ثم اذا فاضت علیہ النفس الناطقۃ وجعل یتفکر فی الاشیاء سمی بالانسان وفیہ خمسۃ اجزاء + البسائط والصورۃ الحافظۃ والنفس النباتیۃ + والنفس الحیوانیۃ والنفس الانسانیۃ + وہذا الاجتماع المذکور + علی القول بتعدد النفس وتعدد مورد واخری کما ہو المشہور + فلم یبق جزء من اجزاء العالم العنصری خارجا من الانسان + واما المجردات فوجود غیر النفس الناطقۃ منہا فیہ لم یقم علیہ عندہم برہان + ولما رای بعضہم ہذا التقریر غیر کاف + اختاروا وجہا آخر وراؤا انہ شئ واف + فقالوا ان الانسان اذا علم الترتیب الواقع بین الاجسام وما بین المجردات ارتسم صورۃ ہذا المجموع فی ذہنہ کما ہو من البدیہیات + ولما کان حصول الاشیاء بانفسہا صحیحا عند اہل الاتقان + وجد العالم کلہ بہذا النمط فی الانسان وہذا التقریر ایضاً لا یسمن ولا یغنی من جوع + لتوقفہ علی تصور الانسان ہذا المجموع + وما اصدق قول القائل ؎

پائے استدلالیان چوبیں بود	پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

والبیان المتوسط لہذہ الجامعیۃ ما ذکرہ لاطفال الطریق الشیخ الاکبر محیی الدین ابن العربی فی الباب السابع والعشرین من کتاب التدبیرات وعبارتہا ہذی + ما فی العالم الاعلی من لطیفۃ الاستواء وہی الحقیقۃ الکلیۃ المحمدیۃ وفلکہا الحیوۃ ینظر الیہما من الانسان لطیفۃ روحہ القدسی ثم فی العالم العرش ینظر الیہ من الانسان الجسم ثم فی العالم الکرسی بنجومہ ینظر الیہ من الانسان النفس بقواہا ولما کان ذلک موضع القدمین تنکسر لک النفس محل الامر والنہی والمدح والذم ثم فی العالم البیت المعمور ینظر الیہ من الانسان القلب ثم فی العالم الملئکۃ ینظر الیہ من الانسان ارواحہ والمراتب کالمراتب ثم فی العالم زحل وفلکہ ینظر الیہما من الانسان القوۃ الذاکرۃ ومؤخر الدماغ ثم فی العالم المشتری وفلکہ ینظر الیہما من الانسان القوۃ العاقلۃ والیافوخ ثم فی العالم الاحمر وفلکہ ینظر الیہما من الانسان القوۃ الغضبیۃ وفلکہا الکبد ثم فی العالم الشمس وفلکہا ینظر الیہما من الانسان القوۃ المفکرۃ ووسط الدماغ ثم فی العالم الزہرۃ وفلکہا ینظر الیہما من الانسان القوۃ الوہمیۃ والروح الحیوانی ثم فی العالم عطارد وفلکہ ینظر الیہما من الانسان القوۃ الخیالیۃ ومقدم الدماغ ثم فی العالم القمر وفلکہ ینظر الیہما من الانسان القوۃ الحسیۃ والحواس واما عالم الاستحالۃ فمنہ الفلک الاثیر وروحہ

الحرارة واليبوسة ينظر اليهما من الانسان الصفراء وروحه القوة الهاضمة ثم فى العالم فلك الهواء وروحه الحرارة والرطوبة فينظر اليهما من الانسان الدم وروحه القوة الجاذبة ثم فى العالم فلك الماء فروحه البرودة والرطوبة ينظر اليهما من الانسان البلغم وروحه القوة الدافعة ثم فى العالم فلك التراب وروحه البرودة واليبوسة ينظر اليهما من الانسان السوداء وروحها القوة الماسكة + واما الارض فسبع طبقات سوداء وغبراء وحمراء وصفراء وبيضاء وزرقاء وخضراء ينظر اليها من الانسان طبقات الجسم من الجلد والشحم واللحم والعروق والعصب والعضلات والعظام واما عالم عمارة الامكنة فمنه الروحانيون ينظر اليهم من الانسان القوى التى فيه ثم فى العالم الحيوان ينظر اليه مايحس من الانسان ثم فى العالم النبات ينظر اليه من الانسان ما ينمو ثم فى العالم الجماد ينظر اليه من الانسان مالا يحس واما عالم النسب فمنه العرض وينظر اليه من الانسان اسود وابيض وما اشبه ذلك ثم فى العالم الكيف ينظر اليه من الانسان صحيح وسقيم ثم فى العالم الكم ينظر اليه من الانسان ستة عشر اعضاء وطوله خمسة اذرع ثم فى العالم الاين ينظر اليه من الانسان الاصبع موضعه الكف والذراع موضعه المفصل ثم فى العالم الزمان ينظر اليه من الانسان تحرك وجهى وقت تحرك راسى ثم فى العالم الاضافة ينظر اليه من الانسان هذا اعلاه وهذا اسفله ثم فى العالم الوضع ينظر اليه من الانسان قيامه وقعوده واستلقاؤه واضطجاعه وفى العالم الملك ينظر اليه من الانسان لبسه وزينته ثم فى العالم ان يفعل ينظر من الانسان اكله ثم فى العالم ان ينفعل ينظر اليه من الانسان ذبح فمات وشرب فروى واكل فشبع ثم فى العالم اختلاف الصور فى الامهات كالفيل والحمار والاسد والصرصر ينظر اليه من الانسان القوة التى يقبل الصور المعنوية من مذموم ومحمود هذا فطن فهو فيل وهذا بليد فهو حمار وهذا شجاع فهو اسد وهذا جبان فهو صرصر فهذه مضاهاة الانسان بالعالم الكبير مستوفى مختصراً انتهى كلامه رضى الله عنه بعبارة اخذته من حاشية عبد الحكيم على التفسير البيضاوى يقول العبد الضعيف وكذلك الآثار والاخلاق والافعال المحمودة فى الانسان مثال للجنان + والمذمومة منها مثال لعقوبة النيران + وسمى فى الحديث حلق الذكر رياض الجنة وسبحان الله والحمد لله غراس الجنة وسمى فى القرآن اكل مال اليتيم اكل النار وقال تعالى وان جهنم لمحيطة بالكفرين وقال تعالى واحاطت به خطيئته فثبت ان الخطايا هى جهنم والبلايا قال العارف الرومى رحمة الله

چون سجودی یا رکوعی مرد کشت — شد دران عالم سجود او بهشت
چونکه پرید از دهانت حمد حق — مرغ جنت ساختش رب الفلق
حمد و تسبیحت نماند مرغ را — ہمچو نطفہ مرغ باد است و ہوا
چون ز دستت رفت ایثار و زکوة — گشت این دست آن طرف نخل و نبات
آب صبرت آب جوی خلد شد — جوی شیر خلد مہر تست و دود
ذوق طاعت گشت جوی انگبین — مستی و شوق تو جوی خمر بین
این سببها آن اثرها را نماند — کس نداند چونش جای آن نشاند

این سبہا چون بفرمان تو بود
چار جو ہم مر ترا فرمان نمود

ہر طرف خواہی روانش میکنی
آن صفت چون بد چنانش میکنی

چون منی تو کہ در فرمان تست
نسل تو در امر تو آیند چیست

میدود در امر تو فرزند تو
کہ منم جزوت کہ کردیش گرد

آن صفت در امر تو بود این جہان
ہم در امر تست آن جوہا روان

آن درختان مر ترا فرمان برند
کان درختان از صفاتت بابرند

چون بامر تست اینجا این صفات
پس در امر تست آنجا آن جزات

چون زدستت زخم بر مظلوم رست
آن درختے گشت ازان زقوم رست

چون زخشم آتش تو در دلہا زدی
مایۂ نار جہنم آمدی

آتشت اینجا چو آدم سوز بود
انچہ ازوے زاد مرد افروز بود

آتش تو قصد مردم مے کند
نار کز وے زاد بر مردم زند

آن سخنہاے چو مار و کژدمت
مار و کژدم گشت و میگردد دمت

و وجود الایمانیات والکفریات بہذا الطریق + ہو المراد بقولہ تعالے ہو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن الآیۃ عند اہل التحقیق + وکذالک الاعضاء الانسانیہ + خلقت کما فی بحر الحیوٰۃ علے اشکال البروج الفلکیہ + واکثرہا علے شکل حروف الہجا وبعضہا علے سورۃ اسم الجلالۃ + ولرقمت تیک الصور لولا خوف الملامۃ والاطالۃ وہذا الذی ذکر کان المقصود منہ التمثیل + دون الاحاطۃ والتفصیل + ومن تامل بالامعان + وجد جمیع کائنات العالم اجمالا فی الانسان + واما الاعلی من طرق البیان + لہذا المطلب الجلیل الشان فتحتاج الی کشف وعیان + ولا یفی بہ اللسان + ولا الرقم بالبنان + نعم یمکن ان یفہم بقدر ان الانسان لما کان جامعًا للاسماء + کما ذکر تفصیلا متوسطاً فی شرح حدیث الاحصاء + وہذہ الاسماء العالیات + ہی حقائق الکائنات + فکان الانسان بحقائق الاکوان جامعاً + والکون کلہ ظلالہ وتابعاً + فکان وجود الانسان بہذا الاعتبار باللذات + ووجود الکون بالنسبۃ الیہ بالعرض کالفرعیات + فای جامعیۃ اکمل من کون الانسان اصل الاکوان + والاکوان فرع الانسان + فتامل والا تغفل + قال العارف الرومی رحمہ

صوفئے در باغ از بہر کشاد
صوفیانہ روی بر زانو نہاد

پس فرو رفت او بخود اندر نغول
شد ملول از صورت خوابش فضول

کہ چہ خسپی آخر اندر رز بگر
این درختان بین و آثار خضر

امر حق بشنو کہ گفت است انظروا
سوئے این آثار رحمت آر رو

گفت آثارش دل است ای بوالہوس
آن برون آثار آثار ست و بس

باغ ہا و میوہ ہا اندر دل است — عکس لطف او برین آب و گل است

واما الانکشاف الزائد علی المذکور فیحتاج الی الجلاء والنور کما علمہ العارف الرومی رحمہ اللہ ؎

پنبہ اندر گوش حس دون کنید — بند حس از چشم خود بیرون کنید

پنبہ آن گوش سر گوش سر است — تا نگردد این کر آن باطن کر است

بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید — تا خطاب ارجعی را بشنوید

تا بگفت و گوے بیداری دری — تو زگفت خواب کے بوے بری

سیر بیرونی است فعل و قول ما — سیر باطن ہست بالائے سما

حس خشکی دید کز خشکی بزاد — موسی جان پاے در دریا نہاد

چونکہ عمر اندر رہ خشکی گذشت — گاہ کوہ و گاہ صحرا گاہ دشت (سیر جسم خشک)

آب حیوان را کجا خواہی تو یافت — موج دریا را کجا خواہی شگافت

موج خاکی وہم و فہم و فکر ماست — موج آبی صحو و سکر است و فناست

تا درین فکری ازان سکری تو دور — تا ازین مستی ازان جامی نفور

گفتگوے ظاہر آمد چون غبار — مدتے خاموش کن ہین ہوش دار

چشم بند و لب بہ بند و گوش بند — گر نہ بینی نور حق بر من بخند

اے برادر عقل یک دم با خود آر — دمبدم در تو خزان است و بہار

فاذا رقت الصفا من المقتدر الملیک لرأیت الکل فیک کما قیل ؎

ستمست اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درآ ؎ تو ز غنچہ کم ندمیدۂ در دل کشا بچمن درآ

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار ؎ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

کر غور ذرا دل میں کچھ جلوہ گری ہوگی — یہ شیشہ نہیں خالی دیکھ اس میں پری ہوگی

فہل علمت ان الانسان ای شئی من العالم ومن ثم شرفہ اللہ تعالے وکرم قال تعالے ولقد کرمنا بنی آدم وحملناہم فی البر والبحر ورزقناہم من الطیبات وفضلناہم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا وقال تعالے وصورکم فاحسن صورکم وقال تعالے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم فیا حسرۃ علیہ اذ لم یعرف قدرہ ولم یتفکر فی من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ونسی حقیقۃ ولم یتامل وبقی محجوبا فی العالم الاسفل ؎

آمد آئینہ جملہ کون و لے — ہمچو این آئینہ نکردہ جلی

بہ نمودند درو بوجہ کمال — صورت ذو الجلال و الافضال

زانکہ بود این تفرق عددی — مانع از ستر جامع احدی

گشت آدم جلای این مرآت — شد عیان ذات و جملہ صفات

مظہرے گشت کلی وجامع		ستر ذات وصفات ازو لامع	
شد تفاصیل کون را مجمل		بر مثال تعین اول	
بوے این دائرہ مکمل شد	؎	آخرین نقطہ عین اول شد	

بدرون تست مصرے کہ توئی شکرستانش		چہ غم است گر ز بیرون مدد شکر نداری
شدہ غلام صورت بمثال بت پرستان		تو چہ یوسفی ولیکن سوے خود نظر نداری
بخدا جمال خود را چو در آئینہ بہ بینی		بت خویش ہم تو باشی بہ کسے گذر نداری

وہاں التدارک بعد مقدور + فلینج نفسہ من داء الغرور + ولیعرف حقیقۃ نفسہ - ثم لیشاہد جمال ربہ + ولیبذل فی رضاہ مہجتہ ومالہ + والا فلعلہ سیحجب ماٰلہ + قال اللہ تعالیٰ ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا + فان قیل اذا کان الانسان جامعا لحقائق الاسماء کما حقق فیما مضی - یلزم ان یتجلی علی ابی جہل اسم الہادی وکذا علی المقبولین اسم المضل وھذا کما تری - اجیب من ہذا الاعضال بان وجود الحقائق لا یستلزم صدور الآثار والافعال + الا تری ان صفات الحق تعالیٰ قدیمۃ بالبرہان + ثم لبعض آثارہا حادث بالزمان + فیمکن ان یظہر فی البعض اسم الہادی ویبطن اسم المضل مع وجود حقیقتہ فیہ + ولا یبعد ان یکون قولہ علیہ السلام نعم معی شیطان ولکنہ اسلم اشارۃ الی ہذا التوجیہ ویظہر فی البعض اسم المضل ویخفی اسم الہادی + ولا یظہر اثر منہ فی النظر البادی + ولو لم یکن حقیقۃ اسم الہادی فی ابی جہل وغیرہ من اہل الطغیان + لما خوطبوا بالایمان + واشیر الی ہذا المرتبۃ فی قولہ علیہ السلام + کل مولود یولد علی الفطرۃ ای الاسلام + والجواب الآخر ان التجلی لہ صورتان + مثلا اذا اراد الحاکم اظہار حکومتہ فلہ طریقان احدہما ان یومر احدا علی مامور + وثانیہما ان یتامر علی مقہور + بل التجلی الاول اکمل من الثانی - کما ہو ذوقی ووجدانی + فتجلی الاسماء الجلالیۃ علی الانبیاء والاولیاء یکون بالطریق الاول وکلما کان الاتصاف اتم کان شانہم اکمل + والاکملیۃ المطلقۃ اعطیہا سیدنا محمد خیر البریۃ علیہ وعلی آلہ اکمل السلام والتحیۃ فان اول مراتب ظہور الحق ہی الحقیقۃ المحمدیۃ ولنعم ما قیل ؎

یا صاحب الجمال ویا سید البشر		من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ		بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

فالانسان الکامل کلی مشکک اکمل افرادہ ہو علیہ السلام جامع الجلال والجمال ثم علی قدر مناسبتہ اعطی الآخرون الکمال + ومن ثم علم ان التخصیص الصوفیۃ الانسان الکامل بالجامعیۃ مع ان ہذا الحکم لکل بشر شامل مناہ ہو الاتصاف المذکور الذی لا یشارک فیہ احد الانسان الکامل + ہذا الذی ذکر کان بیانا لتجلی اسماء الجلال + علی المقبولین فی حضرۃ الکبیر المتعال واما تجلیہا علی الکفار فبالمعنی الثانی + سلے ضلوا باسم المضل وضاع عمرہم الفانی - فارتفع الاشکال + عن تجلی اسماء الجلال علی اہل الجمال +

واما تجلی اسماء الجمال کالہادی مثلا علی ابی جہل واحزابہ + فقد فرغنا عن جوابہ + وجواب آخر انہ لا یلزم الہدایۃ
فی امور المعاد + بل یقال ان ذکاءہ ودہاءہ فی المعاش کان تجلی اسم الہاد + وبہذا المعنی عمم الہدایۃ
فی القرآن لکل الوریٰ فقال تعالے اعطی کل شیٔ خلقہ ثم ہدی + **فائدۃ** اعلم ان تجلی الاسماء علے
قسمین اضطراری ویسمی التکوینی + ولا یترتب علیہ الثواب والعقاب الدینی فمن تجلت علیہ اسماء الجمال
حصل لہ شیٔ من الکمال + عاجلا کان اوفیما لا یزال + ومن تجلت علیہ اسماء الجلال + اتصف بالنقص
والزوال + والقسم الثانی الاختیاری ویسمی التشریعی فی الکلام + والامر والنہی یتعلقان بہذا المقام +
فمن اورد علی نفسہ التجلیات الجمالیۃ یسمی مطیعا + ویستحق ثوابا ومقاما رفیعا + ومن ثم ظہرت عظمۃ الاحکام
الشرعیۃ + حیث ان کل من عمل بہا ہو ابو الوقت من الصوفیۃ + فاذا شاء ان تجلی علیہ صفۃ المعبود یصلی و
یقوم + واذا شاء تجلی اسم الصمد ینوی ویصوم + وہذا ہو المراد بقولہ تعالے فاذکرونی اذکرکم ولما کان شوق
طالبی الجمال متزایدا غیر زائل + شرع لبقائہ وزیادتہ النوافل + ومن اورد علی نفسہ الصفات القہریۃ بان
باشر ما یوجب غضب الحق تعالے یوم الحساب + یسمی عاصیا ویستحق العقاب + ومتی غلب الضلال
والعصیان + خرج حینئذ عن حقیقۃ الانسان + ولحق بسائر الحیوان + لکن الصورۃ لا تتغیر فی ہذہ الامۃ
ببرکۃ سید الانس والجان + ومن قبلنا کانوا یمسخون للذل والہوان + نعم تظہر ہذہ الصورۃ بمناسبۃ
الصفات یوم القیامۃ کما قالہ الثعلبی فی تفسیر القرآن + والیہ الاشارۃ فی قولہ تعالے اولئک کالانعام
بل ہم اضل الآیۃ فہذا الحکم الشرعی الذی ہو العصیان + مظہر للاسماء الکثیرۃ عند اہل العرفان + کما یظہر
بالتامل والامعان + ومن عجائب الصنع الالٰہی ان یراد احیانا ان تجلی علی عبد صفۃ التواب و الرحیم +
وانہ یتوقف علی صدور خطاء صغیر او عظیم + فیصدر منہ الخطاء ویوب بالتاویل + وقد یطلع العبد علی ہذہ الارادۃ
بالامارۃ او الدلیل + کآدم علیہ السلام لما قیل لہ یرحمک اللہ فی جواب العطاس + استدل بہ علی الخطر
والیاس + وقد لا یطلع فیخطی جاہلا + ویذنب غافلا + ثم اذا صدر منہ الخطاء تجلی علیہ اسم التواب فیتوب
ثم صفۃ الرحمۃ فیرحم برفع درجاتہ ومغفرۃ الذنوب + وہذا ہو السر فی زلات الانبیاء + ومشاجرات الصحابۃ
وخطیات الاولیاء + فافہم وکن من البصراء + ولا تخبط خبط عشواء + وقد ینعکس الامر فیوفق للعبادۃ ثم تورث
عجبا + فیہلک کما وقع لابلیس قہرا وغضبا + ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک
انت الوہاب + فیا اہل النظر اقضوا من قدرتہ وحکمتہ العجب + کیف اخفی القہر فی اللطف واللطف فی
الغضب + تم التلخیص فی ثالث شہر رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ بعد زہاء خمستہ عشر سنۃ من الاصل
ولہذا الفصل حکم الوصل +

الفتوح فیما تتعلق بالروح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ جاننا چاہیئے کہ روح انسانی کے باب مین ایک قول تو حکماء و صوفیہ مکاشفین کا ہے کہ وہ ایک جوہر مجرد مدبر بدن ہے۔ اور دوسرا قول اکثر اہل کلام و علماء ظاہر کا ہے۔ کہ وہ ایک جسم لطیف ہی جو تمام بدن مین نفوذ کئے ہوئے ہے اور اُسی سے حیات ہے اور تیسرا قول اطباء کا ہے۔ کہ وہ ایک بخار ہے۔ جو غذا سے پیدا ہوتا ہے اور باختلاف محل افعال مختلفہ کا مصدر ہوتا ہے چنانچہ قلب مین اُسکے متعلق ابقاء حیات ہے اور اس اعتبار سے وہ روح حیوانی سے مسمی ہے اور کبد مین اُسکے متعلق ہضم ہے۔ اور اس اعتبار سے اُس کا نام روح طبعی ہے۔ اور دماغ مین اُسکے متعلق احساس و ادراک ہی اور اس مرتبہ مین اُسکا لقب روح نفسانی ہی پھر خود حکماء و صوفیہ مین باہم یہ اختلاف ہے۔ کہ صوفیہ اُسکو حادث قبل حدوث البدن مانتے ہین اور قدماء حکماء اُسکو قدیم مانتے ہین۔ اور متاخرین حکماء اُسکو حادث بعد حدوث البدن سمجھتے ہین اور حکماء اپنی اصطلاح مین اُسکو نفس ناطقہ کہتے ہین۔ اسی طرح قول دوم و سوم مین گو جسم ماننا دونون مین مشترک ہی لیکن قول دوم مین اکثر نے تو اُس جسم کے عنصری و غیر عنصری ہونے سے سکوت کیا ہے۔ اور بعض نے تصریح کردی ہی کہ وہ جسم عنصری نہین ہے۔ چنانچہ ہمارے علماء مین سے حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رح نے سورہ الم سجدہ کی تفسیر مین تحریر فرمایا ہے۔ انسان کی جان غیب سے آئی ہے۔ مٹی پانی سے نہین بنی الخ اور قول سوم مین اُسکا جسم عنصری ہونا صحیح ہے۔ کیونکہ بخار مرکب عنصری ہے پس یہ کل مذاہب پانچ ہوئے ایک علماء متقدمین کا کہ جوہر مجرد قدیم ہے دوسرا حکماء متاخرین کا کہ جوہر مجرد حادث بعد البدن ہے تیسرا صوفیہ مکاشفین کا کہ جوہر مجرد حادث قبل البدن ہے۔ چوتھا علماء متکلمین کا کہ جسم غیر عنصری ہے۔ پانچوان اطباء کا کہ جسم عنصری ہے اور گو اقوال اور بہت سے ہین مگر قابل بحث یہی پانچ ہین منجملہ ان کے قول اول و دوم کا مبنی محض دلائل عقلیہ ہین۔ سو وہ سب ممنوع و مخدوش ہین جیسا کتب کلامیہ مین مبسوط ہے۔ اور ثانیاً مذہب اول اس لئے باطل ہے کہ قدم خود دلیل عقلی سے باطل ہے جسکی تقریر بوجوہ شتی ہوسکتی ہے۔ یہان ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے تقریر اُسکی یہ ہے کہ اگر ارواح یا باصطلاح مشہور نفوس قدیم ہون تو کسی خاص ایسے مسئلہ عقلیہ یا نقلیہ کے اعتبار سے جسکا علم اُسکو بعد تعلق بدن کے اکتساباً حادث ہوا ہے۔ ہم پوچھتے ہین۔ کہ قبل تعلق بدن اُس روح کو اس مسئلہ کا علم قدیم تھا یا اُسکا جہل قدیم تھا یا دونون حادث تھے۔ اس طرح سے کہ ہر علم سے پہلے جہل تھا اور اُس جہل سے پہلے علم شق اول پر جب وہ علم قدیم تھا اور قدیم پر طریان زوال و عدم کا محال ہی تو بعد تعلق بدن کے وہ علم کیسے زائل ہوگیا جس مین اکتساب جدید کی احتیاج ہوئی اور شق ثانی پہ جہل قدیم ہے اور قدیم پر طریان

زوال کا محال ہے تو اس اکتساب جدید سے وہ جہل کیسے منعدم ہوگیا اور شق ثالث پر جب ہر فرد علم اور جہل سے حادث ہے۔ تو مجموعہ علوم وجہالات بھی حادث ہے کیونکہ اس مجموعہ کے اجزا یہی افراد ہیں اور حدوث اجزا مستلزم حدوث مجموع کو ہے جب دونون مجموعے حادث ہیں اور حادث مسبوق بالعدم ہوتا ہی تو جبکہ دونون مجموعے معدوم تھے وہ روح اُس مسئلہ کے علم اور جہل دونون سے خالی تھی اور یہ ارتفاع نقیضین ہے اور محال پس قدم ارواح جو مستلزم محال کو ہوا وہ باطل ہے پس حدوث حق ہے پس مذہب اول یقیناً باطل ہوا اور مذہب دوم مین حدوث کا حکم تو صحیح ہے اور اُس حدوث کا بعد الابدان ہونا فی نفسہ ممکن تھا لیکن وقوع یا عدم وقوع اُس کا محتاج دلیل ہے سو وقوع جو مدعا ہے حکما کا اُسپر گو اُنھون نے دلیل عقلی قائم کی ہی لیکن اُسکے مقدمات مخدوش ہین جیسا درایۃ العصمۃ مین مذکور ہے۔ اور عدم وقوع پر گو کوئی عقلی دلیل قائم نہین لیکن دلیل نقلی اس حدوث بعد البدن کے وقوع کا ابطال کرتی ہے چنانچہ حدیث مرفوع میں ہے الارواح جنود مجندۃ رواہ البخاری جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حالت مین سب مجتمع تھین اور ظاہر ہے کہ بعد تعلق بالابدان کے یہ اجتماع جمیع ارواح کا کسی موطن مین اب تک واقع نہین ہوا پس لامحالہ یہ اجتماع قبل التعلق بالابدان تھا پس یہ ثابت ہوا کہ قبل تعلق بالابدان کے موجودہ ہو چکی تھین پس حدوث بعد البدن باطل ہوا چنانچہ حاشیہ لمعات مین بھی اُس حدیث سے حدوث قبل البدن پر استدلال کیا ہے غرض مذہب اول وثانی باطل ٹھرے اب باقی رہ گئے تین مذہب اخیر یعنی تیسرا اور چوتھا اور پانچوان سو تیسرے مذہب کی دلیل کشف ہی جسکا حکم یہ ہی کہ اگر کسی دلیل شرعی کے مخالف نہ ہو تو صحتہ کو محتمل ہے ورنہ نہین اور یہ کشف مخالف نہین ہے کسی دلیل شرعی کے جیسا عنقریب واضح ہوتا ہے پس محتمل صحتہ ہوا اور پانچوین مذہب کی دلیل مشاہدہ ہی جو کہ شرعاً حجتہ ہے اور اگر وہ کسی دلیل شرعی کے ظاہراً مخالف ہو تو دلیل شرعی مین تاویل واجب ہوتی ہے لیکن یہان یہ مخالفت نہین ہی جیسا عنقریب نیز واضح ہوتا ہے اور چوتھے مذہب کی دلیل ظاہر نصوص شرعیہ ہین چنانچہ سورہ سجدہ مین ہے ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ اس سے معلوم ہوا کہ روح منفوخ ہی اور منفوخ کا جسم ہونا ضروری ہے لیکن وہ غیر ہی مسوی کا اور مسوی جسم عنصری ہے پس جسم عنصری کا غیر ہوا اور جسم ہونا منفوخ ہونے سے ابھی ثابت ہوا پس جسم غیر عنصری ہوا اور یہ معنی مغائرت کے ظاہری ہین ورنہ فی نفسہ احتمال یہ بھی ہے کہ باوجود عنصری ہونے کے مغائرت محض مصداق مین ہو۔ مگر ظاہر ہونا اُسکا اس وجہ سے ہے۔ کہ اگر یہ عنصری ہوتا تو تسویہ کا متعلق اسکو بھی ٹھرانا ظاہر مناسب تھا پس آیت اس مدعا مین ظنی الدلالۃ ہوئی جو مسئلہ ظنیہ مین دلیل کافی ہے اور سورہ مؤمنون مین بعد علقہ ومضغہ وکسوۃ عظام باللحم کے فرمایا ثم انشاناہ خلقا آخر جس سے مراد یقیناً نفخ روح ہے اور علقہ وغیرہ عنصری ہین اور پھر اس نفخ روح کو خلق آخر فرمایا جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوع آخر ہے پس یہ غیر عنصری ہوگا اور جسم ہونا اوپر ثابت ہو چکا پس جسم غیر عنصری ہونا ثابت ہوگیا اور نیز دوسری مخلوقات کے بارہ مین ارشاد ہوا ہے۔ واللہ خلق کل دابۃ من ماء اور فرمایا

[illegible]

رجحان ثانی دو وجہ فرق حادثا وجہ الملازمۃ انہ لو کان شی من العلوم الی صدر حادثا لزم کون القدیم محلا للحوادث وہو محال لان محل الحادث حادث کما تقرر فی محلہ منہ ۱۲

ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین اور فرمایا خلق الجان من مارج من نار اور ملائکہ کو حدیث میں مخلوق من النور فرمایا رواہ مسلم پس ان نصوص میں ان مخلوقات کا مادہ باوجود کسی کے نہ پوچھنے کے تبلایا ہے اور روح کے بارہ میں باوجود سوال کئے جانے کے فرمایا قل الروح من امر ربی جس سے عند التامل معلوم ہوتا ہی کہ اگر روح عنصر سے مکون ہوتی تو جواب میں من الھواء یا اسکے مثل فرمادیتے اس سے معلوم ہوا کہ وہ کسی عنصر سے مکون نہیں اور جسم ہونا اوپر ثابت ہوچکا تو اُسکا قوام کسی ایسے لطیف مادہ سے ہے جسکو من النور بھی نہ فرمادیا اور نیز احادیث میں ہے اذا خرجت روح المومن اور انطلقوا بہ الی آخر الاجل اور یجاد روحہ اور ارواح المومنین فی طیر خضر تعلق بشجر الجنۃ وغیر ذلک اور خروج اور انطلاق اور عود اور دخول فی قوالب الطیور یہ سب خواص اجسام سے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ جسم ہے اور غیر عنصری ہونا پہلے ثابت ہوچکا پس جسم غیر عنصری ہوا اگر کہا جاوے کہ یہ امور خواص اجسام سے نہیں بلکہ خواص مادہ سے ہیں اور مادی ہونے کو جسم ہونا لازم نہیں ممکن ہی کہ جوہر فرد ہو جواب اسکا بعد تسلیم ثبوت جوہر فرد کے یہ ہے کہ ایک حدیث میں روح کا فر کے باب میں آیا ہے فتفرق فی جسدہ رواہ احمد اس سے ظاہراً انقسام معلوم ہوتا ہے پس وہ جوہر فرد نہ ہوئی اور حدیثوں میں اسی کا نام نفس اور نسمہ بھی آیا ہے۔ اور کتاب وسنت میں زیادہ بحث اسی روح سے کی گئی ہے۔ اور قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا سے احکام مذکورہ کے غیر معلوم ہونے کا شبہہ نکیا جاوے کیونکہ مقصود اس سے نفی علم بالکنہ کی ہے۔ اور جو مذکور ہوا اُس سے علم بالوجہ کا اثبات ہوتا ہی فلا منافاۃ چنانچہ جواب میں من امر ربی فرمانا اسی بنا پر ہے۔ کہ اُس جسم کی حقیقۃ مبین نہیں ہوئی جو کہ نور سے بھی الطف ہی۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ جب مذہب رابع کا مدلول نصوص ہونا ثابت ہوا اور مذہب ثالث و خامس اسکے معارض ہی تو بظاہر یہ متوہم ہوتا ہے۔ کہ ثالث تو باطل ہوگا اور خامس چونکہ مشاہد ہے اُس کی وجہ سے نصوص مذکورہ میں تاویل واجب ہوگی سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ تعارض اس وقت ہوتا کہ جب ایک دوسرے کی نفی کرتا اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ انسان کے ساتھ تین چیزیں متعلق ہیں اور ایک ایک دلیل نے ایک ایک امر کا اثبات کیا ہے اور اپنی اپنی اصطلاح میں اُسکا نام روح رکھا ہے اور اُس نے دوسرے سے تعرض نہیں کیا نہ اثباتاً نہ نفیاً تو اسمیں کچھ اشکال نہ رہے گا اور چونکہ اکثر محققین کے کلام سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اسلئے مظنون یہ ہے کہ بدن انسانی کے ساتھ تینوں متعلق ہیں اس طرح سے کہ روح بمعنی جوہر مجرد کا تعلق بدن سے بواسطہ روح بمعنی جسم غیر عنصری کے ہے۔ اور روح بمعنی جسم غیر عنصری کا تعلق بواسطہ روح طبی بمعنی جسم عنصری کے ہے۔ اول کا فعل بدن میں بواسطہ ثانی کے ہے اور ثانی کا فعل بواسطہ ثالث کے ہی سو موت کیوقت جب ثالث کا تعلق منقطع ہوتا ہے۔ اور وہ بدن سے نکلجاتی ہے ثانی بھی نکلجاتی ہی۔ اور اس ثانی کے نکلنے سے اول کا فعل اور تصرف بھی مفارق ہوجاتا ہے۔ اور بعد خروج یہ ثالث عناصر میں مل جاتی ہے جیسا کہ اصل میں جزء عناصر ہے اور ثانی عالم برزخ میں باقی رہتی ہے۔ جو کہ ایک مکان ہے۔ جس کا بیان آگے آتا ہے

جیسا قبل تعلق بدن بھی وہان ہی تھی اور ادل چونکہ مجرد ہے۔ اسلئے وہ کسی مکان مین نہین کیونکہ مکان خواص مادہ و مادیات سے ہے اور قبل تعلق بالبدن بھی اسی طرح وہ مکان مین نہ تھی اسلئے اسکو لامکانی کہتے ہین۔ اور مجازاً یہ کہدیا جاتا ہے کہ وہ لامکان مین رہتی ہے۔ اور صوفیہ نے لطائف کی بحث مین اسکی نسبت اسی معنی کر کہا ہے کہ فوق العرش ہے جسکے معنی یہ نہین کہ عرش کے اوپر رہتی ہے بلکہ چونکہ عرش منتہی ہے امکنہ ثابتہ بالدلیل کا اور یہ امکنہ سے مجرد ہے اسلئے فوق العرش کنایہ ہے غیر مکانی ہونے سے اور اسی لامکان کا لقب حدیثوں سے عما بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس سوال پر کہ این کان ربنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مین فی عماء فرمایا اور یہ ظاہر ہے۔ کہ مکان ذات باری تعالیٰ سے منفی ہے۔ پس عماءعہ لامکان ہی کو فرمایا پس معنی جواب کے یہ ہوئے کہ وہ قبل خلق خلق بھی منزہ مکان سے تھا جیسا کہ اب منزہ ہے فہو الآن کما کان پس سوال ہی این سے باعتبار معنی ظاہری کے صحیحعہ نہین اور یہ معنی نہین کہ لامکان کسی مکان کا نام ہے۔ جیسا عوام سمجھتے ہین اور چونکہ محدود ہونا خواص مکان سے ہے اور اسلئے لامکان محدود نہین ہوسکتا لہذا اسکے غیر محدود ہونے کو مافوقہ ہواء وما تحتہ ہواء سے تعبیر فرمایا یہان ھواء بمعنی خلاء کے ہے جیسا قرآن مین ہے۔ افئدتہم ھواء تو یہ لفظ بھی عماء سے متقارب المعنی ہے پس یہ کلام اس قوت مین ہوا فیعہ لامکان فوقہ لامکان وتحتہ لامکان لا بمعنی ان اللامکان اسم شی موجود بل بمعنی ان لیس فوقہ مکان ولا تحتہ مکان اور اسکو فوق اور تحت کہنا باعتبار صورت عنوان کے مجازاً ہے جیسا عماء کا ظرف ہونا بھی جو کہ مدلول فی کا ہے ایسا ہی ہے اور باعتبار حقیقت معنون کے معنے مقصود نفی ہے فوق وتحت کی اور ہر چند کہ اکثر متکلمین نے ممکنات مین مجرد کے پائے جانے سے انکار کیا ہے۔ بلکہ بعض نے قائلین بوجود المجرد کی تکفیر تک کی ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ نفس تجرد کے ابطال پر کوئی دلیل نہین البتہ مجرد کا قدم یہ بیشک باطل ہے عقلاً بھی نقلاً بھی اور تجرد کے ابطال کی دلیل جو انہون نے بیان کی ہے کہ تجرد اخص صفات باری تعالیٰ سے ہے اسلئے اسمین دوسرا مشارک نہین ہوسکتا اور اسی بنا پر تکفیر بھی کی ہے سو خود یہ مقدمہ ممنوع ہی بلکہ ممکن ہے اور واقع مین صحیح بھی ہے۔ کہ اخص صفات صرف وجوب بالذات اور قدم مطلق ہے پس اگر کوئی کسی ایسے مجرد کا قائل ہو جو ممکن اور حادث بمعنی مسبوق بالعدم الواقعی ہو تو اسمین کیا حرج ہے پس معلوم ہوا

عہ فی القاموس عماہ تعمیۃ صیرہ اعمی ومعنی البیت اخفاہ والعماء الغوایۃ واللجاج والاعماء الجبال جمع اعمی واغفال الارض التی لا عمارۃ بہا والعماء السحاب المرتفع والکثیف او الممطر او الرقیق او الاسود او الابیض او ھقلت والقدر المشترک بین الابنیۃ وہو اصل معنی المادۃ الستر والخفاء فصح ارادۃ اللامکان بہ وفی اللمعات وروی عمی بالکسر ومعناہ لیس معہ شیٔ ۱۲ منہ

عہ اور یہ صحابہ چونکہ فقیہ تھے اسلئے یہ جواب دیا گیا اور ایک جاریہ سے آپ نے خود پوچھا ہے این اللہ کیونکہ وہ محض عامی تھی ۱۲ منہ

عہ وفی اللمعات قولہ ما تحتہ ھواء وما فوقہ ھواء کنایۃ من انہ لیس معہ شیٔ او قیل ھو تتمیم لدفع توہم المکان فان الغمام المتعارف یستحیل وجودہ بغیر مکان للعے لان الھواء بمعنی اللامکان نفی للمکان وقید بالفوق والتحت وظاہر ان اللامکان لکونہ مفہوما عدمیا لا یوصف بالفوق والتحت فکان معنی قولہ فوقہ لامکان ای لیس فوقہ مکان بانتفاء القید والمقید کلیہما ای لامکان ولا فوق ۱۲ منہ

کہ ان تینوں مذاہب مین تعارض ثابت نہین اور اگر کوئی حکیم یا طبیب تعارض کا قائل ہو اگر مدلول نصوص کی نفی کرے تو اُسپر واجب ہوگا۔ کہ تعارض یا نفی پر دلیل قائم کرے جسپر قیامت تک بھی قادر نہ ہوگا رہی یہ بات کہ ثواب و عقاب کس روح کو ہوگا۔ قبر مین بھی اور آخرت مین بھی سو روح طبی تو اوپر معلوم ہوچکا کہ وہ عناصر مین ملگئی اور اُسپر عقاب و ثواب گو ممکن ہے مگر کہین مذکور نہین اسواسطے قائل ہونے کی کوئی ضرورت نہین بلکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ مورد ثواب و عقاب نہین کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مستحیل ہوکر پھر غذا بنے پھر اس غذا سے کسی دوسرے متغذی کے بدن مین بخار لطیف پیدا ہو اور اس شخص کے اعمال پہلے شخص کے خلاف ہون پھر یہ مرجاوے تو لازم آوے گا۔ روح واحد کا معذب و متنعم ہونا اور یہ باطل ہے نیز اس روح کا ہمیشہ گھٹنا بڑھنا حرکت سے تحلیل ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے اور روح مذکور فی الشرع کا (جس پر عذاب و ثواب کا ذکر آیا ہے) بقا نصوص سے معلوم ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ بخار مورد عذاب نہین و ثواب نیز یہ بخار یہان ہی رہ جاتا ہے۔ اور روح شرعی کو ملائکہ کا لیجانا وارد ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے گو یہ احتمال بعید باقی ہے۔ کہ اس بخار مین کا کوئی ذرہ یا چند ذرات اول سے آخر تک بدن انسانی مین باقی رہتے ہون اور روح غیر عنصری کے ساتھ ملائکہ اُسکو بھی لیجاتے ہون اور اسوجہ سے یہ ذرات دوسرے بدن مین نہ پہونچ سکتے ہون لیکن بلا دلیل ہم نہ اسکے معتقد ہونگے اور نہ اس نفی کو مدلول شرعی قطعی کہین گے واللہ اعلم البتہ ظاہر یہ ہے کہ مورد نہین۔ اب دو روحین باقی رہگئین ایک غیر عنصری دوسری مجرد سو ایسا مظنون ہوتا ہے۔ کہ دونون مثاب و معاقب ہین لیکن غیر عنصری کو تو ثواب و عقاب حسی ہوتا ہی اور مجرد کو ثواب و عقاب عقلی ہوتا ہے قبر مین بھی اور آخرت مین بھی اور غالبًا اب یعنی دنیا مین بھی کسی راحت و کلفت پہونچنے کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے کہ دونون متالم و متنعم ہوتی ہین واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اب رہی یہ بات کہ ان دونون روحون کا تالم و تنعم بواسطہ تعلق بدن کے ہے یا بلا واسطہ سو ممکن تو دونون امر ہین لیکن نصوص سے یون معلوم ہوتا ہے کہ بعد موت کے اس روح بمعنی جسم غیر عنصری کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے۔ اب یہ کہ وہ کونسا بدن ہے۔ آیا یہی بدن دنیوی یا اور کوئی بدن تو اسکی کوئی ایسی تصریح وارد نہین جسمین احتمال مخالف کا نہ ہے لیکن مظنون یہ ہے کہ وہ دوسرا بدن ہی جیسا حدیثوں مین اجواف طیر خضر وغیرہ آیا ہے۔ اُس بدن کو اہل کشف بدن مثالی[عسہ] کہتے ہین یعنی وہ بدن اسی بدن کی مثل یعنی خاص خاص صفات و کیفیات مین اسکے مشابہ ہے۔ اور بعض حدیثوں سے اس کا زیادہ پتہ لگتا ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کو اُنکے پیدا کرنے کے وقت اللہ تعالی نے مٹھی کھولکر دکھلائی فاذا فیہا آدم[عسہ] و ذریتہ رواہ الترمذی اور ظاہر ہے۔ کہ آدم علیہ السلام عالم حس مین موجود تھے پھر مٹھی مین کونسے آدم تھے اس سے معلوم ہوا کہ اس بدن کے علاوہ کوئی دوسری چیز بھی ہے اور اُس دوسری چیز کو آدم کہا جس سے متبادر بدن مع الروح ہے۔ سو بدن تو یقینًا متعدد ہوا رہی روح سو ممکن ہے کہ ایک ہی روح

عسہ اس مثال سے وہ مراد نہین جو لفظ عالم مثال مین مثال سے مراد ہے جسکی تحقیق کلید مثنوی مین کسی قدر لکھی گئی ہے ۱۲

عسہ ویتأید با قلتہ بما فی بعض الحواشی علی قولہ فاذا فیہا آدم و ذریتہ ای مثال آدم و مثل بنیہ فی عالم الغیب ۱۲ منہ

دونون بدن سے متعلق ہو چنانچہ حدیث معراج سے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو آپ نے متعدد جگہہ دیکھا ظاہر
یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابدان مختلفہ تھے اور ایک روح سبکی مربی تھی اسی وجہ سے دوسرے بدن کو بھی اُسی نام
سے مسمی کیا گیا رہا یہ کہ ایک روح دو بدن کے ساتھ کس طرح متعلق تھی سو اسکے چند طرق ہو سکتے ہین. ممکن ہے
کہ ایک مین ساری و نافذ ہو اور دوسرے مین روحانی قوت سے متصرف ہو اور ممکن ہے کہ دونون مین
روح غیر عنصری کے کچھ کچھ اجزا ہون اور ان دونون مین روح مجرد تصرف کرتی ہو کہ کبھی اُنکو جمع کر دے
کبھی متفرق نیز بعض اولیاء کو ایسے واقعات حیات دنیا مین بھی بیشتر آئے ہین پس جب بدن متعدد ہوا بدن
مثالی کا وجود ثابت ہو گیا اور کیا عجب کہ میثاق کے وقت یہی ابدان ہون البتہ بعض احادیث مین ردّ روح
الی الارض و عود فی الجسد آیا ہے جس سے اسی بدن دنیوی کے ساتھ تعلق اور بدن مثالی سے عدم تعلق
متبادر ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ سوال کے وقت وہ روح بدن مثالی کے اندر ہو کر ارض کی طرف بھیجی جاتی
ہو اور اس بدن عنصری کے ساتھ اُس مجموعہ کو ایک گونہ متعلق کر کے سوال اُسی روح و بدن مثالی سے ہوتا
ہو مگر یہ تعلق عادۃً کسی حکمت سے اُسی وقت شرط ہو جبکہ جسد عنصری باقی ہو. اور اگر وہ متفرق و متلاشی ہو گیا
ہو تو سوال وغیرہ اُسی مجموعہ روح و بدن مثالی سے ہو جاتا ہو خواہ ارض مین یا غیر ارض مین پھر بعد سوال اُس
روح کا پھر آسمان کی طرف لیجایا جانا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے. کہ اُس سے سب ارواح ملتی ہین کیونکہ
آخران سے بھی یقیناً کبھی سوال ہوا تھا اور برزخ مومنین کا یہی مکان ہے جو کہ آسمان پر ہے مسمی بہ علیین
جیسا کہ برزخ کفار کا ارض سفلی مین ہے مسمی بہ سجین کما رواہ السیوطی فی شرح الصدور و البشری الکئیب
عن روایات کثیرۃ منہا قول کعب جوابا لسوال ابن عباس اما علیون فالسماء السابعۃ فیہا ارواح المومنین
و اما سجین فالارض السابعۃ السفلی فیہا ارواح الکفار رہا حدیث نم کنومۃ العروس جس سے بظاہر کون الروح
فی القبر متوہم ہوتا ہے سو عند التامل اس قول کے فی القبر ہونے سے نوم کا فی القبر ہونا لازم نہین آتا کہ معارض
عروج الی علیین کے ہو گو من وجہ قبر سے بھی تعلق رہتا ہو اور نوم کہ عبارۃ ہے. راحت سے نیز منافی
لقاء و کلام کے نہین اب رہا قصہ آخرت کا سو نصوص مین تصریح ہے کہ یہی بدن عنصری زندہ کیا جاویگا
چنانچہ ارشاد ہوا ہے کما بدأنا اول خلق نعیدہ و مثلہ فی الاحادیث اور اُس بدن کے ساتھ وہ روح بمعنی
جسم غیر عنصری تو ضروری ہی متعلق ہو گی لیکن یہ روح عنصری ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی متعلق ہو کیونکہ
یہ بھی اجزاء بدن سے ہے پس حشر مین یہ بھی شریک ہوگا. اور یہ اشکال کہ اس بدن کو کسی نے کھالیا ہو. اور
وہ اُسکا جزو بدن ہو گیا ہو یا یہ بخارات کسی اور کے جزو بدن ہو گئے ہون پھر یہ کیسے اعادہ کئے جاوینگے
باین وجہ مدفوع ہے اُنمین سے کچھ اجزاء اصلیہ ایسے ہون کہ وہ اس دستبرد سے محفوظ رہتے ہون وہ سب
اعادہ کئے جاوین رہا روح مجرد کا تعلق سو مظنون یہ ہے کہ قبر اور آخرت دونون مین وہ مثل تعلق دنیوی کے
ہو و دلیل ذلک کلہ ظاہر قولہ تعالے کما بدأنا اول خلق نعیدہ کیونکہ تشبیہ کا تام ہونا جیسا کہ ظاہر آتشبیہ کا

مدلول ہے اسی کو مقتضی ہے پھر جنت و دوزخ مین بھی یہی بدن جاوے گا اور اس کے واسطے سے روح کو الم یا لذت ہوگی جیساکہ اوپر بیان ہوا کہ روح مجرد کو عقاب و ثواب عقلی ہوگا اور روح مادی کو حسی واللہ اعلم

تنبیہ

اور جاننا چاہیئے کہ یک روح کا علی سبیل التعاقب بدن عنصری پھر بدن مثالی کے ساتھ متعلق ہونا خواہ وہ بدن برزخ مین رہے جیساکہ عادت غالبہ اُسکے لئے یہی ہے خواہ اس عالم مین بھی کبھی اُسکا ظہور ہوجاوے یا یہ ظہور روح کا کسی بدن عنصری کی ساتھ ہو جو بعد حصول مقصود فوراً منمحل و منحل ہوجاوے۔ جیسا بعض اولیاء یا شہدا سے منقول ہے ان مین سے کوئی صورت مستلزم تناسخ نہین کیونکہ تناسخ کی حقیقت یہ ہے کہ دوسرا بدن جو مثل بدن اول کے ہو حدوثاً و بقاءً و فناءً اُسکے ساتھ روح اول کا متعلق ہونا بغرض جزا و سزا کے اور یہ قیود یہان مفقود ہین) یہ تمثل کہلاتا ہے جیسا ملائکہ کو ہوتا ہے جبکہ اس عالم مین نظر آتے ہین قال اللہ تعالیٰ فتمثل لہا بشرا سویا اور تناسخ گو عقلاً متساوی الوجود والعدم ہے کیونکہ نہ اُسکے وجوب پر کوئی عقلی دلیل قائم ہے نہ اُسکے امتناع پر لیکن نقلاً منفی ہے لقولہ تعالیٰ قالوا ربنا امتنا اثنتین الخ فلو صح التناسخ لما صح کون الاماتۃ اثنتین ولا الاحیاء الا اثنتین فافہم

خلاصہ تمامتر تقریر کا یہ امور ہوئے بعضے قطعاً بعضے ظناً بعضے امکاناً۔

امر اول مذہب روح کے بارہ مین پانچ ۵ ہین نمبر۱۔ قول حکماء متقدمین کا کہ جوہر مجرد و قدیم ہے۔ نمبر۲ قول حکماء متاخرین کا کہ جوہر مجرد حادث بعد البدن ہے۔ نمبر۳۔ قول صوفیہ مکاشفین کا کہ جوہر مجرد حادث قبل البدن ہے نمبر۴۔ قول علماء متکلمین کا کہ جسم غیر عنصری ہے۔ نمبر۵۔ قول اطباء کا کہ جسم عنصری ہے۔

امر دوم۔ باطل ان مذاہب مین یہ ہین قول نمبر۱ قول نمبر۲۔

امر سوم لحق ان مذاہب مین یہ ہین قول نمبر۳ قول نمبر۴ قول نمبر۵۔

امر چہارم اقوال نمبر۳ و نمبر۴ و نمبر۵ مین روح کے جو تین مصداق ہین تینون حادث ہین۔

امر پنجم یہ تینون بدن انسانی کے متعلق ہین نمبر۳ بواسطہ نمبر۴ کے اور نمبر۴ بواسطہ نمبر۵ کے۔

امر ششم نمبر۴ و نمبر۵ جسم اور مکانی ہین اور نمبر۳ مجرد اور غیر مکانی ہے۔

امر ہفتم بعد موت کے نمبر۵ عناصر مین ملجاتی ہے اور نمبر۴ برزخ مین رہتی ہے۔ اور نمبر۳ بحالہ غیر متمکن ہے۔

امر ہشتم مثاب و معاقب برزخ مین نمبر۳ و نمبر۴ ہین۔

امر نہم انکا تالم و تلذذ برزخ مین بواسطہ بدن مثالی کے ہوتا ہے۔

امر دہم آخرت مین تینون روحین نمبر۳ و نمبر۴ و نمبر۵ بدن عنصری سے متعلق ہونگی واللہ اعلم۔

الحمد للہ کہ تبییض رسالہ ہذا کی ۲۴۔ محرم ۱۳۲۷؁ ہجری کو مقام علیگڈھ مین ختم ہوئی اور تسوید اسکی رسالہ قصد السبیل کے ساتھ ہوئی تھی اتفاقات وقت سے تبییض مین اسقدر توقف ہوا والخیر فیما وقع۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

مسائل المثنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ مولف کلید مثنوی دفتر اول مظہر مدعا ہے کہ کلید مثنوی لکھ چکنے کے بعد دل میں آیا کہ بعضے اہل مذاق جو مالی استطاعت یا وقت میں وسعت نہیں رکھتے یا اُن کو کلید مثنوی سے دلچسپی کم ہے مگر نفس فن کے شائق ہیں اور ان اسباب سے یہ حضرات کلید کے مطالعہ سے معذور رہیں اور اس معذوری کی وجہ سے جو مسائل مفیدہ و مہمہ فن کے مثنوی میں مذکور ہیں اُن سے بھی وہ محروم ہیں اس لیئے اگر مسائل مسائل کو کلید سے ملتقط کر کے ایک مختصر اور مستقل رسالہ بنا دیا جاوے تو پھر ایسے حضرات بھی نفس مسائل سے منتفع و متمتع ہو سکیں گے الحمد للہ کہ مدت کے بعد اس خیال کے پورا ہونے کی نوبت آئی بمناسبت مضمون نام اسکا مسائل المثنوی رکھا گیا واللہ المستعان وعلیہ التکلان کتبہ اشرف علی عفی عنہ اوائل المحرم ۱۳۲۷ھ۔

معنی قطع تعلق از ماسوی اللہ

یاد رکھنا چاہیئے کہ ماسوی اللہ سے تین قسم کے تعلقات ہیں تعلق محمود جسکا شریعت نے امر فرمایا ہے وہ تو عین حق ہے اُس کا قطع ناجائز ہے تعلق مذموم جس سے شرع نے نہی فرمائی ہے اُس کا قطع واجب ہے تعلق مباح جو نہ طاعت ہے نہ معصیت اُس میں قطع کی ضرورت نہیں البتہ تقلیل اور انہماک نہ کرنا ضروری ہے پس جہاں قطع تعلق کی تعلیم ہے مراد تعلق محمود نہیں بلکہ مذموم و مباح ہے مگر مذموم بطور ترک کے اور مباح بطور تقلیل کے۔

اقسام علاج اخلاق ذمیمہ

اخلاق ذمیمہ کے دو علاج ہیں ایک جزئی یعنی خاص وہ یہ ہے کہ ہر ہر خلق کا جُدا جُدا علاج کیا جاوے جیسا احیاء العلوم وغیرہ میں لکھا ہے اسکو طریق سلوک کہتے ہیں دوسرا کلی یعنی عام وہ یہ کہ ذکر و شغل سے باجس طرح شیخ کامل تجویز کرے حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا کی جاوے جب اُسکا غلبہ ہوگا اپنی

ہستی وخودی مضمحل ہونا شروع ہوگی اورسب اخلاق ذمیمہ کہ اس خودی ودعوی ہستی سے پیدا ہوتے ہیں
زائل ہوجاویں گے اسکو طریق جذب کہتے ہیں اور طریق اول گو بے خطر ہے مگر طویل ہے اور طریق ثانی گو
خطرناک ہے مگر قریب ہے اور ہر شیخ کا مذاق مختلف ہوتا ہے۔

رفع اشتباہ مسئلہ دیدار الٰہی در دنیا

حکایۃ موسویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع
ہوسکتا ہے کیونکہ قرآن شریف میں فلما تجلی ربہ صاف مذکور ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی
یہی دیدار اور رویت ہے مگر یہ بڑی غلطی ہے دیدار اور رویت کے معنی ہیں دیکھنا یہ فعل موسیٰ علیہ السلام کا ہے
اسکی نفی قرآن میں صاف موجود ہے لن ترانی یعنی تو مجکو ہرگز نہیں دیکھ سکتا یعنی اس حیات دنیوی میں۔
اور تجلی کے معنے ہیں کھلجانا ظاہر ہوجانا یہ فعل حق سبحانہ تعالیٰ کا ہے اس کا اثبات قرآن میں کیا گیا ہے سو ان
دونوں میں بڑا فرق ہوا ایک کے اثبات سے دوسرے کا اثبات لازم نہیں آتا ورنہ قرآن مجید میں نعوذ باللہ
تعارض ہوگا حاصل آیت کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو ظاہر ہوئے اور حجابات اُٹھا دئے مگر موسیٰ علیہ السلام دیکھ
نہ سکے اور بے ہوش ہوگئے خوب سمجھ لو۔

تحقیق مسئلہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ	زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ

ہر چند اوپر کے اشعار میں راز عظیم کہ مسئلہ توحید وجود ہے پوشیدہ کرگئے مگر وہ اخفا عوام کے لیئے تھا جو اُسکی
حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے اور گمراہی وضلالت میں مبتلا ہوتے ہیں اس شعر میں خواص کے لیئے قدرے اس راز کی
طرف اشارہ کردیا ہے سو یہ اخفا اسلوائق فہم عوام کے بیان کرتا ہے مصرعہ اول میں اس مسئلہ کا دعوی ہے
مصرعہ ثانی میں اُس کی تفسیر ہے پس جملہ معشوق ست ہم معنی ہمہ اوست کا ہے جو اس مسئلہ کا مشہور عنوان ہے
عاشق سے مراد کل ممکنات کہ مسخر قدرت خداوندی ہیں پردہ سے مراد موجود ظاہری جو حجاب اور ساتر ہے
موجود حقیقی کا تشبیہا اُس کو پردہ کہدیا کہ وہ بھی ساتر ہوتا ہے اور خود ظاہر نظر آتا ہے اور پردہ دار نظر نہیں آتا پس
پردہ کے معنے موجود ظاہری ہوئے خلاصہ دعوی کا یہ ہوا کہ کل ممکنات تو صرف موجود ظاہری ہیں اور
حقیقت میں کوئی موجود حقیقی یعنی موصوف بکمال ہستی نہیں بجز ذات حق کے اسی مضمون کو ہمہ اوست
سے تعبیر کردیتے ہیں یہ ایک جملہ ہے مطابق محاورات روزمرہ کے جس طرح کوئی حاکم کسی فریادخواہ سے
کہے کہ تم نے پولیس میں رپٹ لکھوائی تم نے کسی وکیل سے بھی مشورہ کیا اور وہ عرض کرے کہ جناب

پولیس اور وکیل سب آپ ہی ہیں ظاہر ہے کہ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ حاکم اور پولیس اور وکیل سب ایک ہی ہیں ان میں کچھ فرق نہیں بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ پولیس اور وکیل کوئی چیز قابل شمار نہیں آپ ہی صاحب اختیار ہیں اسی طرح یہاں سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمہ اوست کے یہ معنے نہیں ہیں کہ ہمہ اور اُو ایک ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہمہ کی ہستی قابل اعتبار نہیں صرف (اُو) کی ہستی لائق شمار ہے اور باقی جتنے موجودات ہیں ہستی تو اُن کی بھی واقعی ہے مگر اُنکی ہستی ہستی کامل کے سامنے محض ایک ظاہری ہستی۔ ہے حقیقی یعنی کامل نہیں دوسرا مصرعہ اسی مضمون کی تفسیر اور تمثیل ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ ہر صفت میں دو مرتبے ہوتے ہیں ایک کامل ایک ناقص اور یہ قاعدہ ہے کہ کامل کے روبرو ناقص ہمیشہ کالعدم سمجھا جاتا ہے اسکی مثال یہی ہے کہ کسی بستی میں ایک شخص مثلاً پانچ پارہ کا حافظ ہوا اور وہ ناظرہ خوانوں میں حافظ مشہور ہو اتفاق سے وہاں ایک ایسا شخص آکر رہنے لگے جو تمام قرآن کا حافظ اور ہفت قرأت کا قاری ہو ایسی حالت میں اگر کوئی اجنبی آدمی بستی والوں سے دریافت کرنے لگے کہ تمہاری بستی میں کتنے حافظ ہیں تو تمام عقلا یہی جواب دیں گے کہ ایک حافظ ہے اس جواب پر اگر کوئی عامی کہنے لگے کہ میاں فلانا بھی تو حافظ ہے تو مبصر یہی جواب دیگا کہ لاحول و لاقوۃ الا باللہ بھلا اسکے سامنے وہ بھی کوئی حافظ ہے حالانکہ ایک معنی کر حافظ وہ بھی ہے مگر چونکہ ناقص ہے اس لئے کامل کے روبرو غیر حافظ قرار دیا گیا یا کوئی ادنیٰ درجہ کا حاکم اپنے اجلاس پر بیٹھا ہوا شان حکومت دکھلا رہا تھا اور پندار منصب سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا کہ ناگہاں بادشاہ وقت اجلاس پر بطریق دورہ آپہونچا اس کے دیکھتے ہی ہوش اُڑ گئے اور سب پندار و دعویٰ ونشہ وغرور ہرن ہوگیا اب جو اپنے اختیارات کو اقتدار شاہی کے روبرو دیکھتا ہے تو اُس کا کہیں نام و نشان نہیں پاتا نیچے کو گرا جاتا ہے نہ آواز نکلتی ہے نہ سر اوپر اُٹھتا ہے اُسوقت گو اُس کا منصب وعہدہ معدوم نہیں ہوا مگر کالمعدوم ضرور ہے پس اسی طرح سمجھنا چاہیئے کہ گو ممکنات موجود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو وجود دیا ہے موجود کیوں نہ ہوتے مگر وجود حق کے روبرو اُن کا وجود نہایت ناقص وضعیف وحقیر ہے اس لئے وجود ممکن کو وجود حق کے روبرو گو عدم نہ کہیں گے مگر کالعدم ضرور کہیں گے جب یہ کالعدم ہوا تو وجود معتد بہ ایک ہی رہ گیا یہی معنی ہیں وحدۃ الوجود کے کیونکہ اس کا لفظی ترجمہ ہے ایک ہونا وجود کا سو ایک ہونے کے معنے یہ ہیں کہ دوسرا گو ہے سہی مگر ایسا ہی ہے جیسا نہیں ہے اس کو مبالغۃً وبلا تردد وحدۃ الوجود کہا جاتا ہے شیخ سعدی رحمہ نے خوب ہی بیان فرمایا ہے ؎

یکے قطرہ از ابر نیساں چکید — خجل شد چو پہنائے دریا بدید
کہ جائیکہ دریاست من کیستم — گر او ہست حقا کہ من نیستم
ہمہ ہرچہ ہستند ازاں کمترند — کہ با ہستیش نام ہستی برند

شیخ نے تصریح کردی کہ ہست تو سب ہیں مگر اُن کی ہستی ہستیِ حق کے سامنے ہستی کہنے کے قابل نہیں مولانا نے اس مصرعہ میں اس تفسیر کو ایک مثال میں بیان کیا ہے کہ حضرت حق کو مثل زندہ کے سمجھو اور

ممکن کو مثل مردہ کے کہ گو نعش مردہ بھی کسی درجہ کا وجود رکھتا ہے آخر جسم تو ہے مگر زندہ کے روبرو اسکی ہستی قابل اعتبار نہیں کیونکہ مردہ کی ہستی ناقص ہے اور زندہ کی ہستی کامل کے سامنے ناقص بالکل مضمحل اور ناچیز محض ہے اس مسئلہ کو مرتبہ تحقیق علمی میں توحید کہتے ہیں جسکی تحقیل کوئی کمال نہیں اور جب یہ سالک کا حال بنجاوے تو اس مرتبہ میں فنا کہلاتا ہے یہ البتہ مطلوب ومقصود ہے اور یہی حاصل وحدۃ الشہود کا ہے جسکی دلالت اس معنی پر بہت ہی ظاہر ہے کیونکہ اس کا ترجمہ ہے ایک ہونا شہود کا یعنی واقع میں تو ہستی متعدد ہی مگر سالک کو ایک ہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور سب کا لعدم معلوم ہوتے ہیں جیسا اوپر کی مثالوں سے واضح ہوچکا ایک اور مثال سب سے واضح تر شیخ نے بیان فرمائی ہے ؎

نگر دیدہ باشی کہ در باغ و راغ	بتابد بشب کرمکی چوں چراغ
یکے گفتش اے مرغک شب فروز	چہ بودت کہ بیروں نیائی بروز
بہ بین کاتشین کرمک خاک زاد	جواب از سر روشنائی چہ داد
کہ من روز شب جز بصحرا نیم	ولے پیش خورشید پیدا نیم

پس وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں اختلاف لفظی ہے کما قال مرشدی مگر چونکہ وحدۃ الوجود کے معنی عوام میں غلط مشہور ہوگئے تھے اس لئے بعض محققین نے اس کا عنوان بدل دیا جو بہ نسبت عنوان متروک کے اس معنی میں زیادہ ظاہر ہے کیونکہ لفظ وحدۃ الوجود کی دلالت معنی مذکور پر مجازی ہے اور وحدۃ الشہود کی دلالت اس معنی پر حقیقی ہے اور دلیل نقلی اس مسئلہ کی یہ آیت ہوسکتی ہے کل شیئ ہالک الا وجہہ جیسا شارح عقائد نسفی نے تفسیر کی ہے۔

فرق درمیان علم غیب و کشف

دل کی بات بتا دینا یہ علم غیب نہیں بلکہ کشف ہے علم غیب اس علم کو کہتے ہیں جو بلا وسائط ہو اور یہ خاصۂ خداوندی ہے اور جو علم بذریعہ کشف ہو اس میں کشف واسطہ ہے اسلئے وہ علم غیب نہیں۔

ضرر سوء اعتقاد از اولیاء اللہ

انت مولی القوم من لا یشتہی	قد ردی کلا لئن لم ینتہ

من لا یشتہی مبتدا ہے قد ردی خبر کلا لئن لم ینتہ اشارہ ہے طرف آیۃ قرآنی کے بطور علت کے حکم سابق کے لیئے کلا بمعنی حقا معنی یہ ہیں کہ آپ مددگار اور خیرخواہ ہیں لوگوں کے جو آپ کی طرف رغبت نہیں کرتا وہ ہلاک ہوجاوے گا جیسا اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اگر ابوجہل مخالفت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے باز نہ آوے گا ہم سب اسکے بال پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹیں گے۔

ف رغبت نہ کرنا اگر بطور عادت کے ہے تب تو ہلاکت یہ ہے کہ کسی وبال میں مبتلا ہوگا کیونکہ اولیاء اللہ سے بغض کرنا موجب خسران ہے جیسا کہ حدیث میں ہے من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب اور اگر اس طرح ہے کہ عقیدت ومحبت نہیں ہے تو ہلاکت کے یہ معنی ہیں کہ ان کے فیوض وبرکات سے محروم رہے گا کیونکہ ان حضرات کے برکات کا حاصل ہونا عقیدت پر موقوف ہے

طریق وشرائط ایصال عشق مجازی بہ عشق حقیقی

اگر ایسا اتفاق ہو کہ عشق مجازی میں بلاقصد مبتلا ہو جاوے تو اول عفت وپارسائی اختیار کرے یعنی کوئی امر خلاف شرع اُسکے ساتھ نہ کرے حتی کہ اُسکو قصداً نہ دیکھے نہ اُس سے باتیں کرے نہ اُسکی باتیں کرے نہ دلمیں قصداً اُس کا خیال کرے کیونکہ مخالفت شرع عشق حقیقی کے منافی ہے اور منافی کے رہتے ہوئے کب امید ہے کہ عشق حقیقی حاصل ہو دوسرے اُس سے ظاہراً دوری اختیار کرلے اس طرح کہ اتفاقاً ومفاجاۃً بھی اُسپر نظر نہ پڑے نہ اُس کی آواز کان میں پہونچے تاکہ اس کے قلب میں سوزوگداز پیدا ہو اور اگر قصداً یا اتفاقاً والتفاتاً اُس سے متمتع رہا تو عمر بھر اُسی شغل میں رہیگا کبھی نوبت نہ آویگی کہ ادھر سے مطلوب حقیقی کی طرف توجہ ہو تیسرے یہ کہ خلوت وجلوت میں یہ سوچا کرے کہ اس شخص کا کمال یا حسن وجمال کہاں سے آیا اور کس نے عطا کیا جب موصوف مجازی کی یہ دلربائی ہے تو موصوف حقیقی کی کیا شان ہوگی بقول شخصے ؎

چہ باشد آن نگار خود کہ بندد این نگارہا

اس سے اسکا عشق مخلوق سے خالق کی طرف مائل ہو جاوے گا یہی معنی ہیں اس قول کے کہ شیخ کامل عشق مجازی کا ازالہ نہیں کرتا امالہ کر دیتا ہے جس طرح انجن گرم ہو مگر اولٹا چلتا ہو تو قطع مسافت کرنے والے کو مناسب نہیں کہ اُسکو بجھاوے بلکہ آگ تو روشن رکھنا چاہیئے اور اس کی کل پھیر کر سیدھا چلا دیا جاوے اور بعض مشائخ نے جو بعض طالبین کو قصداً عشق مجازی پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے مراد اس سے عشق حلال ہے نہ حرام کیونکہ معصیت تو موصل الی اللہ ہو ہی نہیں سکتی اور جو اس مشورہ سے غرض ہے وہ عشق حلال سے بھی حاصل ہے کیونکہ عشق میں گو وہ مجازی ہو یہ خاصیت ضرور ہے کہ اُس سے قلب میں سوزوگداز پیدا ہو جاتا ہے اور اُس میں باقی تعلقات قلب سے دفع ہو جاتے ہیں اور خیال میں یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے اب صرف ایک کام باقی رہ جاتا ہے کہ اس تعلق کو حق تعالیٰ کی طرف پھیر دیا جاوے تو بہت آسانی سے قلب خالی ہو جاتا ہے جیسے گھر میں جھاڑو دیکر تمام خس وخاشاک ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں پھر کسی ٹوکرے میں اُٹھا کر باہر ایکدم سے پھینک دیتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ اگر ایک ایک تنکا گھر سے اُٹھا اُٹھا کر باہر پھینکا جاوے مدت طویل صرف ہو اور پھر بھی اس قدر صفائی نہ ہو۔ غرض مقصود اصلی ترک تعلقات یا قلب میں رقت وسوزوگداز پیدا کرنا ہے اگر اور طریق سے حاصل ہو جاوے تو بھی کافی ہے بعض نے اس طریق مجازی کو اختیار کر لیا

مگر چونکہ اس زمانہ میں اس طریق کے اندر خطرہ شدید ہے کیونکہ نفوس میں شہوت پرستی ولذت جوئی زیادہ ہے اس لئے قصداً ایسے طریق کا برتنا ناجائز نہیں ہاں اگر اتفاقاً مبتلا ہو جاوے تو بطریق مذکور بالا اس کا امالہ عشق حقیقی کی طرف کردینا چاہیئے اور طریقوں کا بدلنا زمانہ کے بدل جانے سے کوئی امر عجیب نہیں یہ طریقہ حضرت مرشد علیہ الرحمۃ کا ارشاد فرمایا ہوا ہے۔

معنی ابن الوقت و ابو الوقت

ابن الوقت ایک اصطلاحی لفظ ہے دو معنی پر اسکی اطلاق آتا ہے ایک وہ سالک جو مغلوب الحال ہو یعنی جو حالت اسپر وارد ہو اُسکے آثار میں مغلوب ہو جاوے اسکے مقابل ابو الوقت ہے یعنی وہ سالک جو اپنے حال پر غالب ہو یعنی جس کیفیت و حالت کو چاہے اپنے اوپر وارد کرلے یعنی جس کیفیت کی طرف توجہ و قصد کرے اسکے آثار اس میں پیدا ہو جاویں مثل اُنس وشوق و فنا و وجد وغیرہا۔ دوسرے معنی ابن الوقت کے اور ہیں جو ان دونوں مذکور معنوں کو عام اور شامل ہیں یعنی وہ سالک جو واردات مقتضائے وقت کا حق ادا کرے خواہ وہ واردات اسپر غالب ہوں یا یہ اُن پر غالب ہو۔

تحقیق عمل بر الہام مخالف وحی

آن پسر را کش خضر ببرید حلق	سر آن را در نیابد عام خلق

یہ مثال ہے کہ جس طرح خضر علیہ السلام نے اُس لڑکے کو قتل کر ڈالا تھا اور اُس کی وجہ عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی **ف** تحقیق مقام کی یہ ہے کہ ہماری شریعت میں الہام پر عمل کرنا اُسوقت جائز ہے جب وہ مخالف حکم شرعی کے نہ ہو ورنہ جائز نہیں غرض جہاں الہام اور وحی میں تعارض ہوتا ہے وحی پر عمل ہوتا ہے اور الہام متروک ہوتا ہے اور شرائع سابقہ میں ظن غالب یہ ہے کہ وحی اور الہام میں جب تعارض و تخالف ہوتا تھا الہام اُس وحی کا مخصص بن جاتا تھا یعنی وحی کے حکم عام میں سے یہ موقع خاص جسکی نسبت الہام ہوا ہے مستثنیٰ ہو جاتا تھا اور بقیہ مواقع میں وحی کا حکم باقی رہتا تھا پس الہام کا اثر ان شرائع میں وہ تھا جیسا ہمارے اصول شریعت میں خبر واحد اور قیاس مجتہد کا اثر ہے کہ مخصص نص کا بن سکتا ہے اور ہماری شریعت میں الہام کا مرتبہ ان سب دلائل کے بعد ہے پس وحی سے مثلاً ایک ضابطہ کلیہ ثابت ہوا تھا کہ بلا جرم کسی کو قتل مت کرو اب خضر علیہ السلام کو جبکہ وہ نبی نہ ہوں الہام ہوا کہ (بہ مصلحت و حکمت خاص کہ قرآن میں مذکور ہے) اس بچہ کو اُس حکم سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے اسکو قتل کردو انھوں نے اسپر عمل کیا اسی طرح ممکن ہے کہ صحت بادشاہ میں عام خلائق کو نفع ہوگا اور ممکن ہے کہ مثل طفل مقتول خضر کے اس زرگر کی کسی آئندہ خرابی کی بھی اطلاع ہوئی ہو اسلیئے اُس کے قتل کے لیئے الہام کیا گیا ہماری شریعت میں ایسا امر ناجائز ہے۔

رفع شبہہ افضلیت علم باطن بر علم شریعت

گر خضر در بحر کشتی را شکست — صد درستی در شکست خضر ہست
وہم موسیٰ با ہمہ نور و ہنر — شد ازان محجوب تو بے پر مپر

وہم مطلق خیال - اسمیں تائید ہے ترک اعتراض کی یعنی دیکھو ظاہر میں خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑا تھا مگر واقع میں اُسکی حفاظت کی تھی جیسا قرآن مجید میں مذکور ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیال باوجود تمام علم و معرفت و کمال و نبوت کے اُسکی وجہ معلوم کرنے سے محجوب رہا سو تم بے پر مت اُڑو۔

ف اس قصہ سے بعضوں کو شبہہ ہوگیا ہے کہ علم باطن علم شریعت سے افضل ہے اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے پاس استفادہ کے لیئے بھیجا گیا اور اُس علم کے عالی ہونے کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام اُس کو نہ سمجھ سکے اور نیز اس سے مستنبط کیا ہے کہ اگر شیخ خلاف شرع کچھ حکم کرے تو مرید کو اُسکا اتباع واجب ہے چنانچہ اتباع نہ کرنے ہی سے موسیٰ علیہ السلام جدا کئے گئے - خوب سمجھ لو کہ یہ سب دعوے باطل ہیں علم باطن کا علم شرع سے افضل ہونا اس قصہ سے ثابت نہیں ہوتا دو وجہ سے اوّل یہ کہ علم باطن خود ایک شعبہ ہے علم شریعت کا کیونکہ شریعت نام ہے اصلاح ظاہر و باطن کے طریقے جاننے کا اصلاح ظاہر یہ کہ اقوال و افعال درست کرے اصلاح باطن یہ کہ عقائد و اخلاق درست کرے سو یہ سب شریعت نے مفصل طور پر بتلایا ہے اور شریعت اس مجموعہ کا نام ہے جس میں علم اصلاح ظاہر کو فقہ کہتے ہیں اور علم اصلاح باطن کو تصوف و علم باطن کہتے ہیں سو جزو کس طرح کل سے افضل ہو سکتا ہے - دوسری وجہ یہ کہ اس واقعہ میں حضرت خضر علیہ السلام کو جو بعض امور بعیدہ و مخفیہ کی اطلاع ہوگئی تھی یہ سرے سے وہ علم باطن ہی نہیں جس میں گفتگو ہے بلکہ چند واقعات جزئیہ و حالات کونیہ ہیں جنکا انکشاف اُن کو ہوگیا تھا جس کا حاصل صرف اسقدر ہے کہ جو چیزیں زماناً یا مکاناً بعید تھیں وہ انکے علم میں قریب ہوگئیں مثلاً بادشاہ مکاناً بعید تھا - بچہ کا کفر زماناً بعید تھا خزانہ مکاناً بعید و محجوب تھا سو دور کی چیز کا نزدیک معلوم ہونا علم باطن نہیں بخلاف موسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ علوم شرعیہ کلیہ و معارف الٰہیہ ہیں کہ ظاہر و باطن سب اُس کے شعبے ہیں غرض علم خضری کسی طرح علم موسوی سے فائق نہیں ہے رہا موسیٰ علیہ السلام کا اُنکے پاس بھیجا جانا وہ صرف اس بنا پر تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جواب سائل میں اَنَا اَعْلَمُ فرمایا تھا جو باعتبار مقصد علوم الٰہیہ کے صحیح تھا مگر چونکہ لفظاً کل علوم کو شامل تھا اسلیئے اللہ تعالیٰ نے تعلیم احتیاط الفاظ کے لیئے تنبیہ فرمائی کہ بعض علوم گو وہ آپ کے علوم سے کم ہوں دوسروں کو دیئے گئے ہیں آپ کو نہیں ملے اسلیئے آپکو جواب میں قید لگانا چاہیئے تھا اور آپ کا نہ سمجھنا ایسا ہے جیسے کسی بڑے کامل کو یہ خبر نہ ہو کہ پس دیوار کیا ہے سو اس واقعہ کا جاننے والا کسی طرح اس کامل سے نہیں بڑھ سکتا اور جو مسئلہ شیخ

کیا ہے وہ بھی غلط ہے اور قیاس مع الفارق کیونکہ یہاں موسی علیہ السلام کو اللہ تعالی کی شہادت سے کامل ہونا خضر علیہ السلام کا معلوم ہو گیا تھا تو یقیناً معلوم تھا کہ ان سے کوئی امر خلاف شرع نہ ہوگا گو اسکی وجہ نہ سمجھنے سے انکار فرمایا مگر پھر بھی سکوت و تسلیم کی گنجایش تھی اور جو شخص خلاف شرع ہو یا دوسرے کو ایسا امر بتلادے اس کا کامل ہونا ہی خود مشکوک ہو جاوے گا پھر یہ حضرت خضر علیہ السلام شریعت موسویہ کے اتباع کے مکلف نہیں تھے ان کی شریعت کچھ اور تھی بخلاف اس وقت کے کہ سب ایک شریعت کے مکلف ہیں اب خلاف کرنے والے کا اتباع جائز نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ سب دعوے سرتاپا غلط ہیں اور اس مقام پر مولانا کا مقصود فضیلت دینا علم خضری کو موسوی پر نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب بعض اکابر کو بعض چھوٹے اسرار پر اطلاع نہیں ہوتی تو تم چھوٹے ہو کر بڑوں کے اسرار کا انکار کیوں کرتے ہو۔

حدِّ ریاضت و خلاف سنت نبودن ترک لذات

دو امر سمجھنے کے قابل ہیں اول یہ کہ منافع نفس دو قسم کے ہیں ایک حقوق دوسرے حظوظ سو مجاہدہ و ریاضت میں حظوظ کی تقلیل یا ترک کرایا جاتا ہے اور حقوق کو ضائع نہیں کیا جاتا کہ یہ خلاف سنت بھی ہے حدیث میں ہے اِنَّ لنفسک علیک حقا اور مضر باطن بھی ہے کیونکہ اس سے ضعف بڑھ جاتا ہے صحت میں خلل پڑتا ہے پھر ضروری عبادات و اشغال سے بھی عاجز ہو جاتا ہے اسلئے ترقی باطنی سے محروم رہتا ہے دوسرا امر یہ ہے کہ بزرگوں نے جو ریاضت و مجاہدات میں ترک لذات کی ہے وہ بطور علاج کیا ہے جیسے کوئی ظاہری مریض بطور پرہیز کے کوئی قوی غذا چھوڑ دیتا ہے کہ مضر ہوگی اسکو عبادت و موجب قرب الٰہی نہیں سمجھتا اب اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ یہ بدعت ہے قال اللہ تعالی لاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا کیونکہ بدعت اسوقت ہے جب بطور تقرب ہو ورنہ خود ابن عباس رض کی روایت ہے من الاسراف ان تاکل ما اشتہیت پس مقصود ان حضرات کا یہ تھا کہ تکثیر لذات سے نفس کی قوت بہیمیہ کو غلبہ ہوتا ہے اور طاعات میں سستی و کاہلی یا معاصی کا تقاضا کرنے لگتا ہے بعض اوقات اس وجہ سے لذات متروک ہو جاتی ہیں کہ غلبۂ محبت الٰہی میں لذات کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا سو یہ ترک غیر اختیاری ہے نہ سنت نہ بدعت۔

طرق وصول الی اللہ و اقسام حیرت

کار بیچوں را کہ کیفیت نہد	اینکہ گفتم از ضرورت مے جہد	
گہ چنین بنماید و گہ ضد این	جز کہ حیرانی نباشد کار دین	
کاملان کز سر تحقیق آگہند	بیخود و حیران و مست و والہ اند	

والہ شیدا و حیران اوپر کے اشعار میں طریقہ جہات روحانی حاصل کرنے کا بتلایا تھا ۔

۵ صحت آن حس ز تخریب بدن

اوراس تخریب بدن (ریاضت) کا ثمرہ ضمن تمثیلات میں سمجھایا تھا کہ اسکی بدولت روحانی حیات حاصل ہوگی
جس سے مفہوم ہوتاہے کہ وصول الی اللہ کا طریقہ ریاضت ومجاہدہ ہے اب یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس
طریقہ کی قید بندہ کے لیئے ہے اسکو اسکی کوشش کرنا چاہیئے حق تعالیٰ اس طریقہ کے مقید نہیں وہ قادر ہیں
اور کبھی ایسا کربھی دیتے ہیں کہ بدون ریاضت ومجاہدات محض اپنے فضل سے دولت باطنی وحیات روحانی
عطا فرمادیتے ہیں چنانچہ اس مضمون کے اثبات کے لیئے فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیچون وبیچگون
ہیں اُن کے کاموں کی کیفیت اور طریقہ کون متعین کرسکتاہے کہ اسی طرح ہوتاہے جس طرح مذکور ہوا اور جتنا
اور جو کچھ اوپر کہاگیاہے یہ بھی ضرورت کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ طالبان حق مجاہدہ وریاضت میں مشغول ہوں
اور طلب میں سرگرمی کریں کہ حق محبت یہی ہے کہ محبوب کے لیئے جفاکشی کرے اس کے بعد معاملات خداوندی
کی کیفیت معین نہ ہونے کی تقریر کرتے ہیں کہ کبھی کوئی امر ایک طرح معلوم ہوتاہے کبھی دوسری طرح دین کے
کام میں بھی حیرت کے سوا کچھ نہیں مطلب یہ کہ کبھی اول ریاضت ہوتی ہے پھر وصول الی اللہ میسر ہوتاہے
اسکو طریق سلوک کہتے ہیں کبھی وصول الی اللہ پہلے ہوجاتاہے پھر شوق ریاضت وعبادت کا پیدا ہوجاتاہے
اسکو طریق جذب کہتے ہیں کہ اول قلب میں کسی کامل کی صحبت یا کسی بزرگ کی حکایت یا بلا کسی ظاہری وجہ کے
ایک قسم کی کشش اور کیفیت عشق حق جل شانہ کی پیدا ہوگئی پھر بتدریج تفصیلی سلوک کی تکمیل کرتا رہا جب عارف
ان معاملات کو مختلف طور پر مشاہدہ کرتاہے یا خود اپنے ساتھ مختلف معاملات اور اپنے اندر مختلف واردات
دیکھتاہے تو حق تعالیٰ کی قدرت کی نیرنگیاں اور اسرار دیکھ کر اسکو حیرت دامنگیر ہوتی ہے سو کار دین
سے مراد یہی وصول الی اللہ ہے اور حقیقت میں کار دین اس سے بڑھ کر کیا ہوگا اور اس میں حیرت کی یہ وجہ
ہے جو مذکور ہوئی اسکے بعد تعمیم کے طور پر فرماتے ہیں کہ اس معاملہ خاص وصول الی اللہ ہی کی کیا تخصیص ہے
کاملین جو کہ راز حقیقت سے آگاہ ہیں وہ تو ہر معاملہ قدرت وحکمت کو دیکھ دیکھ کر خواہ وہ خود اُنکے ساتھ
پیش آویں یا دوسروں میں معاینہ کریں ہر وقت حیران ومست رہتے ہیں یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ حیرت
تو ہمیشہ ناواقفی حقیقت کی وجہ سے ہوتی ہے پھر واقفی اور آگہی کے ساتھ حیرت کی کیا وجہ بات یہ ہے کہ
حیرت کبھی تو محض ناواقفی کی وجہ سے ہوتی ہے بشرطیکہ اُسکی تلاش وفکر بھی ہو اور کبھی اسوجہ سے ہوتی
ہے کہ واقفیت تو بہت ہے مگر پورا احاطہ حقیقت کا نہیں سو آگاہی عارف کی ظاہر ہے کہ گو کثیر ہو مگر
پھر محدود ہے اور اسرار الٰہیہ غیر محدود اور محدود کسی طرح غیر محدود کا احاطہ نہیں کرسکتا اسلیئے خواہ کسی قدر علم و
تحقیق حاصل ہو مگر اسرار کو احاطہ نہ کرسکنے کی وجہ سے حیرت ہی نصیب ہوتی ہے لیکن یہ حیرت عقائد واحکام صرف
اسلامیہ میں نہیں ہے جنکی تحصیل کا انسان مکلف ہے اور حکما خود ان مورخفہ میں بھی متردد رہتے ہیں یہاں
اسرار باطنیہ میں جو حیرت ہوتی ہے اُس کا ذکر ہے پس حیرت دو قسم کی ہوئی ایک بوجہ جہل محض کے اسکو حیرت

مذمومہ کہتے ہیں دوسری باوجود کثرت علوم وواردات کے (جسکو بعضے توالی تجلیات کہتے ہیں)۔ بوجہ عدم احاطہ حقائق واسرار کے اسکو حیرت محمودہ کہتے ہیں۔

معانی عینیت وغیریت در اصطلاحات مختلفہ

نے چنان حیران کہ پشتش سوے اوست	بل چنیں حیران غرق مست دوست
آں یکے را روے او شد سوئے دوست	ویں یکے را روے خود در روے اوست

روی معنی توجہ یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ عارف حیران رہتے ہیں سو وہ ایسے شخص کی طرح حیران نہیں ہیں جسکی پشت دوست کیطرف ہو یعنی حق تعالی سے غافل ومحجوب ہو بلکہ وہ ایسے حیران ہیں کہ علوم الٰہیہ میں مستغرق اور مست ہیں مطلب یہ کہ انکی حیرت مذموم نہیں بلکہ محمود ہے اسکے بعد حیرت محمودہ کے دو مرتبے بتلاتے ہیں کہ ایک حیرت زدہ وہ ہے کہ اسکی توجہ دوست (حضرت حق) کی طرف ہے دوسرا وہ ہے کہ اسکی توجہ عین دوست کی توجہ ہے مطلب یہ کہ حیرت محمودہ میں بعض کو تو استغراق کم ہوتا ہے کہ اپنے سے بیخود نہیں ہوتے اور حضرت حق کی طرف بھی توجہ رکھتے ہیں بعض ایسے مستغرق ہوجاتے ہیں کہ انکی صفت توجہ بھی نہیں رہتی بلکہ توجہ حق میں فنا ہوجاتی ہے کیونکہ بیخودی میں ظاہر ہے کہ کسی قسم کی خبر نہیں رہتی **ف** چونکہ روے او خود روی اوست سے عینیت مفہوم ہوتی ہے اور اس میں بہت لوگ غلطی کرتے ہیں اسلئے اسکی تحقیق مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ عینیت وغیریت دو لفظ متقابل ہیں اور مختلف اوضاع سے تین معنی پران کا اطلاق آتا ہے معنی اول عینیت کے یہ کہ دو مفہوموں کا مصداق من کل الوجوہ ایک ہونا یعنی دو چیزوں کا ہر طرح سے ایک ہونا کہ ان میں کسی قسم کا فرق نہ ہو جیسے انسان اور حیوان ناطق یا زید اور ذات زید کہ ان میں اصلا تغائر نہیں اور غیریت یہ کہ ان دونوں میں کسی قسم کا تغائر اور امتیاز ہو یعنی فرق ہونا اس تفسیر پر عینیت وغیریت میں باہم تناقص ہے جس سے ان دونوں کا ایک محل میں جمع ہونا بھی محال ہے اور دونوں کا کسی محل سے مرتفع ہونا بھی محال ہے اور بنا در معنی عینیت وغیریت کے یہی ہیں اور یہی معنی لغوی ہیں اور اسی میں اکثر عرفا استعمال ہوتا ہے اور اکثر اہل معقول بھی یہی مراد لیتے ہیں اس تفسیر کے اعتبار سے کوئی شئے موجود خواہ وہ حادث ومخلوق ہو جیسے تمام زمین وآسمان کی چیزیں یا قدیم وغیر مخلوق ہو جیسے صفات باری تعالی کی عین ذات باری تعالی کی نہیں مخلوقات کا عین نہ ہونا تو باتفاق اہل نقل وعقل ہے اور صفات کا عین نہ ہونا صرف جمہور اہل سنت کے نزدیک ہے بخلاف حکماء اور اہل اعتزال کے کہ صفات کو عین ذات کہتے ہیں اور ظاہر قرآن اہل سنت کی تائید کرتا ہے کیونکہ جابجا اللہ تعالی نے اپنے کو علیم اور حکیم وسمیع بصیر فرمایا ہے جسکی معنی ذی علم وذی حکمت وذی سمع وذی بصر ہیں اگر علم وحکمت وسمع وبصر عین ذات ہوتیں تو ذی علم وذی حکمت وغیرہ کے معنے ذو نفسہ ہوتے اور یہ محض بے معنی ہے بس ظاہر قرآن وحدیث سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ صفات زائد علی الذات ہیں جب اس تفسیر کے اعتبار سے کوئی شئے عین ذات حق نہیں تو سب ممکنات وصفات غیر ذات ہونگے

معنی ثانی عینیت کی تو وہی تفسیر لیجاوے اور غیریت کے یہ معنی ہوں کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کا بدون دوسرے کے موجود ہو سکنا (جواز الانفکاک بین الشیئین ولو من جانب واحد وبعبارۃ اخری عدم التلازم بین الشیئین) اس تفسیر پر عینیت وغیریت میں باہم تناقض تو نہیں مگر تضاد ہے یعنی دونوں ایک محل پر صادق نہیں آسکتے مگر دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں جیسے شان متضادین کی ہوتی ہے اور یہ اصطلاح متکلمین کی ہے اس تفسیر کے اعتبار سے بھی ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں عینیت نہیں ہے جیسا اوپر گذرا بلکہ غیریت ہے کیونکہ غیریت کے معنی تھے کسی ایک کا بدون دوسرے کے موجود ہو سکنا گو دوسرا بدون اس ایک کے موجود نہ ہو سکے تو گو مخلوقات بدون باری تعالیٰ کے موجود نہیں ہو سکتی لیکن باری تعالیٰ تو بدون مخلوق کے موجود ہو سکتے ہیں اور واقع میں قبل ایجاد خلق کے موجود تھے اور مخلوق کو فنا کر کے بھی موجود رہیں گے پس غیریت کے معنے متحقق ہو گئے سو حضرت حق وخلق میں عینیت کی نفی اور غیریت کا ثبوت ہو گیا لیکن ذات حق اور صفات میں اس تفسیر پر نہ عینیت ہوئی نہ غیریت عینیت تو اسلئے نہ ہوئی کہ اسکے معنے تھے دو چیزوں کا بالکل ایک ہونا اور جب صفات زائد علی الذات ہیں جیسا اوپر بیان ہوا تو عینیت کہاں ہوئی اور غیریت اسلئے نہ ہوئی کہ یہاں ذات اور صفات دونوں میں سے ایک بھی ایسی چیز نہیں کہ بدون دوسرے کے اس کا پایا جانا ممکن ہو صفات تو بدون ذات کے اسلئے موجود نہیں ہو سکتیں کہ یہ صفات تحقق میں تابع ہیں اور ذات متبوع اور تابع کا وجود بدون متبوع کے محال ہے اور ذات بدون صفات کے اسلئے نہیں پائی جا سکتی کہ ذات کا خالی ہونا صفات کمال سے لازم آتا ہے اور وہ محال ہے پس ہر ایک دوسرے کے لئے مستلزم ہوا اسلئے غیریت بھی نہ ہوئی پس عینیت وغیریت دونوں مرتفع ہو گئیں یہی معنی ہیں متکلمین کے اس قول کے (ہی لا عینہ ولا غیرہ) معنی ثالث عینیت کے معنی ہیں ایک شئی کا دوسری شئی کی طرف محتاج فی الوجود ہونا گو وہ دوسری شے اس پہلے کی محتاج نہ ہو اور غیریت کے وہ معنی ہیں جو معنی اول میں مذکور ہوئے ہیں یعنی اُن دونوں شے میں کسی قسم کا تغایر وامتیاز وفرق ہونا اور اس تفسیر پر عینیت وغیریت میں نہ باہم تناقض ہے اور نہ تضاد بلکہ دونوں کا جمع ہونا ایک محل میں ممکن ہے مثلاً زید اور اُس کے صفات کہ صفات بدون زید کے نہیں پائے جاتے اسلئے عینیت صادق آئی اور دونوں باہم ممتاز بھی ہیں اس لئے غیریت صادق آئی اور یہ اصطلاح حضرات صوفیہ کرام کی ہے اس تفسیر کے اعتبار سے ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں عینیت بھی ہے کیونکہ مخلوقات ذات باری تعالیٰ کی محتاج ہے گو ذات باری تعالیٰ احتیاج سے مبرا ہے اور غیریت بھی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں لاکھوں طرح کے فرق ہیں ہر چند کہ اس معنی ثالث کے اعتبار سے صوفیہ تمام مخلوقات کو عین باری تعالیٰ کہتے ہیں اس میں کسی سالک عارف کی تخصیص نہیں مگر بعض اوقات اس تفسیر میں ایک قید اور بھی بڑھاتے ہیں یعنی اس احتیاج الخلق الی الحق کا علم ومعرفت بھی حاصل ہو اس معنی مقید کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں سے صرف عارف کے لئے عینیت کا اثبات

کہتے ہیں کہ اسکو معرفت ہے دوسری مخلوقات اس عرفان سے خالی ہے پھر بعض اوقات اس قید پر ایک قید اور
بڑھاتے ہیں یعنی اس معرفت میں اسقدر استغراق ہو کہ خود مخلوق حتی کہ اپنی ذات اور ہستی کی طرف بھی التفات نہ رہے
اس قید کے اعتبار سے تمام عارفین پر بھی عینیت صادق نہ آویگی بلکہ انہیں سے جو استغراق تام رکھتے ہیں وہی اسکے
مصداق ہونگے اس تقریر پر عینیت و غیریت کی کل پانچ تفسیریں ہوئیں اور مولانا نے رومی او خود دروی دوست
میں سب سے اخیر کے معنی مراد لیئے ہیں۔

علامات شیخ کامل

کار مرداں روشنی و گرمی ست | کار دوناں حیلہ و بے شرمی ست

روشنی سے مراد نور ایمان و عرفان گرمی سے مراد گرمی عشق اس میں اشارہ ہے شیخ کامل کی پہچان کی طرف کہ انکے
یہ صفات ہیں (معرفت اور عشق) اور جو کمینے یعنی جھوٹے ہیں انکی عادت حیلہ و بےحیائی ہے **ف** مولانا نے
شیخ کامل کے علامات اجمالاً بیان فرمائی ہیں راقم اس کی تفصیل کرتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جس طرح مرض
ظاہری کے علاج کے لیئے ایسے طبیب کی ضرورت ہے جو خود بھی صحیح و تندرست ہو مریض نہ ہو اور دوسروں کا
علاج بھی کر سکے کیونکہ اگر مریض ہے تو مسئلہ طبیہ ہے کہ العلیل علیل تو وہ طبیب ہو مگر اسکی رائے قابل اعتماد
نہیں اور اگر وہ صحیح و تندرست ہے مگر علاج کا طریقہ نہیں جانتا تب بھی اس مریض کے مطلب کا نہیں گو خود
اچھا ہے۔ اسی طرح امراض باطنی کے علاج کے لیئے ایسے شیخ و مرشد کی حاجت ہے جو خود بھی متقی و صالح ہو مبتدع
و فاسق نہ ہو اور دوسروں کی بھی تکمیل کر سکے کیونکہ اگر بدعقیدہ و بدعمل ہے تو اولاً اسپر یہ اطمینان نہیں کہ یہ خیرخواہی
سے تعلیم کرے گا بلکہ غالب تو یہی ہے کہ عقیدہ میں اپنا جیسا بنانے کی کوشش کرے گا اور عمل میں اسکو اس لیئے
نصیحت نہ کر سکے گا کہ خود اسکا عامل نہیں یہی خیال ہوگا کہ اگر نصیحت کروں گا یہ شخص اپنے دل میں کیا کہے گا بلکہ
غالب یہ ہے کہ خود بھلا بننے کو اپنی بدعملی کو تاویلوں سے درست کرنا چاہے گا تو اس میں بڑی گمراہی کا اندیشہ ہے
ثانیاً اسکی تعلیم میں انوار و برکات دینیہ و امداد غیبیہ نہ ہوگی اسی طرح اگر متقی و صالح تو ہو مگر تربیت باطنی کا طریقہ
نہ جانتا ہو تو وہ بھی طالب کی رفع ضرورت نہیں کر سکتا اور جس طرح طبیب ظاہری کا طبیب ہونا ان علامات
سے معلوم ہوتا ہے کہ علم طب پڑھا ہو کسی طبیب کامل کے پاس مدت معتدبہ تک مطب کیا ہو سمجھدار لوگ اسکی طرف
رجوع ہوں اسکے ہاتھ سے لوگ شفایاب بھی ہوتے ہوں اسی طرح طبیب باطنی یعنی شیخ کے شیخ ہونے
کی علامات یہ ہیں کہ کسی کامل کی خدمت میں مدت تک مستفید ہوا ہو اہل علم و اہل فہم اسکو اچھا سمجھتے ہوں اور
اسکے طرف رجوع کرتے ہوں اسکی صحبت سے محبت الٰہی کی زیادتی اور محبت دنیا کی کمی قلب میں محسوس ہوتی ہو
اسکے پاس رہنے والوں کی حالت روز بروز درست ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہو یہ شخص اس قابل ہے کہ اس کو

شیخ بناوے اور اسکو اکسیر اعظم سمجھے اور اُسکی زیارت و خدمت کو کبریت احمر جانے پس مجموعہ اُن صفات کا جو شیخ کامل میں ہونا چاہئیں یہ ہے متقی و صالح ہو۔ تبع سنت ہو۔ علم دین بقدر ضرورت جانتا ہو۔ کسی کامل کی خدمت میں رہ کر فائدہ باطنی حاصل کیا ہو۔ عقلاء و علماء اُسکی طرف مائل ہوں۔ اُس کی صحبت موثر ہو اُس سے مریدوں کی حالت کی اصلاح ہوتی ہو۔

مراتب فرض و مستحب تصفیہ نفس و قلب

ریا و عجب و دیگر اخلاق ذمیمہ مثل شہوت و غضب وغیرہ کے دفع کرنے کے دو درجے ہیں۔ اول یہ کہ اپنے اختیار سے اُنکا قصد نہ کرے اور جو پیش آوے اُسکو بُرا سمجھے اور اُس کے مقتضا کے موافق عمل نہ کرے گو خطرات و وساوس کا ہجوم رہے یہ مرتبہ اختیاری اور فرض ہے اور خطرات کا ہجوم غیر اختیاری ہے کچھ مضر نہیں دوسرا درجہ یہ کہ ان اخلاق کی بیخ و بنیاد ہی کا استیصال ہو جاوے یعنی نفس میں اُنکا تقاضا اور میلان بھی نہ رہے اور ریا ایسے ہی مبغوض ہو جاوے جیسے گندگی طبعاً مبغوض و مستقذر ہوتی ہے اسکی تحصیل مستحب ہے اور موجب کمال اور عادۃً موقوف ہے مجاہدہ و ریاضت اور خلوت طویلہ پر اور یہی دو مرتبے ہیں حضور قلب کے نماز میں اول یہ کہ نماز یا کسی نیک عمل میں بطور مقصودیت کے کوئی غیر اللہ قلب میں حاضر نہ ہو یعنی عبادت سے مقصود کسی مخلوق کی رضا یا اُس سے مال و جاہ کا حاصل کرنا نہ ہو یہ حضور قلب فرض ہے اور بدون اسکے نماز قبول نہیں ہوتی اور عذاب ریا کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ کہ نماز میں بجز خدائے تعالیٰ کے قلب کا التفات بطور تخیل بھی کسی جانب نہ ہو پھر اس میں بھی دو مرتبے ہیں ایک یہ کہ باختیار خود کسی غیر کا خیال قلب میں نہ لاوے اسکو خشوع کہتے ہیں اور آیات اور احادیث سے یہ بھی موکد معلوم ہوتا ہے گو درجۂ فرض میں نہ ہو دوسرا مرتبہ یہ کہ بلاقصد بھی کسی کا خیال نہ آوے یہ بدون فنا نفس و قلب کے نصیب نہیں ہوتا اور اسکی تحصیل مستحب ہے۔

معنی توحید ذاتی و صفاتی و فعالی

خفتہ از احوال دنیا روز و شب	چون قلم در پنجۂ تقلیب رب
آنکہ او پنجہ نہ بیند در رقم	فعل پندارد بجنبش از قلم

ف ان اشعار میں توحید افعال کی طرف اشارہ ہے جسکا عنوان اس طرح مشہور ہے لا فاعل الا اللہ اُس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف کوئی فعل منسوب نہیں اول تو یہ عقائد حقہ کے خلاف پھر صدور قبائح کا ہونا بھی باری تعالیٰ سے اس میں لازم آتا ہے پھر مشاہدہ اور وجدان بھی اس کی تکذیب کرتا ہے پھر یہ کہ تمام شرائع کا اس میں ابطال لازم آتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ منتہائے اسباب فعل کا یوں کہئے کہ خالق افعال کا بجز حق تعالیٰ کے کوئی نہیں گو وسائط ظاہری اسباب اور بھی ہیں چونکہ عارف کو دوسرے فاعلین

کی طرف التفات نہیں ہوتا اس لیے وہ اُنکی نفی کر دیتا ہے سو واقع میں یہ نفی باعتبار قابل التفات ہونے کے یا التفات کرنے کے ہے یعنی کوئی فاعل قابل التفات کے یا ملتفت الیہ نہیں بجز اللہ تعالی کے اسی طرح توحید صفاتی وتوحید ذاتی کو سمجھنا چاہیے کہ اُسکا یہ مطلب نہیں کہ بجز صفات وذات خداوندی کے کوئی صفت یا ذات موجود نہیں بلکہ عابد کو کسی اور کی ذات وصفت کی طرف التفات نہیں ہوتا اس مرتبہ میں وحدۃ کا حکم ہوتا ہے سو یہ تینوں مراتب توحید ابتدا کے فروع ہیں۔

تحقیق عالم مثال

عالم مثال ایک عالم ہے جو عالم شہادت وعالم غیب کے درمیان ہے اُسکو برزخ بھی کہتے ہیں قرآن وحدیث کے اشارات سے اور اہل کشف کی تحقیقات سے اسکا وجود ثابت ہے بعد مرگ تا قیامت اُسی میں رہنا ہوتا ہے اور خواب میں وہی منکشف ہوتا ہے اور بعض بزرگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم مقداری ہے مگر مادی نہیں پس مقداری ہونے کے اعتبار سے عالم اجسام کے مشابہ ہے اور غیر مادی ہونے کے اعتبار سے عالم ارواح کے مشابہ ہے پس اجسام کہ مادہ ومقدار دونوں رکھتے ہیں اور ارواح کہ مقدار ومادہ دونوں سے منزہ ہیں یہ عالم ان دونوں کے ساتھ ایک ایک وصف میں مشابہت رکھتا ہے۔

معنی جسم مثالی

اہل کشف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو دو جسم عطا فرمائے ہیں ایک جسم عنصری کہ دنیا میں رہتا ہے اور آخرت میں یہی محشور ہوگا اور اسی پر سب ثواب وعذاب ہوگا دوسرا جسم مثالی کہ عالم مثال میں موجود ہے اور خواب میں نظر آتا ہے اور روح حقیقی جو من امر ربی ہے (نہ طبی کہ اُس کا تعلق صرف جسم عنصری سے ہے) دونوں جسموں سے تعلق رکھتی ہے جاگنے کی حالت میں اُس روح کی توجہ جسم عنصری کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور سونے کی حالت میں اُسکی توجہ جسم مثالی کی طرف زیادہ ہو جاتی ہے پس روح کا بدن سے نکلنا اور عالم مثال میں جانا اس سے مراد یہی ہے کہ جسم عنصری سے تعلق ضعیف ہوکر جسم مثالی سے تعلق بڑھ جاتا ہے اور عالم مثال سے بدن میں اُس کا آنا اس سے مراد یہی ہے کہ جسم مثالی سے تعلق ضعیف ہوکر جسم عنصری سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

افضلیت مجاہدہ از استغراق

سالک پر مختلف حالات طاری ہوتے ہیں جب استغراق کا غلبہ ہوتا ہے ایسی تمنا کرتا ہے ورنہ بیداری کی حالت میں خیال غیر کے آنے اور اُسکو قصداً ہٹانے سے جو مجاہدہ ہوتا ہے وہ استغراق سے کہیں افضل ہے۔

نہی از اشتغال بانوار

ان اشعار میں اشارہ ہے کہ مراقبات و معاملات میں اگر کچھ انوار وغیرہ نظر آویں تو اپنے اعتقاد و عمل کو درست رکھے اعتقاد کی درستی تو یہ کہ اُسکو حادث و مخلوق سمجھے خالق و قدیم نہ جانے کیونکہ حقتعالی کی رویت دنیا میں نہیں ہوسکتی جیسا کہ دیباچہ کے شعر ۹ عشق جاں طور آمد الخ کی شرح میں بیان ہوا ہے عمل کی درستی یہ کہ اُن انوار میں مشغول نہ ہو بلکہ اُسکی نفی کرکے مطلوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جاوے کیونکہ وہ گو ملکوتی انوار ہیں لیکن ہیں مخلوق ہیں تو اس میں مشغول ہونا ایسا ہی ہے جیسے مال و زر میں مشغول تھا حجاب ہونے میں دونوں برابر ہوئے بلکہ ملکوت کے یہ نورانی حجاب ناسوت کے ظلمانی حجابات (مال و زر وغیرہ) سے زیادہ شدید ہیں (کذا قال مرشدی رہ) کیونکہ ناسوتی موجودات کو آدمی چونکہ متبذل و حجاب سمجھتا ہے اور اُن میں زیادہ لذت بھی نہیں ہوتی اس لیئے قلب اُن میں زیادہ مبتلا نہیں ہوتا اور انسان اُنکے ارتفاع کی کوشش بھی کرتا ہے اور ملکوتی انوار کو عظیم الشان اور ثمرہ مجاہدہ و لذیذ سمجھتا ہے اسلئے اس میں اگر مشغولی ہوگئی تو عمر بھر بھی اُس بند سے نکلنے کی امید نہیں اور اگر اسکے ساتھ اُن انوار کو لاہوتی انوار (ذات و صفات حق) سمجھ گیا تو عمل کے ساتھ عقیدہ بھی بگڑا اس مقام پر بہت لوگ برباد ہوگئے ہیں اسلیئے اعتقاد و عمل کی تصحیح کا اہتمام واجب ہے۔

تحقیق حمل صوفیہ کرام آیات را بر معانی خلاف ظاہر و تحقیق ظہر و بطن قرآن شریف

ظہر اینچنین بیان پاکی ست	شعر	گنج نورست ار طلسمش خاکی ست		

جاننا چاہیئے کہ اکثر صوفیہ کرام کے کلام میں بعض آیتوں کا خلاف ظاہر معانی پر محمول ہونا پایا جاتا ہے ایسے مواقع پر ناظرین کو دو غلطیاں واقع ہو جاتی ہیں بعض لوگ تو یوں اعتقاد کر لیتے ہیں کہ قرآن شریف کی تفسیر یہی ہے اور علماء ظاہر نے جو تفسیر کی ہے وہ غلط ہے حالانکہ یہ اعتقاد بالکل باطل اور شعار زنادقہ کا ہے اور اس سے تمام شریعت ناقابل اعتبار اور منہدم ہوئی جاتی ہے اور بعض لوگ ان حضرات پر طعن کرنے لگتے ہیں کہ انھوں نے قرآن میں تحریف کردی اور تفسیر بالرائے کرتے ہیں اسلیئے اسکی تحقیق ضروری ہے اصل یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر تو وہی ہے جو علمائے مفسرین نے لکھی ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مضمون مدلول و مقصود بالقرآن ہے اُسکے مشابہ کوئی دوسرا مضمون ہوتا ہے تو مدلول قرآنی سے ذہن اُس مشابہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسا زید اور عمرو میں مناسبت ہو اور زید کا حال بیان کرتے ہوں اور عمرو یاد آجاوے اور اس انتقال ذہنی کی وجہ سے اُس مضمون مدلول قرآنی پر اُس مضمون مشابہ کو قیاس کرکے اُسکے لیئے بھی وہی حکم جو مدلول قرآنی کے متعلق ہے

ثابت کرنے لگتے ہیں تو مقصود اُن کا اس نص میں اس مضمون کا داخل کرنا نہیں ہوتا بلکہ محض قیاس وتمثیل کا قصد
ہوتا ہے مثلاً اسی آیت طہر بیتی کی تفسیر ہے کہ تطہیر کعبہ ہے ذہن منتقل ہوا کہ انسان میں بھی ایک چیز مشابہ کعبہ کے
ہے اور وہ قلب ہے کیونکہ جس طرح کعبہ پر انوار الٰہی نازل ہوتے ہیں قلب پر بھی فائض ہوتے ہیں اس سے
یہ قیاس کیا کہ جس طرح تطہیر کعبہ ضروری ہے کیونکہ وہ مورد تجلیات ہے اسی طرح چونکہ قلب بھی مورد تجلیات ہے
اسکی تطہیر بھی ضروری ہے اور ورود تجلیات علت مشترکہ ہے اسکو علم اعتبار کہتے ہیں جس کی اجازت فاعتبروا یا
اولی الابصار میں موجود ہے اور جمیع فقہا و مجتہدین احکام میں اس کا استعمال کرتے ہیں پس اگر اس معنی مقیس
کو کوئی شخص مجازاً مدلول نص کہدے باین معنی کہ قیاس مظہر ہے نہ مثبت تو اس میں کوئی بات قابل مواخذہ نہیں
امر محقق اس باب میں یہ ہے امام غزالی رح نے بعض تصانیف میں اسکی تصریح فرمائی ہے اور بعض نے جو ان
توجیہات کی تصحیح کے لیئے یہ تکلف کیا ہے کہ ہر آیت کا ایک ظہر اور ایک بطن ہوتا ہے پس علماء ظاہر نے جو کہا ہے وہ
ظہر ہے اور صوفیہ نے جو فرمایا ہے وہ بطن ہے یہ تکلف نہایت بعید ہے کیونکہ ظہر و بطن دونوں کا اس آیت کے
وجوہ محتملہ سے ہونا ضرور ہے اور ایسے نکات و اعتبارات یقیناً آیت میں محتمل نہیں ہوتے جیسا کہ ماہرین قواعد
شرعیہ و عربیہ پر مخفی نہیں اس لئے اُن کو بطن قرآن کہنا نہایت امر مستنکر ہے بلکہ بطن سے مراد وہ معانی دقیقہ
و مستنبطات غامضہ ہیں جنکو حضرات مجتہدین سمجھتے ہیں جسکی تفصیل اہل اصول نے وجوہ دلالات میں لکھی
ہے اور اُن بطون میں مراتب مختلف ہیں بعض وہ ہیں جنکو عوام نہیں سمجھتے علماء متوسطین سمجھ جاتے ہیں بعض
وہ ہیں جنکو علماء راسخین و مجتہدین سمجھتے ہیں بعض ایسے ہیں جنکو صرف حضرات انبیاء علیہم السلام سمجھتے ہیں وفوق
کل ذی علم علیم۔

تحقیق مسئلہ تفاضل جوع و جود

ریاضت بمعنی ترک حقوق نفس تو کسی حالت میں جائز نہیں جیسا دیباچہ کے شعر ۹ نہ تکمیل الخ کی شرح میں
گذرا ہے اور ریاضت بمعنی ترک یا تقلیل حظوظ و لذات نفس مبتدی سالک کے لیئے حسب مشورہ شیخ ضروری ہے
اور اس سے تصفیہ باطن خوب ہوتا ہے اور منتہی و کامل کے لیئے ریاضت چنداں مفید اور ضروری نہیں اُسکو
زیادہ اہتمام جود یعنی نفع رسانی خلق اللہ کا کرنا مناسب ہے غرض مبتدی کے لیئے نفع لازمی کا اہتمام بہتر ہے
اور منتہی کے لیئے نفع متعدی کا اہتمام بہتر ہے۔

تحقیق مسئلہ عدم منافات طاعت و توکل و اقسام توکل

توکل کی دو قسمیں ہیں علماً و عملاً علماً تو یہ کہ ہر امر میں متصرف حقیقی و مدبر تحقیقی حق جل و علا شانہ کو سمجھے اور اپنے کو
ہر امر میں اُن کا محتاج اعتقاد کرے یہ توکل تو ہر امر میں عموماً فرض اور جزو عقائد اسلامیہ ہے قسم دوم توکل

عملاً اسکی حقیقت ترک اسباب ہے پھر اسباب کی دو قسمیں ہیں اسباب دینیہ اور اسباب دنیویہ۔ اسباب دینیہ جنکو اختیار کرنے سے کوئی دینی نفع حاصل ہو ان کا ترک کرنا محمود نہیں بلکہ کہیں گناہ اور کہیں خسران وحرمان ہے اور شرعاً یہ توکل نہیں اگر لغۃً توکل کہا جاوے تو یہ توکل مذموم ہے اور اسباب دنیویہ جن سے دنیا کا نفع حاصل ہو اس نفع کی دو قسمیں ہیں حلال یا حرام اگر حرام ہو اسکے اسباب کا ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل فرض ہے اور اگر حلال ہو اسکی تین قسمیں ہیں یقینی اور ظنی اور وہمی اسباب وہمیہ جنکو اہل حرص وطمع اختیار کرتے ہیں جسکو طول امل کہتے ہیں اُن کا ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل فرض وواجب ہے اور اسباب یقینیہ جن پر وہ نفع عادۃً ضرور مرتب ہو جاوے جیسا کھانے کے بعد آسودگی ہو جانا پانی کے بعد پیاس کم ہو جانا اس کا ترک کرنا جائز نہیں اور نہ شرعاً یہ توکل ہے اور لغۃً توکل کہا جاوے تو یہ توکل جائز ہے اور اسباب ظنیہ جن پر غالباً نفع مرتب ہو جاوے مگر بارہا تخلف بھی ہو جاتا ہو جیسے علاج کے بعد صحت ہو جانا یا نوکری ومزدوری کے بعد رزق ملنا ان اسباب کا ترک کرنا وہ ہے جس کو عرف اہل طریقت میں اکثر توکل کہتے ہیں اس کے حکم میں تفصیل یہ ہے کہ ضعیف النفس کے لیئے تو جائز نہیں اور قوی النفس کے لیئے جائز ہے بالخصوص جو شخص قوی النفس بھی ہو اور خدمت دین میں مشغول ہو اس کے لیئے مستحب بلکہ کسیقدر اس سے بھی موکد ہے پس خلاصہ تقریر کا یہ ہوا کہ توکل علمی تو مطلقاً اور عملی بمعنی ترک اسباب حرام وترک اسباب نفع دنیوی موہوم فرض اور بمعنی ترک اسباب دینیہ وبمعنی ترک اسباب دنیویہ مباحہ یقینیہ حرام و مذموم وبمعنی ترک اسباب مباحہ دنیویہ ظنیہ ضعیف النفس کو حرام اور قوی النفس کو مستحب پس تین قسمیں فرض اور دو قسمیں حرام اور ایک بعض اوقات میں حرام اور بعض اوقات میں مستحب اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ جو توکل شرعاً ناپسند ہے اُس میں اور طاعت میں تنافی ہے ورنہ کوئی منافات نہیں واللہ اعلم۔

تحقیق تمثیل ذات حق بہ بعضی اشیاء

سمجھنا چاہیئے کہ اکثر عارفین کے کلام میں حق تعالیٰ کو مختلف چیزوں کے ساتھ جیسے آفتاب ودریا وہوا وغیرہا سے تمثیل دیجاتی ہے اور یہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی جیسا بعض لوگ خشک مزاج بھی سمجھ کر بزرگوں کو بُرا کہتے ہیں یا بعضے ناواقف متصوف یہی سمجھ کر اپنے عقائد کو خلاف شرع کر لیتے ہیں بلکہ کسی خاص امر میں تشبیہ ہوا کرتی ہے مثلاً اس مقام پر ذات حق کو دریا سے صرف اس امر میں تشبیہ دی کہ دریا میں بہ نسبت خشکی کے بساطت ووحدت ہوتی ہے اور ماہی کو اس سے سیری نہیں ہوتی جیسے ذات حق میں وحدت ہے اور طالب کو اس سے سیری نہیں ہوتی گو نوع وحدت میں تفاوت ہو کہ دریا کی وحدت اضافی ہے اور ذات حق کی وحدت حقیقی مگر مطلق وحدت میں تو مناسبت ہے اس لیئے یہ تشبیہ صحیح ہو گئی اور ایسی تشبیہ کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح الآیہ پس مثل بفتح المیم والثاء اور مثال کی حقیقت شئ مشابہ کت فی وصف ما ہے گو طرفین تمثیل میں ہزاروں درجہ تفاوت ہو قال اللہ تعالیٰ وللہ المثل الاعلیٰ اور اس میں کوئی محال

نہیں اور مثل بکسر اللام و سکون الثا رکی حقیقت شی مشارک فی النوع ہے اور جناب باری میں اس کی مجال نہیں
قال اللہ تعالیٰ لیس کمثلہ شئی پس مقصود نفی سے ایراد مثال ہوتی ہے نہ ایراد مثل بکسر المیم۔

تحقیق مظہریت عالم مرذات و صفات حق را و اقسام ظہور

چند باران عطا باران شدہ
تا بدان آن بحر دُر افشان شدہ

چند خورشید کرم افروختہ
تا کہ ابر و بحر جود آموختہ

چند خورشید کرم تابان شدہ
تا بہ ان آن ذرہ سرگردان شدہ

پرتو دانش زدہ بر آب و طین
تا شدہ دانہ پذیرندہ زمین

خاک امین و ہر چہ در روے کاشتی
بے خیانت جنس آن بر داشتی

ایں امانت زان امانت یافت ست
کافتاب عدل بروے تافت ست

تا نشان حق نیارد نو بہار
خاک سر ہا را نکردہ آشکار

آن جوادے کو جمادے را بداد
ایں خبر ہا وین امانت وین سداد

آں جماد از لطف چون جان میشود
زمہریر از قہر پنہان مے شود

آن جمادے گشت از فضلش لطیف
کل شئی من ظریف ہو ظریف

مر جمادے را کنند فضلش خبیر
عاقلان را کردہ قہر او ضریر

آن ذرہ مراد آفتاب کہ پیش عظمت حق کم از ذرہ است۔ نشان فرمان۔ سر ہا امور مخفیہ مراد سبزہ و گل۔ آں جوادے الخ
آں مبتدا اش رہ بحق جوادے خبر بحذف رابط یعنی آن ذات حق ہمان جواد یست الخ زمہریر بمعنی خزان و زمستان
سز ریکور اوپر کے اشعار میں حق جل و علا شانہ کی عظمت اور تمام مخلوقات کا اُن کی طرف محتاج ہونا مذکور تھا
ان اشعار میں اسی مضمون کی تقویت و تائید ہے فرماتے ہیں کہ بحر میں جو صفت دُر افشانی آگئی ہے اُس کی وجہ
یہی ہے کہ اسپر عطائے الٰہی کی بارشیں ہوئی ہیں (پس بحر کی صفت عطا حق تعالیٰ کی صفت عطا کا فیض ہے)
اور ابر و بحر میں جو صفت جود آگئی ہے کہ اس قدر پانی اُس سے ملتا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ اُسپر کرم الٰہی کی تابشیں
ہوئی ہیں (پس ابر و بحر کی صفت جود حق تعالیٰ کی صفت جود و کرم کا فیض ہے) اور آفتاب فلک میں جو صفت
سرگردانی یعنی تحرک کی (جس سے عالم کو نور بخشی ہوتی ہے) آگئی ہے اُسکی وجہ یہی ہے کہ اُسپر کرم الٰہی کی تابشین
ہوئی ہیں (پس آفتاب کی صفت نور بخشی حق تعالیٰ کی صفت کرم بخشی کا فیض ہے) اور زمین جو دانہ کو
قبول کر لیتی ہے اُسکی وجہ یہی ہے کہ آب و گل پر علم الٰہی کا پرتو پڑ گیا ہے (پس زمین کا دانہ کو لے لینا جس کے
لئے صفت علم کی عادۃً ضرورت ہے حق تعالیٰ کی صفت علم کا فیض ہے) اور خاک میں جو صفت امانت
کی آگئی ہے جس سے وہ ایسی امین ہو گئی ہے کہ جو چیز اُس میں کاشت کرو وہی اُس سے

اُٹھا لو یہ نہیں کہ وہ خیانت کرکے اُس کو بدل ڈالے اور گندم کا جو دیدے اُس کی وجہ یہی ہے کہ اس زمین نے یہ صفت امانت حق تعالیٰ کی صفت امانت سے پائی ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ عادل ہیں اور عدل کے لیئے امانت لازم ہے اس معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لیئے صفتِ امانت ثابت کی گئی ورنہ اللہ تعالےٰ کے مشہور اسما میں اسم امین نہیں ہے تو) اُسی صفتِ عدل کا آفتاب اُس زمین پر روشنی ڈال رہا ہے پس زمین کی صفتِ امانت وعدل حق تعالیٰ کی صفت امانت وعدل کا فیض ہے) اور نیز زمین کے باعلم وخبر ہونے کا یہ اثر ہے کہ جب تک فصل بہار حق تعالیٰ کا فرمان نہیں لاتی اُس وقت تک زمین سبزہ وگل کو باہر نہیں نکالتی (جس طرح اہل عقل وشعور کہ حکم حاکم کا انتظار کیا کرتے ہیں) وہ ذات پاک ایسے جواد ہیں کہ ایک جماد محض کو (یعنی زمین کو کہ نباتات رحیوانات سے خارج ہے) ایسے علوم دے (جمع اس لیئے لائے کہ بیاں دو علم کا ذکر ہے ایک اس شعر میں پر تو دانش الخ اور دوسرا اس شعر میں تا نشان حق الخ جیسا دونوں کی شرح سے منکشف ہو چکا ہے) اور ایسی امانت دی (جس کا ذکر اس شعر میں ہے خاک امین الخ) اور ایسی درستی دی (علمی درستی تو علوم ہیں اور عملی درستی امانت ہے پس درستی میں سب صفاتِ مذکورہ داخل ہو گئیں) یہ حق تعالیٰ کا فیض لطف ہے جس سے وہ جماد (زمین) مثل ذی روح کے ہو جاتی ہے (کہ اُس میں صفات ذی روح کے سے پیدا ہو جاتی ہیں اور لطف علمی وعملی سے موصوف ہو جاتی ہے) اور اس صفت لطف کے ظہور سے خزان قہر (یعنی صفت قہر جس سے خزان ہو گئی تھی پوشیدہ ہو جاتی ہے (کیونکہ جب اسمار جمالیہ لطف ورحمت واحیار ونحو ہا کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تو اسماً جلالیہ قہر وغضب وامانت کے آثار باقی نہیں رہتے اسی طرح بالعکس اسکو اصطلاح میں توارد وتعاقب تجلیات وظہور اسمار متقابلہ ومتضادہ کہتے ہیں اور مسئلہ تجدد امثال اسی کی فرع ہے) غرض وہ جماد فضل خداوندی سے (یعنی فیض صفت لطف الٰہی سے) لطیف ہو جاتا ہے (جیسا اس سے قبل شعر میں کہا ہے ؎ آن جماد از لطف الخ) حقیقت میں جو چیز جو کسی خوب کی طرف سے ہوتی ہے وہ خوب ہی ہوتی ہے (پس حق تعالیٰ اپنے تمامی اسمار وصفات کے ساتھ جمیل ہیں جہاں اُن کا فیض ہوگا وہاں بھی جمال وکمال پیدا ہو جاوے گا خوب کہا ہے ؎ ہرچہ آن خسرو کند شیرین بود *) اور اُنکی ایسی قدرت ہے کہ (جب اُن کی صفات جمالیہ کا ظہور ہوتا ہے تو) اون کا فضل جماد کو باخبر کر دیتا ہے جیسا اوپر بیان ہوا اور (جب صفات جلالیہ کا ظہور ہوتا ہے اوسوقت) بڑے بڑے عقلار واہل علم کو اونکا قہر اندہا کر دیتا ہے (کہ امر حق اُن کو نظر نہیں آتا جیسا بلعم وابلیس وغیرہما) **ف** ان اشعار میں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ عالم مظہر ذات وصفات الٰہی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ذات مخلوقات جو کسی صفت خواہ وجود یا علم وقدرت یا غیر ذلک کے ساتھ موصوف ہوتی ہے اس اتصاف میں ذات وصفات الٰہی واسطہ ہے پس اتصاف حق بصفات قدیمہ واسطہ ہوا اور اتصاف خلق بصفات حادثہ ذی واسطہ ہوا اب سمجھو کہ ایک شی کا دوسری شے کے لیئے کسی صفت

ہیں واسطہ ہونا اسکی تین صورتیں ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ اُس صفت کے ساتھ حقیقۃً و بالذات واسطہ ہی موصوف ہو اور ذی واسطہ میں وہ صفت اصلا نہ ہو مگر چونکہ اوس واسطہ کے ساتھ اُس ذی واسطہ کو ایک قسم کا تعلق اور تلبس ہے اس لیئے مجازاً اُس کی طرف بھی اوس صفت کو منسوب کر دیتے ہیں پس حقیقۃً اتصاف صرف واسطہ کو ہوتا ہے اور مجازاً ذی واسطہ کو جس طرح کشتی واسطہ ہے کشتی نشین کے لیئے صفت حرکت میں کہ یہاں حرکت کے ساتھ صرف واسطہ یعنی کشتی موصوف ہے اور ذی واسطہ یعنی کشتی نشین مجازاً جس کا حاصل یہ ہے کہ کشتی نشین کو مطلق حرکت نہیں ہوتی مگر تلبس اور تعلق کی وجہ سے اوسکو بھی متحرک کہنے لگے ہیں اسکا نام واسطہ فی العروض ہے۔ دوسری صورت اسکا عکس یعنی وہ صفت ذی واسطہ میں پائی جاوے اور واسطہ میں اصلاً نہ ہو بلکہ وہ ذی واسطہ کو موصوف کر دینے میں سفیر محض ہو جیسے کپڑے کے رنگین ہونے میں صباغ واسطہ ہے کہ یہ صفت رنگین ہونیکی صرف ذی واسطہ یعنی کپڑے میں پائی جاتی ہے چنانچہ اُسی کو رنگین کہتے ہیں اور واسطہ یعنی صباغ میں یہ صفت مطلقاً نہیں پائی جاتی چنانچہ اُسکو نہیں کہا جاتا کہ وہ رنگین ہو گیا بلکہ محض کپڑے کے رنگین ہونے میں سفیر محض ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ اوس میں رنگینی کی صفت اصلاً نہیں ممکن ہے کہ وہ خود بھی کلاً یا بعضاً اپنے کو اُس رنگ سے رنگین کر لے مطلب یہ ہے کہ جو صفت کپڑے میں ہے بعینہٖ اوسکے ساتھ صباغ موصوف نہیں گو مستقل طور سے ایسی ہی صفت اوسمیں بھی پائی جاوے اوس کا ثبوت مستقل دلیل سے ہوگا اور یہ رنگینی کپڑے کی اُس رنگینی رنگریز کے لیئے مستلزم و دلیل نہ ہوگی اس کو واسطہ فی الاثبات کہتے ہیں۔ تیسری صورت یہ کہ وہ صفت واسطہ اور ذی واسطہ دونوں میں حقیقۃً پائی جاوے لیکن واسطہ میں پایا جانا علت ہو اور ذی واسطہ میں پایا جانا معلول ہو پس اتصاف واسطہ کا اولاً ہوگا اور اتصاف ذی واسطہ کا ثانیاً ہوگا جیسے قفل کھولتے وقت کنجی کو گھماتے ہیں تو ہاتھ واسطہ ہے حرکت میں اور کنجی ذی واسطہ حرکت دونوں کے ساتھ حقیقۃً قایم ہے مگر جنبش ہاتھ کی علت ہے اور جنبش کلید کی معلول اس کو واسطہ فی الثبوت کہتے ہیں پس واسطہ فی العروض و فی الاثبات میں صفت ایک ہی ہے دوسری صفت موجود ہی نہیں اور واسطہ فی الثبوت میں خود صفتیں دو ہیں جب یہ تمہید سمجھ میں آ گئی تو جاننا چاہیئے کہ حق تعالے کا واسطہ ہونا مخلوقات کے لیئے اُن کی صفات میں بمعنی فی العروض و فی الثبوت تو ہو نہیں سکتا فی العروض تو اسلیئے کہ اوس میں لازم آتا ہے کہ مخلوقات میں جتنی صفتیں ہیں وہ سب حقیقت میں حق تعالی ہی کی صفتیں ہیں اور مخلوق کی طرف محض مجازاً اون کی نسبت ہے اس لازم میں دو خرابیاں ہیں اول یہ کہ بعض صفات مخلوق میں ذمیم اور موجب منقصت ہیں جن سے تنزیہ حق تعالی کی واجب و منصوص ہے۔ دوسرے یہ کہ نصوص میں جا بجا صفات حمیدہ و ذمیمہ ہر دو کو مخلوقات کی طرف مسند و منسوب کیا ہے اور اسناد میں اصل حقیقت ہے جب اس لازم میں دو خرابیاں ہوئیں تو یہ باطل ٹھہرا جب لازم باطل ہوا تو ملزوم یعنی واسطہ فی العروض ہونا بھی باطل ٹھہرا البتہ اگر ان خرابیوں کے جواب میں یہ کہا جاوے کہ جو صفات مخلوق ذمیم ہیں

وہ ان مخلوقات کے فساد استعداد کی وجہ سے ہیں ورنہ اصل اور واسطہ ان کا بھی صفات جمیلہ الہٰیہ ہیں مثلاً
حق تعالیٰ کی صفت قابض نے بشر کے ساتھ تعلق فرمایا جن کی استعداد صالح تھی وہ قابض بالحق ہوئے
کہ اپنے حقوق پر اکتفا کرتے ہیں اور جنکی استعداد فاسد تھی وہ قابض بالباطل ہوئے کہ غصب و سرقہ
کرنے لگے جس طرح آفتاب کا نور کہ امر وحدانی بسیط ہے مختلف آئینوں کے ساتھ یکساں متعلق ہوا کہ سُرخ
آئینہ میں وہ نور سُرخ ہوگیا اور میں زرد علیٰ ہذا القیاس اور اس میں کوئی خرابی یقینی نہیں یہ تو خرابی اول کا جواب
دیا جاوے اور خرابی دوم کی نسبت یہ کہا جاوے کہ یہ مسئلہ کشفی ہے جب اسناد کے غیر حقیقی ہونے پر دلیل
قائم ہے تو اس اسناد کو مجازی کہا جاوے گا اس تاویل پر البتہ واسطہ فی العروض کی گنجائش نکل آوے گی
اور مدار اسکے ثبوت کا کشف ہوگا چنانچہ بہت حضرات کی تقریر سے یہ مضمون مستفاد ہوتا ہے اور مولانا کے
ان اشعار سے بھی ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے مگر اسمیں تین احتیاطیں ضروری ہیں اول یہ کہ اسکو مثل عقائد منصوصہ
کے داخل عقائد نہ کیا جاوے احتمال اُسکے غیر صحیح ہونے کا بھی رکھا جاوے۔ دوسرے یہ نہ سمجھے کہ مخلوقات میں
جس قدر اور جس حالت سے صفات وکمالات مشاہد ہوتے ہیں بس اللہ تعالیٰ میں کماً وکیفاً اسیقدر ہیں
اس سے زائد نہیں نعوذ باللہ منہ بلکہ دونوں میں تناہی و لاتناہی وکمال ونقصان کا بے حد تفاوت ہے تیسرے
تاویل مذکور چونکہ دقیق ہے اس لئے عوام کے روبرو اس کی تقریر نہ کرے اور جو خود بھی تاویل سمجھ میں نہ آوے تو
واسطہ فی العروض کو بالکل غلط سمجھے کیونکہ بالمعنی المتبادر در واقع میں وہ غلط ہے اور واسطہ فی الثبوت ہونا اسلیئے
صحیح نہیں کہ اول تو اس میں وہی خرابی لازم آتی ہے کہ جتنی صفات اچھی یا بُری مخلوقات میں حقیقۃً موجود ہیں وہ سب
حقیقۃً نعوذ باللہ باری تعالیٰ میں بھی پائی جاویں جس کا بطلان ابھی بیان ہوچکا اور اگر تاویل مذکور سے اسکی اصلاح بھی
کرلیجاوے تو دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ علت سے تخلف معلول کا محال ہے اور صفات باری تعالیٰ کی قدیم ہیں
پس اگر وہ علت صفات خلق کی ہونگی تو صفات خلق کا قدیم ہونا لازم آوے گا اور یہ عقلاً و نقلاً محال ہے چنانچہ
کتب کلامیہ میں مذکور ہے جب دونوں صورتیں واسطہ کی باطل ہوئیں اور واسطہ ہونا یقینی ورنہ استغنا ممکن کا
واجب سے لازم آوے گا پس واسطہ فی الاثبات کا حق ہونا متعین ہوگیا یعنی باری تعالیٰ اپنی قدرت وارادہ سے
مخلوق کو جو صفت چاہیں عطا فرماویں اور اللہ تعالیٰ بعینہٖ ان صفات سے منزہ ہیں اُن کی صفات مستقل دلائل
عقلی ونقلی سے ثابت ہیں اور ان صفات حادثہ کو اُن صفات قدیمہ سے بجز مشارکت لفظی کے (وہ بھی بعض
میں) کوئی مناسبت ومشارکت ومشابہت نہیں ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اس صورت میں مظہر
ہونا عالم کا بایں معنی ہے کہ جس طرح مصنوع دلالت کرتا ہے وجود صانع پر اور مکتوب دلالت کرتا ہے وجود
کاتب پر اور ظاہر ہے کہ دلیل سے مدلول کا علم وظہور ہوتا ہی ہے اور یہ مظہریت تمام اجزائے عالم کے لیئے عام
ہے مگر بعض مخلوقات جنکی بعض صفات اسماً ورسماً مناسب صفات حق تعالیٰ کے ہیں اُن میں ایک ایسی
مظہریت اور زائد ہے جیسے مثال مظہر و موجب وضوح ہوتی ہے ذی مثال کے لیئے ان میں سے چونکہ

انسان کو سب سے زیادہ مناسبت ہے اس لئے عارفین اُسکو مظہر جامع واتم کہتے ہیں یعنی باضافۃ دوسرے مخلوقات کے نہ بذاتہ باعتبار کمال فی نفسہ کے اس بنا پر ان اشعار میں بھی بعض اشیاء میں مظہریت زائدہ متحقق ہے اور واسطہ فی العروض و واسطہ فی الثبوت میں ذی واسطہ کا مظہر صفت واسطہ ہونا اظہر ہے۔ اور مولانا کا یہ شعر[عہ] آن جوادے کو جمادے را بداد الخ واسطہ فی الاثبات میں صریح ہے اور اسکے اوپر کے اشعار جو ظاہراً بشرط تاویل مذکور یا شعر واسطہ فی العروض کے ہیں واسطہ فی الاثبات کی طرف اس طرح راجع ہو سکتے ہیں کہ ابر و بحر وارض میں ان صفت کے ثابت ہو نیکے لیئے قدرت و ارادہ تو واسطہ ضرور ہے اور صفات باری تعالیٰ متلازم ہیں اس معنی کر اون کا جود وکرم و عدل وغیرہ سب واسطہ ہو گیا یہ ضرور نہیں کہ ان مخلوقات کا جود وکرم و عدل ہی بعینہ وہاں موجود ہے گو واسطہ فی العروض ماننے پر جمادے را بداد میں تاویل مطلق افاضہ کی گو بضمن فی العروض صحیح ہو سکتی ہے یہ تحقیق ہے مسئلہ مظہریت کی جو کہ ایک عنوان ہے تقریر مسئلہ توحید کا اور علاوہ اسکے چند عنوان اس مسئلہ توحید کے اور ہیں عینیت[عہ] و غیریت۔ وحدۃ الوجود[عہ]۔ اتحاد[عہ] وجود۔ توحید[عہ] ذاتی و صفاتی و افعالی چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ان پانچوں عنوانوں کی اپنے اپنے مواقع پر تحقیق گذر چکی والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً اور باقی تقریرات یا اونکی طرف راجع ہیں اُن میں سے تنزلات ستہ کی تقریر بھی ہے جس کا حاصل مظہریت ہے اور یا محض امثلہ و تشبیہات ہیں۔

تحقیق مسئلہ تجدد امثال و تعاقب و تجلیات

اشعار[عہ] مذکورہ میں ۵ زمہر پیر قہر را پنہاں کند۔ تجدد امثال کی طرف مشیر ہے جیسا اُس کی شرح میں تنبیہ کی گئی ہے خلاصہ اوس کا یوں کہا گیا ہے کہ حق تعالےٰ کے اسماء ہر وقت فاعل رہتے ہیں (گو یہ لازم عقلی نہیں مگر مکشوف ہے) پس احیاء کا جب فعل ہوا عالم موجود ہو گیا جب اماتت کا فعل ہوا سب معدوم ہو گیا اور چونکہ فعل کے لیئے محل کا قابل ہونا ضروری ہے اور احیاء کے لیئے میت ہونا شرط ہے اور اماتت کے لیئے حی ہونا اس لیئے حیات کے وقت احیاء کا تعطل اور موت کے وقت اماتت کا تعطل لازم نہیں آتا کیونکہ فعل پایا گیا مگر محل قابل نہ ہونے سے اثر نہیں ہوا

ذی شعور بودن اجزاء عالم

مولانا کا قول این[عہ] خبر ہا الخ او کند فضل خبیر ظاہراً مشعر ہے تمام اجزائے عالم کے ذی شعور ہونے پر

عہ جو عنوان ای دکے کہ آگے آویگا ۱۲ منہ۔

عہ اشعار مذکورہ سے مراد وہ ہیں جو سرخی بادر مظہر بیت کے تحت میں نقل ہوئے ہیں ۱۲ منہ۔

عہ یہ بھی اون ہی اشعار مذکورہ حاشیہ سابقہ میں ہے ۱۲ منہ۔

جیسا بہت اہل کشف نے تصریح فرمائی اور ظاہر کتاب و سنت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے گو ہم کو اس کا ادراک نہو

حقیقت عالم خلق و عالم امر

اہل کشف کو یہ بات مکشوف ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضے مخلوقات ذی مادہ و ذی مقدار پیدا کی ہیں انکو مادیات کہتے ہیں تمام اجسام علویہ و سفلیہ ایسے ہی ہیں اور بعضے مخلوقات مادہ و مقدار سے مجرد پیدا کی ہیں ان کو مجردات کہتے ہیں اور ارواح انسانیہ اور دیگر لطائف قلب و سر و خفی و اخفی ایسے ہی ہیں اور یہی مراد ہے صوفیہ کے اس قول سے کہ لطائف فوق العرش ہیں مادیات کو عالم خلق اور مجردات کو عالم امر کہتے ہیں اور گو متکلمین نے مجردات کا انکار کیا ہے مگر وہ انکار بلا دلیل ہے اور فلاسفہ گو اس کے قائل ہیں مگر ان کی یہ گمراہی ہے کہ اون کو قدیم کہتے ہیں اور عقول کے قائل ہیں اور عالم مثال جسکا ذکر پہلے آچکا ہے ان ہی دونوں عالم کے بین بین ہے یعنی غیر مادی ہونے میں عالم امر کے مشابہ ہے اور مقداری ہونے میں عالم خلق کے مشابہ ہے جیسے بعض حکماء کے نزدیک بعد مجرد کی حالت ہے چونکہ عالم امر میں مقدار نہیں اور حدود و خواص مقدار سے ہیں اسلئے عالم امر غیر محدود ہوا اور چونکہ اوس میں مادہ بھی نہیں اور زیادہ تر علت انفعال و ضعف کی یہی مادہ ہے اس لیئے اون عالم کے موجودات میں قوت بھی زیادہ ہے۔

حقیقت تہذیب اخلاق

ریاضت سے اخلاق ذمیمہ کے اصول کا ازالہ نہیں ہوتا بلکہ اون کی تہذیب ہو جاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اون اصول کے آثار کا امالہ ہو جاتا ہے یعنی اون اخلاق کا مصرف بدل جاتا ہے مثلاً کسی شخص میں منجملہ اخلاق رذیلہ کے بخل اور غضب موجود ہو تو ریاضت سے اس کی جڑ نہیں جاتی کہ غضب و بخل ہی نہ رہے بلکہ تہذیب اس طرح ہو جاتی ہے کہ پہلے مواقع خیر میں بخل کرتا تھا اور بندگان نیک پر غصہ کرتا تھا اب نامشروع کاموں میں بخل کریگا اور مبغوضان الٰہی اور اپنے نفس پر غصہ کریگا تو اسباب بعد اسطرح اسباب قرب بن گئے ہیں کذا قال شیخی اور اس سے اوس اختلاف کا بھی فیصلہ ہو گیا کہ ریاضت سے تبدیل اخلاق ہو سکتی ہے یا نہیں اس سے معلوم ہو گیا تبدیل اصول تو نہیں ہو سکتی حدیث میں ہے اذا سمعتم برجل زال عن جبلتہ فلا تصدقوہ اور تبدیل آثار و مصارف ہو سکتی ہے اس لئے حکم ہے مجاہدہ و ریاضت کا۔

توجیہ خیال و وہم بودن عالم

از سبب سوزیش من سودائیم	وز خیال آتش چو سوفسطائیم

تشبیہ بہ سوفسطائی سے یہ معلوم ہوا کہ بعض صوفیہ کے کلام میں جو عالم کا اوہام وخیالات ہونا مذکور ہے مراد اس سے ثبوت و تحقق کی نفی نہیں ہے ورنہ یہ عین سوفسطائیت ہے پھر تشبیہ غلط ہوگی بلکہ مقصود نفی استقلال بالوجود کی ہے جیسا تقریر وحدۃ الوجود میں گذر چکا ہے۔

ممانعت مرید از مفارقت مرشد

مرید کو پیر سے قبل از تکمیل بلا ضرورت شدید علیحدگی نہ چاہیئے بلکہ اوسکی صحبت وخدمت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

توجہ ہمراہ بودن باطن شیخ با طالب در مسافات بعیدہ

گفت جانم از محبان دور نیست	لیک بیرون آمدن دستور نیست

وزیر نے جواب دیا کہ گو میرا جسم بظاہر بعید ہے مگر میری جان اہل محبت سے دور نہیں یعنی جان اور باطن کے اعتبار سے میں تم سے قریب ہوں لیکن باہر نکلنے کی اجازت نہیں (اللہ تعالیٰ کیا عیسیٰ علیہ السلام کی) **ف** اس میں مولانا نے اشارہ کیا ہے کہ اگر پیر سے محبت کامل ہو تو ظاہری دوری مانع فیض نہیں حدیث المرء مع من احب اسکی موید ہے یہی محبت معیت روحانی ہے مگر یہ اوس شخص کے لیئے ہے جس کو تعلیم کی حاجت نہ رہی ہو صرف تقویت نسبت میں مشغول ہو ورنہ بدون قرب جسمانی کام نہیں چلتا البتہ ثواب اور برکت ضرور ہے اس مضمون کو بعض صوفیہ ان الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں کہ باطن پیر ہر جگہ ہے جسکے معنی سمجھنے میں عوام الناس غلطی کرتے ہیں کہ پیر نعوذ باللہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے سو یہ یقیناً غلط اور خلاف واقع ہے گو بطور خرق عادت وکرامت کے گاہے ایسا بھی واقع ہوا ہے مگر یہ امر نا مستمر ہے اور نہ ضروری ہے کہ جب پیر کی شکل نظر آوے تو وہ سچ مچ پیر ہی ہو بعض اوقات کوئی فرشتہ وغیرہ اوس شکل میں نظر آجاتا ہے بلکہ معنی اس جملے کے یہ ہیں کہ باطن اصطلاح میں اوس اسم الٰہی کو کہتے ہیں جس کا کسی مخلوق میں ظہور ہو (ظہور کے معنی مسئلہ ظاہر ومظہر میں بیان ہو چکے ہیں) پس شیخ کامل میں اسم ہادی کا فیض ظاہر ہے سو باطن شیخ سے مراد اسم ہادی ہوا چونکہ وہ حق تعالیٰ کی صفت ہے مکان وزمان سے منزہ ہے اور اُس کا نور وفیض عام اور محیط ہے اس اعتبار سے کہدیا جاتا ہے کہ باطن شیخ ہر جگہ ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ صفت ہادی کا فیض کسی زمان ومکان کے ساتھ خاص نہیں اور چونکہ قابلیت اوس فیض حاصل کرنے کی شیخ کی صحبت وتعلیم سے نصیب ہوتی ہے اس لئے باطن کو شیخ کی طرف بادنیٰ ملابست مضاف کر دیتے ہیں کذا قال مرشدی رح۔

معنی افضل دانستن شیخ خود را از ہمہ

اللہ اللہ خلق را فریاد رس	ایکہ چون تو در زمانہ نیست کس

اس شعر میں اشارہ ہے کہ اپنے شیخ کو سب سے افضل جاننا چاہیئے اس کی تفسیر یہ ہے کہ یوں اعتقاد کرے اور یقین کے ساتھ سمجھے کہ زندہ بزرگوں میں میری تلاش و جستجو سے ان سے زیادہ مجھ کو نفع پہونچانے والا ملنے کی امید نہیں کذا قال مرشدی رہ اس تفسیر سے سب اشکالات مرتفع ہوگئے یعنی یہ لازم آیا کہ اولیائے سابقین سے اسکو افضل سمجھے نہ یہ سمجھے کہ معاصرین میں عند اللہ اس سے کوئی افضل نہیں کیونکہ یہ دونوں اعتقاد آیۂ وفوق کل ذی علم علیم کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہیں اور وجہ اعتقاد مذکور کے ضروری ہونے کی یہ ہے کہ بدون اس کے سمجھے ہوئے قلب کو یکسوئی نہیں ہوتی بلکہ ہر وقت ڈانوا ڈول رہتا ہے کہ شاید اور کسی جگہ سے زیادہ نفع پہونچے اور بدون یکسوئی کے کوئی ایسا کام نہیں بن سکتا جس میں پوری توجہ کی ضرورت ہو جیسا ذکر و شغل کا حال ہے۔

ممانعت مشایخ را از معاملہ کردن باطالبان فوق استعداد ایشان

برضعیفان قدر قوت کار نہ	چار پا را قدر طاقت بار نہ
طعمۂ ہر مرغ انجیرے کے ست	دانۂ ہر مرغ اندازہ وی ست
طفل مسکین را ازان نان مردہ گیر	طفل را گر نان دہی برجای شیر
ہم بخود گردد دلش جویائی نان	چونکہ دندانہا بر آرد بعد ازان
لقمۂ ہر گربہ دراں شود	مرغ پر نارستہ چوں پران شود
بے تکلف بے صفیر نیک و بد	چوں بر آرد پر پرد او بخود

(یہ سب منقولہ مولانا کا ہے بطور انتقال کے قصہ سے طرف تعلیم کے جیسا مولانا کا طریقہ مستمرہ ہے۔

ف ان تمثیلات کے ضمن میں مشایخ کے لیئے ایک دستور العمل تبلانا منظور ہے کہ طالبوں کو ان کی استعداد سے زیادہ تعلیم کرنا یا کوئی معاملہ کرنا یا بلا کمال کے خلافت دینا نہ چاہیئے چنانچہ ایک تمثیل یہ ہے کہ) چار پایہ پر اس کی طاقت کے قدر بوجھ رکھنا چاہیئے اسی طرح ضعیفوں پر ان کی قوت کے قدر کام ڈالنا چاہیئے۔ دوسری تمثیل یہ ہے کہ ہر مرغ کا دانہ اور خوراک اسکے اندازہ کے موافق ہے بھلا ہر مرغ کی غذا انجیر کب ہوسکتی ہے۔ تیسری تمثیل یہ ہے کہ اگر لڑکے کو بجائے دودہ کے روٹی دینے لگو تو اس غریب کو اس روٹی کی بدولت مردہ ہی سمجھ رکھو ہاں جب اسکے دانت نکل آویں گے اس کے بعد اس کا دل خود روٹی کا خواہاں ہونے لگے گا۔ چوتھی تمثیل یہ ہے کہ جس پرندہ کے پر نہ جمے ہوں اگر وہ

اڑنا شروع کردے تو یقیناً بلیوں کا لقمہ بنے گا اور جب اُس کے پر نکل آویں تو وہ خود بلاتکلف بلا احتیاج اس کے کہ کوئی آدمی بھلا برا اسکو آواز دے اڑنے لگتا ہے اسی طرح جب مبتدی کے ساتھ منتہی کا سا معاملہ کیا جاوے گا یا وہ خود مستقل بننا چاہے گا جیسا کہ تمثیل چہارم میں پرّاں شود سے اشارہ معلوم ہوتا ہے تو وہ ضرور تباہ و ہلاک ہوگا کیونکہ ابتدا میں اُسکو ضرورت صحبت کی ہے جو بجائے شیر کے ہے البتہ جب اُسکو بلا واسطہ فیض ہونے لگے اور مقام تمکین حاصل ہوجاوے جو بجائے دانت نکلنے کے ہے اُس وقت ترک صحبت کا مضائقہ نہیں ورنہ پنجہ شیطان میں کہ مشابہ گربہ دڑاں کے ہے گرفتار ہوگا اور بوجہ ناتجربہ کاری عقبات سلوک کے خدا جانے کس جہالت و ضلالت میں مبتلا ہوجاویگا کذا قال مرشدی)۔

منع بدگمانی بر شیخ کامل بر قولے یا فعلے خلاف ظاہر

گر ابینم منتہم بود این	گر بگویم آسمان را من زمین

ف اس شعر میں اشارہ ہے کہ شیخ کامل جو جامع شریعت و طریقت و علم و عمل کا ہو اگر کوئی کام مرید کی فہم و قیاس سے خارج کرے یا کوئی کلام اُس سے ایسا صادر ہوجاوے تو اُسپر بدگمانی کرنا جائز نہیں بلکہ اپنی فہم کا قصور سمجھے کہ اُسکے کنہ اور حقیقت تک نہیں پہونچی اور واقع میں وہ کام خلاف نہ ہوگا البتہ مرید کو کسی خلاف شرع امر کا حکم کرے تو جب تک اُسکا موافق شرع ہونا سمجھ میں نہ آجاوے اُس پر عمل جائز نہیں حدیث میں ہے لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق لیکن اُسکی خدمت میں انکار یا گستاخی یا اعتراض سے پیش نہ آوے بلکہ باادب عذر کردے اور اُس کی کنہ دریافت کرنے کے لئے عرض کرے بعد اطمینان عمل کرے۔

مراقبہ توحید و مشورہ متاخرین درین باب

ما چو نائیم و نوا در ما ز تست	ما چو کوہیم و صدا در ما ز تست

ف مقصود مولانا کا مراقبہ توحید کی تعلیم ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے اور تمام مخلوقات کے جمیع افعال و حرکات و سکنات و تغیرات میں حق جل و علا شانہ کے موثر و خالق ہونے کا ہر وقت استحضار رکھے اور ہر چند یہ امر داخل عقائد ہے مگر اعتقاد میں تصدیق اجمالی کافی ہے اور ہر مراقبہ میں استحضار اور ہر ہر جزو پر تفصیلی توجہ زائد ہے کیفیت اضمحلال خلق کی اسی کی بدولت پیدا ہوتی ہے اور شعب توحید سے یہ ایک شعبہ ہے مگر محققان حال نے مطلقاً اہل زمانہ کو مراقبہ توحید سے منع فرما دیا ہے کیونکہ مسئلہ نازک ہے اور فہم ناقص اس لئے لغزش کا اندیشہ ہے کذا قال مرشدی رح اور یہ احقر عرض کرتا ہے کہ علاوہ نقصان

فہم وقلت علم کے عشق ومحبت الٰہی میں بھی کمی ہے ایسی حالت میں جب ہر شئے کو مستند الی الحق سمجھے گا اور وسائط واسباب سے مطلق نظر اُٹھ جاوے گی اور قلت محبت الٰہی نے بعض واقعات میں رضا وتسلیم میں کمی ہو گی تو وہ تنگی اور کدورت نعوذ باللہ حق جل وعلاشانہ کی طرف سے ہو گی اس وجہ سے جب تک کہ علم وفہم وعشق سب کامل نہ ہوں یہ مراقبہ ممنوع ہو گا فقہی قاعدہ بھی ہے کہ جس مستحب میں مفاسد کا اندیشہ ہو وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

معنی بودن عطا بمقتضائے استعداد

ما نبودیم وتقاضا ما نبود	لطف تو نا گفتہ ما می شنود

یہی معنی ہیں اس قول کے جس چیز کو استعداد مقتضی تھی وہ عطا کی گئی اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ استعداد عطا کے لئے علت یا جزو علت ہے اور ہم استعداد کی وجہ سے مستحق ہو گئے تھے کیونکہ استعداد ایک امر عدمی ہے اُس میں صلاحیت علت ہونے کی کب ہو سکتی ہے نہ ہمارا کوئی استحقاق تھا علت سب کی رحمت ومشیت حق تعالےٰ کی ہے جسکے استحقاق کی کوئی علت نہیں۔

معنی قرب فرائض وقرب نوافل

جاننا چاہیئے کہ جب بندہ ریاضت ومجاہدہ کرتا ہے تو اس کے صفات رذیلہ ودواعی شہوت وغضب زائل ہو جاتے ہیں اور اُس کے نفس میں ایک ملکہ راسخہ حب مرضیات حق وبغض نامرضیات حق کا پیدا ہو جاتا ہے جس سے بلا تکلف اعمال حسنہ وافعال محمودہ صادر ہوتے ہیں اور اعمال قبیحہ وافعال ذمیمہ قریب قریب معدوم ہو جاتے ہیں ایسے شخص کی نسبت حدیث میں آیا ہے فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ یعنی اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میں اُس کے کان اور آنکھ اور ہاتھ پاؤں بنجاتا ہوں اس کے ظاہری معنے مراد نہیں ہیں کہ عقلاً ونقلاً محال ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ اُسکے اعضا وجوارح سے سب افعال میری مرضی کے موافق سرزد ہوتے ہیں پس گویا میں ہی اُسکے اعضا بنجاتا ہوں پس کلام تشبیہ وتمثیل پر محمول ہے چونکہ مجازاً اس حدیث میں حق تعالیٰ کو آلہ اور عبد کو فاعل کہا گیا ہے کہ یسمع ویبصر وغیرہ کی اسناد عبد کی طرف ہے صوفیہ کرام نے اسی اطلاق کا اتباع کرکے یہ عنوان مقرر کیا ہے کہ بندہ فاعل اور حق تعالیٰ آلہ بنجاوے اور چونکہ حدیث میں اس مرتبہ کا حصول تکثیر نوافل پر وارد ہے چنانچہ حدیث مذکور میں عبادت مذکورہ سے پہلے یہ جملہ ہے وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ الخ اور مجاہدہ وریاضت میں تکثیر نوافل لازم ہے خواہ نماز ہو یا روزہ یا کثرت مراقبات یا تقلیل شہوات اسلئے صوفیہ اتباعاً للحدیث اس مرتبہ کو

قرب نوافل کہتے ہیں اور چونکہ اس میں صفات و افعال رذیلہ کا ازالہ ہوا ہے اسلئے فنا رصفات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ دوسرا قرب اعلیٰ درجہ کا ہے یعنی عبد کی ہستی ایسی مضمحل ہو جاوے کہ اپنی قدرت و ارادہ کو قدرت و ارادہ حق کے روبرو ذوقی طور پر کالفانی وکالعدم جاننے لگے اور افعال و اعمال میں بمنزلہ آلہ محضہ کے ہو جاوے اور حق تعالیٰ کی موثریت مستقلہ پیش نظر ہو جاوے اس مرتبہ کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ حق فاعل ہو جاوے اور عبد آلہ بنجاوے اور چونکہ یہ اول سے اعلیٰ ہے کیونکہ اول میں صرف فنار رذائل تھا فنای اختیار نہ تھا اور اس میں فنای اختیار ہے اس لئے اس سے اعلیٰ ہوا اور حدیث میں تقرب بالفرائض کو تقرب بالنوافل سے اعلیٰ و افضل کہا گیا ہے چنانچہ اسی حدیث کا سب سے اول جزو یہ ہے و ماتقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیہ اس لئے موافقۃ للحدیث صوفیہ اس کو قرب فرائض کہتے ہیں۔ اور چونکہ اسمیں سالک کو اپنی صفات ذاتیہ قدرت و اختیار بھی نظر نہیں رہی اسلئے فنای ذات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

وہبی بودن دولت معرفت و وصول الی اللہ

اونماید ہم بدلہا خویش را	او بدوزد خرقۂ درویش را

ف کلمہ حصر میں اشارہ اسطرف ہے کہ معرفت و وصول حق سبحانہ تعالیٰ کا مکتسب نہیں ہے بلکہ محض موہوب ہے اور اس کی کیا تخصیص ہے بلکہ جس قدر اسباب اپنے ثمرات و مقاصد کے لئے موضوع ہیں مثلاً پانی پینا سیرابی کے لیئے علاج کرنا صحت کے لیئے غور و فکر کرنا رائے صحیح سمجھنے کے لیئے ان سب کے ثمرات محض منجانب اللہ ہیں مگر عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ مباشرت اسباب کے بعد ثمرات عطا فرما دیتے ہیں اور بدوں اسباب کے کم دیتے ہیں اسلئے اسباب کا معطل ہونا لازم نہیں آیا پس انسان مجاہدہ و ریاضت و طلب میں کمی نہ کرے مگر موثر حصول مقصود میں حق تعالیٰ کی عنایت کو سمجھے۔

تحقیق احکام روح و معنی حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ

منبسط بودیم و یک جو ہر ہمہ	بے سر و بے پا بدیم آں سر ہمہ
یک گوہر بودیم ہمچون آفتاب	بے گرہ بودیم و صافی ہمچو آب
چوں بصورت آمد آن نور سرہ	شد عدد چوں سایہائے کنگرہ
کنگرہ ویراں کنید از منجنیق	تارود فرق از میان ایں فریق

ف اشعار مذکورہ میں روح کے لئے پانچ حکم ثابت کئے ہیں۔ بسیط ہونا۔ واحد ہونا۔ غیر مادی ہونا روح کے لیئے مظاہر کا کثیر ہونا۔ اسکے مظاہر سے نظر اٹھا لینے سے اس کا مشہود ہونا سو اسکی مختصر تقریر

کی جاتی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ ہرچند کہ کنہ و حقیقت روح کی نسبت یقینی طور پر کسی امر کا دعویٰ مشکل ہے مگر اہل کشف کے کلام سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ روح ایک شئے حادث ہے اور عالم امر سے ہے یعنی مادہ سے مجرد ہے عالم خلق سے نہیں یعنی مادی نہیں تحقیق عالم خلق و عالم امر کی پہلے گذر چکی ہے اور اصل روح ایک ہے اُسکو روح اعظم کہتے ہیں اور وہی تمام موجودات عالم کے ساتھ متعلق ہے اور یہ تعلق بطور حلول کے نہیں بلکہ بطور تصرف و تدبیر کے ہے اور اسی کا فیض تمام اشیاء پر حسب اختلاف استعداد مختلف طور پر فائض ہے ادنیٰ درجہ کا فیض جمادات پر ہے کہ اُسکی بدولت صرف اُنکی ترکیب محفوظ ہے اور اس سے زیادہ نباتات پر ہے کہ علاوہ حفظ ترکیب کے اُن میں نشو ونما بھی ہوتا ہے اُس سے زیادہ حیوانات پر کہ علاوہ حفظ ترکیب و نشو ونما کے اُن میں حس و حرکت بھی ہے اس سے زیادہ جن و انسان پر ہے کہ علاوہ حفظ ترکیب و نشو ونما و حس و حرکت کے اُن میں عقل مدرک کلیات بھی ہے اور پھر انسان پر اور بھی زیادہ کہ اُس میں قابلیت عشق و معرفت الٰہی کی سب سے زیادہ ہے یہ سب فیوض اُسی روح اعظم کے ہیں لیکن ان فیوض کے پہونچنے کے لیئے روح اعظم اور عالم اجسام کے درمیان کچھ وسائط بھی ہیں کہ وہ بھی روح کہلاتے ہیں اور وہ ہر شئے اور ہر شخص کے ساتھ جدا جدا متعلق ہے اور اس روح اعظم کو روح سراجی اور ان ارواح جزئیہ کو روح زجاجی بھی کہتے ہیں اور ان ارواح جزئیہ کو ارباب الطلسم و ارباب الانواع بھی کہتے ہیں اور یہ احکام خمسہ روح اعظم کے لیئے ثابت کئے جاتے ہیں چونکہ وہ واحد ہے اسلئے حکم ثانی صحیح ہوا اور چونکہ عالم امر سے ہے اس لیئے حکم ثالث صحیح ہوا اور چونکہ مرکب ہمیشہ مادی ہوتا ہے اور یہ مادی نہیں اس لیئے حکم اول صحیح ہوا۔ اور چونکہ ارواح جزئیہ اسکے مظاہر و وسائط فیض ہیں اسلیئے حکم رابع صحیح ہوا۔ اور اشیاء کثیرہ سے نظر اٹھا کر ایک پر رہجانا بدیہی امر ہے پس حکم خامس بھی صحیح ہوا۔ اور جاننا چاہیئے کہ روح اعظم کو تجلی حق بھی کہتے ہیں کیونکہ تجلی کہتے ہیں ظہور کو اور ہر مصنوع اپنے صانع کا ظہور ہوتا ہے اور اگر اُسکو کسی وجہ سے صانع کے ساتھ مناسبت زیادہ ہو تو اُس سے زیادہ ظہور ہوتا ہے اور روح اعظم کو مناسبت زیادہ ہے جیسا بیان ہوا اس لیئے اس کو تجلی حق کہنا زیبا ہوا اور صورت حق بھی اس معنی کر کہتے ہیں کیونکہ صورت کے معنی بھی ظہور کے ہیں اور یہی معنی ہیں حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کے۔

مسئلہ تعظیم آثار و تبرکات مقبولان الٰہی

جاننا چاہیئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے آثار و تبرکات کی تعظیم اور وقعت دلیل محبت و موجب تنویر قلب ہے مگر اس شرط سے کہ حدود شرعیہ سے اعتقاداً یا عملاً تجاوز نہونے پاوے کیونکہ شرع میں احکام مقصود بالذات ہیں اور یہ امور مقصود بالعرض تو مقصود بالعرض کے واسطے مقصود بالذات کی تغییر جائز نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ ایسی تعظیم مفرط متجاوز عن الحد الشرعی میں اللہ تعالیٰ

تصرفات واختیارات عالم میں جاری وساری دیکھ رہا ہے اس لئے باوجود اس اعتقاد کے کہ ہم کو بھی واقع میں کچھ اختیار دیا گیا ہے اُس اختیار خداوندی کے روبرو اپنے اس اختیار ضعیف کو محض عادم تو نہیں مگر کالعدم سمجھتا ہے جیسا وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں وجود ضعیف کا مضمحل ہونا وجود قوی کے سامنے بیان کیا گیا ہے یہ جبر محمود کہلاتا ہے اور یہ عارفین کا مذاق ہے اور کتاب وسنت اسکو رد نہیں کرتے بلکہ مؤید ہیں اور اسکے حاصل ہونے کا اثر طاعات کا زائد و کامل ہو جانا اور خلاف مرضی الٰہی ارادوں کا فنا ہو جانا ہے +

تحقیق تجدد امثال بعنوان دیگر

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتیست ۔۔ مصطفی فرمود دنیا ساعتیست

فکر ما تیریست از ہو در ہوا ۔۔ در ہوا کے پاید آید تا خدا

ہر نفس نو می شود دنیا و ما ۔۔ بیخبر از نو شدن اندر بقا

عمر ہمچو جوی نو نو می رسد ۔۔ مستمری می نماید در جسد

آن ز تیزی مستمر شکل آمدست ۔۔ چوں شرر کش تیز جنبانی بدست

شاخ آتش را بجنبانی بساز ۔۔ در نظر آتش نماید بس دراز

ایں درازی مدت از تیزی صنع ۔۔ می نماید سرعت انگیزی صنع

طالب ایں سر اگر علامہ ایست ۔۔ نک حسام الدین کہ سامی نامہ ایست

وصف او از شرح مستغنی بود ۔۔ رو حکایت گو کہ بیگہ مے شود

درازی مدت بتندا۔ می نماید بمعنی معلوم می شود خبر۔ از تیزی جار مجرور متعلق بہ می نماید۔ سرعت انگیزی بدل از تیزی۔ طالب بمعنی محقق مجاز العلاقہ آنکہ طلب سبب محققیت می شود کما قال تعالی کانک حفی عنہا۔ حسام الدین مراد مطلق عارف کذا قال مرشدی رح۔ سامی عالی۔ عارف را سامی نامہ تشبیہا باعتبار جامعیت اسرار فرمودہ چنانچہ گفتہ شدہ ہست وانت الکتاب المبین الذی الخ وممکن ست کہ سامی نامہ در ترکیب مثل خوشہرو باشد یعنی آنکہ نامہ اعمالش بلند رتبہ باشد بسبب اندراج حسنات دروے نہ سیئات۔ یہاں سے بیان ہے مسئلہ تجدد امثال کا بطور تفریع کے ماقبل پر کیونکہ اوپر مذکور ہوا تھا کہ کلام قوت عاقلہ سے پیدا ہوا تھا اور پھر اُسی کی طرف رجوع ہو گیا اور ظاہر ہے کہ اگر پھر اُسی کلام کا تکلم کرنا چاہیں تو پھر اُس کو خارج کی طرف رجعت ہوتی ہے پس اس کلام پر اس طرح پر وجود و عدم علے سبیل التعاقب طاری ہوتے ہیں اسی کو اول بطور تفریع فرمایا بعد اس کے پھر ترقی کر کے فرمایا کہ تنہا یہ اندر باعتبار کلام کے اسکی کیا تخصیص ہے تمام عالم میں یہی قصہ ہو رہا ہے کہ برابر اُسپر عدم و

وہ جو علی سبیل التعاقب طاری ہو رہا ہے یعنی ایک آن میں وہ معدوم ہوتا ہے پھر دوسری آن میں موجود ہوتا ہے وعلی ہذا القیاس۔ یا مناسبت وارتباط کی یوں تقریر کیجاوے کہ جب قوت عاقلہ کے تصرف سے اُس کا محل تصرف یعنی کلام آناً فاناً وجود وعدم کو قبول کر رہا ہے تو اسمار الہیہ کے تصرف سے اُن کا محل تصرف یعنی عالم اس تعاقب وجود وعدم کو بدرجہ اولیٰ قبول کرے گا کیونکہ فاعلیت اسمار الہیہ کی یقیناً قوت عاقلہ کی فاعلیت سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ کجا قدیم وکجا حادث پس ارشاد فرماتے ہیں کہ) پس (مضمون بالا سے معلوم ہوا کہ) تمہارے واسطے ہر لحظہ موت اور رجعت (کلام کی) حاصل ہے (اور اسکی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ) مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الدنیا ساعۃ دنیا ایک ساعت ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک ساعت لطیفہ یعنی آن سے زیادہ کسی حادث کی عمر نہیں تو اسکے عموم میں تمہاری حالت مذکورہ بھی داخل ہو گئی **ف** بندہ راقم کہتا ہے کہ مجکو اس حدیث کی تحقیق نہیں اور نیز یہ معنی خلاف متبادر ہیں ظاہر معنی اس قول کے یہی ہیں کہ دنیا ناپائداری میں مثل ایک ساعت کے ہے لیکن اس کا حدیث نہونا یا اس کے یہ معنی نہ ہونا اصل مسئلہ میں مضر نہیں کیونکہ یہ مسئلہ کشفی ہے کشف کے لیئے ثابت بالنقل ہونا ضروری نہیں البتہ مخالف نقل نہ ہونا ضروری ہے سو یہ مسئلہ کسی نقل شرعی کے مخالف نہیں اب اس تفریع میں تو کلام کے بے بقا ہونے کا بیان تھا اب آگے فکر وصورت ذہنیہ کا بے بقا ہونا بیان کرتے ہیں کہ) ہمارے فکر وخیالات کی ایسی مثال جیسے کوئی شخص اوپر ہوائی تیر چھوڑے اسی طرح ہماری فکر حق تعالے کی طرف سے آتی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ تیر ہوا میں نہیں رہتا تیر انداز کے پاس آکر گرتا ہے اسی طرح ہمارے افکار وخیالات بوجہ حادث ہونے کے ہمارے پاس باقی نہیں رہتے حق تعالیٰ کی طرف راجع ہوتے ہیں (حاصل اس تمثیل کا اشارہ ہے ایک استدلال کی طرف تقریر اُسکی یہ ہے کہ حادث کو بقا نہیں ہوتا اور بقار شامل ہے بقار قلیل وبقار کثیر کو پس لامحالہ فوراً وہ فنا ہو جاوے گا اور یہ شبہہ نہ کیا جاوے کہ آخر وجود کے ساتھ بھی تو موصوف ہوتا ہے اگرچہ ایک آن کے لیئے سہی تو وہ بھی بقا ہو گیا۔ جواب اس کا ظاہر ہے کہ بقار زمانی ہے آنی نہیں پس وجود فی الآن سے بقا لازم نہیں آتا البتہ یہ مقدمہ خود قابل کلام رہا کہ حادث کو بقا نہیں ہوتا سو انصاف یہ ہے کہ اسپر کوئی دلیل قطعی عقلی قائم نہیں ہوئی نہ اعراض میں نہ جواہر میں البتہ اکابر نے اسکو کشفی فرمایا ہے اور تقابل اسمار اسکی وجہ فرمائی ہے جیسا عنقریب آتا ہے اور وہ مسئلہ بھی کشفی ہے اب سمجھو کہ یہاں تک کلام اور فکر کے بے بقا ہونے کا مذکور تھا جو دونوں مقولہ عرض سے ہیں اب بطور عموم کے تمام حوادث کے لئے اس حکم کو ثابت کرتے ہیں کہ) ہر دم تمام عالم از سر نو پیدا ہو رہا ہے اور ہم اس نو پیدائی سے اس ظاہری بقا کی وجہ سے بیخبر ہو رہے ہیں پس (واقع میں) عمر ہر دم تازہ تازہ پہونچتی جاتی ہے جس طرح نہر میں پانی چلتا ہے اور برابر اوپر سے نیا پانی آتا ہے (مگر) وہ عمر (وبوجود جسم میں (مثلاً) مستمر ودائم معلوم ہوتا ہے (جس طرح نہر کا پانی سرسری نظر سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایکسا ہی پانی

ہے جو نظر آرہا ہے حالانکہ پہلی آن میں جو پانی کسی مقام پر موجود تھا وہ بوجہ جریان کے بہت دور نکل گیا مگر بوجہ
اتصال جریان وتماثل اجزائے مائیہ کے اُسکا آگے کو چلا جانا اور دوسرے اجزاء کا اُسکی جگہ چلا آنا متمیز نہیں
ہوتا ہے یہی حالت وجود کی ہے کہ آن مقدم کا وجود اور ہے اور آن موخر کا وجود اور درمیان میں عدم طاری
ہوگیا ہے ورنہ وجودین میں تغایر نہوتا مگر بعلت تماثل حصص وجودات اور درمیان میں فصل کے معلوم نہونے سے
شبہہ پڑتا ہے کہ وہ ایک ہی وجود باقی چلا آتا ہے غرض) وہ تیزی کی وجہ سے بشکل مستمر و باقی معلوم ہوتا ہے
اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شعلہ ہاتھ میں لیکر اُسکو زور سے جاری جلدی گھماوے یعنی کسی سُلگی ہوئی لکڑی کو
خوب اہتمام و کوشش سے جنبش دو تو دیکھنے میں تمام آگ ہی آگ دور تک پھیلی ہوئی نظر آتی ہے حالانکہ آگ
صرف اُس مسافت حرکت کے ایک خاص اور نہایت ہی قلیل جزو میں ہے مگر سرعت حرکت سے وہ آگ
تمام مسافت کو گھیرے ہوئے معلوم ہوتی ہے یہی حالت بقاء حوادث میں سمجھو کہ) یہ درازی مدت کی یعنی
طول بقا تیزی صنعت کی وجہ سے (یعنی وجود جاری جاری عطا فرمانے سے) جسکو سرعت انگیزی صنع بھی
کہہ سکتے ہیں موہوم ہوتا ہے اور ایسے دقیق راز کا واقف اور ماہر اگر کوئی علامہ ہے تو وہ عارف ہی ہے
جو (بجائے خود) کتاب الاسرار ہو یا یوں کہئے کہ جس کا [illegible] بوجہ تنزہ عن السیئات کے) بلند مرتبہ ہو
(اشارہ اس طرف ہے کہ دولت عرفان کی بدولت تقوی کے نصیب ہوتی ہے) [illegible] عارف ایسا ہے جسکا
وصف شرح سے مستغنی ہے (اس وجہ سے) اس سے درگذر کرو اور [illegible] بیان کردکہ [illegible] ناوقت ہوا جاتا ہے

ف مسئلہ تجدد امثال کی تقریر اور [illegible] کی مثال سب ان اشعار کی شرح کے ضمن میں مفصل مذکور ہو چکی ہے اب صرف
اس وعدہ کا ایفا باقی رہا کہ تقابل اسماء پر اسکو مبنی کہا گیا ہے مختصر تحقیق اُسکی یہ ہے کہ یہ امر کشف سے ثابت
ہوا ہے کہ اللہ تعالی کا کوئی اسم کسی وقت معطل نہیں اور اُن میں سے محیی اور ممیت بھی ہے پس یہ دونوں بھی
ہر وقت اپنا کام کرتے ہیں اور محیی کا کام وجود دینا ہے اور ممیت کا کام فنا کردینا اور ظاہر ہے کہ ایک وقت
میں دونوں اثر جمع ہو نہیں سکتے پس لامحالہ علی سبیل التعاقب دونوں اپنا اپنا کام کریں گے۔ اور اس پر
یہ شبہہ نہ کیا جاوے کہ جسوقت ایک اسم اپنا فعل کر رہا ہے اُسوقت دوسرے کا تعطل لازم آوے گا کیونکہ
جواب یہ ہے کہ ظہور اثر فاعل کے لیئے قابلیت محل کی بھی شرط ہے پس جسوقت محیی مثلاً اپنا فعل کرنا
چاہتا ہے وہ شئے اُسوقت معدوم ہونا چاہیئے تاکہ ایجاد ممکن ہو تو اُسوقت گو ممیت بھی فاعل ہے
معطل نہیں۔ مگر چونکہ اعدام معدوم محال ہے اسلیئے اُسکا اثر ظاہر نہیں ہوا اسی طرح جسوقت
ممیت نے اپنا فعل کرنا چاہا اُسوقت وہ شئے موجود ہونا چاہیئے تاکہ اعدام ممکن ہو تو اُسوقت بھی گو محیی
فاعل ہے معطل نہیں مگر چونکہ ایجاد موجود محال ہے اس لئے اُسکا اثر ظاہر نہیں ہوا پس اثر ظاہر نہ ہونے
سے تعطل فاعل کا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ عدم ظہور اثر بوجہ عدم قابلیت محل کے ہے پس وہ شبہ رفع
ہوگیا فقط۔

توجیہ شطحیات عارفین

جملہ مرغان ہر یکے اسرار خود	از ہنر و دانش و از کار خود
با سلیمان یک بیک وا می نمود	از برای عرضہ خود را می ستود
از تکبر نے واز ہستی خویش	بہر آن تا رہ دہد او را بہ پیش

ف اس مین اشارہ ہے کہ اگر عارف کو اپنا کمال ظاہر کرتے سنو تو دعوے پر محمول مت کرو بلکہ وہ جناب الہی میں اظہار بندگی کرتا ہے تاکہ آیندہ اُس سے اور خدمت لیجاوے اور توفیق عطا فرمائی جاوے کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالی اور گاہے طالبین کے اعلام کے لیئے ہوتا ہے کہ وہ اس سے مستفید ہوسکیں اور گاہے صرف تحدث بالنعمۃ ہوتا ہے۔ اور گاہے غلبۂ حال میں ہوتا ہے و نحو ذلک اور یہی عذر ہے بزرگون کے شطحیات کا۔

معتقد نہ شدن درویشان غیر متشرع را

حق چو سیمارا معرّف خواندہ است	چشم عارف سوی سیما ماندہ است
رنگ و بو غماز آمد چون جرس	از فرس آگہ کند بانگ فرس
بانگ ہر چیزے رساند زو خبر	تا شناسی بانگ خر از بانگ در
گفت پیغمبر بہ تمییز کسان	مرء مخفی لدی طی اللسان
رنگ رو از حال دل دارد نشان	رحمتم کن مہر من در دل نشان
رنگ روے سرخ دارد بانگ شکر	رنگ روی زرد دارد صبر و نکر

ف عجب نہیں کہ مقصود مولانا کا ان اشعار سے اسپر تنبیہ فرمانا ہو کہ ہر چند کہ محض ظاہر پر کسی حکم کا مدار نہیں جیسا ظاہر پرستوں کا برتاؤ ہے لیکن ظاہر بالکل بیکار بھی نہیں جیسے بعض مدعیان باطن کا دعوی ہے کہ میاں باطن درست ہونا چاہیئے ظاہر [illegible] نماز و روزہ و تقوی و طہارت میں کیا رکھا ہے اور [illegible] میں بہتیرے نادان بے شرع فقیروں کے [illegible] ہیں ان اشعار میں اسکا [illegible] تقریر اسکی یہ ہے کہ جو صفت انسان کے باطن میں ہوتی ہے ظاہر میں ضرور اس کا [illegible] قلب میں محبت و خشیۃ و ذکر اللہ تعالی کا راسخ ہے تو ظاہری اعمال [illegible] نہیں [illegible] غرض صلاح باطن کے لیئے تو صلاح ظاہر لازم ہے اور اس کا عکس [illegible] نہیں اسلیئے قابل اعتقاد وہ شخص ہوا کہ ظاہر و باطن اسکا دونوں آراستہ ہوں اگر ظاہر خراب ہو تب تو [illegible] کرنا چاہیئے اور اگر ظاہر درست ہے تو فوراً اعتقاد کرنا نچاہیئے تاوقتیکہ فراست صحیحہ و تتبع [illegible] معلوم نہ کرلے کہ اس ظاہر کا منشا امر باطنی

ہے یا محض رنگ و روغن ہے طالب عاقل نشست و برخاست و طرز کلام سے اسکو بخوبی معلوم کر سکتا ہے
ان اشعار میں اسکی طرف بھی اشارہ ہے اسی لیئے چشم عارف کی تخصیص کی ہے۔

تحقیق ترجیح خلوت و جلوت

قول فیصل باب خلوت میں یہ ہے کہ جس شخص کی کوئی ضروری حاجت دینی یا دنیوی نہ دوسروں سے
متعلق ہو نہ دوسروں کی کوئی ایسی ہی حاجت اس شخص سے متعلق ہو اسکے لیئے خلوت جائز بلکہ افضل
ہے خصوصاً ایام فتن و شرور میں یا جبکہ مخالطت کے خلجانات تشویشات اور ایذاؤں پر صبر کرنیکی توقع
و ہمت نہو احادیث میں جو ترغیب خلوت کی آئی ہے وہ ایسی ہی حالت میں ہے جیسے حدیث میں ہے ورجل
معتزل فی شعف جبل لہ غنیمۃ یودی حقہا و یعبد اللہ او کما قال۔ اور جس شخص کو دوسروں سے یا تو کوئی
حاجت ضروری ہو خواہ دینوی ہو جیسے تحصیل نفقہ عیال جبکہ توکل پر قادر نہو خواہ دینی ہو مثل تحصیل علوم
ضرور یہ اُس کے لیئے خلوت جائز نہیں اسی طرح اگر اسکے ساتھ خلائق کی حاجات دنیویہ یا دینیہ متعلق ہوں
تو بھی خلوت جائز نہیں اور بعض احادیث سے جو نہی خلوت کی مفہوم ہوتی ہے وہ محمول ایسی ہی دونوں حالتوں
پر ہے جیسے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالی عنہ کو تبتل سے منع فرمایا گیا کہ اسوقت اُنکو بھی تحصیل علوم
دین کی حاجت تھی اور ہر مسلمانوں کو بھی اُنکی طرف دینی حاجت تھی بالخصوص اعلاء کلمۃ اللہ و ترقی اسلام
میں بہت بڑی ضرورت تھی یہ تفصیل تو اُس خلوت میں ہے جسکو بطریق عادت دائمی کے اپنے لیئے تجویز و
اختیار کرے۔ ایک خلوت چندروزہ ہے جسکی ضرورت اسوقت مبتدی سلوک کے لیئے واقع ہوتی ہے اور
صحابہ کو اسکی حاجت نہ تھی وجہ یہ کہ مقصود اصلی تو تحصیل نسبت قلبیہ مع اللہ ہے اور وہ بدون یکسوئی قلب
کے میسر نہیں ہوتی پس صحابہ کو بوجہ وسعت ظرف کے مشاغل جلوت اس یکسوئی سے مانع نہ تھے کما قال
تعالی لا تلہیہم تجارۃ و لا بیع عن ذکر اللہ۔ اور ہم لوگوں کے ظرف اسقدر وسیع نہیں لہذا جب تک تعلقات
جلوت کی تقلیل نہ کی جاوے اُسوقت تک یکسوئی جو موقوف علیہ تحصیل نسبت کا ہے حاصل نہیں ہوتی اسلیئے
اس کی ضرورت چندروز کے لیئے ہوتی ہے حتی کہ جب ملکہ یاد داشت راسخ ہو جاوے پھر اُسکو تفصیل مذکور
میں یہ شخص بھی داخل ہو جاتا ہے۔

تحقیق دنیائے مذموم

معنی الفرک راحت گوش کن	بعد ازان جام بقارا نوش کن
برسگان بگذار این مردار را	خرد بشکن شیشۂ پندار را

ف ان اشعار میں امر ہے ترک دنیا کا اور یہ مضمون بکثرت آیات و روایات میں مذکور ہے سو تحقیق اس کی

یہ ہے کہ دنیا لغتہً نام ہے نزدیک کی چیز کا اور عرفاً مطلق اُس حالت کا جو موت سے پہلے ہے اور شرعاً خاص اُس حالت کا نام ہے جو مانع عن الآخرت ہے اور مجازاً اُن اموال و امتعہ پر اطلاق کیا جاتا ہے جو اُس مانعیت کے اسباب بنجائیں پس جو احوال خواہ از قسم اقوال ہوں یا از قبیل افعال و اعمال یا عقائد و علوم ہوں اسی طرح جو اموال کہ آخرت واجبہ کی تحصیل سے مانع ہوں گے وہ سب دنیای حرام و مذموم میں داخل ہیں اور اس کے مذموم ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا پس ہمارے زمانہ میں جو ترقی دنیا کی بہت کچھ غل و پکار ہے گو اُس میں دین کا نقصان ہی کیوں نہ ہو اُن سے صرف اتنا سوال کر لینا چاہیئے کہ اس دائرہ کی وسعت میں آیا وہ دنیا بھی داخل ہے جسکی تحصیل حاکم وقت کے قانون کے خلاف اور حاکم کی اطلاع پر سزا دے یا کہ داخل نہیں اگر داخل ہے تو خود بھی ڈکیتی و رہزنی کر کے اس دعوی پر شاہد لاویں اور اگر داخل نہیں تو وہ دنیا کیونکر داخل دائرہ کیجاتی ہے جو قانون حاکم حقیقی کے خلاف اور اُن کے علم و اطلاع پر حاصل کیجاوے اور نیز اُن سے یہ سوال کرنا چاہیئے کہ کسی غذا کو باوجود اُس کے لذیذ و مرغوب ہونے کے محض اُسکے مضر ہونے کی وجہ سے آپ نے کبھی ضروری سمجھکر کیوں ترک کیا ہے پھر دنیای مذمومہ کو گو وہ لذیذ و مرغوب ہو مضر آخرت ہونے کی وجہ سے ترک کرنا کیوں نہیں ضروری سمجھتے۔

تحقیق مسئلہ تفاضل علوم عقلیہ و وہبیہ

جاننا چاہیئے کہ دونوں قسموں میں جو علم یقیناً کسی قاعدہ شرعیہ کے مخالف ہو وہ تو یقیناً باطل ہے اور جو علوم حقہ ہیں اُن میں دونوں قسموں میں دو دو قسمیں ہیں علم عقلی بھی دو قسم ہے قطعی اور ظنی اور علم وہبی بھی دو قسم ہے قطعی یعنی وحی۔ اور ظنی یعنی الہام پس وہبی قطعی عقلی قطعی سے افضل ہے اور وہبی ظنی عقلی ظنی سے افضل ہے خود صاحب علم کے لیئے بھی اور اُس کے متبعین کے لیئے بھی پس علوم منقولہ شرعیہ دیگر علوم سے افضل ٹھہرے اور عقلی قطعی وہبی ظنی سے افضل ہے کیونکہ عقلی قطعی جسقدر اثبات حق میں قوی ہے وہبی ظنی نہیں ہے۔

تقسیم اولیاء باہل ارشاد و اہل تکوین

جاننا چاہیئے کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جنکے متعلق خدمت ارشاد و ہدایت و اصلاح قلوب و تربیت نفوس و تعلیم طرق قرب و قبول عند اللہ ہے اور یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل و افضل ہو اور اُس کا فیض اتم و اعم ہو اُسکو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور ان کا طرز طرز نبوت ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جنکے متعلق خدمت اصلاح معاش و انتظام امور دنیویہ و دفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے

باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں جنکو ہمارے عرف میں اہل خدمت کہتے ہیں اور ان میں سے جو اعلیٰ اور اقویٰ اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے اُس کو قطب التکوین کہتے ہیں اور اُن کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے جنکو مدبرات امر فرمایا گیا ہے حضرت خضر علیہ السلام اسی شان کے معلوم ہوتے ہیں اُن کے نظام و منصب کے لئے ایسے تصرفات عجیبہ کا ہونا لازم ہے بخلاف اہل ارشاد کے کہ اُن کا خود صاحب خوارق ہونا بھی ضروری نہیں البتہ ان حضرات کے کرامات اور طور کے ہوتے ہیں کہ اُس کا ادراک عوام کو نہیں ہوتا بلکہ وہ امور ذوقی و وجدانی ہیں کہ اکثر اوقات اُنکی خدمت و صحبت سے جو شخص مستفید ہوتا ہے اُسکو معلوم ہوتا ہے۔ باقی یہ کہ جب نفع طریقت اہل ارشاد ہی سے ہوتا ہے تو اہل تکوین کے کمالات بیان کرنے سے کیا فائدہ تو اس میں دو فائدے ہیں ایک علمی دوسرا عملی علمی تو یہ کہ ایک کام کی بات معلوم ہو جاوے تاکہ علم ناقص نہ رہے عملی یہ کہ اکثر ایسے لوگ ظاہر صورت سے خستہ حال و شکستہ بال و ذلیل و خوار ہوتے ہیں اگر یہ مسئلہ کسی کو معلوم ہوگا تو مساکین کی تحقیر و توہین تو نہ کریگا خوب سمجھ لو۔

معنی توقیفی بودن اسمار الٰہیہ

اسمار الٰہیہ کے توقیفی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بطور تسمیہ کے دوسرے الفاظ کا اطلاق جائز نہیں باقی اگر بطور وصفیت کے باعتبار حقیقت یا مجاز کے کوئی لفظ اطلاق کیا جاوے تو منافی توقیفیت کے نہیں خصوصاً غلبہ حال وادون الہامی میں کسی قدر سوء ادب بھی معاف ہے۔

تحقیق جامعیت انسان اکوان را

تفسیر بیت حکیم سنائی قدس اللہ سرہ

آسمان ہاست در ولایت جان	کار فرمائے آسمان جہان
در رہ روح پست و بالاہاست	کوہہائے بلند و صحراہاست

یہ قول دلیل ہے مضمون بالا کی کہ ہست ابر دیگر و دیگر سماف جاننا چاہیئے کہ محققین نے کہا ہے کہ تمام کائنات عالم مظاہر ہیں اسمار الٰہیہ کے اور مظہریت کے معنی اوپر تفصیل گذر چکے ہیں اور اصطلاح میں ان مظاہر کو ان اسمار کی صورت کہتے ہیں اور اُن اسمار کو ان مظاہر کی حقیقت مثلاً پانی ہیں صفت احیار کی ہے اور یہ فیض ہے اسم الٰہی محیی کا پس باعتبار اصطلاح کے یوں کہا جاتا ہے کہ پانی صورت محیی کی ہے اور محیی حقیقت پانی کی ہے وعلیٰ ہذا تو یہاں صورت و حقیقت سے مراد معنی متبادر لغوی یا دوسرے فن کے اصطلاحی نہیں ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ بہ نسبت دوسری مخلوقات کے انسان میں صفات الٰہیہ کا ظہور اکثر اور اتم ہے اسیلئے انسان کو جامع کہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حقائق یعنی اسمار الٰہیہ مربی ہیں صورت

یعنی مظاہر کے جب یہ سب مقدمات سمجھ میں آگئے تو جاننا چاہیئے کہ حکیم سنائی کے شعر مذکور کا اور اسی طرح جو کلام اس کا ہم مضمون ہو اُس کا حاصل یہ ہے کہ آسمان ظاہری اور نشیب و فراز اور کوہ و صحرا ظاہری جن اسمار وحقائق کے مظاہر ہیں وہ اسمار وحقائق انسان میں جسکی حقیقت روح ہے بوجہ اتم ظاہر و متجلی ہیں پس مراد آسمان یا سے وہی حقائق ہیں اور اُن کا مربی آسمانِ ظاہری ہونا ظاہر ہے اور سابق میں مذکور ہو چکا ہے اسی طرح پست و بالا و کوہ و صحرا جو روح میں ثابت کیا ہے ان سب سے مراد اُن مظاہر کے حقائق ہیں جنکی تجلی اتم کا روح میں ہونا مذکور ہوا ہے اور اُن اسمار الہیہ کا اثر روح پر یہ ہے کہ واردات وکیفیات و حالات مختلفہ وجدانیہ طاری ہوتے ہیں جو مراد ہے بارش مذکور سے جیسا اوپر آیا ہے اور آگے بھی آتا ہے پس عالم غیب میں اس طرح ان اشیار کا وجود ثابت ہو گیا وہذا کلہ مستفاد من علوم مرشدی رح

تحقیق احادیث مذکورہ کتب تصوف

بزرگوں کے کلام میں بعض احادیث پائی جاتی ہیں جو کتب فن میں نہیں پائی جاتیں اور موافق قواعد محدثین کے وہ حدیث نہیں ہے پس اسکی توجیہ کے دو طریق ہیں ایک طریق یہ کہ محدثین نے جس طرح احادیث منامیہ پر حدیث کا اطلاق کیا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ ان حضرات کو کشف سے ان کا حدیث ہونا ثابت ہوا ہو اور احادیث الہامیہ پر اطلاق حدیث کا کر دیا ہو کذا قال مرشدی رح۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ اگر حدیث بھی نہو تب بھی مضر نہیں کیونکہ اُس کے ایراد سے جو غرض ہوتی ہے وہ دوسرے دلائل صحیحہ سے ثابت ہوتی ہے پس اخلال دلیل خاص سے اخلال مدعا و مقصود کا لازم نہیں آتا۔ رہا یہ امر کہ غیر حدیث کو حدیث کیوں کہدیا اُسکی وجہ یہ ہے کہ بزرگوں میں حسن ظن غالب ہوتا ہے اور زیادہ تفتیش کی نہ عادت ہوتی ہے نہ مہلت اسلیئے کسی سے سن لیا یا کہیں لکھا ہوا دیکھ لیا یقین کر لیتے ہیں۔

تحقیق معانی باطنہ مذکورہ کتب تصوف

باطنی معانی جو بیان کیئے جاتے ہیں مقصود اُس سے تفسیر و تعیین مراد نہیں ہوتی بلکہ محض تمثیل و قیاس ہوتا ہے ایک شئے کی حالت کو دوسری شئے کی حالت پر اسکو علم اعتبار کہتے ہیں پس تفسیر بالرای یا انکار معنی ظاہری کا طعن اپنر نہیں ہو سکتا۔

جواب اشکال امتناع حضرت موسی علیہ السلام از موت

ایں جہان و راہش ار پیدا بدے	کم کسے یک لحظۂ اینجا بدے

ف شعر ایں جہان و راہش الخ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے مرنے میں کیوں تامل

فرمایا:- جواب یہ ہے کہ چونکہ اُن کو ناسوت میں بھی مشاہدہ دائمی ملکوت کا حاصل تھا گو بیاز نادرہ در بہشت بخشے
اس لیئے یہ مشاہدہ موت پر موقوف نہ تھا اور ارشاد و خلائق کے اعتبار سے ناسوت میں ترجیح تھی اور یہ شعر اُن
عوام کے لیئے ہے جنکے مشاہدہ دائمی ملکوت کے لیئے مفارقت ناسوت شرط ہے لہذا قال مرشدی رح

جواب اشکال بر مقبولیت پیر چنگی

ف وجہ اس شخص کی مقبولیت کی اسکا خلوص وزاری ہے گو مقرون بہ جہل تھا رہا یہ امر کہ یہ جہل مانع قبول
کیوں نہوا سو اگر اس عمل کو معصیت لغیرہ کہا جاوے تو بوجہ ارتفاع اُس غیر کے کہ تلہی و ہیجان قوی شہوۃ
ہے مانع نہیں ہوا۔ اور اگر معصیت لعینہ ہے تو بوجہ غلبہ حسنہ خلوص کے اس سیئہ پر مانع نہیں ہوا خوب
سمجھ لو بلکہ اس جواب مجمل کو کسی عالم محقق سے مفصل کرلو۔

تحقیق گناہ شدن بعضی توبہ

گردانیدن عمرؓ نظر اُورا از مقام گریہ کہ ہستی ست بمقام استغراق

پس عمرؓ گفتش کہ این زاری تو	ہست ہم آثار ہشیاری تو
راہ فانی گشتہ راہ دیگرست	زانکہ ہشیاری گناہ دیگرست
پس عمرؓ اورا ازاں حالت براند	زاعتذارش سوئے استغراق خواند
ہست ہشیاری زیاد ما مضیٰ	ماضی و مستقبلت پردہ خدا
آتش اندر زن بہر دو تا بکے	پرگرہ باشی ازیں ہر دو چو نے
تا گرہ با نے بود ہمراز نیست	ہمنشین آن لب و آواز نیست
چوں بطوف خود بطوفی مرتدی	چوں بخانہ آمدی ہم با خودی
ای خبرہات از خبر دہ بے خبر	توبہ تو از گناہ تو بتر
ای تو از حال گذشتہ توبہ جو	کے کنی توبہ ازیں توبہ بگو
گاہ بانگ زیر را قبلہ کنی	گاہ گریہ زار را قبلہ زنی

(ان اشعار کے ترجمہ سے پہلے چند امور سمجھ لینا چاہیئے۔ اول طرق وصول الی اللہ کے مختلف ہیں یعنی بعد
اتفاق ضروریات شرعیہ کے تطوعات کے مرتبہ میں ہر شخص کی استعداد و مناسبت کے اعتبار سے قرب کا
جدا طریق ہے اور ایک طریق دوسرے طریق کے اثر کو ضعیف کردیتا ہے بایں معنی ایک کو دوسرے کا
مضر کہا جاوے گا جس طرح کوئی شخص تقرب کے لیئے تکثیر نوافل کرتا ہو ظاہر ہے کہ اُس کے لیئے درس تدریس

حدیث کا شغل نماز کو مضر ہوگا اس لیئے جس شخص کے لیئے وہ تجویز کیا گیا ہو دوسرے شغل سے روکا جاویگا۔
دوم طریق عشق میں غیر منتہی کے لیئے محویت حالت کاملہ ہے اور غیر اللہ کا شعور خواہ وہ اپنی حالت کا ہو یا دوسرے
کی حالت کا ہو حالت ناقصہ ہے۔ سوم حالت ناقصہ کو بمقابلہ حالت کاملہ کے مجازاً و اصطلاحاً گناہ و خطا سے تعبیر
کردیا جاتا ہے گو واقع میں وہ گناہ نہو بلکہ حسنہ ہو۔ جب یہ سب امور سمجھ میں آگئے اب جاننا چاہیئے کہ جو شخص راہ
عشق و محبت سے سلوک کا ارادہ کرے اسکے لیئے مناسب ہے کہ گناہ سے ایک بار خوب توبہ کرے پھر اپنے
گناہوں کو قصداً یاد نہ کرے کہ یہ طریق اس شخص کے طریق کو مضر ہے کیونکہ اسکے طریق کے لوازم میں سے ہے
محویت و فنا اور اس طریق میں یہ ہے مطالعہ اپنے حالات کا اسلیئے اسکو اس شخص کے حق میں حالت ناقصہ
ہونے کے اعتبار سے اصطلاحاً گناہ کہدیا جاتا ہے اس تحقیق کے بعد اب ترجمہ سے مطلب ان اشعار کا
خوب سمجھ میں آجاویگا) یعنی حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تیری (گریہ وزاری (ہرچند کہ فی نفسہ حالت محمودہ ہے
مگر تیری حالت عشقیہ کے اعتبار سے محمود نہیں کیونکہ) یہ شعور و ہوشیاری کی علامات سے ہے (اور شعور باعتبار
محویت کے ایسی حالت والے کے لیئے نقصان کی حالت ہے) کیونکہ فانی شدہ کا طریق ہی دوسرا ہے اس لیئے
کہ ہوشیاری (اور شعور اپنے حالات کا) بخود (باعتبار اصطلاح کے) ایک مستقل گناہ ہے (اور یہی معنی ہیں
اس قول کے وجودک ذنب لایقاس بہ ذنبؑ) پھر حضرت عمرؓ نے اسکو اس حالت سے (اپنی قوت تصرف
سے) جدا کیا اور اعتذار و توبہ کی حالت سے استغراق و فنا کی طرف لائے (اب مولانا فرماتے ہیں کہ) ہوشیار
ہونا حالات ماضیہ کو یاد کرنا ہے اور ماضی و مستقبل (کا مطالعہ) دونوں تیرے لیئے حق تعالی سے حجاب ہیں (یعنی مانع
استغراق و محویت ہیں) اسی لیئے اہل طریقت کا ارشاد ہے کہ صوفی کو ابن الحال رہنا چاہیئے اور تذکر ذنوب سے
زیادہ نافع ذکر اللہ کو کہا ہے کیونکہ آخر تذکر کے بعد بھی تو اس ذکر اللہ سے طہارت حاصل کریگا پھر پہلے ہی سے کیوں
نہ اس میں مشغول ہو جاوے قال اللہ تعالی والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ) پس ماضی و مستقبل
دونوں کو آگ لگادو (یعنی دونوں کی یاد کو چھوڑ دو کیونکہ ان دونوں کے سوچ بچار سے نے کی طرح پر گرہ
رہو گے (یعنی ایک قسم کا اللہ تعالی سے حجاب باقی رہے گا۔ ایک بوجہ اسکے کہ وہ مانع استغراق ہوگا دوسرا گناہ کا
یاد کرنا دل میں ایک قسم کا انقباض پیدا کردیتا ہے جس سے حلاوت ذکر کی اور بشاشت و انبساط حق تعالے
کے ساتھ جو پہلے تھا وہ زائل یا ضعیف ہو جاتا ہے اور یہ طریق عشق میں مضر ہے اور ایک بار مبالغہ سے توبہ
کرہی چکا ہے اسلیئے معافی کی قوی امید ہو ہی گئی ہے پھر اللہ تعالی سے انقباض کیوں پیدا کرے۔ آگے گرہ نے کی
تشبیہ کی توضیح ہے کہ) دیکھو جب تک نے میں گرہ رہتی ہے (اور آر پار نہیں ہوتی) وہ نے نواز کی ہمراز نہیں
بنتی اور اسکے لب و آواز سے ہم نشینی میسر نہیں ہوتی (یعنی اسکے اور اسکے درمیان حجاب رہتا ہے اسی طرح
ماضی و مستقبل کا تصور و تذکر حجاب ہوتا ہے جیسا اوپر مذکور ہوا غرض یہ تصور و تفکر ...
اور خودی ایسی چیز ہے کہ) اگر تم حالت طواف میں ہو (کہ بڑی عبادت ہے) ...

ہیں (یعنی اپنی خودی میں مشغول ہو) تو (اہل طریقت کے نزدیک حسب اصطلاح مذکور) تم مرتد ہوگے کیونکہ نمانہ خدا میں بھی (کہ کعبہ ہے) اگر تم اپنی خودی میں ہو ای شخص تیرے اخبار ماضیہ و مستقبلہ خبر دہندہ سے (یعنی حق تعالی سے محض بخبر ہیں (یعنی اشتغال بحق میں نقصان ڈالنے والے ہیں) اس لیئے تیری یہ توبہ (کہ بعد تکمیل توبہ بشرائطہا کے بھی اُس کا بار بار اعادہ کررہا ہے) تیرے گناہ سے بھی (من وجہ) بدتر ہے (کیونکہ زمانہ گناہ میں تو غافل تھا اس لیئے زمانہ غفلت میں خودی پر نظر ہونا محل تعجب نہیں بخلاف زمانہ رجوع الی اللہ کے کہ زمانہ مشغولی بحق کا ہے پھر ایسی حالت میں خودی پر نظر ہونا زیادہ محل تعجب ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ) اے شخص جو حالات گذشتہ سے توبہ کرتا پھرتا ہے یہ تو بتلا کہ اس توبہ سے کب توبہ کرے گا ایک زمانہ وہ تھا کہ بانگ زیر کو قبلۂ توجہ کر رکھا تھا (یعنی زمانہ گناہ میں تو اس گناہ میں مشغول رہا) اور ایک وہ زمانہ ہے کہ نالہائے زار کو بوسہ دے رہا ہے (یعنی اُن کو محبوب بنا رکھا ہے مطلب یہ کہ زمانہ توبہ میں اس گناہ میں مشغول ہو رہا ہے غرض سارا وقت مشغولی بغیر حق میں گذرا کبھی وہ مشغولی صورت معصیت میں تھی کبھی صورت طاعت میں بہرحال گناہ کے دائرہ سے نکلنا نصیب نہوا)

چونکہ فاروق آئینۂ اسرار شد — جان پیر از اندرون بیدار شد
ہمچو جان بے گریہ و بے خندہ شد — جانش رفت و جان دیگر زندہ شد
حیرتے آمد درونش آن زمان — کہ برون شد از زمین و آسمان
جست و جوئے از ورائے جستجو — من نمی دانم تو میدانی بگو
جستہ جوئے از ورائے حال قال — غرقہ گشتہ در جمال ذوالجلال
غرقۂ نے کہ خلاصی باشدش — با بجز دریا کسے بشناسدش

(اس میں بیان ہے حضرت عمرؓ کی توجہ سے اُس پیر پر استغراق غالب ہو جانے کا یعنی) چونکہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالی عنہ آئینہ اسرار الٰہیہ تھے (آپ نے جو توجہ اتحادی دی تو وہی اسرار سینہ پیر چنگی میں پہونچے اس لئے) پیر چنگی کی روح باطن سے بیدار (بحق) ہوگئی اور روح (مجرد) کی طرح گریہ و خندہ سے منزہ ہوگیا (یعنی استغراق غالب ہوگیا اور ظاہر ہے کہ گریہ و خندہ یعنی قبض و بسط استغراق میں نہیں رہتا اور وجہ تشبیہ روح سے اس اعتبار سے ہے کہ محل انفعالات کا نفس ہے اور روح قطع نظر تعلق نفس سے اس کے ساتھ موصوف نہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اُس کی جان (من حیث التعلق بالنفس) تو فانی ہوگئی اور دوسری جان (یعنی روح مجرد من حیث التجرد) زندہ و قوی ہوگئی (جیسا ابھی بیان ہوا) اور اُس کے باطن میں اُس وقت ایک حیرت پیدا ہوگئی (کہ لازمہ استغراق ہے جس سے وہ زمین آسمان سے باہر ہوگیا یعنی بیخود ہوگیا جس سے زمین و آسمان و جمیع ماسوی اللہ سے اُسکا التفات قطع ہوگیا اور

اُس حالت میں) اُسکو ایک خاص جستجو متعارف جستجو سے علیحدہ پیدا ہوئی (یعنی متعارف جستجو تو مکتسب ہوتی
ہے اُسکو ایک وہبی انجذاب نصیب ہوا جسکی تفصیلی کیفیت میں نہیں جانتا (اے مخاطب) اگر
مجکو معلوم ہو تو بیان کردوں مگر ہاں اتنا معلوم ہے کہ ایک ایسی جستجو تھی جو قال و حال سے نرالی تھی (جسکی اجمالی
کیفیت اسقدر بیان ہوسکتی ہے کہ) وہ جمال ذو الجلال (کے مشاہدہ) میں غرق ہو گیا تھا (مراد استغراق
انجذابی ہے اور اُس کا قال سے خارج ہونا تو ظاہر ہی ہے کیونکہ امر ذوقی ہے رہا حال سے خارج ہونا سو حال
سے مراد حال متعارف یعنی طاری بعد الاکتساب ہے گو خود طریان اکتسابی نہو جیسا اوپر ورای جستجوئے مذکور ہوا
اور چونکہ کیفیت انجذابیہ ہر شخص کی جداگانہ ہے اس لیئے ایک صاحب حال کو دوسرے صاحب حال کی کیفیت
مفصل معلوم نہیں ہوسکتی اسلیئے بیان تفسیر سے عذر فرما کر عنوان اجمالی پر اکتفا فرمایا کہ وہ مستغرق جمال ہو گیا تھا
اور جمال کے لفظ سے رویت کا اشتباہ نہ کیا جاوے کہ دار دنیا میں اُسکا امتناع شرعاً ثابت ہے بلکہ بات یہ
ہے کہ استغراق میں محض توجہ الی الحق رہجاتی ہے اور حق تعالیٰ بمضمون اِنَّ اللّٰہَ جَمِیلٌ الحدیث جمیل ہیں اسلیئے
اس توجہ کو استغراق فی الجمال یا مشاہدہ جمال سے تعبیر کردیتے ہیں اور اگر سالک اُس حالت میں کسی تجلی نورانی
وغیرہ سے مشرف ہو تو وہ ذات نہیں ہے بلکہ کوئی مثال ہے یعنی حادث ہے جس میں صفات عظیمہ مناسبہ بصفات الحق
رکھی گئی ہیں پس اُن صفات کا انکشاف گویا انکشاف صفات حق کا اس طرح سمجھا جاتا ہے جس طرح کلکتہ کے
نقشہ کو دیکھنا مجازاً محاورات میں کلکتہ کا دیکھنا سمجھا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اُسکو مثال کہتے ہیں کیونکہ مثال
کے معنی مشارک فی الصفات ہیں گو مشارک اسمی سے زیادہ اسکا درجہ نہیں مثلاً جیسے انسان کو سمع و بصر دیا ہے
اس معنی کے اعتبار سے مثال کا اثبات خود قرآن میں ہے کمشکوٰۃ فیہا مصباح اور اسکو اصطلاح فن میں تجلی
مثالی کہتے ہیں آگے اُسی استغراق کی قوت تاثیر کا بیان فرماتے ہیں کہ) وہ مستغرق بھی ایسا ویسا نتھا جسکو
اُس سے خلاصی ہو جاوے یا جس دریائے نور حق میں وہ غرق ہوا ہے بجز اُس دریا کے کوئی اُسکو پہچان سکے
(اس میں دو حکم ہیں ایک تو مصرعہ ثانیہ میں سو اُسکی تو وہی وجہ ہے جو اوپر من نمیدانم کی شرح میں گذر چکی
اور ایک حکم مصرعہ اولی میں اُسکی دو توجیہہ ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ وہ استغراق ایسا نتھا جو زائل ہو جاتا اُسکی وجہ
یہ ہے کہ چونکہ بلا اکتساب قوت تحمل کی حاصل نہیں ہوتی اگر ایسی حالت میں کوئی کیفیت وہبی طور پر طاری ہو جاتی
ہے صاحب کیفیت اُسمیں مغلوب الحواس و تعقل ہو جاتا ہے اُس سے افاقہ نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات مر بھی
جاتا ہے یہ معنی ہیں خلاصی نہونے کے۔ دوسری توجیہہ خلاصی نہونے کی یہ ہوسکتی ہے کہ استغراق و فنا
کا جو اثر تھا کہ ماسوی اللہ سے تعلقات قطع ہو جاویں اور اوصاف نفسانیہ مضمحل ہو جاویں وہ اثر ایسا
قوی تھا کہ کبھی زائل نہیں ہوسکتا گو اس حالت سے افاقہ بھی ہو جاوے اور یہی معنی ہیں اس قول کے
الفانی لا یرد حضرت مرشدی نے اس مصرعہ کی تفسیر میں یہی قول پڑھا تھا اسی جگہ سے کہا گیا ہے کہ واصل
کبھی مردود نہیں ہوتا حدیث بخاری شریف اسکی موید ہے کذالک الایمان اذ اخالط بشاشتہ القلوب اہل لطائف

نے اسکی عجیب مثال دی ہے جسطرح بالغ کبھی نابالغ نہیں ہوتا میرے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مردود ہوتا ہے وہ واقع میں واصل ہی نہ ہوا تھا گو اسکو یا دوسروں کو اس پر واصل ہونے کا گمان ہو بس وہ صورۃً واصل ہوتا ہے نہ حقیقۃً اب حدیث مذکور کو حدیث ان الرجل لیعمل بعمل اہل الجنۃ وما یکون بینہ وبین الجنۃ الا ذراع فیسبق علیہ القدر فیکون من اہل النار سے اور عقیدہ کلا میہ السعید قد یشقی سے بھی تعارض نہیں رہا)

تفسیر ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید

گر بگیرم مار و دندانش کنم	تا کشش از سر کوفتن ایمن کنم

خلاصہ یہ ہوا کہ اسی طرح اگر عوام کو معتقد ہی بنانا ہو اس غرض سے کہ جب وہ معتقد ہو جاویں تو ان کو تعلیم وارشاد کر کے ان کے صفات ذمیمہ کا جو مایہ عداوت خلق وہلاک ابدی ہے ازالہ کر دوں اور ان کو عند الخلق وعند الخالق محبوب بنا دوں تو ایسے معتقد بنانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اس میں اشارہ ہوا ایک مسئلہ کی طرف کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید یعنی کامل اپنے کمالات کا اظہار بھی غرض محمود سے کرتا ہے کہ لوگوں کو نفع ہو اور مرید اپنے نفع میں ساعی ہے اور ظاہر ہے کہ نفع متعدی افضل ہے نفع لازم سے۔

تحقیق توحید وجودی بتقریر دیگر

چونکہ بیرنگی اسیر رنگ شد	موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
چون بہ بیرنگی رسی کان داشتی	موسی و فرعون دارند آشتی

دبیرنگی: اطلاق مراد وجود مطلق۔ رنگ: تقیید مراد وجودات خاصہ موسیٰ مظہر ہادی مہتدی۔ فرعون مظہر مضل ضال۔ یہ ظاہر ہے کہ موجودات عالم مطلق وجود میں باہم مشترک ہیں اور انکا وجود میں جن کو ظہورات کہتے ہیں باہم متمائز ومتغایر یعنی ہر موجود میں اس کا وجود جداگانہ آثار کے ساتھ ظہور کر رہا ہے مثلاً پانی میں وہی وجود اس طرح ظاہر ہوا کہ آگ کا بجھا دینا پیاس کا بجھا دینا وغیرہ وغیرہ آثار اسپر مرتب ہوئے آگ میں وہی وجود اس طرح ظاہر ہوا کہ کسی چیز کو جلا دینا کھانے کو پکا دینا وغیرہ وغیرہ آثار اسپر مرتب ہوئے پس اسی مطلق وجود کے مختلف افراد ہیں جو حصص وجود کہلاتے ہیں اور موجودات ان حصص وجود میں متمائز ہیں اور مطلق وجود میں متحد اور یہ اہل کشف کو ذوق ہوگیا ہے کہ یہ وجود مشترک باہیت واحدہ ہے ہر ماہیت یا ہر موجود کا حصہ وجود دوسری ماہیت یا دوسرے موجود کے حصہ وجود سے مختلف بالماہیت نہیں صرف آثار وعوارض کا اختلاف ہے اور

یہ وجود مشترک حاصل ہے تمام موجودات ہیں جو ظل یعنی فیضان ہے ایجاد حق کا یعنی حق تعالی کا تعلق اس فیضان ہیں سب کے ساتھ یکساں ہے یہ نہیں کہ بعض موجود میں ایک طرح کا فیضان دوسرے موجود میں دوسرے طرح کا جیسا اوپر ثابت ہوا کہ حصص وجود باہم مختلف بالحقیقۃ نہیں وہی ایک حقیقۃ واحدہ سب میں مشترک ہے اور مسئلہ وحدۃ الوجود کی ایک تقریر یہ بھی ہے اور مرجع اس کا بھی وہی ہے جو دیباچہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب سب حصص سے نظر مرتفع ہو جاتی ہے چونکہ وجود مطلق کا بدون مقید کے محال ہے لہذا اس وجود مشترک سے بھی نظر مرتفع ہو گی بس وجود واجب ہی نظر میں رہجاوے گا جب یہ امر ممہد ہو چکا تو اب سمجھنا چاہئیے کہ اوپر کے اشعار میں حضرت موسی علیہ السلام کا طریق حق پر ہونا اور فرعون کا ناحق پر ہونا بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے بطور انتقال الی التوحید حسب عادت خود اس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہیں کہ (حسب اطلاق (یعنی وجود مطلق مقید برنگ (یعنی متعین بوجودات خاصہ) ہوگیا تو ایک ہادی کو دوسرے ہادی سے اختلاف و تمائز پیدا ہو گیا (جیسا ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام فروع شرائع میں مختلف ہیں گو وہ اختلاف محمود ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ تمائز فی الوجود پر موقوف ہے) جب تم (ان وجودات متمائزہ کو نظر سے رفع کرکے) اُسی اطلاق پر پہونچ جاؤ جو تم کو (مرتبہ ما بہ الاشتراک میں) حاصل تھا تو وہاں ہادی اور مضل بھی باہم مشترک و متحد نظر آوینگے (جیسا کہ ظاہر ہے مقصود اس سے ترغیب دینا ہے توحید پر کہ ان حوادث مختلفہ کے مشاہدہ پر نظر کو منحصر مت کرو ان سے نظر بالکلیہ کہ وہاں مطلق سے بھی نظر لدر کر اصل علت یعنی ذات و صفات و افعال حق کا مشاہدہ میسر ہو)

تحقیق علم آدم علیہ السلام و نفی علم محیط از انبیاء علیہم السلام

گفت واللہ عالم السر والخفی — کافرید از خاک آدم را صفی
در سہ گز قالب کہ دادش وانمود — ہرچہ در ارواح و در الواح بود
یاد دادش لوح محفوظ وجود — تا ابد انست اچہ در الواح بود
تا ابد ہرچہ کہ ازپس بود و پیش — درس کرد از علم الاسماء خویش

غرض ابد (یعنی قیامت) تک جو کچھ اگلے پچھلے علوم ہیں وہ سب (اجمالا) اپنی تعلیم سے جو کہ اسماء کے ساتھ متعلق تھی درس فرما دیئے (ابد کی تفسیر قیامت سے اسلئے کی گئی کہ ابد کے حقیقی معنی ہیں لاانتہاء فی المستقبل ہے اور ممکن کو علوم غیر متناہیہ کا حاصل ہونا محال ہے اور سیوطی رحمہ نے بعض رسائل میں ایک حدیث لکھی ہے جس میں تصریح ہے کہ لوح محفوظ میں بھی قیامت تک کے احوال ہیں۔ اور اجمالا کی قید اس لیئے لگائی کہ ان اشیاء کا علم مفصل گو ممکن ہے مگر واقع نہ تھا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو مثلا یہ علم نہ تھا کہ ابلیس مجکو دھوکہ دیگا اور مثلا وہ لفظ حارث کے معنے نہ جانتے تھے کہ براہ لغزش اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھدیا

اور مثلاً یہ یاد نہیں رہا کہ میں اتنی عمر حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھ چکا ہوں بس اس سے کسی کا یہ استدلال و استنباط کرنا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا علم محیط تھا تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو علم آپ سے زیادہ ہی ہے ضرور محیط ہو گا محض بے بنیاد ہو گیا حق یہ ہے کہ علم محیط با مور غیر متناہیہ خاصہ حق جل و علا شانہ کا ہے اور دو مرے کے لیے محال عقلی ہے اور قیامت تک محدود واقعات کا گو محال نہیں لیکن بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل قائل ہونا افترا علی اللہ ہے۔ اور ہمارے مراد علم الاسمار میں موجودات کے امہات انواع وصفات واصول وکلیات لغات ہیں پس وہ علم متناہی بھی تھا اور مجمل بھی خوب سمجھ لو اس سے بیشمار اشکالات مرتفع ہو گئے۔

رفع شبہہ احتیاج واجب ظاہر الی المظہر الممکن

جود محتاج است خواہد طالبے	ہمچنانکہ توبہ خواہد تائبے	

ف کیونکہ اگر سائل و محتاج نہوں تو اسخیار کی سخاوت کس طرح ظاہر ہو اور اسخیا اس ظہور کے محتاج اسلئے ہیں کہ اس سے ثواب ملتا ہے اور اس احتیاج الی الظہور سے یہ شبہہ مرتفع ہو گیا کہ خالق کی صفت جود کا ظہور بھی تو موقوف ہے وجود طالب پر وجہ ارتفاع یہ ہے کہ وہ خود محتاج ظہور نہیں لہذا توقف ظہور مستلزم احتیاج الی الخلق نہیں۔ خوب سمجھ لو۔

معنی اتصال واتحاد

جاننا چاہیے کہ اتصال واتحاد تین معنی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ ایک معنی لغوی کہ دو چیزوں کی ذات کا ذاہما مجانا اور ایک ہو جانا یہ تو اللہ تعالی کی جناب میں محال عقلی ونقلی ہے اور قائل ہونا اس کا الحاد و زندقہ ہے دوسرے معنی، صطلاحی جسکو عینیت کہتے ہیں یعنی ایک شے کا متبوع اور محتاج الیہ موقوف علیہ ہونا اور دوسری کا محتاج و تابع و موقوف ہونا ایسا علاقہ تمام مخلوق کو خالق کے ساتھ ہے جیسا ایک جگہ اسکی مفصل بحث آچکی ہے۔ تیسرے معنی عرفی یعنی محبیت و محبوبیت کا تعلق خاص دو شخصوں میں ہونا یہ علاقہ خاص مقبولان الہی کو اللہ تعالی سے حاصل ہے۔

شرح مضمون کنت کنزا مخفیا الخ بنہج غریب

گنج مخفی بذ پری جوش کرد	خاک را سلطان اطلس پوش کرد	

گنج مخفی سے تشبیہ دینے میں اشارہ ہے طرف قول مشہور کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق کے اس قول کی کوئی سند صحیح تو نظر سے نہیں گذری مگر مضمون تو اعد شرعیہ کے موافق ہے کیونکہ مخفی مرادف باطن کا ہے اور مثال دینا واجب کو ممکن سے خود منصوص قرآنی ہے عبادت کے لئے مخلوق کا پیدا ہونا ثابت ہے معرفت عبادت میں داخل ہے تو معرفت مقصود خلق ہوئی اور خلق پر ارادہ کی تقدیم یقینی اور معرفت کا خیر ہونا مسلم اور محبت کا حاصل ارادۂ خیر ہونا معلوم پس اس سے مجموعہ مضمون مذکور کا حاصل ہوگیا۔ اور خاک سے اشارہ ہے طرف انسان کے جسم جز و غالب خاک ہے اور اس میں اشارہ ہے مسئلہ مشہورہ فن کی طرف کہ اللہ تعالی معذات وصفات کے جمیل ہیں جیسا حدیث میں ہے اللہ جمیل اور جمال مقتضی ہوتا ہے ظہور کو یعنی ظہور اس کے مناسب ہے اللہ تعالی حکیم ہیں اس امر مناسب کی رعایت سے بالاختیار مخلوق کو پیدا کیا جس سے اپنے افعال کا اور ان کے واسطہ سے اپنے صفات کا اور ان کے واسطہ سے اپنی ذات کا ظہور فرمایا پھر مخلوقات میں زیادہ اختصاص انسان کو دیا حتی کہ خاص بندوں کو اپنی صفات کا فیض خاص عطا فرمایا جیسا حدیث بیہقی میں ہے قال تعالی اعطیتهم من حلمی و عقلی اے علمی اسی لئے اسکو مظہر اتم یعنی باضافت دوسرے مخلوقات کے کہتے ہیں اور اس جمال مطلق وکامل کے لوازم میں سے ہے وسعت کیونکہ غیر وسیع محدود کا جمال بھی محدود غیر کامل ہوگا اسلئے تشبیہات مذکورہ میں وسعت کو مقتضی ظہور کہنا اور تحقیق مشہور میں جمال کو مقتضی کہنا باہم تنافی نہیں ہیں خوب سمجھ لو۔

تحقیق اختلاف مسالک اولیا

ہر نبی و ہر ولی را مسلکے است	لیک تا حق می برد جملہ یکے است

ف انبیا کے مسلکوں میں تو احکام کا اختلاف ہے کہ اللہ تعالی نے مختلف زمانوں میں حسب اختلاف مصالح وطبائع انبیا علیہم السلام پر مختلف شرائع واحکام نازل فرمائے اور اولیا امت نبی واحد میں احکام کا اختلاف نہیں بلکہ ان ہی احکام پر عمل کرانے اور ان میں خلوص پیدا کرنے کے طرق مختلف ہیں پس احکام مشترک طرق مختلف جیسا مجتہدین میں اختلاف ہے ان اولیا کا اختلاف اس سے بھی اہون اور اخف ہے کیونکہ مجتہدین میں گاہے حلت وحرمت کا اختلاف ہو جاتا ہے گو وہ بھی اختلاف شرائع سے کم ہے اس لئے کہ مجتہدین سب کے سب متمسک شریعت واحدہ سے ہوتے ہیں مگر وجوہ استدلال وفہم اسالیب وتعیین قرائن سے یہ اختلاف ہوگیا اور مقصود سب کا عمل ہوتا ہے شریعت واحدہ پر اور اولیا اختلاف احکام سے بحث نہیں کرتے احکام میں کسی ایک مجتہد کا اتباع کر لیتے ہیں پھر ان ہی احکام متبوعہ میں اخلاص وتقرب کے تحصیل طرق میں حسب ذوق واستعداد طالب و تجربہ خود مختلف تعلیم فرماتے ہیں اور اس تقریر سے ان مدعیان تصوف کی غلطی ظاہر ہوگئی جو اہل باطن کے لئے احکام جدا گانہ سمجھے ہوئے ہیں۔

منہ ... [illegible]

تنبیہ بر غلطی عجیب متعلق بعلاج شہوت

شہوت ناری براندن کم نشد	او بماندن کم شود بے ہیچ بد
تا کہ ہیزم مے نہی بر آتشے	کے بمیرد آتش از ہیزم کشے
چونکہ ہیزم باز گیری نار مرد	زانکہ تقوی آب سوی نار برد

ف بعض کوتہ نظر شہوت مذمومہ کا علاج یہ سمجھتے ہیں کہ اس شہوت کو پورا کر لیا جاوے تاکہ طبیعت خالی ہو جاوے پھر توبہ کر لی جاوے جنانچہ شیطان ہی دھوکہ دیکر بعض اطفال طریقت سے معصیت سادر کرا دیتا ہے اسلیئے مولانا اسکو دفع فرماتے ہیں کہ یہ جو شہوت مثل نار کے ہے یہ پورا کرنے سے کم نہیں ہوتی البتہ ساکن (اور منبطر) کرنے سے ضرور کم ہو جاتی ہے (اسکی ایسی مثال ہے کہ جب تک آگ پر لکڑیاں رکھتے رہو تو آگ اس ہیزم کش کی اس تدبیر سے کب بجھے گی البتہ اگر لکڑیاں نکال لو فوراً بجھ جاوے گی (اسی طرح اسباب قضا رشہوت سے اسکو ہیجان ہوتا ہے اور تحرز سے قدرے تعب کے بعد جوش و خروش فرو ہو کر نسیاً منسیا ہو جاتی ہے) کیونکہ تقوی (اور تحرز اس نار (شہوت) کی طرف آب (حفظ و معیت الٰہی) کو لیجاتا ہے) اس سے سکون ہو جاتا ہے جیسا قرآن مجید میں اتقوا اللہ یجعل لکم اخ کو مرتب فرمایا گیا ہے اور فرمایا ہے ان اللہ مع المتقین) تنبیہ مولانا کا یہ علاج شہوت مذمومہ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ اس سے بچنے کو تقوی سے تعبیر فرمانا اسکی دلیل ہے اور اسکو کوتہ نظروں کے بیان کرتے ہیں اس کی تصریح بھی نہیں ہوتا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے یہ شہوت محرم مطلقا اور انہماک مباح ہیں دونوں داخل ہیں اب اسکا یہ شبہ ہیں ہوتا کہ حدیث میں وارد ہے کہ اگر کسی اجنبیہ کی طرف میلان ہو تو اپنی بی بی سے فراغت کرلے اس سے وہ خیال دفع ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں شہوت مذمومہ کو شہوت مباحہ سے دفع کیا گیا ہے اور شہوت مذمومہ سے تو تحرز ہی رہا اور مباح میں بھی انہماک نہیں ہوا بلکہ محض دفع ضرورت منظور نظر رہی چنانچہ خود اس حدیث میں بھی ان الذی معہا مثل الذی معہا مقصودیت دفع ضرورت کو بتلا رہا ہے فافہم واللہ اعلم گویا تحرز کا ایک طریق یہ بھی ہے۔

معنی اصطلاحات جمع و فرق و جمع الجمع

آں یکے ماہے ہمی بیند عیاں	واں یکے تاریک می بیند جہاں
واں یکے سہ ماہ می بیند بہم	ایں سہ کس بنشستہ یک موضع نعم
چشم ہر سہ باز و گوش ہر سہ تیز	در تو آویزان و ازمن در گریز

سحر غیب ست این عجب لطف خفی ست	برتو نقش گرگ و برمن یوسفی ست
عالم ار ہجدہ ہزار ست و فزون	ہر نظر را نیست این ہجدہ زبون

یعنی ایک وہ شخص ہے جو چاند کو صاف دیکھ رہا ہے (مراد ماہ سے تشبیہاً حق تعالیٰ ہیں اور ہنیت سے مراد مشاہدہ ہے جسکی تفسیر کئی بار گذر چکی ہے اور اُس کو عیاں کہنا مجازاً ہے باعتبار اطمینان تامہ کے یعنی مشاہدہ وغلبہ توجہ بحق سے مشرف ہے اور خلق کی طرف اصلا ملتفت نہیں) اور ایک دوسرا شخص وہ ہے جو عالم کو تاریک دیکھ رہا ہے (یعنی صرف مخلوق پر اُسکی نظر التفات ہے اُسکو مراۃ مشاہدہ انوار حق نہیں بنایا اور مصنوع سے صانع کی طرف توجہ منصرف نہیں کی گویا عالم اس کی نظر میں تاریک ہے) اور ایک تیسرا شخص وہ ہے جو تین چاند دفعۃً دیکھ رہا ہے (مراد اس سے وہ شخص ہے جو ایک حالت میں حق اور خلق پر نظر رکھتا ہے پس ایک ماہ تو حق تعالیٰ ایک ماہ خلق باعتبار مرآۃ حق ہونے کے ورنہ بدون مرآتیت کے ابھی تاریک کہہ چکے ہیں تیسرا ماہ یہ مجموعہ دو ماہ کا اور ہر چند کہ اس مجموعہ کا کہ موجود اعتباری ہے شمار کرنا ضرور نہ تھا لیکن چونکہ نظر بحق و نظر بخلق کا جمع علی سبیل التعاقب اس مرتبہ میں مقصود بالحکم نہیں بلکہ علی سبیل الاجتماع ملحوظ ہے اس مجموعہ کے اعتبار کرنے سے اس اجتماع کی طرف اشارہ ہو گیا کیونکہ مجموعہ میں ہنیت وحدانیہ کا اعتبار ضروری ہے اور وحدت و اجتماع دونوں کالمترادف ہیں پس یہ تاکید کے لیئے ہے۔ اور ان مراتب ثلثہ سے اول کو اصطلاح میں جمع کہتے ہیں ثانی کو فرق ثالث کو جمع الجمع۔ غرض یہ تین قسم اشخاص ہیں) اور تینوں (ظاہر میں) ایک جگہ مگر اپنے اپنے خیال میں مست بیٹھے ہیں (خیال بمعنی مطلق خیال مجازاً) اور تینوں کی آنکھیں کھلی ہوئی اور تینوں کے کان تیز (یعنی ظاہری) وہی حالت یکساں مگر پھر اسقدر تفاوت کہ) ایک حالت ایک شخص سے قریب اور متعلق اور دوسرے سے بعید و نفور (مثلاً مشاہدہ حق کہ صاحب جمع سے قریب اور صاحب فرق سے بعید۔ اور یہاں من و تو سے مراد صرف یکے و دیگرے ہے بلا لحاظ معنی تکلم و خطاب) یہ تفاوت عظیم (باوجود تقارب امکنہ و احوال کے) ایک غیبی سحر (یعنی تصرف عجیب) اور عجب لطف اور لطیف (یعنی متعسر الادراک) امر ہے کہ ایک حالت ایک شخص کے لیئے نقش گرگ ہے اور دوسرے کے لیئے نقش یوسفی ہے (مثلاً مشاہدہ خلق کہ صاحب فرق کے لیئے مضر اور مہلک اور صاحب جمع الجمع کے لیئے عین ایمان و عرفان) اور گو عالم اٹھارہ ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں (جیسے عالم انسان عالم اسد عالم فرس پس عوالم سے مراد انواع ہیں اور مراد محض کثرت ہے) مگر (اس تفاوت نظر کی وجہ سے) یہ عوالم ہر نظر کے تابع نہیں ہیں (یعنی سب کو ادراک نہیں ہوتا باعتبار آلۂ معرفت ہونے کے)

ترجیح استفادہ از شیخ زندہ بر اہل قبور

ماہ بے گفتن چو باشد رہنما	چون بگوید شد ضیا اندر ضیا

ف اس مقام سے مستنبط ہوتا ہے کہ باطنی نفع زندہ شیخ سے زیادہ ہوتا ہے بالخصوص اُس طالب کے لئے جس کا سلوک کامل ہوا ہو کیونکہ وہ اپنے پر قادر ہے ہر امر کو مفصل تبلا سکتا ہے اور اُس کے بیان سے اپنے حالات و واردات کا ابہام دفع ہو جاتا ہے بخلاف میت کے کہ صرف تقویت نسبت کا فائدہ تو اُس سے ہوتا ہے مگر تعلیم و تلقین جو مدار اعظم ہے مفقود ہے اور اگر خرق عادت کے طور پر کبھی تکلم کا اتفاق بھی ہو جاوے تب بھی تفصیل اور بسط کہاں نصیب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تقریر بہ نسبت تحریر کے زیادہ انفع ہے کیونکہ تحریر میں بہت سی تفاصیل ضبط نہیں ہو سکتیں پس شیخ کے حضور میں استفادہ افضل ہے غیبت میں خط و کتابت کرنے سے۔ اور کوئی یہ شبہہ نہ کرے کہ یہاں علم قال کو ترجیح دی جا رہی ہے اور پہلے مرجح فرما آئے ہیں جواب یہ ہے کہ مرجوح قال ہے غیر اہل حال کا اور راجح قال ہے صاحب حال کا طالب کے لئے کیونکہ اس کے قال میں دونوں امر یعنی قال و حال مجتمع ہیں اور ظاہر ہے الاثنان خیر من الوحد۔

مشروطیت نسبت باطنی کہ زینہ عروج ست بفیض شیخ

نگذرد زانشگاف بینی ہائے خویش	سالہا گر ظن دود با پائے خویش

ف اس میں تعلیم ہے کہ بدون فیض مرشد کامل کے مناسبت باطن سے نہیں ہوتی اور بدون اس مناسبت کے ترقی نہیں ہوتی تو صرف اپنی استعداد علمی و کتب بینی و ذہانت پر رہنا وصول میں ناکافی ہے مرشد ڈھونڈو

فریب خوردن شیطان و علم غیب نبودن اورا

ہاں طاعت بشو دہم ثبات	چون مبدل میکند او سیئات
در حسد او بطر قد گردد دونم	زین شود مرحوم شیطان رجیم
زان لنہ مارا بجاے آوردا	او بکوشد تا گناہے آورد
گرددا اورا نا مبارک ساعتے	چون ببیند کان گنہ شد طاعتے

ف اس سے محققین نے فرمایا ہے کہ شیطان بھی باوجود اتنے بڑے چالاک ہونے کے دھوکہ کھا جاتا ہے اور یہ معلوم ہوا کہ شیطان کو علم غیب نہیں ہے اسی طرح معرفت پلید و جن وغیرہم کو جیسا عوام کا غلط گمان ہے۔

عدم جواز معصیت مقارنہ بانکشاف تقدیر

لیکہ بنیم شو شفیع تو منم	خواجہ رو رحم نہ مملوک تم

ف شفیع تو منم سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اہل بدعت خوارج وغیرہ کا قول نہیں ہی کیونکہ کفار کی شفاعت نہ ہوگی دوسرے یہ کہ اگر اپنے یا دوسرے کے کشف سے معلوم ہو جاوے کہ فلان معصیت میری تقدیر میں لکھی ہے تب بھی وہ مباح وجائز نہیں ہوتی ورنہ اس خدمتگار کو گناہ ہی نہ ہوتا پھر شفاعت کے کیا معنے ف وعدہ شفاعت پر یہ شبہہ کرنا کہ حضرت امام حسنؓ نے ابن ملجم سے قصاص کیوں لیا محض لغو شبہہ ہے وعدہ شفاعت فی الآخرۃ کسی دلیل شرعی سے مسقط قصاص نہیں ہے۔

تکلم وسکوت عارف بحکم وقت

سخت خاک آلودہ می آید سخن	آب تیرہ شد سرچہ بند کن

ف اس مقام میں اشارہ ہے اس طرف کہ عارف کو بحکم وقت کلام کرنا چاہیئے جب طبیعت اپنی اور سامعین کی حاضر ہو اور علوم ومعارف کی آمد ہو اور اس میں اعتدال ہو کہ نہ بیان میں تکلف ہو اور نہ اتنا غلبہ ہو کہ حد ضبط سے خارج ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت افادہ فرماوے چنانچہ آمد کی قلت اور بلا انضباط کثرت دونوں کا مقتضی سکوت ہونا مولانا کے کلام سے ثابت کیا گیا ہے اور اگر یہ شبہہ ہو کہ بعض محققین کا ارشاد ہے کہ تکلم وسکوت میں نفس کی مخالفت کرنا چاہیئے جب کلام کی طرف رغبت ہو اسوقت سکوت کرے اور جب سکوت کی طرف رغبت ہو اسوقت کلام کرے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اس شخص کے لیئے ہے جو ہنوز مجاہدہ میں مشغول ہے پس یہ بھی ایک مجاہدہ ہے اور یہاں جو مذکور ہے وہ اہل مشاہدہ وکاملین کے لیئے ہے فلا تعارض اور راز اس میں یہ ہے کہ محتاج مجاہدہ چونکہ ناقص ہے اسکے سکوت وتکلم دونوں میں نفسانی غرض ہوتی ہے لہذا معالجہ واجب ہوا اور کامل اغراض سے مطہر ہو چکا ہے اس کا تکلم محض تربیت طالبین کے لیئے منجانب اللہ ہے پس تقاضائے کلام ناشی امر الہامی الہی ہوگا لہذا اس کے اتباع کے لیئے کلام ضروری ہوگا اور اس کے خلاف میں الہاما امر سکوت ہوگا لہذا اسکے امتثال کے لیئے سکوت ضروری ہوگا چون قلم در پنجہ تقلیب رب۔ واللہ اعلم

تمت رسالہ مسائل المثنوی +

از امداد الفتاوی معروف بفتاوی امدادیہ

تحقیق فضیلت حب عقلی بر عشق

سوال ایک بات قابل دریافت ہے وہ یہ ہے کہ صراط مستقیم میں مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ نے حب ایمانی یا عقلی کو حب نفسانی یا عشق پر بہت کچھ ترجیح دی ہے اور طریق عشق کو ایک حد تک مذموم ثابت کیا ہے حالانکہ بڑے بڑے صوفیہ کرام مولانا روم رح جامی رح وغیرہ نے عشق کی مدح سرائی کی ہے اس بات میں حضرت کی جو تحقیق ہو اس سے مفصل مطلع فرمایئے۔

جواب۔ اول یہ مقدمات سمجھنا چاہیئے۔ اول فضیلت دو طرح کی ہوتی ہے ایک باعتبار ذات شے کے۔ دوسری باعتبار کسی حالت خاصہ کے اول کو فضیلت ذاتیہ دوسری کو اضافیہ کہنا مناسب ہے۔ دوم کمالات ولایت کے مستفاد ہوتے ہیں کمالات نبوت سے اس لیئے جو کمال ولایت کا جسقدر کمال نبوت کے ساتھ مشابہ ہوگا وہ دوسرے کمال سے جو مشابہت میں کم ہے افضل ہوگا۔ سوم عشق ایک خاص درجہ ہے محبت کا جس میں ہیجان و غلیان ہوتا ہے۔ ان مقدمات کے بعد جاننا چاہیئے کہ حضرت انبیا علیہم السلام میں جو صفت محبت الٰہی کی ہوتی ہے اسمیں ہیجان نفسانی نہیں ہوتا اس لئے بالیقین یہی نوع محبت کی فی نفسہ افضل ہوگی مگر کسی خاص استعداد و صلاحیت کے اعتبار سے تربیت باطن میں دوسری نوع کا انفع و اوفق ہونا ممکن ہے جیسے کہ گوشت فی نفسہ افضل الاغذیہ ہے لیکن کسی خاص طبیعت کے اعتبار سے آش جو کو اصلح کہا جاتا ہے پس مولانا شہید رحمۃ اللہ فضیلت ذاتیہ کے مرتبہ میں حب ایمانی کو ترجیح دے رہے ہیں اور بعض آثار مغلوبیت کے اعتبار سے حب نفسانی کا نقص بتلا رہے ہیں اور دوسرے حضرات صوفیہ رحمہم اللہ فضیلت اضافیہ کے مرتبہ میں عشق کی مدح کر رہے ہیں کیونکہ ایسے مضامین اکثر اہل حال کے کلام میں وارد ہیں جنکو تحقیقات عامہ مقصود نہیں یا مراد ان حضرات کی اصطلاحاً عشق سے مطلق کمال محبت ہو جو شامل ہے محبت ایمانی کو بھی اور مقصود مذمت کرنا ہو اس شخص کی جسمیں یہ کمال نہیں ہے جیسے حدیث میں ہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ الحدیث پس دونوں توجیہہ پر مولانا اور صوفیہ کے کلام میں تعارض نہیں ہے واللہ اعلم۔ ۱۷ شوال ۱۳۲۱ھ ہجری

معنی ربط قلب

سوال۔ ربط القلب بالشیخ کے کیا معنی ہیں؟

الجواب۔ حقیقت اسکی شیخ سے ازدیاد محبت ہے اور صورت اسکی شیخ کا تصور ہے جو اجیانا سبب محبت کا ہوتا ہے اور فائدہ اسکی حقیقت کا افاضہ برکات و انوار ہے اور فائدہ اس کی صورت کا دفع خطرات ہے

مگر حقیقت وصورت دونوں میں شرط یہ ہے کہ حدود شرعیہ سے علما وعملا تجاوز نہ ہو ورنہ معصیت وبدعت سے نسبت باطنی ظلمانی ہوجاوے گی فقط واللہ اعلم۔ ۲ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ ہجری

حقیقت جذبہ

سوال - جذبہ کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب بلاواسطہ اکتساب ومجاہدہ جو احوال باطنیہ حاصل ہوجاتے ہیں اسکو جذب کہتے ہیں اور اجتبا ومحبوبیت اور مرادیت بھی کہتے ہیں فقط واللہ اعلم۔

معنی ذکر جلی وخفی

سوال ذکر جلی اور خفی کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب بعض کی اصطلاح میں قلبی کو خفی اور لسانی کو جلی کہتے ہیں اور بعض کی اصطلاح میں لسانی کے جہر کو جلی اور غیر جہر کو خفی کہتے ہیں اور طریقے دونوں کے کتب سلوک میں مذکور ہیں مگر بدون تعیین شیخ کے خود کسی طریق کا اختیار کرنا نافع نہیں ہے حصول نسبت میں۔

حد ذکر جلی

سوال - ذکر جلی کی حد کیا ہے؟

الجواب - ادنی کی حد تو معین ہے اصطلاح اول پر تو تحریک لسان اور اصطلاح ثانی پر اسماع نفس خود کما صرح بہ الفقہاء لیکن اکثر کی کوئی حد نہیں اپنے نشاط پر موقوف ہے مگر اس کے جواز کی یہ شرط ہے کہ کسی مصلی یا نائم کو تشویش وایذا نہ ہو کما صرح الفقہاء فقط واللہ اعلم۔ ۲ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ ہجری

حل اشعار مثنوی متعلقہ قصہ شب تعریس

سوال - مولانا رومی رح پیر چنگی کے قصہ کے درمیان فرماتے ہیں ؎

مصطفی بیخویش شد زان خوب صوت	شد نمازش در شب تعریس فوت
در شب تعریس پیش آن عروس	یافت جان پاک ایشان دست بوس

اس کی تصریح بعض شراح نے اس طرح کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رض کی روحی آواز اذان سے (کیونکہ بظاہر تو اسوقت اذان تھی ہی نہیں) بے ہوش اور مستغرق مشاہدہ تجلیات الہی میں ہوگئے کیونکہ اُن کی آواز آواز ذات حق اور نغمۂ الہی تھی جیسا کہ گذشتہ اشعار سے مفہوم ومنصور ہوتا ہے اور بظاہر شعر کے معنی یہی ہیں اور جہانتک حدیث سے معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ یہ وجہ آپ کی غفلت کی نہ تھی بلکہ فی الواقع نوم تھی کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از خواب شریف کے بلال رضی اللہ عنہ کو واسطے بیدار کرنے کے تنبیہ کرنا اور بعد نماز فوت ہونے کے فرمانا کہ بلال کو شیطان نے خواب میں ڈالدیا اور یہ وادی وادی شیطان ہے جلدی بڑھو آگے چلکر نماز قضا پڑھینگے اس گذشتہ وجہ اور ظاہر مطلب شعر کے بالکل منافی ہے کیونکہ اگر

واقعی آپ کی حالت استغراقی تھی تو پھر آپ کے اس ارشاد عالی کے (کہ ہمکو بیدار کرنا جو صاف حالت نوم پر دال ہے) کیا معنی اور بلال کے اس جواب کا (کہ یا حضرت مجھپر بھی وہی خواب غالب آگئی تھی جو آپ پر تھی) کیا مطلب غرض جملہ الفاظ حدیث کے ارتباط و تعلق سے بھی معلوم ہوا کہ واقعی آپ پر نوم غالب تھی۔ نیز آپ پر تو اکثر تجلیات الہی کا نزول و مشاہدات حق کا ہبوط رہتا تھا کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ کی نماز قضا ہو گئی ہو اسی وقت کی کیا خصوصیت تھی۔ علاوہ ازیں حالت نماز سے زیادہ تو کوئی وقت قرب کا نہیں کہ جسکے بارہ میں الصلوٰۃ معراج المومنین ارشاد ہے چاہیئے کہ اس میں زیادہ حالت استغراق ہو یہانتک کہ محو ذات حق ہوکر رکوع و سجود کی بھی اصلا خبر نہ رہے یعنی اگر قیام کی حالت میں استغراقی حالت کو عروج ہوا تو قیام میں رہے رکوع کی نوبت ہی نہ آوے اگر حالت رکوع میں یہ کیفیت طاری ہوئی تو قعود تک نہ پہونچ سکے علی ہذا مگر کبھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ موقع نہیں گذرا۔ قطع نظر ان سب کے جو کچھ بھی معنی لئے جائیں خواہ حالت استغراقی مراد لیں یا کیفیت نومی تو پھر حضرت کے اس ارشاد (تنام عيني ولاينام قلبي) کے کیا معنی اگرچہ بعض شروح میں بعض اعتراضات کے جواب مرقوم ہیں مگر لایق تشفی نہیں بلکہ مزید بران انواع انواع کے شبہات قلب میں جاگزیں ہوتے ہیں حضور پر نور خوب حدیث شریف کے ظاہری و باطنی مطلب اور مولانا کے اشعار کے مدعا سے مطلع فرمائیں۔

الجواب۔ اول چند امور بطور مقدمات عرض کرتا ہوں کہ مطلب میں سہولت ہو **امر اوّل** جو امر نص میں مسکوت عنہ ہو اُس کا دعویٰ کرنا کسی قرینہ سے نص کی مخالفت نہیں البتہ امر مثبت فی النص کی نفی یا منفی فی النص کا اثبات یہ مخالفت نص کے ہے۔ **امر دوم** جو واقعہ وجوہ مختلفہ کو محتمل ہو اور اُسکی وجہ منقول نہو کسی دلیل ظنی سے اُسکی تعیین کرنا کچھ مضائقہ نہیں جیساکہ فلاسفہ مورخین نے ظن سے ہر واقعہ کے اسباب وعلل نکالے ہیں۔ **امر سوم** اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہیں اسی طرح اتحاد سبب سے اتحاد سبب السبب ضروری نہیں۔ **امر چہارم** کاملین کو استغراق دائی نہیں ہوتا۔ **امر پنجم** کسی شئے کا ممدوح ہونا اُس کے مقصود ہونے کو مقتضی نہیں **امر ششم** اشعار میں بہت سی لفظی شاعری رعایات بھی ہوتی ہیں **امر ہفتم** کسی حاسہ کے تعطل سے اُسکے مدرکات کا ادراک نہیں ہوتا۔ بعد تمہید ان مقدمات کے سننا چاہیئے کہ مولانا نے اول اذان بلال رض کا ندائے حق سے ناشی ہونا بیان کیا ہے اس شعر میں ؎ زان دمی کا دم الخ اس کے بعد دو شعروں میں اُس ندای حق کا اثر بیان فرماتے ہیں کہ آپ اُسکے اثر سے بیخود مستغرق ہوگئے اور استغراق میں نماز قضا ہوگئی تو شب تعرس میں اُس محبوب مطلق یعنی ذات حق کے روبرو آپکی روح بحیثیت استغراق حاضر تھی اھ یہاں مولانا نے استغراق کو سبب فوت صلوٰۃ کا ٹھیرایا اور حدیث میں اس کی وجہ نوم آئی ہے مگر چونکہ ممکن ہے کہ نوم کے بعد یہ استغراق ہوگیا ہو لہذا کچھ تعارض نہیں اب یہ کہ طول نوم کی کیا وجہ تھی سو نوم بلال وغیرہ کا سبب مجیٔ شیطان ہونے سے یہ لازم نہیں کہ نوم نبوی کی وجہ بھی

یہی ہو بلکہ ممکن ہے کہ وہ استغراق ہو کیونکہ اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہیں (بحکم مقدمہ سوم) اور ہر چند کہ حدیث میں استغراق کا سبب ہونا مذکور نہیں مگر اسکی نفی بھی نہیں تو اگر اسکے سبب ہونے کا دعویٰ کیا جاوے تو حدیث کی مخالفت نہیں (بحکم مقدمہ اول) اور چونکہ آپ کی شان پاک کے مناسب یہی وجہ ہے اسلئے دوسرے وجوہ محتملہ میں سے اسکو ترجیح دینا مضائقہ نہیں (بحکم مقدمہ دوم) اور مولانا نے محض استغراق کا اثر ندا ہونا بیان کیا ہے جو کسی درجہ میں محمود ہے اُس کا فضل بیان کرنا مقصود نہیں تاکہ یہ شبہہ ہو کہ اگر استغراق میں یہ فضیلت ہے تو نماز کیوں فوت ہوئی کیونکہ محمودیت مستلزم مقصودیت نہیں (بحکم مقدمہ پنجم) اور چونکہ استغراق دائمی نہیں ہوتا اس لئے دوسرے حالات کے اعتبار سے شبہہ نہیں ہو سکتا (بحکم مقدمہ چہارم) اور لفظ عروس صرف رعایت لفظی ہے نہ بیان اشتقاق تاکہ لغت کی مخالفت کا شبہہ ہو (بحکم مقدمہ ششم) اور وقت مبصرات سے ہے اور نوم عیاں سے کہ مثل نعاس کے ہے حاسہ بصر معطل اور قوت التفات مختل ہو جاتی ہے لہذا اسکا ادراک نہ ہوا (بحکم مقدمہ ہفتم) فقط واللہ اعلم۔

تفسیر شریعت و طریقت و معرفت و حقیقت

سوال۔ ایک مختصر مضمون میں شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت کی حقیقت اور اُن کا باہمی تعلق لکھکر مرحمت فرمایئے؟

جواب۔ شریعت نام ہے مجموعہ احکام تکلیفیہ کا اس میں اعمال ظاہری و باطنی سب آگئے اور متقدمین کی اصطلاح میں لفظ فقہ کو اس کا مرادف سمجھتے تھے جیسے امام ابوحنیفہ رح سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے۔ معرفة النفس مالها وما علیها۔ پھر متاخرین کی اصطلاح میں شریعت کے جزو متعلق باعمال ظاہرہ کا نام فقہ ہو گیا اور دوسرے جزو متعلق باعمال باطنہ کا نام تصوف ہو گیا ان اعمال باطنی کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں پھر ان اعمال باطن کی درستی سے قلب میں جو جلا و صفا پیدا ہوتا ہے اُس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ متعلقہ اعیان و اعراض بالخصوص اعمال حسنہ و سیئہ و حقائق الٰہیہ صفاتیہ و فعلیہ بالخصوص معاملات فیما بین اللہ و بین العبد منکشف ہوتے ہیں ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں اور اس انکشاف کو معرفت کہتے ہیں اور اس صاحب انکشاف کو محقق و عارف کہتے ہیں پس یہ سب امور متعلق شریعت کے ہی ہیں۔ اور عوام میں جو یہ شایع ہو گیا ہے کہ شریعت صرف جزو متعلق باحکام ظاہرہ کو کہنے لگے ہیں یہ اصطلاح کسی اہل علم سے منقول نہیں اور عوام کے اعتبار سے اسکا منشا بھی صحیح نہیں کہ وہ اعتقاد تنافی ہے ظاہر اور باطن میں واللہ اعلم۔ ۱۷ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

شرح الفاظ ثلثہ علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین

یقین کہتے ہیں اعتقاد جازم مطابق للواقع کو اگر ادراک کا صرف یہی مرتبہ ہے تو علم الیقین ہے اور اگر اُسکے ساتھ غلبہ حال بھی ہو لیکن اس غلبہ میں مدرک کو غیر مدرک سے غیبت نہو تو عین الیقین ہے اور اگر ایسا غلبہ ہے کہ غیر مدرک سے غیبت بھی ہے تو حق الیقین ہے اسی کو کتب فن میں مختلف عنوانات سے لکھا ہے واللہ اعلم ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

حل بعض اشعار حضرت مولانا جامی قدس سرہ

قال العارف الجامی فی وصف یوسف علی نبینا وعلیہ السلام ؎

مقدس نورے از قید چہ و چوں	سرا ز جلباب چون آورد بیروں
چو آں بیچوں دریں چوں کردہ آرام	پئے روپوش کردہ یوسفش نام

حل مفردات۔ چہ ترجمہ ماہو کہ موضوع است برائے سوال از جنس یا نوع مرکب وگاہے مستعمل باشد در سوال از مطلق حقیقت خواہ مرکب یا جزو مرکب باشد خواہ بسیط مجرد یا غیر مجرد باشد۔ چون ترجمہ کیف کہ مقولہ ہست از مقولات تسعہ عرض کہ قسمے ہست از ممکن وگاہے مستعمل باشد در مطلق صفت حادث باشد یا قدیم ممکن باشد یا واجب و لو بوجوب الذات۔ جلباب چون باضافۃ مراد قیود مشارکت وصف ستر قید الجلباب گفتمند۔ آرام تجلی و نزول مقصود کہ نتیجہائے ارادہ باشد مجازاً و آرام گفتہ کہ آرام بمعنی سکون منتہائے حرکت حسیہ وارادیہ می باشد۔ روپوش حجاب۔

مقدمات۔ مقدمہ اولی۔ حق تعالی کو بیچون اور ماہیت وکیفیت سے مطلق کہنے کے دو محمل ہیں اگر چوں کو مقولہ کیف کے ساتھ خاص کہا جاوے اور ماہیت کو جنس و نوع مرکب کے ساتھ تب تو اس سے مطلق اور مقدس ہونا ظاہر ہے کیونکہ مقولہ کیف قسم ہے ممکن کی اور مقسم حق تعالی پر صادق نہیں تو قسم بھی صادق نہیں ورنہ صدق قسم کا بدون مقسم کے لازم آوے گا اور یہ محال ہے اور جنس و نوع دونوں میں ترکیب لازم آتی ہے اور وہ مستلزم ہے حدوث کو اور حدوث باری تعالی کا محال ہے پس لا محالہ باری تعالی اس کیف اور اس ماہیت سے منزہ ہے اور اگر چوں سے مراد مطلق صفت لی جاوے اور چہ سے مراد مطلق حقیقت لیجاوے تو اُسوقت اس حکم میں استعمال مجاز کا ہے کہ عام بول کر خاص مراد لیا یعنی صفات و حقیقت سے مراد ممکن کی صفات و حقیقت ہیں پس اس معنی کے اعتبار سے بھی تنزیہ ظاہر ہے ورنہ خود ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیئے حقیقت اور صفت دونوں ثابت ہیں۔ مقدمہ ثانیہ۔ تجلی اور نزول معنی لغوی پر محمول نہیں الفاظ اصطلاحیہ ہیں مطلق ظہور کو کہتے ہیں مثلاً حروف مکتوبہ کو دیکھکر کاتب کا وجود استدلال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنوع بدون صانع کے پایا نہیں جاتا تو ضرور صانع موجود ہے اس معنی کے اعتبار سے حق تعالیٰ تمام موجودات میں متجلی ہیں کہ ان سے اُن کے وجود اور صفات کمال پر دلالت ہوتی ہے اتنا فرق ہے کہ یہ ظہور اور تجلی اہل ظاہر کے نزدیک عقلی ہے اور اہل باطن کے نزدیک ذوقی ہے اور اسی تجلی ذوقی کے اعتبار سے گاہے تخصیص کردی جاتی ہے قلوب عارفین کے ساتھ کہ ان پر تجلی ہوتی ہے یعنی ظہور حق تعالیٰ کا اشیاء میں ان کے قلوب پر بوجہ خاص یعنی ذوقا منکشف ہوتا ہے (مقدمہ ثالثہ) محال تجلی یعنی اشیاء کو مظاہر اور حجب بھی اصطلاح میں کہتے ہیں مظاہر تو اس اعتبار سے کہ اگر یہ واسطہ نہوتا تو انکشاف وجود واجب

کی عند المکلف کوئی صورت نہ تھی تو اشیاء آلۂ ظہور ہوئیں اور حجب اس اعتبار سے کہ اکثر اہل غفلت ان وسائط ہی کو دیکھتے ہیں اور ان سے استدلال وجود صانع پر نہیں کرتے تو ان وسائط کی طرف ایسا التفات مانع ہوگیا التفات الی الصانع سے اس اعتبار سے یہ اشیاء آلہ اختفاء ہوگئیں پس صدق مفہومین متضادین کا اعتبارین مختلفین سے موجب اشکال نہ رہا۔ (مقدمہ رابعہ) کبھی کسی نکتہ شاعری یا تحقیقی کی وجہ سے مطلق اثر کو گو وہ مقصود نہو غایت یعنی اثر مقصود ٹھیرا دیتے ہیں (مقدمہ خامسہ) چونکہ انسان بہ نسبت اور مخلوق کے عجائب وغرائب کا زیادہ جامع ہے اسکی دلالت بھی صفات کمال الٰہی پر زیادہ ہوگی۔ اِسلئے انسان کو مظہر اتم و منتہائے تجلیات وغیرہ کہتے ہیں (مقدمہ سادسہ) صوفیہ رح کہتے ہیں کہ سبب ظہور ذات وصفات حق تعالیٰ کا انکی صفت جمال ہے یعنی جمال مقتضی ظہور کو ہوتا ہے۔ اور ذات وصفات سب جمیل ہیں اس لئے مقتضی ظہور کو ہوئیں اور یہ اقتضاء بمعنی اضطرار نہیں بلکہ اوا رحق حکمت ہے۔ (مقدمہ سابعہ) مخلوقات میں اجمل انسان ہے۔ لقولہ تعالےٰ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم الآیۃ ولقولہ تعالیٰ وصورکم فاحسن صورکم الآیۃ۔ اور انسان میں ظاہری جمال کے اعتبار سے اجمل حضرت یوسف علیہ السلام ہیں لقولہ علیہ السلام وقد اعطی شطر الحسن الحدیث۔

تقریر شرح۔ جب یہ سب امور ذہن نشین ہوگئے اب مطلب اشعار کا ظاہر ہے۔ یوسف علیہ السلام کے حسن کا بیان ہے کہ یوں سمجھو کہ نور حق جو کہ بالمعنیین المذکورین فی المقدمۃ الاولیٰ قید ماہیت وکیفیت سے منزہ ہے وہ قید چون یعنی حجاب مخلوق سے یا بعنوان دیگر مظہر مخلوق سے کما ذکر کلاہما فی المقدمۃ الثالثۃ ظاہر ہوا۔ اور ان دو عنوانوں میں سے پہلے شعر میں آورد بیرون میں عنوان مظہریت کی طرف اور دوسرے شعر میں لفظ روپوش میں عنوان حجاب کی طرف اشارہ ہے اور جب اُس مطلق نے اس مقید میں بالمعنی المذکور فی المقدمۃ الثانیہ نزول فرمایا جسکو یا باعتبار مطلق نزول مقصود کے آرام سے تعبیر کیا گیا یا خاص منتہائے نزول کے اعتبار سے آرام کہا گیا کیونکہ یہاں مظہر خاص انسان ہے کما ذکر فی المقدمۃ الخامسۃ تو اُس مقید کا نام روپوشی کے واسطے یوسف رکھہ دیا اور اس روپوشی کا ہرچند کہ مقصود ہونے کا دعویٰ نہ کیا جاوے لیکن چونکہ اُس نزول پر یہ مرتب ہوتی ہے مجازاً اسکو لفظ پے سے غایت قرار دیدیا کما ذکر فی المقدمۃ الرابعۃ۔ اور یہاں نکتہ شاید یہ ہو کہ اس روپوشی سے ابتلاء وامتحان خلق منظور تھا کہ دیکھیں کون محو تماشائے یوسف ہوکر جمیل حقیقی کو بھولتا ہے اور کون انکو دیکھکر بزبان حال یہ کہتا ہے ؎

حسن خویش از روئے خوبان آشکارا کردۂ	پس بچشم عاشقان خود را تماشا کردۂ

ع چہ باشد آں نگار خود کہ بندد ایں نگار ہا

اور ہرچند کہ یہ تجلی اور یہ احتجاب ہر مخلوق میں حاصل ہے لیکن چونکہ یوسف علیہ السلام صفت جمال میں اور مخلوق سے اکمل ہیں کما ذکر فی المقدمۃ السابعۃ تو آپ خاص اُس صفت کے زیادہ تجلی گاہ ہوئے جو کہ

بمقدمہ سادسہ اصل منشا ظہور وتکوین کا ہے اسلئے اس تجلی واحتجاب خاص میں خاص اعتبار سے آپکو ترجیح ہوئی لہذا اس شعر میں تخصیص کرلی گئی واللہ اعلم۔ ۴- جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

حقیقت نفس

سوال - نفس کیا چیز ہے اگر لمۃ الشر کا نام ہے تو بعض وقت مسلمان طبعاً عبادت کی خواہش کرتا ہے خصوصاً جب اس میں حق سبحانہ کچھ لذت مرحمت فرمادیں اُس وقت ہوائے نفس اور لمۃ الخیر رضائے باری عز اسمہ میں سوائے اسکے کہ دین اسلام اور شریعت غرا کو ممیز قرار دیں اور کوئی بھی سبیل افتراق ہے یا نہیں بظاہر تو جو دل گناہ میں لذت پاتا اور اس کی خواہش کرتا ہے وہی عبادت میں لذت پاتا اور خواہشمند ہوتا ہے محض یہ سمجھ لینا کہ دل لمۃ الشر من الشیطان ہے دوسرا لمۃ الخیر من الملک ہے دل کو تسکین نہیں دیسکتا اور اگر ہو بھی تو ہر شخص کے لیے نہی النفس عن الہوی پر عمل کرنے کے لئے پورے علم دین کی ضرورت ہے تھوڑا علم کافی نہیں اس صورت میں تکمیل علم زائد از ضرورت جس کو فرض الکفایہ شمار کیا گیا ہے فرض عین اور حد ضرورت میں داخل ہوجائیگا۔ نیز صوفیہ کرام کا مباحات کو محرمات کے اندیشہ سے ترک کرنا اسی بنا پر ہے کہ ہوای نفس ہے اور نفس کی جہاں تک ہو مخالفت چاہیئے۔ اس بنا پر بھوک کے وقت کھانا اور ضرورت کے وقت مجامعت بھی ہوائے نفس ہوگی۔ پھر عادت کے موافق یا بغرض حصول لذت عبادت کے وقت طاعت میں مشغول ہونا ہوائے نفس کیوں نہو البتہ وہ بحکم الطبع ہے اور یہ بحکم الشرع مگر عادت کے درجہ میں یہی عبادت بحکم الطبع میں داخل اور بسبب عبادت وقوام بدن وتصحیح خیال وازالہ مادہ فاسدہ کی نیت سے اکل وجماع بھی بحکم الشرع ہے پھر امتیاز دشوار غرض گو اقناعیت کچھ ہوجاتی ہے مگر الزام واسکات ملکہ اطمینان نہیں۔

الجواب - نفس انسان کے اندر ایک قوت ہے جس سے کسی چیز کی خواہش کرتا ہے خواہ وہ خواہش خیر ہو یا شر اگر اکثر شر کی خواہش کرے اور نادم بھی نہو اُس وقت امارہ کہلاتا ہے یعنی کثیر الامر بالسوء اور سوی اسی مرتبہ کی خواہش کا نام ہے۔ اور کبھی کبھی اُس میں خیر کی بھی خواہش پیدا ہوجانا اس مفہوم کے منافی نہیں کیونکہ کثیر الامر کو دائم الامر ہونا لازم نہیں اور اگر نادم بھی ہونے لگے تو لوامہ کہلاتا ہے۔ اور اگر اکثر خواہش خیر کی کرے اس وقت مطمئنہ کہلاتا ہے بمعنی ساکن الی الخیر گو کبھی اس میں شر کی بھی خواہش بلا عمل احیاناً پیدا ہوجاوے کیونکہ محض انجذاب بمعنی میلان منافی سکون کے نہیں چنانچہ اجسام ثقیلہ باوجود میلان الی المرکز کے ساکن بھی دیکھے جاتے ہیں البتہ اُس خواہش کے مقتضا پر عمل کرنا کہ حرکت من المقر ہے یہ البتہ منافی سکون ہے تو اس صورت میں مطمئنہ نہ رہیگا غرض دونوں خواہشیں خیر کی بھی اور شر کی بھی نفس ہی کے متعلق ہیں البتہ اسباب ہر خواہش کے جدا جدا ہیں۔ بعض تو مشاہد ہیں جیسے نصیحت وصحبت نیک خواہش خیر کے لئے اور اغوا وصحبت بد خواہش شر کے لئے اور بعض اسباب غیر مشاہد ہیں جیسے القاء ملک خواہش خیر کے لئے اور القاء شیطان خواہش شر کے لئے اسی کو حدیث میں لمۃ الملک ولمۃ الشیطان

اور ایجاد بالخیر اور ایجاد بالشر سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور بزرگوں کا مباحات کو چھوڑنا اس بنا پر نہیں کہ مباحات کی خواہش ہوائی نفسانی ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ وہ مفضی الی الہوی نہو جاوے۔ اس تقریر میں تامل کرنے سے اُمید ہے کہ سب شبہات زائل ہو جاوینگے کیونکہ ہمیں منشار اشتباہ کا ارتفاع ہوگیا ہے اور اگر اب بھی کوئی شبہ رہے تو اسکی تقریر مکرر واضح طور پر کیجاوے۔ ۶ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

تفسیر اشعار کہ بعض اہل حال برآن وفات فرمودند

سوال ۔ گذارش خدمت ہے کہ لفظ "خود بخود آزاد" پر اپنی طرف اشارہ کرنے سے کیا مطلب ہے اور یہ مضمون عارفین کے نزدیک کیا نہایت سخت ہے کہ بوجہ خوف وصال ہوا یا کیا مراد ہے۔ خادم کا جی چاہتا ہے کہ اس غزل کی تفسیر موافق مذاق اہل حال آنحضور تحریر فرماویں نہایت اشتیاق ہے۔ غزل

آستیں بر رو کشیدی ہمچو مکار آمدی	باخودی خود در تماشا سوے بازار آمدی
در بہاران گل شدی در صحن گلزار آمدی	بعد ازاں بلبل شدی با نالہ و زار آمدی
شور منصورا نہ کجا و دار منصورا ز کجا	خود زدی بانگ انا الحق بر سر دار آمدی
گفت قدوسی فقیرے در فنا و در بقا	خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

اس سے زیادہ خادم کو یاد نہیں شاید اور بھی اشعار ہوں (ضمیمہ سوال) مولانا شاہ محمد حسین خان بہادر صاحب الہ آبادی علیہ الرحمۃ نے ۸ رجب ۱۳۲۲ھ مطابق ۹ ستمبر ۱۹۰۴ء بمقام اجمیر شریف ساڑھے نو بجے صبح کو انتقال فرمایا نواب سرور جنگ کے مکان پر جو احاطہ درگاہ شریف میں واقع ہے سماع کا جلسہ تھا مولانا صاحب قدس سرہٗ وہاں تشریف لے گئے آستانہ مبارک کے قوالوں نے حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل شروع کی شعر۔ آستیں بر رو کشیدی ہمچو مکار آمدی ✲ باخودی خود در تماشا سوے بازار آمدی ✲✲ مولانا صاحب نے حسب عادت ہر مصرع کی تفسیر فرمانی شروع کی جب قوالوں نے مقطع کا شعر یعنی۔ گفت قدوسی فقیرے در فنا و در بقا ✦ خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی ✲ گانا شروع کیا تو مولانا صاحب نے تفسیر اس شعر کی لوردو بار الفاظ. خود بخود آزاد کو فرمایا اور اپنی طرف اشارہ کر کے سجدہ میں چلے گئے اور چشم زدن میں روح اقدس قید تن سے آزاد ہوگئی آٹھ بجے شب کو حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے پائیں میں مدفون ہوئے۔

الجواب ۔ آپ نے اس واقعہ کے متعلق تین سوال کئے ہیں۔ اوّل اشارہ سے کیا مطلب ہے۔ دوسرے وجہ وفات کی تحقیق۔ تیسرے ان اشعار کی تفسیر۔ سو وجہ وفات کا سوال ایک اور صاحب نے بھی کیا ہے اُس جواب کا خلاصہ دوسرے پرچہ پر لکھے دیتا ہوں۔ تفسیر سے پہلے ایک تمہید سمجھ لیجئے وجہ اشارہ کا سمجھنا بھی اُسی پر موقوف ہے وہ یہ کہ ممکن من حیث الامکان کسی وصف وجودی کو یا کسی جمال و کمال کو بذاتہ مقتضی نہیں ورنہ وہ واجب ہو جاویگا لہذا جب ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوگا اسمیں کسی علت و واسطہ کی

ضرورت ہوگی جو مرجع اتصاف کا ہو اور وہ واسطہ ذات حق مع الصفات والافعال ہے اب رہا یہ امر کہ اس توسط کی کیا کیفیت ہے اور آیا وہ واسطہ فی العروض ہے یا فی الثبوت یا فی الاثبات اسکی تحقیق از بس طویل ہے اور کلید مثنوی میں بقدر ضرورت مذکور بھی ہے بہرحال اسمیں اہل ذوق کے اقوال مختلف ہیں لیکن اتنا امر مشترک التسلیم ہے کہ ممکن کو واجب تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کے ساتھ ایک خاص تعلق اور نسبت ہے۔ اور ممکن کے تطورات وجود اُس انتساب کی بدولت ہیں پس کمال وجمال کے ساتھ موصوف بالذات والحقیقۃ ذات حق ہے اور ممکنات اُسکے مفتقر اور مستعیر پس بعض اوقات کثرت مراقبات یا قوت تخیل یا ذوق وجدانی یا غلبہ فنا وسکر سے یہ اوصاف وکمالات وتطورات تو ملاحظہ میں رہتے ہیں لیکن ممکن پر من حیث الخلو اور واجب پر من حیث الاتصاف نظر پڑتی ہے۔ اُسوقت اُن اوصاف کو قالاً وحالاً ذات حق کی طرف نسبت کرنے لگتا ہے جیسے کوئی شخص ید مستعیر کو ملاحظہ میں رکھ کر پھر اُسکے غیر مالک ہونے پر اور معیر کے مالک ہونے پر نظر کرے تو بالاضطرار کہہ اٹھیگا ان ید المستعیر ہی ید المعیر چنانچہ اسی بناء پر فقہا کے کلام میں یہ اطلاق وارد ہے اور اس کو توحید افعالی وصفاتی کہتے ہیں۔ اور جب اس حالت کا زیادہ غلبہ ہوتا ہے تو ممکن کا اضمحلال اسدرجہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قابل بھی نہیں معلوم ہوتا کہ اُسکی ذات کو اُسپر محمول کیا جاوے کیونکہ یہ حمل ایجابی بھی ایک گونہ ثبوت موضوع کو چاہتا ہے۔ اور ممکن کے لئے حقیقۃً ثبوت نہیں اسلئے جس طرح افعال ممکن کو افعال حق اور صفات ممکن کو صفات حق کہدیا تھا اسی طرح ذوات ممکن کو ذات حق کہدیتا ہے اور ان سب کو اُسی ایک ذات کے ظہورات سمجھتا ہے بلا اتحاد وبلا حلول جیسا تصریحاً مولانا نے کہا ہے ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

اس حمل کے حکم کو توحید ذاتی کہتے ہیں اور منصور علیہ الرحمۃ کے قول کا منشا یہی تھا اور ہمہ اوست کی ایک تفسیر یہ بھی ہے ان اشعار میں توحید کے ان ہی مراتب کو بیان کیا ہے اب اُنکی تفسیر میں کوئی خفا نہیں رہا اور بعض اوقات خلو ممکن اور اتصاف پر نظر پڑنے کے ساتھ اوصاف وافعال وذوات ممکن ملاحظہ میں نہیں رہتے اسوقت ان سب موصوفات اور اوصاف کو معدوم سمجھتا ہے اور ان سب امور کی نسبت ذات حق کی طرف نہیں کرتا بلکہ ان سب پر عدم کا حکم کرتا ہے جیسا نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں ہے ؎ ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی ؛ اور ہمہ اوست کی ایک تفسیر یہ بھی ہے جسکو میں نے کلید مثنوی کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ اور کبھی اوصاف ممکن کے ساتھ اتصاف ممکن پر بھی نظر ہوتی ہے اور ساتھ ہی افتقار کو بھی دیکھتا ہے تو ہمہ از وست کہتا ہے اور یہ حالت صحو کی اور مدرک بالعقل ہے۔ اب رہگئی وجہ اشارہ کی سو چونکہ بہ نسبت دوسرے ممکنات کے انسان اجمع الکمالات ہے اور اسی بنا پر اُسکو مرتبہ جامعہ اور مظہر اتم کہا گیا ہے اسلئے انتساب مذکور میں یہ اوروں سے زیادہ احق ہے سو میرا ظن غالب یہ ہے کہ مولانا نے اس حالت میں اس دلالت وضعیہ غیر لفظیہ سے بودی کے مخاطب کو مشار الیہ بتایا۔ ولعل معنی السجدۃ ما قالہ المنصور لما سئل ان کنت انت الحق فلمن تصلی فقال اصلی ظاہری لباطنی۔ مگر یہ سب ظن وتخمین ہے اور حقائق امور پر عالم الاسرار مطلع ہیں محض آپکی خاطر سے لکھدیا ہے اگر غلطی ہوگئی ہو اللہ تعالیٰ معاف فرماویں والسلام۔ ۲۲ رجب ۱۳۲۲ھ

عرفان حافظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ خاکپائے طالبان خدا و سالکان راہ ہدیٰ منظہر مدعا ہے کہ کتاب لطیف دیوان حافظ کو جو اکثر عوام و خواص میں ایک خاص مقبولیت حاصل ہے ظاہر ہے میرے دل میں خود بھی خیال تھا اور بعض احباب کے اشارہ سے وہ خیال اور زیادہ موکد ہوگیا کہ اسکے جو اشعار متضمن تحقیقات یا حالات باطنی ہیں اُنکی مختصر اور سہل طور پر توضیح کر دیجاوے اور جو اشعار محض شاعرانہ نکات و لطائف پر مبنی ہیں اُنکا حل غرض خاص کی تکمیل و تحصیل میں دخیل نہیں سمجھا گیا الّا نادراً لفائدۃٍ ما اور چونکہ حافظ قدس سرہ بوجہ صاحب حال ہونے کے ان اشعار خاصہ میں بیشتر حقائق و معارف بیان فرماتے ہیں اسلئے اس مجموعہ پریشان کا نام **عرفانِ حافظ** رکھنا زیادہ موزوں معلوم ہوا۔ یہ امر بھی پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ دیوان کے اشعار اجزاء غزل ہیں لہٰذا اونمیں باہم ارتباط و تناسب مفہوماً ضروری نہیں فباللہ احول و ثقتہ بہ اقول۔

قال الحافظ رح

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا		کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

ساقی شراب پلانیوالا مراد محبوب حقیقی۔ کاس پیالہ شراب مراد جذب عشقی یعنی ادھر متوجہ ہوکر اے محبوب حقیقی دور دیجئے پیالہ (جذب عشقی) کو اور (اوس دور میں) وہ پیالہ مجکو بھی دیدیجئے (یعنی مجھکو اپنی طرف منجذب کر لیجئے) کیونکہ (راہ) عشق (کا سلوک) اوّل اوّل آسان معلوم ہوا تھا (چونکہ اُس کے عقبات نہ دیکھی تھیں) لیکن (سلوک کے وقت) بڑی بڑی مشکلیں واقع ہوئیں (جن سے راہ قطع ہونا دشوار ہوگیا سو آپ کے جذب سے یہ سب مشکلیں سہل ہوجاویں گی) **ف** اس شعر میں اس مسئلہ کی تحقیق ہے کہ سلوک محض بلا جذب کے وصول الی المقصود میں کافی نہیں ہوتا۔ اور سلوک اور جذب۔ کے معنی کوئی شخص ہوش اور بیہوشی کے نہ سمجھ جاوے بلکہ سلوک کہتے ہیں

مقامات یعنی اخلاق باطنہ کی اصلاح کو مع پابندی اعمال ظاہرہ کے اس سے نسبت باطنی کے حاصل ہوجانے کی استعداد اور قابلیت پیدا ہوجاتی ہے لیکن نسبت باطنی کا بالفعل حاصل ہوجانا یہ باختیار سالک نہیں ہے محض فضل الٰہی پر موقوف ہے پس وہ فیض غیبی و عنایت حق جس سے یہ نسبت حاصل ہوجاوے جذب کہلاتا ہے۔ اور اس نسبت کو وصول الی اللہ بھی کہتے ہیں۔ غرض سلوک اختیاری ہے اور جذب غیر اختیاری جذب سمجھ لو اسی مضمون کو کسی نے اس طرح تعبیر کیا ہے ؎ نگردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدنہا کہ می بالد بخود این راہ چوں تاک از بریدنہا۔

قال رح

بوئے نافہ کاخر صبا زاں طرہ بکشاید
زتاب جعد مشکینش چہ خوں افتاد در دلہا

(بوئے امید۔ طرہ کھلے ہوئے بال۔ جعد گندھے ہوئے بال۔ لفظی مدلول یہ ہے کہ) بامید اس نافہ (یعنی خوشبو) کے جس کو آخر (کبھی نہ کبھی تو) ابا صبا اس طرہ سے کھولے (اور پھیلائے) گی (اس محبوب) کے جعد شکین کے پیچ و تاب کی وجہ سے کیسے کیسے خون قلوب میں پڑ رہے ہیں (اور عشاق ان کو اسی خوشبو کی امید پر کہ وہ بھی ایک گونہ قرب و وصال ہے جھیل رہے ہیں) ف اور بلسان اشارہ جعد سے مراد واردات سالک کا بند ہونا جس کو قبض کہتے ہیں اور نافہ سے مراد ان واردات کا نازل ہونا جسکو بسط کہتے ہیں اور ان واردات کو مرتبہ قبض میں جعد سے اور مرتبہ بسط میں طرہ سے تعبیر کرنا نہایت لطافت و رعایت شاعرانہ بھی ہے۔ اور صبا سے مراد فیض مرشد ہے جو واسطہ ہے ایصال واردات و برکات الٰہیہ کا پس اس میں تعلیم ہے اس مسئلہ کی کہ قبض میں سالک کو نا امید و دل شکستہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس میں ہزاروں حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں ایک ظاہر مصلحت جو ہر قبض میں مشترک ہے یہ ہے کہ قبض سے سالک کو ایک خاص انکسار اور شکستگی اور اپنے کو محض ہیچ اور ناچیز اور ذلیل اور حقیر سمجھنا اور عجب و پندار کمال کا قطعاً نظر اور التفات سے اٹھ جانا یہ امور بلا مجاہدہ حاصل ہوجاتے ہیں۔ سو یہ خود کتنی بڑی دولت ہے اسی لئے بعض محققین کا قول ہے کہ قبض ارفع ہے بسط سے یعنی اس وجہ خاص سے پس اس حالت میں نا امید اور پریشان نہ ہو بلکہ اس پر صبر کرے اور راضی رہے اور امید رکھے کہ جب میرے لئے مصلحت ہوگی بسط ہوجاوے گا گو وہ بھی قرب کی ایک خاص صورت ہے جیسا کہ قبض بھی من وجہ قرب ہے۔ اور نسبت الی الصبا میں اشارہ ہے کہ قبض میں مرشد کی طرف رجوع کرے کیونکہ قبض کے علل و آثار و مصالح و طرق بسط یا اس قبض کا عین بسط یعنی حکمت میں مثل بسط ہونا یہ سب مراتب مرشد سے حل ہوتے ہیں نیز اس سے لازم آگیا کہ سالک قبض میں اپنی رائے پر ہرگز عمل نہ کرے ورنہ بہت سے اہل صورۃً یا معنیً ہلاک ہوچکے ہیں۔ قبض کے باب میں یہ مضمون مولانا کے کلام میں زیادہ مصرح ہے ؎ چونکہ قبضے آیدت اے راہرو ✽ آں صلاح تست آیس دل مشو ✽ چونکہ قبض

قبض و بسط

آ در تو دروے بسط بین + تازہ باش چین میفگن بر جبیں۔ قال رح

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید | کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

مے شراب مراد وہ امر مباح جو طریقت کے خلاف معلوم ہو اور قابل احتراز ہو باوجود مباح شرعی ہونے کے طریقۃً محترز عنہ ہونے کے وصف کے سبب شراب سے تشبیہ دیدی مطلب یہ ہے کہ می میں سجادہ رنگین کرنا دگو بہت امر منکر ہے لیکن) اگر تجھکو پیر مغان (یعنی مرشد) بتلاوے تو عمل کیجیو کیونکہ جو شخص راہ چلا ہوا (اور راہ دیکھا ہوا ہے وہ منازل کے طرق اور آثار سے بیخبر نہیں ہوتا (طرق رسمنہ اور رسم جو راہ پر نشان بنے ہوتے ہیں جن کو دیکھکر راستہ چلتے ہیں، ف اسی طرح اگر مرشد مسترشد کو کوئی ایسا امر بتلادیں جو شرعاً تو جائز تھا لیکن بظاہر طریقت کے خلاف ہونے سے منکر معلوم ہوتا ہے تو سالک کو چاہئے کہ اسکو مضر سلوک نہ سمجھے بلکہ اسپر عمل کرے کہ وہ واقع میں مضر نہ ہوگا بلکہ مفید ہوگا۔ کیونکہ شیخ کو اس سے نشیب و فراز کا زیادہ تجربہ ہے تفہیم کے لئے ایک مثال فرض کرتا ہوں مثلاً کسی سالک کو قبض ہوا اور شیخ نے اپنی بصیرت و تجربہ سے پہچان لیا کہ تکثیر اشغال اور ضعف و ملال طبیعت کا اس کا سبب ہوا ہے شیخ نے امر فرمایا کہ برائے چندے شغل بالکل چھوڑ دو اور طبیعت کو راحت دو اور احباب میں بیٹھکر مزاح و مطایبہ سے فرحت حاصل کرو اور اکثر حصہ شب کا سوؤ اور خوب لذیذ کھانے کھاؤ تو بظاہر یہ امور خلاف طریقت معلوم ہوتے ہیں لیکن واقع میں عین طریقت ہیں کیونکہ علت قبض کا اسمیں علاج بالضد ہے کہ ملال اور ضعف کا علاج نشاط اور تقویت ہے اس علاج سے بسط ہو جاوے گا اور ذکر و شغل اطمینان سے ہوگا تو درحقیقت شیخ نے شغل ترک نہیں کرایا بلکہ شغل کے دوام کا سامان کیا ہے۔ تنبیہہ یاد رکھو کہ بمے سجادہ رنگین کن میں تشبیہ المفرد بالمرکب ہے اجزاء مرکب کے جدا جدا مشبہ بہ نہیں۔ اور مغان لغت میں آتش پرستوں کو کہتے ہیں چونکہ اہل فارس اصل میں آتش پرست تھے اسلئے فارسی زبان میں وہی محاورے آویں گے۔ لیکن مراد محض معنی مجازی ہونگے۔ اور سالک جو شیخ کو کہا ہے اسکے معنی آنکہ سلوک میکنند نہیں بلکہ آنکہ سلوک کردہ و فارغ شدہ باشند ہیں۔ اور احقر نے جو تفسیر می سجادہ رنگین کن کی کی ہے قرینہ اس کا ظاہر ہے کہ جس فن کا یہ مضمون ہے اسی فن کے اعتبار سے جو امر مناسب ہو وہ متعین الارادہ ہے معنی لغوی لینا بالکل فن سے خارج ہو جاتا ہے خوب سمجھ لو۔ قال رح

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم | جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا

(منزل جاناں مقام و حال باطن۔ جرس اثر ارشاد عرفا و شوق قلب مراد ہے کہ) تجھکو کسی مقام یا حال باطنی میں امن و عیش (یعنی استقرار و سکون) کیونکر حاصل ہو جبکہ ہر وقت قلب میں جو عارفین کے (اس) ارشاد کا اثر ہے (کہ سالک کو کہیں توقف نہ کرنا چاہیئے) اور شوق قلب بھی تقاضا کرتا ہے کہ ہاں محمل لادو اور سفر کرو۔ ف اس میں تعلیم ہے کہ کسی خاص حالت باطنی پر قناعت نہ کرے بلکہ ہر دم طالب مزید

سو عمل دُعا سے بھی توجہ اور ارادہ سے بھی اور دعا و التجا سے بھی مولانا نے بھی اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے
ے اے برادر بے نہایت درگہیست ہرچہ بروے میرسی بروے مایست تنبیہہ عادت تھی
کہ کوچ کے وقت جرس بجاتے تھے جیسے اسٹیشن پر گھنٹی بجتے دیکھی ہوگی۔ قال رح

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین ہائل		کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

(اسمیں بیان ہے حال حیرت کا اور شکایت ہے مع ایک گونہ عذر معترضین اور ملامتگروں کے) یعنی ہماری حالت (حیرت میں) ایسی ہے جیسے اندھیری رات ہو اور موج کا خوف ہو اور ورطہ ہولناک (میں کشتی آگئی ہو تو ہمارے (اس) حال کی اُن لوگوں کو کب خبر ہوسکتی ہے جو ہلکے پھلکے کنارہ پر کھڑے ہیں (جنھوں نے دریا میں قدم بھی نہیں رکھا) ف مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب حال کسی عقبۂ باطنی میں گرفتار ہو کر حیرت میں پڑ جاوے تو اس کے افعال و اقوال پر نا واقف لوگ اعتراض اور ملامت کیا کرتے ہیں مگر یہ اعتراض خود دلیل اس کی ہوتی ہے کہ ان لوگوں پر کبھی ایسی حالت نہیں گذری پس اُنکے ناواقف ہونے کا اور بتلانے حیرت کو ایسے اعتراضوں سے دلگیر نہ ہونے کا بتلانا مقصود ہے۔ رہے واقف اور عارف لوگ وہ اُسپر رحم کرتے ہیں اور اُسکی دستگیری کرتے ہیں تنبیہہ اس میں تشبیہ مرکب بالمرکب ہے قال رح

ہمہ کارم ز خودکامی بہ بدنامی کشید آخر		نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

(خودکامی استعجال وصل) یعنی جلدی کامیاب ہوجانے کے تقاضے کی بدولت میرے کام کا انجام یہ ہوا کہ تمام میں رسوا ہوگیا (کیونکہ اس جلدی میں ہر کسی سے تدبیریں پوچھنے لگا جسمیں اظہار راز محبت کرنا پڑا سب کو میرا حال معلوم ہوگیا) اور بھلا ایسا راز کب پوشیدہ رہ سکتا ہے جس کے لئے مجمع کیا جاوے (جیسے میں نے مجمع کر کر لیا) ف اسمیں یہ بتلا دیا کہ سالک کو استعجال اور جلدی ثمرہ حاصل ہوجانے کا تقاضا مضر ہے کیونکہ ایسا شخص اپنے رہبر پر قناعت وطمانیت نہیں رکھتا بلکہ اس کی تخصیص بھی نہیں رکھتا ہرکس وناکس سے چارہ جوئی کرتا ہے اور سب کو اس کا مخفی حال معلوم ہوجاتا ہے اور مخفی حال کا اظہار بجز مرشد کے کسی سے مذموم ہے اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ہرجائی ہونے کی وجہ سے پوری توجہ وشفقت اس شخص پر کسی کو بھی نہیں ہوتی اور شیخ کی عنایت ولطف بھی جاتا رہتا ہے اور مزید برآں یہ کہ جس چیز کو جلدی چاہتا ہے اُسکا حصول خارج از اختیار ہوتا ہے۔ اس سے پریشانی اور بڑھتی ہے غرض ظاہراً اور باطناً ہر طرح سے بُرائی ہی بُرائی ہاتھ آتی ہے پس اس میں اشارہ ہے کہ سالک ہرگز تقاضا اور جلدی نہ مچاوے اور غیر مرشد سے اپنا حال نہ کہے۔ قال رح

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ		متیٰ ما تلق من تہوی دع الدنیا واہملہا

یعنی اگر تم (محبوب حقیقی کے دربار میں) حضوری (اور قرب وقبولی) چاہتے ہو تو اس سے غائب (یعنی

منع تفویض

مذموم استعجال در حصول مقصود

دل سے غافل) مت ہو (بلکہ اُسکی طرف متوجہ رہو) اور جب ملاقات کرو اپنے محبوب سے (یعنی اُس کے طرق لقا میں کہ عبارت ہے عبادت سے مشغول ہو تو دنیا کو چھوڑ دیا کرو یعنی قصداً دنیا وما فیہا کی طرف اُسوقت التفات مت کیا کرو) ف اسمیں تعلیم ہے ذکر وعبادت پر دوام کرنے کی اور اُس ذکر وعبادت کے نفع کی شرط کی کہ اُس وقت قصداً غیر اللہ کو مستحضر نہ کرے کہ مفوت نفع ہے اور بلا قصد اگر آوے تو اصلاً مضر نہیں اور مکرر ذکر کی طرف متوجہ ہو جانے سے وہ آیا ہوا خیال از خود دفع ہو جاتا ہے قصداً دفع کرنے کی ضرورت نہیں اور دفع بھی نہیں ہوتا اور اگر توجہ ذکر سے بھی دفع نہو تو اصلاً پروا نہ کرے کیونکہ امر غیر مضر قابل اہتمام نہیں ہوتا ورنہ اُس کے درپے ہو جانے سے پھر وہ پورا وبال جان ہو جاتا ہے۔

غزل

قال رح

اے فروغ ماہ حُسن از روئے رخشان شما	آبروئے خوبی از چاہ زنخدان شما

فروغ وآبرو بمعنی رونق متقارب۔ حسن وخوبی مترادف۔ روئے رخشان وچاہ زنخدان عبارت از ذات باعتبار اتصافش بکمالات۔ ماہ حسن باضافت مشبہ بہ سوی مشبہ مثل لجین الماء۔ مطلب ظاہر ہے کہ حُسن جو مشابہ چاند کے ہے اور خوبصورتی انکی رونق اے محبوب تمہارے روئے رخشان اور چاہ زنخدان کی بدولت ہے یعنی تمہارا رُخ اور زنخ حسن کا محتاج نہیں بلکہ خود حسن تمہارے رخ اور زنخ کا محتاج ہے ف احقر کے ذوق میں یہ شعر اشارہ ہے ایک مسئلہ متعلقہ ذات وصفات کی تحقیق کی طرف اُسکی تقریر سے پہلے ایک مقدمہ سمجھ لینا چاہیئے وہ یہ کہ ذات وصفات کے درمیان وجہ ارتباط کے باب میں چند اقوال ہیں عینیت محضہ کل میں۔ اور عینیت بعض میں اور غیریت بعض میں۔ اور لاعینیت۔ اور لاغیریت کل میں اور یہی مذہب اخیر منسوب ہے عامہ اہل سنت کی طرف جس کا حاصل یہ ہے کہ صفات کا قیام ذات کے ساتھ اس طور پر ہے کہ وہ زائد علی الذات ہیں لیکن لازم وممتنع الانفکاک ہیں زیادۃ علی الذات کو لاعینیۃ سے تعبیر کیا گیا اور لزوم کو اصطلاحاً لاغیریت کہدیا گیا اور ظاہر صیغ واردہ فی النصوص سے زیادۃ ہی مفہوم ہوتی ہے۔ اور لزوم خود امر عقلی ہے لہذا مذہب منصور یہی ہے اور صوفیہ کا عین کہدینا چونکہ مبنی بر اصطلاح ہے۔ اس قول کے منافی نہیں۔ جب یہ مقدمہ سمجھ میں آگیا تو اب سمجھو کہ اس قول پر ظاہراً ایک اشکال واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس قول پر دو امر لازم آتے ہیں ایک یہ کہ صفات محتاج ہوں ذات کی طرف اپنے قیام میں سو اسکا تو کوئی مضائقہ نہیں اور دوسرے یہ کہ ذات محتاج ہو صفات کی طرف اپنے متصف بالکمال ہونے میں مثلاً لولا صفۃ العلم لما کان الذات عالما موصوفا بالکمال العلمی وقس علیہ سائر الکمالات اور احتیاج ذات کی کسی دوسری شئ کیطرف محال ہے کیونکہ احتیاج مستلزم ہے امکان وحدوث کو جو کہ واجب میں محال ہے۔ جب قول بزیادۃ الصفات مستلزم ہوئی احتیاج ذات الی غیرہا کو اور مستلزم محال کو محال ہے پس قول

بالزیادہ محال ہے اس اشکال کا بعض اکابر نے یہ جواب دیا ہے کہ مطلق احتیاج کا استحالہ غیر مسلم ہے
البتہ احتیاج الذات الی غیر صفاتہا محال ہے سو وہ لازم نہیں آیا اور جو لازم آیا وہ محال نہیں لیکن اس سے
اقرب اور اصوب جواب وہ ہے جسکی طرف اس شعر میں اشارہ ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ ہم اسی کو نہیں
مانتے کہ اس سے ذات میں احتیاج لازم آتی ہے جیسا کہ تقریر مطلب میں لکھا گیا ہے کہ تمہارا رخ اور زنخ
(یعنی ذات) حسن کا (یعنی صفات کا) محتاج نہیں بلکہ خود حسن تمہارے رخ اور زنخ کا محتاج ہے یعنی صفات
کو تو ذات کی طرف اپنے قیام میں احتیاج ہے لیکن ذات کو صفات کی طرف احتیاج نہیں اور اسکی دلیل
ہیں یہ کہنا کہ لولا صفۃ العلم الخ سو اس سے احتیاج لازم نہیں آتی کیونکہ احتیاج کے لئے تقدم محتاج الیہ کا
لازم ہے اور یہاں تحقق صفت علم کا تقدم اتصاف بالکمال العلمی پر غیر مسلم ہے کیونکہ تقدم و تاخر کے لئے
متقدم و متاخر کا متغائر المفہوم ہونا لازم ہے اور یہاں تغائر نہیں ہے کیونکہ تحقق صفۃ علم خود اتصاف بالکمال
العلمی ہی ہے جیسا کہ بدیہی ہے پس دونوں عین ہوئے اور عینیت کے بعد تقدم کے قائل ہونے سے تقدم الشئ
علی نفسہ لازم آویگا جو کہ محال ہے پس تقدم تحقق صفۃ علم کا اتصاف بالکمال العلمی پر محال ہوا جو بنا تھی
احتیاج کی پس احتیاج لازم نہ آئی وہو المطلوب بلکہ خود یہ کہنا لولا صفۃ العلم الخ اگر بنا بر علی الاطلاق العرفی
توسعاً و تاولاً ہے تو اصطلاح میں مناقشہ نہیں اور اگر تحقیقاً ہے تو غلط ہے کیونکہ ایک شئے اور اسکے
عین میں لولا و لامتنع کا حکم باطل ہے بخلاف کمالات ممکنات کے کہ وہاں گو احتیاج کی حقیقت یہ نہیں ہے
لیکن خود حصول صفات انکی مستفاد ہیں غیر سے اور حق تعالیٰ کی صفات میں یہ احتمال ہی نہیں اور اگر اس
اطلاق عرفی ہی کے مرتبہ میں صحت حکم کو احتیاج کہا جاوے تو اس اصطلاح میں کوئی ضرر و محذور لازم
نہیں آتا مقصود تو نفی کرنا ہے احتیاج کی حقیقت میں اور نفی حقیقۃً اور اثبات اصطلاحاً میں کوئی تعارض
نہیں۔ اور بعض اکابر کے جواب مذکور کو اگر اسی جواب کی طرف محلل و مفصل کیا جاوے تو بعد توجیہ ممکن
ہے۔ **نکتہ** ماہ کے مقابلہ میں رخشاں جو اکثر خورشید میں مستعمل ہوتا ہے اور چاہ کے مقابلہ میں آب لانے
میں لطافت شعری ظاہر ہے۔ **التماس** چونکہ مضمون ہی مشکل تھا اس لئے میں اس کو آسان نہ کر سکا۔

قال رح

عزم دیدار تو دارد جاں برلب آمدہ	باز گردد یا برآید چیست فرمان شما

اے محبوب یہ عاشق تیرے دیدار کا عزم رکھتا ہے اور (اس اشتیاق میں) لبوں تک جان آچکی ہے سو
اب کہو تمہارا کیا حکم ہے وہ جان واپس ہوجاوے یا نکل آوے یعنی واپس ہونے میں تو اور چند روز مصیبت
کے بھگتنے پڑینگے اور نکل جانے میں اس سے نجات ہو جاوے گی سو جسمیں تمہاری رضا ہو اسپر راضی ہوں۔
ف اور بلسان اشارہ اسکی شرح یہ ہے کہ جان برلب آمدن کنایہ ہے فنا سے جو آخر سلوک میں پیش آتا ہے
اور منتہا عروج ہے اور دیدار عبارت ہے مشاہدہ تجلیات مکشوفہ طریق سے اور باز گردد سے مراد ہے حصول

عروج و نزول سالک

بقاء بعد الفناء جو منتہاء نزول ہے اور برآید سے مراد ہے ترقی احوال فنا کی اور انشاء استفہامی بمعنی اخبار ہے
پس مقصود مقام یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ سالک جب مراتب سلوک میں عروج کرتا ہوا مرتبہ فنا تک پہنچتا ہے اور
ہر مرتبہ میں تجلیات اسمائی وصفاتی کا انکشاف و مشاہدہ غلبہ کے ساتھ ہوتا ہے جو اصطلاح میں عروج کہاتا
ہے تو غایت سکر سے متمنی ترقی احوال فنا کا ہوتا ہے لیکن محبوب حقیقی کا معاملہ اس مرتبہ کے بعد ہر سالک کے ساتھ
جداگانہ ہوتا ہے بعض کو تو حسب تمنا انکے ان ہی احوال فنا میں ترقی ہوتی رہتی ہے اور ان کو مستغرق کر دیتے ہیں
اور ان لوگوں سے آیندہ سلسلہ افاضہ کا جاری نہیں ہوتا اور بعض کو اس سکر و فنا سے افاقہ بخشتے ہیں
اور یہ بقاء و نزول کہلاتا ہے اور ایسے لوگ مسند ارشاد پر متمکن ہو کر خلق اللہ کو فیض پہونچاتے ہیں اور وہ
تجلیات اسمائی وصفاتی انسے کبھی منقطع و مختفی نہیں ہوتیں بلکہ انکی معرفت ان اہل فنا سے اتری ہوتی ہے
لیکن یہ حضرات ان تجلیات میں مغلوب نہیں ہوتے اور چونکہ اشتیاق انکا مقتضی ہوتا ہے تجرد و توجہ الی الحق
کو اور شان ارشاد کے لوازم سے ہے توجہ الی الخلق بھی گو انکے لئے یہ توجہ اس توجہ سے مانع نہیں بلکہ عین
بلکہ عین ہے لیکن تاہم تجرد تو نہیں لہذا ایک گونہ کلفت برداشت کرنا پڑتی ہے جس کو تقریر ترجمہ میں مصیبت
بھگتنے سے تعبیر کیا گیا ہے پس حافظ رح کو یہ بات بتلانا مقصود ہے کہ اس عروج و نزول کا مدار سالک کی تمنا
پر نہیں ہے بلکہ مرضی حق پر ہے کما قال ایضاً رح

درکار گلاب و گل حکم ازلی ایں بود — کاں شاہد بازاری دیں پردہ نشیں باشد

اور جاننا چاہیئے کہ فنا کی کئی قسمیں ہیں یہاں فنا علمی مراد ہے جسمیں فانی واقع میں منفی الوجود نہیں ہوتا البتہ
غیر ملتفت الیہ بحسب العلم ہو جاتا ہے۔ اور بقاء اسی کا مقابل ہے یعنی ملتفت الیہ بحسب العلم ہو جانا۔ اور
مشاہدہ سے مراد رویت نہیں بلکہ غلبۂ استحضار علمی مراد ہے قال رح

خاطر مجموع ما زلف پریشان شما	کے بدست ایں غرض یارب کہ ہمدستاں شوند

ہمدستان موافق۔ مطلب یہ کہ خدا جانے یہ مقصود کب حاصل ہوگا کہ تمھارے زلف پریشان کا وصال اسطرح
حاصل ہو کہ ہمارے دل کو اسوقت جمعیت نصیب ہو (یعنی اطمینان خاطر سے وصال میسر ہو) اور مجموع اور
پریشان کے تقابل میں جو لطافت شاعری ہے ظاہر ہے ف اور بلسان اشارت زلف سے مراد
عالم کثرت وجہ تشبیہ چار امر ہیں اول زلف میں بھی بالوں کی کثرت ہوتی ہے. دوم زلف ساتر ہوتی ہے
روئے محبوب کی اسیطرح عالم کثرت حجاب ہے مشاہدہ وحدت سے. سوم زلف مظہر جمال محبوب ہوتی
ہے اور عین محبوب نہیں اسی طرح عالم کثرت مظہر صفات الٰہیہ ہے اور عین ذات وصفات نہیں۔ چہارم
زلف محبوب سیاہ ہوتی ہے۔ اسیطرح عالم کثرت بہ نسبت انوار الٰہیہ کے مظلم ہے۔ وجہ دوم و سوم میں
ظاہرا تعارض کا توہم نہ کیا جاوے کہ ساتر ہونا اور مظہر ہونا کیسے جمع ہو سکتا ہے۔ دفع اس توہم کا یہ ہے
کہ ساتر ہونا باعتبار محجوبین کے ہے اور مظہر ہونا باعتبار عارفین کے یا عارف ہی کے حق میں ساتر بھی ہے اور

مظہر بھی ساتر تو ذات سے اور مظہر صفات کا پس بعنوان آرزو اسمیں یہ مسئلہ تبلانا منظور ہے کہ سالک کو بالخصوص منتہی کو جو توجہ عالم کثرت کی طرف ہوتی ہے اُسکی توجہ اور عوام کی توجہ میں فرق ہے وہ یہ کہ عوام کی نظر میں تو وہ محدثات کثیرہ ہی خود مقصود ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ہمیشہ پریشان رہتے ہیں کیونکہ اکثر حصول میں کہ وہ بھی غیر اختیاری ہے باہم متزاحم ہوتے ہیں بخلاف خواص کے کہ ان کو اُن محدثات کثیرہ سے بھی مقصود توجہ الی الحق ہوتی ہے۔ اور اس کثرت کو وہ آئینہ مشاہدہ وحدت سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے اُنکو ہمیشہ جمعیت رہتی ہے کیونکہ علاوہ اس توجہ مقصود کی اختیاریت کے خود اس توجہ میں کوئی حجز و عالم مزاحم نہیں ہوسکتا بلکہ مرأت و معین ہے اور چونکہ اس توجہ میں عالم کثرت کا واسطہ ہونا متضمن ہوتا ہے بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کو اس لئے اس کو توجہ مذکور کا مرأۃ بنایا جاتا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہوا کہ عالم کثرت کی طرف مطلقاً توجہ کرنے کو مذموم مت سمجھو بلکہ جب یہ توجہ جمعیت قلب کے ساتھ ہو جو فرع ہے ملاحظہ وحدت کی تو مضر نہیں پس تمنا کے طور پر کہتے ہیں کہ یا اللہ وہ کونسا وقت ہوگا کہ عالم کثرت کی طرف جو مجھکو پریشانی کے ساتھ اور من حیث الکثرت توجہ ہے وہ زائل ہوجاوے اور اگر توجہ رہے تو جمعیت خاطر اور ملاحظۂ وحدت کے ساتھ ہو اور محط فائدہ یہی قید ہے پس اگر مصلحت الٰہیہ اصلاً عدم توجہ الی الخلق کو مقتضی ہو تو یہ آرزو اسکی نافی نہیں کیونکہ نفس توجہ الی الخلق محط فائدہ نہیں بلکہ قید ملاحظۂ وحدت بر تقدیر توجہ مطمح قصد ہے واللہ اعلم۔ قال رح

کس بدور نرگست طرفے نہ بست از عافیت	بہ کہ بفروشند مستوری بمستان شما

دور نوبت نرگس چشم، ہمچنیں مستان اے چشمان مست۔ طرف بستن حاصل نمودن بفروشند حوالہ کنند۔ مستوری گوشہ نشینی متقارب عافیت۔ مطلب یہ کہ اے محبوب تمہارے چشمان مست کے دورے اور زمانہ میں کوئی شخص آجتک عافیت حاصل نہیں کرسکا (کیونکہ سب اُس سے گھائل اور زخمی رہے اسلئے) بہتر یہی ہے کہ عشاق اپنی عافیت کی فکر جانے دیں اور اسکو تمھارے چشمان مست کے حوالہ کردیں (کہ وہ چشمان مست جو تصرف اُنکے بارہ میں کریں اُسپر راضی رہیں اور اُس کو تسلیم کریں) ف اس میں تعلیم ہے سالک کو کہ طریق سلوک میں اپنے لئے کسی خاص حالت کو جو اس کے مذاق کے موافق ہو اور اسمیں اپنی منفعت یا لذت سمجھتا ہو مثل شوق یا اُنس یا وجد یا اور کوئی تجلی خاص ہرگز تجویز نہ کرے اور اسماء متقابلہ کی تجلیات سے جو اسکی حالت میں تلوین ہو کہ بعض اُسمیں سے اسکی مراد اور مذاق کے خلاف بھی ہے اس سے دلتنگ نہ ہو کیونکہ مقصود اس سب سے اسکی تربیت ہوتی ہے اور تربیت کا طریق خود مربی زیادہ جانتا ہے پس حافظ رح اس تجویز مراد کی لم بتا کر اسکی اصلاح کرتے ہیں یعنی اصل سبب اس تجویز کا طلب عافیت اور راحت ہے جسمیں نفس کا ایک کید خفی ہے کہ طلب حق میں بھی اپنے مرغوبات و مشتہیات کو نہیں چھوڑتا اور مشقت سے بھاگتا ہے اسلئے سالک کو چاہیئے کہ سمجھے کہ عافیت کہ مقتضائے نفس ہے طریق

نفی طلب سالک حالت خاص را

حق میں مطلوب نہیں بلکہ باقتضائے حکمت الٰہیہ حاصل بھی نہیں ہوا کرتی اسلئے اپنے کو ان تجلیات و واردات کے تابع کردینا چاہیئے حتیٰ کہ جس حالت پر قرار دینا حسب استعداد طالب مرضی محبوب ہوگا اسپر تمکین عطا فرماوینگے ؎ چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش ۔ چوں کشاید چابک و برجستہ باش ۔ قال رح

بخت خواب آلود ما بیدار خواہد شد مگر		زانکہ زد بر دیدہ آبے روئے رخشان شما

(یعنی اب امید ہے کہ) شاید ہمارا بخت خفتہ (جس سے ہم فراق میں مبتلا ہیں) بیدار ہو جاوے (اور ہمکو وصال میسر ہو جاوے) کیونکہ تمہارے روئے رخشاں نے اب (ہماری) آنکھوں پر پانی کا چھینٹا دیا ہے (یعنی تمہارے روئے رخشاں کی شعاع حسن کو دیکھکر آنکھوں سے پانی بہنے لگا جیسا آفتاب کی طرف نظر کرنے سے واقع ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ سوتے کی آنکھوں پر پانی چھڑکنے سے وہ جاگ اٹھتا ہے یہ کنایہ ہے رونے سے کہ اکثر محبوب کو اس سے رحم آجاتا ہے رعایت شاعرانہ سے اس عنوان خاص سے تعبیر کیا) **ف** بلسان اشارت تعلیم ہے اس مسئلہ کی کہ جب طالب کی بیقراری اور گریہ وزاری بڑھتی ہے تو رب حقیقی کا فضل اس کے حال پر متوجہ ہوتا ہے ؎ تا نگرید ابر کے خندد چمن ۔ تا نگرید طفل کے جوشد لبن ۔ اور وجہ اس بیقراری کی تنگی اور حیرت ہوتی ہے اور یہ علامات کامیابی سے ہے لہذا تنگی کو گران نہ سمجھے اپنے کام میں لگا رہے اور جب یہ کیفیت پیش آوے امید کو قوی کرے ۔ قال رح

با صبا ہمراہ بفرست از رخت گلدستۂ		بو کہ بوئے بشنویم از خاک بستان شما

یعنی اپنے رخ سے ایک گلدستہ باد صبا کے ہمراہ بھیجدیجیئے تاکہ ہم آپ کے خاک بوستان کی ایک خوشبو سونگھیں **ف** صبا سے مراد ذکر و شغل بوجہ واسطۂ فیض ہونے کے ۔ گلدستہ سے مراد فیوض غیبیہ جو قلب پر وارد ہوتے ہیں ۔ بستان سے مراد ذات و صفات ۔ حاصل مضمون یہ کہ اے محبوب ذکر و شغل کے واسطہ سے فیوض غیبیہ قلب پر نازل فرمائیے تاکہ قدرے ذات و صفات کی معرفت نصیب ہو جس سے آگے اور طلب اور شوق میں زیادتی ہو ۔ اشارہ ہے واردات غیبیہ کی حکمت کی طرف کہ اس سے ذوق و شوق بڑھتا ہے تو وہ ثمرۂ اصلی ذکر و شغل کا نہیں بلکہ طریقہ تربیت کا ہے جس سے طالب کو آسانی ہوتی ہے ۔ سو اگر یہ واردات قلب پر نہ آویں تو اصلی ثمرہ سے کہ وہ رضا و قرب ہے اپنے کو محروم نہ سمجھنا چاہیئے اور ہمت سے کام میں لگا رہنا چاہیئے بلکہ بعض اوقات واردات کے منکشف نہ ہونے سے یا بعد انکشاف کے بند ہو جانے سے قلب میں ضیق ہوتا ہے اور یہی ضیق سبب توجہ رحمت کا ہو جاتا ہے ۔ جیسا اوپر کے شعر میں مذکور ہوا ۔ غرض بسط میں بھی حکمت ہے اور قبض میں بھی مصلحت ہے ۔ قال رح

دل خرابی میکند دلدار را آگہ کنید		زینہار اے دوستان جان من و جان شما

یعنی میرا دل خرابی کر رہا ہے (کسی طرح درست نہیں ہوتا) دلدار کو آگاہ کردو (کہ مجھپر عنایت کرے ضرور ضرور اے دوستو ایسا کرو) میری جان اور تمہاری جان تو ایک ہی ہے (میرے ساتھ ہمدردی کرنا چاہیئے

ف بلسان اشارت تعلیم ہے اس امر کی کہ مجاہدہ و ریاضت حصول مقصود کی علت تامہ نہیں بعض اوقات اُس سے کشود کار نہیں ہوتا اُسوقت اہل اللہ کی دعا سے استعانت کرنا چاہئیے کہ وہ حق تعالےٰ سے عرض کریں جس سے باطن کی درستی ہو پس - لدار کو آگاہ کرنا مجاز اً کنایہ ہے حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کرنے سے اگرچہ وہ پہلے سے بھی آگاہ ہیں اور جان من جان شما ہیں اثبات ہے اتحاد کا طالبان حق کے درمیان میں کہ اُنمیں طالبان دنیا کی طرح تنازع نہیں ہوتا - اور اس جملہ اخیرہ کی ترکیب یہ بھی ہوسکتی ہے کہ پس میری جان ہے اور تمھاری جان ہے یعنی اب میں ہوں اور تم ہو میں تمکو چھوڑوں گا نہیں -

قال رح

عمرتاں باد و دراز لے ساقیان بزم جم	گرچہ جام ما نشد پرمے بدوران شما

یعنی اے بزم جم کے ساقیو تم تادیر سلامت رہیو اگرچہ تمہارے دور میں ہمارا جام شراب سے پُر نہیں ہوا (اور ہمکو شراب نہیں ملی) ف تتمہ ہے ماسبق کا اور اشارہ ہے اس طرف کہ بستگی مقصود کے وقت جب اہل اللہ سے استعانت اور طلب ہمت کیجاوے اور اُسکے بعد بھی دیر ہو تو اُن سے بد اعتقاد نہو اور اُن کے کمال سے بدگمان نہ ہو اُن سے ویسی ہی محبت اور عقیدت رکھے اوّل تو اس وجہ سے کہ وہ محبوبان حق ہیں - دوسرے اسلئے کہ اُن سے دوسروں کو نفع ہو رہا ہے - تیسرے تحقیق یہ ہے - کہ اس کو بھی نفع ہوا ہے گو سردست محسوس نہیں ہوا جیسے کسی کو ایک قیمتی جوہر ملجاوے مگر اُس کی ماہیت سے بیخبر ہو تو باوجود حصول کے محرومی کا گمان کرتا ہے بعد چندے خود یا کسی کامل کی تنبیہ سے اطلاع ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے - قال رح

اے صبا با ساکنان شہر یزد از ما بگو	کاے سر ناحق شناساں گوی میدان شما
گرچہ دوریم از بساط قرب ہمت دور نیست	بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوان شما

شعر ثانی کے مصرع اولیٰ میں ہمت بحذف مضاف مبتدا ہے یعنی ہمت ما دور نیست اور پورا شعر ثانی جواب ہے ندا کا - مطلب یہ کہ اے صبا شہر یزد کے رہنے والوں سے ہماری طرف سے یوں کہنا کہ اے بزرگو جنکی شان یہ ہے کہ ناحق شناس مخالف لوگوں کا سر تمھارے میدان میں گیند کی طرح خدا کرے ہمیشہ مارا مارا پھرا کرے (یعنی فتح کما یخیر کمار فدا ر) اور وہ بات کہنے کی یہ ہے کہ ہم اگرچہ آپ لوگوں کے بساط قرب ظاہری سے دور و مہجور ہیں لیکن ہماری ہمت یعنی توجہ تام دور نہیں ہے (بلکہ سراسر دل آپ ہی کی طرف مصروف ہے اور ہم آپ کے پادشاہ (یعنی حق تعالیٰ) کے غلام ہیں اور آپ لوگوں کے بھی ثنا خواں ہیں ف اسمیں بھی مثل سابق کے خطاب ہے اہل اللہ کو اور اشارہ ہے دو مسئلوں کی طرف اوّل یہ کہ اولیاء اللہ سے اگرچہ ظاہر میں دور ہو لیکن غیبت میں بھی اُن سے محبت و عقیدت کامل رکھے اور اُنکے اقوال و افعال کا خیال رکھے تاکہ اتباع کی توفیق ہو دیکھو تکملہ حل مسئلۃ تصور الشیخ للمجواص

بشرائط لا للعوام فانہ کما قیل ؎ درحق او نور و درحق تو نار + درحق او ورد و درحق تو خار + دوسرے
یہ کہ حق تعالیٰ کے احسان ماننے کے بعد ان حضرات کا بھی احسان ماننے اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے
من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ اور ان دونوں مسئلوں میں یہ امر قابل سمجھنے کے ہے کہ مقبولین کے ساتھ
محبت اور انکا ممنون ہونا منافی کمال توحید واخلاص کے نہیں کیونکہ توحید واخلاص جس کا حق ہے یہ اُسی
کے امر سے ہے اور اُسی کے واسطے ہے اور اُسی کی توحید کی تکمیل کے لئے ہے کیونکہ تعلیم اُسکی ان ہی
حضرات کے وسائط سے ہے بخلاف قول اہل شرک کے ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ کیونکہ عبادت
حق میں عبادت غیر کے واسطہ کی تو حاجت نہیں پس وہ اشراک ہے اور تعلیم غیر کی حاجت ہے پس وہ آلہ
ادراک ہے فافہم قال رح

دور دار از خاک و خون دامن چو بر ما بگذری ‖ کاندرین رہ کشتہ بسیارند قربان شما

یعنی اے محبوب جب تمہارا ہمپر گذر ہو تو اپنا دامن (ہمارے) خاک وخون سے بچانا (کبھی آلودہ نہ ہوجاوے)
کیونکہ اس راہ میں بہت لوگ تمپر قربان ہوچکے ہیں (اور خاک وخون میں آغشتہ ہورہے ہیں اپنا دامن سب
سے دور رکھنا چاہیئے) ف بلسان اشارت خاک وخون) سے مراد وہ امور ہیں جو غلبۂ حالت سکر وفنا میں خلاف
ظاہر شرع صادر ہوجاتے ہیں کہ باوجودیکہ ان میں عذر مسموع ہے لیکن فی نفسہ تو اُن میں آلودگی ونقصان
ہے اس لئے خاک وخون سے تشبیہ دی گئی۔ اور دامن سے مراد نظر والتفات ہے۔ مطلب یہ کہ ایسے
امور پر نظر نہ فرمائیے بلکہ انکو معاف کردیجئے کیونکہ اوروں پر بھی ایسی حالت گذری ہے اور ان کے
ساتھ معاملہ عفو کا کیا گیا ہے مجھکو بھی امید ہے۔ خطاب کے پیرایہ میں یہ مسئلہ بتلانا منظور ہے کہ مغلوب
الحال کی لغزشیں معاف ہوتی ہیں جیسا کہ مجنون شرعاً غیر مکلف ہے پس اہل ظاہر کو انپر اعتراض کرنے
میں مبادرۃ نہ چاہیئے قال رح

اے شہنشاہ بلند اختر خدا را ہمتے ‖ تا ببوسم ہمچو گردوں خاک ایوان شما

یعنی اے بادشاہ بلند اقبال خدا کے لئے ایک توجہ فرمائیے تاکہ (اُسکی برکت سے) آپ کے ایوان کی خاک
کو بوسہ دوں جس طرح آسمان اُس کو بوسہ دیتا ہے ف شہنشاہ سے مراد یا محبوب حقیقی ہے اور
بلند اختر مجازاً بمعنی عالی صفات لیلیا اور خدارا میں وضع مظہر موضع مضمر ہے یعنی برائے خود۔ اور یا مراد
مرشد ہے مجموعہ ہر دو توجیہ کا حاصل یہ تعلیم ہے کہ مجاہدہ محضہ وصول الی المطلوب کے لئے کافی نہیں بلکہ
عنایت حق وتوجہ اہل اللہ اسمیں زیادہ موثر ودخیل ہے سو مجاہدہ پر مغرور نہو ؎ بے عنایات حق وخاصان
حق + گر ملک باشد سیہ ہستش ورق + قال رح

میکند حافظ دعائے بشنو و آمین بگو ‖ روزئی ما باد لعل شکر افشان شما

یعنی حافظ ایک دعا کرتا ہے تم آمین کہنا وہ دعا یہ ہے کہ خدا کرے ہمکو تمھارا لب شکر افشان نصیب ہو

ف خطاب ہے مطلوب حقیقی کیطرف اور آمین کہنا کہ کلمۂ استجابت ہے کنایہ ہے استجابت سے۔ مطلب یہ کہ آپ کا وصل میری تمنا و دعا ہے آپ اس کو مستجاب فرمالیں۔ اسمیں بھی تعلیم ہے کہ اپنے مجاہدہ پر مغرور نہو بلکہ جناب باری تعالےٰ سے التجا و تضرع کرتا رہے فقط

غزل

دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدا را | دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

یعنی میرے ہاتھ سے دل نکلا جاتا ہے اے صاحبدلو خدا کے واسطے سنبھالو ہائے افسوس کہ (اب) راز نہانی (دل کا) ظاہر ہوجاویگا حالانکہ اُس کا پوشیدہ کرنا مصلحت ہے ف اسمیں اشارہ ہے کہ احوال باطنی کا ضبط و اخفا زیادہ بہتر ہے اسمیں چند مصلحتیں ہیں اوّل اس صورت میں ترقی زیادہ ہوتی ہے دوم اظہار میں احتمال ہے کہ مدح و اعتقاد عوام سے عجب و پندار پیدا ہوجاوے۔ سوم بعض امور کا اظہار موجب فتنۂ عوام بوجہ اُنکی بدعلمی کے ہوجاتا ہے اور نیز اس سے لازم آیا کہ مغلوب الحال ہونے سے غالب علی الحال ہونا زیادہ افضل و اکمل ہے وجہ لزوم ظاہر ہے کہ مغلوب الحال اخفا پر کم قادر ہے نیز اسمیں اشارہ ہے کہ اگر کوئی حالت غالب ہو جس کے سبب ضبط سے عاجز ہوجاوے تو شیوخ کاملین کی توجہ سے ضبط آسان ہوجاتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہوتا ہے پس اس سے اسکی تعلیم بھی لازم آئی کہ ایسے وقت اُسکی خدمت میں رجوع اور عرض کرے۔ قال رحمہ

دہ روزہ مہر گردوں افسانہ ایست و افسوں | نیکی بجائے یاراں فرصت شمار یارا

یعنی یہ چند روزہ مہربانی آسمان کی (یعنی مساعدت زمانہ کی جس سے تم صاحب نعمت و حشمت ہو رہے ہو) ایک خواب و خیال (یعنی فنا ہوجانے والی چیز) ہے تو اے یار اپنے یاروں (اور رفیقوں) سے نیکی اور احسان کرنے کو غنیمت سمجھو (اور جو نفع کسی کو پہونچا سکو اس میں دریغ نہ کرو) اسمیں تعلیم ہے خدمت خلق اللہ کی کہ سالک کے لئے از بس نافع ہے دو وجہ سے اوّل اسمیں خوگر ہوتا ہے تواضع کا جسکی صفائے باطن کیلئے سخت ضرورت ہے کیونکہ کبر اور خودی اعلیٰ درجہ کا حجاب ہے دوسرے جن لوگوں کی خدمت کریگا انکو راحت پہونچیگی اور وہ دل سے اُس کے لئے دعا کریں گے اگر کسی اخلاص مند کی دعا کارگر ہوگئی اُسکا کام بن گیا شیخ نے اسیکو فرمایا ہے ؎ طریقت بجز خدمت خلق نیست ٭ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست۔ مگر یہ یاد رہے کہ ضرورت خدمت سے زیادہ اختلاط نہ کرے کہ وہ منافی عزلت کے اور مضرات باطن سے ہے اور سالک کیلئے عزلت ضروری ہے۔ اور بتوجیہ بعید ممکن ہے کہ شیوخ کو خطاب ہو کہ تمکو کمال کا ناز نہ چاہیئے طالبین کے ساتھ ملاطفت و توجہ رکھو۔ قال رحمہ

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز | باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

یعنی ہماری کشتی (مثل) شکستہ (کے) ہوگئی (کہ جس طرح اُس کے سوار چاروں طرف متحیر ہوتے ہیں اسی طرح ہم ہیں گو واقع میں کشتی شکستہ نہ ہوئی ہو کیونکہ آگے کہتے ہیں کہ اے باد موافق اٹھ اور چل ہوا

قرینہ اس مجاز مذکور کا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ باد موافق کشتی شکستہ کو کیونکر چلا سکتی ہے) شاید کہ ہم (کشتی کے پار لگنے سے منزل مقصود تک پہونچ جاویں اور) اس یار آشنا یعنی محبوب کو پھر دیکھ لیں۔ اور بعض نسخوں میں ہے کشتی نشستگانیم اسکی دو توجیہیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کشتی مانشستہ است یعنی مثل اس کشتی کے ہے جو دھس گئی ہو کہ چلتی نہیں اسی طرح ہوائے موافق نہ ہونے سے وہ نہیں چلتی۔ گو واقع میں دھسی ہوئی نہیں اس مجاز کا قرینہ بھی وہی ہے کہ دھسی ہوئی کشتی کو ہوا کیسے چلادے گی۔ دوسری توجیہ یہ کہ در کشتی نشستہ ایم یعنی سفر کیلئے تیار ہیں اب اسباب موصلہ کی ضرورت ہے۔ **ف** ہر تقدیر پہ باد شرطہ سے اشارہ ہے توجہ و تعلیم مرشد کامل کیطرف کہ عقبات سلوک سے اس کی بدولت گذرتا ہے۔ اور باز بینیم میں اشارہ ہے اس طرف کہ اصلی حالت روح کی مشاہدہ حق تھا مگر تعلقات کی ظلمت حجاب شہود ہوگیا تھا ریاضت اور سلوک سے پھر مشاہدہ اصلیہ عود کر آتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ مشاہدہ اولی ناقص اور ناقابل ترتب اجر و قرب تھا اور یہ مشاہدہ بوجہ اس کے کہ طاعات سے ناشی ہے کامل اور قابل ترتب اجر و قرب ہے لیکن نفس مشاہدہ امر مشترک ہی اسلئے باز کہدیا۔ اور یہ بھی ایک محمل ہے منجملہ محامل قول مشہور کے النھایۃ ھو الرجوع الی البدایۃ اور دوسرا محمل باعتبار ظاہری حالت کے ہے کہ منتہی حال بوجہ تمکن کے ظاہر امثل مبتدی خالی عن الاحوال کے ہوجاتا ہے۔ تیسرا محمل باعتبار کیفیت معرفت کے ہے کہ جس طرح ابتدا میں معرفت سازج ہوتی ہے الوان و قیود سے اسی طرح انتہا میں بوجہ کمال تحقیق و حذف قیود خیالیہ کے ہوجاتی ہے البتہ توسط میں بسبب تلوین کے ہمیشہ خیالات و تصورات بدلتے رہتے ہیں من لم یذق لم یدر والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔ قال رح

درحلقۂ گل و مل خوش خواند دوش بلبل	ہات الصبوح حیوا یا ایہا السکارا

یعنی گل اور شراب کے مجمع میں (مراد یہ کہ محبوب اور محبت کی مجلس میں) شب گذشتہ میں بلبل نے (مراد یہ کہ عاشق نے) خوب بات کہی کہ (اے ساقی) صبوحی (یعنی شراب صبح یا مطلق شراب) دے (اور) اے مستو آؤ (اور جو شراب ملے پیو) **ف** اشارہ اس طرف ہے کہ سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ مزید کا طالب رہے اور جو حال باطنی بھی حاصل ہو اس پر قناعت نہ کرے۔ چنانچہ ہات الصبوح اس طرف مشیر ہے۔ اور نیز یہ اشعار ہے کہ دوسرے سالکوں کی حالت محمودہ دیکھکر خوش ہو اور انکی مزید نعمت میں راغب ہو۔ حیوا یا ایہا السکارا اس کا مشعر ہے ایسا نہ کرے جیسے بعض نو آموز جاہل ہوتے ہیں کہ اگر کسی کی اچھی حالت دیکھ لیتے ہیں تو حسد کرنے لگتے ہیں۔ یا خود ذرا قلب میں گداز پاتے ہیں تو مغرور ہو کر اسی کو انتہائی کمال سمجھنے لگتے ہیں پس حیوا ایہا السکارا بلسان حال ہے اور یہ مراد نہیں کہ لسان قال سے لوگوں کو اسکی ترغیب دیتا پھرے کیونکہ یہ عمل مبتدی کے لئے موجب شہرت و مضر ہے۔ خوب یاد رکھو۔ قال رح

اے صاحب کرامت شکرانۂ سلامت	روزے تفقدی کن درویش بینوا را

قولہ شکرانہ اے بشکرانہ یعنی اے صاحب اعزاز (اپنی) صحت و سلامتی کے شکرانہ میں کسی دن تفقد درویش

توجہ بر حال طالبین

بے نوا کی خبر لیلو۔ ف مطلب یہ ہے کہ صاحب کمال کو طالبین سے استغنا مناسب نہیں جیسا کہ بعض کی عادت ہے بلکہ اس شکر یہ میں کہ خدا تعالےٰ نے سب کدورات ظلمات نفسانیہ سے سالم و ناجی کر دیا و دوسرے حاجتمندوں کی تربیت کی طرف توجہ بلیغ کرنا چاہیے جیسا کسی زمانہ میں خود بھی چاہا ہوگا کہ کاملین میرے حال پر توجہ فرماویں۔ قال رحمہ

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است	با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

قطع تعلقات مع مخلوق

الفاظ کا ترجمہ ظاہر ہے کہ دوستوں کے ساتھ تلطف اور دشمنوں سے مدارات کرنے سے دونوں جہان کی آسایش نصیب ہوتی ہے۔ (دنیا کی تو ظاہر ہے اور آخرت کی اس لئے کہ یہ خوش اخلاقی ہے اور خوش اخلاقی آخرت میں نافع اور موجب ثواب ہے) ف تلطف سے اختلاط مراد نہیں بلکہ اگر ملجاویں تو انسے رفق و نرمی برتنا۔ اور مدارات کہتے ہیں دفع الوقتی کو مراد یہ ہے کہ سالک کو تعلقات بڑھانا نہ چاہیے نہ دوستی کے نہ دشمنی کے کہ دونوں وقت اور قلب کے مشغول کرنیوالے ہیں نہ دوستوں سے اختلاط نہ دشمنوں سے مخالفت کا برتاؤ کرے کہ یہ بجائے خود ایک مستقل شغل ہو جاویگا جان کو وبال لگ جاویگا اور ذکر اللہ میں خلل انداز ہوگا۔ بلکہ دوست ملجاویں تو اُن سے صرف جان بچانا ثابت ہو ورنہ پھر اُسکی تحقیق و تفتیش میں لگیں گے اور دشمن ملجاوے تو اس سے ظاہری اخلاق برتے تاکہ اس کا ہیجان نہ بڑھے ورنہ وہ اُسکی ایذا کے درپے ہوگا۔ اور یہ اپنی حفاظت میں لگے گا غرض اسی طرح وقت ضائع جائیگا۔ مولانا نے خوب فرمایا ہے ؎ خود چہ جائے جنگ و جدل نیک و بد ٭ کایں دلم از صلحہا ہم میرمد + قال رحمہ

در کوئے نیک نامی مارا گذر ندادند	گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

عدم اعتراض بر طریق تربیت

ترجمہ ظاہر ہے اور اشکال بھی ظاہری معنی پر قوی ہے لیکن حقیقت کلام سمجھنے کے بعد کچھ اشکال نہیں۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ طالبین میں ہر ایک کی استعداد فطری جدا ہوتی ہے اور اُسی استعداد کے موافق ہر ایک کی تربیت علیحدہ علیحدہ طور پر کیجاتی ہے مثلاً کسی پر بیخودی غالب کرتے ہیں کسی کو افاقہ دیتے ہیں اور ان ہی احوال کے اختلاف سے ہر ایک سے بعضے افعال بھی مختلف صادر ہوتے ہیں اور گو وہ افعال سب ہوتے ہیں دائرہ اباحت شرعیہ کے اندر لیکن انہیں سے بعض شان اہل تکمیل کے خلاف ہوتے ہیں جن کا غیر مقتدا سے صادر ہونا مضر عامہ خلق بھی نہیں ہوتا اس لئے وہ انکے لئے نہ بالذات ممنوع ہیں نہ بالغیر مثلاً نماز کے اندر غلبہ حال سے آواز گریہ کی نکل جانا کہ بے اختیاری کی حالت میں مباح ہے لیکن نماز کی ہیئت جس ادب کو مقتضی ہے اُس کے خلاف ہونے کی وجہ سے ظاہر نظر میں قابل ملامت ہے سو ممکن ہے کہ کسی شخص کی استعداد اسی کو مقتضی ہو کہ ملامت سے اُسکو باطنی نفع ہوگا بوجہ اسکے کہ تذلل معالجہ ہے نفس کا مثلاً بس جو شخص فن تربیت کے اصول سے ناواقف ہے وہ بعض اوقات ان امور پر باوجود انکے انطباق علی الشرع کے اعتراض کرنے لگتا ہے اس شعر میں اُس شخص کی تعلیم ہے کہ قضا ما آلہی۔ جو ہماری تربیت باطنی کے ساتھ

متعلق ہوئی ہے اسمیں ہمارے لئے بدنامی کے افعال مقدر ہیں گو بدوینی کے عیب سے معترض اگر تو اسکو
پسند نہیں کرتا تو اس قضا کو مبدل کردے جس سے تو محض عاجز ہے جب عاجز ہے تو اعتراض ترک کردے
پس اس شعر میں جبر کا ہرگز کوئی شائبہ نہیں کیونکہ قضا سے مراد ہر قضا نہیں باقی مطلق قضا کے اعتبار سے اگر
کوئی شخص خود اپنی طرف سے ایسی تقریر کرے تو وہ ایک مسئلہ مستقلہ ہے جس کے حل کا یہ مقام نہیں ۔ قال رح

آئینہ سکندر جام جم است بنگر	تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

منقول ہے کہ دارا دو شخص ہوئے ہیں ایک دارائے اکبر جو جمشید کا مقابل تھا دوسرا دارائے اصغر جو سکندر
واضع آئینہ کا مقابل تھا جمشید نے ایک جام طلسمی بنایا تھا جسمیں دور کی چیزیں منکشف ہوتی تھیں اور
غرض اس سے دارائے اکبر کی تدبیرات و سامان وغیرہ کا دریافت کرنا تھا تاکہ ہر تدبیر کے مقابل مناسب
تدبیر کرلے۔ پس ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ آئینہ سکندری بمنزلہ جام جم کے ہے اس کو دیکھا کرو تاکہ تمکو
دارا کے ملک کا سارا حال بتلا دیا کرے اور بلسان اشارت آئینہ سکندر سے مراد سالک کا قلب جو باعتبار انکشاف
علوم و معارف کے آئینہ سکندر و جام جم کے مشابہ ہے اور دارا سے مراد سلطان عشق جو بوجہ تسلط و استیلا کے
ایک بادشاہ سے تشبیہ دیا گیا اور بوجہ عافیت سوز ہونے کے اس تشبیہ میں خصوصیت دارا کا لحاظ کیا گیا وجہ شبہ
مطلق ضرر رسانی ہے قطع نظر حقیقی و صوری ضرر سے اور اس دارا کا ملک خود اس عشق کے افعال
اور تصرفات اور احوال سے مراد جو ان افعال سے آثار و ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قلب میں
دو شعبے ہیں ایک معرفت کا دوسرا عشق کا پس فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ کی برکت و اثر سے قلب پر جو علوم
و معارف وارد ہوتے ہیں ان میں مراقب ہو کر تاکہ عشق کے تصرفات سے قلب میں جو ثمرات حالیہ پیدا
ہوتے ہیں وہ تمکو مشاہد ہوں تاکہ ان نعمتوں کا شکر موجب ترقی ہو ف اس میں یہ بتلا دیا کہ واردات
علمیہ کا مشاہدہ واردات حالیہ کی تقویت کا سبب ہوتا ہے ۔ قال رح

واردات علمیہ سبب تقویت واردات حالیہ اند

سرکش مشو کہ چوں شمع از غیرتت بسوزد	دلبر کہ در کف او موم است سنگ خارا

دلبر فاعل ہے بسوزد کا اور جملہ در کف او الخ صفت ہے دلبر کی۔ مطلب یہ کہ سرکشی اور کبر مت کرو کبھی
تمکو محبوب حقیقی (جس کی یہ صفت ہے کہ اسکی ہیبت سے سنگ خارا بھی موم ہو جاتا ہے) غیرت کی وجہ سے
جو کہ معاصی عباد پر ظاہر ہوتی ہے سوختہ کردے جسطرح شمع سرکشی کرتی ہے اور سوختہ ہوتی ہے غرض کبر کی مذمت
ظاہر ہوئی اور شمع کی مثال محض تنظیر ہے تمثیل نہیں کیونکہ شمع کا جلنا کسی معصیت سے نہیں اور بلسان معنوی
سالک کو عجب و پندار سے منع فرماتے ہیں یا واصل کو ناز بیجا سے کہ طالبین کے ساتھ کیا جاوے رد کئے نہیں
اور اس معنی میں بسوزد سے اشارہ ہوگا اختلال یا سلب احوال کیطرف نعوذ باللہ۔ اور جو اعراض یا انکار یا تشدد طالب
کی اصلاح یا امتحان کی غرض سے بقدر ضرورت ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ قال رح

گر مطرب حریفاں ایں پارسی بخواند	در رقص و حالت آرد پیران پارسا را

حریفاں یاران - ایں پارسی یعنی کلام حافظ کہ مشتمل بر مضامین عشق است مراد مطلق مضامین عشقیہ - مطلب ظاہر ہے کہ اگر مطرب اس کلام عشقی کو پڑھکر سناوے تو بڑے بڑے پارساؤں کو جو بڑے حزودار ہیں وجد میں لے آوے بوجہ اپنے موثر ہونے کے اور معنی مقصود و اشارہ کرتا ہے مضامین عشق کے کی طرف جو کہ مرشد کے مونہہ سے نکلتے ہیں کہ اُس سے زاہد خشک جسمیں دعوی و پندار ہو جاتا ہے - اس ضمن میں تعلیم ہے اہل عرفان کے پاس آنے جانے اور اُن کے کلام سننے کی تاکہ اپنے اندر بھی جذبہ عشق پیدا ہو جاوے - قال رح

آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند		اشہی لنا و احلی من قبلۃ العذاریٰ

ترجمہ لفظی تو یہ ہے کہ وہ شراب تیز کہ صوفی اس کو ام الخبائث کہتا ہے ہمکو دوشیزہ لڑکیوں کے بوسہ سے بھی زیادہ مرغوب اور شیریں معلوم ہوتی ہے - اور بلسان معنوی تلخوش سے مراد مجاہدہ و نفس کشی ہے جو نفس پر گراں و تلخ گذرتا ہے - اور صوفی سے مراد زاہد خشک مدعی تقوی - اور ام الخبائث سے مراد مطلق معصیت - مطلب یہ کہ مجاہدہ و نفس کشی کو زاہد اہل ظاہر معصیت کہتا ہے بوجہ اس کے کہ ظاہرا تہلکہ ہے جس کی ممانعت آئی ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ الآیہ لیکن ہم کو اسمیں بوجہ غلبہ محبت کے یا بامید وصول الی المقصود کے لذت آتی ہے اس عنوان میں ظاہر پرست کے استدلال کا جواب بھی ہو گیا کہ ممنوع ہونے کی علت تہلکہ ہے اور جسکو اسمیں لذت آتی ہو اُس کیلئے تہلکہ کیوں ہو گا پس ممنوع بھی نہو گا - تحقیق اسمیں یہ ہے کہ مجاہدہ بمعنی تکثیر عبادات و تقلیل لذات اگر اس مرتبہ تک ہے کہ حقوق واجبہ نفس کے بھی فوت ہو جاویں یا ترک لذات کو قربت مقصودہ سمجھنے لگے تب تو معصیت و بدعت ہے جیسا حدیث میں ہے ان لجسدك علیك حقا وان لعینك علیك حقا الحدیث اور قرآن میں ہے لا تعتدوا الآیہ اور یہ واقعی تہلکہ میں داخل ہے - اور جسمیں صرف حظوظ فوت ہوں اور اس کو معالجہ سمجھے وہ خود مقاصد شرع سے ہے اور اسمیں لذت آنا اور زیادہ سلامت قلب و انشراح صدر و نورانیت روح کی دلیل ہے کہ سنن شرعیہ مثل مرغوبات طبعیہ کے ہو گئے کم فہم دونوں میں خلط کر دیتا ہے اس شعر میں اس کی اصلاح ہے - قال رح

ہنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی		کایں کیمیائے ہستی قاروں کند گدا را

ترجمہ لفظی تو ظاہر ہے کہ تنگدستی کے وقت معموم مت ہو بلکہ عیش و مستی میں کوشش کرو یعنی خوش رہو کیونکہ یہ خوشدلی جسکو کیمیائے مستی تشبیہا کہا گدا و مفلس کو بھی غنی کر دیتی ہے کیونکہ اصل غنا غنائے قلب ہے اگر یہ فقر میں بھی حاصل ہے تو غنا ہے اور اگر غنائے ظاہری میں یہ نہو تو وہ فقر ہے اور بلسان معنوی تنگدستی سے اشارہ ہے قلت واردات قلبیہ کی طرف جس کو قبض کہتے ہیں اور عیش و مستی سے مراد بسط اُسکا دہ مطلب ہے جیسا مولانا فرماتے ہیں ؎ چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بین ٭ تازہ باش و چین

میفگن برجبیں • چونکہ قبضے آیدت اے راہ رو • آں صلاح تست آیس دل مشو • آگے اسکی علت فرماتے ہیں کہ یہ عیش مستی یعنی حالت قبض میں بھی خوش رہنا اور دلگیر نہ ہونا غیر صاحب واردات کو قرب الٰہی میں مثل صاحب واردات کے بنا دیتا ہے یعنی اصل مقصود قرب الٰہی ہے اور وہ واردات پر موقوف نہیں بلکہ صاحب واردات کا قرب بوجہ تعلق ونسبت مع اللہ کے ہے پس اگر صاحب قبض اپنی حالت پر صابر۔ شاکر رہا اور اسمیں مصلحت وحکمت سمجھ کر راضی رہا اور اللہ تعالیٰ کی قضا سے تنگ نہ ہوا تو اسکو بھی قرب حاصل رہا بخلاف اسکے کہ راضی بقضا نہ ہوا اور اس سے بڑھکر یہ کہ شکوہ شکایت کرنے لگا تو بعید ہو جاوے گا جیسا کہ صاحب بسط اگر عجب میں مبتلا ہوگیا تو وہ بھی بعید ہو جاویگا بلکہ بوجہ اس کے کہ قبض میں انکسار واضمحلال وجود زیادہ ہے اور یہ خود مقاصد طریق سے ہے من وجہ بسط سے بھی ارفع وانفع ہے۔ قال رحمہ

خوبان پارسی گو بخشندگان عمر اند	ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را

مطلب ظاہری تو یہ کہ فارس کے معشوقوں کو بخشندگان عمر کہنا چاہیئے کیونکہ انکے دیکھنے سے فرحت ملتی ہے اور فرحت سے عمر کا لطف بڑھتا ہے اے ساقی فارس کے بوڑھوں کو جنکی عمر ظاہرا قریب ختم ہے بشارت دو کہ تمہارے پاس ہر وقت دیکھنے کے واسطے ایسے محبوب موجود ہیں انکو دیکھنے سے تمہاری عمر بھی بڑھ جاوے گی اور پیران فارس کی تخصیص اسی قرب کی وجہ سے کی گئی۔ اور بلسان اشارت خوبان سے مراد تجلیات جو سالک کے قلب پر ہوتی ہیں۔ اور پیران فارس سے مراد سالکین اور عمر بخشی انشراح وسرور اور ساقی سے مراد مطلق۔ مبشر مطلب یہ کہ تجلیات سے سالک کو بڑی فرحت ہوتی ہے اور اس سے قلب کو تقویت ہوتی ہے بالخصوص غیر واصل کو کہ اس سے مجاہدہ میں سرگرم ہو کر مشرف بہ ترقی ہوتا ہے کما قال الجنید رحمہ فی بعض ھذہ الاحوال، ذات تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقۃ گو وہ مقصود نہ ہوں جیسا اسکے قبل شعر میں بیان ہوا ہے لیکن محمود ضرور ہیں اگر خلاف کتاب وسنت نہ ہوں گویا اس شعر میں بسط کی حکمت کا بیان ہے جیسا اوپر قبض کے متعلق بیان تھا پس مجموعہ میں تعلیم ہوگئی کہ اگر بسط ہو اسمیں بھی خوش رہو کہ اس میں خاص حکمتیں ہیں اور اگر قبض ہو اسمیں بھی راضی رہو کہ وہ بھی حکمت سے خالی نہیں۔ اور جاننا چاہیئے کہ اوپر بھی ایک شعر کے قافیہ میں پارسا آیا ہے لزوم تکرار قافیہ سے بچنے کے لئے بعض نے وہاں فارس کے اور یہاں پارسا کے معنی لئے ہیں لیکن میں نے عکس مناسب سمجھا کیونکہ مضمون عشق سب کو عام ہے اور یہاں قرب مخصص ہے۔ قال رحمہ

حافظ بخود نپوشید ایں خرقۂ مے آلود	ای شیخ پاک دامن معذور دار مارا

مطلب ظاہری یہ کہ یہ شراب آلودہ خرقہ میں نے خود نہیں پہنا بلکہ مقدر یہی تھا ہمکو معذور سمجھو یعنی مثل معذور کے ہمارے ساتھ معاملہ کرو اس باب میں کہ اپنا ترفع اور تقوی جتلا کر ہمکو براہ کبر حقیر مت سمجھو۔ اس تقریر سے شبہ جبر رفع ہوگیا اور جو انکار بطور اصلاح ہو وہ اس سے خارج ہوگیا کہ وہ ضروری اور سنت

انبیاء علیہم السلام ہے۔ اور بلسان معنوی حرف قومی آلود اشارہ ہے مشرب ملامتی کی طرف: باین معنی کہ خلاف شرع امور کے مرتکب ہوں بلکہ خلاف وضع اور خلاف شان امور اختیار کریں بعض کے لئے شیخ کامل اس کو بعض مصالح سے تجویز کرتا ہے مثلاً ایک شخص میں کبر دیکھا اُسکے لئے یہ تجویز کیا یا ایک شخص کو ہجوم خلق سے ضرر ہوگا یا تنگ مزاجی کی وجہ سے ہجوم میں خلق کو اُس سے ضرر ہوگا یا کسی کی استعداد نور بصیرت سے معلوم ہوگئی کہ تذلل سے وہ واصل الی المقصود ہوگا یا ایسی ہی اور کوئی حکمت ہوا سلئے اُسکے واسطے یہ مشرب تجویز کیا جاتا ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ یہ طریق میں نے اپنی رائے سے اختیار نہیں کیا بلکہ میری استعداد کا مقتضا یہی ہے کہ میری یہ حالت رہے اس لئے ہمکو معذور رکھو۔ کوئی یوں نہ سمجھے کہ ملامت سے تو خوش ہونا چاہیئے معذور رکھنے کی درخواست کیوں کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ یہاں معترض کی غلطی کا بتلانا ہے اور یہ تو یہ بھی جانتے ہیں کہ معترض کبھی معذور نہ رکھے گا اس غلطی بتلانے سے طالبان حق کو نفع علم حقیقت کا ہوجاتا ہے اور پاکدامن باعتبار دعوی اس شخص کے کہد یا جو شیخت اور تقدس کا مدعی ہے گو واقع میں نہ ہو۔ قال رح غزل

ساقی بنور بادہ برافروز جام ما		مطرب بگو کہ کار جہاں شد بکام ما	

مطلب ظاہری ظاہر ہے کہ اے ساقی نور شراب سے ہمارا پیالہ روشن کردے یعنی شراب تابان بھردے کہ پیالہ روشن ہوجاوے اور اے مطرب (خوشی کا یہ نغمہ) کہدے کہ دہر کا تصرف ہمارے مقصود کے موافق ہوگیا یعنی ہم کامیاب ہوگئے۔ اور بلسان اشارت مصرع اولی میں مرشد سے درخواست کرتے ہیں کہ شراب محبت و عشق سے ہمارا قلب لبریز کردے یعنی عشق حقیقی عطا فرما اور مصرع ثانیہ میں اس طلب کی کامیابی پر خوشی ظاہر کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہدایت کے مرتبہ ابتدائی کے حصول پر مسرور ہیں اور اُس کے مرتبہ انتہائی کے وصول کے متمنی ہیں واللہ اعلم مقصود ترغیب ہے دوام طلب پر اور تعلیم شکر ہے حصول مقصود پر۔ قال رح

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم		ای بیخبر ز لذت شرب مدام ما	

مطلب ظاہری ظاہر ہے کہ شراب خواری پر ملامت کرنے والے کو جواب ہے کہ پیالہ شراب میں روئے محبوب کا عکس ہمکو نظر آیا تھا اس لئے شراب پیتے ہیں تو کیا جانے۔ اور بلسان اشارت پیالہ سے مراد قلب جیسا شعر بالا میں تھا۔ حاصل یہ کہ اے وہ شخص جو آثار عشق سے بیخبر ہے ہمکو جو غلبہ سکر کی حالت میں بعض امور غیر قابل اظہار کے اظہار پر ملامت کرتا ہے تجکو اس کی خبر نہیں کہ ہمارے قلب پر بعض تجلیات الٰہیہ و واردات غیبیہ کا غلبہ ہوا اس نے ہمکو مغلوب کردیا اور اظہار راز ہوگیا اگر تجکو خبر ہوتی تو ہمکو معذور سمجھتا بمقصود ارشاد ہی کہ اہل حال کے ایسے اقوال و افعال کی جو گاہے صادر ہوجاویں تاویل مناسب ہے۔ قال رح

چندان بود کرشمہ و ناز سہی قدان		کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما	

مطلب لفظی تو یہ ہے کہ اور محبوبوں کا کرشمہ وناز ہمارے محبوب کے جلوہ گری شروع کرنے تک ہے جس وقت وہ جلوہ افروز ہوجاوے گا سب کے ناز وکرشمہ ختم اور بیقدر اور گم ہوجاوینگے۔ اور مطلب معنوی یہ ہے کہ محبوبان مجازی اُسی وقت تک محبوب اور دلربا معلوم ہوتے ہیں کہ محبوب حقیقی کا جمال کسی کے قلب پر متجلی نہیں ہوتا اور جسوقت اس کا مشاہدہ ہوجاتا ہے پھر سب کا حسن وجمال لاشئی معلوم ہونے لگتا ہے۔ پس اسمیں تعلیم ہے کہ عشق حقیقی حاصل کرے تاکہ مجاز کیطرف التفات نہ رہے۔ قال رح

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔۔۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مطلب لفظی تو بہت ظاہر ہے کہ عاشق کا ذکر خیر مرور دہور تک قایم رہتا ہے۔ اور مطلب معنوی بھی زیادہ خفی نہیں یعنی جس کو عشق حقیقی سے روحانی حیات حاصل ہوگئی وہ اگر مر بھی جائے تو واقع میں بوجہ اسکے کہ لذت قرب علی وجہ الکمال اس کو حاصل ہوجاتی ہے اس لئے اسکو زندہ کہنا چاہئیے اور یوں تو مرنے کے بعد عوام مومنین بھی بایں معنی زندہ ہوتے ہیں لیکن زیادہ تقرب کی وجہ سے اِس عاشق کو ترجیح ہے اِس مرتبہ میں تخصیص کی گئی اور کفار بھی زندہ رہتے ہیں لیکن چونکہ وہ حیات مقرون بالعذاب موت سے بھی بدتر ہے لہذا قابل شمار نہیں۔ مقصود ترغیب ہے محبوب حقیقی کی محبت کی تحصیل کی۔ قال رح

مستی بچشم شاہد دلبند ما خوش ست ۔۔۔ زاں رو سپردہ اند بمستی زمام ما

مراد لفظی تو یہ ہے کہ مستی ہمارے محبوب کی چشم کے لئے زیبا ہے اسلئے ہمکو اُس مستی کے حوالہ اور اسکا مسخر کیا گیا کہ وہ مست ومستغنی رہے اور ہم پست اور اُسکے محتاج رہیں۔ اور مراد معنوی یہ ہے مستی سے اشارہ صفت غنا کی طرف اور چشم سے اشارہ ذات کی طرف اطلاقا للجزء علی الکل مراد یہ کہ غنا محبوب حقیقی کو زیبا ہے اور عبد کے لئے تو احتیاج اسکے لوازم ذات سے ہے اسلئے ہم اُسکی صفت غنا کے محتاج اور اُسکے ساتھ وابستہ کئے گئے۔ مقصود تعلیم ہے کہ عبد کو گا ہے آثار عبدیت کا چھوڑنا اور خواص الوہیۃ کا دعوی کرنا جیسا کہ مدعیان کاذب یا صوفیان خام کا شیوہ ہے طریق وصول کے موانع سے ہے اور جاننا چاہئیے کہ غنائے ذات کے معنی بعضے یہ سمجھتے ہیں کہ حق تعالی کو نعوذ باللہ خلق کیطرف توجہ اور اُن پر نظر نہیں اس معنی کو آیات واحادیث رحمت ورافت تصریحاً رد کرتی ہیں نعوذ باللہ منہ بلکہ غنا متقابل احتیاج کے ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ وہ کسی کے محتاج نہیں پس اس صفت سے تو عنایت کی زیادہ امید ہوتی ہے کیونکہ وہ جب کسی کے محتاج نہیں تو ہمارے اعمال سے نہ انکا نفع نہ انکا ضرر اور رحمت انکی ثابت پس امید ہے کہ ہماری تقصیرات زیادہ معاف ہوجاویں بخلاف اُس شخص کے جو کہ متضرر ہوتا ہو وہاں احتمال ہوتا ہے کہ ہمارے افعال سے اُسکو مضرت پہونچے اس لئے معافی کی اُمید نہیں۔ اسی طرح طاعات کے قبول ہونے کے زیادہ اُمید ہے گو وہ زیادہ خالص نہوں بخلاف اُس شخص کے جو ہماری خدمت سے منتفع ہوتا ہو چونکہ اعمال غیر کاملہ سے اُسکو کم نفع پہونچتا اس لئے عوض بھی ہمکو کم ملتا۔ قال رح

ترسم کہ صرفہ نہ برد روز باز خواست ۔ نان حلال شیخ ز آب حرام ما

صرفہ بردن بصلہ از بمعنی غلبہ بردن ۔ روز باز خواست قیامت کہ دران از اعمال پرسش وسوال واقع شود معنی یہ ہیں کہ گو ہم گنہگار ہیں اور شیخ یعنی عابد اہل ظاہر متقی ہے لیکن ہم میں چونکہ عجز و مسکنت اور اعتراف بالتقصیر اور اُس عابد میں ۔ یا دعوی و تکبر اور دوسروں کی تحقیر پائی جاتی ہے اس لئے مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ شاید شیخ کا تقوی ہماری معصیت پر ذریعہ نجات ہونے میں غالب نہ ہوسکے بلکہ مغلوب ہوجاوے اور اسپر دارو گیر ہونے لگے اور ہماری تقصیرات سے درگذر ہوجاوے مقصود منع ہے پندار سے نہ کہ گناہ پر جرأت دلانا ۔ قال رح

ای باد اگر بگلشن احباب بگذری ۔ زنہار عرضہ دہ بر جانان پیام ما
گو نام ما ز یاد بعمدا چہ می بری ۔ خود آید آنکہ یاد نیاری ز نام ما

مدلول لفظی تو یہ ہے کہ ہوا کو خطاب فرضی کر کے کہتے ہیں کہ اگر تیرا گذر گلشن احباب تک ہوجاوے جس کا سرگروہ محبوب ہے تو ضرور محبوب سے میرا پیام کہدینا کہ میرا نام قصداً اپنی یاد سے کیوں دور کرتے ہو یعنی مجکو قصداً کیوں فراموش کرتے ہو خود وہ وقت عنقریب آجاوے گا کہ میں مر جاؤں گا اُسوقت میرا نام کبھی یاد نہ کروگے پھر ابھی سے کیوں بھلا دیا ۔ اور مدلول معنوی یہ ہوسکتا ہے کہ قابل پر حالت قبض غالب ہے اور وہ توجہ مرشد سے احیاناً اور تعلیم مرشد سے اکثر بلکہ دواماً دفع ہوجاتا ہے اس لئے حالت قبض میں تنگ ہوکر مضطربانہ مرشد سے بعنوان شکایت عرض ہے کہ حضرت میرے حال پر توجہ اور میری خبرگیری کیجئے کیونکہ ابھی تک تو مرا نہیں جب مر جاؤں گا جب ہی رُخ پھیر لیجئے چونکہ قبض شدید میں گونہ معذور ہوتا ہے اس لئے ایسے امور معاف ہیں اور اسمیں تعلیم بھی ہے قبض میں رجوع الی المرشد کی ۔ قال رح

بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہوای سرو ۔ ای مرغ بخت کے شوی آخر تو رام ما

مطلب لفظی تو ظاہر ہے کہ جیسا لالہ خون ہوتا ہے اسی طرح میرا دل ایک سرو قامت کے عشق اور فراق میں منقبض اور گرفتہ ہوگیا اے طالع تو میرے موافق کب ہوگا ۔ یعنی وصل محبوب کب میسر ہوگا ۔ اور مدلول معنوی یہ ہے کہ حالت قبض میں تنگ ہوکر کہہ رہے ہیں کہ محبوب کے عشق میں بالکل خون در خون ہوگیا خدا جانے وصول کب میسر ہوگا ۔ قال رح

دریای اخضر فلک و کشتی ہلال ۔ ہستند غرق نعمت حاجی قوام ما

شراح نے لکھا ہے کہ حاجی قوام کوئی وزیر تھا اسکے یہاں خواجہ حافظ کی دعوت تھی کسی شوربا وغیرہ کے پیالہ میں آسمان اور ہلال کا عکس نظر آیا تو بطریق مطایبہ کے خواجہ نے یہ مضمون فرمایا جو ترجمہ سے ظاہر ہے اور میرے نزدیک اسمیں معنوی مراد ڈھونڈنا تکلف ہے گو یہ کہہ سکتے ہیں کہ حاجی قوام کنایہ مرشد سے ہے اور مطلب یہ ہو کہ ہمارے مرشد کے فیوض باطنہ کے سامنے ظاہری عالم کے بڑے بڑے اجرام ہیچ ہیں کیونکہ یہ فانی ہیں اور وہ باقی ہے اور مقصود ترغیب ہو تحصیل کمال باطنی کی اور تعلیم ہو ترک التفات کائنات جسم کی کہ اشتغال

انکا مانع توجہ الی الحق سے ہے۔ قال رح

حافظ ز دیدہ دانۂ اشکے ہمے فشان	باشد کہ مرغ وصل کند قصد دام ما

یعنی اے سالک ہمیشہ گریہ وزاری وطلب وبیقراری میں رہا کر امید ہے کہ وصل محبوب میسر آجاوے اسمیں تعلیم ہے کہ راہ نیاز اختیار کرنا چاہیئے کہ وصول کا موقوف علیہ ہے ناز اور دعوی استحقاق اور عجب وخود بینی منجملہ مہلکات عظیمہ و رہزن طریق ہے واللہ اعلم۔ قال رح غزل

تعلیم اختیار کردن طریق نیاز

صلاح کار کجا و من خراب کجا	ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مدلول الفاظ تو ظاہر ہے اور معنی مقصودیہ معلوم ہوتے ہیں کہ اعمال صالحہ وذکروشغل سے جو اکثر کم ظرف مبتدیوں کو عجب و پندار پیدا ہو جاتا ہے اُس کا معالجہ بتلاتے ہیں حاصل یہ ہے کہ اس شخص کو چاہیئے کہ صلاح کا تو اعلی درجہ جو کہ مطلوب ہے پیش نظر رکھے اور پھر غور کر کے اپنی خرابیوں اور عیبوں اور ظاہری باطنی لغزشوں کو عجب کے وقت دیکھا کرے اس سے پھر گمان بزرگی اور کمال کا اپنی نسبت پیدا نہ ہوگا پس اس شعر میں تعلیم ہے سلوک کی۔ قال رح

تعلیم سلوک

چہ نسبت است برندی صلاح وتقوی را	سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

اس کا مقصود بھی قریب قریب مقصود شعر سابق کے ہے کہ بعضے لوگ تھوڑے سے اعمال حسنہ اختیار کر کے باوجود ارتکاب قبائح کے مغرور ہو جاتے ہیں حالانکہ صلاح وتقوی وسماع وعظ کو جسپر وہ نازان ہیں رندی اور نغمہ رباب سے کہ وہ اسمیں بھی مبتلا ہوتے ہیں کیا نسبت کہ ان قبائح کے ہوتے ہوئے اُن طاعات کا دعوی بجا ہے۔ قال رح

دلم ز صومعہ بگرفت وخرقۂ سالوس	کجاست دیر مغان وشراب ناب کجا

ترغیب صحبت اہل محبت

صومعہ معبد یہود مراد مطلق معبد۔ سالوس مکر۔ مغان آتش پرستان۔ ناب خالص۔ یہاں اُس عبادت ریائی کی مذمت ہے جسمیں اخلاص نہوا اور ترغیب ہے صحبت اہل محبت اور تحصیل محبت وطاعت خالصہ کی تقریر شعر کی ظاہر ہے۔ قال رح

بشد زیاد خوشش یاد روزگار وصال	خود آن کرشمہ کجا رفت وآں عتاب کجا

یہ شعر حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے از یاد وشدن فراموشی ونسیان کہ باعتبار معنی مجازی کنایتاً از ترک کما صرح بہ المفسرون فی قولہ تعالے نسیناہم۔ کرشمہ ادائے محبت عبارت از تجلی جمالی۔ عتاب عبارت از تجلی جلالی۔ حالت بسط میں جو کہ وصال کی ایک خاص صورت ہے جو قلب پر واردات ہوتے ہیں انمیں بعضی تجلیات جمالیہ ہوتی ہیں بعضی تجلیات جلالیہ اور ہر ایک میں سالک کو ایک خاص حظ ہوتا ہے اور دونوں آثار اس قرب ووصال خاص کے ہیں پس قبض میں وہ واردات جو منقطع ہوگئے اس سے تنگ ہو کر کہتے ہیں کہ اس وصال وبسط کی حالت میں جو تجلیات وواردات ہوتے تھے کہاں گئے۔ جاننا چاہئے

کہ یہ تنگی طبعی و اضطراری ہے ورنہ قبض بھی ایک حالت رفیعہ اور ایک گونہ قرب ووصل ہے کما بین فی محلہ اور کامل جو قبض سے کبھی تنگی ظاہر کرتا ہے مقصود افتقار وانکسار ہوتا ہے نہ کہ شکوہ وشکایت کما قال العارف الرومی ؎ دل ہمی گوید ازو رنجیدہ ام ؛ وز نفاق سست او خندیدہ ام - فافہم - قال رح

زروی دوست دل دشمناں چہ دریابد	چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

مدلول الفاظ ظاہر ہے کہ نفس کا قلب محبوب کے حسن وجمال کو کیا ادراک کریگا جیسا بجھے ہوئے چراغ کو شمع آفتاب یعنی آفتاب سے کوئی نسبت نہیں اسی طرح مدرک ومدرک مذکورین کوئی نسبت نہیں۔ شاید ایمیں یہ مسئلہ حقیقت کا بتلانا منظور ہے کہ محبوب حقیقی کی ذات یا صفات مشہورہ یا غیر مشہورہ کے جو بعضے معاند منکر ہیں واقع میں نقصان ادراک ان ہی کی جانب ہے ورنہ وہ مع اپنی ذات وصفات وکمالات کی اظہر من الشمس ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎ شدہ ہفت پردہ بہ چشم ایں ہفت پردہ چشم ؛ بے پردہ ورنہ لمعے جواں آفتاب دارم ؛ بلکہ محققین نے کہا ہے کہ غایت ظہور ہی سبب غایت بطون کا ہوگیا ہے وتفصیلہ فی محلہ - قال رح

ببیں بہ سیب زنخداں کہ چاہ در راہ ست	کجا ہمی روی ای دل بدیں شتاب کجا

لفظی مطلب تو ظاہر ہے کہ اے دل تو کہاں جلدی جلدی جارہا ہے راہ میں زنخدان بھی ہے کبھی تو اسمیں نہ پھنس جائے پھر نکلنا مشکل ہوجائے اسلئے حسن پرستی سے دور ہی رہنا سلامتی ہے۔ اور اصطلاح قوم میں سیب زنخداں عبارت ہے محبوب کے لطف قہر آمیز سے جس کی حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات باوجود معصیت ظاہری کے نعمت ظاہری سلب نہیں ہوتی اور اسی طرح باوجود معصیت باطنی مثل بدعت یا عجب وغیرہ کے نعمت باطنی مثل واردات ومکاشفات وخوارق وغیرہا کے مسلوب نہیں ہوتی جس سے سالک کو دہوکہ مقبولیت کا رہتا ہے اور اس معصیت پر تنبہ یا اس سے توبہ کا عزم نہیں ہوتا تو ظاہر میں تو یہ لطف ہے مگر واقع میں قہر وغضب اور ایک نوع کا استدراج ہے پس حاصل شعر یہ ہوا کہ اے سالک تو جو باوجود صدور معاصی کے اپنی حالت پر جما ہوا چلا جارہا ہے اور اسمیں تبدل نہیں ہوا ذرا دیکھ تو یہ لطف قہر آمیز ہی کبھی اسی عقبہ میں تو پھنسا رہے اور ترقی وعروج قرب سے رکجاوے ذرا سنبھل اور غور سے کام لے اور قواعد شریعت وطریقت کو معیار بناکر اپنی اصلاح کر - قال رح

چو کحل دیدہ ما خاک آستان شماست	کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا
قرار وخواب ز حافظ طمع مدار اے دوست	قرار چیست صبوری کدام وخواب کجا

ان دونوں کا ظاہری مطلب تو ظاہر ہے اور باطنی معنی اسمیں تعلیم ہے سالک کو کہ خواہ طریق طلب میں کچھ ہی پیش آوے ناکامی ونامرادی وقبض وتنگی وغیرہ وغیرہ لیکن چونکہ محبوب حقیقی کے سوا اور کوئی مقصود نہیں اسکو چھوڑنا نہ چاہیئے طلب میں لگا رہے ورنہ دوسرا ٹھکانا کہاں ہے تو عدم حصول مراد کی حالت میں ہے

بودن قبض حالت رفیعہ

عدم ادراک ذات وصفات محبوب حقیقی از نقصان مدرک است

تعلیم اصلاح حالت خود

تعلیم طلب محبوب حقیقی ودوام

اور شعر ثانی میں حصول مراد کی حالت کے متعلق تعلیم ہے کہ خواہ کیسا ہی کمال یا حال یا مقام حاصل ہو جاوے
لیکن پھر بھی طلب ہی میں سرگرم رہے قناعت اور توقف نہ کرے آگے بڑھتا رہے خوب کہا ہے ؎ اے
برادر بے نہایت درگہیست ؛ ہرچہ بروے میرسی بروے مایست ۔ **غزل**

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را	بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

معنی ظاہری یہ ہیں کہ اگر محبوب شیراز کا رہنے والا جہاں کے محبوب حسن و جمال میں مشہور ہیں ہماری
دلداری کرے یعنی ہمکو اپنے دیدار سے کامیاب کرے تو میں صرف اس کے ایک سیاہ تل (دیکھنے) کے
عوض اور شکریہ میں سمرقند اور بخارا کو جہاں کے حسین و جمیل نیز مشہور ہیں دے ڈالوں اور نثار کر دوں ۔ اور معنی
باطنی یہ ہیں کہ اگر محبوب حقیقی اپنی تجلیات سے مشرف فرماوے تو اسکی ادنی تجلی کے مقابلہ میں دونوں عالم
کو فدا کر دوں کیونکہ مقصود بالذات کے سامنے مقصود بالعرض کی طرف التفات نہیں ہوا کرتا ۔ قال رح

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت	کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلا را

رکنا باد ایک چشمہ ہے شیراز میں اور مصلا عیدگاہ کو کہتے ہیں وہاں اکثر عوام بطور تفریح و سیر کے جاتے تھے
اور نیز اکثر خواص و اہل ریاضت وہاں رہ کر مجاہدات عمل میں لاتے تھے معنی ظاہری یہ ہیں کہ اے ساقی شراب
زندگی بخش ان دلکشا مقامات میں مجلس آراستہ کر کے دیدے کیونکہ جنت میں یہ چیزیں نہ ملیں گی ۔ اور معنی
باطنی یہ ہیں کہ اے مرشد شراب محبت یہاں عطا کر دیجئے اسطرح سے کہ اذکار و اشغال جو مورث محبت
ہوں تعلیم فرما دیجئے کیونکہ جنت میں پھر ریاضت اور مشقت جن پر مدار ترقی مراتب ہے میسر نہ ہوگا چنانچہ
معلوم و مسلم ہے کہ جنت میں اعمال و طاعات موجبہ ترقی قرب نہوں گے اس لئے دنیا ہی میں ان اعمال کا
طریقہ بتلا دیجئے تاکہ محنت مشقت کر کے اس کے ثمرات سے ابدالآباد منتفع ہوں ۔ قال رح

فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شہر آشوب	چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغما را

معنی ظاہری تو یہ ہیں کہ میں ان شاہدان شوخ شیریں حرکات شہر آشوب کے ہاتھ سے فریاد کرتا ہوں کہ
انہوں نے متاع صبر و قرار اسطرح غارت کر دیا جس طرح ترک خوان یغما کو لوٹ بھاگتے ہیں ۔ اور معنی باطنی
یہ ہیں کہ اذکار و اشغال میں جو انوار وغیرہ منکشف ہوتے ہیں اور اپنی دلکشی سے سالک کو اپنی طرف متوجہ
کر لیتے ہیں اے مرشد میں ان سے فغان کرتا ہوں جلدی اسکی طرف مشغول ہونے سے بچنے کا طریقہ بتلا دیجئے
کیونکہ انمیں مشغول ہونا مانع وصول الی المقصود الحقیقی ہے چنانچہ اسی مضمون کو حضرت حافظ نے دوسری جگہ
اسطرح فرمایا ہے ؎ دلبران گر دلبری زینسان کنند ؛ زاہدان را رخنہ در ایمان کنند ۔ احقر نے حضرت پیر
مرشد علیہ الرحمۃ سے سنا ہے کہ حجب نورانیہ اشد ہیں حجب ظلمانیہ سے ۔ قال رح

ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است	بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روے زیبا را

اسمیں اصلاح ہے ایک غلطی کی جو اکثر اہل طریق کو ایک مشہور رسالہ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف

تخلقت الخلق سے اور اسکی شرح میں جو بعض کلمات اس قسم کے مشہور و منقول ہیں ؎ نکورو تاب مستوری ندارد + چو دربندی سر از روزن بر آرد + اور جیسے کہا جاتا ہے کہ جمال الٰہی مقتضی ظہور کا ہوا کہ مرآۃ خلق میں اپنا مشاہدہ کرے اور خلق بھی اس جمال کا مشاہدہ کرے وامثال ذلک ایسے کلمات سے وہ غلطی واقع ہوجاتی ہے اور یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ غایت ظہور کی یہی مشاہدہ و معرفت ہے جو موقوف ہے ہمارے وجود پر تو گویا بدون ہمارے اس غایت کا استکمال نہ ہوسکتا تھا اور پھر تقاضائے جمال اس ظہور کو مستلزم ہے جس سے ایک گونہ ایہام اضطرار کا ہوتا ہے سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون سو اس شعر میں اسکی اصلاح ہے کہ خود ہمارا عشق اور عرفان ہی ناتمام ہے اور ذات جمیلہ محبوب حقیقی کی خود موصوف ایسے کمال تام کے ساتھ ہے کہ وہاں استکمال بالغیر محال ہے خصوص جبکہ وہ غیر محض ناقص ہو جیسا فرض کرو کوئی شخص نہایت زیبا صورت ہو تو اسکو دیگر محسنات عارضیہ کی کوئی احتیاج نہیں اسی طرح حق سبحانہ تعالیٰ ہر احتیاج سے منزہ ہیں اور وہاں احتیاج محال ہے اور مشاہدہ مذکورہ کا غایت ظہور ہونا اسی طرح کمال و جمال کا مستلزم ظہور ہونا یہ دونوں امر مستلزم احتیاج ہیں جو محال تھی اور مستلزم محال خود محال ہے پس غایت مذکورہ اور استلزام مذکورہ کا حکم محال ہوگا بلکہ یہ سب کچھ ہمارے ہی حال پر عنایت فرمانے کے لئے اور ہمارے استکمال کے لئے ہوا وہ بھی بارادہ و اختیار جیسا کہ مولانا رومی کا بھی ارشاد ہے ؎ من نہ کردم خلق تا سودے کنم + بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم + باقی ایک وقت تک عدم رہنا پھر وجود عطا ہونا اسکا حقیقی راز اور حکمت خدا ہی کو معلوم اور کلمات مشہورہ جو اسکے خلاف کے موہم ہیں وہ بوجہ اسکے کہ مقال اہل حال ہے ماول ہوگا کیونکہ ہماری تحقیق مذکور قرآن و حدیث کا منطوق ہے اور محکم۔ خوب سمجھ لو۔ قال رح

کہ عشق از پردۂ عصمت برول آرد زلیخا را	من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم

عصمت سے مراد خودداری جو اکثر زاہدان خشک میں ہوتی ہے جس کی وجہ واردات قلبیہ سے بے بہرہ ہوتا ہے اور جب کسی کامل کی توجہ اور تعلیم سے ان واردات کا ورود ہوتا ہے بیچارہ کی ساری خودداری خاک میں ملجاتی ہے اس تقریر کے بعد مطلب ظاہر ہے کہ یوسف یعنی محبوب حقیقی کے حسن روز افزوں سے یعنی ان واردات سے جو سالک کے قلب پر علی سبیل التوالی متجلی ہوتے ہیں مجھکو یقین ہوگیا تھا کہ انکا اثر کہ عشق و معرفت ہے اس سالک کو اسکی قدیم خودداری کے دائرہ سے ضرور نکالدے گا چنانچہ انکسار و شکستگی کا ترتب اسپر شاہد ہے۔ قال رح

کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را	حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو

اس میں اصلاح ہے اُن لوگوں کی جنھوں نے شب و روز اپنا بڑا شغل اور بڑا مقصود مسائل تصوف و اسرار حقیقت کی تحقیق کو بنا رکھا ہے اور جو اصل مقصود ہے ذکر و شغل اسمیں کمی کرتے ہیں اُن کو غیر مقصود کی طرف التفات سے روک کر مقصود کی طرف کہ محبت و معرفت ہے اور جن اعمال سے محبت و معرفت پیدا ہوتی ہے۔

ترغیب اطاعت مرشد

اِن کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ قال رحمہ

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند	جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

یہ شعر اوپر کے شعر سے متعلق ہے چونکہ اسمیں مسائل تصوف کی تحقیق سے منع کیا تھا اور اسکا غیر نافع بلکہ مضر ہونا مبتدی کی سمجھ میں آتا نہیں اس لئے شاید وہ اسکے ماننے میں پس وپیش کرتا لہذا نہایت شفقت سے اُسکو اس مضمون کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مستقل نصیحت ہو کہ اگر مبتدی کی سمجھ میں مرشد کے کسی امر بالمباح کی حکمت نہ آوے تب بھی اطاعت کرنا چاہئے۔ قال رحمہ

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی	جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اسمیں تعلیم ہے مسترشد کی کہ اگر مرشد کبھی تلخ و درشت کہے تو اسمیں اپنی اصلاح سمجھکر بزبان حال اسکو اس شعر کا مخاطب قرار دیکر دلگیر نہو مولانا روم کا ارشاد ہے ؎ صبر کن در کار خضرای بے نفاق ؛ تا نگوید خضر رو ہذا فراق ؛ اور جب مرشد کے ساتھ ایسا معاملہ رکھنا ضروری ہے تو اگر احیاناً محبوب حقیقی کیجانب سے کسی ایسے خطاب عتاب کا انکشاف والقا ہو تو اسکو حکمت پر مبنی سمجھکر مکدر و معطل نہو۔ قال رحمہ

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ	کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

چونکہ غزل مذکور میں بہت مفید مضامین ہیں اس لئے اس شعر میں اس غزل کی ثنا کرتے ہیں۔ ترجمہ ظاہر ہے۔

غزل

دوش از مسجد سوی میخانہ آمد پیر ما	چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما
در خرابات مغاں ما نیز ہم منزل شویم	کاین چنین رفت است در عہد ازل تقدیر ما
ما مریداں رو بسوی کعبہ چوں آریم چوں	رو بسوی خانۂ خمار دارد پیر ما

مطلب ظاہری ظاہر ہے۔ معنی معنوی یہ ہے کہ مسجد اور کعبہ سے مراد طریق کثرت عبادت۔ اور میخانہ اور خرابات مغان اور خانہ خمار سے مراد طریق عشق ومحبت اور یہ دونوں طریق وصول الی اللہ کے مسلوک ہیں ہر شخص کی جیسی استعداد ہوتی ہے۔ اُسی طرح اُس کو تربیت کیا جاتا ہے۔ اور طریق محبت کے معنی یہ نہ سمجھے جاویں کہ اسمیں عبادت نہیں ہوتی کہ یہ تو الحاد محض ہے بلکہ کثرت عبادت نہیں ہوتی یعنی نوافل وغیرہ کا اہتمام زیادہ نہیں ہوتا پس وہ طریق بھی خلاف شرع نہیں ہے اور یہ تعیین طریق تربیت کی کبھی شیخ کی فراست سے ہوتی ہے اور کبھی غیبی طور پر اُسپر ویسے ہی واردات ہونے لگتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ابتدا ایک طریق سے ہوئی تھی اور تکمیل دوسرے طریق سے ہوتی ہے کبھی کامل کے حال میں بھی تبدل ہو جاتا ہے گو وہ تبدل مبتدی کا سا نہیں ہوتا۔ جب یہ سب مقدمات سمجھ میں آگئے اب مطلب اشعار کا سمجھنا چاہئے۔ شعر اول سوال ہے دوسرا شعر جواب ہے تیسرا شعر اُس جواب کی دلیل ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کی حالت غیبی طور پر کچھ بدلی ہے کہ پہلے اُنپر طریق کثرت عبادت کا غلبہ تھا اب طریق عشق کا غلبہ ہوگیا گو جامعیت دونوں حالتوں میں باقی ہے۔ اب سوال کے طور پر

کہتے ہیں کہ اس حالت میں ہمارے لئے کیا تدبیر مناسب ہے آیا اس تبدل سے دوسرے شیخ کو بدلنا چاہئیے یا اسی شیخ کا اتباع اس طریق میں کرنا چاہئیے کیونکہ اسوقت تعلیم میں بھی اخر اسی کا غالب ہوگا۔ پھر خود جواب میں تدبیر تبلاتے ہیں کہ ہمکو بھی شیخ کے ساتھ ہم منزل ہوجانا چاہئیے یعنی اُسی طریق میں شیخ کا اتباع چاہئیے کیونکہ ظاہرا ہماری تربیت اسی طرح مقدر ہے اس ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ ایسے اسباب جمع ہوگئے کہ اس شیخ سے ہمارا تعلق ہوگیا یہ علامت باہمی تناسب کی ہے جو مدار فیض و افادہ ہے جیسا حدیث میں ہے الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف آگے اسکی دلیل فرماتے ہیں کہ جب ہمارا شیخ ایک طریق پر ہے تو ہم دوسرے طریق پر کیسے ہوسکتے ہیں حاصل دلیل کا یہ ہوا کہ افادہ و استفادہ میں اتحاد مشرب شرط ہے اگر ہم نے دوسرا طریق اختیار کیا تو شرط فیض فوت ہوجاویگی پھر فیض بھی نہ ہوگا۔ اور یہ احتمال کہ دوسرے سے فیض ہو شعر ثانی میں قطع ہوچکا ہے کہ ظاہرا فیض اسی شیخ سے مقدر ہوا اور چونکہ مبحث باب عملیات سے ہے عملیات میں ظنیات احتجاج کے لئے کافی ہیں اسواسطے اس تقریر پر کوئی غبار نہیں۔ حاصل مقام کا یہ ہوا کہ جیسے بعض خام [illegible] ہیں کہ ان کے خلاف طبع ہو گو خلاف شرع نہ ہو پیر سے بدگمان و منحرف ہوجاتے ہیں یہ دلیل ہے اسکی کہ ایسے اسباب سے قطع تعلق کرنا نہ چاہئیے بلکہ اس کا اتباع و موافقت حد شرعی تک ضروری ہے کہ ممکن ہے اسکے حال میں ترقی ہوئی ہو اور یہ تبدل اُس کا اثر ہو اور ممکن ہے کہ تمہاری تربیت اس تبدل سے وابستہ ہو کہ تمہارا تبدل مقصود ہو۔ واللہ اعلم قال رح

عقل گرداند کہ دل دربند زلفش چوں خوش ست	عاقلان دیوانہ گردند از پئے زنجیر ما

یعنی گو طریق سلوک میں کیفیات عشقیہ مثل آہ و نالہ و فریاد و زاری و درد و غم کو دیکھکر عقلاء ظاہری سمجھتے ہونگے کہ یہ لوگ بڑی مصیبت میں ہیں لیکن ہماری روحانی مسرت و نشاط کی اگر انکو خبر ہوجاوے تو اس زنجیر زلف و قید عشق کی طلب اور تمنا اور اشتیاق میں وہ خود دیوانوں کی طرح پھرنے لگیں اور خود بھی ان کیفیات کے جویاں و خواہاں ہوجاویں۔ مطلب یہ کہ محنت عشق پر ہزار راحت قربان ہیں۔ قال رح

روی خوبت آیتے از لطف برما کشف کرد	زان سبب جز لطف و خوبی نیست در تفسیر ما

یہ شعر تجلی جمالی یعنی انس و رجا کے غلبہ کی حالت کا معلوم ہوتا ہے یعنی میری تفسیر و بیان میں جو رجا و رحمت کے مضامین زیادہ معلوم ہوتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ محبوب کے روئے خوب یعنی تجلی جمالی نے لطف و رحمت کی صفت مجھپر منکشف کردی اس لئے جس کیفیت کا قلب پر غلبہ ہے زبان سے بھی اُسی کا صدور ہوتا ہے۔ بھر سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوگیا کہ ظاہری اقوال و احوال بھی جبکہ بے ساختہ صادر ہوتے معلوم ہوں علامت ہوتی ہے اس شخص کی کیفیت باطنی کی پس پیر کی تلاش کرنیوالے کو اس سے استمداد چاہئیے۔ [illegible] آیت و تفسیر کا تجنیس کرنا لطف شاعری ہے۔ قال رح

بادل سنگینت آیا ہیچ درگیرد شبے	آہ آتشبار و سوز نالۂ شبگیر ما

طلب رحمت

لفظ سنگین مجاز از صفت غنا و لفظی بے ادبی در غلبہ عشق عفو است ۔ شبگیر آخر شب ۔ لفظ آیا برائے تمنا ۔ درگیرد مجاز از رحم آرد بدون اعتبار انفعال ۔ حاصل یہ کہ تمنا کرتے ہیں کہ ہماری مناجات سحری جس کا منشا عشق ہے آپکی صفت غنا کو ہمارے حال پر مصدر رحمت کردے یعنی ہمپر رحمت فرمانے میں گو کوئی آپکو حاجت نہیں ہے اور یہی معنی ہیں غنا کے مگر ہماری حاجت کی وجہ سے ہمپہ رحمت فرمائیے ۔ خلاصہ یہ کہ تمنائے رحمت کررہے ہیں اسمیں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ سالک اپنے مجاہدات وریاضات پر نظر کرکے اپنے کو مستحق فیضان کا نہ سمجھے بلکہ انکسار و افتقار و تذلل و عرض حاجت کرتا رہے **تنبیہ** بعضے کم فہم غنا کے معنی بے التفاتی کے سمجھتے ہیں جو محض غلط ہے بلکہ اسکے معنی بے احتیاجی کے ہیں جو مقتضی ہے زیادت التفات و عنایت کو کیونکہ خلق جو التفات میں کمی کرتے ہیں تو بوجہ اسکے کہ بعض منافع کے محتاج ہوتے ہیں جس سے وہ منفعت حاصل ہوتی ہے اسکی طرف التفات کرتے ہیں جس سے وہ منفعت حاصل نہیں ہوتی اسکی طرف التفات نہیں کرتے پس عدم التفات کی علت احتیاج ہے اور یہ وہاں مفقود ہے پس التفات زیادہ متوقع ہے ہاں اگر عبد ہی کی طرف سے کوئی امر مانع ہو مثل کفر و شرک وغیرہ کے تو وہ اور بات ہے خوب سمجھ لو ۔ قال رحمہ

معنی غنا

مرغ دل را صیدِ جمعیت بدام افتادہ بود	زلف بکشادی و باز از دست شد نخچیر ما

زلف کنایہ از صفت قابض بمناسبت آنکہ زلف پریشانی دارد و در حالت قبض ہم پریشانی رود ہد پس ہر دو را تعلقے است با پریشانی و نیز چنانچہ زلف ساتر رخ است ہمچناں قبض ساتر دارد ذات جمالیہ است و در مجاز ہمیں قدر مناسبت کافی است ۔ یعنی ہمارے قلب میں کیفیت سکون کی ہوگئی تھی مگر قابض کی تجلی سے قبض ہوا اور پھر آشفتگی اور پریشانی ہوگئی ۔ اسمیں تحقیق ہے تعاقب بسط و قبض کی اور تعلیم ہے کہ کسی حالت مرغوبہ پر عجب نہ کرے کہ ورودِ ضد سے ہر وقت زوال محتمل ہے ۔ قال رحمہ

باد بر زلف تو آمد شد جہاں برمن سیاہ	نیست از سودای زلفت بیش ازیں توفیر ما

باد سبب پریشانی زلف می باشد کنایہ از صفت ارادہ کہ سبب تعلق صفت قابض باشد باحوال قلبیہ سالک جہاں سیاہ شدن پریشان شدن ۔ توفیر زیادت و محاصل ۔ سودا خیال عشق ۔ مطلب یہ کہ آپنے جب ارادہ فرمایا کہ میرے قلب پر کیفیت قبض کی وارد کردیں تو اس کے ورود سے میری پریشانی بڑھ گئی جو کہ لازمہ قبض ہے آگے کہتے ہیں کہ واقعی تجلی اسم قابض کا یہی مقتضی ہے اور لفظ سودا بڑھانے میں اشارہ ہے ایک تحقیق کی طرف وہ یہ کہ صفات الٰہیہ سب جمیل اور محبوب ہیں اور عاشق کو واجب ہے کہ ہر صفت کے فیض کو خواہ جمالی ہو یا جلالی ہو دل و جان سے قبول کرے اور اسمیں اپنی تربیت سمجھے پس قبض سے بھی دلگیر نہ ہو ۔ اور سودا اور زلف میں لطف شاعری بھی ہے ۔ قال رحمہ

تیر آہ ما ز گردوں بگذرد جانِ عزیز	رحم کن بر جان خود پرہیز کن از تیر ما

اگر اسکا مخاطب ظاہر پرستوں کو کہا جاوے جو کہ عشاق کے حالات سے بیخبر ہوتے ہیں اور انکو ایذائیں پہونچاتے

ہیں تب تو معنی بے تکلف ہیں کہ ہمارا تیر آہ کہ آہ مظلوم ہے آسمان سے گذر کر پایۂ سریر سلطانی تک پہونچتا ہے اور مقبول ہوتا ہے تو اے جان عزیز (یہ شفقتہً کہدیا) ہمکو ایذا مت پہونچا و اپنے او پر رحم کر اس صورت میں یہ نہیں ارشاد ہوگا کہ غیر اہل حال کو اہل حال پر انکار جو منجر با یذا ہو نہ چاہئیے۔ اور اگر محبوب حقیقی کو منادی کہا جاوے تو مجازات بعیدہ کا تکلف کرنا پڑیگا۔ اور مقصود کا محصل یہ ہوگا کہ چونکہ محبوب حقیقی نہایت رحیم ہے اس کو اپنے بندہ کی پریشانی گوارا نہیں اسلئے عرض کرتے ہیں کہ ہمکو فراق سے نجات دیجئے ورنہ ہماری پریشانی سے آپ کو ایذا ہوگی سکے قریب استعمالات مجازیہ کتاب و سنت میں بھی وارد ہیں قال اللہ تعالیٰ یؤذون اللہ و فی الحدیث عن اللہ تعالیٰ ما ترددت فی شئ ما ترددت فی قبض نفس المومن ھو یکرہ الموت و انا اکرہ مساتہ یہ حدیث کا مضمون ہے لفظ اچھی طرح یاد نہیں لیکن تردد اور کراہت کے لفظ میں کوئی شک نہیں بعد تعیین محصل مقصود کے اب انطباق الفاظ شعر کا اس معنی پر کچھ دشوار نہیں۔ قال رح

بر در میخانہ خواہم گشت چون حافظ مقیم	چون خراباتی شدای یار طریقت پیر ما

چون حافظ مانند حافظ۔ یہ مقطع ہم مضمون مطلع کا ہے۔ غزل

شب از مطرب کہ دل خوش باد ویرا	شنیدم نالۂ جان سوز نے را
چنان در جان من سوزش اثر کرد	کہ بے رقت ندیدم ہیچ شے را
حریفے بد مرا ساقی کہ ہردم	ز زلف و رخ نمودی شمس ودی را
چو شوقم دید در ساغر مے افزود	بگفتم ساقیٔ فرخندہ پے را
رہانیدی مرا از شر ہستی	چو ہمپودی پیاپے جام مے را
حماک اللہ عن شر النوائب	جزاک اللہ فی الدارین خیرا
چو بیخود گشت حافظ کے شمارد	بیک جو مملکت کاؤس و کے را

مطرب کنایہ از شیخ دعارف۔ نالہ نے مضامین عشق۔ سوزش سوز او۔ حریف مصاحب ذے بفتح دال مخفف دیجور۔ نوائب حوادث۔ مملکت ملک۔ اس پوری غزل کے اشعار بطور قطعہ بند کے ہیں سب میں ایک ہی مضمون ہے یعنی اسرار عشقیہ وحقایق عرفانیہ کی تعلیم پانے پر مسرت اور شیخ تعلیم کنندہ کا شکریہ۔ خلاصہ یہ کہ شب گذشتہ میں میں نے شیخ سے کہ خدا تعالیٰ انکو خوش رکھے اسرار عشق سے جو کہ جانسوز تھے ان مضامین کے سوز نے میرے اندر ایسا اثر کیا کہ کسی شے کو میں نے رقت سے خالی نہ پایا اسوجہ سے کہ اپنے اندر جو کیفیت ہوتی ہے اُس کا اثر ہر شے میں محسوس ہوا کرتا ہے اس توجیہ پر تو رقت صفت ہر شے کی ہوگی اور یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ رقت صفت متکلم کی ہو اور معنی یہ ہونگے کہ میں نے ہر شے کو اسطور پر دیکھا کہ اس کو دیکھکر مجکو رقت ہوتی تھی وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر شے نظر معرفت میں آئینہ جمال الٰہی ہے جب اسرار و معارف منکشف ہوتے ہیں تو ہر شے کو اسی نظر سے دیکھتا ہے اور اس نظر کے لئے تاثر و رقت لازم ہے۔ آگے پھر شیخ کے بیان اسرار کا بیان ہے کہ ایسا ہمراہی

ع

ع۵ کذا قیل لیکن صاحب بحث نے اسکی تغلیط کی ہے چنانچہ کہا ہے وانچہ لفظ دے را مخفف دیجور گویند و سند آن مصرع خواجہ آرند مصرع ز زلف و رخ نمودی شمس ودی را + خطا است چہ دیجور صفت شب تاریک شود نہ آنکہ دیجور مطلق شب را گویند و سبب اینغلطی انحراف مصرع چنین است ع ز زلف و رخ نمودی شمس و نے را + نے بالفتح بمعنی سایہ دریں صورت مقابلہ شمس و نے بمشابہت زلف و رخ درست شود لیں دے را مخفف دیجور فہمیدن موجب عدم فہم است۔ آہ منہ مدظلہ العالی۔

اور رفیق میرا ساقی تھا یعنی ایسا شیخ اُن معارف کو بیان کر رہا تھا کہ واردات جلالیہ و جمالیہ کے بیان سے شمس اور دیجور کا نقشہ دکھلا رہا تھا یا یوں کہا جاوے کہ اُن واردات کو اپنے تصرف سے قلب پر افاضہ کر رہا تھا جب اُس نے میرا شوق دیکھا تو پیالہ میں شراب اور بڑھا دی یعنی میرے قلب میں تعلیماً یا افاضۃً وہ پھر آ و واردات اور القا فرمائے اُسوقت میں نے خوش ہو کر ساقی فرخندہ پے سے کہا کہ آپ نے مجھکو ان پھر آ کے افاضہ کی بدولت ہستی موہوم کے شرور و آفات سے یعنی آثار ظلمانیہ و کدورات نفسانیہ سے چھڑا دیا جبکہ علی التواتر وہ اسرار مجھپر افاضہ فرمائے پس اللہ تعالے آپ کو تمام حوادث کے شر سے محفوظ رکھے اور دونوں جہان میں اسکی جزائے خیر دے اور جب میں ان اسرار سے بیخود ہو گیا تو تمام سلاطین کے مال و دولت کی ایکجو کی برابر بھی میری آنکھ میں قدر نرہی چنانچہ ظاہر ہے کہ دولت باطنی کے سامنے دولت ظاہری لاشے محض ہے۔ غزل قال رح

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را تا بنگری صفائے مئے لعل فام را

صوفی کا اطلاق کبھی صوفی حقیقی پر آتا ہے کبھی مدعی پر یہاں معنی ثانی مراد ہیں۔ اور جام سے مراد قلب اُسکو آئینہ سے تشبیہ دی باعتبار انجلا کے مجاہدہ و ریاضت سے۔ اور مئے سرخ رنگ سے مراد عشق و محبت باعتبار سکر و بیخودی کے۔ مطلب یہ کہ اے مدعی تم اپنے کمالات پر کیا دعوے کرتے ہو ادہر طریق اہل صدق کی طرف آؤ اور صدق اختیار کرو کہ آئینہ قلب فی نفسہ صاف ہے صرف اوصاف ذمیمہ کا اُسپر حجاب پڑا ہے صدق کی برکت سے یہ اُٹھ جاویگا پھر اُسوقت اسمیں تجلیات ذات و صفات کی منعکس ہو کر محبوب حقیقی کی معرفت ہوگی اور معرفت سے محبت و عشق کا غلبہ ہوگا اُسوقت نور محبت کا ادراک ہوگا حاصل شعر کا ترغیب دینا ہے تصفیہ و تزکیہ میں کہ ذریعہ وصول الی المحبوب ہے۔ قال رح

راز درون پردہ ز رندان مست پرس کایں حال نیست صوفی عالیمقام را

یہاں بھی صوفی سے وہی معنی ثانی مراد ہیں جو شعر بالا میں مذکور ہوئے اور عالیمقام باعتبار شان و شوکت ظاہری کے کہا۔ مطلب یہ کہ اسرار حقیقت عشاق و تارکان تعلقات مستغرقان محبت سے دریافت کرنا چاہیئے کہ مدعیوں پر احوال باطنی ہی طاری نہیں ہوئے تاکہ اُنسے قلب پر واردات حالیہ یا علمیہ فائض ہوتے۔ اسمیں بھی مذمت ہے دعوی کی اور ترغیب ہے صدق و ترک ماسوی کی۔ قال رح

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چین کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

باد بدست بیحاصل۔ عنقا کنایہ از ذات باعتبار اختفائے دائم۔ مطلب یہ کہ جس طرح عنقا کو کوئی شکار نہیں کرسکتا بس دام پھیلانا اور کوشش کرنا لاحاصل ہے اسیطرح کنہ ذات بحت کو کوئی ادراک نہیں کرسکتا اسلئے فکر اور سوچ بیکار ہے۔ اسمیں سالک کو یہ تبلانا ہے کہ انکشاف ذات کی فکر میں پڑکر پریشان نہ ہو اور اپنا وقت صرف کرے پس اس شعر میں علم و عمل یعنی حقیقت و طریقت دونوں کی تعلیم ہے۔ قال رح

من آن زمان طمع ببریدم ز عافیت کایں دل نہاد درکف عشقت زمام را

تعلیم تصفیہ و تزکیۂ قلب

مذمت دعوی و ترغیب صدق

تعلیم حقیقت و طریقت

یعنی میں نے تو اُسی وقت عافیت سے امید قطع کر دی تھی جبکہ میرا دل تیرے عشق میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اسمیں تعلیم ہے کہ عاشق حق کو عافیت اور بیفکری کی طلب عبث ہے جو حالت شدید سے شدید عشق میں پیش آوے اُسکو برداشت کرے۔ یہ مضمون اُن لوگوں کے یاد رکھنے کا ہے جو بعض احوال باطنی سے تنگ آکر دوسرے احوال مرغوبہ کی تمنا کیا کرتے ہیں ممکن ہے کہ یہ ناگوار حالت اُس گوارا حالت سے انفع ہو۔ قال رح

مارا بر آستان تو بس حق خدمت است	اے خواجہ باز بین بترحم غلام را

ہر چند کہ شان محبوب کے لائق کسی کی بھی خدمت نہیں ہو سکتی مگر اپنی طاقت سے زیادہ جوش محبت و عشق میں اسکا صدور ہو جاتا ہے اور ثمرہ و کامیابی میں دیر ہونے سے ولولہ میں وہ طاعات زبان پر بھی آجاتی ہیں یعنی مدت ہوئی طلب و خدمت میں سرگرم ہوں اب تو کامیاب فرما دیجئے۔ یہ ایک حالت ہے جس میں عاشق معذور ہے۔ اور اگر مقصود افتقار ہو تو ماجور ہے کقول یعقوب علیہ السلام انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ رکتوسل اہل الغار باعمالہم الصالحۃ فی الخروج عن الغار۔ قال رح

در عیش نقد کوش کہ چوں آبخور نماند	آدم بہشت روضۂ دار السلام را

عیش نقد سے مراد اعمال و طاعات و مجاہدہ جس کو سر دست عمل میں لے آوے اور اگلے وقت پر نہ رکھے مطلب یہ کہ جو کچھ ذخیرہ آخرت جمع ہو سکے جمع کر لو اور نفس کی تسویلات و تسویفات میں مت رہو کہ کل کریں گے۔ پرسوں کرینگے حتیٰ کہ عمریوں ہی ختم ہو جاتی ہے بلکہ جو کچھ کرنا ہو فوراً کر لو کیونکہ جب آدم علیہ السلام کا حصہ جنت میں قیام کرنیکا علم الٰہی میں ختم ہو گیا تو انکو ایسے اسباب پیش آئے کہ بہشت چھوڑنا پڑی پس جب بہشت جو کہ فی نفسہ دار اقامت ہے اجل معین گذرنے پر چھوٹ گئی تو دنیا جو کہ دار الزوال ہے اسکو تو اجل موعود پر تمکو بدرجہ اولےٰ چھوڑنا پڑیگا پھر کاہکے بھروسے ٹال رہے ہو۔ قال رح

در بزم دور یک دو قدح درکش و برو	یعنی طمع مدار وصال دوام را

یہاں وصال سے مراد تجلی ذاتی ہے جس کے معنی اصطلاح میں یہ ہیں کہ ذات بحت کی طرف توجہ میں ایسا استغراق ہو کہ غیر ذات کی طرف اصلا التفات نہ رہے اور ممکن ہے کہ مطلق تجلی مراد ہو عام تجلی ذات وصفات سے مگر وہ جس میں استغراق تام ہو۔ حاصل شعر کا یہ ہے کہ بعض سالکین ایسے بعض احوال کے طاری ہونے کے بعد اُس کا دوام چاہتے ہیں اور عادۃ اللہ یہ ہے کہ اکثر اُس کا دوام نہیں ہوتا اور اسی میں نفع بھی ہے کیونکہ حسب تصنیص ائمہ فن استغراق میں ترقی نہیں ہوتی کیونکہ ترقی ہوتی ہے عمل سے اور اس میں عمل نہیں ہوتا۔ دوسرے تعطل بھی ہو جاتا ہے اور مقصود زیادت طاعت ہے۔ تیسرے بدن کی تدبیر بھی مختل ہو جاتی ہے اور قوام بدنی کا اعتدال موقوف علیہ ہے طاعت کا ان حکمتوں سے یہ تجلیات دائم نہیں ہوتیں اسلئے فرماتے ہیں کہ جو کچھ احیاناً ان تجلیات سے مشرف ہو جاؤ غنیمت سمجھو اور پھر سلوک میں لگ جاؤ برو سے اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ رفتن ترجمہ ہے سلوک کا۔ قال رح

تعلیم خوگر شدن با دردِ عشق

تعلیم ادب طلب

ترغیب مجاہدہ و تعجیل در آن

تعلیم عدم طمع در دوام تجلیات و ترغیب در سلوک

پیرانہ سر مکن ہنر ننگ و نام را	ای دل شباب رفت و نچیدی گلے زعمر

یعنی جوانی کی عمر جو کہ مجاہدہ وریاضت کا وقت تھا گذر گئی اور افسوس ہے تو نے کوئی کام نہ کیا اب بڑھاپا آیا تو علاوہ ضعف جسمانی و روحانی کے اب زیادہ ہوس رہتی ہے جاہ کی اور اسی کو ہنر سمجھتے ہیں خواہ جاہ دنیوی یا جاہ دینی جیسا اہل علم ظاہری کو پیش آتی ہے اور وہ جاہ بہت سے اعمال قربات و طلب مقصود سے مانع ہوتی ہے۔ آسلیئے نصیحت کرتے ہیں کہ اس ننگ و نام کے ہنر کو ہیشہ مت کرو کہ اب تو ہم خود صاحب شان یا صاحب کمال مشہور ہیں اب کیا کسی سے رجوع کریں یا مبتدیوں کے احوال و اشغال کو کیا اختیار کریں یا خلو عن الکمال کا کیا اعتراف کریں کہ مشیخت میں خلل پڑتا ہے اللہم احفظنا بلکہ بس بڑھاپے ہی کے حصہ میں جو کچھ ہوسکے اسمیں دریغ نہ کرے پس مکن میں عمل بسیط ہے ایک ہی مفعول پر تمام ہوجاتا ہے یعنی لاتعمل الانفة یعنی لاتستنکف واللہ اعلم۔ قال رحمہ

وز بندہ بندگی برسان شیخ جام را	حافظ مرید جام جم است ای صبا برو

جام جم قلب پیر شیخ جام پیر کہ ایچنیں قلب دارد۔ ترجمہ تو ظاہر ہے شاید مقصود اس سے تنبیہ ہو حقوق شیخ پر کہ مرید کتنا ہی کامل ہوجاوے جیسے کہ حافظ شیرازی تھے مگر تب بھی شیخ کا ادب اور احترام اور اعتراف اُس کے ولی نعمت ہونے کا بلکہ حسب موقع اُس کا اظہار بھی کرتا رہے حتی کہ اس کی حالت غیبوبت میں بھی اُس کے حقوق میں تساہل و تغافل نہ کرے پس اس تقریر پر اس شعر میں تعلیم ہوگی آداب شیخ و حقوق صحبت کی واللہ اعلم۔ غزل قال رحمہ

میرسد مژدۂ گل بلبل خوش الحان را	رونق عہد شباب است دگر بستان را

یہ شعر زمان بسط کا معلوم ہوتا ہے کہتے ہیں کہ بستان یعنی قلب میں پھر عہد شباب یعنی زمانہ بسط کی رونق یعنی شگفتگی حاصل ہوئی ہے اور گل یعنی محبوب حقیقی کا مژدہ یعنی تجلیات جمالیہ بلبل خوش الحان یعنی عاشق پر وارد ہے۔ اور معنی ظاہری ظاہر ہیں۔

خدمت ما برسان سرو و گل و ریحان را	ای صبا گر بجوانان چمن باز رسی

سرو و گل و ریحان سے مراد وہی جوانان چمن بطور وضع مظہر موضع مضمر کے مراد اُس سے یاران طریقت مثل پیر بھائیوں کے۔ اسمیں اشارہ اس طرف ہے کہ صاحب طریقہ کو اپنے اصحاب و احباب کا خادم اور نیازمند رہنا چاہیئے کہ اسمیں علاوہ اوائے حق و اختیار تواضع کے انکی دعا و ہمت و تطییب قلب سے باطنی نفع بھی ہے قال رحمہ

مضطرب حال مگردان من سرگردان را	ای کہ برمہ کشی از عنبر سارا چوگان

سارا: لفظ زائدہ بمعنی مثل چون خاکسارا سے مثل عنبر۔ یا سارا بمعنی جا چون نمک سارہ و بر مہ و تقدیر مراد زلف و چوگان ہم کنایہ از زلف بمناسبت امتداد و طول۔ و کلمہ از برائے بیان۔ یا عنبر سارا صفت و چوگان موصوف۔

ومفعول کشی محذوف اے پردہ۔ و تہ مراد بہ ورخ۔ مطلب یہ ہے کہ زلف عنبر سار یعنی تجلی جلالی سے کہ اُس کے لوازم سے قبض ہے ماہ کو یعنی تجلی جمالی کو مستور نہ کیجئے اور مجھکو مضطرب حال نہ کیجئے ہرچند کہ تجلی جلالی بھی تجلی محبوب ہی ہے لیکن اُسکے عدم تحمل کے بیان سے اپنے ضعف کا اظہار ہے کہ افتقار و انکسار عین مطلوب ہے۔ قال رحمۃ

ترسم آن قوم که بر دردکشان میخندند	در سر کار خرابات کنند ایمان را

سر خیال کار خرابات مے نوشی۔ مطلب یہ کہ جو ظاہر پرست مدعی زہد و تقوے عشاق پر ہنستے ہیں۔ جو کہ شراب محبت سے بیخود ہیں اور اسوجہ سے بعضے امور غلبہ عشق سے اُن سے ایسے سرزد ہوجاتے ہیں جو ظاہر پرستوں کی سمجھ میں نہیں آتے مجکو یہ اندیشہ ہے کہ اس تحقیر و استکبار کی نحوست سے یہ کسی ایسی حالت میں مبتلا نہ ہوں کہ ان کے ایمان و تقوی میں خلل انداز ہو مثلاً کسی مخلوق ہی کے ناجائز تعشق میں مبتلا ہو جاویں۔ اس میں تعلیم ہے کہ کسی پر ہنسنا اور طعن کرنا نہ چاہیئے ہاں اصلاح کے موقع پر اصلاح کے طریقہ سے اصلاح کرنا ضروری ہے۔ قال رحمۃ

تعلیم ترک طعن و تحقیر بر مجرمان

یار مردان خدا باش که در کشتی نوح	ہست خاکے کہ بآبے نخرد طوفان را

کشتی نوح طریقہ یا صحبت اہل حق۔ مردان خدا اہل حق۔ خاک قناعت۔ طوفان جاہ و ثروت۔ آبے حصۂ ازاں۔ یعنی اے طالب حق تو اہل اللہ کی معیت و خدمت کو مت چھوڑ کیونکہ اہل اللہ کے طریقۂ علم و عمل یا صحبت میں ایسی قناعت و ترک ماسوی کی تعلیم اور تحصیل ہے کہ تمام جاہ و سلطنت کو ذرہ برابر بھی نہیں سمجھتے اس میں تعلیم ہے ترک ماسوی کی اور ایسے تارکین کے ساتھ لگے لپٹے رہنے کی پس اثبات ہے برکت صحبت کا بھی قال رحمۃ

تعلیم ترک ما سوا

بر و از خانۂ گردون بدر و نان مطلب	کاین سیہ کاسہ در آخر بکشد مہمان را

برو امر از رفتن۔ بدر بمعنی برون۔ خانہ گردون دنیا۔ نان تعلقات۔ سیہ کاسہ بخیل۔ یعنی اس دنیا سے بے تعلق رہ اور تعلقات کا طالب مت ہو کیونکہ یہ گردون یعنی اہل دنیا کہ زیر گردون آباد ہیں آخر کار مہمان کو یعنی تجھکو کہ مہمان چند روزہ ہے ہلاک کرینگے یعنی تعلقات دنیویہ سے کسی کو فلاح نہیں ہوتی بلکہ خسران و حرمان ہی ہاتھ آتا ہے۔ قال رحمۃ

تعلیم ترک تعلقات دنیوی

گر چنین جلوہ کند مغبچۂ بادہ فروش	خاک روب در میخانہ کنم مژگان را

مغ آتش پرست کنایہ از طالب نور حقیقی وگاہے کنایہ از پیر باشد مغ بچہ بچۂ مغ مراد از خلیفۂ ارشاد کہ نائب پیر باشد یعنی اگر خلیفہ ارشاد کہ قاسم محبت ہے اسی طرح مظہر کمالات ہو تو میں پلکوں سے در پر جھاڑ دوں۔ اسمیں تعلیم ہے کہ خلیفۂ ارشاد گو پیر بھائی ہو لیکن جب وہ بانابت شیخ افاضہ کرے تو اُس کو مخدوم سمجھنا چاہیئے مساوات کا دعوی اور حسد موجب حرمان ہے۔ قال رحمۃ

تعلیم ادب خلیفہ ارشاد

نشوی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود	گر تو سرگشتہ شوی دائرہ امکان را

تعلیم ترک خوض در امور یکہ از احاطۂ ادراک بیرون

اگر وجود سے مراد وجود حقیقی واجب ہے جیسا کہ امکان کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے تب تو اسرار سے مراد کنہ اور حقیقت ہے یعنی اگر وجود ممکن کے کل حقایق کو بھی محیط ہو جاؤ تب بھی واجب کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی اگر وجود سے مراد وجود ممکن ہو تو اسرار سے مراد حکمتیں ہیں یعنی اگر تمام عالم میں پھر جاؤ تب بھی حدوث اشیا کی حکمتیں معلوم نہیں ہو سکتیں کہ یہ عالم کیوں پیدا ہوا۔ دونوں تقدیروں پر اس میں تعلیم ہے کہ جو امور احاطۂ ادراک میں کبھی نہ آسکیں طالب حق کو چاہیئے کہ اُن کے ادراک میں اپنا وقت صرف نہ کرے جیسا بہت لوگ اسی غلطی میں مبتلا ہیں۔ قال رح

تعلیم ترک تعلقات وطول امل

ہر کرا خوابگہ آخر بدو مشت خاک است	گو چہ حاجت کہ بر افلاک کشد ایواں را

ترجمہ ظاہر ہے اور مقصود تعلیم ہے ترک تعلقات وطول امل کی کہ لازمۂ طلب مقصود حقیقی ہے۔ قال رح

ماہ کنعانی من مسند مصر آن تو شد	وقت آن است کہ پدرود کنی زنداں را

یعنی اے روح یا قلب کہ مشابہ یوسف علیہ السلام کے ہے مسند یعنی مقام عشق تجکو بفضلہ تعالےٰ میسر ہو گیا اب دنیا کو کہ سجن مومن ہے ترک کر دو۔ مقصود اسمیں بھی ارشاد ہے ترک تعلقات دنیویہ کا۔ قال رح

راز توجہ بعالم کثرت

در سر زلف نہ دانم کہ چہ سودا داری	کہ بہم بر زدہ گیسوی مشک افشان را

زلف کنایہ از عالم کثرت کہ ساتر وحدت است چنانکہ زلف ساتر رخ است چونکہ سالک کو بعد عروج کے نزول اور بعد فنا کے بقا ہوتا ہے اور اُسکے لوازم سے ہے توجہ الی الخلق اگرچہ وہ للحق ہوتی ہے اس لئے بعنوان استفہام کہ مقصود اُس سے تقریر ہے کہتے ہیں کہ خدا جانے اس عالم کثرت کیطرف متوجہ کرنے میں کیا راز ہے کہ منتہی کو اسطرف متوجہ کیا جاتا ہے یعنی بڑا راز ہے اور وہ راز تربیت خلق ہے۔ اس مسئلہ کا حقایق میں سے ہونا تو ظاہر ہے اور فن سلوک کے اعتبار سے تعلیم ہے اس امر کی کہ اگر بعد نفلکے یہ حالت عطا ہو تو اُس کو حاجب عن الحق نہ سمجھے کہ یہ بھی موجب قرب الی اللہ ہے۔ قال رح

تعلیم قناعت

ملک آزادگی و کنج قناعت گنجے است	کہ بشمشیر میسر نہ شود سلطان را

ترجمہ ظاہر ہے اور مقصود تعلیم ہے قناعت کی کہ شرط طریق ہے۔ قال رح

تقبیح تزویر

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولے	دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

مے و رندی میرے نزدیک معنی ظاہری پر محمول ہیں کیونکہ لفظ ولے بمعنی ولیکن ان الفاظ کو معنی محمودہ کے ساتھ ماؤل کرنے سے آبی ہے چنانچہ ظاہر ہے اور مقصود اس سے اجازت و اباحت نہیں بلکہ مبالغہ ہے تزویر کی تقبیح میں جیسا ہمارے محاورہ میں کہا کرتے ہیں کہ زہر کھا لینا مگر فلانے شخص کے گھر کا کھانا مت کھانا یعنی وہ زہر سے بھی بدتر ہے پس اسی طریق پر اس کا مطلب ہے کہ ظاہری گناہ کا کام کر لینا مگر دین کو ذریعہ تزویر مت کرنا یعنی یہ عمل سب معاصی سے بدتر ہے وجہ اُسکی ظاہر ہے کہ اور معاصی سے کسی کو خداع دینی ضرر نہیں پہونچتا بخلاف تزویر بالدین کے۔ غزل۔ قال رح

بلازمان سلطان کہ رساند این دعا را	کہ بشکر پادشاہی ز نظر مران گدا را
چہ قیامت است جانان کہ بعاشقان نمودی	رخ ہمچو ماہ تابان دل ہمچو سنگ خارا
ز رقیب دیوسیرت بخدا ہمی پناہم	مگر آن شہاب ثاقب مددی کند خدا را
دل عالمی بسوزی چو عذار بر فروزی	تو ازیں چہ سود داری کہ نمی کنی مدارا
مژہ سیاہت ار کرد بسوی خون ما اشارت	ز فریب او بیندیش و غلط مکن نگارا
ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیم صبحگاہی	بہ پیام آشنائے بنوازد آشنا را
بخدا کہ جرعۂ دہ تو بحافظ سحر خیز	کہ دعای صبحگاہی اثرے کند شما را

ان اشعار میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بے تکلف مرشد کے خطاب پر انکا انطباق ہو سکتا ہے۔ محبوب حقیقی کو مخاطب بنانا بعض اشعار میں قریب ناممکن کے ہے ان سب کا حاصل مرشد سے توجہ کی درخواست کرنا ہے اور چونکہ سکر طلب میں مغلوب ہیں اسلیئے بعض الفاظ موہم سوء ادب صادر ہوگئے ہیں چونکہ بعض اوقات طالب کو اپنی حالت کی کمی اور خرابی کے ساتھ یہ گمان ہوتا ہے کہ مرشد کی توجہ وہمت کی کمی اس کا سبب ہے اور بعض اوقات اس خیال میں کسی قدر صحت بھی ہوتی ہے اسلیئے بلسان طالب فرماتے ہیں کہ بادشاہ طریقت یعنی مرشد کی خدمت میں کوئی شخص یہ التماس پہونچا دے کہ خدا تعالے نے آپ کو شان ارشاد عطا کی ہے اس کا شکر یہ ہے کہ مسترشدین کو اپنی نظر توجہ سے دور نہ کیجیئے بلکہ اُنکے حال پر ہمیشہ توجہ مبذول رکھیئے کہ اُن کو نفع کامل ہو۔ اور یہ کیا غضب کی بات ہے کہ جو آپ نے طالبوں کے ساتھ برتاؤ کر رکھا ہے کہ کمالات تو ما شاء اللہ ایسے کچھ مگر قلب میں ایسا استغنا کہ طالبین کی طرف سے کم توجہی فرمائی جاتی ہے یہ تو شان ارشاد کا مقتضا نہیں ہے میں دشمن شیطان خصلت سے یعنی نفس امارہ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں یعنی اُسکے شر سے ترساں ولرزاں ہوں کیا عجب ہے کہ نظر مرشد کہ مثل شہاب ثاقب کے دفعیہ شر نفسانی میں ہے کچھ خدا واسطے سمجھکر امداد فرمائے جسوقت آپ کے کمالات کا ظہور ہوتا ہے تو ایک عالم کے قلب میں اضطراب طلب پیدا ہو جاتا ہے پھر جو آپ اُنکی دلجوئی اور اُنکی طرف توجہ نہیں فرماتے اور وہ یوں ہی تڑپ کر رہجاتے ہیں اس سے کیا فائدہ بلکہ آپ کے منصب ارشاد کا مقتضا یہ ہے کہ ان کے حال پر توجہ فرماویں۔ اور اگر آپ کی مژگان سیاہ یعنی صفت استغنا نے ہمارے خون یعنی ہمارے ساتھ سختی و بے توجہی کرنے کا اشارہ کیا ہے تو اسکے مقتضا پر عمل نہ کیجئے کبھی اس باب میں غلطی نہ ہو جاوے غلطی یہی کہ توجہ ضروری کو غیر ضروری سمجھ لیا جاوے میں تمام شب یعنی تمام اوقات انقباض میں اس کا منتظر رہتا ہوں کہ شاید اودھر سے کچھ لطف وعنایت ہو جاوے کہ میرا کام بنجاوے سو خدا کے واسطے آپ اپنی توجہ کا کچھ حصہ حافظ سحر خیز کو دیدیں کہ شاید اسکی دعا سے آپ کو اور زیادہ نفع ہو جاوے کیونکہ اصاغر کی دعا سے بھی اکابر کی ترقی ہوتی ہے۔ غزل ۔ قال ۳۸

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را	کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ ما را

شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا	تفقدی نکند طوطی شکر خا را
غرور حسن اجازت مگر نداد اے گل	کہ پرسشے نکنی عندلیب شیدا را
بحسن خلق تواں کرد صید اہل نظر	بہ بند و دام نگیرند مرغ دانا را
چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی	بیاد آر حریفان بادہ پیما را
ندانم از چہ سبب رنگ آشنائی نیست	سہی قدان سیہ چشم ماہ سیما را
جز ایں قدر نتواں گفت در جمال تو عیب	کہ خال مہر و وفا نیست روی زیبا را
در آسماں چہ عجب گر ز گفتۂ حافظ	سماع زہرہ برقص آورد مسیحا را

اس غزل کا حاصل بھی بعینہٖ مثل غزل سابق کے معلوم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اے پیغام رساں نرمی و عاجزی سے میرے مرشد سے جو کہ غزال رعنا کی طرح مجھ سے نفور ہیں یوں کہنا کہ آپ نے تمام کوہ و بیابان میں مجھکو پریشان کر رکھا ہے یعنی بے توجہی سے مجھکو محرومی ہے اور اس سے میں پریشان ہوں اور معلوم نہیں کیا بات ہے کہ یہ مرشد کہ شیریں ادائی اور تقسیم فیوض کی قابلیت میں شکر فروش کے مشابہ ہیں طالبین کی خبر گیری کیوں نہیں کرتے جو کہ مشابہ طوطی طالب شکر یعنی فیوض کے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ناز کمال اس کا باعث ہوگیا ہے کہ عشاق کی بات نہیں پوچھتے سو ایسا مناسب نہیں بلکہ خوش اخلاقی و عنایت ضروری ہے کہ طالبین اس سے مائل ہونگے اور اُنکے مستفید ہونیسے آپ کو بھی ثواب ہوگا اور یہ لوگ دوسرے اسباب سے مثل لذات و تمتعات مقید نہیں ہوتے اور اے مرشد جب آپ حق تعالے کے قرب اور اختصاص سے خاص طور پر مشرف ہوں یعنی آپ کی توجہ اور دعا کا وقت ہو تو طالبین کو بھی یاد فرمالیا کیجیئے یعنی جسطرح ہمت کی آپ سے درخواست ہے اسی طرح دعا کی بھی کہ یہ اُس سے زیادہ نافع ہے اور معلوم نہیں کہ ان اہل کمال کو جو کہ مجمع فضایل ہوتے ہیں بے توجہی کی عادت کیوں ہوجاتی ہے۔ آپ میں ماشاءاللہ تعالیٰ ساری خوبیاں ہیں مگر اتنی کسر ہے کہ توجہ و عنایت جیسی ہونا چاہیئے وہ نہیں ہے۔ آگے مقطع کا شاعرانہ مضمون ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے ف توجیہ الفاظ موہمہ سوء ادب کی غزل سابق کی تمہید میں مذکور ہوچکی۔ قال رح

ساقیا برخیز و درده جام را	خاک بر سر کن غم ایام را

یعنی اے مرشد مجکو جام عشق الٰہی دیدیجیئے جس سے دنیوی غم و اندیشہ کے سر پر خاک ڈالدوں۔ قال رح

ساغر می بر کفم نہ تا ز سر	برکشم ایں دلق ازرق فام را

ازرق بتقدیم زای معجمہ برائے مہملہ کبود مراد ہستی مستعار یعنی شراب محبت مجھکو دیدیجیئے تاکہ ان تعلقات فانیہ کو برطرف کردوں۔ قال رح

گرچہ بدنامی است نزد عاقلاں	ما نمی خواہیم ننگ و نام را

یعنی اگرچہ عاشقی موجب بدنامی ہے کیونکہ جاہ و وضع داری بھی اُسمیں برباد ہوجاتی ہے عقلا میں جو اہل دنیا ہیں

اُنکے نزدیک تو بدنامی کا یہ سبب ہے اور اُنہیں جو اہل دین ہیں اور درد دل سے نا آشنا ہیں اُنکے نزدیک وجہ یہ ہے کہ بعض امور غلبہ عشق میں ایسے صادر ہو جاتے ہیں جو ظاہراً قواعد شرعیہ پر بلا تاویل منطبق نہیں ہوتے وہ اسلئے برا بھلا کہتے ہیں لیکن ہمکو ننگ و نام نہ چاہیئے رضائے الٰہی کافی ہے۔ قال رح

بادہ در دہ چند ازین باد غرور | خاک بر سر نفس نافرجام را

عامل در قول او چند ازین باد غرور مقدر یعنی سخن راند۔ مطلب یہ کہ اس باد غرور یعنی دعوی ہستی و تعلقات فانیہ کا کہاں تک چرچا کرتا رہوں اور کب تک اسمیں مبتلا رہوں مجھکو شراب محبت دیدیجئے کہ یہ سب رخصت ہو اور گو نفس پر یہ شاق ہے مگر اس نفس نافرجام کی ایسی تیسی۔ قال رح

دود آہ سینۂ سوزان من | سوخت این افسردگان خام را

اسمیں عشق کی تاثیر بتلاتے ہیں کہ میرے سینہ سے جو آہ سوزاں نکلی اسکا یہ اثر ہوا کہ جو لوگ عشق سے مناسبت نہ رکھتے تھے اُنمیں بھی سوزش اور شورش پیدا ہوگئی۔ قال رح

محرم راز دل شیدائے من | کس نمی بینم ز خاص و عام را

یعنی چونکہ دنیا میں عشاق کم ہیں اور بدون عشاق کے عاشق کا حال کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ اسلئے میں کسی شخص کو اپنا محرم اور راز فہم نہیں دیکھتا۔ قال رح

با دلارامی مرا خاطر خوشست | کز دلم یکبارہ برد آرام را

اسمیں بیان ہے قوت عشق محبوب حقیقی کا اور ترجمہ ظاہر ہے۔ قال رح

ننگرد دیگر بسرو اندر چمن | ہر کہ دید آن سرو سیم اندام را

اسمیں بیان ہے محبوب حقیقی کے حسن و اجمل و اکمل ہونے کا کہ اُسکے مشاہدہ کے بعد پھر محبوبان مجازی کی طرف التفات نہیں رہتا۔ قال رح

از سر دنیا گذشتی غم مخور | خوش بخور ہم خوش بدار ایام را

اسمیں تعلیم شکر ہے تعلقات دنیا سے دل سرد ہو جانے پر کہ منجملہ آثار قبول ذکر و ثمرات رضائے حق کے ہے کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی کی زیادہ امید ہے۔ قال رح

صبر کن حافظ بسختی روز و شب | عاقبت روزے بیابی کام را

اسمیں تعلیم ہے صعوبات مجاہدہ کی برداشت کی۔ ترجمہ ظاہر ہے۔ غزل قال رح

ما برفتیم تو دانی و دل غمخور ما | بخت بد تا بکجا می برد آبشخور ما

معلوم ہوتا ہے کسی اتفاق سے انہیں اور مرشد میں مفارقت ہوئی ہے خواہ انکو سفر پیش آیا ہو یا مرشد کو یا دونوں کو چنانچہ بعض اشعار اوّل احتمال پر دال ہیں بعض ثانی پر اور دونوں کا مجموعہ ثالث پر۔ آبشخور بمعنی قسمت و حصہ۔ مطلب ظاہر ہے کہ ہم جدا ہوتے ہیں آپ کو میرے دل غمزدہ کا حال معلوم ہے دیکھیے میرا طالع

واژگوں اس جدائی کے حصہ کو کہاں تک امتداد دیتا ہے۔ قال رح

قاصدے کز تو سلامی برساند بر ما	از نثار مژہ چوں زلف شود دُر گیرم

نثار مژہ اشک وسیم مضاف الیہ مژہ۔ و دُرگیر بمعنی پُر گوہر۔ یعنی اگر کوئی قاصد آپ کی طرف سے اس حالت مفارقت میں کچھ سلام و پیغام لاوے تو اس وقت راشک نثار کروں اور اسکے سامنے آپکی یاد اور محبت میں روؤں کہ وہ پُر گوہر ہو جاوے جس طرح آپ کی زلف پر گوہر ہے۔ اکثر محبوبوں کی عادت ہے کہ زلف میں موتی پروتے ہیں اور اشک کو اکثر شعرا گوہر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ قال رح

درخواست دعا از مرشد

کہ وفا با تو قرین باد و خدا یا ور ما	بدعا آمدہ ام ہم بدعا دست برآر

یعنی رخصت کے وقت میں بھی دعا کرتا ہوا حاضر ہوا ہوں آپ بھی دعا فرمائیے کہ آپ کی توجہ و عنایت ہمیشہ میرے حال پر رہے اور خدا تعالی ہمارا یاور رہے یاوری سے یہی مراد ہے کہ مرشد کی عنایت ہمیشہ ہمارے حال مبذول رہے چونکہ طالب زیادہ محتاج ہوتا ہے اسلئے دعا میں اپنی ہی تخصیص کی۔ قال رح

بکشد از ہمہ انصاف ستم داور ما	گر ہمہ خلق جہاں برمن و تو حیف خورند

حیف خورند رشک برند یعنی اگر حسّاد آپ کی اور میری صحبت کو ناگوار سمجھیں تو ہمارا حاکم حقیقی ان ظلم کا انصاف کریگا۔ غالبا اسمیں تعریض ہے حاسد پیر بھائیوں کی طرف یا دنیا داران دوستوں کی طرف جو سمجھا کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے پاس آنے جانے سے ہمارا عزیز دنیا سے جاتا رہا۔ قال رح

نتواں برد ہوائے تو برون از سر ما	بسرت گر ہمہ عالم بسرم تیغ زنند

بسرت قسم بسر تو۔ مطلب ظاہر ہے کہ گو خلقت مجھکو ملامت کیا کرے مگر آپ کی محبت ہرگز زائل نہیں ہو سکتی۔

اظہار دردمندی

رشک می آیدش از صحبت جان پرور ما	فلک آوارہ بہر سو کند م حیرانی

اسمیں تاسف ہے ایسے اتفاقات کے پیش آجانے پر کہ مرشد کی صحبت نصیب نہیں ہوتی باقی۔ اسکی نسبت کرنا فلک کی طرف اور اسکو رشک سے تعبیر کرنا یہ شاعرانہ طرز ہے اصل مقصود تاسف مذکور ہے۔ قال رح

دہن خشک و لب تشنہ و چشم تر ما	دردمندیم خبر یدہ از سوز دروں

اسمیں مقصود اظہار ہے اپنی دردمندی کا کہ لازمہ غلبۂ عشق ہے۔ ترجمہ ظاہر ہے۔ قال رح

وصف جمال

ورق گل خجل است از ورق دفتر ما	ما ز وصف رخ زیبائی تو تا دم زدہ ایم

اسمیں مقصود وصف ہے محبوب کے جمال و کمال کا بطور کنایہ کے جسکی تقریر ظاہر ہے۔ قال رح

تمنائے وصال

اے خوش آنروز کہ آید بسلامت بر ما	زود باشد کہ بیاید بسلامت یارم

بر ما بمعنی نزد ما۔ اسمیں تسلی دیتے ہیں اپنے دل کو کہ انشاء اللہ تعالی یہ زمانہ مفارقت کا جلدی مبدل بوصل ہوگا دوسرے مصرع میں اسکی تمنا ہے اور ترجمہ ظاہر ہے۔ قال رح

گو بزاری سفرے کرد و برفت از بر ما	ہر کہ گوید کہ کجا رفت خدا را حافظ

اسمیں اظہار ہے اپنے رنج اور زاری کا وقت مفارقت کے بعنوان خاص۔ یعنی اے مرشد اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ خدا واسطے بتلا دیجئے کہ حافظ کہاں گیا تو آپ کہدیجئے کہ گریہ وزاری کرتا ہوا ہمارے پاس سے سفر میں گیا۔
ف غالباً ایسے مضامین سے تنبیہ مقصود ہوتا لبین کو کہ مفارقت شیخ کو امر ناگوار سمجھنا چاہئیے اور بے بضرورت اُس سے جدا نہ ہونا چاہئیے۔ واللہ اعلم۔ غزل ۔ قال رحمہ

لطف باشد گر نپوشی از گدا ہا روت را
تا بکام دل نہ بیند دیدۂ ما روت را

روت را در ہر دو مصرعہ بمعنی روی ترا و دریں ایہام ست باسم ہاروت و ماروت۔ اسمیں تمنا ہے مشاہدہ دائمہ کی کہ جب تک ہم جی بھر کر آپ کی تجلی کا مشاہدہ نہ کرلیں کیا خوب ہو کہ وہ مستتر نہو اور جی بھرنا باقتضائے عشق ممتنع پس تمنائے دوام مشاہدہ اس سے حاصل ہوگئی۔ قال رحمہ

ہمچو ہاروتیم دائم در بلائے عشق زار
کاشکے ہرگز نہ دیدے دیدۂ ما روت را

ا روت در مصرعہ اول بمعنی متعارف۔ و ماروت در مصرعہ دوم بمعنی مرکب از ضمیر جمع متکلم و روی مضاف بضمیر خطاب و تشبیہ در ابتلائے عشق بہ ہاروت بنا بر مشہور۔ ترجمہ ظاہر ہے البتہ بظاہر یہ اشکال ہے کہ عاشق ہوکر اس تمنا کے کیا معنی کہ کاش میں محبوب کو نہ دیکھتا۔ حل اس کا یہ ہے کہ ایسا دیکھنا جس کے بعد استتار و فراق ہوگیا ملزوم ہے اور غم اور پریشانی لازم ہے پس یہاں ملزوم سے مقصود لازم ہے اور اُسکی تمنا میں کچھ مضائقہ نہیں قال رحمہ

کے شدی ہاروت در چاہ زنخدانش اسیر
گر نگفتی شمۂ از حسن او ماروت را

ہاروت و ماروت در ہر دو مصرعہ بمعنی متبادر و ضمیر شین و او در حسن او راجع بسوئے زہرہ بقرینۂ مقام۔ و را در ماروت را متصل بلفظ شمہ یعنی اگر ماروت شمۂ را از حسن زہرہ بہ ہاروت نگفتے الخ و این ہم مبنی است بر قصہ مشہور کہ بعضے گویند کہ اول ماروت آنرا دیدہ بہ ہاروت گفت۔ مطلب ظاہر ہے۔ غالباً مقصود اس سے یہ بتلانا ہے کہ عشق حقیقی کا سلسلہ چلنے میں مرشد کے بیان معارف کو بھی بڑا دخل ہے کہ مسترشد سن سن کر معرفت حاصل کرتا ہے اور معرفت سے محبت بڑہتی ہے جیسا مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ✧ بسا کیں دولت از گفتار خیزد

قال رحمہ

بوئی گل برخاست گوئی در چمن ہاروت بود
بلبلان مستند گوئی دیدہ چوں ماروت را

تا در ہاروت و ماروت برائے خطاب و گوئی در ہر دو مصرعہ بمعنی گویا۔ مطلب یہ کہ یہ جو پھول کی خوشبو پھیل رہی ہے معلوم ہوتا ہے وہاں آپ کے جمال کا ظہور ہوگا اور یہ خوشبو اس کا اثر ہوگا۔ اور اُس پھول پر جو بلبلیں مست ہورہی ہیں معلوم ہوتا ہے ہماری طرح اُنہوں نے آپ کا جمال دیکھ لیا ہے۔ مطلب یہ کہ عالم میں جہاں کہیں حسن و جمال ہے آپ ہی کے حسن و جمال کا ظہور ہے اور جہاں کہیں عشق و محبت ہے وہ آپ ہی کے ساتھ واقع میں متعلق ہے گو خود اُس عاشق کو جہل کی وجہ سے اسکا ادراک نہو۔ اسمیں تحقیق ہے مسئلہ مظہریت خلق و ظاہریت حق کی جس کو بندہ نے کلید مثنوی میں چند جا لکھا ہے طویل الذیل ہونے کی وجہ سے یہاں گنجائش نہیں اور ظاہر ہے کہ اس

تنبیہ طالبین باستکراہ مفارقت مرشد

حل اشکال

ترغیب استماع مقالات عشق

مسئلہ مظہریت خلق و ظاہریت حق

صورت میں جس مخلوق پر کوئی کسی وصف کمال کے سبب عاشق ہوگا اور وہ وصف کمال درحقیقت کمال حق تعالی کا ہے پس اصل محبوب حق تعالی ہوا جیسے دیوار پر تابش آفتاب دیکھ کر کوئی عاشق ہوجاوے تو واقع میں وہ دھوپ کا عاشق ہے مگر جاہل ہے اور اسلیئے مورد ملامت بھی ہے۔ قال رح

میکشم جور و جفاہا یت ز ہجران ای صنم ۔۔۔ روی بنما تا ببیند حافظ ما ردت را

چوں بت را عابدان او بقدر وسع بالبسہ والمقصہ وحلیہا می آرا یند لہذا بر محبوب اطلاق او عادت شدہ است وردت ای روی تو۔ وحافظ وضع ما مظہر موضع مضمر لیے تا ببینم۔ ترجمہ ظاہر ہے کہ تمنا ہے زیارت وتجلیات جمالیہ کی بعد صعوبات قبض ومجاہدات شاقہ کے۔ غـزل قال رح ۵

تا جمالت عاشقان را زد بوصل خود صلا ۔۔۔ جان و دل افتادہ اند از زلف وخالت در بلا

زلف وخال مراد از حسن۔ مطلب یہ ہے کہ جب سے عشاق کو بذریعہ انبیا واولیا۔ کے آپ کے وصل وقرب کا ممکن الحصول ہونا معلوم ہوا ہے تو اس امید میں مشغول طلب ہوئے ہیں اور طرح طرح کے صعوبات کو گوارا کر رہے ہیں۔ شاید اسمیں یہ بتلانا ہو کہ عاشق کو صعوبات سے گھبرانا نہ چاہیے کہ اسکا ثمرہ اخیر دولت قرب ہے قال رح

انچہ جان عاشقان از دست ہجرت میکشد ۔۔۔ کس ندیدہ در جہان جز کشتگان کربلا

اسمیں بیان کرنا مقصود ہے شدائد عشق وہجران کا کہ عبارت ہے قبض سے جو عادۃً لوازم اکثریہ عشق سے ہے شاید مقصود اس سے بھی پہلے سے بتلانیا ہو طالب کو تاکہ وقوع کے وقت بددل اور کم ہمت نہو۔ قال رح

ترک ما گر میکند رندی و مستی جان من ۔۔۔ ترک مستوری و زہدت کرد باید اولا

ترک در مصرعہ اول بضم تا مراد معشوق ودر مصرعہ ثانی بفتح تا بمعنی گذاشتن وجان من منادی خطاب بنفس خود یا بمسترشد ورندی ومستی مراد غالب کردن آثار عشق۔ ومستوری وزہد مراد وضع داری وتحفظ از ملامت مطلب یہ کہ اگر محبوب حقیقی کی جانب سے ایسے واردات عشقیہ کا غلبہ ہو جس سے ظاہرداری منہدم اور وضعداری منعدم ہوتی ہو تو اسمیں یہ پس وپیش نہ کرے کہ خلق ملامت کرے گی یار یا کار کہے گی بلکہ ان آثار کے تابع ہوجانا چاہیے بلا سے کوئی برا بھلا کہے۔ حاصل یہ کہ شرع کا پاس ضروری ہے وضع کا ضروری نہیں قال رح

بزم عیش وموسم شادی وہنگام طرب ۔۔۔ پنجروز ایام عشرت را غنیمت دان ولا

اسمیں طالب کو تضییع اوقات سے منع کرنا مقصود ہے یعنی مجمع صحابہ وذاکرین اور اوقات ذکر وطاعت اور زمانہ جوانی وقوت کو کہ یہ چند روزہ عمر تک میسر ہے غنیمت سمجھو اور کچھ ذخیرہ جمع کرلو۔ قال رح

حافظا گر پای بوس شاہ دستت میدہد ۔۔۔ یافتی در ہر دو عالم زینت عز وعلا

مقصود اس سے تہوین وتسہیل ہے امر مجاہدہ کی یعنی مجاہدات سے مت گھبراؤ کیونکہ اگر اس سے قرب محبوب حقیقی کا میسر ہوگیا جیسا کہ غالب امید بلکہ وعدہ واثقہ ہے تو تمکو تمام تر عزت وعلو اور سب کچھ دولت میسر ہوگئی یہ ویسا مضمون ہے جیسا کسی نے کہا ہے ع متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے واللہ اعلم۔ تمام شد ردیف الف

ردیف الباء

غزل

میدمد صبح کلہ بستہ سحاب — الصبوح الصبوح یا اصحاب
میچکد ژالہ برخ لالہ — المدام المدام یا احباب
می وزد از چمن نسیم بہشت — ہش بنوشید دائمائی ناب
تخت زرین زدست گل بچمن — راح چون لعل آتشین دریاب

کلہ پردہ تنک کہ جہت دفع مگس و پشہ وغیرہ کشند۔ صبوح شراب صبح۔ مدام و راح بمعنی شراب۔ ژالہ مراد شبنم و سحاب۔ فاعل بستہ ای سحاب کلہ رابستہ و کشیدہ است۔ و راح مفعول دریاب۔ ان اشعار میں صبح اور سحاب اور ژالہ اور لالہ وغیرہا مفردات کو جدا جدا امور باطنیہ پر منطبق کرنا جیسا عام شراح نے کیا ہے تکلف محض ہے بلکہ ہل یہ ہے کہ کہا جاوے کہ چونکہ عادۃً ایسے وقتوں میں شراب پیا کرتے ہیں کہ صبح کا وقت ہو ابر ہو رہا ہو پھولوں پر شبنم کے قطروں کا ترشح ہوا ہو پھول شگفتہ ہوں اسلئے یہ مجموعہ کنایہ ہے شراب پینے کے موقع اور وقت سے۔ حاصل یہ ہوا کہ اب شراب پینے کا موقع ہے خوب شراب پیو۔ مطلب معنوی یہ کہ عمر ہے۔ مہلت ہے۔ فراغت ہے ذکر و طاعت و معرفت کو غنیمت سمجھو جیسا حدیث میں ہے۔ اغتنم خمسا قبل خمس صحتك قبل سقمك۔ وحياتك قبل موتك۔ وفراغك قبل شغلك وشبابك قبل هرمك الخ اوكما قال والله اعلم۔

غنیمت شمردن مہلت و فرصت

لب و دندان تو حقوق نمک — داشت برجان و سینہای کباب

مدلول ظاہری تو یہ ہے کہ کباب کی گردن پر محبوب کے لب و دندان اپنا حق نمک رکھتے ہیں یعنی کباب میں جو چاشنی اور لذت ہے وہ محبوب کے لب و دندان کی چاشنی و لذت سے مستفاد ہے۔ اور مدلول معنوی یہ ہے کہ جس ممکن میں جو صفت دلکشی و دلربائی کی موجب ہے وہ محبوب حقیقی کے افاضہ اور افادہ کی بدولت ہے پس طالب حقیقت کو چاہیئے کہ اُس کو اپنا قبلۂ توجہ بناوے ماوشما میں دل نہ پھنساوے۔

بر بستن دل را از غیر محبوب حقیقی

در میخانہ بستہ اند دگر — افتح یا مفتح الابواب

میخانہ سے مراد عالم فیض۔ یعنی پھر قبض ہو گیا ہے بسط عنایت کیجئے گو قبض اور بسط عارف کے نزدیک یکساں ہے لیکن بعض اوقات طلب بسط میں اظہار عبدیت و افتقار و احتیاج و ضعف ہے اور یہ خود بھی اعلی مطالب سے ہے اور ایک دقیق کمال ہے۔ اور بعض نسخوں میں دگر کی جگہ مگر ہے خواہ تحقیق کے لئے یا بمعنی شاید کیونکہ بعض کبھی محقق ہوتا ہے کبھی مشتبہ ہوتا ہے۔

در چنیں موسمے عجب نبود — کہ بہ بندند میکدہ بشتاب

اور بعض نسخوں میں ہے عجب باشد۔ پس نسخہ اولے پر بہتر ہے کہ میکدہ سے مراد محل ذکر وطاعت لیا جاوے
اور یہ شعر علت ہوگی اشعار چہارگانہ ابتدائی غزل کی یعنی میں اس لئے ذکر وطاعت کی ترغیب دیتا ہوں کہیں
اسکا محل (کہ عمر دنیا ہے) مسدود اور ختم نہ ہو جاوے پھر دار الجزا میں عمل معتبر نہیں۔ اور نسخہ ثانیہ پر میکدہ سے
عالم فیض مراد لیا جاوے جیسا کہ اس سے اوپر کے شعر میں میخانہ سے یہی مراد تھا یعنی ایسے موسم میں کہ انبساط مطلوب
ہو فیوض واردات کا بند ہونا تعجب کی بات ہے اور اس تعجب کی یہ وجہ نہیں کہ یہ امر نامناسب ہے کیونکہ عارف تو اسکو
نامناسب ہرگز نہیں سمجھتا ایکے عقائد صحیحہ میں سے یہی امر ہے کہ ایسے حوادث وبلیات موجب رحمت ہیں بلکہ مقصود
تعجب سے تاسف طبعی یا بنا بر اظہار افتقار ہے جسکی شرح اوپر ہوئی ہے۔ چونکہ یہ قبض خلاف توقع ہوا اور تعجب
خلاف مزعوم امر پر ہوتا ہے اسلئے اس تاسف کو تعجب سے تعبیر کر دیا گیا واللہ اعلم۔

فاتقوا اللہ یا اولی الالباب	زاہدا اے ہوش رندانہ

رندی سے مراد مطلق بے تکلفی تصنعات سے نہ کہ آزادی حدود شرعیہ سے۔ یعنی ذکر وطاعت میں ریا وتصنع
مت کرو کہ حابط عمل ہے اور اس بارہ میں خدا سے ڈرو کہ مقتضائے عقل ہے۔

مئے نوشین مجو ز بانگ رباب	گر نشان ز آب زندگی جوئی

بانگ رباب سے چونکہ حرکت اور رغبت ہوتی ہے شراب پینے کی طرف۔ مراد اس سے محرکات ذکر وطاعت ہی
ہیں یعنی تعلیم انبیاء و اولیاء کی۔ مطلب یہ کہ اگر حیات ابدیہ مطلوب ہو تو حسب ارشاد اولیاء طریق ذکر وطاعت
اختیار کرو جیسا دوسری جگہ کہا ہے ؏ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔

لب لعل نگار را دریاب	چوں سکندر حیات گر طلبی

لب لعل نگار سے مراد بھی ذکر محبوب ہے اس کا مطلب بھی مثل شعر بالا کے ہے۔

موسم گل بنوش بادۂ ناب	بر رخ ساقی پری پیکر

عادت ہے کہ محبوب کے جمال کو دیکھتے جاتے ہیں اور مستی میں شراب پیتے جاتے ہیں۔ حاصل یہ کہ ذکر وطاعت
میں محض ظاہری اقوال و افعال پر انحصار مت کرو بلکہ حضور قلب و اقبال علی اللہ کے ساتھ کرو جیسا حدیث
میں ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ اور حدیث میں ہے من صلی رکعتین مقبلا بقلبہ علیہما
اور قرآن میں ہے فی صلاتہم خاشعون۔

عاقبت بر کشد ز چہرہ نقاب	حافظا غم مخور کہ شاہد بخت

اسمیں تسلی ہے سالک کی کہ مجاہدات و ریاضات یا اور واردات شاقہ سے اور حصول ثمرات مطلوبہ میں توقف
ہونے سے دلگیر اور مایوس نہ ہونا چاہیے حسب وعدہ صادقہ والذین جاهدوا فینا لنهدينهم سبلنا
ضرور وصل الی المطلوب ہوگا جیسا دوسری جگہ کہا ہے ؏ عاقبت روزی بیابی کام را۔ غزل

گفت در دنبال دل رہ گم کند مسکیں غریب	گفتم ای سلطان خوباں رحم کن برایں غریب

گفتمش بگذر ز زمانے گفت معذورم بدار — خانہ پرورد سے چہ تاب آرد غم چندیں غریب
خفتہ بر سنجاب شاہی نازنینے را چہ غم — گر ز خار و خارہ سازد بستر و بالیں غریب
ایکہ در زنجیر زلفت جائے چندیں آشناست — خوش فتاد آں خال مشکیں بر رخ رنگیں غریب
بس غریب افتادہ است آں مور خط گرد رخت — گرچہ نبود در نگارستان خط مشکیں غریب
مینماید عکس مے در رنگ روئے مہوشت — ہمچو برگ ارغواں بر صفحۂ نسریں غریب
گفتم اے شام غریباں طرۂ شبرنگ تو — در سحرگاہاں حذر کن چوں بنالد ایں غریب
باز گفتم ماہ من آں عارض گلگوں مپوش — ورنہ خواہی ساخت مارا خستہ و مسکیں غریب
گفت حافظ آشنایاں در مقام حیرت اند — دور نبود گر نشیند خستہ و مسکیں غریب

غریب در شعر چہارم و پنجم و ششم بمعنی عجیب و زیبا و خوش۔ مور خط موی سیاہ و خورد مثل مور چنانچہ سعدی گفتہ است ؎ سوال کردم و گفتم جمال روے ترا ✤ چہ شد کہ مورچہ برگرد ماہ جوشیدہ است ✤ اس مجموعہ غزل میں بیان ہے مخاطبات و معاملات کا درمیان مسترشد مغلوب الحال و مرشد ہادی طریق و صاحب کمال کے جاننا چاہیے کہ طالب حریص بوجہ صاحب غرض ہونے کے مثل مجنوں کے ہوتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ مدار فیض کا مرشد کی توجہ پہ ہے کہ تعلیم و ہمت و دعا سب اسی توجہ کے فروع ہیں اور بعض اوقات اپنے زعم میں مسترشد اپنے کسی حال میں کمی پاتا ہے تو اس کو وہم ہوتا ہے مرشد کی کم توجہی کا جس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اول مرشد پر ہجوم ہوتا ہے مسترشدین کا اب وہ ایک ہی کو کس طرح لے کر بیٹھ جاوے۔ پھر احوال و واردات کے باب میں اسکو پوری بصیرت و خبرت ہوتی ہے۔ جانتا ہے کہ اختلاف استعداد کی وجہ سے بعض ثمرات میں ضعف یا توقف بھی ہوتا ہے بعض تغیرات عادۃً لازمہ طریق ہوتے ہیں اور مسترشد ان امور میں محض ناتجربہ کار ہوتا ہے ادنی ادنی تبدل اور تخیل سے وہ پریشان ہو جاتا ہے اور مرشد اس کو معمولی بات سمجھتا ہے اس لئے وہ بقدر ضرورت توجہ کو کافی سمجھتا ہے۔ اور مسترشد توجہ میں غلو کا طالب ہوتا ہے اور مرشد پر بوجہ اس کے کہ وہ متبوع ہے اتباع رائے مسترشد کا واجب نہیں ہوتا ایسے وقت میں طبعاً مسترشد تنگ ہوتا ہے اور مرشد کی بے توجہی کے اس کو وساوس آتے ہیں بس اس غزل میں ان وساوس کو اور مرشد کے تمکین و معاملہ و عدم غلو فی التوجہ کو بصورت مقاولات بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رحم کی درخواست کی تو جواب ملا کہ اپنے دل کے کہنے سے یعنی اپنے قصد و اختیار سے تو گم گشتہ اور سرگشتہ ہوا ہے یعنی سلوک قصداً اختیار کیا ہے تو سلوک میں تو ایسی گم گشتگی اور تحیر لازم ہے پھر اتنا شور و غل کاہے کے واسطے یہ شعر اول ہوا۔ میں نے درخواست کی کہ میرے پاس تو کسی وقت گذرنا چاہیئے یعنی زیادہ معمول سے۔ جواب ملا کہ میں اس سے معذور ہوں کیونکہ صدہا طالب ہیں میں تنہا اور خود خانہ پرورد و لطیف المزاج ہوں اسب کی برداشت ہر ایک کی مرضی کے موافق کیسے کر سکتا ہوں۔ یہ دوسرا شعر ہوا۔ اور صاحب تمکین صاحب تلوین کی پریشانی سے متاثر نہیں ہوا کرتا۔ یہ تیسرا شعر ہوا۔ اور آپ خلایق

بیان وساوس مسترشد در سبب کم توجہی مرشد و تمکین مرشد

کے مرجع ہیں آپ کے کمالات میں یہ بے توجہی واستغنا کا خال بھی بہت ہی خوشنما ہے کیونکہ مرشد محبوب ہوتا ہے اور محبوب کی ہر ادا اچھی معلوم ہوتی ہے گو محب کو اُس سے تکلیف ہی کیوں نہو۔ یہ چوتھا شعر ہوا۔ اور گو نگارستان کمالات میں یہ بے توجہی صفت فی نفسہ محمود نہیں کیونکہ کمال تو توجہ کرنا حال طالب پر ہے لیکن آپ کے رُخ زیبائے کمالات کے ساتھ یہ خط سیاہ بے توجہی کا خوشنما معلوم ہوتا ہے باوجہ الذی ذکر۔ یہ شعر پنجم ہوا۔ اور آپ کے چہرہ پر آثار غیب و معرفت آہیہ کے نمودار ہیں جیسے طرح صفحہ نسرین پر برگ سرخ خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ یعنی آپ صاحب کمال معذور ہیں کہ مجھ کو بے توجہی کی شکایت ہے۔ یہ شعر ششم ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی زلف شبرنگ شام غریباں ہے۔ یعنی جس وقت زلف کو رُخ پر ڈالکر رُخ کو چھپا لیتے ہیں خوبیوں کی نظر میں عالم تاریک ہوجاتا ہے مثل شام کے۔ حاصل یہ کہ آپ کی بے توجہی سے رنج اور پریشانی ہوتی ہے جو غریب سحر گاہ میں نالہ کیا کرے یعنی اپنا غم ظاہر کرے تو نالہ سے حذر کیا کیجئے یعنی استغنا کی مضرت سے اندیشہ کرکے توجہ کیا کیجئے۔ شعر ہفتم ہوا۔ پھر میں نے مکرر درخواست کی کہ آپ مجھ سے توجہ کر منعطف نہ کیجئے ورنہ پھر ہمکو آپ تمہارے غم کر دینگے۔ یہ شعر ہشتم ہوا مرشد نے جواب دیا کہ اے حافظ خود آشنا یعنی عارفین اپنے حال کے مناسب مقام تحیر میں ہیں اور وصل و قرب نام میسر نہیں تو بھی خستہ و مسکین (کہ نا آشنا) ہے اگر غمزدہ ہوا بیٹھا رہے تو مستبعد نہیں۔ یہ شعر مقطع کا ہوا۔ اور مسترشد کی جانب سے جو خطابات سوء ہمہ سوء ادب ہیں غلبہ حال اُس کا عذر ہے۔ فقط **غزل** ۔ قال رح

	سایہ را باشد حجاب از آفتاب		**آفتاب از روی او شد در حجاب**	

یعنی جب محبوب حقیقی کی تجلیات سالک کے قلب پر مستولی ہوتی ہیں تو یہ محبوبان مجازی کہ مثل آفتاب کے حسین و جمیل ہیں اُسکے قلب سے غائب و محجوب ہوجاتے ہیں اور مصرعہ ثانیہ تمثیل ہے کہ جس طرح آفتاب کے سامنے سایہ غائب ہوجاتا ہے۔ اسمیں ایک وارد کی تحقیق بھی ہے اور ترغیب بھی ہے کہ تعلقات ماسوی اللہ کو محو کرنا چاہو تو معرفت اور تعلق محبوب حقیقی کا حاصل کرو کہ ایک طریقہ سلوک کا یہ بھی ہے جس میں وصل مقدم ہے فصل پر۔ اور ایک دوسرا طریقہ بھی مشہور ہے جسمیں فصل یعنی قطع تعلقات ماسوی اللہ مقدم ہے وصل یعنی تعلق باللہ پر جس سالک کو جیسی مناسبت ہو اُسکے لئے وہی نافع ہوتا ہے۔ قال رح

	ماہ بے مہرم چو بر بندد نقاب		**دست ماہ و مہر بر بندد بحسن**	

ماہ و مہر مصرع اوّل میں یعنی ماہتاب و آفتاب کنایہ از محبوبان مجازی۔ و ماہ در مصرع دوم کنایہ از محبوب حقیقی و بے مہری کنایہ از استغناء ذاتی و در اختیار ایں عنوان رعایت تجنیس است۔ و چوں مصرع اولی بنا بر جزا بودن رتبۃً مؤخر است مرجع بندد در آن ماہ بے مہر تواں شد۔ مطلب اس کا بھی مثل شعر اوّل کے ہے کہ محبوب حقیقی سب محبوبان مجازی کو اپنی تجلی سے عاجز اور مغلوب کر دیتا ہے۔ قال رح

	گر در آغوشش بہ بینم شب بخواب		**از خیالم باز نہ شناسد کسے**	

اسمیں اشارہ ہے محویت سالک کی طرف وقت غلبہ تجلی کے۔ حاصل یہ کہ اگر میں اُسکو کسی شب کو خواب مین اپنی آغوش میں دیکھ لوں۔ چونکہ غلبہ تجلی کی حالت مشابہ منام کے ہوتی ہے اسلیئے اُسکو شب سے تشبیہ دیدی اور آغوش کنایہ ہے قرب سے یعنی اگر ایسی حالت ہوجاوے تو میں ایسا محو ہوجاؤں کہ مجھ میں اور خیال میں تمائز باقی نرہے۔ یہ محمول ہے مبالغہ پر۔ اور خواب وخیال کے اجتماع میں جو صنعت اور لطافت ہے ظاہر ہے۔ قال رح

شاہدان مستور ومستان بے شکیب	خانقہ معمور ودرویشان خراب

شاہدان تجلیات محبوب حقیقی۔ مستان عاشقان ومجاذیب۔ درویشان سالکان وعارفان۔ خانقہ عبادتخانہ زاہدان۔ مطلب یہ کہ محبوب حقیقی کی محبت کا مختلف رنگوں میں سب ہی جگہ اثر پہونچا ہے کیونکہ وہ تو مع اپنی تجلیات کے مستور ہے اور سب ہیں اُس کے طالب پس اُن طالبوں میں جو مشرب عشق رکھتے ہیں وہ تو طلب میں بے صبر ہیں جو کہ لوازم عشق سے ہے اور جو سالک وعارف ہیں کہ کسیقدر انکشاف مطلوب کا انکو ہوا ہے وہ اُسکے اثر سے خراب یعنی فناء ومحو ہوچکے ہیں۔ اور جو زاہد ہیں کثرت عبادت کے طریقہ سے وصول چاہتے ہیں اور اُنپر عشق کا غلبہ نہیں وہ عبادت خانوں میں مشغول طاعات ہو رہے ہیں اور عبادت خانے اُن سے آباد ہو رہے ہیں۔ اور مستوری اور مستی میں اور معموری اور خرابی میں جو صنعت تقابل ہے ظاہر ہے۔ اسمیں محبوب حقیقی کے وصول کے طرق کے تکثر اور طالبین کے اقسام کی تعداد کی طرف بھی مجملا اشارہ ہے جیسا کہا گیا ہے الطرق الی الله بعدد انفاس الخلائق اور اسپر یہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ جب تک کسی طالب حق کی حالت کا حد شرعی کے اندر رکھنا تاویل سے ممکن ہو خروج کا حکم نہ لگا دینا چاہیئے۔ قال رح

خون دل درجام دیدم از سرشک	آبرو برباد دادم از شراب

از سرشک بیان است مر خون دل را۔ ومراد از شراب عشق۔ اسمیں بیان ہے بعض آثار عشق کا یعنی آنسوؤں سے جو خون دل نکلا جام میں شراب کو دیکھنا گویا اُسکو دیکھنا ہے دونوں سرخ وارغوانی ہیں اور شراب محبت ایسی پی کہ اُس سے ننگ وناموس سب جاتا رہا۔ اسمیں من وجہ یہ بھی اشارہ ہے کہ عاشق کو ایسے حال میں تحمل چاہیئے کہ یہ حال لوازم عشق سے ہے۔ قال رح

از برائے بادہ مے باید زدن	محتسب را حد بیحد وحساب

مے شراب عشق۔ ومحتسب ظاہر پرست وکلام محمول است بر مطائبہ۔ یعنی محتسب جو کہ ترک مے نوشی کی غرض سے حد لگاتا رہا ہے لوگوں کو چاہیئے کہ اسکو مے نوشی کی غرض سے بے حساب حد لگادیں یعنی اہل ظاہر طریق عشق سے کیا منع کرتے ہیں خود اُن ہی کے لئے اس طریق میں لانیکی کوشش مناسب ہے۔ حد اور بے حد میں صنعت تقابل ہے۔ قال رح

سوز مستان گر بداند محتسب	در دم از مے شاں زند بر آتش آب

اسکا مضمون مثل تتمہ شعر سابق کے ہے یعنی اہل ظاہر جو مانع طریق عشق سے ہیں وجہ یہ ہے کہ وہ سوز عشاق

اشارہ بمحویت سالک در وقت غلبۂ تجلی

تکثر طرق وصول

تحمل درد عشق

سے بیخبر ہیں ورنہ اگر اُنکو اسکی خبر ہو جاوے تو نی الفور اُنکی آتش پر جو پانی چھڑکیں وہ بھی شراب ہی ہو یعنی اگر اُنکے سوز کی حقیقت سے آگاہ ہوں تو بجاے اسکے کہ اُس کا علاج منع عن العشق کو کہتے ہیں خود عشق ہی سے اُسکا علاج تجویز کریں کیونکہ عشق میں سوز ہوتا ہے فراق محبوب سے اور فراق کا علاج وصل ہے اور وہ وصل چونکہ بوجہ غیر متناہی ہونے کمالات محبوب کے منتہی وصالات کا نہیں ہے اسلئے خود اُس وصل کے لئے عشق اسکے اوپر کے درجہ وصل کا لازم ہے اسلئے وصل کے علاج ہونے کو عشق کے علاج ہونے سے تعبیر کردیا پس شعر بالا میں محتسب کے منع عن العشق کے اثر کا بیان تھا اور اسمیں منع مذکور کے موثر اور علت یعنی بیخبری کا بیان ہے۔ در دوم بمعنی نے الفور۔ از می بیان مقدم آب۔ قال رح

حافظا وعظ ونصیحت گو مکن		ترک ترکان خطا نبود صواب	

اسمیں بھی تعریض ہے محتسب پر یعنی اُس محتسب سے کہدو کہ تم نصیحت مت کرو۔ کیونکہ شہر خطا کے ترکوں یعنی محبوبوں کو ترک کرنا (مطلب یہ کہ طریق عشق سے تجلیات محبوب حقیقی کا طالب نہ ہونا) قرین صواب نہیں ہے کیونکہ استعداد طالبین کی مختلف ہے پھر کیسے ترک کر دیا جاوے۔ ترک بالفتح اور ترک بالضم اور خطا او صواب میں جو صنعتیں ہیں ظاہر ہیں۔ غزل۔ قال رح

تعالے اللہ چہ دولت دارم امشب	کہ آمد ناگہان دلدارم امشب
چو دیدم روی خوبش سجدہ کردم	بحمد اللہ نکو کردارم امشب
نہال عیشم از وصلش برآورد	زبخت خویش برخوردارم امشب
کشد نقش انا الحق بر زمین خوں	چو منصور ارکشی بر دارم امشب
برات لیلۃ القدرے بدستم	رسید از طالع بیدارم امشب
بر آن عزمم کہ گر خود می رود سر	کہ سر پوش از طبق بردارم امشب
تو صاحب نعمتی من مستحقم	زکوۃ حسن دہ حق دارم امشب
ہمی ترسم کہ حافظ محو گردد	ازیں شورے کہ در سر دارم امشب

یہ غزل حالت بسط کی معلوم ہوتی ہے اسی لئے اسمیں بعض مضامین شکر بشین معجمہ کے اور بعض مضامین سکر بسین مہملہ کے اور بعض مضامین طلب مزید واحتیاج اور بعضے ابتہاج کے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر آج مجھکو کیا دولت حاصل ہے کہ دفعۃً قبض رفع ہوکر تجلی بسط کی ہوگئی۔ اور جب مجھکو اس تجلی کا مشاہدہ ہوا تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا اور بفضلہ تعالے اچھا کام کیا کیونکہ شکر خود محبوب کو مطلوب ہے۔ اور میرے نہال زندگی کو اُس کے وصل کا ثمر لگا پس بر بمعنی ثمر واز وصلش بیان مقدم اور آج اپنے نصیب سے میں خوب فیضیاب ہو رہا ہوں اور آج تو مجھکو وہ جوش ہے کہ مجھکو محبوب حقیقی منصور کی طرح قتل بھی کردے تو میرا ہر قطرہ خون نقش انا الحق بنانے لگے جیسا منصور کا قصہ اسی طرح مشہور ہے اور آج طالع بیدار سے مجھکو ایسی چیز ملی جو

یا یہ مسرت ہونے میں مشابہ ہے برات لیلۃ القدر کے ۔ برات وہ پروانہ ہے جسمیں کوئی شاہی حکم جاگیر یا انعام وغیرہ کا لکھا جاوے شب قدر کی طرف اسلئے نسبت کیجاتی ہے کہ اسمیں کتابت اقدار وارد ہے اور وہ مکتوب برات ہے ۔ اور مجھکو وہ جوش نشاط ہے کہ اگر سر بھی جاتا رہے کچھ پروا نہیں پکا ارادہ کرلیا ہے کہ آج طبق اسرار کا سرپوش اٹھائے دیتا ہوں اور اے محبوب حقیقی آپ مالک نعمت ہیں اور میں مستحق نعمت ہوں یعنی باستحقاق فضل پس آج مجھکو حقدار ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ حسن دیدیجئے یعنی خوب انکشاف تجلیات فرمائیے ۔ پھر مقطع میں ہے کہ اگر یہی جوش و خروش رہا تو خدا خیر کرے مجھکو اندیشہ ہے کہ کہیں فنا و استہلاک نہ ہوجاوے خواہ عقل و حواس کا یا نفس و روح کا جس کا حاصل جنون ہے یا موت کیونکہ وارد کے قوی اور مورد کے ضعیف ہونیکا یہی انجام ہے ۔ غزل

صبح دولت میدمد کو جام ہمچون آفتاب	فرصتے بہ زین کجا باشد بدہ جام شراب
خانہ بے تشویش و ساقی یار و مطرب بذلہ گو	موسم عیش است و دور ساغر و عہد شباب
شاہد و ساقی بدست افشان و مطرب پائے کوب	غمزۂ ساقی ز چشم می پرستاں بردہ خواب
خلوت خاص است و جائے امن و نزہتگاہ انس	اینکہ می بینم بہ بیداری است یا رب یا بخواب

یہ اشعار بھی حالت بسط کے معلوم ہوتے ہیں اور مقصود ان سے بھی طلب مزید اور شکر علی الحاصل ہے ۔ یعنی اس وقت استعداد وصل ترقی پر ہے اور دولت وصل کی قوت قریبہ حاصل ہے جیسے صبح نور بخش دسر و افزا قریب ہوتی ہے سو ایسے میں محبوب حقیقی سے عرض ہے کہ وہ جام نورانی فیوض و تجلیات کا عطا فرما دیجئے اس سے بہتر اور کیا موقع ہوگا کیونکہ بحمد اللہ استعداد کے سب شرایط مجتمع ہیں چنانچہ عالم میں کوئی مزاحم نہیں جسکی مزاحمت موثر ہو اور معطی فیوض خود محبوب حقیقی اور شیوخ کاملین تعلیم کنندہ اور وقت بھی بسط اور عیش کا جسمیں شوق ترقی پر ہوتا ہے اور دور تقسیم ساغر کا کہ ایسے وقت فیوض کی قابلیت خوب ہوتی ہے اور عہد شباب اور ہمت و عزم کا اور شاہد و ساقی کہ معنون واحد کے دو عنوان ہیں وہ محرک شوق ہے اور مطرب یعنی مرشد کامل اس شوق کا معین ہے اور جو مشاہدہ اس بسط میں ہو چکا ہے جو مشابہ غمزہ کے ہے وہ غفلت اور سستی زائل کرچکا ہے اور دل تعلق اغیار سے خالی ہے مثل خلوت خاص کے اور امن کا مقام ہے کہ اسوقت کسیکا خوف بھی قلب پر مستولی نہیں اور جو وحشت قبض میں تھی جس سے بعض اوقات بعض سالکوں کو بعض کام مشکل ہوجاتے ہیں وہ بھی مبدل بہ انس ہے اور یہ اجتماع غایت عجیب ہونے کے سبب محل حیرت ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بیداری میں ہے یا خواب میں پس ایسے میں خوب مشاہدات و فیوض عطا فرما دیجئے ۔ قال ؎

از خیال لطف می مشاطۂ چالاک طبع	در ضمیر برگ گل خوش میکند پنہاں گلاب

اول اسکا حل لفظی کسی قدر صعب ہے قابل تحقیق ہے ۔ قاعدہ ہے کہ شراب کو لطیف کرنے کے لئے اسمیں خوش عیش لوگ گلاب ملا کر پیتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ گلاب باطن برگ گل میں بالقوہ مضمر ہوتی ہے اور یہ بھی

طبعیات کا مسئلہ ہے کہ نباتات اور اسیطرح حیوانات کے اثار اور قوے کا صدور اس نبات یا حیوان کی قوت طبعیہ سے باذن خالقہا ہوتا ہے ان امور سہ گانہ کے محقق ہوجانے کے بعد ترجمہ سننا چاہیئے یعنی شراب کی لطافت بڑھانے کے خیال اور غرض سے قوت طبعیہ نباتیہ نے (کہ مشابہ مشاطہ چالاک کے ہے جسکا کام ہوتا ہے عروس کو لطیف بنانا) باطن برگ گل میں کیسی چھپی طرح گلاب کو مخفی کیا ہے کہ اس سے یہ گلاب نکلے گا اور پھر شراب میں ملیگا اور شراب کی لطافت بڑھ جاویگی۔ اب حل معنوی سمجھنا چاہیئے وہ اسطرح ہے کہ جیسے شراب ظاہری کہ سرمایہ نشاط نفسانی کے مجموعہ کا جزو اعظم ہے محتاج ہے لطف بخشی میں ایسی چیز کی جو صاحب نشاط کے اختیار سے خارج ہے یعنی فاعل طبعی اسی طرح شراب باطنی و مجموعہ سامان استعداد حصول فیوض جو اوپر مذکور ہیں موقوف ہیں اسپر کہ فاعل حقیقی انکو جمع کردے۔ مطلب یہ کہ بسط میں سالک مغرور نہ ہوجاوے جیسا کہ بعض اوقات بسط میں عجب ہوجاتا ہے یہ تمامتر سرمایہ واہب حقیقی کا جمع کیا ہوا ہے پس احتیاج اسی کی طرف رکھے اور اسی سے استدعا کرے جیسے ہم اوپر کر چکے ہیں۔ بدہ جام شراب۔ اور اس اجتماع کو اپنی کسی طاعت کا ثمرہ یا اپنے کو اسکا مستحق نہ سمجھے بلکہ اپنے کو محض ناقابل سمجھے جیسا ہم سمجھ رہے ہیں جو اس مصرع سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اینکہ می بینم بہ بیداری است یارب یا بخواب۔ کیونکہ اپنے کو مستحق اور قابل جاننے والا اسطرح استبعاد و تحیر سے نہیں پوچھتا۔ اور یہ تقریر حل معنوی کی خود حضرت حافظ رح کے ایک ارشاد سے مفہوم ہوئی جو بعض شروح میں ان سے اسی شعر کے معنی میں منقول ہے۔ تا کہ مطلوب طالب را بخود نخواند طالب بمطلوب رسیدن نتواند۔ قال رح

از پئے تفریح طبع و زیور حسن و طرب	خوش بود ترکیب زریں جام با لعل مذاب

زیور بمعنی آرایش اطلاقاً للسبب علی المسبب۔ زریں جام موصوف و صفت مراد قلب کہ کاسہ شراب محبت بود مذاب گداختہ مراد شراب کہ در سرخی با لعل تشبیہش دادہ کہ گداختہ شدہ باشد۔ اسمیں بھی مثل اشعار بالا کے طلب ہے مزید مشاہدہ و عرفان کی یعنی تفریح طبع و حسن طرب کی آراستگی کے واسطے بہت مناسب ہے کہ قلب اور مزید محبت و معرفت میں اقتران کر دیا جاوے۔ قال رح

تا شد آن مہ مشتری دُر ہای حافظ را بگوش	میرسد ہر دم بگوش زہرہ گلبانگ رباب

چونکہ غزل کے اشعار متضمن ہیں مضامین حسنہ کو اسلیئے مدح کے طور پر کہتے ہیں کہ جب سے حافظ کا سلام محبوب حقیقی کے نزدیک مقبول ہوا ہے (متضمنہ الشکر والدعاء) جب سے ملکوت اعلیٰ میں اس کا غلغلہ پڑ گیا ہے جیسا ایک حدیث میں ہے کہ عبد مقبول کی مقبولیت ملائکہ میں مشتہر کر دی جاتی ہے۔ اور ماہ مشتری اور زہرہ کے اجتماع میں جو صنعت ہے مخفی نہیں۔ غزل قال رح

زبلغ وصل تو یابد ریاض رضوان آب	زتاب ہجر تو دارد شرار دوزخ تاب
چو چشم من ہمہ شب جویبار زباغ بہشت	خیال نرگس مست تو بیند اندر خواب
بحسن عارض قد تو بردہ اند پناہ	بہشت و طوبیٰ طوبیٰ لہم و حسن مآب

بہار شرح جمال تو داوہ در ہر فصل	بہشت ذکر جمیل تو کردہ در ہر باب

ان چاروں شعروں میں محبوب حقیقی کا کمالات کے ساتھ بالذات و بالاصالۃ متصف ہونا اور جمیع ممکنات کا اُسمیں محتاج و مفتقر ہونا مذکور ہے جسکو مسئلہ عینیت و مظہریت سے بھی تعبیر کیا کرتے ہیں۔ یعنی ریاض جنت کو خود اپنی تازگی میں آپکے انتساب کی احتیاج ہے اور شرار دوزخ میں جو یہ حرارت ہے وہ ایک مظہر آپ کے ہجر و غضب کا ہے اسیطرح خود جویبار باغ بہشت شب بھر یعنی ہر وقت آپ کے نرگس مست کے خیال میں رہتی ہے جسطرح میری آنکھیں شب کے وقت خواب میں آپ کے نرگس مست کے خیال کو دیکھتی رہتی ہیں شب اور بخواب چشم کی رعایت سے لے آئے اور جویبار میں بعینہ انکا تحقق ضروری نہیں محض تاولا انکا اعتبار کافی ہے اور اکثر جویبار کے اطراف میں نرگس لگا دیتے ہیں کہ جویبار میں انکا عکس پڑے اُس عکس کو خیال کہتے ہیں اسمیں اس عادت کی طرف بھی تلمیح ہے جو کہ رعایت شاعرانہ ہے۔ اور آپ کے عارض و قد کا وہ حسن ہے کہ خود بہشت اور طوبی بھی اُسی کی پناہ لیتا ہے اور ان چیزوں کی بڑی خوش قسمتی اور نیک انجامی ہے کہ ایسا مستند انکو ملا۔ اور بہار جو ہر فصل میں گل اور ثمر لاتی ہے یہ محض آپ کے جمال کی شارح ہے اور بہشت میں جو ہر باب کے نعم ہیں یہ بھی آپ کے اوصاف جمیلہ کی ذاکر ہیں ان عنوانات کا انطباق معنون مذکور پر محتاج تقریر و تصریح نہیں۔ قال رحمہ

لب و دہان ترا اے بسا حقوق نمک	کہ ہست بر جگر ریش و سینہ ہائے کباب
بسوخت این دل خام و بکام دل نرسید	بکام اگر برسیدے نریختی خوناب

اسمیں بیان نتیجے وارد قبض کا جسکو سخن تلخ نمک ریز سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ یعنی اگر آپ کے لب و دہان سے سخن نمکین نکلا جس کا اثر جگر و سینہ سوزاں پر پڑا تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ آپ کے لب و دہان کے اس جگر و سینہ پر بہت حقوق و احسانات ہیں یعنی محبوب کی عنایات بے غایات ہو چکی ہیں اگر قبض وارد ہوا تو کیا شکایت ہے آگے اسکو سوزش و ناکامی سے تعبیر کرتے ہیں کہ اگر کامیاب ہوتا تو بیشک خون نا یعنی خون آلود کیوں بہاتا۔ شعر اول بناءً علی الشکر الاختیاری ہے اور شعر ثانی بناءً علی الاضطراب الاضطراری ہے۔ قال رحمہ

گمان مبر کہ بدور تو عاشقان ستند	خبر نہ واری ز احوال زاہدان خراب

خبر نہ واری بحذف حرف استفہام یعنی آیا خبر نداری یعنی خبر میداری کقولہ تعالی الا یعلم من خلق۔ اس کا مطلب اس ردیف الباکی غزل سابق آفتاب از روی او شد الخ کے شعر چہارم کے قریب ہے یعنی سب ہی آپکے عشق و طلب میں سرگرم ہیں۔ قال رحمہ

مرا بدور لبت شد یقین کہ جوہر لعل	پدید مے شود از آفتاب عالمتاب

معنی لفظی تو یہ ہیں کہ میں نے محبوب کے لب کو جو کہ مشابہ لعل کے ہے جب اُسکے چہرے کے اندر جو کہ مشابہ آفتاب کے ہے دیکھا تب اس کا یقین آیا کہ جوہر لعل الخ ورنہ پہلے سنا کرتے تھے۔ اور معنی مقصود احقر کے نزدیک مثل اشعار اولی اس غزل کے ہیں کہ آپکے فیض تکوینی سے لعل ظاہری یا قلوب عارفین کو متلون ہوتا ہوا دیکھکر اس کا یقین ہوا

کہ ذات ہی مبدأ فیوض اور محتاج الیہ فی الکمالات ہے۔ قال ؎

مہل کہ عمر بہ بیہودہ بگذرد حافظ	بکوش و حاصل عمر عزیز را دریاب

مطلب ظاہر ہے کہ ناصحانہ واعظانہ مضمون ہے کہ مقصود حقیقی کو حاصل کرلو۔

ردیف التاء

غزل

بیا کہ قصر امل سخت سست بنیاد است	بیار بادہ کہ بنیاد عمر بر باد است
غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود	ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است
نصیحتے کنمت یاد گیر و در عمل آر	کہ ایں حدیث ز پیر طریقتم یاد است
مجو درستی عہد از جہان سست نہاد	کہ ایں عجوزہ عروس ہزار داماد است
چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست و خراب	سروش عالم غیبم چہ مژدہ ہا داد است
کہ اے بلند نظر شاہباز سدرہ نشین	نشیمن تو نہ ایں کنج محنت آباد است
ترا ز کنگرہ عرش میزنند صفیر	ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتاد است
غم جہان مخور و پند من مبر از یاد	کہ ایں لطیفہ نغزم ز رہروے یاد است
رضا بدادہ بدہ وز جبیں گرہ بکشاے	کہ بر من و تو در اختیار نکشاد است
نشان مہر و وفا نیست در تبسم گل	بنال بلبل مسکین کہ جائے فریاد است
حسد چہ میبری اے سست نظم بر حافظ	قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

بجز مقطع کے کہ اسمیں ظاہراً تمدح اور حقیقۃً تحدث بالنعمۃ ہے باقی تمام غزل میں ترغیب ہے تعلقات ماسوی اللہ سے آزادی اختیار کرنے کی اور ترک انہماک وحرص کی اور تحصیل محبت ومعرفت وطاعت الٰہی کی پس فرماتے ہیں کہ محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ حرص وامل کا قصر نہایت سست بنیاد ہے۔ (اسلئے قابل توجہ کے نہیں) اور محبت الٰہی حاصل کرو کیونکہ عمر کی بنیاد بر باد ہو رہی ہے لا اسلئے اسکو محبت ہی میں صرف کرنا چاہئے تاکہ اس عمر کا کچھ ماحصل ہاتھ آوے) اور اس چرخ کبود کے نیچے (یعنی اس عالم میں) میں تو اس شخص کی ہمت کا غلام ہوں جسکی یہ حالت ہو کہ جس چیز میں شائبہ تعلق کا ہو اس سے آزاد رہے۔ اور میں تمکو ایک نصیحت کرتا ہوں اس کو یاد رکھو اور اسپر عمل کرو کیونکہ یہ مضمون شیخ طریقت سے مجھکو یاد ہے (اور وہ نصیحت یہ ہے کہ) عالم ضعیف الذات (یعنی فانی الوجود) سے درستی عہد (یعنی دوام اجتماع) کے طالب (اور امیدوار) مت رہو کیونکہ یہ عجوزہ (یعنی دنیا تو کہنہ) ہزاروں شوہروں کی عروس رہ چکی ہے (اور کسی سے موافقت نہیں کی سب سے مفارقت کی اس سے تعلق رکھنا بڑی غلطی ہے اور) میں تم سے کیا کہوں کہ کل (یعنی اس کے قبل) میخانہ (یعنی مقام انکشاف حقیقت) میں جبکہ

میں مست اور فانی تھا یعنی مجھپر محویت طاری تھی جس میں حقائق امور قلب پر وارد اور منکشف ہوا کرتے ہیں) ہر وش
عالم غیب نے مجھکو کیا کیا بشارتیں دیں (یعنی میرے قلب پر یہ مضامین القا کئے گئے) کہ اے بلند نظر جو شاہباز
سدرہ نشین کے مشابہ ہے (کیونکہ روح کائنات عالم علوی سے ہے) تیرا نشیمن (اور مسکن) یہ کنج محنت آباد
نہین ہے (مراد دنیا کنج بوجہ تنگی کے کہا اور محنت آباد اسلئے کہ دار المحن ہے یعنی دنیا تیرا وطن اصلی نہیں ہے
پھر اسمیں کیوں دل لگاتا ہے اور) تجھکو تو کنگرۂ عرش (یعنی عالم علوی) سے پکار رہے ہیں پھر معلوم نہیں کہ اس
قیدگاہ میں تجھکو کیا چیز پسند آئی ہے (جو اسمیں جی لگاتا ہے پس تجھکو چاہئیے کہ) دنیا کے غم (و تعلق)
میں مت پڑ اور میری نصیحت مت بھلا کیونکہ یہ لطیفۂ عجیبہ مجھکو ایک سالک سے یاد ہے وہ یہ کہ جو کچھ ملجاوے
اُسپر راضی رہ اور پیشانی پر بل مت ڈال (یعنی قناعت اور رضا اختیار کر اور کراہت و حرص ترک کر) کہ وہ خواہ
میں ہوں یا تو ہو کسی کو (ایسے امور رزق وغیرہ میں) اختیار نہیں دیا گیا۔ (اور اس تفسیر پر اس شعر کو مسئلہ جبر و
اختیار فی الافعال سے کوئی تعلق نہیں یعنی جب مقدمہ تکوینیات میں کچھ بس نہیں چلتا تو حرص و کراہت بے سود
محض ہے اور) جس طرح تبسم گل کو بقا نہیں اسی طرح اس عالم ناپائدار میں مہر و وفا کا نشان نہیں تو اے بلبل
یعنی طالب دنیا تو (اپنی اس حالت طلب دنیا پر) تاسف کر (اور عالم باقی کی طلب سے اسکا تدارک کر آگے مقطع ہے
کہ) اے سست نظم تو حافظ پر کیا حسد کرتا ہے قبول خاطر اور لطف سخن تو محض خدا داد امر ہے (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ
يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ) غزل۔ قال رح

برو بکار خود اے واعظ ایں چہ فریاد ست		مرا فتاد دل از کف ترا چہ افتاد ست

واعظ سے مراد جو مانع ہو طریق عشق سے بتوہم اسکے غیر مشروع ہونے کے اور منحصر سمجھتا ہو وصول الی اللہ کو طریق
طاعات ظاہرہ میں ایسے ناصح کو کہتے ہیں کہ جاؤ اپنا کام کرو کیوں خواہ مخواہ نصیحت میں غل مچا رکھا ہے میں تو مغلوب العشق
ہوگیا تمکو میری کیا فکر پڑی ہے (کیونکہ حسب قول اہل طریق طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق
طریق عشق بھی ایک طریق بلکہ اقرب طرق ہے (کما بین فی کتب الفن) قال رح

بکام تا نرساند مرا لبش چوں نائے		نصیحت ہمہ عالم بگوش من بادست

لب کنایہ از لطف۔ نائے واصل کامل۔ یہ بھی متمم ہے سابق کا یعنی جب تک واصل کامل کی طرح اُسکے لطف سے
میں مقصود تک نہ پہونچوں گا تمام عالم کی نصیحت جو در بارہ ترک عشق کے ہے بے اثر سمجھوں گا۔ قال رح

میان او کہ خدا آفریدہ است از ہیچ		دقیقہ ایست کہ ہیچ آفریدہ نکشادہ است

مطلب لفظی تو ظاہر کہ کمر کی باریکی کا بیان ہے۔ اور مطلب معنوی یہ ہے کہ میان سے مراد واسطہ و رابطہ بین الحق و العبد
ہے۔ اس میں اسکا غموض بیان فرماتے ہیں کہ وہ ایسی مخفی چیز ہے کہ کسی مخلوق کو اُسکی پوری اطلاع نہیں ہوتی
جیسا کسی اور سخن گو نے کہا ہے ؎ میان عاشق و معشوق رمزیست ٭ کراما کاتبیں را ہم خبر نیست
وجہ یہ ہے کہ وہ واسطہ خاص تعلق قرب و رضا ہے جو کہ غیب ہے اور ظاہر ہے کہ غیر منصوص القبول کو تو خود اُسی کی اطلاع قطعی طور

پر نہیں ہوتی اور منصوص القبول کو گو نفس قرب و رضا کی اطلاع ہوتی ہے لیکن اس کے خصوصیات خاصہ کی اطلاع نہیں ہوتی وَهٰذا هو المعنى بقوله عليه السلام والله ما ادری ما يفعل بی ولا بكم اور اس تعلق کو آفریدہ کہنا بوجہ اُس کے حدوث کے ظاہر ہے اور آفریدہ از ہیچ کہنا مبالغۃً غایت غموض کیوجہ سے ہے - اور یا اسکی یہ بھی توجیہ ہوسکتی ہے کہ یہ رابطہ امور اضافیہ میں سے ہے اور امور اضافیہ بوجہ اسکے کہ انکا وجود انتزاعی ہوتا ہے فی نفسہ مستقلاً متحقق و ثابت نہیں ہوتے - قال رح

گدای کوی تو از ہشت خلد مستغنی است ❊ اسیر قید تو از ہر دو عالم آزاد است

مطلب ظاہر ہے کہ محبوب حقیقی کے طالب کو دوسری کوئی چیز خواہ کچھ ہی ہو مطلوب بالذات نہیں -

اگرچہ مستی عشقم خراب کرد ولے ❊ اساس ہستی من زین خراب آباد است

یہہ اشارہ ہے بقا بعد الفنا کی طرف جیسا شیخ شیرازی نے بوستاں میں فرمایا ہے ؎

مترس از محبت کہ خاکت کند ❊ کہ باقی شوی چوں ہلاکت کند - قال رح

دلا منال ز بیداد و جور یار کہ یار ❊ ترا نصیب ہمیں کردہ است و ایں داد است

بیداد و جور مراد تاخیر وصل کہ اثر مثل جور دارد - اسمیں تعلیم ہے کہ اگر سالک کو وصل یا ورود احوال میں توقف ہو جاوے تو تنگی و شکایت نہ چاہیئے کیونکہ محبوب نے اُس کے لئے یہی تجویز کیا ہے اور یہہ عین عنایت ہے کیونکہ اسمیں مصلحت ہوگی اور راز اسمیں یہہ ہے کہ ہر شخص کی استعداد جداگانہ ہے اور استعداد کے موافق تربیت کی جاتی ہے اور اُس کا علم محیط مخصوص حق تعالے کے ساتھ ہے چنانچہ تاخیر وصل کی ایک مصلحت ایکبار مثنوی معنوی میں عجیب طور پر نظر سے گذری جسکی حکایت یہہ ہے کہ ایکبار احقر پر یہ خیال غالب ہوا کہ حقتعالی کو طالب کے طالب ہونے کا علم بھی ہے اور وصل الی المقصود پر قدرت بھی ہے اور طالب کے حال پر رحمت بھی ہے اور اس مجموعہ کا مقتضا یہہ تھا کہ جلدی کامیابی ہو جایا کرتی پھر معلوم نہیں تاخیر میں اور پریشانی میں کیا حکمت ہے یہ سوچ ہی رہا تھا کہ مثنوی جو کھولی تو یہ اشعار سر صفحہ پر نکلے جنمیں علم اور قدرت اور رحمت کے اثبات کے بعد اسکی حکمت مذکور ہے جس سے پوری تسلی ہوگئی وہ اشعار یہ ہیں ؎ چارہ می جوید پی من درد تو ❊ من شنیدم دوش آہ سرد تو ❊ می توانم ہم کہ بے ایں انتظار ❊ رہ نمایم داوہم راہ گذار ❊ تا ازیں گرداب دوران وارہی ❊ بر سر گنج وصالم پا نہی ❊ لیک شیرینی و لذات مقر ❊ ہست بر اندازۂ رنج سفر - آنگہ از فرزند و خویشاں برخوری ❊ کز غریبی رنج و محنتہا بری ❊ قال رح

بر و فسانہ مخوان و فسوں مدم حافظ ❊ کزیں فسانہ و افسوں مرا بسے یاد است

اسمیں تعریض ہے مدعی طلب کا ذب و مرائی کی طرف یعنی اوپر جس قسم کے مضامین مذکور ہیں اگر یہ ادعا محض ہوں تو اس صورت میں بلسان محبوب تنبیہ ہے کہ مجھکو ہر چیز کا علم ہے مجھ سے جھوٹی باتیں بنانا کیا فائدہ پس اسمیں تعلیم ہے اخلاص مع اللہ کی اور مذمت ہے احوال باطنیہ میں تصنع کی - واللہ اعلم -

غزل

روزہ یکسو شد و عید آمد و دلہا برخاست		می بمیخانہ بجوش آمد و می باید خواست

روزہ مراد ریاضت و مجاہدہ و عید کنایہ از وصل و مشاہدہ ۔ یعنی الحمد للہ کہ زمانہ مجاہدہ کا گذر گیا اور وقت وصول و مشاہدہ کا آگیا اور قلوب میں نشاط و فرحت وصل سے جوش پیدا ہو گیا اور عشق و محبت میں ترقی ہوئی اور اسمیں ترقی کی طلب چاہیئے پس مصرع اولی میں اشارہ ہے کہ مشاہدہ کے لئے مجاہدہ شرط عادی ہے اور مصرع ثانیہ میں اشارہ ہے کہ بعد وصول و حصول مقصود سالک کو بس نہ کرنا چاہیئے طلب اور طاعت میں طالب مزید ہونا چاہیئے جیسا ارشاد ہے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست | ہر چہ بروے میرسی بروے مایست

نوبت زہد فروشان گران جان بگذشت	قال رح	وقت شادی و طرب کردن رندان برخاست

زہد فروشان ریاکاران ۔ گران جان کاہلاں مراد شیخان مزور ان کا ریاکار کہنا تو ظاہر ہے اور گران جان ہونا اسلیئے ہے کہ ریاکاری میں بوجہ فقدان صدق رغبت کے باطنا کاہلی ضروری ہے ۔ اور رند سے مراد مخلص غیر متصنع و طالب صادق ۔ اس شعر میں صورت خبر میں مقصود انشاء اس امر کا ہے کہ شیوخ متصنعین کو ترک کرنا چاہیئے جبکہ شیوخ کاملین میسر ہو سکتے ہیں طالب صادق کو ان کی جستجو لازم ہے اور ان کے میسر ہونے کا وقت نہایت خوشی کا وقت ہے ۔ قال رح

چہ ملامت بود آنرا کہ چو ما بادہ خورد		این نہ عیب است بر عاشق رند و نہ خطاست

بادہ سے مراد طریق محبت مقرون بملامت ۔ مطلب یہ کہ طریق ملامتی میں جس کا حاصل ترک وضع ہے نہ کہ ترک شرع ۔ عشاق مخلصین کے لئے کوئی عیب اور خطا نہیں ہے جیسا کہ اہل ظاہر میں سے عوام تو اس کو اس لئے عیب سمجھتے ہیں کہ اس کو بوجہ قصور نظر کے خلاف شرع خیال کرتے ہیں اور خواص اس کو موہم خلاف شرع اور محتمل تعدیہ ضرر الی الغیر ہونے کی وجہ سے عیب سمجھتے ہیں پس لفظ چو ما میں تو اشارہ کر دیا جواب شبہ عوام کیطرف یعنی جو ہماری طرح ہو کہ خلاف شرع نہ کرے جیسا اسی غزل کے ایک شعر میں اپنی حالت بیان کی ہے ۔ فرض ایزد بگذاریم الخ اور ظاہر ہے کہ معصیت منافی ہے ادائے فریضہ کے جو اس خاص امر کے متعلق ہے ۔ اور لفظ بر عاشق رند میں اشارہ کر دیا جواب شبہ خواص کی طرف جس کا حاصل یہ ہے کہ مقتدا میں وہ علت نہی کی جاری ہے اور عاشق رند جو کہ مقتدا نہیں ہے اس تعلیل سے خارج ہے پس جب علت نہیں معلول بھی نہیں رہا یہ کہ لوگ اسکی غیبت کریں گے تو یہ شخص اس کا سبب ہوا تو ان لوگوں کی طرف سے اسمیں یہ عذر ہو سکتا ہے کہ ان کو جب بعض رذائل کے معالجہ کی طرف اس خاص طریق ملامت میں توجہ غالب ہوتی ہے تو اس مفسدہ مذکورہ سے ذہول ہو جاتا ہے اور قصد ہوتا ہے اپنی اصلاح کا نہ کہ افساد غیر کا ۔ گو لازم آتا ہے اور اتقوا مواضع التہم کو یہ حضرات مخصوص کہیں گے غیر موضع ضرورت میں اور معالجہ

موضع ضرورت ہے اور انکی یہہ توجیہات محل اجتہاد ہو سکتی ہیں فکفیٰ بہ عذراً لھم قال رحمہ

بادہ نوشی کہ درو روے و ریائی نہ بود ‖ بہتر از زہد فروشی کہ درو روی و ریاست

اس شعر میں اپنے کسی فعل کی توجیہ یا طرفداری نہیں ہے بلکہ اہل طریق کو نصیحت ہے کہ ذکر و طاعت میں عُجب و ریا کرنا اور دوسرے اہل معاصی کو حقیر سمجھنا مذموم ہے پس فرماتے ہیں کہ جس بادہ نوشی کے ساتھ ریا نہو وہ اس زہد ادعائی سے اچھا ہے جس میں ریا ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معاصی میں بھی باہم تفاوت ہوتا ہے کوئی اکبر کوئی کبیر کوئی صغیر کوئی اصغر اور یہ قواعد شرع سے نہایت واضح و ظاہر ہے۔ قال رحمہ

ما نہ مردان ریائیم و حریفان نفاق ‖ آنکہ او عالم سر است بدین حال گواست

گو محقق گواہ مطلب ظاہر ہے اور مقصود اس سے پندار و دعویٰ نہیں بلکہ ترغیب ہے طالبین کی اپنا حال بیان کرنے سے کہ انکو بھی ایسا ہی ریا و نفاق سے بچنا چاہئیے۔ اور اس سے یہ امر مستفاد ہوا کہ کامل اگر اپنا حال اس قصد سے ظاہر کرے کہ ناقصین اتباع کریں تو مذموم نہیں ہے۔ قال رحمہ

فرض ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم ‖ وانچہ گویند روا نیست نگوئیم رواست

مدلول لفظی تو ظاہر ہے اور غرض مقصود یہ ہے کہ اصل مقصود تکثیر طاعات و اوراد نہیں ہے بلکہ ورع کے ساتھ تقلیل طاعات کافی ہے اور وہ ورع حقوق اللہ و حقوق العباد سب میں ہونا چاہئیے چنانچہ فرض ایزد بگذاریم میں اشارہ حقوق اللہ و تقلیل طاعات کی طرف ہے اور بکس بد نکنیم میں اشارہ حقوق عباد کی طرف ہے۔ اور مصرع ثانی میں اس آنچہ سے مراد مسلک نزدیک طریق ملامت یعنی ارتکاب خلاف وضع ہے گو ظاہر نظر میں خلاف شرع ہو مگر حقیقت میں خلاف نہو اور اس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف کی تحقیق جیسا کہ اس مصرع سے معلوم ہوتا ہے مفصلا شعر بالا چہ ملامت الخ کی شرح میں گذر چکی ہے۔ قال رحمہ

چہ بود گر من و تو چند قدح بادہ خوریم ‖ بادہ از خون رزان ست نہ از خون شماست
این نہ عیب است کزین عیب خلل خواہد بود ‖ ور بود عیب چہ شد مردم بے عیب کجاست

رزان جمع رز بمعنی انگور۔ خون رز شیرہ انگور بمعنی خون گوشت مردم اشارہ بسوی آیت ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا الآیہ ان اشعار کا مضمون بھی قریب قریب مضمون شعر بادہ نوشی الخ کے ہے یعنی اگر کوئی مرتکب بادہ خواری کا ہو جاوے خواہ تم ہو یا ہم ہوں تو غایت ما فی الباب وہ شیرہ انگور ہے لحم انسان تو نہیں ہے جس کے کھانے میں معترض مبتلا ہے کہ غیبت و عیب جوئی میں مشغول ہے اور اس کا بادہ خواری سے اشد ہونا بوجہ حق عبد ہونے کے ظاہر ہے پس معترض اشد میں مشغول اور اخف پر معترض ہے اور دوسرے شعر میں اس سے عیب ہونے کی نفی یا تو باین معنی ہے کہ جس درجہ کا عیب طاعن سمجھ رہا ہے کہ اس کو غیبت سے بھی بڑھ کر قرار دیا ہے جیسا کہ اُسکے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ بادہ خواری کی مذمت کر رہا ہے اور غیبت کر رکھا ہے) یہہ اس درجہ کا عیب نہیں ہے بلکہ معاملہ برعکس ہے۔ اور شعر ثانی کے مصرع ثانیہ میں علیٰ سبیل التنزل

کہتے ہیں کہ اگر معترض کا قول مسلم بھی ہو جاوے کہ یہ غیبت سے بھی اشد ہے تو خیر یوں ہی سہی مگر بے عیب کون ہوتا ہے ہم میں یہ عیب ہے معترض میں دوسرا عیب ہے اور مقصود اس تنزل سے محض ترک جدال ہے جو مقتضا ہے وضع درویشی کا نہ کہ توجیہ اپنے فعل کی یا رجوع تحقیق بالا سے کہ اشدیت ہے غیبت کی۔ اور با عیب ہونے کی نفی بایں معنی ہے کہ بعض اقسام نبیذ کے مختلف فیہ بین الائمہ ہیں اور قواعد احتساب میں ثابت ہے کہ مسائل مختلف فیہا میں احتساب نہیں کیا جاوے گا اور مصرع دوم بر طبق تقریر بالا نیز ترک جدال پر محمول کیا جاویگا باقی اجزا کی تقریر ظاہر ہے اور بہر حال اس مضمون میں تعلیم ہے ترک جدال و ترک استحقار و ترک اعتراض کی جو لوازم طلب مقصود سے ہے۔ قال رح

حافظ از عشق خط و خال تو سرگردان است | ہمچو پرکار ولے نقطۂ دل پا برجاست

مدلول لفظی ظاہر ہے مقصود تعلیم ہے طالبان حق کی کہ طریق محبت میں کیسی ہی پریشانی و حیرانی پیش آوے مگر ثبات قدم و تحمل و صبر و استقلال و استقامت کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے کہ شرط وصول یہی ہے واللہ اعلم۔ قال رح

غزل

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است | سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

اسمیں خطاب ہے معترض ظاہر بیں کو جو اہل حال کے کلام پر خوردہ گیری کرتا ہے استہزاءً اسکو دلبر کہا جیسے اردو کے محاورہ میں ایسے موقع میں کہتے ہیں میرے پیارے یا برخوردار یا مہربان۔ پس فرماتے ہیں کہ اہل حال کے کلام کو غلط مت کہو بلکہ وہ غلطی تمہاری فہم میں ہے کیونکہ تم سخن شناس نہیں ہو اہل حال کے کلام کو نہیں سمجھتے ہو۔ اسمیں تعلیم ہے کہ اہل اللہ کے کلام کو جلدی سے رد نہ کر دے البتہ بے سمجھے اس کے ظاہری معنی کا معتقد بھی نہ ہو بلکہ سکوت اسلم ہے قال رح

سرم بدنیا و عقبی فرو نمی آید | تبارک اللہ ازیں فتنہا کہ در سر ماست

فتنہ سے مراد شورش ہے مطلب یہ کہ چونکہ میرا مقصود بالذات قرب و رضائے حق ہے اسلیئے دُنیا بالذات مطلوب ہے اور نہ عقبی گو بالعرض مقصود ہو۔ آگے بطور استعظام امر کے فرماتے ہیں کہ ہمارے دماغ میں بھی عجیب شورش طلب حق کی بھری ہوئی ہے کہ بالذات کسی چیز کی طرف التفات نہیں رہا۔ قال رح

در اندرون من خستہ دل ندانم کیست | کہ من خموشم و او در فغان و در غوغاست

یعنی مجھ خستہ دل کے اندر معلوم نہیں کون شخص ہے کہ میں تو خاموش ہوں اور وہ شور و فغاں میں ہے مراد اس شخص سے خود دل ہی جو محبوب کی یاد اور طلب میں شور و فغاں میں رہتا ہے گو لب بظاہر خموشی رہے۔

دلم ز پردہ برون شد کجائی اے مطرب | بنال ہاں کہ ازیں پردہ کار ما بنواست

یعنی میرا دل قابو سے باہر ہو گیا اے مطرب سماع سناوے کہ اس پردہ سرود سے ہماری حالت اصلاح پذیر ہو جائے گی۔ اس میں بیان ہے اس کا کہ سماع کا جواز ایسی مخصوص حالت میں ہے جب قلب کی حالت خود رفتگی

تک پہنچ جاوے اور اس سے اکثر مشتغلان سماع کی غلطی ثابت ہوتی ہے۔ قال رح

مرا بکار جہان ہرگز التفات نبود ۔۔۔ رخ تو در نظر من چنین خوشش آراست

یہ اشارہ ہے منتہی کی حالت کی طرف کہ ابتداء حال میں اس کا التفات خلق کی طرف اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ حجاب ہوتا ہے توجہ الی الحق سے لیکن منتہی کے لئے ہر شئ مخلوقات میں سے آئینہ ہوتی ہے مشاہدہ جمال محبوب کی اور آلہ ہوتا ہے وصل وقرب آلہی کا عملاً بھی اور علماً بھی اسلئے وہ عین التفات الی الحق کی حالت میں ملتفت الی الخلق بھی ہوتا ہے۔ قال رح

نہ خفتہ ام بخیالے کہ میپزم شبہا ۔۔۔ خمار صد شبہ دارم شرابخانہ کجاست

یعنی طالب میں مجھکو آرام اور سکون نہیں ملتا اور مدتوں کا مجھکو خمار ہے فنا وسکر کہاں حاصل ہوا کرتا ہے تاکہ ایک گونہ وصول میسر ہونے سے طلب کی بے آرامی ختم ہو گو اس میں بھی دوسری طرح کی بیچینی ہو کما قال الشیخ الشیرازی فی المعنی الاول ؎ تعلق حجاب است وبیحاصلی ٭ چو پیوند ہا بگسلی واصلی ۔ وقال فی المعنی الثانی ؎ دلارام در بر دلارام جو ٭ لب از تشنگی خشک وبر طرف جوی ۔ نہ گویم کہ بر آب قادر نیند ٭ کہ بر ساحل نیل مستسقی اند۔ قال رح ؎

چنین کہ صومعہ آلودہ شد بخون دلم ۔۔۔ اگرم بباده بشوئید حق بدست شماست

در کلام تقدیرے است یعنی مجاہدہ تا چنین رسیدہ الخ مطلب یہ کہ ظاہری طاعت یہانتک کی کہ میرے خون دل سے صومعہ خون آلودہ ہو گیا۔ اب اے محبوب یا اے مرشد اگر مجھکو بادہ محبت یعنی جذبۂ عشق سے غسل دیا جاوے تو آپ کی شان کے شایان ہے۔ اسمین اشارہ ہے کہ سلوک وریاضت بدون جذب وعنایت کے مفید نہیں۔ قال رح ؎

ازاں بدیر مغانم عزیز میدارند ۔۔۔ کہ آتشے کہ نمیرد ہمیشہ در دل ماست

دیر مغاں مجمع اہل عشق یعنی عشاق کی جماعت میں مجھکو اس لئے عزیز سمجھتے ہیں کہ میرے دل میں آتش عشق مشتعل ہے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ اہل اللہ مال ودولت کی قدر نہیں کرتے بلکہ دولت باطنی ہی کی قدر کرتے ہیں قال رح ؎

چہ ساز بود کہ بنواخت مطرب عشاق ۔۔۔ کہ رفت عمر وہنوز م دماغ پر ز صداست

اسمیں اشارہ ہے خطاب الست بربکم کی طرف یعنی اس خطاب کی ابتک لذت حاصل ہے یا تو یہ کہا جائے کہ حقیقۃً بعض کو یاد رہتا ہے اور یا کہا جاوے کہ اس کا اثر باقی ہے جس سے التذاذ ہوتا ہے اور یہی دونوں احتمال ہیں شیخ شیرازی رح کے اس ارشاد میں بھی ؎ الست از ازل ہمچنان شان بگوش ٭ بفریاد قالوا بلیٰ در خروش ۔ معنی اول کا مصداق ایک کشف ہے اور معنی ثانی کا مصداق ایک حال ہے۔ قال رح ؎

خمار عشق تو دوشب در اندرون بود ۔۔۔ کجاست وقت عبادت چہ جائے وقت نماست

مطلب یہہ کہ میرے مقتضائے استعداد کے موافق میری تربیت عشق سے کی گئی ہے۔ اس لیئے اِس کے غلبہ میں عبادت و زہد کی تکثیر مجھ سے نہیں ہوسکی تھی۔ اشارہ ہے کہ طریق تربیت سالکین کا ہر ایک کی استعداد کے موافق جدا جدا ہے۔ قال رح

ندای عشق تو دوشم درانداز رون دادند		فضای سینۂ حافظ ہنوز پر ز صداست

مطلب ظاہر ہے کہ میرے ہلیئے نسبت عشقیہ تجویز کی گئی تھی جس سے ابتک میرا سینہ پر ہے۔ لان المقدر لایتغیر واللہ اعلم۔ قال رح

غزل

روضۂ خلد برین خلوت درویشان ست		مایۂ محتشمی خدمت درویشان است

اسمیں درویشوں کی خلوت اور خدمت کی مدح ہے اول کو روضۂ خلد برین سے تشبیہ دی گئی ہے اسوجہ سے کہ بڑی نعمت جنت میں مشاہدہ حق تعالیٰ ہے سو یہہ ایک قسم کا مشاہدہ درویشوں کو خلوت میں میسر ہوتا ہے یعنی بانقاب گو جنت میں بالعین ہوگا اور خلوت کی قید اسلیئے کہ اس میں استحضار تام ہوتا ہے گو بعض اوقات جلوت کا استحضار ناتمام اس تام سے کسی عارض کی وجہ سے افضل ہو مثلاً کسی حق واجب کا ادا کرنا یا کسی کو نفع پہونچانا و مثل ذلک اور بعد مدح درویشوں کے مصرع ثانیہ میں اُن کی خدمت کی ترغیب دیتے ہیں کہ اعتشام حقیقی کہ مقبولیت عند الحق ہے مقبولین کی خدمت سے کہ اُن کی اطاعت اور محبت کسکے لوازم عادیہ سے ہے میسر ہوتا ہے۔ قال رح

گنج عزلت کہ طلسمات عجائب دارد		فتح آن در نظر رحمت درویشان ست

اسمیں ترغیب ہے کہ مقبولین حق کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے کہ اُن کی توجہ میں یہ برکت ہے کہ خلوت نشینی کا خزانہ عجیب کہ مراد اُس سے حضور تام و مشاہدہ ہے اُس سے میسر ہوتا ہے چنانچہ توجہ کی یہہ برکت ہونا تجربہ سے بھی ثابت ہے اور ظاہری لم بھی اسکی یہہ ہے کہ وہ متقی ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ اکثر متقی کی مراد پوری فرماتا ہے اور توجہ سے اُنکی مراد یہی ہوتی ہے کہ طالب کہ محل توجہ ہے مشرف اس دولت سے ہوجاوے۔ و نیز ثابت ہوا ہے کہ بعضے تصرفات محض توجہ نفس سے حاصل ہوجاتے ہیں۔ قال رح

قصر فردوس کہ رضوانش بدربانی رفت		منظری از چمن نزہت درویشان ست

یعنی قصر فردوس جس کا دربان رضوان ہے درویش جس چمن کی سیر کرتے ہیں اس کا ایک منظر ہے کیونکہ درویشوں کا سیرگاہ ذات و صفات و افعال حق ہے اور جنت میں ان اشیاء کا کامل ظہور ہوگا۔ و نیز اُن کی سیر کا حاصل مراقبہ و مشاہدہ ہے اور جنت کے مقامات عالیہ ان اعمال صالحہ کا ثمرہ ہے جیسا لفظ فردوس اشارہ ہے مقامات عالیہ کی طرف گو مطلق جنت مطلق اعمال کا ثمرہ ہے۔ قال رح ہ

آنچہ زر می شود از پرتو آں قلب سیاہ		کیمیائے ست کہ در صحبت درویشان ست

می شود فعل ناقص۔ قلب سیاہ اسم آں۔ و زر خبر آن نہ کہ بالعکس فتنبہ۔ مراد ظاہر ہے کہ اہل کمال کی صحبت میں ناقص کامل ہوجاتے ہیں۔ قال رح ہ

وانکہ پیشش بنہد تاج تکبر خورشید		کبریائیست کہ در حشمت درویشان ست	

اس مین بیان ہے مقبولان حق کی عظمت کا کہ اُنکے سامنے خورشید بھی پست ہے کیونکہ اسکو ظاہری رفعت ہی اور اُن حضرات کو باطنی وحقیقی رفعت ہے۔ لکونھم فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ۔ قال رح

دولتے را کہ نباشد غم از آسیب زوال		بے تکلف بشنو دولت درویشان ست	

مطلب ظاہر ہے کیونکہ درویشون کی دولت اخروی ہے۔ اور دوسری بدولتین دنیوی ہین اور نص ہے ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق ۔

خسروان قبلۂ حاجات جہانند ولے		از ازل تا ابد فرصت درویشان ست	

فرصت مراد سلطنت یعنی گو سلاطین کو ظاہری چند روزہ سلطنت حاصل ہے لیکن حقیقی و ابدی سلطنت مقبولان حق کو ہے ابدی ہونا تو نصوص خلود سے ظاہر ہے اور ازلی ہونا باعتبار تقدیر وعلم الٰہی کے ہے یا ازل سے مراد مطلق ابتدا لیجاوے یعنی جب سے اس کا حصول ہوا ہے معنی مشہور مالا اول لہ نہ لئے جاویں۔ قال رح

روی مقصود کہ شاہان جہان می طلبند		مظہرش آئینۂ طلعت درویشان ست	

یعنی جن مطالب کو سلاطین دنیا مانگتے پھرتے ہین۔ وہ محض درویشون کی زیارت سے میسر ہوجاتا ہے مقصود مبالغہ ہے کہ درویش مفتاح حصول مرادہین خواہ بواسطہ ان کی دعا کے خواہ بواسطہ توسل کے اُنکے ساتھ اور خواہ اس واسطہ سے کہ انکی معیت سے اُنکی محبت ہوتی ہے۔ اور محبت ان کی طاعت ہی اور اہل طاعت کے مشکلات غیب سے آسان کی جاتی ہین ونحوہ مافی المثنوی سہ ای لقائ تو جواب ہر سوال ÷ مشکل از تو حل شود بے قیل و قال ۔ سہ

ای توانگر مفروش این ہمہ نخوت کہ ترا		سروری در کنف ہمت درویشان ست	

کنف پناہ یعنی اغنیاء ظاہری کی یہ ثروت وجاہ ان مقبولان حق کی دعا و برکت کی فرع ہی فی الحدیث ھل ترزقون وتنصرون الا بضعفاءکم ونیز حدیثون مین ہے۔ کہ ابدال کی برکت سے بارش وغیرہ ہوتی ہی ونیز قصہ خضر علیہ السلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض انتظامات تکوینیہ بعض اہل اللہ سے والبستہ ہوتے ہین۔ وفی المقام کلام طویل لاتحملہ المقام ۔ قال رح

گنج قارون کہ فرومی رود از قہر ہنوز		خواندہ باشی تو کہ از غیرت درویشان ست	

درویشان کی جمعیت جنسیت کے لئے ہے مراد موسےٰ علیہ السلام ۔ مطلب اور قصہ ظاہر ومشہور ہے۔

بندۂ آصف عہدیم کہ در سلطنتش		صورت خواجگی وسیرت درویشان ست	

اسمین دواحتمال ہین یا تو مراد اس سے وزیر اُس زمانہ کا ہی جسکا نام بعض محشین نے آصف لکھا ہے۔ اور ظاہرا مقصود اُسکی مدح ہے۔ اور اشارۃً مدح ہے ہر ایسے شخص کی جو باوجود جاہ وحشم ظاہری کے سیرت درویشانہ رکھی اور دین کو دنیا پر ترجیح دے اور دوسرا احتمال یہ کہ یہ کنایہ ہو شیخ وقت سے جس کی شان یہ ہے۔ کہ اُس کی

سلطنت باطنی مین صورت ظاہری عوام کی سی اور باطن خواص کا سا ہو جس کی حکمت کتمان اور تواضع اور اتباع سنت ہے قال رح

ہمہ در بندگی حضرت درویشان ست	حافظا این جا بادب باش کہ سلطان و ملک

یعنی کاملین کے ساتھ باادب رہو کہ ان کی عظمت ہے کہ ناسوت کے اکابر کہ سلاطین ہین اور ملکوت کے عظماء کہ ملائکہ ہین سب ان حضرات کے سامنے بعجز و نیاز پیش آتے ہین۔ چنانچہ مسجودیت آدم علیہ السلام و منصوریت حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم فی الغزوات بواسطہ ملائکہ اور عالم باعمل کے لیے ملائکہ کا استغفار اور جبرئیل علیہ السلام کی ندا پر ملائکہ کا محبوبان حق سے محبت کرنا قرآن و احادیث مین منصوص ہے اور نیاز سلاطین کا مشاہد ہے۔ قال رح غزل

کہ بہ پیمانہ کشی شہرہ شدم روز الست	مطلب طاعت و پیمان و صلاح از من مست

اسمین اہل حال کی بعض معذوریون کا بیان ہے۔ کہ اگر مستی کے غلبہ مین طاعت و صلاح مین ان سے کوئی کوتاہی ہو جاوے۔ تو ان سے دار و گیر و ملامت مناسب نہین کہ روز الست سے مراد مجازاً مرتبہ اعیان ثابتہ کا ہے) مین پیمانہ کشی یعنی سرشاری محبت و مغلوبیت حال کے ساتھ موصوف ہون حاصل اسکا وہی ارشاد ہے کہ مرفوع القلم کو معذور سمجھنا چاہیئے۔ قال رح

چار تکبیر زدم یکسرہ برہرچہ کہ ہست	من ہماندم کہ وضو ساختم از چشمۂ عشق

چار تکبیر زدن ترک کلی کردن یعنی جب عشق حقیقی کا غلبہ ہوا سب ماسوائے اللہ سے تعلق قطع کر دیا اسمین بیان ہے عشق الہی کے اثر کا کہ وہ ماسوا سے نظر کو اٹھا دیتا ہے۔ قال رح

کہ بروئے کہ شدم عاشق بربوئے کہ ہست	مے بدہ تا دہمت آگہی از سر قضا

اسمین خطاب ہے معترض ملامت گر کو اور مے بدہ مین اسناد مجازی ہے جیسا عنقریب واضح ہوگا حاصل یہ ہے کہ تو جو مجھپر اعتراض و ملامت کر رہا ہے جسکا سبب غلبہ احوال عشق مین کچھ تشبیب و فراز واقع ہو جاتا ہے سو مجھکو ذرا مستی ہونے دے۔ اسیکو مجازاً مے بدہ کہدیا ہے اس وقت تجھکو راز قضاے آگاہ کرونگا کہ مین کس ذات پر عاشق ہوا ہون اور کس کی صفات و کمالات سے مست ہوا ہون اور وہی عشق و مستی اس تشبیب و فراز کا سبب ہوگیا ہے۔ اسکو سر قضا اس لئے کہا کہ اس عشق و سکر سے ایسے امور کا وقوع مقدر ہو چکا تھا اس مین ارشاد ہے کہ اہل سکر پر اعتراض مناسب نہین۔ قال رح

ناامید از در رحمت مشو اے بادہ پرست	کمر کوہ کم است از کمر مور این جا

کوہ سے مراد عوائق و موانع سلوک و وصول ان کو بوجہ ثقل کے کوہ سے تشبیہ دی مطلب یہ کہ سالک طالب کو کبھی ناامید نہ ہونا چاہئیے کیونکہ جن موانع کو تم ثقیل سمجھتے ہو وہ نظر بفضل و رحمت الہیہ نہایت ضعیف و خفیف ہین انکا رفع ہو جانا کچھ دشوار نہین و ہذا کما قال العارف الرومی سے تو مگو ما را بدان شہ بار نیست + بر کریمان کارہا

دشوار نیست + اس تعلیم سے باعتبار فن کے یہ نفع ہی کہ اس سے دل مین نشاط ہوتا ہے اور اُس سے مجاہدہ آسان ہوجاتا ہی اور مجاہدہ کا مفتاح مشاہدہ ہونا معلوم ہے غرض یہ معین حصول مقصود ہے۔ قال رح

جان فدای دہنت باد کہ در باغ نظر	چمن آرای جہان خوشتر ازین غنچہ نبست

ممکن ہے کہ اسمین مدح مرشد کی ہو اور چونکہ دہن سے تعلیم و تلقین ہوتی ہے جو مظہر ہے ذرائع قرب کا اسلیے اسکی تخصیص ذکر کی گئی اسمین اشارہ ہوگا۔ وحدت مطلب کی طرف کہ مسئلہ ہے فن کا جسکی شرح حسب ارشاد مولائی مرشدی یہ ہے کہ اپنے شیخ کی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ زندہ بزرگون مین اُس سے بہتر مجھکو نفع پہونچانے والا میسر نہ ہوگا۔ قال رح

بجز آن نرگس مستانہ کہ چشمش مرساو	زیر این طارم فیروزہ کسے خوش ننشست

نرگس مستانہ چشم محبوب مراد از چشم اہل اللہ کہ مقصود راہ دیدہ۔ یعنی بجز اہل اللہ کے اس عالم مین کوئی خوش نہین بلکہ سب طالب ماسوے اللہ پریشان ہین قال اللہ تعالی من عمل صالحا من ذکر او انثی فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ وقال تعالی ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا۔ وقال الرومی ؎ ہرچہ جز ذکر خداے احسن است + گرشکرخواری ست از جان کندن ست + وہذا مشاہد اور جملہ دعائیہ چشمش مرساو معترضہ ہے۔ قال رح

حافظ از دولت عشق تو سلیمانی یافت	یعنی از وصل تواش نیست بجز باد بدست

باد بدست کنایہ از عدم حصول۔ یعنی چونکہ محبوب حقیقی کا وصل مجھکو حاصل نہ ہوا تو باد بدست ہونے کی وجہ سے مجھکو تبہ سلیمانی حاصل ہی کیونکہ ایک معنی کے اعتبار سے وہ بھی باد بدست تھے یعنی باد انکی مسخر تھی ان تعبیر مین صنعت شاعری ہے اصل مقصود دو امر کا تبلانا ہے ایک یہ کہ سالک کو چاہیئے کہ کبھی اپنے کو واصل نہ سمجھے کیونکہ سلوک کا حقیقت مین کہین منتہی نہین اور حقیقت وصول کی انتہا ہے سلوک کا۔ دوسرے یہ کہ سلوک مین نامرادی کو بھی کہ عدم الوصول اُسکی ایک فرد ہے دولت سمجھے اور تنگ دل نہ ہو کہ اُس مین بھی مصالح ہین اور اسپر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اس سے اوپر کا شعر اسکے معارض ہے۔ کیونکہ وہان معلوم ہوتا ہے کہ طالب حق ہمیشہ خوش رہتا ہی اور یہان اُسکی نامرادی کہ مستلزم ناخوشی کو ہے۔ معلوم ہوتی ہے جواب یہ ہی کہ یہ مقدمہ کہ نامرادی مستلزم ناخوشی کو ہے۔ غلط ہے گو طبعاً اسپر حزن و تاسف ہو مگر عقلاً وہ اسپر بھی راضی و مسرور ہوتا ہی کیونکہ یہ حالت بھی منافی قرب نہین بلکہ طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق ثابت و مقرر ہے۔ فافہم وفی المقام بسط اور غزل آئندہ کا شعر اول اسی مضمون مین ہے۔ غزل۔ قال رح

سر ارادت ما و آستان حضرت دوست	کہ ہرچہ بر سر ما می رود ارادت اوست

یعنی ہمارا سر ارادت و تسلیم محبوب حقیقی کے آستان پر رکھا ہے۔ کسی حال مین اُسکی شکایت نہین کرتے کیونکہ ہمپر جو گذر رہا ہے یہ اُسی کی مشیت سے ہے اور اُسکی مشیت سراسر حکمت و مصلحت ہے اسلیے قبض و بسط وغیرہ سب نعمت ہے تنبیہ جاننا چاہیئے کہ ماتیعلق بہ المشیۃ الازلیۃ اگر فعل عبد نہین مثل احوال و مواجید

تب تو من کل الوجوہ اُسپر رضا واجب ہے اور اگر فعل عبد ہے۔ تو حسن شرعی کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر قبیح شرعی ہے تو من حیث انہ مخلوق للہ تعالیٰ اُسپر رضا واجب ہے اور اُس مین بھی من حیث المجموع حکمت ہی اور من حیث انہ صادر من العبد اُسپر رضا جائز نہین اور اس حیثیت سے وہ خلاف حکمت ہے۔ فافہم پس شعر مین مراد ہر چہ سے غیر فعل عبد ہی۔ قال رح

نظیر دوست ندیدم اگرچہ از مہ و مہر ‏ ‏ ‏ نہادم آئینہ ہا در مقابل رخ دوست

از مہ و مہر بیان آئینہ ہاست۔ یعنی یہ امر معتاد ہے کہ آئینہ مین مرئی کا جو عکس پڑتا ہی وہ من وجہ نظیر مرئی کا ہوتا ہے مگر محبوب حقیقی ایسا بے نظیر ہے کہ مین نے مہر و ماہ کے آئینہ مین بھی کہ انور المرایا ہین نظر کر کے دیکھا تو اُسکا نظیر نہ پایا۔ اس مین ایک دقیق مسئلہ کی تحقیق ہے وہ یہ کہ قوم کی لسان پر مشہور ہی کہ مخلوقات مرایا و مظاہر ہین جمال آلہی کے اس سے عوام یون سمجھتے ہین کہ ان مخلوقات مین جو صفات ہین ان ہی کے امثال خالق مین ہونگے۔ اور وہ صفات خالق ان مخلوقات مین بعینہ منعکس و مرتسم ہین۔ اس مین اس غلطی پر متنبہ کر دیا کہ یہ مرآۃ باین معنی نہین کما حققتہ فی شرح المثنوی المسمی بکلید مثنوی بلکہ جس طرح ہر مصنوع اپنے صانع کی صفات کمال پر دال ہوتا ہے۔ اسی مرشد مین یہ مصنوعات اپنے صانع برحق کی صفات کے لئے مابہ الانکشاف ہی۔ قال رح

نثار روی تو ہر برگ گل کہ در چمن ست ‏ ‏ ‏ فدائے قد تو ہر سرو بن کہ در لب جوست

برگ گل و سرو بن کنایہ از محبوبان مجازی یعنی سب محبوبان مجازی کا حسن و جمال ناقص ہی اور محبوب حقیقی کا کامل اور ناقص کا کامل پر فدا ہونا زیبا ہے۔ قال رح

مگر تو شانہ زدی زلف عنبر افشان را ‏ ‏ ‏ کہ باد غالیہ سا گشت و خاک عنبر بوست

مدلول لفظی تو ظاہر ہے۔ اور مراد معنوی یہ ہے کہ یہ مخلوقات جو مختلف کمالات سے متصف ہو رہی ہی اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ کامل حقیقی نے اپنی صفات کا اظہار کیا ہے۔ قال رح

رخ تو در دلم آمد مراد خواہم یافت ‏ ‏ ‏ چرا کہ حال نکو در قفای فال نکوست

مطلب معنوی یہ ہے کہ محبوب حقیقی کا تصور میرے دل مین جم گیا ہے۔ تو اب امید ہے کہ وصال الی الحق میسر ہو جاوے گا۔ اشارہ اسطرف ہے کہ ذکر اور فکر مفتاح ہے۔ کامگاری قرب کی۔ قال رح

صبا ز حال دل تنگ ما چہ شرح دہد ‏ ‏ ‏ کہ چون شکنج ورقہای غنچہ تو بر توست

مراد معنوی یہ معلوم ہوتی ہی کہ زبان سے دل کا حال پورا ظاہر نہین ہوسکتا کیونکہ حال دل بوجہ ذوقی و وجدانی ہونیکے باطن در باطن و غیر معبر عنہ ہے۔ اشارہ اسطرف ہی کہ اہل حال کے کلمات پر مدار حکم نہ چاہیئے قال رح

نہ من سبوکش این دیر زہد سوزم و بس ‏ ‏ ‏ بسا سرے کہ درین آستانہ سنگ سبوست

سبوکش محنت کشندہ دیر زہد کنایہ از عشق کہ احوال زہد ظاہری را مغلوب سازد۔ سنگ و سبو ہمہ رسید بلا

یعنی اس عشق سے صرف مین ہی گرفتار بلا نہین ہوا بلکہ بہت سے گرفتار بلا ہو چکے ہین۔ اشارہ اس طرف ہے کہ طریق محبت مین مصاعب و متاعب سے گھبرانا نہ چاہیئے۔ قال رح

زبان ناطقہ در وصفِ حسن او لال ست	چہ جائے کلک بریدہ زبان بیہودہ گوست

قاعدہ مقرر ہے کہ تقریر سے اداے مافی الضمیر بہ نسبت تحریر کے زیادہ ممکن ہے اور جسکی تعبیر زبان سے نہ ہو سکے تحریر سے بدرجہ اولیٰ نہین ہو سکتی۔ مطلب یہ کہ محبوب حقیقی کے کمالات نہ تقریر مین آ سکتے ہین۔ نہ تحریر مین اشارہ اس طرف ہو کہ عشاق کے کلام مین جو کچھ محبوب حقیقی کی شان مین وارد ہوتا ہے۔ اُسکو عبارت کافیہ سمجھا جاوے وہ ناتمام تعبیر ہوتی ہو اسلئے نہ حق تعالیٰ سے اعتقاد خراب کرے نہ عشاق سے فافہم قال رح

نہ این زبان دل حافظ در آتش طلب ست	کہ داغدار ازل ہمچو لالۂ خود رو ست

یعنی میرا عشق و طلب امر مستانف نہین بلکہ مقدر ہے۔ اشارہ اس طرف ہو کہ کمالات مین اپنے اکتساب کو موثر نہ سمجھے بلکہ حقیقی علت اسکی مشیت و موہبت ہی جیسے لالہ خود رو کہ مزروع نہین ہوتا محض قدرتی چیز ہے۔

غزل قال رح

دل سراپردۂ محبت اوست	دیدہ آئینہ دار طلعت اوست

طلعت بمعنی طلوع و ظہور مراد آیات صنع و قدرت من حیث انہا آیات یعنی دل محبوب حقیقی کی محبت سے اور آنکھہ اُسکی آیات قدرت کے مشاہدہ سے لبریز ہے۔ اُس مین ترغیب ہو تحصیل مقامات و علوم محمودہ کی کہ محبت مقام ہے۔ اور مشاہدہ آیات للاعتبار نہ للاستدلال علم مطلوب ہے۔ قال رح

من کہ سر در نیا درم بدو کون	گردنم زیر بار منت اوست

حاصل اسکا یہ ہے۔ کہ مین دونون عالم کی طرف التفات نہین کرتا اور اپنے محبوب کا ممنون ہون اور اسکی دو تقریرین ہو سکتی ہین ایک یہ کہ اول مصرع علت اور دوسرا معلول دوسرے اسکا عکس یعنی چونکہ مین دونون عالم سے مستغنی ہون اسلئے محبوب کا ممنون ہون کہ اُسکی عنایت سے یہ نعمت میسر ہوئی یا یون کہا جاوے کہ چونکہ مین محبوب کا ممنون اور اُسکا محب ہون اسلئے دونون عالم سے مستغنی ہون اور اس استغنا و عدم التفات سے مراد یہ ہے کہ درجہ استحضار مین اُسکی طرف التفات نہین ورنہ آخرت ایکدرجہ مین مطلوب ضرور ہی گو بالعرض ہی چنانچہ کہا گیا ہے ع عاشقان جنت برائے دوست میدارند دوست قال رح

تو و طوبے و ما و قامت یار	فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

یہ خطاب ہے زاہد کو کہ تو جنت کا طالب ہی اور ہم محبوب حقیقی کے پس یہ شعر بھی قریب قریب شعر اول کے ہی اور گو جنت زاہد کو بھی مطلوب بالذات نہین۔ مگر ظاہر ہو کہ بہ نسبت عاشقون کے زاہد کو جنت کا استحضار زیادہ ہے

قال رح

دور مجنون گذشت و نوبت ماست	ہر کسے پنج روزہ نوبت اوست

اس شعر کی تین غرضین ہو سکتی ہین. ایک یہ کہ کوئی شخص اپنی طلب و محبت پر مغرور نہ ہو کیونکہ عشاق ہر زمانہ مین ہوا کئے ہین. دوسرے یہ کہ ترغیب ہو تحصیل عشق کی کہ عشق و طلب کا چرچا ہر زمانہ مین رہا ہے. تم کو بھی اُسکی تحصیل مین سعی کرنا چاہیئے. تیسرے یہ کہ محبوب کا حسن دائم ہے اور عشاق فنا ہوتے چلے جاتے ہین اور میرے نزدیک یہ تیسرا اقرب ہے. قال رح

منکہ باشم دران حرم کہ صبا   پردہ دار حریم حرمت اوست

قاصد کو باعتبار سبک روی و تبلیغ خبر کے صبا سے تشبیہ دیا کرتے ہین کہ وہ بھی خفیف السیر و ناقل روائح و شمائم ہوتی ہے یہان مراد ملائکہ یا انبیاء علیہم السلام ہین یعنی جب محبوب حقیقی کی عظمت کا ادراک و معرفت مرتبہ کنہ ذات مین ایسے مقدسین و مقربین کو حاصل نہین بلکہ وہ بھی پردہ کے باہر ہین کما قال سید البشر علیہ صلوٰۃ لاتحصی ولاتحصر لااحصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک اس مین تعلیم ہے کہ وانت من حیث الذات کا ادراک محال ہے. اسکی فکر مین نہ لگے کما قال رح ؎ عنقا شکار کس نشود دام بازچین + کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را + قال رح

من و دل گر فدا شویم چہ باک   غرض اندر میان سلامت اوست

مطلب یہ کہ اگر من یعنی احوال جسمیہ از قبیل قوت و نشاط اور دل یعنی احوال قلبیہ از قبیل لذت و انبساط فانی و زائل ہو جاوین تو کچھ غم نہین جیسا اکثر ناواقف احوال کو مقصود سمجھتے ہین. احوال قلبیہ کو بالذات اور جسمیہ کو اُن احوال قلبیہ کی تحصیل کے لئے اور اُن کی کمی سے تنگ اور پریشان ہوتے ہین اس شعر مین اس خیال کی غلطی ارشاد فرماتے ہین. کہ انکا کچھ غم نہ کرنا چاہیئے. کیونکہ احوال اختیاری نہین اور امور غیر اختیاریہ مقصود نہین اصل مقصود تعلق و قرب محبوب ہے جو وابستہ ہے ذکر و طاعت کے ساتھ سلامت اوست سے یہی مراد ہے یعنی سلامت تعلق او کما قال العارف الرومی رح فے التوحید ؎ جملہ شان پیدا و ناپیدا ست باد + آنکہ ناپیدست ہرگز کم مباد + ای از دلم کز افسوس مرشدی رح و فی ہذا المعنی قال الرومی ؎ روزہا گر رفت گو رو باک نیست + تو بمان ای آنکہ چون تو پاک نیست + روزہا اے احوال و مواجید وغیرہا

بے خیالش مباد منظر چشم   زانکہ این گوشہ خاص خلوت اوست

مطلب ظاہر ہے کہ دوام ذکر و مشاہدہ کی تمنا کرتے ہین اور چشم سے مراد بصیرت ہے اسی لئے نہین دل اسکو خلوت اسلئے کہا کہ قلب مین دوسرے کی گنجائش نہین اور بعض نسخون مین خلوت کی جگہ دولت ہے مراد ملک حق. قال رح

گر من آلودہ دامنم چہ عجب   ہمہ عالم گواہ عصمت اوست

مطلب ظاہری تو یہ کہ حساد جو مجھپر محبوب کے معاملہ مین تہمتین لگاتے ہین تو میرا ملوث ہونا تو عجب نہین اگر وہ تو پاک دامن ہے اس سے استدلال ہو سکتا ہے ان تہمتون کے کذب ہونے پر اور یہان اشارہ عجب نہین کہ ایک مسئلہ حقیقت کی طرف اشارہ ہو جسکو اہل کلام نے بیان کیا ہے وہ یہ کہ عبد سے جو صدور قبائح کا ہوتا ہے اور اہل حق

خیالونا اُن قبائح کا حق تعالیٰ کو کہتے ہین اس سے کوئی نقص ذات حق مین لازم نہین آتا کیونکہ صدور قبائح کا قبیح ہے جس سے عبد کو آلودہ دامن کہینگے اور وہ کچھ عجیب اور مستلزم محذور نہین لیکن خلق قبائح کا قبیح نہین ہے اسکی نزاہت باتفاق اہل ملل علے حالہا ہے۔

ہر گلے نو کہ شد چمن آرائے	اثر رنگ و بوی صحبت اوست

صحبت سے مراد تعلق تکوینی مطلب یہ کہ جو کامل عالم مین ظاہر ہوتا ہے وہ محبوب حقیقی کی صنعت کا طفیل ہے یعنی کامل حقیقی وہی ہے دوسرا کوئی قابل طلب التفات نہین۔ پس اس مین ترغیب ہوئی اعراض ما سوا سے قال رح

نقد ظاہر مبین کہ حافظ را	سینہ گنجینہ محبت اوست

مقصود یہ ہے کہ اہل اللہ کی بے سروسامانی سے اُن کی تحقیر نہ کرے اُن کے پاس بڑا خزانہ محبت و معرفت آلہیہ کا موجود ہے۔ غزل

آن سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست	چشم میگون لب خندان دل خورم با اوست
گرچہ شیرین دہنان پادشہانند و لے	آن سلیمان زمان ہست کہ خاتم با اوست
روی خوبست و کمال ہنر و دامن پاک	لاجرم ہمت پاکان دو عالم با اوست
خال مشکین کہ بران عارض گندم گون ست	سر آن دانہ کہ شد رہزن آدم با اوست
دلبرم عزم سفر کرد خدا را یاران	چہ کنم با دل مجروح کہ مرہم با اوست
با کہ این نکتہ توان گفت کہ آن سنگین دل	کشت مارا و دم عیسے مریم با اوست
حافظ از معتقدان ست گرامی دارش	زانکہ بخشائش بس روح مکرم با اوست

اس غزل کے شعر چہارم کی ترکیب محتاج تنبیہ ہے اسلئے لکھتا ہون خال مشکین اپنے مابعد کی صفت سے ملکر مبتدا ہے۔ اور مصرع ثانی اُسکی خبر ہے اور با او مین ضمیر او راجع ہے۔ طرف مبتدا کے۔ اور اس غزل کو ظاہر سے منصرف کرنا میرے نزدیک تکلف ہے ظاہر ہی ہے۔ کہ یہ مضمون شاعرانہ ہے۔ اور محبوب ظاہری کے باب مین جو رنگ مین ملیح ہوگا۔ اس مین اہل نظر کا ذوق مختلف ہوتا ہے۔ بہرحال حاصل یہ ہے کہ میرا محبوب ملیح کہ تمام عالم کی شیرینی وحلاوت اُسمین مجتمع ہے (یہ مبالغہ ہے) اُسکے پاس یہ چیزین ہین چشم میگون لب خندان دل خورم (یعنی لوازم محبوبیت) اور وہ میرا محبوب اور محبوبون سے وہ نسبت رکھتا ہے جو سلیمان علیہ السلام دوسرے سلاطین سے نسبت رکھتے ہین میرے محبوب کی چونکہ صورت بھی اچھی ہے اور صاحب ہنر یعنی جامع صفات حمیدہ بھی ہے اور اُسکے ساتھ عفیف بھی ہے اسلئے دونون عالم کے پاکون کی توجہ اُسکی طرف ہے (یہ مطلب نہین کہ دُنیا والون کی بھی اور ملکوت والون کی بھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ دُنیا ہی مین جو دو طرح کے پاک لوگ موجود ہین بعضے وہ جو دنیادار کہلاتے ہین اور محرمات سے بچتے ہین اور بعضے وہ جو دیندار کہلاتے ہین اور محرمات سے بچتے ہین پس دونون عالم والون سے مراد اہل دنیا اور اہل دین رہا یہ کہ جب اُنکی توجہ اہل حسن کی طرف ہوئی تو وہ پاک کہان رہے سو بات یہ ہے

کہ توجہ کے اقسام مختلف ہین ایک وہ جسمین شائبہ شہوت کا ہو وہ بے شک پاکی کے خلاف ہے اور ایک وہ
جسمین شائبہ شہوت کا نہ ہو مگر طبعی امر ہے کہ شئے مستحسن سے قلب کو انبساط ہوتا ہی اور شئے مستقبح سے انقباض
ہوتا ہے۔ خواہ وہ غیر آدمی ہو جیسے صاف کپڑے کو دیکھکر فرحت ہوتی ہے اور میلے کپڑے کو دیکھکر کدورت ہوتی
ہے۔ یا آدمی ہو جیسے حضرت مرزا مظہر جانجانان رحمتہ اللہ علیہ ایام شیر خوارگی مین بدشکل آدمی کی گود مین نہ جاتے
تھے پس اس توجہ سے مراد یہ انبساط ہے اور یہ پاکی کے خلاف نہین۔ مگر دونون مین فرق کرنا سخت دشوار ہی
بالخصوص اول نظر مین اس لئے عوام کو مطلق نظر و التفات سے روکنا واجب ہوگا۔ اور چونکہ یہ دوسری توجہ
شائبہ معصیت و شہوت سے پاک ہے اور مخصوص ہے پاک لوگون کے ساتھ اس لئے اگر اس استحسان کے
ساتھ اس حسین آدمی مین اخلاق محمودہ اور عفت نہ ہو جنکا نہ ہونا مقتضی ہے پاک لوگون کے تنفر و انقباض کو
اور مانع ہے توجہ سے اس صورت مین وہ استحسان موجب توجہ ان حضرات کا نہ رہیگا بخلاف توجہ شہوانی کے
کہ وہ اس صورت مین بھی ہوگی بلکہ زیادہ ہوگی سو فرماتے ہین کہ چونکہ میرا محبوب جامع حسن صورت و حسن سیرت کا
ہے۔ اسلئے پاک لوگون کو اُس کی طرف دوسری قسم کی توجہ ہے خوب سمجھہ لیا جاوے آگے فرماتے ہین کہ) اُس کا
وہ خال مشکین جو اُس رخسارہ گندم گون پر ہے۔ اُس کی یہ شان ہے کہ جو دانہ آدم علیہ السلام کا راہزن ہوا
تھا اُس دانہ کا سرا اس خال سے ملا ہوا ہے (جس سے اسکا ہمین یہ اثر آگیا ہے کہ یہ خال بنی آدم کا رہزن
ہوگیا ہے کہ لوگ اُسپر مفتون و شیدا ہوتے ہین) اور میرے محبوب نے کہین کے سفر کا ارادہ کیا ہے۔
یارو خدا کے لئے تبلاؤ مین اس دل مجروح کا کیا علاج کرون کہ اسکا مرہم تو (کنایہ دیدار سے ہی) اس محبوب کے
پاس ہے (اور وہ سفر مین جاتا ہے۔ پھر یہ دل بے مرہم رہجاویگا) اور یہ باریک مضمون کس سے کہا جاسکتا ہی
کہ اس سنگین دل نے ہم کو قتل کر ڈالا حالانکہ انفاس مسیحائی اُسکے پاس ہین (جنکا مقتضا احیاء ہی اور
اسی لئے اسکو باریک مضمون کہا کہ ظاہر جمع بین الضدین ہے۔ کہ سبب احیا سبب اماتت ہوجاوے) حافظ
تمھارے ماننے والون مین ہے اُسکی خاطر کیا کرو کیونکہ (علاوہ عقیدتمندی کے ایک اور سبب بھی اُسکے اکرام کا
ہے وہ یہ کہ) بہت سے بزرگ روحون کی مہربانی اُسکے حال پر ہے (اگر ان ارواح سے مراد ارواح احیا ہین
تب تو معنے ظاہر ہین کہ بہت سے اچھے اچھے لوگ اُسکی بزرگداشت کرتے ہین وہ ایسا آدمی نہین جس سے
تمکو تنفر ہو اور اگر ارواح اموات مراد ہین تو یہ موقوف ہی اثبات فیضان ارواح پر جو اپنے محل مین ثابت ہی
اور غیاث مین روح مکرم جبریل علیہ السلام کو لکھا ہے مگر لفظ بس چونکہ تعدد پر دال ہی معنی یہ ہونگے کہ بہت
سے جبریل صفت بزرگون کی عنایت اُسکے حال پر ہے۔ اور اگر ان اشعار کو محبوب ظاہری سے منصرف کرکے
کلام عارفانہ بنایا جاوے تو غایت مافی الباب مرشد کو خطاب ہو سکتا ہے جس مین بعض اشعار بے تکلف درست
ہوجاتے ہین اور بعض کسیقدر تکلف سے جس مین زیادہ تامل کی ضرورت نہین اسی واسطے انطباق کی تقریر
مفصل کی حاجت نہین سمجھی گئی واللہ اعلم۔ مثلاً شعر اول مین سیاہ چردہ سے اشارہ ہوگا کہ کمالات اس شہر

کے نظر عوام سے مستتر ہین جیسا حسن ملیح کا کہ خفی ہوتا ہے بمقابلہ حسن صبیح کے یا اس وجہ سے کہ حسن ملیح بہ نسبت حسن صبیح کے متمکن ہوتا ہے اشارہ ہو مرشد کے صاحب تمکین ہونے کی طرف۔ اور مثلاً شعر چہارم مین خال مشکین سے مراد لوازم بشریت جو ناشی ہین ظلمات ہیولی سے سو بشہ کامل مین لوازم بشریت کا خلط صفات ملکوتیہ کے ساتھ عجب لطف دیتا ہے بہ نسبت ملکیت محضہ کے کیونکہ صفات ملکیہ کا ظہور با وجود موانع کے دلیل زیادہ کمال کی ہے۔ غزل۔

دارم امید عاطفتے از جناب دوست	کردم جنایتے وامیدم بعفو اوست
دانم کہ بگذرد ز سر جرم من کہ او	گرچہ پری شست ولیکن فرشتہ خوست

یہ دونون شعر مقام رجا کے ہین کہ مجھکو حضرت محبوب حقیقی سے امید رحمت کی ہے۔ مین نے گناہ تو کیا ہے لیکن اُسکے عفو کی اُمید ہے مین جانتا ہون کہ وہ میرے جرم سے درگذر فرمائیگا۔ کیونکہ اگرچہ اُسمین صفات جلالیہ وقہریہ بھی ہین لیکن ساتھ ہی صفات جمالیہ ولطیفہ بھی ہین (پری چون از نار باشد کہ مہلک است کنایہ از قہر شد وفرشتہ چون از نور باشد کہ مربی ست کنایہ از لطف شد)

بے گفتگوئے زلف تو دل را ہمی برد	با زلف سرکش تو کرا روئے گفتگوست

زلف کنایہ از جذبہ غیبی و گفتگو کنایہ از دعوی استحقاق یعنی کوئی شخص اس قابل نہین کہ استحقاق انجذاب کا دعوی کرے کیونکہ کسی کے پاس ایسا عمل نہین محض آپ کا فضل ہے کہ جسپر عنایت ہوتی ہی اسکو منجذب فرما لیتے ہین۔ ویویدہ من الحدیث قولہ علیہ السلام ما من کم احد یدخل الجنۃ بعملہ قالت عائشۃ ؓ ولا انت یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ اھ اور بعض نسخون مین باروی دلکش ہے۔ اشارۃ ہی بطرف قرب و مشاہدہ مقصود کے یعنی اگر جذبہ ہوتا تو شاہد و وصول کا مستحق اور مدعی کون ہوسکتا تھا محض آپ کا جذبہ ہی موصل ہے۔

عمریست تا ز زلف تو بوئے شنیدہ ایم	زان بوئے در مشام دل ما ہنوز بوست

حاصل یہ ہے کہ جب سے ہم عاشق ہوئے ہین وہ عشق بحالہ باقی ہے۔ اسمین تغیر وزوال نہین آیا اشارہ ہی اس مسئلہ کی طرف الفانی لا یرد ۔

ہیچ است آن دہان کہ ندیدم ازو نشان	موئیست آن میان وندانم کہ آنچہ موست

دہان ومیان کنایہ از صفات ست دہان از صفاتیکہ آثارش در مصنوعات ظاہرست چنانچہ در حزب اعظم ست اسئلک باسمک الذی وضعتہ علی الارض فاستقرت وعلی السموات فاستقلت وعلی الجبال فرست واسئلک باسمک الذی استقر بہ عرشک وباسمک الذی وضعتہ علی النہار فاستنار وعلی اللیل فاظلم ومیان از صفاتیکہ آثارش در مصنوعات ظاہر نیست کہ بسیارے از اسماء وصفات در علم غیب خاص مخزون ومکنون ست چنانچہ در حصن حصین آمدہ۔ اسئلک بکل اسم ھو لک

سمیت به ونفسک او انزلته فی کتابک او علمته احدا من خلقک او استاثرت به فی علم الغیب عندک ولا یرد علی عدم ظهور بعض الاسماء والصفات ما یقال ان الاسماء بجبلتها تقتضی الظهور فما المراد بہی الاسماء التی ظہرت آثارہا فی الاکوان لان ہذا القول ایقال البیان حکمته وجود الاکوان فتخصیص بالاسماء التی لہا دخل فی ہذا الوجود وہذا الاقتضاء للظہور لیس اضطراریا بل ہو داخل تحت المشیته فما اراد اقتضاءہ اقتضی وما لا فلا فافہم فان المقام مطرح الانظار ومزل الافکار واللہ اعلم بحقائق الاسرار مطلب یہ ہوا کہ صفات حق سبحانہ وتعالیٰ کی کنہ کسی کو مدرک نہین ہوئی جو کچھ علم ہے باتوجہ ہے یہ مسئلہ تصوف وکلام مین مشترک ہے۔ س

دارم عجب از نقش خیالش کہ چون نرفت از دیدہ ام کہ دمبدمش کار شست وشو ست

ترجمہ ظاہر ہے اشارہ اس طرف ہی کہ محبت جب دل مین رسچ جاتی ہی پھر اسکا زوال نہین ہوتا جیسا حدیث مین ہی لکن لک الایمان اذا خالط بشاشتہ القلوب اور رونے سے جو کچھ جوش مین کمی معلوم ہوتی ہی وہ بعض آثار عارضہ مین ہوتی ہے محبت مین نہین۔ س

چندان گریستیم کہ ہر آنکس کہ برگذشت از دیدہ ام چو دید روان گفت این چہ جوست

قولہ برگذشت اے برمن۔ قولہ چو دید روان ای اشک را باقی ظاہر ست۔ اس مین اشارہ ہے بعض الوان محبت کی طرف کیونکہ اہل محبت مین سے کسی پر شوق کا غلبہ ہوتا ہے کسی پر انس کا کسی پر ہیبت کا کسی پر حزن کا عجب نہین کہ صاحب دیوان پر غلبہ شوق کا ہو جس سے گریہ غالب رہتا ہے۔ س

ما سر چو گوی بر سر کوی تو باختیم واقف نشد کسیکہ چہ گویست وانچہ کوست

اسمین یا تو اسطرف اشارہ ہی کہ بعض الوان محبت کا کسیکو ادراک نہین ہوتا جیسے اکثر منتہیون کی حالت ہوتی ہے کہ غایت لطافت وعلو احوال باطنیہ کے سبب عوام سے بھی ممتاز نہین ہوتے وہذا احد وجوہ قولہم فی تفسیر النہایۃ ہی الرجوع الی البدایہ۔ اور یا اسطرف اشارہ ہے کہ مطلقاً نسبت بین العبد وبین اللہ کی کنہ دوسرے شخص کو مدرک نہین ہوتی گو بعض مین بعض آثار کا بعض کو ادراک ہو جاوے وہذہ النسبۃ ہی الولایۃ التی قیل فیہا

میان عاشق ومعشوق رمزیست کراماً کاتبین راہم خبر نیست

حافظ بدست جال پریشان تو وے بر باد زلف یار پریشانیت نکوست

یعنی گو یہ پریشانی ظاہرا قبیح معلوم ہوتی ہے لیکن اسکی یاد مین یہ مستحسن ہے۔ اشارہ اس طرف ہی کہ سالک قبض سے اور بعض احوال وواردات سے گو بہت تنگ وپریشان ہوتا ہے۔ حتے کہ بعض نے خودکشی کرلی ہی۔ لیکن واقع مین وہ اس کے حق مین بہتر ہے یا تو اس لئے کہ انجام اُس کا بسط وجمعیت ہے اور یا اس لئے کہ قطع نظر انجام سے خود وہ اپنی ذات مین بھی اسکے لئے مصلحت ہی کیونکہ خود سالک کو معلوم نہین ہوتا کہ میری تربیت کس طریق سے مناسب ہی حق تعالیٰ حقائق امور پر مطلع ہین جس طرح اُسکے لئے مصلحت ہوتی ہی اس کی تربیت فرماتے ہین مثلاً ممکن ہے کہ بسط سے اُسکو عجب ہو جاتا اور قبض سے تذلل وانکسار ہوگا بالکل طبیب ومریض کا سا قصہ ہے

غزل

یارب این تاثیر دولت از کدامی کوکبست	آن شب قدری کہ گویند اہل خلوت امشبست

ظاہر اً یہ شعر حالت بسط کا ہے اور گو بسط فی نفسہ مطلوب نہین لیکن اُسپر مسرت ہونا امر طبعی ہے اور امور طبعیہ کا حالت کمال مین بھی انفکاک نہین ہوتا۔ اور دوسرے مصرع مین کہ بعنوان تعجب ہو اشارہ اِس طرف ہو سکتا ہے کہ واردات کو اپنا استحقاق اور اپنے اعمال وطاعت کا ثمرہ نسمجھے بلکہ اپنے کو اُسکا اہل نہ سمجھکر خدا تعالیٰ کا فضل جانے جیسا تعجب سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اور نسبت کرنا کوکب کی طرف بنا ہے علی المشہور شاعری ہے۔

ہر دمے در حلقۂ ذکر یارب یارب ست	تا بگیسوی تو دست ناسزایان کم رسد

ترجمہ کا حاصل تو یہ ہے۔ کہ اسے محبوب تیرے ہر حلقۂ زلف مین جو عشاق کے قلوب پھنس رہے ہین وہ یارب یارب کے ذکر مین اسلئے مشغول ہین کہ تیرے گیسو تک نا اہلون کا ہاتھ نہ پہونچے اور اس نام کی برکت سے وہ محفوظ رہے۔ یا یہ کہ مقصود اس یارب سے یہ دعا ہے۔ کہ یارب نا سزایان را دسترس بگیسوے محبوب مباد تو توجیہ اور بھی ظاہر ہے اور اشارہ اس معنی کی طرف ہوسکتا ہے۔ کہ طریق وصول مین جو طالبین کے لیے اسباب ہدایت ہین وہ معاندین کے لیے سامان ضلالت ہین۔ کما قال تعالی یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا وقال تعالی فاما الذین امنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم۔ تقریر کلام کی یہ ہوگی کہ حق تعالی کے طالبین ومحبین ومؤمنین جو ذکر وطاعت مین مشغول ہین معترضین ومعاندین وکفار جو کہ نا اہل ہین اُسکو دیکھ کر سن کر اور بھی حق سے بعید ہوتے جاتے ہین پس اس سببیت کو مبالغۃً بعنوان غائیت بیان کر دیا کیونکہ ظاہر ہے کہ طاعت وایمان کی غایت تو یہ نہین ہے کہ دوسرے گمراہ ہون لیکن چونکہ بواسطہ یہ اُسکی طرف مفضی ہو جاتا ہے۔ پس گویا مشابہ اس کے ہوگیا کہ گویا اسی غرض سے طاعت وایمان مین مشغول ہین۔ اور اس مسئلہ کے اظہار سے اس تعلیم پر تنبیہ ہوگی کہ ایمان وطاعت وذکر وغیرہ کو اپنے علم واستعداد کی طرف منسوب نہ کرے۔ کیونکہ اگر یہ امور علت تامہ ہوتے تو کفار مین معلول کیسے متخلف ہوتا بلکہ محض حق تعالی کی نعمت اور اُسکا فضل سمجھے۔ سہ

صد ہزارش گردن جان زیر طوق غبغب ست	کشتۂ چاہ زنخدان توام کز ہر طرف

صد ہزار مبتدا اور شین مضاف الیہ جواز راجع بصد ہزار و مالبعد اوخبر ہے یعنی صد ہزاران مردم چنین ست کہ گردن جان ایشان زیر طوق غبغب ست۔ مطلب یہ کہ جونکہ لاکھون تیرے عشق مین گرفتار ہین مین بھی گرفتار ہون۔ اگر یہ ترتیب محض ذکری باعتبار تقدم وتاخر وجود کے ہے تب تو توجیہ ظاہر ہے اور اگر یہ ترتیب علیہ ہے تو اشارہ اس طرف ہوسکتا ہے کہ عاشق کو دیکھ کر بھی عشق پیدا ہو جاتا ہے اور ایک ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ شین مضاف الیہ غبغب کا ہو راجع بہ زنخدان باضافت بیانیہ یعنی ہزاران گردن جان زیر طوق غبغب آن چاہ زنخدان ست۔ سہ

تاب خوی بر عارضش بین کافتاب گرم رو — در ہوای آن عرق تا ہست ہر روزش تپ ست

تاب فروغ. خوی عرق. عارض رخسارہ. قاعدہ ہی کہ محبوب کے چہرہ پر پسینہ آنے سے حسن افزون معلوم ہوتا ہے
مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب اُسکے حسن کو دیکھو کہ جب سے افتاب اس عرق عارض کے عشق مین مبتلا ہوا ہے اُسکو
گرمی عشق سے تپ ہو گئی ہے حاصل یہ ہے کہ محبوبان مجازی حسن و جمال مین محبوب حقیقی کے سامنے کالعدم
ولاشئے اور اپنی صفت مین اُسکی طرف مفتقر ہین. غرض اس سے یہ ہوسکتی ہے کہ طالب حقیقت کو ماسوے
اللہ سے استغنا چاہیئے. قال الشیخ الشیرازی. بر عاشقان جز خدا ہیچ نیست + ـــہ

اندران موکب کہ بر پشت صبا بندند زین — با سلیمان چون برانم من کہ مورم مرکب ست

ترجمہ لفظی یہ ہے کہ جو جماعت کہ پشت صبا پر زین باندھنے والے یعنی چلنے والے ہین اُس جماعت مین سلیمان
علیہ السلام کی برابری مجھ جیسے شخص سے جسکی سواری ایک مور ضعیف ہے کب ہوسکتی ہے اور مقصود معنوی
یہ معلوم ہوتا ہے. کہ عشاق گرم رو عالی ہمت کے مجمع مین عارف کامل کی برابری مجھ کم ہمت کم قوت سے کب
ہوسکتی ہے. اس مین تعلیم ہے کہ خواہ آدمی کیسا ہی صاحب کمال ہو جاوے. مگر کاملین سے بالخصوص
مرشد سے اپنے کو ہمیشہ کمتر سمجھے نہ مثل کم ظرفون کے کہ اپنے کمال کے معتقد ہو کر سب سرمایہ
برباد کر دیتے ہین. ـــہ

شہسوار من کہ مہ آئینہ دار روی اوست — تاج خورشید بلندش خاک نعل مرکب ست

شہسوار مع مضاف الیہ وصفت مبتدا و مصرع ثانیہ خبر او. و آئینہ دار خادمیکہ خدمت آئینہ سپرد او باشد مثل
موتراشان. مطلب یہ کہ میرا وہ شہسوار کہ چاند اُسکا خادم اور غلام ہے ایسا ہے کہ تاج خورشید اُسکے نعل
مرکب کی خاک ہے. اُس سے بھی مثل شعر تاب خوی بر عارضش الخ کے وہی محبوب حقیقی کا محتاج الیہ اور محبوبان
مجازی کا محتاج ہونا مقصود ہے. ـــہ

آب حیوانش ز منقار بلاغت می چکد — زاغ کلک من بنام ایزد چہ عالی مشرب ست

ش مضاف الیہ بلاغت و راجع بسوی زاغ و در کلام تقدیم و تاخیر ست. یعنی زاغ کلک من چہ عالی مشرب ست
کہ آب حیوان بلاغتش می چکد و بنام ایزد و برای تعظیم میگویند و تشبیہ کلک بزاغ شاید کہ باعتبار سیاہی باشد
ترجمہ لفظی ظاہر ہے مقصود معنوی یہ ہوسکتا ہے کہ میرا قلم نہایت بلند مرتبہ ہے کہ اُس سے مضامین حقائق
و معارف سرزد ہوتے ہین. اس مین ترغیب و تحسین ہے. اس فن شریف کی تاکہ اُسکو حاصل کرین کیونکہ
علم ہی زینہ عمل ہے. اور صوفی جاہل مسخرہ شیطان ہے.

من نخواہم کرد ترک لعل یار و جام مے — زاہدان معذور داریدم کہ اینم مذہب ست

مطلب یہ کہ مجھ سے طریق عشق ترک نہ ہوگا زاہد لوگ مجھکو معذور سمجھین. یہ بات مقرر ہے کہ وصول الی اللہ کے
طرق حسب اختلاف استعداد مختلف ہین اُن مین ایک طریق زہد کا ہے ایک طریق غلبہ شورش عشق کا ہے.

اس لئے ایک کو دوسرے پر اعتراض کا حق نہین مگر یہ سب طریق دائرہ شریعت سے خارج نہین کہ اُس سے خروج ضلالت وخسران ہے۔ ۵

آنکہ ناوک زنے پر چشمی بر دل حافظ زند ۔۔۔ قوت جان حافظش در خندۂ زیر لبست

قوت بروزن حوت غذا و شین مضاف الیہ لب۔ حاصل مطلب یہ کہ اگر محبوب کی تجلی جلالی سے مین کشتہ ہوجاتا ہون جیسا قبض مین تو اُسکی تجلی جمالی سے زندہ بھی ہوجاتا ہون جیسا بسط مین پس اس مین اشارہ ہوسکتا ہے کہ دونون حالتون مین راضی رہے کہ دونون حالت مین اُسی کے ساتھ نسبت ہے۔ قال العارف الرومی سہ چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بین + تازہ باش و چین میفگن بر جبین +

غزل

سینہ ام زآتش دل در غم جانانہ بسوخت ۔۔۔ آتشے بود درین خانہ کہ کاشانہ بسوخت

تنم از واسطۂ دوری دلبر بگداخت ۔۔۔ جانم از آتش مہر رخ جانانہ بسوخت

ان اشعار مین بعض آثار عشق کے بیان کئے گئے ہین جو بعض احوال مین بسبب حزن یا شوق یا قبض کے پیش آتے ہین اور ترجمہ ظاہر ہے۔ ۵

ہر کہ زنجیر سر زلف پریروئے تو دید ۔۔۔ شد پریشان و دلش بر من دیوانہ بسوخت

اسمین بیان ہے اُسکا کہ جو خود عشق مین مبتلا ہوتا ہے۔ اُسکو دوسرے عشاق کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اور جو اس سے بے بہرہ ہین وہ عشاق پر اعتراض کیا کرتے ہین۔ اور ترجمہ ظاہر ہے۔ ۵

سوز دل بین کہ زبس آتش و اشکم دل شمع ۔۔۔ دوش بر من ز سر مہر چو پروانہ بسوخت

آتش سے مراد سوختگی اور اشک سے مراد گریہ۔ اس مین بیان ہے اپنی عاشقی کی شدت تاثیر کا۔ یعنی میری سوختگی وگریہ کی کثرت سے وہ لوگ بھی متاثر ہوئے جو خود دوسرون کے دلربا ومحبوب ہین اور یہ شعر بالا کے معارض نہین کیونکہ علم بالکنہ عشق کا تو عاشق ہی کو ہوتا ہے۔ اور علم بالوجہ غیر عاشق کو بھی ہوسکتا ہے اور مطلق تاثر وترحم کے لئے علم بالوجہ بھی کافی ہے۔ ۵.

چون پیالہ دلم از توبہ کہ کردم بشکست ۔۔۔ چون صراحی جگرم بے مئے وپیمانہ بسوخت

مراد توبہ سے ضبط کرنا اور ظاہر نہ کرنا آثار عشق کا۔ اور مے وپیمانہ سے مراد اسباب عشق جیسے اسکا تذکرہ وچرچا مطلب یہ کہ بعض ناصحین کے کہنے سے جو اسباب ترقی عشق کو ترک کیا اور آثار عشق کے ظاہر ہونیسے اپنے کو ضبط کیا تو میرا دل پیالہ کی طرح پاش اور میرا جگر خشک صراحی کی طرح تفتہ ہوگیا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ بعض احوال مین ضبط مقدور یا مناسب نہین ہوتا۔ والتفصیل لیس ہذا محلہ۔ اور پیالہ وصراحی کے جمع کا لطف شاعرانہ ظاہر ہے۔ ۵

ماجرا کم کن و باز آ کہ مرا مردم چشم ۔۔۔ خرقہ از سر بدر آورد و بشکرانہ بسوخت

خرقہ از سر بر آوردن کنایہ ہے بیحیا بنجانے سے جسطرح ہمارے محاورہ مین بولتے ہین کہ فلان شخص نے تو بالکل کپڑے ہی اُتار کر رکھدیئے یا فلان شخص تو بالکل ننگا ہی ہوگیا یا فلان شخص نے ایسی حرکت کی کہ دیکھنے والونکے کپڑے سے اُترے جاتے تھے یعنی ایسا انقباض ہوتا تھا جیسے کپڑے اُترنے سے ہوتا ہے اور چونکہ اکثر حیا کی نسبت آنکھ کی طرف ہوتی ہے اسلئے سر برآوردن کی اسناد مردم چشم کی طرف کی گئی۔ اسمین خطاب ہے ملامتگر کو یعنی تم مجھسے زیادہ بحث نہ کرو اور اپنی حالت اصلیہ کی طرف کہ سکوت ہے رجوع کرو کیونکہ مین نے تو حیا و شرم کا لباس اُتار کر حصول عشق کے شکرانہ مین جلا پھونک دیا ہے، تو تمہاری ملامت درباب عشق کے مجھکو کارگر نہ ہوگی۔ یہان حیا و شرم سے مراد ننگ و ناموس دنیوی ہے جو عشق سے زائل ہوجاتی ہے کما قال الرومی رحمہ شاد باش ای عشق خوش سودائے ما + وے طبیب جملہ علتہائے ما + ای دوائے نخوت و ناموس ما + اے تو افلاطون و جالینوس ما + اور سوختن کو شکرانہ سے مناسبت یہ ہے کہ اکثر عوام عزیز دنکے آنے کے وقت دفع نظر بد کے لئے اسپند وغیرہ جلاتے ہین سو فرماتے ہین کہ مین نے حیا و شرم کو اس خوشی مین جلایا اس مین بیان ہے بعض آثار عشق کا یعنی وہ مزیل ننگ و نخوت ہے ۔

آشنای نہ غریب ست کہ دلسوز من ست	چون من از خویش برفتم دل بیگانہ بسوخت

غریب بمعنے عجیب و بعید و تقدیر کلام چنین ست کہ عجیب و بعید نیست کہ آشنا دلسوز من ست الخ مطلب یہ کہ اگر کوئی میرا ہم مذاق میرا دلسوز ہو تو تعجب نہین مین تو جب مغلوب عشق ہوا جو لوگ اس مذاق سے اجنبی تھے یعنی عاشق نہ تھے وہ بھی دلسوزی کرنے لگے۔ اسکی شرح مین اس غزل کے شعر سوم و چہارم سے مدد لینا چاہیئے۔

خرقہ زہد مرا آب خرابات ببرد	خانہ عقل مرا آتش خمخانہ بسوخت

خرقہ زہد زہد ریائی و آب خرابات شراب مراد عشق و مراد از عقل عقل معاش۔ و آتش خمخانہ شراب کنایہ از عشق ترجمہ اسکا ظاہر ہے اور مطلب مثل شعر ششم اس غزل کے ہے ۔

ترک افسانہ بگو حافظ و می نوش دمے	کہ نخوردیم مئے و شمع بافسانہ بسوخت

یعنی دُنیا کی فضول قیل و قال کو ترک کرو اور محبت آلہی حاصل کرو کہ اب تک اسی زق زق بق بق مین شمع عمر گداختہ ہوگئی اور محبت آلہی حاصل نہ کی۔ اسمین ارشاد و تعلیم ہے ترک ماسوی اللہ اور اشتغال باللہ کا اور ترغیب و تخصیص ہے تو بہ پر اور بعض نسخون مین بجائے نخوردیم مئے کے نخفتیم شبے ہے یعنی شب بسبب افسانہ پردازی نخفتیم اے از گفتگوئے بے حاصل بنیارمیدیم اے دل را بترک تعلقات دنیویہ آرام ندیدیم و عمر را برباد کردیم۔ غزل۔

زاہد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست	در حق ما ہرچہ گوید جای ہیچ اکراہ نیست

ترجمہ ظاہر ہے۔ مقصود تعلیم ہے کہ معترض مدعی سے دلگیر نہ ہونا چاہیئے بلکہ اُسکے اعتراض کو محمول عدم علم پر کرنا چاہیئے۔ راز اس تعلیم میں یہ ہے کہ اعتراض کی طرف ملتفت ہونا اور اُس کے جواب مین مشغول ہونا مانع طریق ہے ۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست　　بر صراط مستقیم ای دل کسے گمراہ نیست

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اعتقاداً و عملاً صراط مستقیم پر ہو کہ وہ امر اختیاری و قصدی ہے۔ پھر حالاً اس کو خواہ کوئی امر پیش آوے قبض یا بسط۔ جمعیت یا تشویش۔ ذوق یا بے ذوقی وغیر ذلک جو کہ امور غیر اختیاریہ ہین اُن سب مین خیر ہے۔ اور یہ دلیل ضلالت عن الطریق نہین کیونکہ جن امور کا انسان مکلف نہین وہ اسباب قرب و بعد و قبول و رد نہین ہین اور غیر اختیاری کا مکلف نہین۔ ؎

تا چہ بازی رخ نماید بیذقی خواہیم راند　　عرصۂ شطرنج رندان را مجال شاہ نیست

بیذق نام مہرہ شطرنج کہ آنرا پیادہ ہم گویند وشاہ دادن وشہ دادن مغلوب کردن عرصۂ شطرنج بساطے کہ برو بازی کنند مطلب یہ ہے کہ کسی کے انکار و اعتراض و ملامت سے مین بے دل نہ ہونگا اپنے کام مین لگا رہونگا اور گو میرا عشق اور طاعت ناتمام اور ادنی درجہ کی ہو جیسا شطرنج مین بیذق مگر مین اُسی پر ثبات و دوام رکھونگا کچھ تو ثمرہ ظہور کرے ہی گا اور معترضین و معاندین کی مجال نہین کہ عشاق کو شہ دیسکین یعنی اُن کو بیدل و مغلوب کرسکین اس حکایت مین تعلیم ہے اہل سلوک کو تحمل و استقلال و صبر اور عدم التفات الی الخلاف و رجاء حصول مقصود اور اپنے مجاہدہ کو ناتمام اعتقاد کرنے کی۔ اور لفظ رخ لانے مین جو لطافت شاعری ہے ظاہر ہے۔ ؎

این چہ استغناست یارب وین چہ قادر حاکم است　　کاین ہمہ زخم نہان ہست و مجال آہ نیست

اول تین مقدمے سمجھ لئے جاوین پھر شرح شعر کی صاف ہو جاویگی۔ اول غلبہ عشق کا مقتضا ہی طلب تعجیل وصول اور اسمین تاخیر ہونے سے جو کہ مبنی ہے حکمت پر طبعًا وہ دل تنگ ہوتا ہی۔ دوم عشق مین جسقدر اُسکے آثار سوزش وغیرہا کو ضبط کیا جاوے نفع زیادہ ہوتا ہے۔ گو اظہار مین بھی معذور ہی مگر بوجہ انفع ہونے ضبط کے گویا وہ ایک درجہ مین مطلوب اور مامور بہ ہی سوم شدت ضبط کے بعد بعض اوقات بیتابی بڑھ جاتی ہے ایسی حالت مین اگر کوئی کلمہ بصورت شکوہ نکل جاوے یعنی بے ادبی نہین۔ وفیہ قال العارف الرومیؒ ؎ گفتگوی عاشقان در کار رب + جوشش عشق ست نے ترک ادب + اب مطلب شعر کا سمجھ لو فرماتے ہین کہ یہ کیسا استغنا ہی کہ ہم طلب مین مر رہے ہین اور محبوب کو جیسا التفات ہماری تمنا ہے کہ جلدی وصال میسر ہو نہین ہوتا کما بین فی المقدمۃ الاولی اور کیسا زبردست حاکم ہی کہ اندر ہی اندر عشق کے زخم لگ رہے ہین اور ضبط کی تاکید ہے کما بین فی المقدمۃ الثانیۃ اور استغنا وغیرہ کلمات کا لانا غایت بیتابی سے ہی کما بین فی المقدمۃ الثالثۃ۔ ہکذا ینبغی ان یفہم المقام کما فہمنی العزیز العلام اور بعض نسخون مین وا در حاکم کی جگہ نادر بحکمت ہے۔ ؎

چیست این سقف بلند سادۂ بسیار نقش　　زین معما ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست

سقف بلند سے مراد آسمان اور سادہ کہنا بنا بر علی القول المشہور لاہل الہیئۃ جو کہ وہ ثوابت کو فلک ثامن کہتے ہین اور سیارات کو دوسرے افلاک پر ایک ایک سیارہ ایک ایک فلک پر جیسا کہ اس آسمان دنیا پر صرف قمر ہی سوا اتنے بڑے کرہ مین ایک کوکب کا ہونا عادۃً منافی اُسکی سادگی کے نہین اور بسیار نقش کہنا باعتبار مرئی ہونے

یعنی دیکھنے مین سب کو اکثر اسی پر نظر آتے ہین سو توجیہ کلام کے لئے بنا ضعیف بھی کافی ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ حافظ رح قول اہل ہیئت کے معتقد ہون کیونکہ وہ خود اسی شعر مین تصریحاً آگاہ نیست کا حکم لگا رہے ہین۔ ترجمہ لفظی تو اس شعر کا ظاہر ہے۔ مگر مقصود مسوق لہ الکلام مین گفتگو ہے مشہور شراح مین یہ ہے کہ جملے حوادث را بگردش چرخ منسوب ازند چون بنظر تحقیقت دیدہ شود این بیچارہ محکوم امر اوست و چون بمعرفت آن کسے را راہ نیست کہ این چہ ولنسبت با وچہ پس این معمائے ست کہ ہیچکس را الفہم او راہ نیست اھ لیکن احقر کا مذاق اسکو قبول نہین کرتا کیونکہ یہ قول محض نجومیون کا ہے کہ سب حوادث آسمان کی طرف منسوب ہین باقی کوئی دانا اسکا قائل نہین اور نجومیون کا حکمار مین شمار نہین پس یہ کہنا ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست اس صورت مین نہین بنتا پھر یہ کہ چیست کہنے سے ظاہر انفی علم ماہیت کی معلوم ہوتی ہے نہ کہ نسبت حوادث کی پھر جب کوئی دلیل عقلی ان احکام نجومیہ پر قائم نہین اور اسلئے دلائل عقلیہ مین تعارض نہین تو اسکا معما کہنا کیا معنی پس احقر کے نزدیک حاصل اسکا یہ ہے کہ طالب حق کو ارشاد فرماتے ہین کہ علویات کی تحقیق مین سر کھپانا جیسا اکثر لوگون کو اسرار ملکوت ولاہوت کی تحقیق کا شوق ہوتا ہے بیکار ہے یہ اسرار تو بہت عالی وغامض ہین علویات مین جو اجسام اور مادے ہین اُن ہی کی حقیقت عقلار کو آجتک مدرک نہین ہوتی مثلاً آسمان ہی کو کسی نے موجود وہمی کہا کسی نے موجود حقیقی کسی نے سیال کہا کسی نے صلب پس طالب حق کو اپنے کام مین لگنا چاہیئے اور جیسے عقول ان احکام فلکیہ مین متحیر ومتعارض ہین اسیطرح مکاشفات اُن اسرار مین متحیر ومتعارض ہین غرض جو چیز ہماری حس اور دلیل عقلی قطعی اور نقل صحیح سے بعید اور بالاتر ہے۔ اُسمین خوض کو ترک کرنا چاہیئے من حسن السلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ ولا تقف ما لیس لک بہ علم کے عموم مین یہ بھی داخل ہین۔ ــہ

	صاحب دیوان ما گویا نمیداند حساب		کاندرین طغرا نشان حسبۃً للہ نیست

نشان حسبۃ للہ نیست یعنی نیست کہ اہل دیوان برائے غربا ومساکین رعایا در دیوان می نویسند وطغرا نشانیکہ بربالای دفتر در خط پیچیدہ باشد مراد دفتر اطلاقاً للجز علے الکل بشراح نے تو اس کے معنے عجیب وغریب لکھے ہین اے معشوق ما گویا حساب نمی داند کہ در دیوان عشق بر عاشقان بیچارہ ترحم نفرماید اس تقریر کو اگر محبوب مجازی پر چسپان کیا جاوے تو مضائقہ نہین لیکن سیاق وسباق سے یہ بعید ہے کہ دونون مین بیان ہی حقائق تصوف کا اور اگر محبوب حقیقی پر منطبق کیا جاوے۔ تو گو مثل شعر چہارم یہان بھی توجیہ کا دعوے کر سکتے ہین لیکن اسکے الفاظ اُس سے زیادہ موحش ہین کہ گنجائش تاویل کی نہین رکھتے اسلئے احقر کے مذاق مین یہ معنی معلوم ہوتے ہین کہ مراد صاحب دیوان سے محتسب ظاہر پرست ہو جو اہل حال صادق کے عذر کو نہین جانتا اور اُنپر بھی دار وگیر کرتا ہے کہ لقتنا بھی ایک قسم کا ہے پس مطلب یہ ہوا کہ ہمارے محتسب صاحب کے یہان تاویل وعذر وترحم کا باب ہی نہین ہے سبکو ایک لکڑی ہانکتے ہین اسمین اشارہ اسطرف ہے کہ اہل عذر کو معذور رکھنا اور انکو نشانہ اعتراض نہ بنانا ضروری ہے ــہ

	[illegible] خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو		گیر و دار و حاجب و دربان درین درگاہ نیست

مطلب یہ کہ جبکا جی چاہے درگاہ حق کی طرف آجاوے۔ اور اُس کی محبت و معرفت اختیار کرے جس کا جی چاہے اعراض کرے یہان نہ کوئی آتے کو روکے نہ جاتے کو ٹوکے پس گویا یہ شعر ان آیات کی شرح ہے۔ قال تعالےٰ من جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العالمین وقال تعالےٰ من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا وقال تعالیٰ ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم قال تعالیٰ ومن ینقلب علےٰ عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا پس اس مین ارشاد ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے مجاہدہ پر مغرور نہ ہو۔ حق تعالیٰ کا کوئی نفع وضر نہین ہر شخص اپنے لئے کر رہا ہے۔ س

ورنہ تشریف تو بر بالای کس کوتاہ نیست	ہر چہ ہست از قامت ناساز بے اندام ماست

بے اندام بے زیب و ناموزون چہ اندام در لغت بمعنی زیبائی و آراستگی ست۔ شیخ سعدی رح گفتہ سرو بالا قامت زیبا کہ ہست بہ پیش اندام تو ہیچ اندام نیست + مطلب شعر کا یہ ہے۔ کہ ہمارا جو کچھ حرمان ہے اپنے اعمال کی کمی سے ورنہ محبوب حقیقی کی طرف سے تو کسی کے لئے بھی دریغ نہین۔ اس مین ارشاد ہے کہ اپنے اندر کمی پانے سے محبوب حقیقی کا شکوہ دل مین نہ لاوے بلکہ اپنے اعمال کی طرف منسوب کرے بہت لوگ اس غلطی مین مبتلا ہین کہ کسی حالت مقصودہ مین کمی دیکھتے ہین تنگ ہوتے ہین اور اپنی اصلاح نہین کرتے۔ س

خود فروشان را بکوی می فروشان راہ نیست	بر در میخانہ رفتن کار یکرنگان بود

بر در میخانہ رفتن شراب نوشیدن مراد حصول دولت عشق۔ ویکرنگان مخلصان۔ وخود فروشان ریاکاران ومقابلہ اش بایکرنگان باین معنی ست کہ درریاکار دورنگ باشد معبود را امی واند مقصود خلق راد بے فروشان اہل عشق مطلب ظاہر ہے کہ حصول دولت عشق اخلاص پر موقوف ہے ریاکارون کا وہان تک گذر نہین لالمنافاۃ بینہما وجہ یہ کہ لوازم عشق سے ہے غیر کو نظر انداز کرنا اور ریا مین خود غیر ہی مطمح نظر ہے۔ اس مین تعلیم ہے اخلاص کی۔ س

ورنہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست	بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم ست

زاہد سے مراد وہ شخص ہے جو صرف اصلاح اعمال ظاہری کا طریقہ بتلاتا ہو۔ شیخ سے مراد وہ شخص جو اصلاح اعمال باطنی کا طریقہ بھی بتلاتا ہو مگر نسبت عشقیہ اسپر غالب نہ ہو۔ اور پیر خرابات سے مراد وہ جو دونون اصلاحون کے ساتھ نسبت عشقیہ کا غلبہ بھی رکھتا ہو۔ گو تمکین کی وجہ سے ظاہری حالت اُسکی شیخ بالمعنی المذکور کے ہمرنگ ہوگئی ہو۔ اب سمجھنا چاہیئے۔ کہ جسپر غلبۂ عشق کا نہ ہوگا اُسکی نظر دوسرے کے عیوب پر زیادہ پڑیگی اور جسپر غلبہ عشق کا ہوگا اُسکی نظر بوجہ نیستی و پستی کے اپنے عیوب پر زیادہ پڑیگی۔ اسلئے شیخ و زاہد مسترشدین سے انکی تقصیرات پر کبھی دل سے بھی لطف کم کر دیتے ہین اور پیر خرابات گو مسترشدین کی مصلحت کے لئے ظاہراً بے لطفی کرتے ہین لیکن دل سے چونکہ اُس حالت مین بھی وہ انکو اپنے سے اچھا سمجھتے ہین اسلئے باطنی لطف مین کمی نہین کرتے۔ س

عاشق دردی کش اندر بند مال و جاہ نیست	حافظ ار بر صدر ننشیند ز عالی ہمتی ست

حاصل یہ کہ بعض اہل عشق کا مذاق ہی ہے۔ کہ وہ مشیخت وارشاد کا کام نہین کرتے آزادی و یکسوئی و بے تعلقی انکا

مقتضائے طبعی ہی کیونکہ مخالطت کا اُن کو تحمل نہین ہوتا۔ سو اُن حضرات کی نسبت یہ نہ سمجھا جاوے کہ اُن مین کچھ نقصان ہے۔ بلکہ وجہ اسکی یہی ہے۔ کہ وہ غیر محبوب کی طرف اصلا التفات نہین کرنا چاہتے اسی کو عالی ہمتی کہا ہے ورنہ اس سے زیادہ عالی ہمتی اُن اہل عشق کو ہے۔ جنکو التفات الی الخلق مانع نہین ہونا التفات الی الحق سے اور وہ باوجود فنائے اتم وعشق اکمل کے پھر خلق کو نفع پہونچاتے ہین اور اُنکی مخالطت پر صبر کرتے ہین قال علیہ السلام المومن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاھم خیر من المومن الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم آگے تعریف ہے شیخان مزور پر نہ کہ شیخان صادق پر یعنی عشاق کو مکارپیرون کی طرح جاہ ومال کی طلب وحرص نہین ہوتی۔ مطلب یہ کہ مشیخت کی دو وجہ ہین مشیخت کاذبہ کی تو حرص جاہ ومال اور مشیخت صادقہ کی تحمل مخالطت جو حضرات ان دونون سے مبرا ہین بخلاف وہ مشیخت کو نہین لیتے غزل

آن پیک نامہ بر کہ رسید از دیار دوست | آورد حرز جان ز خط مشکبار دوست
خوش میدہد نشان جلال وجمال یار | خوش میکند حکایت عز ووقار دوست
جان دادمش بمژدہ وخجلت ہمے برم | زین نقد کم عیار کہ کردم نثار دوست

شراح کے نزدیک اسمین قرآن مجید کے نزول کا بیان ہے۔ اور احقر کے مذاق مین مراد اس سے واردات علمیہ حقائق ومعارف کا انکشاف ہی جو بذریعہ الہام ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اُن مین اعظم العلوم صفات الٰہیہ کے اسرار ہین اور تیسرے شعر مین اُسپر اظہار مسرت ہے۔ کہ لوازم شکر سے ہے اور شعر اول کے مصرع ثانیہ مین کلمہ زبانیہ ہی۔ س

سیر سپہر ودور قمر را چہ اختیار | در گردشند بر حسب اختیار دوست

مطلب ظاہر ہے۔ کہ ابطال ہے مذہب اہل نجوم کا اور تعلیم ہے تکمیل توحید کی۔ س

شکر خدا کہ از مدد بخت کارساز | بر حسب مدعاست ہمہ کار وبار دوست

کاروبار دوست یعنی معاملہ کہ از جانب دوست با عاشق پیش آید مطلب یہ کہ آج کل محبوب حقیقی کا معاملہ ہمارے حسب خواہش ہو رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ شرح اسکی یہ ہے۔ کہ ہرچند کہ محبوب حقیقی کی طرف سے جو معاملہ جسمین مکلف کا اختیار نہو پیش آوے سب خیر ومصلحت ہی لیکن پھر بھی ہر انسان کی طبیعت جس طرز خاص پر مجبول اور پیدا ہوئی ہی اسکا اقتضا ایک خاص معاملہ ہوتا ہے جسکی خواہش طبعی طور پر ہوا کرتی ہے۔ گو عارف اُسکو دفع اور مغلوب کر دیتا ہی لیکن تاہم اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ اگر خواہش کی موافق حالت وارد ہوجاتی ہے تو مسرت اُس سے ضرور زیادہ ہوتی ہی اور گو وہ حالت بالخصوص مقصود نہ ہی۔ مگر چونکہ محمود تو ہے ہی اسلئے مورد شکر بھی ہے۔ اسمین ارشاد ہی کہ اگر کوئی حالت محمودہ موافق مذاق طبیعت کے ہو تو اُسپر زیادہ شکر کرنا چاہیئے کہ مراد طبعی کا پورا ہونا خود فی نفسہ ایک نعمت ہی۔ س

گر باد فتنہ ہر دو جہان را بہم زند | ما و چراغ چشم وره انتظار دوست

مقصود بیان کرنا ہی اپنی پختگی عشق کا کہ خواہ کچھ حوادث واقع ہون مگر ہم عشق سے اعراض نہ کرینگے اور اگر شبہ ہو کہ فتنہ کا اثر عالم دنیا پر تو پہنچتا ہے۔ مگر آخرت تک تو نہین پہونچتا۔ پھر ہر دو جہان کے کیا معنی جواب یہ ہی کہ یا تو دونون

عالم سے مراد بر بحر ہے۔ کما قال اللہ تعالے ظہر الفساد فی البر والبحر اور یا ظاہر و باطن ہے کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ من الفتن ما ظہر منہا وما بطن اور اگر دنیا و آخرت ہی مراد ہون تو مقصود مبالغہ ہے جسکی تقریر یہ ہوگی کہ اگر حوادث و آفات بمنزلہ نزول نمایند کہ کونین راہم زند الخ اور انتظار و اشتیاق کے لئے بے سامان عادۃً لازم ہے منتظر چراغ چشم براہ اسلئے یہ مجموعہ کنایہ اس سے ہوگیا۔ اسمین تعلیم ہے۔ استقامت علی الصراط کی خواہ کیسے ہی مزاحمات پیش آوین۔ ۵

زان خاک نیک بخت کہ شد رہگذار دوست	کحل الجواہری بمن آر ای نسیم صبح

مقصود بیان اشتیاق ہے۔ ترجمہ لفظی ظاہر ہے۔ و رکلام بنی ہے تمثیل پر یعنی جسطرح دوست مجازی کے چلے ہوئے رستہ کی خاک کو عاشق کحل الجواہر کہتا ہے کہ اسکو دوست سے تلبس ہے۔ اور وہ اُسکی یادگار ہے۔ اسی طرح ہین اُن کلمات حقائق و معارف کا مشتاق ہون جو محبوب حقیقی کو یاد دلاوین اور الطاف غیبیہ کا محتاج ہون جنکو محبوب حقیقی کے ساتھ تلبس مصدریت و مبدئیت ہو۔ اس مین اشارہ ہے کہ محبوب کے ذکر اور اُسکے تعلق کا جو حصہ بھی میسر ہو اُسکو نعمت سمجھے لیفضے نادان ان نعمتون کی ناشکری کرتے ہین اور اپنے کو خدا جانے کن کن ثمرات کا مستحق سمجھتے ہین۔ ۵

تا خواب خوش کرا بود اندر کنار دوست	ما ییم و آستانہ عشق و سر نیاز

درین بیت باید و ید مثل مصرع ثانیہ محذوف ست مطلب یہ کہ محبوب کے در کو پکڑ رکھا ہے۔ دیکھئے کس کو وصل میسر ہوتا ہے۔ اشارہ اسطرف ہے نہ کہ دعوی ہے نہ استحقاق ہے نہ کسیکا مجاہدہ اور طلب علت تامہ وصول کی ہے مدار کار مشیتہ اور فضل پر ہے۔ اسلئے آس لگائے بیٹھے ہین دیکھئے ہماری قسمت مین ہے یا نہین۔ اسمین تعلیم ہے خوف و رجا و قطع دعوے و زعم استحقاق کی۔ ۵

منت خدائے را کہ نیم شرمسار دوست	دشمن بقصد حافظ اگر دم زند چہ باک

حاصل یہ ہے کہ گو شیطان میری رہزنی کا قصد کر رہا ہے۔ مگر مجھکو اندیشہ نہین کیونکہ خدا کا احسان ہے کہ مین اسکی اطاعت و موافقت نہین کرتا کہ دوست سے شرمندہ ہونا پڑتا بلکہ خدا نے اس سے مجھکو بچا رکھا ہے اور اسپر مین شکر و منت بجالاتا ہون جب مجھپر محبوب کا فضل ہے۔ تو دشمن کیا کر سکتا ہے۔ اور یہ دعوی تزکیہ کا نہین بلکہ تحدث بالنعمۃ ہے کما یدل علیہ قولہ منت الخ وھذا ھو الذی قال تعالے انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلے ربھم یتوکلون انما سلطانہ علی الذین یتولونہ الآیہ اور یہ مطلب نہین کہ مجھ سے کوئی معصیت صادر نہین ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ وہ معاصی خاص جن سے حب غیر اللہ غالب ہو جو کہ محبوب سے زیادہ شرمساری کا موجب ہین اور زیادہ منافی محبت ہین اور زیادہ مقصود شیطانی ہین اُن سے بچا ہوا ہون۔ غزل۔

راہ ہزار چارہ گر از چار سو بہ بست	زلفت ہزار دل بیکے تار مو بہ بست

یعنی آپ کے جذبہ عشق نے ہزارون کو مقید کر رکھا ہے۔ اور بڑے بڑے عقلا چارہ ساز کو یعنی جو قبل عشق عقلا تھے

یا جو عقلا، کہ عشاق کا علاج و تدبیر کرنا چاہتے ہین بیچارہ اور عاجز کر دیا ہے۔ اسمین بیان کرنا ہے آثار عشق کا۔ ۵

ناعاشقان ببوی نسیمش دہند جان	بکشود نافۂ و در ہر آرزو بہ بست

مصرع اولی علت و مصرع ثانیہ معلل۔ و نافہ تجلی اجمالی کہ اول بر دل سالک نازل می شود و مراد از آرزو تجلی تفصیلی و بوی نسیم کنایہ از ذوق و مشاہدات۔ یعنی سلوک مین من وجہ تجلی و ظہور مرتبہ اجمالی ہین۔ اور من وجہ استتار مرتبہ تفصیل مین واقع ہوتا ہے۔ پس ایسی مثال ہے۔ کہ جیسے نافہ تو کھول دیا تاکہ عشاق اُسکے رائحہ نسیم پر جان و دین اور طلب مین لگ جاوین پھر آرزو سے حصول و وصول تام کا باب مسدود کر دیا کیونکہ عالم دنیا کے قوی اُس کے متحمل نہین البتہ آخرت مین ایسی استعداد ہو جاویگی۔ اس مین ارشاد ہے کہ یہان انکشاف تام کی تمنا کرنا ہوس و اضاعت وقت ہے۔ ۵

شیدا از آن شدم کہ نگارم چو ماہ نو	ابرو نمود و جلوہ گری کرد و رو بہ بست

رو بہ بست ای در نقاب کنایہ از اختفا و استتار یعنی جسطرح ماہ نو اول کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ پورا چاند نہین ہوتا جتنا ظاہر ہوتا ہے۔ وہ بشکل ابرو ہوتا ہے اور تھوڑی دیر جلوہ کرکے مستتر ہو جاتا ہے اسی طرح میرے محبوب نے کیا کہ تجلی کرکے مستتر ہو گیا اسلئے مین زیادہ والہ و شیدا ہو گیا۔ شعر با توہم مضمون شعر بالا کا ہے۔ اور یا دونون مین یہ فرق ہے کہ شعر بالا مین اُس استتار کا ذکر ہے۔ جو عین حالت تجلی مین ہوتا ہے۔ یعنی تجلی تام نہین ہوتی اور اس شعر مین اُس استتار کا ذکر ہے۔ جس مین وہ تجلی اجمالی بھی نہین رہتی۔ اور یہ از قبیل قبض ہے۔ جس مین بہت سی حکمتین ہین پس اس تقریر پر اس مین تعلیم ہے۔ کہ یہ استتار بھی لوازم عادیہ سلوک سے ہے اس سے پریشان و متوحش نہ ہونا چاہیئے۔ ۵

ساقی بچند رنگ مے اندر پیالہ ریخت	این نقشہا نگر کہ چہ خوش در کدو بہ بست

اور شراب کدو مین رکھی ہوتی ہے۔ اُس سے پیالہ مین ڈالی جاتی ہے اسیطرح محبت آلہی اول قلب حقیقی مین ودیعت رکھی جاتی ہے پھر اُس سے قلب صنوبری مین القا و افاضہ ہوتا ہے۔ پس کدو سے مراد قلب حقیقی اور پیالہ سے مراد قلب صنوبری اور در کدو بہ بست کے یہ معنی نہین کہ خود کدو کو منقش کر دیا جیسا بعض شراح نے سمجھا ہے بلکہ محل نقش تو وہی شراب ہے اور کدو ظرف نقش ہے یعنی کدو کے اندر شراب کو مختلف الوان سے موصوف کر دیا۔ اس مین بیان ہے الوان و آثار عشق کے مختلف ہونے کا یا تو باعتبار مختلف اشخاص کے کسی مین محبت کا ایک طور ظاہر ہوتا ہے۔ کسی مین دوسرا مثلاً انس و شوق و ہیبت یہ تینون الوان محبت ہی کے ہین۔ ہر شخص مین اُس کی استعداد کے موافق ایک ایک لون سے اُسکا ظہور ہوتا ہے۔ اور یا باعتبار ایک ہی شخص کے مختلف اوقات کے اعتبار سے پس اسمین دونون تقریرون پر ایک ایک امر کی تعلیم ہے۔ ایک یہ کہ جس مین ایک لون غالب ہو وہ دوسرے لون والے کو خالی نہ سمجھے۔ دوسرے یہ کہ اگر ایک کیفیت مغلوب یا زائل ہوکر دوسری کیفیت غالب یا حادث ہو جاوے۔ گو وہ پہلی کیفیت اسکو پسند تھی۔ تو دوسری سے دل تنگ نہ ہو اور سلب حال پر محمول

نہ کرے ان دونون غلطیون مین بکثرت لوگ مبتلا ہین ۔ س

یارب چہ سحر کرد صراحی کہ خون چشم | بانغمہاے قلقلش اندر گلو بہ بست

سحر تصرف عجیب. نغمہ آواز. قلقل آواز ریختن شراب از صراحی وضمیر شین راجع بصراحی. صراحی سے شراب لیکر پیتے ہین اسیطرح مرشد سے فیوض کو اخذ کرتے ہین پس یہ کنایہ ہو مرشد سے اسمین بیان ہی مرشد کے کمال تربیت اور اُس کی قوت تکمیل کا کہ مرشد کی کس غضب کی تربیت وتکمیل ہو کہ جو مسترشد عشق مین ہر وقت روتا تھا اور چشم سے خون برساتا تھا آج اسکو وہ تمکین حاصل ہوئی ہے کہ باوجودیکہ مرشد اُسکو قلقل کہہ رہا ہی یعنی ضبط پر مجبور نہین کرتا. کیونکہ صاحب تمکین کو بمقتضاے وقت اظہار احوال واسرار دونون مضر نہین مگر اسکا خون چشم ایسا بند ہوا ہے. کہ نکلتا نہین مراد خون چشم سے آثار ہین عشق کے اور چونکہ رونے کے ضبط کرنیکا اثر گلو میں ہوتا ہی کہ گلا رُکنے لگتا ہی اسلئے در گلو کہا گیا. مطلب یہ کہ اب وہ آثار گریہ وزاری وسوزش ونالہ ظاہری نہین ہوتا اسمین اشارہ ہی کہ اہل تمکین مالک الاحوال ہوتے ہین. مملوک الاحوال نہین ہوتے الا نادرًا. اور یارب کلمہ تعجب ہے اس اشارہ ہی کہ یہی حالت تمکین کی عالی وعظیم الشان ہی. وللقائلین اقوال لاتشفی. س

داناچو دید بازی این چرخ حقہ باز | ہنگامہ باز چید و در گفتگو بہ بست

غالبًا اس مین بیان ہی. اہل خلوت کے تقلیل کلام کا چرخ حقہ باز سے مراد مجازًا اہل زمانہ ہین کیونکہ بقول حکماء زمانہ متعلق ہی چرخ سے کہ اُسکی مقدار حرکت ہے. پھر اہل کا لفظ مقدر کر لیا جاویگا. مطلب یہ کہ چونکہ اہل زمانہ کی غرض پرستی وتخالف ظاہر وباطن کا تجربہ کر لیا اور معلوم ہوا کہ انکو کہنا سننا لاحاصل وغیر مفید ہے اس لئے ان حکماء نے ان سے کلام کی تقلیل کردی اور اپنے وقت کو اس سے زیادہ اہم وانفع کام مین مشغول کیا اور امر ونہی کا وجوب مفید ہے رجاء قبول کے ساتھ اس لئے یہ حضرات تارک واجب نہین چنانچہ جہان امید قبول ہوتی ہے. وہان سکوت نہین کرتے. س

مطرب چہ نغمہ ساخت کہ در پردۂ سماع | بر اہل وجد وحال در ہای وہو بہ بست

یہ بھی ہم مضمون ہے شعر بالا سے سابق والے شعر کا اور در پردہ سماع سے اشارہ ہے کہ اہل تمکین کو بھی ایک گونہ جوش رہتا ہے مگر وہ خود اُسپر غالب رہتے ہین. س

حافظ ہر آنکہ عشق نورزید ووصل خواست | احرام طوف کعبہ دل بے وضو بہ بست

مطلب ظاہر ہے کہ بلا طلب کے وصول نہین ہوتا انلزمکموھا وانتم لھا کرھون وقال تعالی ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین بلا طلب کے وصول کی تمنا رکھنا ایسا ہے. کہ جیسے بے وضو طواف کرنا کہ باطل محض ہے. اور یہ تشبیہ اُس قول پر ہے جس مین وضو نفس صحت طواف کی شرط ہے غالبًا حافظ کا یہی مذہب ہے. س غزل

مرحبا ای پیک مشتاقان بدہ پیغام دوست | تاکنم جان از سر رغبت فدای نام دوست

پیک مشتاقان سے مراد وارد قلبی ہے وارد کی تمنا اور اُسکے ورود پر مسرت ظاہر کرتے ہین اور چونکہ وارد سے انکشاف ہوتا ہے۔ بعض اسرار آلہیہ کا اسکو پیغام دوست سے تعبیر کیا اور چونکہ ان امور سے محبوب کی محبت مین ترقی ہوتی ہے۔ اسلئے مصرع ثانیہ کے مضمون کو اُسپر مرتب فرمایا۔ سے

طوطی طبعم ز شوق شکر و بادام دوست	واللہ وشیداست دائم ہمچو بلبل در قفس

اس مین کیفیت شوقیہ کا بیان ہے۔ جو بعض اوقات و احوال مین سالک پر غلبہ کرتی ہے۔ یعنی میری طبیعت کہ مشابہ طوطی کے ہے محبوب حقیقی کے لذت قرب و وصال کے (کہ مشابہ شکر و بادام کے ہی) شوق مین اسطرح شیدا و بیتاب ہے جسطرح قفس مین بلبل کہ کب رہائی ہو کہ گلشن قرب تک پہونچون پس اس شعر کا حاصل قریب قریب شعر مثنوی کے ہے سے بشنو از نے چون حکایت می کند ۞ وز جدائیہا شکایت می کند ۞ کز نیستان تا مرا ببریدہ اند ۞ از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند۔ سے

بر امید دانہ افتادم اندر دام دوست	زلف و دام ست و خالش دانہ آن دام من

مقصود کو کہ قرب و وصال ہے دانہ سے تشبیہ دی اور چونکہ قرب و وصال کا متعلق بفتح اللام محبوب ہے اسلئے اسکو (یعنی اُس قرب و وصال کو) خال کہدیا اور طریق کو کہ عشق اور طلب ہے دام سے تشبیہ دی اور چونکہ وہ ثمرہ اور اثر ہی جذبہ غیبی کا کما قال تعالی یحبہم و یحبونہ اور جذب محبوب کی صفت ہی اسلئے اسکو زلف کہدیا مطلب ظاہر ہے کہ امید وصل پر گرفتار عشق ہو گیا۔ اسمین بیان واقع کا بھی ہے۔ اور طالبین کو ترغیب بھی ہے۔ کہ طلب مین سرگرم رہو کہ اس سے امید وصال کی ہے۔ سے

ہر کہ چون من در ازل یک جرعہ خورد از جام دوست	سر ز مستی بر نگیرد تا بہ صبح روز حشر

اس مین بیان ہے۔ کہ عشق بعد حصول کے زائل نہین ہوتا اور ازل سے مراد مرتبہ اعیان ثابتہ کا ہی اور اسکا ازلی ہونا ظاہر ہے اور صبح روز حشر سے مراد مجازاً ابد ہے اور ترجمہ ظاہر ہے۔ سے

در دسر باشد نمودن بیش ازین ابرام دوست	من نوشتم نامہ از شرح حال خود ولی

ابرام اصرار و مبالغہ و لجاجت و ستوہ آوردن کنایہ از ناخوش کردن و دردسر کنایہ از ایذا رسانیدن بالمعنی الذی فی قولہ تعالی یؤذون اللہ و تقدیر عبارت چنین ست کہ بیش ازین ابرام دوست نمودن اورا دردسر دادن ست حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات بعض احوال کے انتظار مین ایک گونہ شکوہ یا جزع و فزع یا سوء ادب و گستاخی کی نوبت آجاتی ہے۔ اور اُس وقت ایسا غلبہ ہوتا نہین کہ شرعاً معذور ہو اور یہ امر حضرت حق تعالی کے نزدیک نامرضی ہے۔ اس لئے کہتے ہین کہ مین اب زیادہ اظہار حال یا شوق کی جرأت نہین کرتا اس مین اسی کی تعلیم بھی ہے۔ سے

ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست	میل من سوی وصال و قصد او سوی فراق

یہان فراق و وصال سے مراد صورت فراق و وصال ہی ورنہ فراق حقیقی پر رضا اور وصال حقیقی کا ترک کسی طرح

جائز ہی نہین بلکہ بعض حالتین قبض و انقطاع واردات کی ایسی پیش آتی ہین کہ اُسکو سالک غیر عارف فراق سمجھتا ہی اور وصال کو اُسکی ضد مین منحصر سمجھتا ہی۔ مگر بعد حصول معرفت کے اُسی فراق کو اُس وصال پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ شعر گویا اس شعر عربی کا ترجمہ ہے۔ س ۱۵ ارید وصاله ویرید هجری ٭ فاترک ما ارید لما یرید س

اگر دہد دستم کشم در دیدہ ہمچون توتیا		خاک راہ کان مشرف گردد از اقدام دوست

قدم افتادن محبوب توجہ وتقدم وتقرب اوو خاک راہ محل آن توجہ کہ تقرب محب باشد فہو کما فی الحدیث من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا وکما فی الحدیث کما اظن ولکن ینظر الی قلوبکم مطلب یہ کہ جس محب پر محبوب کی توجہ ہی اُسکی ظاہری پستی وخاکساری مانع خدمت ونیازمندی ہونا چاہیے بلکہ اُسکو غنیمت اور عزیز سمجھکر اُسکو ذریعہ تقرب بنانا چاہیئے اور اُسکی خدمت کو اپنی سعادت سمجھنا چاہیئے۔

حافظ اندر درد او می سوز و بادرمان بساز		زانکہ درمانے ندارد درد بے آرام دوست

اشارہ اس طرف ہی کہ محبت وطلب مین پورا سکون وقرار قلب کو نصیب نہین ہوتا۔ جیسا بعضے مبتدیان ناہموار سلوک اسکی تمنا کیا کرتے ہین اور حقیقت مین یہ ایک گونہ آرام وعافیت طلبی ہی جو خدا طلبی کے رنگ مین متخیل ہوتی ہے پس تصریح فرمادی کہ یہ ہو ہی نہین سکتا اسکی استدعا ہی عبث بلکہ مضر باطن ہی کہ اصل کام مین اس مشغولی کی وجہ سے کمی ہونے لگتی ہے۔ غزل

آن ترک پری چہرہ کہ دوش از بر ما رفت		آیا چہ خطا دید کہ از راہ خطا رفت

یہ قبض کے وقت کا شعر معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ تمام غزل اسی مضمون کی ہے۔ ترک پری چہرہ کنایہ ہی تجلیات و واردات سے اور خطا بمعنے گناہ بھی آتا ہی اور ایک شہر بھی ہے جہان کے محبوب مشہور ومعروف ہین پس ظاہر یہ ہی کہ اول معنی گناہ ہے اور دوسرا بمعنی شہر چونکہ وہ شیراز سے کسیقدر دور ہے۔ تو کنایہ مطلق بعد سے ہوگیا اور یہ بھی احتمال مرجوح ہے کہ دونون بمعنی گناہ ہون اور از راہ بمعنی از سبب کے ہو بہرحال اسمین اشارہ اسطرف ہوگیا کہ قبض کے اسباب مین سے ایک سبب صدور معصیت بھی ہے۔ والیہ الاشارۃ فی قولہ تعالی کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون اور اُسکا تدارک عذر و توبہ سے ہے۔ س

تا رفت مرا از نظر آن نور جہان بین		کس واقف ما نیست کہ از دیدہ چہا رفت

نور جہان بین نور چشم ہوتا ہی مقصود تشبیہ دینا محبوب کو مجموعہ موصوف وصفت کے ساتھ ہی نہ کہ صرف نور کیساتھ تشبیہ سو نہ یا پھر شبہ کو جہان بین کہنا کیونکہ اُسکو جہان بین کہنے سے کوئی فائدہ نہین۔ محبوب کو نور جہان بین یا ایک نسخہ پہ چشم جہان بین کہنا اس بنا پر ہے کہ اس سے عاشق کی آنکھین منور رہتی ہین یہ بھی اشارہ ہی قبض کی طرف یعنی جب سے محبوب سے بعد ہوا ہے کسیکو خبر نہین کہ آنکھ سے کیسے آنسو روان ہوئے یا یہ کہا جاوے کہ آنکھ مین سے کیا چیز رخصت ہوگئی یعنی روشنی اسمین بیان ہے قبض پر حزن کا اگر وہ قبض عصیان سے ہے تب تو حزن عقلی بھی ہے۔ اور اگر اور سبب سے ہے تو حزن طبعی ہے ورنہ عقل کامل تو اُسکو مصلحت سمجھتی ہے۔ س

برشمع نرفت از گذر آتش جان سوز | آن دود که از سوز جگر بر سر ما رفت

گذر رفتن و راہ و سبب مراد اینجا معنی اخیر۔ آتش جانسوز عشق که سوز ندہ جان ست و ہمین مراد ست از آتش دل که در بعض نسخه ہا ست۔ معنی آنست که بسبب آتش عشق دودے که از سوز جگر بر سر ما رفت بر شمع ہم نرفته یعنی آنقدر سوزش دارم که شمع ہم ندارد۔ اسمین بھی حالت قبض کا بیان ہے۔ س

دور از رخ تو دمبدم از گوشۂ چشمم | سیلاب سرشک آمد و طوفان بلا رفت

اس لبعد سے مراد بھی وہی حالت قبض کی ہے یعنی آنست که بسبب دوری از رخ تو که داریم دمبدم از چشمۂ دیدگان مان سیلاب سرشک روان نمود و طوفان و رود بلا روی داد۔ س

از پای فتادیم چو آمد شب ہجران | در درد بماندیم چو از دست دوا رفت

دوا کنایه از وصل مراد بسط۔ یہ بھی حالت قبض کا مضمون ہے اور مطلب ظاہر ہے۔ س

دل گفت وصالش بدعا باز توان یافت | عمریست که عمرم ہمه در کار دعا رفت

یعنی دل کہتا ہے۔ که اسکا وصل دعا سے میسر ہو سکتا ہے لیکن مدت ہوئی که میری عمر کا تو ایک معتد بہ حصہ دعا ہی مین صرف ہوا مگر وصل میسر نہ ہوا۔ اشارہ اس طرف ہے که بعض لوگ جو نری دعا اور تمنا سے کام نکالنا چاہتے ہین۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ که جس مقصود کا جو طریق ہے۔ عادۃً اسکا حصول اسی سے ہوتا ہے۔ البتہ دعا سے اس طریق مین برکت و تاثیر ہو جاتی ہے۔ اور جو کام صرف دعا کے متعلق ہے اسکے لئے البتہ دعا ہی کافی ہے مثلاً قرب الٰہی کیلئے طریق عادی سعی فی العمل و ترک منہیات ہے جو شخص اوامر و نواہی مین عمر بھر قصداً اختلال رکھے اور نری دعا سے کام نکالنا چاہیئے تو محض نادان ہے البتہ مجاہدہ کرکے پھر دعا کرے که وہ سعی مقبول ہو اور دعا کی یہ ضرورت سمجھے که عمل و مجاہدہ علت تامہ نہین تو یہ دعا البتہ مفید او رنہ بجائے خود ہے۔ س

احرام چه بندیم که آن قبله نه اینجاست | در سعی چه کوشیم که از مروه صفا رفت

چون طواف کعبه اصل مقصود ست و سعی متمم آن پس احرام طواف قبله کنایه از عبادات مقصوده است و سعی کنایه از عبادات متمم آن و چنانکه طواف موقوف بر وجود قبله است و سعی موقوف بر مجموعه صفا و مروه مقصود بالعبادت حق تعالی ست نه قبله و نه صفا و مروه ہمچنان کمال عبادات مقصوده و متممه موقوف بر حضور قلب ست پس حضور قلب با عتبار عبادت مقصوده مشبه بقبله شد و با عتبار عبادت متممه مشبه بمجموعه صفا و مروه شد و در قبض حضور قلب خواه فی الواقع اگر سببش معصیت باشد یا بزعم سالک اگر سبب غیر او باشد لا محاله رو بکمی می آرد پس تضجر امیفرمایند که عبادت چه کنیم که شرط کمالش مفقود ست و مقصود آن نیست که عبادت عبث ست و فقدان صفا که جزو مجموعه است باد عا شاعرانه آورده اند زیرا که صفا بمعنے لغوی ست۔ س

دی گفت طبیب از سر حسرت چو مرا دید | ہیہات که رنج تو ز قانون شفا رفت

قانون بمعنی قاعده و نام کتابے در طب از شیخ ابو علی سینا و ہمچنین شفا بمعنے صحت و نام کتاب بالشیخ مذکور در اینجا

قانون بمعنی قاعدہ است و شفا محتمل ہر دو معنی است و لطافت شاعری پوشیدہ نیست یا تو۔ شارہ اس طرف ہے
کہ غیر کاملین حالت قبض کو دیکھہ کر سالک کو اور بھی پریشان اور نا اُمید کر دیتے ہین اور یا اشارہ اسطرف ہے
کہ بعض اقسام قبض کا ازالہ اختیار اور تدبیر سے خارج ہے بجز تحمل و استقلال کے کوئی چارہ نہین کما قال الشیرازی
فی موضع آخر ؎ باغبان گر پنج روزے صحبت گل بایدش ٭ بر جفاے خار ہجران صبر بلبل بایدش ؎

ای دوست پیر سیدن حافظ قدمے نہ | زان پیش کہ گویند کہ از دار فنا رفت

اسمین استدعا ہے بسط کی قبل اس کے کہ حزن قبض مین ہلاک ہونے کی نوبت آجاوے۔ غزل ؎

منم کہ گوشۂ میخانہ خانقاہ من ست | دعائے پیر مغان ورد صبحگاہ من ست

میخانہ عالم عشق پیر مغان مرشد کامل یعنی اور لوگ تو ریائی خانقاہ و اوراد مین مشغول ہین اور میرے لئے بجاے
خانقاہ کے عالم عشق ہے اور بجائے اوراد کے دعائے و توجہ مرشد ہے۔ اور یا وہی مطلب ہے کہ کسی کے لئے طریق
زہاد و ابرار نافع ہے اور کسی کے لئے طریق عشاق حسب اختلاف الاستعداد۔ ؎

گرم ترانہ چنگ و صبوح نیست چہ باک | نوای من بسحر آہ عذر خواہ من ست

چنگ و صبوح سے مراد یا تو اعمال ریائی ہین مطلقاً یا خاص سماع و حال ریائی ہے جسکو اکثر عوام جزو یا لازم درویشی
کا سمجھتے ہین نوای سحری اشارہ اس آیت کی طرف ہے۔ کانوا قلیلاً من اللیل ما یھجعون و بالاسحار ھم یستغفرون
حاصل یہ ہوا کہ طمطراق ظاہری کا فقدان کچھ مضر نہین میرا تھوڑا سا اخلاص فی العمل و اعتراف زلل یہ کافی
عذر خواہ ہے اسمین مذمت ہے تصنع و حب شہرت کی اور ترغیب ہے اخلاص و انکسار و خمول کی۔ ؎

ز بادشاہ و گدا فارغم بحمد اللہ | گدای خاک در دوست بادشاہ من ست

اشارہ ہے اسطرف کہ طالب حق کو خلق سے مستغنی ہونا چاہیئے البتہ اہل اللہ کا خادم رہنا چاہیئے۔ ؎

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصال شماست | جز این خیال ندارم خدا گواہ من ست

مسجد طریق زہد میخانہ طریق عشق یعنی جس وقت مین میری جو حالت بھی ہو اُس سب سے مقصود آپ ہی ہین اشارہ
اسطرف ہے کہ سالک کو تلونیات مین مقصود اُسی کو سمجھنا چاہیئے کسی خاص لون کا طالب ہوکر پریشان نہ ہو۔ ؎

مرا گدائے تو بودن ز سلطنت خوشتر | کہ ذل جور و جفائے تو عز و جاہ من ست

اشارہ اسطرف ہے کہ طالب حق کو محب جاہ نہ ہونا چاہیئے۔ ؎

اگر بہ تیغ اجل خیمہ بر کنم ورنہ | رمیدن از در دولت نہ رسم و راہ من ست

یعنی مر جاؤن تو مجبوری ہے ورنہ محبوب سے تو کبھی مونہہ پھیرونگا نہین۔ یہ مطلب نہین کہ مرکر چھوڑ دونگا بلکہ مطلب
یہ ہے کہ زندگی بھر نہ چھوڑونگا اور موت کے بعد تو اُسکا احتمال ہی نہین کہ اسوقت تو حالت خاتمہ اور بھی ممتنع الزوال
ہو جاتی ہے اسمین ارشاد ہے استقامت کے لئے گو کیسی ہی شدائد و بلیات کا ہجوم ہو ؎

از ان زمان کہ بران آستان نہادم روے | فراز مسند خورشید تکیہ گاہ من ست

یعنی عزت حقیقیہ تعلق مع اللہ ہی مین ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنٰفقین لا یعلمون ۵ ہے

اگناہ گرچہ نہ بود اختیار ما حافظ	تو در طریق ادب کوش کاین گناہ من ست

اسمین اعتقاد جبر کا نہین ہے بلکہ مطلب یہ ہو کہ افعال عباد مین گو مرتبہ تحقیق مین دونون نسبتین ہین باعتبار خالقیت کے حق تعالیٰ کے ساتھ اور باعتبار کسب کے عبد کے ساتھ مگر بلا ضرورت تم نسبت اولی کا ذکر مت کرو صرف نسبت ثانیہ کے ذکر پر اکتفا کرو کہ مقتضائے ادب یہی ہے پس بنود اختیار ما سے مراد نفی موثریہ تامہ اختیار کی ہے نہ کہ نفی نفس اختیار کی۔ ۵

لعل سیراب بخون تشنہ لب یار من ست	از پے دیدن او دادن جان کار من ست

سیراب بخون صفت لعل موصوف مع الصفۃ مبتدا۔ وتشنہ لب مضاف بسوئے یار و مضاف مع مضاف الیہ خبر مبتدا مقصود بیان کرنا ہے محبوب کے کامل ہونے کا حسن و جمال مین مطلب یہ کہ لعل جو کہ سرخی مین ایسا سمجھا جاتا ہے۔ کہ گویا خون سے سیراب ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ سیرابی کے بعد کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رہتی پس یہ کنایہ ہوا اپنی صفت مین کامل ہونے سے یعنی ایسا کامل کہ اپنی صفت مین بالکل سیراب ہی مگر وہ بھی میرے محبوب کا تشنہ لب اور محتاج ہے حاصل یہ کہ تمام ممکنات اپنے کمالات مین محتاج ہین واجب الوجود کے اور مصرع ثانیہ کا مطلب یہ ہو کہ چونکہ وہ ایسا کامل ہے۔ اسلئے اسکی تحصیل بقا کے لئے فنا ہو جانا یہ میری عین سعی ہے اسمین ترغیب ہے طالبین کو۔ ۵

شرم از ان چشم سیہ بادش و مژگان دراز	ہر کہ دل بردن او دید و در انکار من ست

ہر کہ الخ مبتدا موخر و شرم الخ خبر مقدم و ضمیر شین در مصرع اولی راجع بہ ہر کہ متقدمہ رتبۃ۔ اسمین بیان ہی معترض کی غلطی کا اور چشم سیاہ و مژگان دراز کنایہ ہی مطلق حسن و جمال سے یعنی جسکو معلوم ہو گیا ہو کہ وہ محبوب ایسا کامل ہے اور ایسے جمال و کمال کا لازمی اثر ہے دلربائی پھر بھی جو پھر انکار و طعن کرتا ہو اسکو شرم کرنا چاہیئے اسمین اشارہ ہو کہ طالب کو طلب مین کسی کے اعتراض و انکار کے سبب ننگ و عار نہ چاہیئے کیونکہ یہ تو حق پر ہے خجلت و غیرت تو معترض کو چاہیئے۔ ۵

ساربان رخت بدروازہ مبر کان سر کوی	شاہراہیست کہ منزلگہ دلدار من ست

دروازہ پر اسباب اس وقت لیجاتے ہین جب سفر چھوڑ کر قیام کا ارادہ ہوتا ہے پس یہ کنایہ ہوا توقف کرنیسے سلوک مین اور ان سر کوی موصوف ہو اور جملہ منزلگہ دلدار من ست اسکی صفت اور یہ مجموعہ مبتدا اور شاہراہیست اسکی خبر اور ساربان خطاب ہے اپنے نفس کو کہ وہ مرکب بدن پر سوار ہو کر اس راہ کو قطع کرتا ہی مطلب یہ ہوا کہ اے نفس تو اس سفر سلوک مین توقف کا ارادہ مت کر اور شاہراہ کو کہ محل سفر ہے چھوڑ کر کوئی مقام قیام و توقف کا تجویز مت کر کیونکہ وہ محبوب جس سر کوی (اے محلہ) مین رہتا ہے وہ کوئی ٹھہر نہین ہے بلکہ یہی شاہراہ ہی جسکو تو قطع کرتا رہا ہے

برخلاف دوسرے محبوبوں کے کہ گھروں میں رہتے ہیں پس وہ اسی شاہ راہ پر ملیگا سفر کے انقطاع سے نہ ملیگا خلاصہ یہ کہ طلب سے تقاعد نہ کرے و ہذا کما قیل ؎ ای برادر بے نہایت درگہیست + ہرچہ بروے میرسی بروی مایست - وقیل ؎ اندرین رہ می تراش و می خراش + تا دمی آخر دمی فارغ مباش۔ ہذا ما ذہب الیہ ذوقی وللشراح والمحشین اقوال عجیبۃ غریبۃ لبعیدۃ غیر قرینۃ - وللناس فیما یعشقون مذاہب۔ اور اسمین اشارہ اُسکی لامکانی ہونے کی طرف بھی ہوگیا ؎

بندۂ طالع خویشم کہ درین قحط وفا	عشق آن لولی سرمست خریدار من ست

مطلب اظہار مسرت ہے کہ برخلاف اور محبوبوں کے جن میں وفا کا قحط ہے میرا محبوب کہ فی نفسہ شان استغنا میں ایسا ہے جیسا آن کہ مشار الیہ مگر پھر بھی غایت رافت سے میرا خریدار ہے قال اللہ تعالیٰ ان اللہ اشتریٰ من المومنین الآیۃ وقال علیہ السلام عن اللہ تعالیٰ من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا الحدیث پس اسمین نعمت کا شکر بھی ہے۔ اپنی عدم صلاحیت کا اعتراف بھی ہے۔ طالبین کو ترغیب بھی ہے کہ ایسے محبوب کا طالب ہونا چاہیئے۔ اور تشبیہ مذکور فی الشعر کے الفاظ گو موحش ہین مگر نظرا الی المعنی لاسیما بعد انضمام غلبۃ الحال قابل تسامح ہے۔ ؎

طبلہ عطر گل و درج عبیر افشانش	فیض یک شمہ ز بوی خوش عطار من ست

ضمیر شین راجع بگل مراد از گل اہل کمال و مراد از طبلہ عطر و درج عبیر افشان کمالات آن اہل کمال مطلب یہ کہ میرا محبوب ایسا کامل ہے کہ سب اہل کمالات کے کمالات اُسی کا فیض ہے۔ اسمین بھی ترغیب ہے توجہ الی اللہ واعراض عما سوی اللہ کی۔ ؎

باغبان ہمچو نسیمم ز در خویش مران	کآب گلزار تو از اشک چو گلنار من ست

چو گلنار صفت اشک بسہل توجیہ یہ ہے کہ باغبان سے مراد مرشد ہوا اور مقصود تعلیم ہو شیوخ کو کہ طالبین کیساتھ بہت عنف اور بیدماغی نہ چاہیئے کہ طالبین کی طلب اور استرشاد سے بھی مرشدین کے کمال مین ترقی ہوتی ہے۔ کما فی الحدیث لان یھدی اللہ بک رجلا خیر لک من حمر النعم الخ وفی الحدیث من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہ واجر من عمل بہا الخ وفی الحدیث الدال علی الخیر کفاعلہ و فی الحدیث ادعلما او رثہ وغیر ذلک - اور راندن مین نسیم کے ساتھ اسلئے تشبیہ دی کہ نسیم باغ سے باہر ہو جاتی ہے گو خوشبودار ہو کر نکلتی ہے مگر وہ خوشبو عارضی ہوتی ہے اسلئے تہی دست ہی سمجھی جاویگی۔ اسمین اشارہ اسطرف بھی ہے۔ کہ بدون توجہ مرشدین کے مسترشد بے بہرہ رہتا ہے اور جو تھوڑی بہت مناسبت مقارنت سے ہوتی ہے وہ جلد زائل ہو جاتی ہے ؎

شربت قند و گلاب از لب یارم فرمود	نرگس او کہ طبیب دل بیمار من ست

از لب یار بیان قند و گلاب و نرگس فاعل فرمود۔ مراد از نرگس صفت علمیہ بمناسبت آنکہ نرگس مشابہ چشم باشد

و چشم آلہ معائنہ است و ہمین سان علم آلہ اطلاع باشد۔ مطلب یہ ہوا کہ میرے محبوب نے میری حالت دیکھکر میرے
لیئے علاج اپنا لطف اور رحمت (کہ مشابہ قند و گلاب ہے) تجویز فرمایا۔ اسمین اشارہ اسطرف ہی کہ محبوب حقیقی
برخلاف دوسرے محبوبون کے طالبین پر شفیق و رحیم ہے پس ترغیب ہے طلب و مجاہدہ کی۔

آنکہ در طرزِ غزل نکتہ بحافظ آموخت ۔ یار شیرین سخن و نادرہ گفتارِ من ست

ترجمہ تو ظاہر ہے کہ جس شخص نے مجھکو یہ طرز سخن سکھلایا ہے وہ شخص میرا محبوب ہی جو کہ خود شیرین سخن و نادر گفتار
ہے اور اُسکا سکھلانا یا حقیقۃً ہے یا مجازاً اول اسطرح کہ اُسنے طریقہ بتلایا ہو۔ دوسرے طرح کہ اُسکے عشق مین
احوال مختلفہ پیش آئے اور جوش مین ایسا بولنا آگیا لیکن یار کو شیرین سخن کے ساتھ موصوف کرنا قرینہ مرجح احتمال
اول کا ہے۔ اور بلسان حقیقت یہ اشارہ ہوسکتا ہے کہ ممکن کے کمالات مستفاد ہوتے ہین کمال واجب سے
پس تعلیم ہوئی مسئلہ حقیقت کی۔

غزل

روزگاری ست کہ سودای بتان دینِ من ست ۔ غم این کار نشاطِ دلِ غمگینِ من ست

جمعیت بتان برای جنسیت ست۔ مطلب ظاہر ہے کہ مدت سے یعنی جب سے نصیب ہوا ہی عاشقی میرا مسلک ہے
و اِس مشرب مین جو مجھکو غم بھی پیش آتا ہے۔ وہ مجھکو سرور معلوم ہوتا ہے۔ اسمین ترغیب ہے عشق و طلب
کی اور اُسمین تحمل شدائد کی۔ قال الشیخ ع خوشا وقت شوریدگانِ غمش ؛ اگر ریش بینند و گر مرہمش + دمادم
شرابِ الم در کشند + اگر تلخ بینند دم در کشند +

دیدنِ روی ترا دیدۂ جان می باید ۔ وین کجا مرتبہ چشمِ جہان بینِ من ست

ترجمہ لفظی تو ظاہر ہے اور مراد معنوی اس سے اشارہ ہوسکتا ہے تحقیق مسئلہ رویت کی طرف یعنی اس آنکھ
سے رویت حق تعالی کی نہین ہوسکتی بلکہ دنیا مین تو محض عقل و بصیرت سے ہوسکتی ہی اور آخرت مین گو چشم
سر سے ہوگی مگر اسمین ایک خاص قوت پیدا ہو جاویگی جو کہ اب نہین ہے اُسی سے اُسکا تحمل ہو جاویگا اور حقیقت
اُس قوت کی غلبہ روحانیت کا ہے جو کہ تمام جسد کو عام ہوگا اور یہی بنا ہوگی اُسکے بقا کی پس لفظ دیدۂ جان
دونون صورتون کو شامل ہے دنیا مین چشم بصیرت کو اور آخرت مین چشم سر کو باعتبار غلبہ روح کے پس جو شخص
دنیا مین دعوی رویت کا چشم سر سے کرتا ہے۔ اُسکی غلطی کیطرف اشارہ ہوگیا۔

تا مرا عشق تو تعلیم سخن گفتن کرد ۔ خلق را ورد زبان مدحت و تحسینِ من ست

ظاہر ہے۔ کہ عشق و محبت کی باتین لذت بخش ہوتی ہین اسلیئے ایسی باتون کا کرنے والا ممدوح ہوتا ہی مقصود یہ
ہوسکتا ہے کہ جب باتین ایسی لذیذ ہین تو خود عشق کیسا لذیذ ہوگا پس اشارہ ہوگیا اُسکی ترغیب تحصیل کیطرف

دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار ۔ کاین کرامت سبب حشمت و تمکینِ من ست

مقصود یہ ہے۔ کہ فقر الی اللہ ہی سبب عزت حقیقیہ کا ہے اُسکو چھوڑکر جاہ دہی مین نہ پڑو۔

واعظ شحنہ شناس این عظمت گو مفروش ۔ زانکہ منزلگہ سلطان دلِ مسکینِ من ست

مدلول لفظی یہ ہے کہ اے واعظ گو تیری جان پہچان کوتوال سے ہے مگر اس بہروسہ تو مغرور مت ہو (عظمت فروختن غرور کرین) کیونکہ مجہکو سلطان سے قرب ہے۔ اور مقصود معنوی یہہ معلوم ہوتا ہے کہ معترض مدعی کو خطاب ہو کہ گو تیرے پاس آلات تقویت اعتراض کے اور ایذارسانی کے مجتمع ہین لیکن مجہکو حق تعالےٰ کے ساتھ معیت اور نسبت ہے تیری مخالفت سے مجہکو ضرر نہین ہوسکتا یا تو ظاہراً بہی نہین یا صرف باطناً نہین۔ اسمین تعلیم ہوگی اہل ظاہر کو کہ ناحق اہل باطن کے درپے نہ ہونا چاہیئے اور اُن سے تعرض نہ چاہیئے۔

تعلیم ترک تعرض اہل باطن

یارب این کعبۂ مقصود تماشا گہ کیست		کہ مغیلان طریقش گل و نسرین من ست	

مراد از کاف بمعنی کدام در قولہ کیست مزورست نہ ائر نیست۔ ویارب کلمۂ الیست کہ ہنگام تحیر گویند یعنی کعبۂ مقصود پر پہونچکر کسکی زیارت اور جلوہ گری ہو رہی ہے کہ اُس طریق کے شدائد بہی راحت معلوم ہوتے ہین۔ اسمین ارشاد ہی کہ محبوب حقیقی کی راہ مین شدائد کو راحت سمجھنا چاہیئے کہ ع متاع جان جانان جان دینے پر بھی سستی ہے۔

بار ما باش کہ زیب فلک و زینت دہر		از مہ روی تو و اشک چو پروین من ست	

مطلب ظاہری تو یہ ہے کہ عالم کی رونق حسن محبوبان و عشق محبان سے ہے اسلیئے اے محبوب ہمارا یار بنا رہ کہ مجھسے اور تجھسے ملکر رونق اور زینت ہے۔ اور مقصود معنوی یہ ہے کہ محبوب حقیقی سے دعا کرتے ہین کہ میرے حال پر عنایت و توجہ رکھیئے آگے اس توجہ کی حکمت بیان کرتے ہین کہ جیسا حدیث مین آیا ہی کہ قیامت اسوقت آویگی جب روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا بہی نہ رہے گا اور اللہ اللہ کہنا موقوف ہے توفیق الٰہی پر اور توفیق عطا ہوتی ہے اُسیکو جسپر عنایت و توجہ ہو پس اس عالم کا بقاء موقوف ہوا وجود ذاکرین پر جو کہ کسی درجہ مین محب ہین اور اُسکے واسطے سے موقوف ہوا عنایت و توجہ حق پر جسکو روی محبوب کہہ سکتے ہین لان التوجہ صرف الوجہ الی شئی پس اگر آپ مجہپر مثلاً توجہ نہ فرماوینگے اور توفیق ذکر و طاعت کی ندینگے تو ذکر مفقود ہو جاویگا اور عالم درہم و برہم ہو جاویگا۔ اور مثلاً اسلیئے بڑھا دیا کہ کسی شخص خاص کے ذکر و طاعت پر توقف کا بیان کرنا مقصود نہین پس اس بنا پر مناسب ہے کہ مطلق طالبین کیلیئے دعا کرنا مقصود ہو اور بیان حکمت سے مقصود تعلیم حکمت نہین۔ تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً بلکہ موکد کرنا ہے مضمون دعا کو جیسا کہ حدیث مین ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر مین غلبۂ مومنین کیلیئے جب دعا فرمائی تو اُسکی وجہ مین یہہ فرمایا اللھم انک ان لم تشأ لم تعبد بعد اور فرمایا اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم تعبد او نحو ذالک خوب سمجہہ لو۔ اور لفظ اسکے جو کسی درجہ مین موہم و موحش ہین مقام ادلال پر محمول کر لینے سے اس ایہام ایحاش کا تدارک ہوسکتا ہے۔

دعا للطالبین

حافظ از حشمت پرویز دگر قصہ مخوان		کہ لبش جرعہ کش خسرو شیرین من ست	

یعنی اہل دنیا کی حشمت و شوکت کو کیا بیان کرتے ہو اُن کی عزت اہل اللہ کی عزت کے سامنے ادنی درجہ کی ہی کالمحتاج بالنسبۃ الی المحتاج الیہ۔ اور خسرو اور پرویز ایک ہی شخص ہے۔ اور خسرو شیرین یا تو موصوف و صفت ہے پس شیرین بمعنی لغوی ہوگا یا مضاف و مضاف الیہ ہی پس شیرین سے مراد محبوب حقیقی ہوگا اور خسرو سے مراد دونون

صورت میں اسد وا لے ہین جو شیرین بھی ہین اور ایک حقیقی شیرین کے ساتھ منتسب بھی ہین۔

غزل ۵

ای شاہد قدسی کہ کشد بند نقابت	وی مرغ بہشتی کہ دہد دانہ و آبت

اس غزل کے اکثر اشعار مین تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ انمین ناصحانہ خطاب کسی ایسے شخص کو ہے جو ان سے چھوٹا ہے اور انکا محبوب ہی جیسا مشہور ہی کہ اپنی بیوی کو فہمائش کرتے ہین جو آزردہ ہوکر میکہ مین چلی گئی تھی پھر بعد اس فہمائش کے وہ آگئی مگر شعر ثانی کو ظاہر الفاظ کے اعتبار سے اس فہمائش سے خارج کہنا چاہیئے۔ یا اور کوئی مسترشد مخاطب ہی جو طریق رشد سے منحرف ہوا اور حافظ رحمہ براہ شفقت اُسکو راہ پر لانا چاہتے ہون بہرحال اسمین اشارہ ہوگا کہ مرشد کو استغناء مین غلو نہ چاہیئے جہان ارشاد نافع ہونے کی اُمید ہو دلجوئی سے گو وہ نیازمندی کے مرتبہ مین پہونچ جاوے کام لینا چاہیئے اور بعض اشعار دوسرے مضامین کے بھی ہین پس اس شعر اول مین اپنے کسی عزیز کو بعنوان خاص خطاب ہی یعنی اُس کی روح کو کہ حقیقت انسانیہ ہے خطاب فرماتے ہین کہ اے عالم قدس (یعنی عالم ارواح) کے شاہد (یعنی محبوب کیونکہ حقیقت انسانیہ بوجہ مقصود اعظم بالخلق ہونے کے فی نفسہ احب الخلق ہے یا احب الی الخلق ہے۔ یا شاہد بمعنی حاضر لیا جاوے کیونکہ روح ظاہر ہے کہ عالم ارواح مین حاضر تھی۔ اسی طرح مرغ بہشتی بھی اُسیکو کہا خواہ باعتبار مبدأ کے پس بہشت سے مراد عالم قدس ہوگا یا اس اعتبار سے کہ آدم علیہ السلام بہشت مین رہے تھے اور سب ذریت انکے وجود مین مندرج تھین اور خواہ باعتبار معاد کے کہ حدیث ہے مومنین کی ارواح کا قنادیل عرش مین رہنا اور جنت مین جہان چاہین کھاتے پیتے پھرنا ثابت ہے رواہ السیوطی فی شرح الصدور اور اصل صفت روح کی ایمان ہی ہے۔ اگر عوارض نہ ہون تو مومن ہی رہے اس لئے اس عنوان سے خطاب مطلق روح کو بھی صحیح ہو سکتا ہے پس ان عنوانات سے خطاب فرماتے ہین کہ تو جو قید جسم مین مقید ہوکر اپنے مقر اصلی سے جدا ہو گیا ہے اور یہ جسم بمنزلہ حجاب و نقاب کے ہوگیا ہے اور اسکی تعلید مثل بند کے ہوگئی ہے تو یہ تو سوچ کہ تیرے اس بند نقاب کو کون کھولیگا اور اس قید سے کون رہائی دیگا اور بعد رہائی کے آب و دانہ یعنی نعمتین عالم آخرت کی تجھکو کون دیگا اور ظاہر ہے کہ وہ رہائی دینے والا اور آب و دانہ دینے والا حق تعالے ہی ہے پس مطلب یہ ہوا کہ جب وہ ایسا منعم و محسن ہے تو تجھکو چاہیئے کہ اُسکی اطاعت و ذکر مین مشغول ہو اور خلاف رشد کام کرنے سے باز رہے۔ وہو یقارب قول الجامی رحمہ ۔ تو ئی آن دست پرور مرغ گستاخ ✤ کہ بودت آشیان بیرون ازین کاخ ✤ چرا زان آشیان بیگانہ گشتی ✤ چو دونان چغد این ویرانہ گشتی

ھذا ما القی فی قلبی وللاخرین اقوال اخر لا تشفی ولا تکفی واللہ اعلم

خوابم بشد از دیدہ درین فکر جگر سوز	کاغوش کہ شد منزل آسایش و خوابت

یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ غایت شفقت سے اُس عزیز کو فرماتے ہین کہ اس فکر مین میری راحت جاتی رہی کہ اپنے محبوب حقیقی سے بُعد اختیار کر کے کسکا قرب اختیار کیا ہے مطلب یہہ کہ شیطان کا قرب اختیار کیا ہی جو کہ عدو مبین ہے وھذا کقول السعدی ع ببین کہ از کہ گسستی و باکہ پیوستی ✤ اور اس توجیہ پر نوجہ کا بھی مخاطب ہونا باعتبار

ہوسکتا ہے اور آغوش مضاف ہے کلمہ کاف کی طرف جو معنی کدام ہے ۔

درویش نمی پرسی و ترسم کہ نباشد ۔۔۔ اندیشۂ آمرزش و پروای ثوابت

اسمین بھی اُسی عزیز کو نصیحت ہے کہ تم غیر جنس کی صحبت مین پڑکر درویشوں سے جو تمہارے ناصح ہین بمضمون اے الحق مر بھاگنے لگے ہو مجھکو یہہ خوف ہے کہ کبھی غفلت بڑھتے بڑھتے نوبت یہان تک نہ پہونچ جاوے کہ مغفرت اور ثواب سے بھی استغنا ہو جاوے یعنی فکر آخرت دل سے نکل جاوے اسمین اشارہ اُس مسئلہ کی طرف ہی جو اہل طریق نے فرمایا ہے کہ اس بلاد کی لغزش کے سات درجے ہین ۔ اعراض ۔ حجاب ۔ تفاصل ۔ سلب مزید ۔ سلب قدیم ۔ تسلی ۔ عداوت اول اعراض ہوتا ہے ۔ اگر معذرت و توبہ نہ کی حجاب ہو گیا اگر پھر بھی اصرار رہا تفاصل ہو گیا اگر اب بھی استغفار نہ کیا تو عبادت مین جو ایک زائد کیفیت ذوق و شوق کی تھی وہ سلب ہو گئی یہہ سلب مزید ہے اگر اب بھی اپنی بیہودگی نہ چھوڑی تو جو راحت و حلاوت کہ زیادتی کے قبل اصل عبادت مین تھی وہ بھی سلب ہو گئی اسکو سلب قدیم کہتے ہین اگر اِس پر بھی توبہ مین تقصیر کی تو جدائی کو دل گوارہ کرنے لگا یہ تسلی ہی اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت مبدل بعداوت ہوگئی نعوذ باللہ منہا کذا فی فوائد الفواد اور شعر ہذا مین غالبًا مرتبہ تسلی کا مراد ہے ۔

راہ دل عشاق زد آن چشم خماری ۔۔۔ پیداست ازین شیوہ کہ مست است شرابت

مراد از مست مست کنندہ مبالغۃ مست گفتہ کما قال الشاعر ۔ تحیۃ بینہم ضرب وجیع ۔ راہ زدن بیقرار ساختن و جمعیت عشاق برلسے جنس مست مراد ذات خود ۔ اُس عزیز کو فرماتے ہین کہ ہین تیری جدائی مین بیقرار ہون بیشک تیری شراب یعنی آنکھین کہ پرخمار ہین مست کنندہ ہین ۔ اشارہ اسطرف ہے کہ بعض اوقات اپنی محبت کا ظاہر کر دینا مخاطب کو متوجہ کر دیتا ہے سو اگر نصیحت مین اسکی ضرورت ہو تو ایسا کیا جاوے رہا یہ کہ اہل حقیقت کو مجازی محبت کب ہوتی ہے جواب اسکا اس ردیف التار کی غزل ہم آن سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با دست الخ کی شرح دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے ۔

تیرے کہ زدی بردلم از غمزہ خطا رفت ۔۔۔ تا باز چہ اندیشہ کند رای صوابت

یعنی تونے جو مجھ سے جدائی اختیار کرکے یہہ سمجھا تھا کہ یہہ سحر محبت ہے میری محبت مین اپنے طریق رشد کو چھوڑ دیگا ۔ وہ خیال تو غلط نکلا اور نشانہ خالی گیا اب دیکھین کہ آیندہ کے لئے کیا تجویز کیا جاتا ہی اور صواب کہنا تالیف قلب کے لئے ہی ۔ اس مین اشارہ اسطرف ہے کہ محبت حق تعالیٰ کی سب محبوبوں کی محبت پر غالب رہنا چاہیئے اور یہی غلبہ دلیل ہی اس کی کہ یہ شخص محب حق تعالیٰ ہی کا ہے اور دوسرون پر محض رحمت ہی اکابر پر یہی خیال کرنا چاہیئے ۔

ہر نالہ و فریاد کہ کردم نہ شنیدی ۔۔۔ پیداست نگارا کہ بلند است جنابت

اسمین بھی اُس عزیز محبوب کو خطاب ہے کہ مین نے تیری نصیحت مین کتنا شور و غل مچایا مگر تو نے ایک نہ سنی ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی شان بڑی عالی ہو گئی ہے کہ کسی کی سماعت ہی نہین ہوتی یہ بطور عتاب کے کہا گیا جیسے اسطرح کے موقع پر بولا کرتے ہین کہ اب تو آپ کا دماغ آسمان پر پہونچ گیا ہے کسی کی رسائی ہی نہین ہوتی ۔

ای قصر دل افروز کہ منزلگہ انسی ۔۔۔ یا رب مکناد آفت ایام خرابت

اسمین اُس عزیز محبوب کو دعا ہے. اس طور سے کہ اُسکے گھر کو دعا دیتے ہین جس طرح اس شعر عربی مین. ؎

ان المروۃ والسماحۃ والندی فی قبۃ ضربت علی ابن الحشرج

یعنی اے قصر دل فروز کہ منزلگاہ اُس کی ہی خدا کرے آفت زمانہ تجھکو ویران نہ کرے یعنی ہمیشہ آباد رہے اور اسمین اُس عزیز کو یہ دعا ہی کہ خدا اُسکی اصلاح کرے کیونکہ گھر کی حقیقی آبادی یہی ہے کہ اُسکا بسنے والا اصلح الاحوال ہو ورنہ معنیً وہ ویران ہی جیسا حدیث مین ہی مساجدھم عامرۃ وھی خراب خوب سمجھ لو. ؎

دوریست سراب درین بادیہ ہشدار	تا غول بیابان نفریبد بسرابت

یہ دوسرے مضمون کا شعر ہے اسمین سالک کو تنبیہ ہی کہ ابتدائی یا متوسطی کیفیات پر مغرور نہو جاوے اور اپنے کو کامل اور واصل نہ سمجھ جاوے کیونکہ وہ امور مقصود نہین ہوتے گو مشابہ بمقصود کے ہون جسطرح سراب مشابہ آب کے ہوتا ہے آب نہین ہوتا اسی فرماتے ہین کہ پانی کا کنارہ ابھی دور ہی ہوشیار رہنا کبھی شیطان تجھکو سراب سے دہوکہ ندے. اور ممکن ہے کہ اُسی عزیز کو خطاب ہو شاید کسی قرینہ سے معلوم ہوا ہو کہ وہ کمال کے زعم مین ہادی اور مصلح سے اپنے کو مستغنی سمجھنے لگا ہے اور اسلیئے اُس نے بے اعتنائی کی ہو اسوجہ سے اُسکو یہ نصیحت کی ہو. ؎

تا در راہ پیری بچہ آئین روی اے دل	باری بغلط صرف شد ایام شبابت

اسمین نصیحت ہی اپنے نفس کو یا دوسرے شخص کو بطرز رومانی لا اعبد الذی فطرنی اور ترغیب ہے تدارک ایام گذشتہ کی.

حافظ نہ غلامیست کہ از خواجہ گریزد	لطفے کن و باز آکہ خرابم ز عتابت

یا تو اسمین خطاب ہے محبوب حقیقی کو جیسا غلام اور خواجہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہی یعنی مین اب اس در پر آپڑا ہون ٹلنے والا نہین میرے حال پر کرم فرمائیے مین آپکے عتاب سے جسکی علامت قبض کی نوع خاص ہے پریشان ہون اُسکو دور کیجئے اور یا اُسی عزیز کو خطاب ہے اور خواجہ اور غلام غایت ملاطفت و انکسار سے کہدیا واللہ اعلم

غزل ؎

باغ مرا چہ حاجت سرو صنوبر ست	شمشاد سایہ پرور ما از کہ کمتر ست

سرو صنوبر قسمی از سرو و شمشاد قسمی از سرو سایہ پرور ناز پروردہ. اقرب یہ ہی کہ اسمین جواب ہی اُس شخص کا جو انکو کسی دوسرے مرشد کی طرف متوجہ کرتا ہے مطلب یہ کہ ہمارا مرشد کس سے کم ہی جو ہمکو دوسرے کی حاجت ہو اسمین اشارہ ہوگا مسئلہ وحدت مطلب کی طرف اور سایہ پرور سے ممکن ہی کہ اشارہ ہو مرشد کے صاحب تمکین ہونے کی طرف کیونکہ تمکین مین سکون ہوتا ہے جیسے سایہ مین سکون ہوتا ہی بخلاف دہوپ کہ اسمین تیزی و حرارت ہوتی ہی اور ترکیب از کہ کمتر ست گو موضوع ہے نفی کمی کے لئے مگر عرفاً مستعمل ہے اثبات زیادت کے لئے جیسے قرآن مجید مین ترکیب ومن اظلم موضوع ہے نفی زیادت کے لئے مگر مستعمل ہی اثبات کمی کے لیے یعنی اس مذکور سے اور سب ظالم کم ہین.

ترغیب سالک با فادہ

وحدت مطلب

ای نازنین پسر تو چه مذہب گرفتۂ	کت خون ما حلال تر از شیر مادر ست

اگر اسکو شاعرانہ مضمون کہا جاوے تو محبوب مجازی پر محمول کرنے سے بے تکلف معنی درست ہو جاوینگے اور اگر صوفیانہ مضمون کہا جاوے تو بہتر ہے کہ اسکا مخاطب ناصح کو کہا جاوے جسطرح اوپر کے شعر مین بھی ناصح ہی مخاطب تھا اور نازنین پسر بطور استہزاء کے کہا گیا تقریر یہ ہوگی کہ میان صاحبزادے تمنے ہماری جان کیون کھا رکھی ہے اور ہمارے خون کے کیون پیاسے ہو رہے ہو اور کیون ہمارے پیچھے پڑے ہو ہم راہ محبت مین تمہاری نہ سنینگے اور اپنے پیر کو چھوڑنا بھی اس عموم مین داخل ہے۔

چون نقش غم ز دور ببینی شراب خواه	تشخیص کرده ایم و مداوا مقرر ست

یعنی جب غم والم کے آثار معلوم ہونے لگین گو پاس نہ آئے ہون اور پاس آنے پر تو بدرجۂ اولی اُسوقت شرب عشق سے اُسکا علاج کر دلہ یہی تدبیر بہتر ہین ہے ہم تشخیص کر چکے ہین غم والم سے مراد دنیوی غموم بھی ہو سکتے ہین اور وساوس وخطرات بھی اور ترکیب بنانے ساتھ توجہ الی اللہ اور ذکر وفکر دونون کا علاج مجرب ہے۔ ۵

یک قصہ بیش نیست غم عشق وین عجب	از ہر کسے کہ می شنوم نامکرر ست

یعنی غم عشق کا ہے تو ایک قصہ مگر جس سے سنا جاوے جدید مضمون معلوم ہوتا ہے وجہ یہ کہ عشق مین ہر ایک کو جدا حالات پیش آتے ہین چنانچہ مشاہد ہے اور اسی مین تعلیم ہے اسکی کہ ایک حال والے کو دوسرے حال والے پر انکار نہ چاہیے۔

از آستان پیر مغان سر چرا کشم	دولت درین سرا و گشایش درین درست

یعنی مرشد سے کیون اعراض کرون جبکہ دولت کشود باطنی کا مدار وہی ہے یہ بھی شعر اول سے متقارب المعنی ہے بس ۵

دی وعده داد وصلم و در سر شراب داشت	امروز تا چہ گوید و بازش چہ در سر ست

اسکو محبوب حقیقی کے معاملہ پر محمول کرنا بعید بلکہ ممتنع ہے کہ اسمین صریح احتمال بدا اور خلف وعدہ کا مذکور ہے گو شراح نے اسکو اختیار کیا ہے چنانچہ کہا ہے در میثاق معشوق حقیقی مارا وعده وصل داد در حالیکہ عشق داشت چنانچہ در حدیث قدسی آمده کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف امروز معلوم نیست کہ اراده او چیست آیا مارا بدیدار خود فائز میگرداند یا نہ چرا کہ سعادت وشقاوت باختیار اوست سبحانہ واہل سعادت فائز بدیدار و اہل شقاوت محروم ازان معلوم نیست کہ مارا امروز ای درین نشاۂ عنصریہ از اہل سعادت میسازند یا از اہل شقاوت فافہم اھ اسلیئے سہل یہ ہے کہ محبوب مجازی کی شکایت پر محمول کرلیا جاوے یعنی اول تو مجھ سے وعده وصل کرلیا تھا خدا جانے اُسوقت کس نشہ مین تھا مگر اُسکا اعتبار نہین آج کیا دماغ مین سمایا ہوا ہو اور ایفا کرے یا نہ کرے اور کیا کہہ اُٹھے اور ممکن ہے کہ جس ناصح کو اوپر کے اشعار مین خطاب ہے وہ کسی شیخ ودنیا دار کی طرف بلاتا ہو اسلیئے اس شعر مین ایسے دنیاداروں کی مذمت کرتے ہون کہ یہ لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اپنے کسی

مطلب یعنی مال وجاہ وغیرہ کا نشہ دماغ میں سماتا ہے تو جھوٹے جھوٹے وعدے تعلیم وتلقین وتکمیل وتربیت کے کرتے ہیں مگر وہاں تو کچھ ہے ہی نہیں اب اپنے اپنا مطلب نکالکر آرے بنے تبلاتے ہیں اور لطف ودلجوئی کے خیالات کو بدل ڈالتے ہیں۔ ۵

ما آبروی فقر وقناعت نمی بریم ‖ با پادشہ بگوی کہ روزی مقدرست

مطلب ظاہر ہے اسمین تعلیم ہے قناعت وتوکل کی۔ بدر الشروح مین منقول ہے در لطائف الطوائف آوردہ کہ بادشاہ آن عصر حافظ را طلب کرد حضرت ہمین بیت نوشتہ فرستادہ خود نرفتند۔ یہ حکایت حافظ رح کی بزرگی کی صاف دلیل ہے۔ ۵

شیراز وآب رکنی وآن باد خوش نسیم ‖ عیبش مکن کہ خال رخ ہفت کشورست

آب رکنی رکنا باد کہ چشمہ الیست در شیراز مقصود ظاہر اً مدح ہے شیراز کی اور تاویل بعید کہا جاسکتا ہے کہ اشیاء مذکورہ مصرعہ اولے کا مجموعہ اشارہ ہو قالب عنصری کی طرف اسطرح سے کہ شیراز سے خاک اور آب رکنی سے آب اور باد خوش نسیم سے باد اور چونکہ اکثر کا ذکر بجائے کل کے ہے اسلئے نار کا ذکر نہ کرنا مضر نہو مطلب یہ ہوگا کہ اس جسد کی تحقیر مت کرو کہ ہفت کشور کی یہ زینت ہے کیونکہ عالم لطیف مین روح انسانی اور عالم کثیف مین جسد انسانی اشرف المخلوقات ومقصود اعظم ہے۔ اسلئے ارشاد ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اور ارشاد ہے صورکم فاحسن صورکم یہ تو شرف باعتبار ذات کے ہے اور شرف باعتبار غایت کے یہ ہے کہ مقصود اصلی روح کیلئے ترقی حاصل کرنا ہے۔ اور وہ موقوف ہے عبادت پر اور بعض انواع ترقی کے بعض ایسی عبادات سے وابستہ ہین کہ اُن عبادات کا صدور موقوف ہے تعلق جسد پر مثل صوم وصلوٰۃ ونحو ذلک یہ فائدہ بدون تعلق جسد عنصری کے حاصل نہین ہوسکتا اسلئے جسد کی حفاظت وصحت کی رعایت خود مسنون ہے کہ ان لجسدک علیک حقا۔ اور مجاہدہ واتعاب نفس مین بھی مصالح ہین مگر جبکہ اعتدال کے ساتھ ہو پس اسمین بعض لوگوں کی غلطی کی طرف اشارہ ہوجاویگا جو مشقت نفس مین غلو کرتے ہین۔ ۵

فرق ست از آب خضر کہ ظلمات جای اوست ‖ تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبرست

اللہ اکبر چشمہ الیست در شیراز کہ از میان کوہ برآید ہر کہ آنرا بیند بے اختیار گوید اللہ اکبر۔ اسمین بھی ظاہراً مدح ہے شیراز کی مبالغہ کے ساتھ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقصود ترجیح بیان کرنا ہو حیات قلب کی حیات بدن پر اور آب خضر کی اضافت محض ادنی ملابست کے لئے پتہ کے طور پر ہے یہ نہین کہ اس اضافت کو مرجوحیت مین کچھ دخل ہو تاکہ ایہام تحقیر کا شبہ ہو چونکہ آب حیات کا لقب آب خضر ہوگیا ہے اسلئے مفہوم لقبی کے طور پر تعبیر کردیا گیا مفہوم اضافی کے طور پر نہین کیا گیا اور حیات قلب کو آب سے تعبیر کرنا مجاز آ ہے کہ جعلنا من الماء کل شیء حی اور اللہ اکبر مین توریہ ہوگا یعنی ذکر اللہ سے جو حیات حاصل ہوتی ہے اور ظلمات جای اوست مین اشارہ لطیفہ ہے کہ حیات دنیا کی کتنی ہی طویل ہو بدون ذکر اللہ کے مجموعہ کدورات وظلمات ہے۔ ۵

درکوی ماشکستہ دلی منجبرند وبس
بازار خود فروشی ازان سوی دیگرست

اسمین عجز ونیاز کا اسباب قرب مین سے اور خود نمائی وتکبر کا اسباب بعد مین سے ہونا مذکور ہے۔ اور یہ ظاہر ومعلوم ہے۔ ۵

حافظ چہ طرفہ شاخ نباتیست کلک تو
کش میوہ دلپذیر تر از شہد وشکرست

اسمین بیان ہے مضامین عشقیہ کے لذت وحلاوت کا کہ حافظ کے قلم سے جو مضامین نکلتے ہین تو انکی کلک گویا شاخ نبات ہے ۵

غزل ۵

شگفتہ شد گل حمرا وگشت بلبل مست
صلای سرخوشی ای صوفیان بادہ پرست

چونکہ عرفا گل حمرا کی شگفتگی کا اور بلبل کی مستی کا وقت بادہ نوشی کا موقع ہوتا ہے۔ اسلیئے حاصل شعر کا یہ ہے کہ جب انسان کو صحت وفراغ اور اسباب عمل میسر ہون تو غنیمت سمجھے اور وقت کو ضائع نہ کرے۔ بلکہ اسکو مجاہدہ وذکر مین مشغول کرے جیسا حدیث مین ہے۔ اغتنم خمسا قبل خمس صحتك قبل سقمك وفراغك قبل شغلك وشبابك قبل هرمك وغناك قبل فقرك وحياتك قبل موتك پس تشبیہ مفرد بالمفرد کے تکلف کی حاجت نہین۔ ۵

آساس توبہ کہ در محکمی چو سنگ نمود
ببین کہ جام زجاجی چہ گونہ اش بشکست

یہ توبہ معاصی سے نہین ہے بلکہ توبہ اظہار احوال سے ہے اور عہد اور عزم ہے کتمان کا مطلب یہ کہ جب غلبہ وارد کا ہوتا ہے۔ وہ عہد ٹوٹ جاتا ہے اور یہ حال توسط سلوک میں ہوتا ہے۔ ۵

بیار بادہ کہ در بارگاہ استغنا
چہ پاسبان وچہ سلطان چہ ہوشیار وچہ مست

اسمین تقویت ہے رجا کی اور ازالہ ہے یاس کا یعنی حق تعالی کی طرف متوجہ ہونے کے لئے امور مذکورہ فی الشعر مین سے نہ کوئی امر شرط ہے نہ مانع جیسا سلاطین دنیا کے دربارون مین ایسے امور پر نظر ہوتی ہے بلکہ بوجہ استغنا کے اس درگاہ مین سب برابر ہین غریب امیر اور عاقل اور کم عقل۔ ۵

ازین رباط دو در چون ضرورتست رحیل
رواق وطاق معیشت چہ سربلند وچہ پست

اسمین تعلیم ہے زہد کی کہ دنیا کے مال وجاہ مین زیادہ منہمک نہو کیونکہ ہر طرح ہو جاتی ہے رواق محل طاق ایوان کذا فی البدر۔ ۵

مقام عیش میسر نمی شود بے رنج
بلا بحکم بلی بستہ اند روز الست

اسمین ترغیب وتقویت ہمت ہے مجاہدہ وتحمل شدائد سلوک پر یعنی جب یوم میثاق مین الست کے جواب مین بلی کہا تھا جسمین اقرار تھا الوہیت کا تو ابتلا وامتحان تو اسکے ساتھ ہی وابستہ ہوگیا تھا کیونکہ حکمت امتحان کی یہی ہے کہ یہ شخص اس اقرار پر قائم رہتا ہے یا نہین۔ ۵

کہ نیست است سرانجام ہر کمال کہ ہست	بہ ہست و نیست مرنجان ضمیر و خوش میباش

مصرع اول مین ہست و نیست سے مراد مطلق وجود و عدم نہین بلکہ مرغوبات دنیویہ کا وجود و عدم اور یہی مراد ہے۔ مصرع ثانیہ مین مطلب یہ کہ مال وجاہ وغیرہ کی فکر مین ست پڑو کہ اگر ان مین کمال بھی حاصل ہو گیا پھر اُسکا انجام زوال ہی ہے۔ یہ بھی تعلیم ہے زہد کی۔ ۵

بباد رفت و ازان خواجہ ہیچ طرف نبست	شکوہ آصفی و اسپ باد و منطق طیر

طرف بستن فائدہ حاصل کردن۔ آصف نام وزیر سلیمان علیہ السلام اما انجام ازیمان علیہ السلام مجازاً و مراد بخواجہ نیز سلیمان علیہ السلام یعنی اُن کے پاس حشمت کا کس قدر سامان تھا مگر بالذات وہ اُنکے لیے نافع نہوا اور بالغیر بوجہ تلبس ذکر و طاعت۔ و آلہ سعی و عمل و دعوت الی اللہ تعالیٰ ہونے کے نافع ہونا حقیقت مین ذکر و طاعت وغیرہ کا نافع ہونا ہے۔ پس گویا یہ شعر متقارب المعنی ہے شعر اول کا۔

ہوا گرفت زمانے و لے بخاک نشست	ببال و پر مرو از رہ کہ تیر پرتابی

پرتاب بمقدار تیر انداختن۔ ہمین یہی نصیحت ہے کہ دنیا کے مال وجاہ و اسباب عیش پر مغرور ست ہو کہ یہ چند روزہ ہے جسطرح تیر پرتابی تھوڑی دیر ہوا مین رہتا ہے پھر آخر خاک مین ملجا دیگے جسطرح وہ تیر خاک مین گر پڑتا ہے

کہ تحفۂ سخنت میبرند دست بدست	زبان کلک تو حافظ چہ شکر آن گوید

اپنی ذات کو خطاب کرتے ہین کہ اے حافظ تیرا قلم مجبوب کی اس نعمت قبول کا کیا شکریہ ادا کر سکتا ہے۔ کہ اُس کلک کے زادیدہ مضامین کو لوگ ہاتون ہاتھ لیجاتے ہین۔ ہمین تعلیم ہے کہ عبد کو چاہیے کہ کسی کمال کو اپنی طرف حقیقۃً منسوب نہ سمجھے بلکہ سبکو اُسکی عطا جانے و ما بکم من نعمۃ فمن اللہ

غزل ۵

پیرہن چاک و غزلخوان و صراحی در دست	زلف آشفتہ و خوی کردہ و خندان لب مست
نیم شب مست ببالین من آمد بنشست	نرگسش عربدہ جوی و لبش افسوس کنان
گفت کای عاشق شوریدۂ من خوابت ہست	سر فرا گوش من آورد بآواز حزین
کافر عشق بود گر نبود بادہ پرست	عاشقی را کہ چنین بادۂ شبگیر دہند

خوی کردہ عرقناک۔ پیرہن چاک بیباک۔ افسوس کنان تسخر کنان مراد خندان یہ سب اشعار قطع بند ہین۔ اور مراد ان حالتون سے سامان و لوازم و وضع محبوبی ہے اسیطرح آواز حزین سے مراد آواز نرم کہ معشوقون کی آواز ہے پس حاصل یہ ہوا کہ نصف شب کے وقت محبوب حقیقی کی طرف سے قلب پر یہ دارد آیا کہ ایسے وقت تو سوتا ہے یہ وقت بادۂ شبگیر یعنی ذکر و مشغولی کا ہے جو شخص اس وقت بھی اسکو اختیار نہ کرے وہ راہ محبت کا حق ضائع کرنیوالا ہے۔ پس ہمین تعلیم ہے ترک غفلت اور اشتغال مع اللہ کی اس وقت مبارک مین

کہ ندادند جز این تحفہ بما روز الست	برو ای زاہد و بر دردکشان خوردہ مگیر

اکثر زاہدان خشک بعض امور پر جو غلبۂ عشق مین اہل حال سے صادر ہوجاتے ہین طعن و اعتراض کرتے ہین۔ اُسکا جواب دے رہے ہین اور اسمین ارشاد ہے ترک اعتراض کا اہل حال پر۔ س ۵

انچہ او ریخت بہ پیمانۂ ما نوشیدم — اگر از خمر بہشت ست و راز بادۂ مست

یہ شعر بھی گویا تتمہ ہے شعر بالا کا اور پیمانہ سے اشارہ مرتبہ استعداد کی طرف ہے اور چونکہ خمر بہشت مین نشہ نہوگا کما قال تعالے لا ینزفون اسلیئے یہ اشارہ ہے ضبط و اخفا کی طرف جو اہل تمکین کو میسر ہوتا ہے۔ ور باد مست سے اشارہ ہے اظہار و جوشش و شورش کی طرف جو کہ لازمہ تلوین ہے یعنی جس مرتبہ مین جیسی استعداد ہو وہی حال پیش آوے گا ہمارا اس مین کیا اختیار ہے پھر اعتراض کیسا۔ ۵

خندۂ جام می و زلف گرہ گیر نگار — ای بسا توبہ کہ چون توبۂ حافظ بشکست

مذکورات مصرعہ اولی سے مراد سامان مستی ہے اسکا مطلب بھی مثل شعر بالا کے ہے یعنی مین عزم بھی اخفا کا کرتا ہون مگر جب اسباب مستی مجتمع اور غالب ہوتے ہین وہ عزم کالعدم ہوجاتا ہے

غزل ۵

خدا چو صورت ابروی دلکشای تو بست — گشاد کار من اندر کرشمہ ہای تو بست

اسکا خطاب مرشد کو ہوسکتا ہے کہ خدا تعالی نے جب تمہاری ذات کو بنایا (اطلاق اللازم علی الملزوم لان تصویر الحاجبین لازم عادی لجعل الذات) تو میرا کشود کار باطنی تمہارے فیوض کے ساتھ وابستہ کیا کیونکہ پہلے سے مقدر تھا کہ فلان فلان شخصون کو ان سے نفع ہوگا۔ ۵

ہزار سرو چمن را بخاک راہ نشاند — زمانہ تا قصب زرکش قبای تو بست

قصب جامہ باشد کہ از کتان و ابریشم بافند کذا فی الغیاث۔ و فاعل نشاند زمانہ۔ یعنی جب سے زمانہ نے تمہارے بدن پر لباس مشیخت آراستہ کیا ہے۔ ہزارون سرکشون کو خاکسار بنا دیا یعنی آپ سے ایسے ایسے لوگون کی اصلاح ہوئی جنکی اصلاح کی امید ہی نہ تھی۔ اور ایک نسخہ مین ہزار سرو کی جگہ مراد سرو ہی یعنی مجھکو بھی اور دوسرے سرکشون کو بھی الخ۔ اور ایک نسخہ مین زرکش کی جگہ نرگسین ہے اسکے معنی ایک شارح نے اسطرح لکھے ہین نوعے از قبا کہ گلہائے نرگس بر منقش بود۔ س ۵

مراد مرغ چمن را ز دل ببرد آرام — سحرگہ آن کہ دل ہر دو در نوای تو بست

فاعل ببرد آن کہ مراد عشق۔ نوا آواز مراد رطب اللسانی و عذب البیانی و نوا بمعنی گرفتاری و قید آمدہ کذا فی الغیاث۔ یعنی سحرگاہ کے وقت تمہارے حسن محبت نے تمہاری گویائی یا تمہاری قید مین میرا اور مرغ چمن یعنی دیگر طالبین کا دل پھنسا دیا اُسنے ہم کو بے چین کر دیا مقصود بیان کرنا بیقراری کا ہے۔ تاکہ مرشد کو توجہ ہو۔ اور سحرگاہ کی تخصیص اسلیئے کہ وہ وقت پھولون کی شگفتگی کا اور باد صبا کے چلنے کا ہوتا ہے۔ جو کہ پھولون کی خوشبو کو منتشر کرتی ہے اُسوقت مرغ چمن کی بیچینی اور ولولہ کی زیادتی ہوتی ہے پس یہ کنایہ ہوا وقت ظہور کمالات شیخ سے یعنی جب سے

آپ کے کمالات کا ظہور ہوا ہے طالبین کا یہ حال ہے۔ ع

نسیم صبح چو دل در پئے ہوای تو بست	زکار ما و دل غنچہ صد گرہ بکشود

ہوا محبت۔ مطلب لفظی تو یہ ہے کہ نسیم صبح نے جو اپنا دل تیری محبت مین لگایا تو اسمین یہ اثر ہوگیا کہ ہماری اور دل غنچہ کی گرہین کھولدین یعنی ہمکو شگفتگی ہوئی اور غنچہ بھی کھل گیا اور معنی مقصود یہ ہو سکتے ہین کہ آپ کے مخصوصین اور فیض یافتوں سے جو آپ کے کمالات و فیوض کی خبر سنی تو مجھکو اور دوسرے طالبین کو انشراح ہوا اور تردد جو طلب مرشد مین تھا رفع ہوگیا۔

دلی چہ سود کہ سر رشتہ در رضای تو بست	مرا بہ بند تو دوران چرخ راضی کرد

براہ تواضع اپنی کم ہمتی کا بیان کرتے ہین کہ گو میری یہ خوش قسمتی ہے کہ آپ کی گرفتاری محبت و عقیدت پر مین راضی ہوگیا اور آپ کو مرشد تجویز کرلیا۔ مگر مجھکو اس سے پورا نفع اسلیئے نہوا کہ اصل مدار نفع تام کا آپکی رضا پر ہی اور مین اپنی کم ہمتی سے اسکی تحصیل و تکمیل نہین کرسکا کیونکہ مرشد کی رضا جب ہوتی ہی کہ جب پورے طور سے مرضیات آلہیہ کو اختیار اور نامرضیات سے اجتناب کرے اور افسوس مجھکو اسکی توفیق نہین ہوئی۔ اور بست کا فاعل دوران چرخ ہے باسناد مجازی۔

کہ عہد با سر زلف گرہ کشای تو بست	چو نافہ بر دل مسکین من گرہ مفگن

خلاصہ مطلب تو یہ ہے کہ میرے دل کو منقبض اور افسردہ مت کر کیونکہ وہ تجھ پر عاشق ہے اور اپنے عاشق سے ایسا معاملہ نہ کرنا چاہیئے۔ اب اسکے ساتھ لطافت شاعری کی غرض سے دل کے انقباض کو گرہ افگندن سے اور اس کے مقابلہ کے لیئے زلف کو گرہ کشای سے تعبیر کیا اور نافہ کو خود بھی زلف سے مناسبت ہی پھر بستن کا لانا خود لطف کو بڑھاتا ہے۔ کشادن کے مقابلہ مین۔ اور نافہ سے تشبیہ گرہ افگندن مین شاید اسلیئے ہو کہ نافہ خشک ہو کر سمٹ جاتا ہی جیسے کوئی چیز بند ہوگئی ہو یا اسلیئے ہو کہ اسمین خون منجمد و منعقد ہو جاتا ہے۔ اور زلف کو گرہ کشا اسلیئے کہا کہ اسکو دیکھکر عاشق کو انبساط ہوتا ہے۔ اور مرشد کو یہ خطاب اس تقریر سے ہو سکتا ہے۔ کہ آپ اس خادم جان نثار سے بے توجہی نہ کیجیئے۔ ع

خطا نگر کہ دل امید در وفای تو بست	تو خود حیات دگر بودی ای زمان وصال

حیات بخش را حیات گفتن و فاعل وصال را زمان وصال گفتن مجازست و نکتہ در مجاز ثانی آن ست کہ زمانہ در بے وفائی و بدعہدی مشہور ست ہمچنان محبوب را فرض کردہ کہ وعدہ وصل کردہ خلاف نمودہ پس گویا فاعل وصال نیست بلکہ زمان وصال ست۔ اگر محبوب مجازی مخاطب ہو تو معنی ظاہر ہین اور اگر مرشد کو خطاب ہو تو کہا جاویگا کہ مرشد کی ظاہری کم توجہی جو کسی مصلحت سے ہوگی مسترشد اسکی مصلحت نہین جانتا اسلیئے تنگ ہو کر غلبہ حال مین کہتا ہے۔ کہ بس آپ سے اور وں ہی کو نفع ہے ہماری حماقت ہوئی جو آپ سے امید توجہ رکھی اور ایسی تنگی و مغلوبیت مین ایسی بیباکی عفو ہے۔ ع

هم از نسیم تو روزی کشایشی یابد | چو غنچه هر که دل خویش در هوای تو بست

یہ گویا شعر بالا کا تدارک ہے یعنی جو شخص آپ کے در کو محکم پکڑے رہیگا اور اس ظاہری بے التفاتی سے تنگ ہوکر آپکا دامن نہ چھوڑیگا کسی نہ کسی دن آپ کے الطاف سے اسکو کشایش باطنی میسر ہو ہی جاویگی پس گویا اسمین نفس کو تسلی دیتے ہین۔ اور حاصل تشبیہ کا یہ ہے کہ جیسے غنچہ کہ ہوا کا دامن نہین چھوڑتا آخر وہ ہوا جب نسیم کی کیفیت سے متصف ہوتی ہے اُس غنچہ کو شگفتہ کر دیتی ہے۔ ۵

ز دست جور تو گفتم ز شهر خواهم رفت | بخنده گفت برو حافظا که پای تو بست

که بمعنی کدام مدلول لفظی تو ظاہر ہے۔ مرشد کو خطاب اسطرح ہوسکتا ہے، کہ حضرت اگر مجھ سے کچھ کدورت ہو تو فرما دیجئے مین کہین اور چلا جاؤن چونکہ یہ گمان مسترشد کا غلط تھا اسلیئے اُنکو اسکی وہم پرستی پر بجائے برہمی کے ہنسی آگئی اور فرمایا کہ بسم اللہ جایئے آپ کو باندھا کس نے مقصود امر فرمانا نہ تھا بلکہ مسترشد کی غلطی کا اس عنوان لطف آمیز سے ظاہر کرنا کہ محب اس ادا ہی سے سمجھ سکتا ہے کہ مجھ سے ناخوش نہین ہین واللہ اعلم فقط۔

غزل ۵

ای هدهد صبا بسبا میفرستمت | بنگر که از کجا بکجا می فرستمت

احقر کے مذاق مین یہ خطاب ہے روح کو اسکو محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دیتے ہین کہ مین تجھ کو دیار محبوب کی طرف متوجہ کرتا ہون دیکھ تو کہ ادنے سے اعلی کیطرف متوجہ کرتا ہون اسکے قبول کرنے مین تجھکو ذرا پس و پیش نہ چاہیئے۔ اور صبا سے تشبیہ اس اعتبار سے دی کہ صبا مبلغ ہوتی ہے روائح کی اسیطرح روح عالم قدس کے ساتھ مناسبت پیدا کر کے مورد ہوتی ہے واردات و نفحات غیبیہ کی اور اسی بنا پر ہدہد کہا۔ اور اضافت ہدہد کی صبا کی طرف ایسی ہے جیسے لجین الماء مین۔ ۵

حیف ست طائری تو در خاکدان وهم | زینجا بآشیان وفا میفرستمت

یعنی تو طائر عالم قدس ہوکر اس خاکدان مین پھنس رہا ہے حیف کی بات ہے مین اس عالم پر جفا سے تجھکو آشیان وفا کیطرف کہ عالم علوی ہے متوجہ کرتا ہون و ہذا کما قال الجامی رحمہ تو ئی آن دست پرور مرغ گستاخ ؛ کہ بودت آشیان بیرون ازین کاخ ؛ چرا زان آشیان بیگانہ گشتی ؛ چو دونان چغد این ویرانہ گشتی ؛ ۵

در راه عشق مرحلهٔ قرب و بعد نیست | می بینمت عیان و دعا میفرستمت

می فرستمت یعنی میفرستم نزد تو۔ یہ خطاب ہے محبوب حقیقی کو یعنی آپ کی راہ محبت مین قرب و بعد متعارف نہیں کیونکہ وہ خواص اجسام سے ہے اور آپ اس سے منزہ ہین مین باوجود آپکے باطن ہونے کے چونکہ آپ ظاہر بھی ہین اسلیئے عیاناً آپکو دیکھتا ہون پس ایک بعد معنوی کہ خفاء ہے ذات کا دوسرے قرب معنوی ہے کہ بواسطہ افعال و مصنوعات کے ظہور ہے صفات کا حاجب اور مانع نہین اس تجلی افعالی کو عیان دیدن سے تعبیر کر دیا فلم یبق فیہ اشکال۔ اور اس معائنہ کی حالت مین آپ کے حضور مین دعائین یعنی اپنی حاجت کے لئے التجائین

پیش کر رہا ہون کیونکہ حق دعا اس غلبۂ استحضار ہی سے میسر ہوتا ہے۔ اور یا دعا سے مراد مطلق ندا، اور یاد اور یاد اُس سے مراد مطلق ثنا و انقیاد کما قیل فی تفسیر الدعاء فی السجود الوارد فی الحدیث ع ان الثناء علی الکریم دعاء بہر حال یہ اشکال مندفع ہوگیا جو ظاہر مین متوہم ہوتا ہے۔ کہ محبوب حقیقی کو دعا کی کیا حاجت ہے اور منشا اس اشکال کا صرف یہ ہوا کہ دعا کو بالمعنی المتعارف لیا اور اُسمین بلا دلیل قید لگائی للمحبوب کی خوب سمجھ لیا جاوے۔۔ ہ

ہر صبح و شام قافلۂ از دعائی خیر		در صحبت شمال و صبامی فرستمت	

شمال باد یکہ از شمال در آید وان بر قول اطبا، باد یست موافق مزاج آدمی۔ وصبا باد یکہ از مشرق وزد و آن مشہور ست۔ اگر اسکو مجاز پر محمول نہ کیا جاوے تو احقر کے مذاق مین اقرب یہ ہے کہ شمال و صبا سے مراد ملائکہ ہون جو حسب حدیث صبح و شام علی سبیل التعاقب آتے جاتے ہین اور وہ اعمال لیجا کر پیش کرتے ہین اور دعا مین وہی توبہات ہون جو اس سے اوپر کے شعر مین گذرے ہین اور مقصود اس حکایت سے دوسرون کو ترغیب دینا ہو کثرت طاعت و ذکر کی۔ ہ

ترغیب ذکر و طاعت

در روی خود تفرج صنع خدای کن		کائینۂ خدای نمامی فرستمت	

اسمین خطاب ہی طالب حق کو کہ مصنوعات مین عموماً اور اپنی ذات مین خصوصاً غور و تفکر کر و کہ صانع کی معرفت ہو مین تجکو اس آئینہ خدا کا پتہ بتلاتا ہون اس پتہ تبلانے کو می فرستم سے تعبیر کر دیا قال اللہ تعالیٰ سنریہم ایتنا فی الافاق وفی انفسہم اور ذات انسانی کی خصوصیت ہی کی وجہ سے اکابر طریقت نے فرمایا ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور اس قول کو مسئلہ وحدۃ الوجود سے کوئی مس نہین جیسا اکثرون کا مزعوم و موہوم ہے بلکہ معنی یہ ہین کہ اپنے نفس کے اندر جو تقلبات و تلونیات و تصرفات الٰہیہ عجیب و غریب نظر غائر سے مشاہدہ کئے جاوین جو کہ اور مصنوعات کی تصرفات متعلقہ سے ممتاز ہین تو زیادہ معرفت صانع کی ہوتی ہی جیسا کہ ظاہر ہے۔ پس اسمین تعلیم ہے طریق ترقی معرفت کی

تعلیم ترقی معرفت

تا لشکر غمت نکند ملک دل خراب		جان عزیز خود بفدا می فرستمت	

قاعدہ ہے۔ کہ بعض مشقت و مصیبت سے بچنے کے لئے آدمی کچھ فدیہ و معاوضہ خرچ کیا کرتا ہے پس اسی بنا پر محبوب حقیقی سے خطاب کرتے ہین کہ مین نے اپنی جان عزیز فدیہ مین اسلیئے پیش کر دی ہے۔ تاکہ پھر آپ کا لشکر غم میرے ملک دل پر تاخت و تاراج کر کے ویران نہ کرے۔ اور لشکر غم سے مراد بعد و سخط ہے۔ اسمین تنبیہ و تعلیم اس امر کی ہے۔ کہ نفس پروری و خود داری اصل ہے معاصی کی جسپر بعد و سخط مرتب ہوتا ہے اور تفویض و تسلیم سے قرب و رضا حاصل ہوتا ہی قال اللہ تعالیٰ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم الخ پس اپنی جان کو جان نہ سمجھے اور اُسکے مشتہیات غیر مشروعہ سے بچے پھر نہ دنیا مین اُسکو ضیق و ضنک پیش آتا ہے۔ اور نہ آخرت مین وہ عذاب ہجران مین مبتلا ہوتا ہی۔ قال اللہ تعالیٰ من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینہم الخ وقال تعالیٰ ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ۔

ہردم عنی فرست مراد بگو بناز　　　　کاین تحفہ از برای خدا میفرستمت

اسمین اظہار ہے رضا بالقضا کا یعنی جو امر ناگوار نفس کہ غم سے یہی مراد ہے مجھکو پیش آوے لے محبوب مین اسپر راضی ہون اور جب آپکی رضا اسمین پاؤن تو اسمین طلب مزید کرتا ہون آپ اور بھیجیے۔ اور اسمین تعلیم ہی طالب کو کہ سلوک کے تشویشات وصعوبات مثل قبض وغیرہ سے دلگیر اور تنگ نہ ہونا چاہیئے بلکہ چونکہ اسمین مصلحتین ہوتی ہین اسکو تحفہ سمجھنا چاہیئے۔ ۵

ای غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل　　　　میگویمت دعا و ثنا می فرستمت

غائب از نظر ہونا محبوب حقیقی کا ظاہر ہے قال الرومی رحمہ ع عشق من پیدا و معشوقم نہان اور ہمنشین دل کہ یا اس حدیث کا ترجمہ ہے۔ انا جلیس من ذکرنی اور دعا کی وہی توجیہ ہے جو غزل کے شعر ثالث کی شرح مین گذری اب معنی شعر کے بالکل ظاہر غیر محتاج الی البیان ہین۔ ۵

تا مطربان ز شوق منت آگہی دہند　　　　قول و غزل بساز و نوا میفرستمت

مصرعہ اولے علت ہے اور مصرعہ ثانیہ معلول پس ترتیب کلام مین اول موخر ہے اور ثانی مقدم۔ نوا سرود یعنی اشعار خود موافق ساز و نوا مراد این کلمات دلکش و سخنان خوش کہ در رشتۂ نظم می آید میفرستمت تا مطربان پیش تو سرائید و شوق من بر تو اظہار کنند۔ احقر کے مذاق مین اسکی سہل توجیہ یہ ہے کہ محبوب حقیقی کے اشتیاق اور مدح مین جو کلام منظوم کہا جاوے ظاہر ہے کہ وہ منظوم ہی کے لباس مین وہان پیش ہوگا کیونکہ اقوال بعینہا پیش ہوتے ہین قال تعالی ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید اور ساز و نوا سے مجازاً محض اسکی منظومیت مراد لیجاوے اور پیش کرنے والے جو ملائکہ ہین چونکہ اسوقت وہ کلام منظوم کے حاکی ہین اسلیئے گو لفظاً بے ادبی ہی مگر نظراً الی المقصود اُن کو مطرب سے تعبیر کر دیا۔ اور آگہی دہند کے معنی خبر و حکایت کنند لیئے جاوین سو اسپر یہ اشکال لازم نہین آتا کہ حق تعالی تو پہلے ہی آگاہ ہین اور ایسے مضامین خود حدیثون مین آئے ہین مثلاً مجالس ذکر سے جب ملائکہ لوٹ کر جاتے ہین تو حق تعالی پوچھتے ہین کہ بتلاؤ میرے بندے کیا کر رہے ہین اور پھر وہ عرض کرتے ہین الخ اسمین بھی تعلیم و ترغیب ہے ذکر الہی کی اور بشارت ہی اُسکے مقبول و معروض ہونیکی نظم ہو یا نثر ہو خلوص سے ہو حدود کے اندر ہو وحد النظم اوسع من النثر لاسیما لاہل الحال والشوق واللہ تعالی اعلم۔ ۵

ساقی بیا کہ ہاتف غیبم بمژدہ گفت　　　　با درد صبر کن کہ دوا می فرستمت

قاعدہ ہے کہ خوشی کے وقت ساقی کو بلاتے ہین اور بادہ نوشی کیا کرتے ہین پس یا تو ساقی بیا محض اظہار فرح و بشاشت ہے جیسے یا بشری اور یا مراد اس سے مرشد ہے۔ اور حاصل یہ ہی کہ مجھکو ہاتف کے ذریعہ سے محبوب حقیقی کیجانب سے یہ بشارت ملی ہے جو حاصل ہے ان مع العسر یسرا کا چونکہ واردات دقیقہ کی تحقیق و تعبیر اور واردات صریحہ غیر محتاج الی التحقیق کی پوری شرح اور تفصیل مین مرشد ہی کی حاجت ہے اور یہ وارد صریح تھا۔ اسلیئے مرشد سے درخواست ہی۔ کہ ذرا ادھر متوجہ ہو جیسے یہی معنی ہین بیا کے اور اسکی زیادہ تفصیل کر دیجے کہ مسرت افزون ہو اور کمال

نعمت پر خوب شکر ادا کرون. اس مین ارشارہ اسطرف ہے کہ ان مع العسر یسرا اور اشارہ اسطرف ہے کہ
واشکروا نعمۃ اللہ ۔ ہ

تعجیل کن کہ اسپ و قبا میفرستمت	حافظ سرود مجلس ما ذکر خیر تست

اسمین خطاب ہے محبوب سے محبت کی طرف خواہ مستقل ہو خواہ تتمہ ہو مقولہ گفت شعر سابق کا اور سرود مجلس ما ذکر
الخ حاصل ہے۔ اُس حدیث کا من ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منھم ۔ اور اسپ و قبا بھیجنا کنایہ ہے
بلانے سے کیونکہ جسکو بلاتے ہین دربار مین لباس پہننے کیلیئے اور اسپ قطع مسافت کیلیئے بھیجدیتے ہین حاصل
یہ کہ محبوب نے فرمایا کہ چونکہ تو ہمارے ذکر و طاعت مین رہتا ہے ہماری مجلس مین بھی تیرا ذکر رہتا ہے اب ہم جلد
تجھکو مرتبۂ قرب وصال تک پہونچانے والے ہین اور یہی ہے بلانا تو بھی جلدی جلدی اس مرتبہ کی استعداد حاصل
کرے یعنی خوب ذکر و طاعت کر کہ استعداد مین قوت ہو جاوے ۔ اور اس مرتبہ کی فعلیت میسر ہو۔ اسمین ترغیب
کیلیئے اشارہ اسطرف ہے کہ طاعت و مجاہدہ پر یہ ثمرات مرتب ہوتے ہین ۔

غزل ۔ اور خطاب مرشد کو ہے بے توجہی او مسترشد را دست داد ۔ ۱۱

ای غائب از نظر بخدا می سپارمت	جانم بسوختی و بدل دوست دارمت
تا دامن کفن نکشم زیر پای خاک	باور مکن کہ دست ز دامن بدارمت
گر بایدم شدن سوی ہاروت بابلی	صد گونہ ساحری بکنم تا بیارمت
محراب ابروان بنما تا سحرگہی	دست دعا بر آرم و در گردن آرمت
خواہم کہ پیش میرمت ای بیوفا طبیب	بیمار باز پرس کہ در انتظارمت
صد جوی آب بستہ ام از دیدہ بر کنار	بر بوی تخم مہر کہ در دل بکارمت
میگریم و مرادم ازین چشم اشکبار	تخم محبت است کہ در دل بکارمت
خونم بریز و از غم ہجرم خلاص کن	منت پذیر غمزۂ خنجر گذارمت
گر دیدہ و دلم کند آہنگ دیگرے	آتش زنم در آن دل و دیدہ بر آرمت
بارم دہ از کرم بر خود تا بسوز دل	در پای دمبدم گہر از دیدہ بارمت
حافظ شراب و شاہد و رندی نہ وضع تست	فی الجملہ می کنی و فرو می گذارمت

اگر اس غزل کا مضمون شاعرانہ ہو تو مخاطب محبوب مجازی ہوگا اور کوئی شعر محتاج توجیہ نہوگا اور اگر مضمون محققانہ
ہو تو مرشد کو مخاطب قرار دینا سہل ہے۔ مسترشد کو مرشد کی کچھ بے توجہی کا شبہہ ہوگیا ہے گو وہ شبہہ
غلط ہی ہو کیونکہ بعض اوقات جس توجہ کو وہ مطلوب سمجھتا ہے ۔ وہ ضروری نہین ہوتی اور مسترشد دلولۂ طلب
مین تنگ ہو کر مرشد کی نسبت شکایت آمیز الفاظ کہنے لگتا ہے اس تقدیر پر تاریخی شبہ اسقدر وارد ہوتا ہے کہ
حافظ رحمہ کے کوئی مرشد بطریق متعارف نہ تھے ۔ صرف مشہور ہے کہ حضرت نجم الدین کبریٰ رح کے نظر کردہ تھے پس

احتمال کی گنجایش کہان ہے. اسکے دو جواب ہوسکتے ہین ایک تو یہ کہ اور ون کا حال بیان کر رہے ہین جو حیا تا
پیش آتا ہے. اور یہ ذرا بعید ہے. کیونکہ اہل حال کو دوسرے کے حال بیان کرنے کی فرصت کہان وہ اپنے ہی
واردات اکثر بیان کرتے ہین. دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ جنکے نظر کردہ تھے. اُن ہی کی توجہ باطنی دور سے کبھی
کم کبھی زیادہ ہوتی ہو مثل اشراقیین کے اور شاید غائب از نظر اسطرف اشارہ ہو واللہ اعلم. بس فرماتے ہین کہ گو
آپ میری نظر سے غائب اور دور ہین خواہ ظاہراً بھی خواہ باطناً کنایہ ہے بے توجہی سے مین آپکو خدا تعالیٰ کے
سپرد کرتا ہون اور گو آپنے میرے جان کو فراق یا بے توجہی سے سوختہ کر دیا مگر مین آپکو دل سے چاہتا ہون
اور محبت بھی اس درجہ کی ہے کہ مرتے دم تک اس محبت کو نہ چھوڑونگا اور آپکے متوجہ اور راضی کرنے کی
جہانتک بن سکیگا ہرطرح کی تدبیرین کرونگا حتی کہ اگر فرضاً ہاروت کے پاس بابل مین جاکر سحر سیکھنا پڑے مین
یہ بھی کرونگا (مقصود مبالغہ ہے. اور اسمین اشارہ ہے کہ اگر مرشد کی طرف سے کچھ بے اعتنائی و بے توجہی پیش
آوے مسترشد کو چاہیئے کہ اُسکی محبت و اطاعت مین کمی نہ کرے) آگے توجہ کی درخواست ہے. کہ آبرو جو
مشابہ محراب کے ہے وہ دکھلا دیجئے یعنی میری طرف التفات کیجئے تاکہ کسی سحرگاہ کو تو یہ بات میسر ہو کہ دعا کے
لئے ہاتھ اٹھاکر آپ کی گردن مین ڈال لون یعنی ثمرات توجہ سے متمتع ہون (اور اس عنوان سے تعبیر کرنا بمناسبت
محراب کے ہے) اور میری تو یہ خواہش ہے کہ آپکے سامنے مر جاؤن یعنی آپ پر فدا ہو جاؤن. پس مین ایسا عاشق
ہون تو ایسے عاشق کو بیماری مین تو پوچھ لیجئے کہ مین آپکے انتظار مین ہون مقصود وہی ہے. کہ امراض باطنی مین مبتلا ہون
ذرا توجہ کیجئے اور طبیب کہا بوجہ حذاقت فی التکمیل کے اور بیوفا بوجہ بے توجہی کے آگے اپنی بیقراری کا طلب مین بیان ہے
کہ مین نے تمام اطراف و نواحی مین (کنار طرف) سینکڑون ندیان اشک چشم کی قایم کر رکھی ہین صرف اسی امید پر کہ آپکے دل مین
ترحم پیدا ہو (کنار کی مناسبت جوی سے اور اُسکی رعایت سے مہر کو تخم سے تعبیر کرنا ظاہر اللطافۃ ہے اس سے اگلے شعر کا بھی بعینہ یہی مطلب ہے گویا شعر ثانی
بمنزلہ تفسیر شعر اول کے ہے) آگے اس ہجر سے نجات پانے کی ایک تدبیر تجویز کرتے ہین کہ میرا بالکل ہی کام تمام
کر دیا جاوے تاکہ اس ہجر سے نجات ہو مین ایسے غمزہ قتالہ کا جو خنجر کی طرح پار ہو جاوے ممنون ہونگا. یہ یا تو محض اظہار ضجر ہے
یا اشارہ اسطرف ہے کہ مجھکو مقام فنا تک پہونچا دیجئے پھر ہجر سے اسلیئے نجات ہو جاویگی کہ فراق فراق ہی معلوم نہو گا
کیونکہ جسکو فراق و بے توجہی سمجھ رہے ہین وہ واقع مین تو فراق ہے نہین بلکہ عین حکمت ہے صرف اس شخص کے مقتضائے
طبع کے خلاف ہے سو غلبہ فنا سے مقتضیات طبع خود مغلوب ہو جاوینگے اسلیئے وہ فراق فراق نہ معلوم ہوگا آگے
توحید مطلب کا بیان ہے کہ باوجود آپ کی اس بے توجہی کے مجھکو دوسری طرف التفات نہین حتی کہ اگر قلب یا چشم کسی
طرف التفات کرے تو اُس قلب اور چشم کو آگ لگا دون اور خاکستر کرکے آپکے سامنے نکالکر لا رکھون آگے
درخواست ہے. کہ مجھکو اتنا بار تو دیدیجئے کہ آپکے سامنے اپنے سوز و گریہ کو دل کھولکر ظاہر کر لون کہ یہ موجب
ترحم ہونیکے علاوہ کسیقدر سرمایہ تسلی بھی ہے. اور مقطع کا شعر ممکن ہے. کہ ساری غزل کے جواب مین بلسان
مرشد ہو. جسمین بے توجہی و عتاب کی علت اور پھر معذرت پر عفو کی بشارت بھی ہے اول کا بیان مصرعہ اول مین

اور ثانی کا بیان مصرعہ ثانی مین ہے۔ یعنی اے حافظ تم بعض امور مثل اظہار سکر وشطح خلاف وضع درویشی کے کرتے ہو اسلیئے معتوب کیئے جاتے ہو کہ اصلاح ہو جاوے۔ آگے کہتے ہین کہ خیر چونکہ گاہ گاہ ایسا ہو جاتا ہی اسلیئے چھوڑے دیتا ہون اور معاف کیئے دیتا ہون فی الجملہ مین اشارہ اسطرف ہی کہ حتی الامکان ضبط کرنا ضروری ہے اور مغلوبیت مین معذوری ہے۔ اور ممکن ہے کہ حافظ درجہ نفس لوامہ مین یہ خطاب اپنے ہی کو کرتے ہون اور فرومیگذارمت کا مطلب یہ ہوگا کہ ارتکاب معاصی مین جو سزا سالک اپنے نفس کو دیتا ہے وہ نہین دیتا ہون بوجہ عذر کے۔ اسمین اشارہ اس تعلیم کی طرف ہوجاویگا کہ اگر عذر قوی نہ ہو تو شطحیات پر سالک کو چاہیئے کہ نفس پر عقوبت کرے ۵

غزل

بجان خواجہ وحق قدیم وعہد درست | کہ مونس دم صبحم دعای دولت تست

یہان خواجہ سے مراد خود مخاطب ہی ہے جیسے محاورات مین کہا جاتا ہی کہ سرکار کے سر کی قسم اب اسکی توجیہ کی حاجت نہ رہی کہ غیر اللہ کی قسم کیون کھائی۔ اور جان سے مراد صفت حیوۃ ہے پس بجان خواجہ ترجمہ ہوا لعمر اللہ وحیوۃ اللہ کا اور حقوق آلہیہ کا قدیم ہونا ظاہر ہے اور عہد درست سے مراد میثاق ربوبیۃ لینا بہتر ہے جو الست بربکم آلایہ مین مذکور ہی یعنی مین کلام کو قسم سے مؤکد کر کے کہتا ہون کہ صبح ہی اُٹھتے آپ کی عظمت کا ذکر کرتا ہون دعا سے مراد ثنا ہونا پہلے مع توجیہ گذر چکا ہے۔ ۵

سرشک من کہ ز طوفان نوح دست ببرد | ز لوح سینہ نیارست نقش مہر تو شست

قاعدہ ہے کہ پانی سے نقش خام دھل جاتا ہے اسیطرح آنسوؤن سے دل کا غبار نکل کر کیفیت قلبیہ ضعیف ہو جاتی ہی خصوص جب کثرت سے ہون مگر کہتے ہین کہ محبوب کا نقش محبت اس درجہ راسخ ہے کہ باوجود ان مقتضیات ضعف کے اسمین ضعف نہین ہوا اور ز طوفان نوح دست ببرد یہ مبالغہ شاعرانہ ہے اور حقیقت پر بھی اس اعتبار سے محمول کر سکتے ہین کہ طوفان نوح تو متوقف ہو گیا تھا اور گریہ محبت جب تک جان مین جان ہے ختم ہی نہین ہوتا لیس خاص لا تقف عند حد ہونے کی حیثیت سے اُس سے فائق ہے۔ ۵

بکن معاملہ واین دل شکستہ بخر | کہ با شکستگی ارزد بصد ہزار درست

درست ضد شکستہ واشرفی ہر دو معنی صحیح می تواند شد۔ مطلب یہ کہ گو یہ دل شکستہ ہی مگر باوجود شکستگی کے بڑا قیمتی ہے کہ لاکھون درست چیزون کی یا لاکھون اشرفیون کی برابر ہے اسواسطے اس دل شکستہ کو خرید لو چونکہ حدیث مین ہے۔ انا عند المنکسرۃ قلوبہم اسلیئے اگر خطاب محبوب حقیقی کو ہو تو بطور دعا کے کہتے ہین کہ میرا قلب ایسا ہی ہے جو آپ کی پسند کے لائق ہے۔ اسلیئے آپ حسب وعدہ اسکو لے لیجیئے کقول اللہ تعالی ان اللہ اشتری الخ اور وعدہ کی بنا پر دعا کرنا قرآن مین بھی وارد ہے ربنا واتنا ما وعدتنا الخ اور اسمین اپنی مدح وقابلیت مقبولیت کا دعوی لازم نہین آتا بلکہ اظہار ہے امتثال وانقیاد کا کہ آپ کے امر کے موافق شکستہ کر لیا ہے۔ اب آپ قبول فرمایئے کقولہ تعالی۔ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا الخ۔

وعدہ سے حصول مقصود

شدم ز عشق تو شیدای کوه و دشت ہنوز | نمی کنی بترحم نطاق سلسلہ سست

نطاق کمر بند وگھنڈی کذا فی البدر ۔ مطلب ظاہر ہے کہ ابتک باوجودیکہ میں نے بہت ہی مصیبتیں عشق کی اٹھائیں مگر تو نے رحم نہ کیا اور زنجیر کا بند ڈھیلا نہ کیا ۔ اگر محبوب حقیقی مخاطب ہو تو مقصود شکایت نہ ہوگی بلکہ محض تضجر اپنے عجز کی وجہ سے اور ترحم سے مراد مطلق ترحم نہوگا بلکہ ترحم خاص ہوگا جو صاحب قبض کو حالت قبض میں مطلوب ہوتا ہے جس کا حاصل بسط ہے گو عند اللہ اس کی مصلحت کے اعتبار سے حالت موجودہ ہی ترحم ہو ۔ وھو ھذا لارادۃ للترحم الخاص کارادتہ فی قولہ تعالیٰ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطن الا قلیلا فافہم

ملامتم بخرابی مکن کہ مرشد عشق | حوالتم بخرابات کرد روز نخست

مرشد بمعنی ہادی مراد اللہ تعالیٰ یعنی یوم المقادیر میں یا اعیان ثابتہ میں میری استعداد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے میری تربیت کے لئے کیفیت عشقیہ تجویز فرمائی ہے جسکے لئے خرابی بمعنی وارستگی شورش لازم ہے پس اسے وہ شخص جو یہ مذاق نہیں رکھتا تو اس پر مجھکو ملامت مت کرے ۔

دلا طمع مبر از لطف بے نہایت دوست | چو لاف عشق زدی سر بباز چابک و چست

یعنی جب طریق عشق میں قدم رکھا ہے تو سربازی و جان نثاری سے اندیشہ مت کرو اور اس کے صلہ میں لطف غیر متناہی کے امیدوار ہو کر فنا کے بعد بقا موعود لازم ہے ۔

زبان مور بر آصف دراز گشت ازان | کہ خواجہ خاتم جم یاوہ کرد و باز نجست

بعض نسخوں میں یہہ شعر نہیں ہے اور نہ ہونا ہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ توجیہ اس کی محتاج ہے تکلف بعید کی کیونکہ ظاہر عنوان اس کا موہم ہے کہ کسی قصہ کی طرف اشارہ ہو جسمیں آصف نے سلیمان علیہ السلام کی انگشتری گم کردی ہو مگر کوئی قصہ اس کا منقول نہیں البتہ اس اشارہ سے قطع نظر کرکے اگر مور سے مراد مطلق شخص ضعیف لیا جاوے اور آصف سے مراد خلیفۃ اللہ انسان اور جم سے مراد مستخلف یعنی حق تعالےٰ اور انگشتری سے مراد قلب جو ودیعت ہے حق تعالیٰ کی انسان کے پاس اور محل ہے تجلی اسماء الٰہیہ کا کہ اسم اُن میں اعظم ہے ۔ اور یاوہ کردن سے مراد اضاعۃ حق لیا جاوے تو معنی یہ ہوں گے کہ بعضے مخلوق جو کہ باعتبار نوع کے رتبہ میں انسان سے مفضول ہیں جیسے ملائکہ یا آسمان و زمین جو کہ اعمال سیئہ انسانیہ کی گواہی دینگے اور بعضے ملامت بھی کرینگے سو ان مفضولوں کی ملامت وغیرہ اس افضل المخلوقات پر محض اس لئے ہے کہ اس نے قلب کی استعداد ضائع کردی اور اُس سے کام نہ لیا ورنہ مفضول کی کیا مجال تھی افضل پر اطالت لسان کی اور نوع کی قید اس لئے لگائی کہ باعتبار شخصیۃ کے تو اکثر ملائکہ اکثر انسانوں سے افضل ہیں ۔

بصدق کوش کہ خورشید زاید از نفست | کہ از دروغ سیہ روی گشت صبح نخست

اس میں حسن التعلیل کے طور پر استدلال ہے اس پر کہ صدق کا خاصہ ہے نور کا پیدا ہونا مثال اس کی صبح صادق دیکھ لو اور کذب کا خاصہ ہے ظلمت کا پیدا ہونا مثال اسکی صبح اولین یعنی صبح کاذب ہے ۔ اور مراد صدق سے صدق معاملہ

مع اللہ ہے اور کذب سے مراد سوء معاملہ مع اللہ۔ سہ

مرنج حافظ واز دلبران وفا مجوی	گناہ باغ چہ باشد چو این گیاہ نرست

دلبران سے مراد دلبران مجازی اس میں قطع تعلق عما سوی اللہ کے لئے ارشاد ہے خواہ تعلق حب کا ہو یا تعلق رنج کا اور دوسرا مصرعہ مرنج کی دلیل ہے۔ مصرعہ اول کا خلاصہ تعلیم ہے رضا و زہد کی اور مصرعہ ثانیہ تعلیم ہے ایک مسئلہ حقیقت کی۔ حاصل یہہ ہوا کہ ما سوی اللہ سے کوئی تعلق نرکھو تو وفا کی توقع وطمع کرو اور اس توقع کے خلاف ہونے سے رنج کرو غرض ادہر التفات ہی نہ کرو اور یہہ سمجھو کہ ان کی استعداد معذور کا یہی مقتضا ہے سو استعداد پر نظر کرکے ان کے گنہگار ہونے پر بھی نظر مت کرو اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی باغ میں گھاس نہ جمے تو باغ کی کیا خطا اُس سرزمین کی استعداد ہی ایسی ہوگی اس کا یہہ مطلب نہیں کہ ترک وفا ہی واجب ہیں جو کہ فعل مکتسب ہے گناہ نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہہ ہے کہ جس مرتبہ میں ان کو گناہ ہوتا ہے تم اس پر خیال ہی نہ کرو کیونکہ سالک مغلوب المحبت و مشغول الذکر کو اس پر خیال کرنا اپنے کام سے معطل ہو جانا ہے اور وہ مرتبہ جس میں گناہ کا حکم کیا جاتا ہے مرتبہ شریعت کا ہے سو دوسرے کی مذمت یا اصلاح کے لئے اس پر نظر کرنا کام اہل فتوی و مشائخ کا ہے نہ کہ ذاکرین تارکین کا بلکہ اس شخص کو چاہئے کہ نظر حقیقت پر کرکے اس فعل کو مقدر سمجھہ کر اُس سے بے التفات ہو جاوے جیسا کہ فرمایا گیا ہے از خدا دان خلاف دشمن و دوست۔ اور کہا گیا ہے سہ۔ چون بہ بیرنگی رسی کان داشتی ٭ موسی و فرعون و دارند آشتی۔ اور بعضے نسخوں میں مصرع ثانی اس طرح ہے گیاہ باغ چہ باشد الخ اس میں اتنا ط کلی ہے یعنی جب دلبران مجازی میں عہد کرکے بھی وفا نہیں جو کہ امر واجب تھا تو ان سے ابتدا لطف وکرم کی کیا توقع ہے جو کہ محض مندوب ہے کیونکہ تارک واجب سے فعل مندوب کی جو کہ اس سے بھی اشق ہو کیا امید ہے اور اس کی مثال میں فرماتے ہیں کہ جب اس سرزمین کی ایسی استعداد خراب ہے کہ اس میں معمولی گیاہ بھی نہیں جمتی تو گیاہ باغ جمنے کی تو کیا توقع ہے کہ اس کے لئے تو زیادہ لطافت کی ضرورت ہے۔ گیاہ باغ سے مراد پھول پھلواری اور ترکاری جو عمدہ زمین میں لگائی جاتی ہے کیونکہ معمولی گھاس تو ویسے بھی جم آتی ہے جب زمین ایسی شور ہو کہ اُس کے قابل بھی نہ ہو تو گل ولالہ کے قابل تو کب ہوگی۔ سہ

غزل

خلوت گزیدہ را بہ تماشا چہ حاجت است	چون کوی دوست ہست بصحرا چہ حاجت است

ترجمہ ظاہر ہے اور مقصود اس سے ارشاد ہے تارکان تعلق کو کہ التفات الی الکثرۃ نہ چاہئے اور اس بے التفاتی کے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ بستی چھوڑ کر جنگل میں جا کر رہے بلکہ محض توجہ الی الحق بلا تشکت کافی ہے ظاہرا جماعت میں ہو جسکو خلوت در انجمن کہتے ہیں تنبیہ البتہ اگر کسیکو بدون اختلاط ترک کئے ہوئے تشتت رفع نہو تو اس کے لئے اس کے اہتمام کی بھی ضرورت ہے سہ

جانا بحاجتے کہ ترا ہست باخدای	آخر دمے بپرس کہ مارا چہ حاجت است

ترجمہ ظاہر ہے ممکن ہے کہ مخاطب اس کا مرشد ہو یعنی گو آپ صاحب کمال ہیں مگر حق تعالی سے تو آپکو بھی ہر وقت

احتیاج ہے اس پر نظر کرکے میری احتیاج کا بھی لحاظ اور اُس کا تفقد ضروری ہے۔ یہہ خطاب ایسے وقت ہو سکتا ہے جب مسترشد کو مرشد کے استغنار کا وہم غالب ہو جاوے اور اسی غلبہ کی بنا پر یہہ بیباکی کا عنوان بھی معاف ہے۔

ای پادشاہ حسن خدا را بسوختیم	باری سوال کن کہ گدا را چہ حاجت است

اسہل واقرب یہ ہے کہ یہ بھی خطاب مرشد کو ہو اور حسن سے مراد حسن باطنی ہو یعنی ہم آپ کے استغنار سے سوختہ ہو گیا اب تو تفقد احتیاج ضروری ہے۔

ارباب حاجتیم و زبان سوال نیست	در حضرت کریم تمنا چہ حاجت است

اس میں اشارہ ہے اس حال کی طرف جس کے غلبہ میں دعا متروک ہو جاتی ہے اور حاصل اُس کا دوامر کا غلبہ ہے ایک حق تعالیٰ کی صفت علمیہ کے انکشاف واستحضار کا کہ اُس کے اقتضار سے اظہار حاجت بے سود نظر آتا ہے۔ دوسرے اپنی ناکارگی و نااہلی کے مشاہدہ کا کہ اُس کے اقتضار سے زبان کھولتے ہوئے شرم آتی ہے کما قیل ع حب مناجاۃ الحبیب باوجہ + ولکن لسان المذنبین کلیل: زبان سوال نیست یعنی زبان لائق سوال نیست اشارہ ہے امر ثانی کی طرف اور مصرعہ ثانیہ اشارہ ہے امر اول کی طرف اور یہہ حال گو محمود ہے لیکن کمال مقصود یہہ ہے کہ اس پر بھی دعا کرے اور راز اُس کا یہ ہوتا ہے کہ صاحب کمال کی نظر میں ان دونوں امروں کے ساتھ ایک تیسرا امر یہ بھی ہوتا ہے کہ باوجود اس کے حق تعالیٰ کا امر ہے دعا کیلئے اگر حکمت بھی اُس کی منکشف نہ ہو تب بھی غلبہ انقیاد و اطاعت ہی دعا کے لئے محرک کافی ہے اور اگر حکمت بھی منکشف ہو جاوے تو اور بصیرت بڑھ جاتی ہے اور وہ حکمت اظہار انکسار وافتقار ہے جو کہ عبدیت کا شعبہ عظیمہ ہے چنانچہ حضرات انبیا علیہم السلام کا مسلک دعا ہی رہا ہے اور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو جواب حسبی من سوالی علمہ بحالی مشہور ہے یا تو وہ روایت تاریخیہ ثابت نہیں اور یا بعد فرض ثبوت یوں کہا جاوے کہ اُسوقت آپ کو بالتخصیص کسی حکمت کی وجہ سے اسی کا امر جزئی ہوا ہوگا۔ پس نصاً یہہ اُس سے مستثنیٰ ہو گیا ولا کلام فی المخصوص نصاً۔

جام جہان نماست ضمیر منیر دوست	اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجت است

اس میں بھی باختلاف عنوان وہی مضمون ہے جو اس سے پہلے والے شعر میں گذرا اور جام جہان نما تعبیر ہے صفت علمیہ سے۔

آن شد کہ بار منت ملاح بردمی	گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجت است

شراح نے غضب کیا ہے کہ ملاح سے مراد مرشد لیا ہے اور تقریر کی ہے کہ بعد وصول الی اللہ کے مرشد کی احتیاج نہیں رہتی اور گو یہہ امر بتفصیل و شرح خاص صحیح ہے لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ادب مرشد کی پھر بھی حاجت رہتی ہے ورنہ سب حال و کمال سلب ہو جاتا ہے اور ادب کے اقتضا سے مسترشد باوجود استغنا کے دعویٰ استغنا کا نہیں کر سکتا کہ یہہ دعویٰ سخت بے ادبی ہے پھر بے ادبی کے ساتھ خود وہ گوہر بھی فوت ہو جاوے گا تو کلام بے معنی ہو جاوے گا اس لئے احقر کے مذاق میں مراد دریا سے علوم استدلالیہ ہیں جنمیں غرض کرکے

گوہر حقیقت تک رسائی ہوتی ہے اور ملاح سے مراد اہل استدلال ہیں مطلب صاف ہے کہ جب حقیقۃ مطلوبہ ذوقاً و مشاہدۃً حاصل ہوگئی اب استدلال و اہل استدلال کی کوئی حاجت نہیں رہی۔ فافہم حق الفہم ۵

ای مدعی برو کہ مرا با تو کار نیست	احباب حاضرند باعدا چہ حاجت ست

اس میں تعلیم ہے اعراض عن المخاصمۃ کی اور ترک صحبت ناجنس کی اور اکتفا علی صحبۃ الاخوان کی چنانچہ ظاہر ہے

محتاج جنگ نیست گرت قصد خون ماست	چون رخت از آن تست بیغما چہ حاجت ست

ضمیر در نیست راجع بہ جان گرفتن کہ مفہوم ست از قول او گرت قصد خون ماست یعنی جو متاع کا مالک ہو اس کو لوٹ مار کی کیا ضرورت ہے وہ ویسے بھی تو لے سکتا ہے تو اگر میری جان لینا ہے تو جنگ اور تکلیف دینے کی کیا حاجت ہے جان لے لیجئے سالک پر جو تجلی جلالی ہوتی ہے بعض اوقات اس سے تنگ ہو جاتا ہے تو ایسے کلام کا صدور بجا مستبعد نہیں گو یہ حقیقت کے اس لیے خلاف ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی خاص مصلحت اسی خاص تجلی میں ہو مگر غلبہ حال کی وجہ سے اس کلام میں معذور ہوگا ۵

ای عاشق گدا چو لب روح بخش یار	میداندت وظیفہ تقاضا چہ حاجت ست

اس میں بیان ہے کرم محبوب کا اور تسلی ہے طالب کی یا اپنے دل کی اور ت مضاف الیہ وظیفہ کا ہے یعنی تیرا روزینہ معمولہ محبوب کو معلوم ہے تقاضا کی ضرورت نہیں اور دانہ کی اسنا دلب کی طرف یا تو اس لیے ہے کہ وہ روزینہ خود لب ہیں ہے مثلاً بوسہ بمعنی لطف۔ اور یا اس لئے کہ روزینہ کے لئے حکم لب ہی سے صادر ہوا کرتا ہے اور اس کا حاصل بھی وہی ہے جو دو شعر بالا کا تھا یعنی ارباب حاجتیم الخ اور جام جہان نما الخ۔ ۵

حافظ تو ختم کن کہ ہنر خود عیان شود	با مدعی نزاع و محاکا چہ حاجت است

اس میں تعلیم ہے اہل حق کو اہل باطل سے گفتگو نہ ہونے کی یعنی تم بات کو ختم کرو مراد بات سے حق بات ہے اس میں اشارہ ہو گیا کہ حق کا اظہار تو کر دیا جاوے مگر اس کو ظاہر کر کے کلام کو ختم کر دیا جاوے اور ہنر سے مراد اپنا کوئی کمال نہیں بلکہ امر حق مراد ہے حاصل یہہ کہ امر حق خود ظاہر ہو جاتا ہے خواہ دنیا ہی میں آثار و برکات سے کما قیل الحق یعلو ولا یعلی اور یا آخرت میں مرنیکے بعد پس کسی سے نزاع و تکرار کی جبکہ وہ محض بے سود ہے کیا ضرورت ہے۔ ۵

غزل

خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بہار چیست	ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست

قاعدہ ہے کہ جب عیش ہوا اور ہم جنسوں کی صحبت ہو اور باغ میں بیٹھے ہوں اور موسم بہار ہو اس وقت اہل نشاط شراب پیا کرتے ہیں اور ساقی سے اس کی درخواست کیا کرتے ہیں پس یہہ کلام بطور تمثیل کے ہے کہ جب شراب محبت کا موقع میسر ہے یعنی طالب کو فرصت بھی ہے توت بھی ہے تو مرشد سے درخواست کرنا چاہیے کہ وہ توجہ تعلیم طرق محبت و معرفت میں توقف نہ فرماویں اور تقاضا کر کے اس میں مشغول ہونا چاہیئے ۵

معنی آب زندگی و روضۂ ارم	جز طرف جویبار و مئے خوشگوار چیست

شعر اول میں دعویٰ ہے استغنا کا

شعر دوم میں دعویٰ ہے تسلیم و رضا کا

شعر اول میں بیان ہے حق کو نصیحت و ظاہر کرنے کا

شعر سوم میں تعلیم طلب فیض ہے

یہاں آبِ زندگی اور روضہ ارم سے مراد بہشت اور اوسکی نعمتیں نہیں کہ اس مراد لینے میں نفی یا تحقیر اون کی لازم آتی ہے وہما باطلان بلکہ مطلب یہہ ہے کہ آبِ حیات جو مشہور رہے جیسا کہ بعض روایات غیر مرفوعہ سے اس کا وجود ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح روضہ ارم جو عوام کی زبان زد ہے کہ شداد نے بنایا تھا جس کا کسی دلیل صحیح سے وجود ثابت نہیں یہہ دونوں چیزیں زیادہ رغبت کے قابل نہیں بلکہ حقیقی آبِ حیات اور حقیقی روضہ ارم جو قابل تحقیل ہی مجلس اہل اللہ کی جسکو طرف جو بیار کہدیا جو موقع ہوتا ہے شراب پینے کا اور محبت الہیہ ہے جسکو مے خوشگوار سے تعبیر کر دیا ہے

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار	کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

یعنی ذکر و طاعت کیلئے جو حصہ عمر کا مل جاوے غنیمت سمجھو شاید انجام کار میں یہہ فرصت نہ ملے کما فی الحدیث اغتنم خمسا قبل خمس اور انجام سے مراد احتمال سوء خاتمہ نہیں ہے کہ اس صورت میں یہہ حکم سابق کی علت نہ بن سکیگا۔

پیوند عمر بستہ بموئیست ہوش دار	غمخوار خویش باش غم روزگار چیست

بمو بستہ بودن کنایہ از بے ثباتی۔ مطلب ظاہر ہے کہ دوسروں کی فکر میں کیوں لگے اپنی فکر کرو کہ عمر کا کچھہ اعتبار نہیں کبھی یوں ہی ختم نہ ہو جاوے اور دوسروں کی فکر سے جو ممانعت کی اگر مراد اس سے فکر فضول یا فکر معصیت مثل آزار رسانی و غیبت و اعتراض وغیرہ ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر فکر راحت رسانی و خیر خواہی ہے تو بھی شاغل غیر صاحب تمکین تو مضر و مشوش قلب ہے البتہ جو فرد اس کی واجب ہے وہ خود شغل موجب قرب ہے اور مستثنیٰ ہے۔

راز درون پردہ ز رندانِ مست پرس	ای مدعی نزاع تو با پردہ دار چیست

راز درون پردہ راز باطنی۔ و مدعی مراد ظاہر پرست یعنی جو اسرار باطنہ متعلق مشاہدہ و ذوق و وجدان کے ہیں اُن کی خبر اہل حال ہی کو ہوتی ہے اہل ظاہر کا انکار کرنا اور اُن سے اُلجھنا محض لغو حرکت ہے البتہ اگر سمجھہ میں نہ آوے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب کرے ہاں اگر دلیل شرعی یا دلیل عقلی قطعی کے خلاف ہو تو اعتقاد اُس دلیل کے موافق رکھے اور اہل حال کے کلام کو منصرف عن الظاہر سمجھے گو توجیہ انصراف کی بالتعیین سمجھہ میں نہ آوے لیکن اگر وہ شخص خود علامات صدق سے عاری ہے تو اس پر انکار روا جب ہے اور علامات ملفوظات اکابر میں مذکور ہیں ہے

مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند	ما دل بعشوہ کہ دہیم اختیار چیست

مستور انکہ بروے سلوک غالب باشد و مست آنکہ بر و جذب غالب باشد مطلب یہہ کہ دونوں قسم کے شیوخ و عرفا ایصال الی اللہ میں مشترک ہیں پھر علماً یا عملاً ہم کس کو ترجیح دیں کہ ایک کو افضل سمجھیں یا ایک سے فیوض لیں ہمارا کچھہ اختیار نہیں جہاں حق تعالے کو نفع دینا مقصود ہو گا اُدہر ہی مناسبت اضطراریہ پیدا ہو جاوے گی اور نفع حسب استعداد حاصل ہو جاوے گا اشارہ اس طرف ہے کہ طالبین کو ان ترجیحات و تفضیلات میں مشغول نہ ہونا چاہیئے جیسا کہ اکثر بوالفضول ایسے مباحث میں رہتے ہیں اور کام کچھہ بھی نہیں کرتے ہے

سہو و خطای بندہ چو گیرند اعتبار | معنی عفو و رحمت پروردگار چیست

سہو و خطا سے مراد اگر معنی متبادر ہوں تب تو کچھ اشکال ہی نہیں خود نص موجود ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان اور اگر کنایہ مطلق ذنوب سے لیا جاوے تو مراد نفی مطلق اعتبار کی نہیں کہ نہ خلاف النص بلکہ اعتبار بمعنی موثریت تامہ کی نفی ہے جیسا معتزلہ کا مذہب ہے کہ ذنوب پر تعذیب ضروری ہی اور عفو ممتنع ہے پس انکار و مقصود ہے اور اصل فساد ان کے مذہب میں عقل کے حاکم مستقل ماننے سے پیدا ہوا ہے پس اس شعر میں تعلیم ہوگی تصحیح عقاید کی جو کہ شرائط سلوک سے ہے اور ساتھ ہی ساتھ تقویت رجاء بھی ہے جو کہ اخلاق مفروضہ و مقامات مہمہ سے ہے ۵

زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست | تا در میانہ خواستہ کردگار چیست

مطلب یہہ نہیں کہ ان میں ایک موصل ہے ایک غیر موصل بلکہ موصل تو دونوں ہیں کیونکہ کوثر سے مراد طریق ابرار اور پیالہ سے مراد طریق عشاق ہے پس مطلب یہہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذاق کے موافق ایک طریق وصول کا تجویز کرتا ہے مگر یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ تربیت کس طریق سے مناسب ہوگی ۵

غزل

ما ہم این ہفتہ شد از شہر و بچشم سالی ست | حال ہجران تو چہ دانی کہ چہ مشکل حالی ست

اگر عشق حقیقی کے متعلق اس شعر کو کہا جاوے تو محمول ہوگا حالت قبض و استتار تجلیات و انقطاع وارداب پر اور شہر کنایہ ہوگا قلب سے اور دانی میں خطاب ہوگا منکر و معترض کو حاصل معنی یہہ ہوگا کہ پریشانی ہجر کے غلبہ میں جو کچھ اقوال یا افعال حد عقل سے خارج مجھسے سرزد ہوگئے منکر کیا اعتراض کرتا ہے اس کو کیا معلوم کہ حالت ہجر کیسی صعب حالت ہے میں چونکہ آجکل مبتلائے ہجر ہوں اس لئے پریشان ہوں منکر پر یہہ حالت گذری نہیں وہ کیا جانے ۔ ۵

مردم دیدہ ز لطف رخ او در رخ او | عکس خود دید و گمان کرد کہ مشکین خالی ست

ترجمہ لفظیہ کی تقریر یہہ ہے کہ محبوب کا رخ ایسا روشن اور تاباں ہے کہ اس رخ کی رخشانی اور تابانی کی وجہ سے جو اس رخ میں پتلی کا عکس پڑا تو اپنا عکس اس میں دیکھکر اس عکس کی نسبت یہہ سمجھا کہ یہہ اسی رخ پر مشکیں خال ہے ۔ اور زبان اشارت مردم دیدہ کنایہ ہے مکاشف سے بمناسبت صفت رویت کے اور رخ سے مراد ذات حق اس لئے کہ رخ ترجمہ ہے وجہ کا اور وجہ کی تفسیر ذات ہے اور ذات کا لطیف و جمیل ہونا ظاہر ہے اور عکس سے مراد وجود ظلی جو ممکنات کو حاصل ہے اور یہہ امر معلوم و مسلم ہے کہ مبدء ظہور جمیع اشیاء کا کہ موجود بوجود ظلی ہیں ذات حق ہے اس مبدائیت و سببیت کی مناسبت سے مجازاً ذات کو محل انعکاس صور قرار دیکر در رخ کہدیا کیونکہ آئینہ بھی بعض مراتب خاصہ ظہور کا مبداء و سبب ہوتا ہے اور مشکین خال سے مراد صفات متعلقہ بذات حق ہیں جیسا خال متعلقات خاصہ رخ سے ہوتا ہے حاصل یہہ ہوا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غلبہ حال یا اثر اشتغال سے مکاشف اپنے لطائف روح وغیرہ کے انوار مشاہدہ کرتا ہے اور ان کو براہ غلط انوار حق سمجھتا ہے اور ہر چند کہ دوسرے مکنونات ملکوتیہ کے بارہ میں بھی ایسی

غلطی ہوتی ہے لیکن انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اور اس کی روح و دیگر بعض لطائف کو کہ ذاتاً یا اعتباراً علی اختلاف الاقوال مغائر روح ہیں ذات حق تعالے سے بوجہ تشابہ بعض صفات مثل اطلاق وتجرد وتنزہ عن قید الہیولی کے مناسبۃ زائدہ ہے اس لئے ایسی غلطی ان کے بارہ میں زیادہ اور اکثر ہوتی ہے اور اسی سلئے مصرعہ ثانیہ میں عکس خود دیدیم اسکی تخصیص کی پس وجہ اس غلطی کی بیان فرماتے ہیں کہ ذات حق سبباً ظہور ہے ان مرئیات کا اور اس مبدأیت کے سبب ربط خاص ومناسبت خاصہ ہے درمیان ذات اور ان مرئیات کے پس بعض احیان میں اس مناسبت کا انکشاف غالب اور تغایر وتمائز کی جانب مغلوب بوجہ شدت سکر یا قلت علم کے ہو کر ایسی غلطی ہو جاتی ہے کہ اس کو وجود قدیم سمجھتا ہے اور وہ وجود ظلی ہوتا ہے پس اس میں تنبیہ ہے سالک کی غلطی پر کہ گمراہ نہ ہو جاوے جیسا بایزید رح کا قول مشہور ہے کہ تیس برس تک روح پر دھوکہ حق کا رہا ؎

ایکہ انگشت نمائی بکرم در ہمہ شہر	وہ کہ در کار غریبان عجبت اہمالیست

سہل یہہ ہے کہ مرشد کو مخاطب کہا جاوے کسی قرینہ سے اس پر گمان کم التفاتی کا ہو گیا ہے کما مر فی توجیہ مثل ح
لا اشعار العد یدۃ غیر مرۃ ۔

ہیچکد شیر ہنوز از لب ہمچون شکرش	گرچہ در عشوہ گری ہر مژہ اش قتالیست

ترجمہ لفظی کا حاصل یہہ ہے کہ اگرچہ فن عشوہ گری میں اس کی ہر مژہ قتال ہے لیکن ابھی وہ کم سن ہے کہ اس کے لب سے ہنوز دودھ ٹپک رہا ہے یعنی گویا دودھ بھی نہیں چھٹا خلاصہ یہہ کہ کم عمری ہی میں غضب اور ستم ڈھا رہا ہے اور بلسان اشارت مصرع اولی اشارہ ہو سکتا ہے صفات جمال کی طرف اور مصرعہ ثانیہ صفات جلال کی طرف یعنی گو قاہر ہے مگر لطیف بھی ہے پس سالک کو ظہور صفات جلال کے وقت رجا منقطع نہ کرنا چاہئے اور یہہ تعبیر خاص ہیچکد شیر الخ اشارہ ہو سکتا ہے فالآن کما کان کی طرف کہ اس میں تغیر محال ہے ؎

بعد ازینم نبود شائبہ در جوہر فرد	کہ دہان تو درین نکتہ خوش استدلالیست

مدلول لفظی ظاہر ہے کہ دہن کا غایت کوچک ہونا بیان کرتے ہیں کہ منقسم بھی نہیں جس سے جوہر فرد کے وجود پر استدلال ہو سکتا ہے اور بلسان اشارت دہان سے مراد کلام نفسی ہو سکتی ہے اور حاصل یہہ ہو گا کہ جب دلائل حقہ سے وجود کلام نفسی کا جو کہ ایک صفت بسیط غیر متجزیہ ہے ثابت ہے باوجود اس کے وہ مبدأ کلام لفظی متجزی کا ہے پس اسطرح اگر جوہر فرد بسیط مبدا ہو جاوے جسم مرکب کا تو کیا بعید ہے گو دونوں مبدایت میں تفاوت ہو کہ ایک جگہ سببیۃ و مسببیۃ کے طور پر ہے اور ایک جگہ جزء اور کل کے طور پر پس یہہ استدلال ہے ایک نظیر سے دوسری نظیر پر بطور تمثیل کے اور گو ظاہراً صفت کلام سے اثبات کرتے ہیں جوہر فرد کا مگر قصداً جوہر فرد سے اثبات کرتے ہیں صفت کلام کا مبالغۃً قلب کر دیا کما قالوا فی قولہ تعالیٰ انما البیع مثل الربوا پس مقصود شعر ہذا سے رد ہے حکما و معتزلہ پر اور احقاق ہے اہل سنت وجماعت کا اور اس میں تعلیم ہے سالک کی کہ عقائد اہل سنت کے اختیار کرے کہ شرط اول ہے وصول الی المقصود کی ۔ واللہ اعلم باسرار عبادہ ؎

تنبیہ سالک [illegible]

مذہب اہل سنت

مژدہ دادند کہ بر ما گذرے خواہی کرد	نیت خیر مگردان کہ مبارک فالی ست

مدلول لفظی ظاہر ہے اور بلسان اشارت یہہ معنی ہو سکتے ہیں کہ آثار لطف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم پر عنایت و رحمت کی جاویگی تو اس ارادہ کو بدلئے گا نہیں اور اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ ارادہ قدیمہ بدلا جاتا ہے بلکہ اصل یہہ ہے کہ تعلق ارادہ کا کہ حادث ہے مشروط ہوتا ہے بعض شرائط کے ساتھ اور حادث میں تبدیل ممکن ہے مثلاً کسی نے اطاعت کی اس کے ساتھ ارادہ رحمت کا تعلق ہو گیا ہے کسی معصیت کی اس کے ساتھ ارادہ غضب کا متعلق ہو گیا اسیطرح عمر بھر ہوتا رہتا ہے پھر خاتمہ ایک پر ہو جاتا ہے تو واقع میں صفت میں تبدیل نہیں ہوئی بلکہ عبد کی حالت میں ہوئی کہ اس پر فعل حق میں کہ حادث ہے تبدیل ہوئی پس مطلب یہہ ہوا کہ ہماری مدد فرماکہ ہماری حالت متغیر نہو جس سے آپ اپنا فعل بدل دیں کما قال تعالیٰ ربنا واتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد ای اجعلنا اھلا لوعدک لا ان خلف الوعد محتمل تعالیٰ عن ذلک۔

کوہ اندوہ فراقت بچہ حیلت بکشد	حافظ خستہ کہ از نالہ تنش چون نالیست

تا انچہ بارشہ از میان قلم وقت تراشیدن بر آید کذا فی الحاشیۃ مقصود بیان کرنا اپنی عجز و درماندگی کا ہے جلب ترحم کے لئے وہذا کقولہ تعالیٰ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ اور اس میں تعلیم ہے التجا و تضرع و استمداد و استعانت کی اور نہی ہے استبداد و دعوی و وثوق علی العمل والنفس سے۔ فقط

غزل

صحن بستان ذوق بخش و صحبت یاران خوش ست	وقت گل خوش باد کز وی وقت میخواران خوش ست
از صبا ہر دم مشام جان ما خوش می شود	آرے آرے طیب انفاس ہواداران خوش ست

یہہ اشعار حالت بسط کے معلوم ہوتے ہیں صحن بستان سے مراد قلب کہ منبت و محل واردات کا ہے اور گل سے مراد وارد کہ سبب ہے بسط کا۔ اور یاران سے مراد اپنے ہم مشرب و ہم طریقہ اصحاب جنکی صحبت سے حالت بسط میں بسط کو ترقی ہوتی ہے اور دعا دینا گل کو مجاز ہے طلب ترقی واردات سے اور صبا سے مراد مرشد اور طیب انفاس ہواداران سے مراد کلمات طیبہ و ملفوظات مشائخ و مربین کے جن سے روح میں فرحت اور وارد میں قوت ہوتی ہے اب سب مطلب ظاہر ہے ؎

ناگشودہ گل نقاب آہنگ رحلت ساز کرد	نالہ کن بلبل کہ گلبانگ دل افگاران خوش ست

یہہ شعر قبض بعد بسط پر منطبق ہو سکتا ہے یعنی ابھی بسط اپنے کمال کو بھی نہ پہونچا تھا کہ زوال پذیر ہونے لگا عاشق کو نالہ و زاری کرنا چاہیے کہ خستہ دلوں کی فریاد نافع ہے کہ زاری دلیل شکستگی ہے جو فی نفسہ حالت محمودہ ہے اور نیز بعض اقسام قبض تضرع و التجا سے زائل ہو جاتے ہیں ؎

مرغ شبخوان را بشارت باد کاندر راہ عشق	دوست را با نالہ شبہای بیداران خوش ست

شعر بالا کے مصرعہ ثانیہ کا جو حاصل ہے وہی حاصل ہے اس تمام شعر کا ہے اور مرغ شبخوان سے مراد عاشق شبخیز

تعلیم رضا بے استقامت

تعلیم التجا و تضرع و استمداد

تعلیم زاری و تضرع

گرچہ در بازار دہراز خوشدلی جز نام نیست	شیوۂ رندی و خوش باشی عیاران خوش ست
از زبان سوسن ایں آوازہ ام آمد بگوش	کاندرین دیر کہن کار سبکساران خوش ست
حافظا ترک جہان گفتن طریق خوشدلی ست	تا نہ پنداری کہ احوال جہانداران خوش ست

ان سب اشعار کا حاصل ایک ہی ہے کہ عالم میں اگر کسی کو حیات طیبہ وحلاوت روحانی میسر ہے تو صرف آزاد وشاق کو جو ماسوی اللہ سے قطع تعلق کر چکے ہیں اور انتقال واحمال تعلقات سے سبک ہو چکے ہیں ورنہ امرا وغیرہ کو خوشدلی محض نام ہی کی ہے۔ اور سوسن کی تخصیص اس لئے کہ اُس کی شکل زبان کی سی ہوتی ہے اور آزاد کہلاتا ہے۔

غزل

در دیر مغان آمد یارم قدحے در دست	مست از مئی و میخواران از نرگس مستش مست

قدحے در دست کنایہ از ساقی ومفیض بودن۔ دست از مئی کنایہ از مستغنی بسبب صفت کبریا مست بودن میخواران از نرگس مست کنایہ از طریان بیخودی از تجلی ذات غنی او غالباً یہہ شعر حالت بسط کا ہے یعنی میرے محبوب نے اس صفت کے ساتھ مجھپر تجلی فرمائی اور میں اُس وقت محو ہو گیا جیسا کہ میخوار اس حالت میں محو ہو جاتے ہیں اور وجہ اس کی یہہ ہوتی ہے کہ وارد جدید جب قلب پر آتا ہے قلب کو ایک گونہ حیرت ہوتی ہے یہ بھی ایک درجہ محویت کا ہے اور مست از مئی میں اشارہ اسطرف کر دیا کہ تجلی بسط کی احتیاج متجلی کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ تربیت متجلی علیہ کیلئے ہوتی ہے اس میں تعلیم ہے اس مسئلہ کی کہ لطف کا منشاء احتیاج رب نہیں جیسا مخلوق کے لطف کا منشا یہی ہوتا ہے بلکہ احتیاج عبد ہے۔

از نعل سمند او شکل مہ نو پیدا	وز قد بلند او بالای صنوبر پست

مصرعہ اولی کنایہ ہے اس سے کہ ممکنات اپنے کمالات میں سب محتاج ہیں واجب کے۔ اور مصرعہ ثانیہ کنایہ ہے اس سے کہ سب ممکنات ناقص ہیں بالنسبۃ الی کمالات الواجب کے۔ اور مفردات مثل نعل سمند وقد بلند کا اثبات واجب کے لئے لازم نہیں آتا۔

آخر زچہ گویم ہست از خود خبرم چون نیست	از بہر چہ گویم نیست با او نظرم چون ہست

مصرعہ اولی میں ہست اور نیست کا مرجع خبر ہے۔ اور مصرعہ ثانیہ میں نیست اور ہست کا مرجع نظر ہے اور ہست اول ونیست اول میں اضمار قبل الذکر اس لئے نہیں کہ وہ چون کی جزا میں واقع ہوا ہے اور جزا رتبۃً موخر ہے شرط سے پس اضمار بعد الذکر ہوا۔ مطلب یہہ کہ مجھسے اگر التفات بہ نفس خود کا سوال کیا جاوے تو ہست نہیں کہہ سکتا اور اگر التفات بمحبوب کا سوال کیا جاوے تو نیست نہیں کہہ سکتا۔ اسمیں تعلیم ہے کہ محبت کا حق یہہ ہے کہ صرف محبوب نظر میں رہجاوے اور ماسوی نظر سے نکل جاوے حتی کہ اپنی ذات کی طرف بھی التفات نہ رہے و نعم ماقیل۔ ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے۔ تری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے۔ اور مصرعہ اولی میں لفظ خبر اور مصرعہ ثانیہ میں لفظ نظر تفنن ہے اور ممکن ہے کہ وجہ اسکی یہہ ہو کہ خبر تو تصور مع الحکم ہے اور نظر بالمعنی اللغوی تصور سا ذج ہے اور علم اول مفصل ہے بہ نسبت علم ثانی کے اور ظاہر ہے کہ اپنا علم تو انسان کو تفصیلاً ہو جاتا ہے اور ذات باری تعالیٰ کا اجمالاً

کما قیل ؎ ای برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم الخ گو اجمال یعنی تصور ساذج نہیں بلکہ وہ تصور مع الحکم ہے مگر اس تصور مع الحکم کو نفس اجمال میں تشبیہ تصور ساذج کے ساتھ دیدی گئی اور نظر کہدیا۔ اور بعض اوقات اس حکم سے بھی ذہول ہوتا ہے اور ساذج بمعنی تصور لابشرط شی ہوتا ہے گو ساذج بشرط لاشی نہیں ہوتا خوب سمجھ لو۔

می سوخت چو پروانہ تا روز بانشست	چون شمع وجود من شب تا بسحر خود را

شمع وجود مبتدا و می سوخت خبر و مجموعہ شرط و تا روز الخ جزا یعنی جب میرے شمع وجود نے شب میں سحر تک اپنے کو پروانہ کی طرح جلانا شروع کیا تو دن نکلتے تک اُس نے تقاعد نہیں کیا۔ حاصل یہہ کہ میری ہستی نے فنا و جانفشانی کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اس میں اشارہ ہے کہ عاشق کو فنا میں کسل و تردد نہ چاہئے۔ ونعم ما قیل ؎ مترس از محبت کہ خاکت کند۔ کہ باقی شوی چون ہلاکت کند ؎

افغان ز نظر بازان برخاست چو او بنشست	شمع دل دمسازان بنشست چو او برخاست

دمساز موافق و محب۔ اس شعر کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں باعتبار اختلاف معنی برخاست و نشست کے جو کہ منسوب ہے محبوب کی طرف اگر برخاست کے معنی آہنگ رفتن اور نشست کے معنی ترک رفتن کے ہوں تب تو یہ معنی ہونگے کہ جب محبوب نے ارادہ جانے کا کیا تو غایت حزن کی وجہ سے محبون کا شمع دل گل ہو گیا یعنی اُن کے قلوب افسردہ ہو گئے اور جب اُس نے بیٹھ جانے کا ارادہ کیا تو غایت شوق سے خوشی کے نعرے مارنے لگے اور اگر برخاست کے معنی بنظر آمد کے ہوں اور نشست کے معنی پنہان شدن کے ہوں کیونکہ کھڑے ہو جانے سے سب اہل مجلس دیکھنے لگتے ہیں اور بیٹھ جانے سے اہل مجلس کی نظر سے خفا ہو جاتا ہے تو یہہ معنی ہونگے کہ جب محبوب نمودار ہوا تو عشاق اُس کے غلبہ آثار دیدار سے محو ہو گئے اور جب وہ پنہان ہو گیا تو درد ہجر سے شورش و نالہ میں مبتلا ہو گئے مجموعہ توجیہین کے اعتبار سے تجلی و استتار کے آثار مختلفہ کا بیان ہو جاوے گا علی اختلاف احوال الطالبین یعنی کبھی ظہور و تجلی سے شوق اور استتار و غیبت سے حزن ہوتا ہے وہذا حاصل التوجیہ الاول اور کبھی تجلی و ظہور سے محویت و سکر اور استتار و غیبت سے اضطراب و بیتابی و آہ نالہ ہوتا ہے فافہم حق الفہم ؎

در وسمہ کمان کش شد با ابروی او پیوست	گر غالیہ خوشبو شد در گیسوی او آویخت

غالیہ خوشبوی مرکب کہ در گیسو مالند۔ وسمہ نیل کہ بر جبین متصل با ابرو کشند و مراد از غالیہ و وسمہ یا معنی حقیقی ست کہ از اعیان ست و یا معنی مجازی از اسلام و کفر کہ از اعراض ست و آویختن و پیوستن عبارت از ارتباط و گیسو و ابرو کنایہ از صفات مختلفہ محبوب۔ مطلب یہہ کہ جتنے اعیان و اعراض ہیں سب کو محبوب کے صفات مختلفہ سے ارتباط ہے کہ صفات ظاہر اور علل اور مکونات مظاہر اور معلولات ہیں۔ اس میں تعلیم ہے توحید افعالی کی ؎

ہر چند کہ ناید باز تیرے کہ بشد از شست	باز آی کہ باز آید عمر شدہ حافظ

اسمیں التجا و طلب ہے توجہ و لطف محبوب کی کہ اس سے توفیق اعمال و مجاہدہ کی ہوگی جس سے عمر ضائع شدہ در ہجران کا تدارک ہو جاوے گا گو وقت گذشتہ ہاتھ نہیں آیا کہ اُسی کی بعینہ اصلاح ہو سکے لیکن عمر آئندہ کی اصلاح عمر گذشتہ

کے فساد کا حسب وعدہ صادقہ رافع ومکفر ہوجاتا ہے۔ اسمین تعلیم ہے توبہ کی اوراس کی کہ اس کی توفیق بھی حق تعالےٰ ہی سے چاہے اپنے عزم وسعی پر اعتماد نہ کرے۔ س

غزل

گل در بر و مے در کف و معشوقہ بکام ست	سلطان جہانم بہ چنین روز غلام ست

یہ شعر حالت بسط کا ہے یعنی گل مقصود آغوش مین ہے۔ اور نشاط وانبساط دستیاب ہوا اور محبوب کا معاملہ حسب مراد ہے پس دنیا کے سلاطین بھی ایسے وقت مین ہمارے سامنے مثل غلامون کے ہیچ و ناچیز ہین کہ یہ دولت اُن کو بھی میسر نہین۔ س

گو شمع میارید درین بزم کہ امشب	در مجلس ما ماہ رخ دوست تمام ست

یعنی جب ہماری مجلس قلب مین محبوب کی تجلیات تمام وکمال کے ساتھ ہین تو ہم کو اس ظاہری شمع وزینت کی ضرورت نہین۔ اشارہ اسطرف ہے کہ تنویر قلب کی کوشش چاہیئے تزئین ظاہری مین منہمک نہو۔ س

در مذہب ما بادہ حلال ست ولیکن	بے روی تو ای سرو گل اندام حرام ست

بادہ سے مراد شورش ومستی و وجد کہ غلبہ حال سے ہو اور مذہب ما کی تخصیص بلیئے کہ اہل ظاہر تو علی الاطلاق اس کو بوجہ عدم وجدان کے ریا ر و ناجائز جانتے ہین پس ارشاد ہے کہ یہ حالت ہمارے نزدیک حلال تو ہی مگر جبکہ منشا اسکا غلبہ حال ہو ورنہ اگر نمائی ریا ہے تو ہمارے نزدیک بھی حرام ہے۔ س

گوشم ہمہ بر قول نے و نغمۂ چنگ ست	چشمم ہمہ بر لعل لب وگردش جام ست

قول نے و نغمۂ چنگ کنایہ از سخنان عشق۔ و لعل لب وگردش جام کنایہ از تجلیات کہ بمستی آرد۔ یعنی میرا تمام تر مقصود ومنتہای مرام محبت الٰہی ہے خواہ اسکے مناشی ہون جیسے سخنان عشق یا اُس سے ناشی ہون س

در مجلس ما عطر میامیز کہ جان را از چاشنیٔ قند مگو ہیچ و ز شکر	ہر لحظہ ز گیسوی تو خوشبوی مشام ست زان رو کہ مرا با لب شیرین تو کام ست

ان دونون شعر کا وہی حاصل ہے جو اس غزل کے شعر دوم کا حاصل ہے اور ان دونون شعر مین صنعت التفات ہے کیونکہ میامیز اور مگو کا مخاطب اَور ہے اور گیسوی تو اور لب شیرین تو مین خطاب محبوب کو ہے چنانچہ بعض نسخون مین بجائے میامیز کے میارید اس التفات کا موئد ہے۔ س

تا گنج غمت در دل ویرانہ مقیم ست	ہمواستہ مرا کنج خرابات مقام ست

کنج غم مراد عشق و کنج خرابات مقام محو وفنای صفات بشریہ ومعنی ظاہر ست۔ اسمین ارشاد اس طرف ہوسکتا ہے کہ محو وفنا لوازم عشق سے ہے اگر یہ لازم متحقق ہو تو حصول عشق کے زعم مین نہ رہے کہ وہ خیال محض س

از ننگ چہ گوئی کہ مرا نام ز ننگ ست	وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام ست

حاصل مطلب ظاہر ہے کہ مجھہ کو ننگ سے فخر و رفعت ہے اور فخر و رفعت سے ننگ ہے۔ اس شعر کا مضمون گویا

متفرع ہے شعر سابق کے مضمون پر اور اس کلیہ کی ایک جزئی ہے یعنی عشق مین نخوت و ناموس کا فنا ہو جانا چاہیئے کما قال الرومی رح ؎ ای دوای نخوت و ناموس ما ؎ ای تو افلاطون و جالینوس ما ؎

می خوارہ و سرگشتہ و رندیم و نظر باز	وان کس کہ چو ما نیست درین شہر کدام ست

اس کی ایک توجیہ تو ظاہر یہ ہے کہ گو ہماری حالت قابل ملامت ہے مگر اورون کی بھی ہے اتنا فرق ہے کہ ہم مین ریا نہین اور لوگ ریا سے اپنے کو صلح بنائے ہوئے ہین۔ اور یہ باعتبار اکثر کے کہا اور واقعی یہی قصہ مشاہد ہے۔ اور اسمین اشارہ اسطرف ہوگا کہ اپنے عیب کو دیکھنا چاہیئے دوسرے کے عیوب پر نظر نہ چاہیئے۔ اور ایک توجیہ غامض یہ ہے کہ اگر ہم عاشق ہین تو گیا ہوا شہر مین ایک بھی اس سے بچا ہوا نہین ہے۔ گو بواسطہ کسی مخلوق کے سہی اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو شخص جس چیز کا محب ہے آدمی کا یا جانور کا یا سیم و زر کا وہ کسی کمال کی وجہ سے ہے۔ اور وہ کمال مستفاد ہے کمال حق سے پس محبوب بالذات حق تعالی ہی ہے۔ گو محب کو بھی اسکی خبر نہو جیسے عاشق دیوار تابان حقیقت مین عاشق آفتاب کا ہے۔ گو اُسکو اسکی خبر بھی نہو پس اسمین اشارہ ہوگا محبوب حقیقی کے منتہای کمالات ہونے کی طرف اور جاننا چاہیئے کہ ایسے بے خبر محب مقبول نہین کیونکہ اُنکا قبلہ توجہ تو مخلوق ہی ہے پس صرف وجود تعلق کافی نہین تو اضطرارًا بلکہ اُسکے ساتھ قصد تعلق بھی ضروری ہے۔ اختیارًا۔ ؎

با محتسبم عیب مگوئید کہ او نیز	پیوستہ چو ما در طلب عیش مدام ست

مدام شراب۔ یعنی محتسب سے میری کیا شکایت کرتے ہو وہ بھی ہماری ہی طرح مبتلای میخواری و عشق ہے اسکا مفہوم بھی شعر بالا کے مفہوم کلی کا ایک جزئیہ ہے۔ بای المعنیین اخذت۔

حافظ منشین بے مے و معشوقہ زمانے	کایام گل و یاسمن و عید صیام ست

عید صیام عید الفطر۔ چونکہ اجتماع اشیاء مذکورہ مصرعہ ثانیہ عادۃً موقع ہے منادمت و مصاحبت محبوب کا اسلئے حاصل معنی بطور کنایہ کے یہ ہوا کہ آب حیات و صحت و شباب و فراغ کلًا یا بعضًا کو مغتنم سمجھو اور ذکر و محبت کا ذخیرہ جمع کر لو۔

غزل

اگر بلطف بخوانی مزید الطاف ست	وگر بقہر برانی درون ما صاف ست

ترجمہ ظاہر ہے۔ مقصود یہ ہے کہ عبد کا کسی حالت مین کوئی استحقاق نہین جیسا معتزلہ کا مذہب ہے پس لطف و بسط پر شکر اور ہجر و قبض پر تفویض محض چاہیئے۔ ؎

بیان وصف تو گفتن نہ حد امکان ست	چرا کہ وصف تو بیرون ز حد اوصاف ست

یہ شعر حاصل مضمون لا احصی ثناء علیک کا ہے جیسا شعر اول میں عبد کے حق کی نفی تھی اسمین حق تعالی کے حقوق کا غیر متناہی ہونا بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر واحد سے بالخصوص مجموعہ امرین سے حق تعالی کا وفور عطا اور بندہ کا قصور و خطا ثابت ہو جاوے اور اسکا استحضار عین وظیفہ سالک ہے۔ ؎

چو سرو سرکشی ای یار سنگدل با ما	چہ چشم ہاست کہ بر روی ما ز اطراف ست

بعض نسخون مین یہ شعر نہین ہے۔ اور غالبانہ ہونا راجح ہے۔ کیونکہ کوئی اچھی توجیہ اسکی نہین بنتی. نیز محبوب حقیقی کو خطاب نہین ہو سکتا اور محبوب مجازی کا خطاب محبوب حقیقی کے خطابات مین تخلل ہونا بد نما معلوم ہوتا ہے اور ہونے کی تقدیر پر اسکی توجیہ مین شفا نہین ہوئی یہ خیال مین آتا ہے کہ محبوب مجازی کی شکایت ہے کہ تو تو ہم سے سرکشی کر رہا ہے۔ اور دوسرے لوگ ہماری طرف کس درجہ متوجہ ہین. پس تجھکو بھی ہمپر توجہ چاہیئے. ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

زچشم عشق توان دید روی شاہد ما	کہ نور چہرۂ خوبان زغاف تا قاف ست

مطلب یہ کہ میرے محبوب کا حسن ایسا ہے کہ دوسرے محبوبون کا حسن اسی سے مستفاد ہے گویا وہ انکے چہرہ کا نور ہے یعنی اُن کے چہرہ مین جو نور ہے وہ اصلی نہین ما بالعرض ہے اور اس ما بالعرض کا ما بالذات حسن محبوب حقیقی ہے پس کمال حسن تو ایسا ہے. لیکن محجوبون کو جو ادراک نہین تو وجہ اس کی یہ ہے. کہ اُسکے لئے عشق و طلب شرط ہے۔ اور اُنمین شرط فائت ہے۔ سہ

زمصحف رخ دلدار آیتے برخوان	نہ این مقام مقالات کشف کشاف ست

این مقام سے مراد مقام عشق یعنی مباحث وکتب سے کام نہین چلتا بلکہ مطالعہ و مشاہدہ محبوب کا لازم ہے اور اس سے عبثیت علوم ظاہرہ کی لازم نہین آتی بلکہ مقصود اُنکی عدم کفایت کا بیان ہے جیسے کہا گیا ہے. در کنز و ہدایہ نتوان یافت۔ خدارا۔ اور کشف بمعنی شرح ہے اور لطافت اسمین یہ ہے کہ کشف ایک حاشیہ بھی ہے کشاف کا۔ اور بعض نسخون مین مصرعہ ثانیہ اسطرح ہے کہ آن بیان مقامات کشف وکشاف ست. اور معنی یہ ہونگے کہ وہ مصحف رخ دلدار خود ہی بیان مقامات کشف وکشاف کا ہے. یعنی جملہ ازان حاصل ست حاجت بکشف و کشاف ندارد اسکا حاصل بھی وہی ہے کہ اس مقام مین اسکی حاجت نہین مطلق احتیاج کی نفی نہین جیسے وضو نماز کے قبل ضروری ہے مگر عین نماز کے اندر کوئی وضو کرنے لگے ظاہر ہے کہ نماز نہوگی۔

عدو کہ منطق حافظ طمع کند در شعر	ہمان حدیث ہمای و طریق خطاف ست

یعنی میرا مخالف جو طمع کرتا ہے. کہ نظم مین حافظ کی سی گویائی و فصاحت حاصل کرون اسکی ایسی مثال ہے جیسے خطاف کہ ایک پرندہ بیقدر و منزلت سیاہ رنگ ادنی درجہ کا ہے. اور اُسکو وطواط بھی کہتے ہین ہما کی مساوات کا دعویٰ کرنے لگے جو اعلیٰ درجہ کا پرندہ ہے. مطلب یہ ہے کہ ناقصون کو کاملین کی مساوات کا دم مارنا نہ چاہیئے کہ رہزن سلوک ہے۔

غزل

مارا زخیال تو چہ پروای شراب ست	خم گو سر خود گیر کہ خمخانہ خراب ست

شراب سے مراد ظاہری شراب اور خم سے مراد بھی اسی کا ظرف. اور خمخانہ سے مراد اپنا خمخانہ یعنی وجود سالک کا مطلب یہ کہ اسے محبوب آپ کے خیال اور ذکر مین جو ستی نقد وقت ہے اُس سے اس ظاہری شراب کی کوئی حاجت نہین کیونکہ یہ حلال اور دائمی اور وہ حرام اور عارضی اسے مخاطب اس ظاہری خم سے

کہدو کہ اپنا رستہ لے ہمارے یہان اُسکا کچھ کام نہین کیونکہ ہماری ہستی محبوب کے ذکر و محبت سے فنا ہو چکی ہے جس کا سکر اس سکر خمر سے بدرجہا فائق ہے پھر مفضول سے کیا کام رہا اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جسکو یہ سکر حقیقی حاصل ہو وہ محتاج شراب ظاہری کا ہے۔ اور یہ لازم اسلیئے نہین آتا کہ اُس حالت مین مانع شرعی تو موجود ہے۔ اور ایک مانع کا وجود بھی کافی ہے۔ اور حالت سکر حقیقی مین دو مانع ہین ایک مانع شرعی دوسرا وجود سکر حقیقی کا۔ اور اصل یہ ہے کہ مقصود بیان کرنا اکملیت سکر حقیقی کا ہے بہ نسبت سکر خمری کے تاکہ اُس کی تحصیل کی رغبت ہو پس باعتبار اس مقصود کے اُس لازم کے ورود کا شبہہ اور احتمال ہی نہین۔

اکملیت سکر حقیقی از سکر خمری

گر خمر بہشت است بریزید کہ بے دوست	ہر شربت عذبم کہ دہی عین عذاب است

شعر بالا مین محبت و معیت الٰہیہ کے مقابلہ مین لذات دنیا کا ہیچ ہونا مذکور تھا اور اس شعر مین بدون اس محبت و معیت کے صورت طاعات دینیہ کا کہ عبادت ریائی ہے ہیچ ہونا مذکور ہے۔ کیونکہ عبادت ریائی مین بھی کہی ہوتی ہے کہ معیت الٰہیہ و خلوص نیت نہین ہوتا اور چونکہ عبادت فی نفسہ سبب ہے خمر بہشت کا اسلیئے اُسکو اس عنوان سے تعبیر کیا گو عارض ریا کے سبب یہ سببیت نہین رہتی۔ س

افسوس کہ شد دلبر و در دیدہ گریان	تحریر خیال خط او نقش بر آب است
بیدار شو ای دیدہ کہ ایمن نتوان بود	زین سیل دمادم کہ درین منزل خواب است

منزل خواب دنیا کہ محل غفلت ست۔ و سیل دمادم حوادث و کار و بار دنیا کہ در ہر دم دین بمنزلہ سیل ست شعر اول حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے اور دوسرا شعر عام نصیحت کا کہ اُس حالت قبض کے بھی متعلق ہو سکتا ہے اور دوسرے حالات کے بھی۔ مطلب یہ کہ محبوب سے غیبت اور مفارقت ہو گئی مگر خیال اُسکا باقی ہے۔ اور چونکہ خیال کا اثر چشم پر بھی ہوتا ہے۔ اور اسمین اشک بھر رہے ہین اسلیئے شاعرانہ لطافت سے تعبیراً اُس کو نقش بر آب سے تعبیر فرمایا اور مقصود اس سے اُسکا سرعت زوال بیان کرنا نہین ہی کما فہموا۔ آگے فرماتے ہین کہ دُنیا مین غفلت نہ چاہیئے کہ غفلت موجب خسران و مورث حرمان ہے چنانچہ بعض اوقات اسی غفلت سے معصیت اور معصیت سے قبض ہو جاتا ہے۔ س

تعلیم ترک غفلت

معشوقہ عیان میگذرد بر تو و لیکن	اغیار ہمی بیند ازان بستہ نقاب است

فاعل بیند ضمیر راجع بمعشوقہ و اغیار مفعول بیند یعنی محبوب کی تجلی ظاہر ہے لیکن چونکہ وہ اغیار کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اسلیئے بطون کا نقاب باندھ رکھا ہے۔ احقر کے مذاق مین اسمین بیان ہے اسکی حکمت کا کہ دُنیا مین ظہور محض نہین ہے جیسا آخرت مین ہو گا بلکہ ممزوج بالبطون ہے حاصل حکمت کا یہ ہوا کہ چونکہ دُنیا مین کفار بھی ہین اور اُنکو ابتلاءً مکلف کیا ہے۔ ایمان بالغیب کا پس اگر انکشاف تام ہو جاتا تو ایمان اضطراری ہو جاتا اور وہ خلاف ابتلار تھا۔ اسلیئے انکشاف تام نہین ہوا اور ہر چند کہ نفس ابتلا ر اہل ایمان کے لیئے بھی ہے مگر چونکہ وہ قبل مشاہدہ ایمان لا چکے اسلیئے اُن کے حق مین یہ ابتلار خاص نہ تھا۔ اور اگر کہا جاوے۔ کہ صرف اہل ایمان کے لیئے

حکمت عدم ظہور محض در دنیا

انکشاف تام ہوجاتا سب کے لئے عام نہوتا۔ اس کا جواب دوسرے قاعدہ مستقلہ سے حاصل ہوسکتا ہے وہ یہ کہ عادت آلہیہ یہی ہے کہ اکثر احکام دنیویہ مشترک رہتے ہین۔ چنانچہ نزول بلیات وغیرہ مین مشاہد ہے اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ آخرت مین باطن کے ساتھ موصوف نہوگا۔ بات یہ ہی کہ وہان کا بطون صرف مانع درک واحاطۂ حقیقت ہوگا بمثل بطون دُنیا کے مانع انکشاف ومعائنہ ذات نہ ہوگا۔

گل بر رخ رنگین توتا لطف عرق دید	در آتش رشک از غم دل غرق گلاب ست

احقر کے ذوق مین مقصود اس سے محض بیان کرنا ہے کمالات حادث کے بے حقیقت ہونے کا کمالات واجب کے سامنے ترجمہ ظاہر ہے۔ کہ جب سے گل نے محبوب کے رخ پر پسینہ کی لطافت دیکھی ہے غم اور رشک سے غرق ندامت مین ڈوب گیا۔ اُس کے عرق ندامت کو گلاب سے تعبیر کردیا۔ والبعد الشارح جہت شبہو مفردات الشعر بالا بتبادر الی الاذہان۔ س

در بزم دل از روی تو صد شمع برافروخت	وین طرفہ کہ بر روی تو صد گونہ حجاب ست

اس کا حاصل یہ ہے کہ محبوب عین تجلی مین مستتر اور عین ظہور مین باطن ہے۔ کہ ہر چند کہ قلب مین صدہا شمع اُسکی تجلیات وظہورات کی روشن ہین مگر پھر بھی ہزارون حجاب مانع ہین۔ زیادہ تفصیل شعر بالا کے قبل کے شعر معشوقہ الخ کی شرح مین لکھی گئی ہے۔ س

سبز ست در ودشت بیا تا نگذاریم	دست از سر آبے کہ جہان جملہ سراب ست

گذاشتن ترک کردن۔ ودر ودشت ہر دو بمعنی صحرا کنایہ از کائنات۔ یعنی تمام ہستی آیات ودلائل ومنبہات سے پُر اور معمور ہے آؤ تاکہ کنارہ آب سے کہ اُس سے یہ سبزی ہے۔ دست بردار نہ ہون یعنی بصیرت وفکر سے کام لین۔ کہ وہی ذریعہ ہے استدلال بالآیات وعبرت وتذکر کا۔ آگے اُسکو علت سے موکد کرتے ہین کہ تمتعات دنیویہ تو محض ہیچ ہین ان سے دل بستگی مت کرو۔ اور بعض نسخون مین تا بگذاریم بار موحدہ سے ہی معنی یہ ہونگے کہ آؤ کنارہ آب پر ہاتھ گذار دین یعنی اُسپر قبضہ کرلین اور اُسکو حاصل کرلین جیسے بولتے ہین دست بر سر گذاشتن یعنی سر پر ہاتھ پھیرنا پس اس از کا ترجمہ اس طرح ہوگا کہ کنارہ آب پر سے ہاتھ کو گذار دین۔ لیکن غالبا یہ نسخہ غلط ہوگا کہ ارتکاب تکلف بارد کا کرنا پڑتا ہے۔

در کنج دماغم مطلب جای نصیحت	کاین حجرہ پر از زمزمۂ چنگ ورباب ست

مطلب یہ ہے کہ میرا دماغ آثار عشق سے پر ہے۔ اسمین ترک عشق کی نصیحت کی گنجایش نہین جیسا کہ خشک مزاج ظاہر پرست عشاق پر ملامت کرتے رہا کرتے ہین۔ س

راہ تو چہ راہ ست کہ از غایت تعظیم	دریای محیط فلکش ہمچو حباب ست

اسمین عظمت طریق وصول کی بیان کرتے ہین کہ دریای محیط فلک اُس طریق کا ایک حباب ہے یعنی فلک کی رفعت اور عظمت بھی اُسکے سامنے ہیچ ہے۔ اور ظاہر ہی ہے کیونکہ فلک کے طے کرنے سے وصول الی الملکوت

میسّر ہوتا ہے دبس اوس طریق کے قطع کرنے سے وصول الی اللہ نصیب ہوتا ہے وشتان بین الملائکۃ ورب الملائکۃ وماللتراب ورب الارباب۔ شاید مقصود اس سے امر ہو غایت مجاہدہ وسعی کا کہ مقصود عظیم کے لئے سعی بھی عظیم ہی چاہیئے پھر خواہ حصول فضل ہی سے ہو جاوے اور یہی ہوتا ہے۔ مگر ارادہ شرط ہے۔ ؎

لی روی دل آرای تو ای شمع دل افروز	دل رقص کنان بر سر آتش چو کباب ست

یہ شعر حالت قبض پر بسہولت منطبق ہو سکتا ہے۔ اور آتش پر کباب کے الٹ پلٹ ہونے کو رقص سے تعبیر کیا گیا۔

حافظ چہ شد ار عاشق و رند ست و نظر باز	بس طور عجب لازم ایام شباب ست

چہ شد جزای مقدم و ار عاشق الخ شرط موخر و مصرعہ ثانیہ علت جزاست و عاشق و رند و نظر باز کنایہ از غیر ضابط و شباب مراد ابتدای سلوک یا جوش عشق۔ مطلب یہ کہ حافظ جو غیر ضابط ہے۔ جسپر اسکو ملامت کیجاتی ہے۔ تو تعجب مت کرو کیونکہ ابتدا ء سلوک یا غلبہ عشق مین یہی طور ہوتا ہے۔ اور اسی حالت مین بہت سے عجیب عجیب اطوار ہوا کرتے ہین پھر ملامت نہ کرو۔ اسمین ممکن ہے کہ ارشاد ہو ترک ملامت کا اہل حال پر۔

غزل

کنون کہ در کف گل جام بادۂ صاف ست	بصد ہزار زبان بلبلش در اوصاف ست
بخواہ دفتر اشعار و رو بصحرا کن	چہ وقت مدرسہ و بحث وکشف کشاف ست
فقیہ مدرسہ دی مست بود فتوی داد	کہ می حرام ولی بہ زمال اوقاف ست
بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش	کہ ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست

گل سے مراد مرشد راہ عشق بقرینہ جملہ درکف گل جام بادۂ صاف ست۔ کیونکہ مرشد بھی فیوض عشقیہ کا قاسم اور واسطہ ہوتا ہے اور بلبل سے مراد طالب۔ اور زبان سے مراد زبان حال۔ اور دفتر اشعار سے مراد لوازم عشق اور صحرا سے مراد جلوہ گاہ و خدمت مرشد کہ مشبہ بگل تھا اور گل صحرا مین ہوتا ہے۔ اور مدرسہ الخ سے مراد خدمت علوم رسمیہ۔ اور می سے مراد وہ امور جن کو اکثر اہل ظاہر علی الاطلاق حرام کہتے ہین اور عشاق مغلوب الحال اُن مین مبتلا ہین مثل شطحیات و سماع وغیر ذلک۔ اور مال اوقاف مین بقرینہ مقام یہ بھی قید ہی کہ غیر مستحق کیلئے حاصل مطلب یہ ہے کہ شیخ وقت فیوض تقسیم کر رہا ہے۔ اور طالب زبان حال سے اُس کے ثناخوان ہین ایسے وقت مین عشق کے لئے آمادہ ہو کر اُسکی خدمت مین پہونچو اور اُس حالت مین علوم رسمیہ کی بحث و درس کا موقع نہین ہے (کیونکہ اہل خلوت کو برائے چندے دوسرے مشاغل غیر مفروضہ کو موخر کرنا پڑتا ہے) اور عشاق کے گو بعض حالات ظاہر اً محل ملامت ہین مگر انصاف کیا جاوے اور کسیقدر اثر اور مذاق محبت کا ہو تو فقیہ معترض بھی یہی کہے کہ واقعی گو یہ حالات منکر ہین مگر مال اوقاف کو جو معترضین بلا استحقاق کھا رہے ہین۔ اُس سے تو یہ حالات اچھے ہین۔ کیونکہ ان حالات مین بعض امور تو اختلافی منکر ہین اور مال اوقاف غیر مستحق کے لئے بالاتفاق منکر ہے۔ اور منکر اختلافی اہون و اخف ہے منکر اتفاقی سے اور بعض امور گو اتفاقاً منکر ہین مگر غلبۂ حال

اسمین عذر ہے اور آگلین بغیر حق کے لئے کیا عذر ہے. آگے بطور تعلیم فرماتے ہین. کہ جب فیض و تعلیم مرشد سے واردات عشقیہ کا سلسلہ شروع ہو تو درد و صاف کی تجویز کرنے کا تم کو کوئی حق نہین یعنی قبض و بسط کی خواہش یا انکار خلاف طریق ہے. جو کچھ عطا ہو جاوے وہی تربیت باطنی کے لئے مصلحت اور وہی عین لطف ہے ۵

برز خلق وز عنقا قیاس کار بگیر	کہ صیت گوشہ نشینان ز قاف تا قاف ست

اسمین تعلیم ہے ترک بمعنی تقلیل تعلقات کی اور ترجمہ لفظیہ ظاہر ہے.

حدیث مدعیان و خیال ہمکاران	ہمان حکایت زردوز و بوریا باف ست

ہمکاران عشاق اسکا وہی حاصل ہے جو غزل نمبر ۱ کے غزل سابق سے سابق کے مقطع کا حاصل ہے. ۵

خموش حافظ و این نکتہای چون زر سرخ	نگاہدار کہ قلاب شہر صراف ست

قلاب دغاباز کذافی الغیاث. مطلب یہ کہ جہان نااہل کلام کے جانچنے والے ہون وہان حقایق و معارف کا اظہار نہ چاہیئے کہ مقصود اظہار علم نہین بلکہ محض افادہ ہے اور وہ مفقود پھر اظہار بے سود. اسمین تعلیم ہے کہ حتی الامکان حالات باطنی کا ضبط چاہیئے کہ نااہلون سے متکلم کو ضرر ہوگا یا خود اُن کو انکار کا ضرر ہوگا. یا اُنکے انکار سے دوسرے خالی الذہن لوگون کو مخالفت اہل حال کا ضرر ہوگا. یا اُن نااہل نافہمون مین بعضے معتقد ظاہر پر محمول کرکے اپنا دین خراب کرین گے.

غزل

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گل بیز ست	بہانگ چنگ مخور می کہ محتسب تیز ست
صراحیے و حریفے گرت بدست افتد	بعقل کوش کہ ایام فتنہ انگیز ست
در آستین مرقع پیالہ پنہان کن	کہ ہمچو چشم صراحی زمانہ خونریز ست
ز رنگ بادہ بشوئید خرقہا از اشک	کہ موسم ورع و روزگار پرہیز ست

جیسے بعض اشعار مین احکام سکر کے بیان ہوتے ہین ان اشعار مین احکام صحو کے بیان کئے ہین. حاصل یہ کہ اگرچہ عشق سے طبیعت کو جوش ہوتا ہے اور واسطہ فیض سے فیض پہونچ رہا ہے جسکا مقتضا تھا اظہار احوال عشق مگر چونکہ محتسب یعنی مانع اظہار کہ صحو ہے تیز یعنی قوی و غالب ہے اسلیئے اظہار مت کرو کیونکہ حالت صحو مین ضبط واجب ہے اور ایسی حالت مین اگر صراحی یعنی دل پر عشق اور حریف یعنی محرم راز میسر ہو تب بھی مقتضای عقل یہی ہے کہ اخفاء حال ہے. کوشش کرو کیونکہ اہل زمانہ فتنہ انگیز ہین اور ایسے امور پر فتنہ برپا کرتے ہین اور لوگون کو فتنہ مین ڈالنا یا خود فتنہ مین پڑنا درست نہین. مگر عارض سکر سے اس نہی کا مکلف نہ رہا تھا جب سکر نہ رہا پھر حکم اصلی عود کر آیا پس پیالہ شراب یعنی احوال عشق کو آستین خرقہ مین پوشیدہ رکھو کنایہ ہے اخفاء احوال عشق سے کیونکہ اہل زمانہ خونریز ہین جیسے چشم صراحی خونریز ہوتی ہے. اُسکو خونریز اسلیئے کہا کہ اُس مین سے شراب نکلتی ہے جسکا رنگ سُرخ مثل خون کے ہوتا ہے. شاید چشم صراحی اُسکی ٹونٹی کو کہا ہو جس مین سے شراب پیتے ہین. اور اس سے پہلے شعر کے مصرعہ ثانیہ کی جو تقریر تھی، وہی اس کے مصرعہ ثانیہ کی تقریر ہے. اور آگے فرماتے ہین کہ زمانہ سکر مین جو کچھ اظہار

اسرار ہوگیا ہے۔ اب اشک ندامت سے سکر کے اُس دہبہ کو خرقہ وجود سے دھونا چاہیئے۔ یعنی اُس سے عذر و توبہ چاہیئے کیونکہ اب موسم صحو ہے جسمین ورع و تقوی واجب ہے اور لوازم تقوی سے تلافی ہی مافات کی اور رہا یہ کہ سکر مین تو گناہ ہی نہ ہوا تھا پھر توبہ کی کیا ضرورت ہے۔ اُس کی توجیہ یہ ہے کہ بعض اوقات تو سکر بھی ناقص ہوتا ہے جس مین من کل الوجوہ معذور نہین ہوتا یعنی اختیار رہتا ہے۔ مگر تاہم جس مین ضبط متعذر نہین بلا تعسر ہوجاتا ہے۔ تو اُس وقت گناہ لکھا جانا بعید نہین اور اگر سکر تام بھی ہو تب بھی فی نفسہ تو کلمات غیر مشروع قبیح ہین۔ اُسکا قبح مقتضی معذرت ہے۔ جیسا بلا اختیار کسی بزرگ کو اپنی ٹھوکر لگ جاوے تو اطلاع ہونے پر کس قدر شرماتا ہے۔ اور معذرت کرتا ہے۔ تیسرے اسلیئے کہ خلق ضلالت سے محفوظ رہے۔ پس ان اشعار مین دو امر کی تعلیم ہے ایک وجوب ضبط کی حالت صحو مین دوسری تلافی حالت سکر کی جیسا حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ جب صحو مین آتے اور سنتے کہ مین نے حالت سکر مین سبحانی ما اعظم شانی کہا تھا تو فرماتے تو قلت سبحانی ما اعظم شانی فانا مجوسی فاقطع زناری واقول اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ ؎

مجوی عیش خوش از دو دوار گون سپہر	کہ صاف این سرخم جملہ دردآمیز ست

تعلیم ترک تعلق محبت دنیا

دوار گون صفت دوار سپہر مضاف الیہ دوار دوار گون۔ مطلب یہ کہ اس دنیا مین راحت مت طلب کرو کہ یہان کی راحت بھی مکدر ہے۔ مقصود تعلیم ہے ترک تعلق و حب دنیا کی تاکہ فکر آخرت مین لگے۔ اور خم سے مراد فلک با عتبار محدب ہونے کے اور نسبت حوادث کی فلک کی طرف یا اُسکو مجبر قرار دینا شاعری ہے۔ ؎

سپہر برشدہ پرویزنیست خون فشان	کہ قطرہ اش سر کسری و تاج پرویز ست

برشدہ یعنی بلند شدہ صفت سپہر و پرویزن غربال۔ و کسرے و پرویز نام دو بادشاہان یعنی یہ فلک بمنزلہ ایک غربال کے ہے جسمین سے خون ٹپکتا ہے۔ چنانچہ سر کسرے اور تاج پرویز بھی اسی کے قطرہ خون ہین کہ اُن کو خوار و ہلاک کرکے قطرہ قطرہ اور ریزہ ریزہ کرکے چھان ڈالا۔ اور بعض نسخون مین بجائے قطرہ کے ریزہ ہی بمعنی ریختہ شدہ اس شعر کا مقصود بھی مثل مقصود شعر بالا ہے۔ ؎

ہرانچہ میرسد از نور فیض سبحانی	نصیبہ دل شخصے کہ شب سحر خیز ست

ترغیب آخرت

یہ شعر گویا شعر سابق کا متمم ہے کہ اُسمین تزہید تھی دنیا سے اور اسمین ترغیب ہے امور آخرت کی اور بعض نسخون مین یہ شعر نہین ہے اور اسلوب بھی اسکا کلام حافظ کا سا نہین۔

عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ	بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز ست

تعلیم افادہ خلق مر شیوخ را

ترجمہ تو ظاہر ہے۔ مقصود معنوی یہ ہوسکتا ہے۔ کہ شیوخ کو اشاعۃ طریق و افادہ خلق کی حرص ہونا چاہیئے یہ نہین کہ اگر چند مقامات پر فیض ہو چکا یا تو اُس پر قناعت کرین بلکہ دوسرے مقامات پر توجہ کرنا چاہیئے۔ کہ اُن کو بھی انکے افادات سے بہرہ ہو کہ یہ حضرات ورثہ ہین انبیاء علیہم السلام کے اور انبیاء علیہم السلام کی یہی سنت ہی۔ غزل

یارب آن شمع شب افروز زکاشانہ کیست	جان ما سوخت بپرسید کہ جانانہ کیست

حالیا خانہ برانداز دل و دین من ست — تا ہم آغوش کہ می باشد و ہمخانہ کیست
بادۂ لعل لبش کز لب ما دور مباد — راح روح کہ و پیمان وہ پیمانہ کیست
دولت صحبت آن شمع سعادت پرتو — باز پرسید خدارا کہ بپروانہ کیست
میدہد ہر کسش افسونی و معلوم نشد — کہ دل نازک او مائل افسانہ کیست
یارب آن شاہ وش ماہ رخ زہرہ جبین — در یکتاے کہ و گوہر یکدانہ کیست
آن مئ لعل کہ ناخوردہ مرا کرد خراب — ہمنشین کہ و ہمکاسہ و پیمانہ کیست
گفتم آہ از دل دیوانہ حافظ بے تو — زیر لب خندہ زنان گفت کہ دیوانہ کیست

یہ تمام غزل حالت قبض و فراق کی معلوم ہوتی ہے اور بعض اشعار مین لفظ یارب آنے سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ ان مین غیر رب کے معاملہ کا بیان ہوگا۔ کیونکہ یہ یارب ندا کے لئے نہین ہے۔ بلکہ محض تعجب و حیرت کیلئے ہی اور بجز شعر پنجم و مقطع کے سب اشعار کا ایک ہی مضمون ہے۔ مختلف عنوانات سے کہ ہم سے جدا ہوکر معلوم نہین کس کے حال پر توجہ کی ہے۔ اور دوسرے کے حال پر توجہ سے تعرض بطور غبطہ کے ہی جو کہ محمود ہی۔ پس فرماتے ہین کہ خدا جانے وہ محبوب کہ شاید شمع شب افروز کے رونق بخشی مین ہے کس کے کاشانہ قلب مین متجلی ہی ہماری جان کو تو فراق مین سوختہ کر دیا۔ تحقیق تو کرو کسکا دوست بنا ہی فی الحال تو میرے خانۂ دل و دین کو ویران کر دیا ہے۔ فراق مین دل کا ویران ہونا تو ظاہر ہے اور دین کی ویرانی یا تو اسطرح ہی کہ فراق مین شکوہ ہوتا ہی۔ اور یہ فی نفسہ مخل دین ہے گو عارض عذر سے مواخذہ نہو اور یا اسلیئے کہ قبض مین افسردگی ہوتی ہی اور افسردگی بہت طاعات مین مخل ہوتی ہے۔ معلوم نہین کس کا ہم آغوش اور ہم خانہ یعنی کس کا مواصل ہے۔ اُس کا بادۂ لعل کہ خدا کرے ہم سے بھی اُسکو قرب نصیب ہو معلوم نہین کس شخص کا راحت روح اور کس کے پیمانہ کا ہم عہد ہو رہا ہے۔ یعنی کسکے پیمانۂ دل سے عہد کیا ہوگا۔ کہ تجھ سے قرب کرونگا۔ اور بادہ اور پیمانہ کی مناسبت کا لطف ظاہر ہے اور اُس شمع سعادت پرتو کی دولت صحبت کی نسبت پوچھو تو کہ کسکے پروانہ دل کے ساتھ واقع ہوتی ہی (پس بپروانہ کی بار زائد نہین کما فہم البعض) اور سعادت پرتو کے معنی یہ ہین کہ سعادت پرتو فیض و ظل اوست۔ آگے شعر پنجم ہے جو دوسرے مضمون کا ہے یعنی ہر شخص محبوب کی تملق کرتا ہے۔ جسکو مجازاً افسون کہدیا اور یہ بالتعیین معلوم نہوا کہ وہ کس سے خوش ہین۔ اسکا یہ مطلب نہین کہ طریقہ اُن کی رضا کا کسی کو معلوم نہین کیونکہ شریعت نے طریق رضا کا خود بتلا دیا ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ پورا الیقین نہین ہوتا کہ ہم اُس طریق پر مستقیم ہین یا نہین کیونکہ بہت سے دقایق جو عوائق رضا ہین خیال مین بھی نہین آتے۔ اس سے غرض یہ تعلیم ہوگی کہ مجاہدہ و ریاضت کرکے مغرور نہو بلکہ لرزان و ترسان رہے۔ آگے پھر عود ہے مضمون سابق کی طرف کہ وہ محبوب کامل الجلال و الجمال معلوم نہین کسکی منزل دل مین دریکتا و گوہر یکدانہ کی طرح تجلی فرما و نور افزا ہے اور معلوم نہین کہ وہ تجلی جو ایراث سکر مین مثل مے لعل کے تھی اور جسکو مین بخوبی مشاہدہ بھی نہ کرچکا تھا اور مست خراب ہوگیا۔ خدا جانے کس کی ہمنشین

بعد کسکی ہم کاسہ اور ہم پیالہ یعنی کسکی مواصل ہے۔ آگے مقطع ہے۔ یعنی مین نے بزبان حال یا بلسان قال عرض کیا کہ بد دن آپکے حافظ کے دل دیوانہ کی حالت قابل افسوس ہی تبسم زیر لبی کرکے فرمایا کہ تو جو دل کو دیوانہ کہتاہے۔ تو وہ کسکا دیوانہ ہے۔ ضحک اور سوال منافی نہین ہے۔ اس معاملہ کے صدور عن المحبوب کے کیونکہ ضحک علی مایلیق بہ احادیث سے ثابت ہے اور سوال کچھ استفادہ مین منحصر نہین کہ محال لازم آوے بلکہ ممکن ہے۔ کہ تہییج شوق کے لیے ہو اور دوسرے اغراض کے لئے سوال ہونا بھی احادیث سے ثابت ہی جیسا حدیث فضل ذکر مین آیا ہے۔ کہ ملائکہ سے سوال فرماتے ہین کہ میرے بندے کیا کر رہے ہین الی آخر الحدیث۔ اور مقصود تمام غزل سے اظہار حزن ہے قبض پر جس نے عجز و تضرع معلوم ہوتا ہے جو کہ لازمہ عبدیت ہے اور تعلیم بھی ہی کہ قبض مین خوب تضرع و زاری و عجز و نیاز سے کام لے کہ خواہ کوئی سبب ہو مگر زاری ہرحال مین نافع ہے ؎

بنال بلبل اگر با منت سر یاریست	کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست

ترجمہ لفظیہ تو ظاہر ہے۔ اور مقصود اس سے اس امر کا بیان کرنا ہے کہ اصل کام عاشق و طالب کا افتقار اور زاری ہے کما قال الرومی رح ؎ دوست دارد دوست این آشفتگی۔ حتی کہ اگر کوئی اس سے اختلاط کرنا چاہے تو دیکھ لے اگر وہ بھی اسی مذاق کا ہو۔ تو اس سے ارتباط کرے۔ کہ اس سے تقویت حال کی ہوتی ہے۔ ورنہ علیحدہ رہے کہ صحبت ناجنس سے ضرر ہوتا ہے۔ ؎

دران چمن کہ نسیمی وزد ز طرۂ دوست	چہ جای دم زدن نافہ ہای تاتاریست

ترجمہ لفظیہ ظاہر ہے۔ اور مقصود معنوی یہ ہے کہ تذکرۂ محبوب کے سامنے تمام مفرحات گرد ہین اسمین تعلیم ہی کہ محب کو دوسری طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔

بیار بادہ کہ رنگین کنیم جامۂ دلق	کہ مست جام غروریم و نام ہشیاریست

مخاطب کو مشورہ دیتے ہین کہ شراب محبت آلہی سے اپنی ہستی کو متصف کرنا چاہیئے کیونکہ ہماری حالت موجودہ واجب الاصلاح ہے اسلیئے کہ ہم غرور و غفلت مین مدہوش ہو رہے ہین اور اسکا نام ہشیاری و زیرکی رکھا ہی تو اصلاح ضروری ہوئی اور اصلاح کا یہی محبت آلہیہ طریقہ ہے۔ اور بعض نسخون مین جامۂ زرق بمعنی جامۂ مکر ہے۔ مراد اس سے وہی ہستی پر غرور ہے۔ ؎

نہ بستہ اندر توبہ حالیا بر حیسز	کہ توبہ وقت گل از عاشقی ز بیکاریست

اسمین ترغیب عشق کے ساتھ مخاطب کو ایک شبہہ کا کہ عشق کے متعلق ہے جواب دیتے ہین۔ وہ شبہہ غلبۂ ظاہر پرستی سے پیدا ہوتا تھا کہ یہ حالت چونکہ سلف سے منقول نہین اسلیئے بدعت و معصیت ہوگی۔ جواب علی سبیل التنزل دیتے ہین کہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جاوے تو بھر توبہ کر لیجیو عاشقی سے کیون توبہ و اعراض کرتے ہو کہ ابھی وقت ہے اسکی تحصیل کا کہ صحت و فراغ و قرب مرشد میسر ہے۔ خلاصہ یہ کہ آزمائش ہی کے طور پر اس طریق کو اختیار کر لو

اظہار حزن در قبض و تعلیم تضرع و عجز و زاری

منع از صحبت ناجنس

تعلیم ترک التفات الی غیر المحبوب

جواب شبہ

کما قال الرومی رحمہ آزمودن رایک زمانی خاک باش ؛ اور تحقیقی جواب یہ ہے چونکہ مشاغبہ ہوسکتا تھا اُس کو شاید اسیلئے اختیار نہ کیا ہو۔ وہ یہ ہے کہ اس عشق کے متعلق دو امر ہیں مبادی اور آثار مبادی مثل مجاہدات خاصہ و اشغال خاصہ فی نفسہ امور مباحہ ہیں اور ذرائع مقصود ہونے کی وجہ سے عبادت بالغیر ہیں اور آثار شورش وغیرہ امور وجدانی ہیں جو نہ طاعت ہے نہ معصیت اور خود محبت مامور بہ اور طاعت مقصودہ ہے پس کوئی امر بھی بدعت و معصیت نہوا۔ سہ

سحر کرشمۂ وصلش بخواب میدیدم	زہی مراتب خوابی کہ بہ ز بیداری ست

خواب سے مراد منام نہین ہے بلکہ مقابل یقظہ کے ہے یعنی حالت بین النوم والیقظہ جو حیاناً اہل سلوک کو پیش آتی ہے۔ یعنی اسمین کچھ مشاہدات میسر ہوے اور ایسا خواب بہت اچھا جو بیداری سے بھی بہتر ہو۔ تنبیہ یہ حالت مذکورہ از قبیل استغراق ہے اور استغراق مین ترقی ہوتی نہین اور بیداری مین ترقی ہوتی ہے۔ پھر بیداری سے وہ حالت کیسے افضل ہوسکتی ہے تو اسکی دو توجیہ ہین ایک یہ کہ مطلق بیداری مراد نہو بلکہ خاص وہ بیداری جس مین مشغول بہ ترقی نہو پس عدم ترقی مین دونون برابر پھر مشاہدہ مین وہ حالت فائق پس وہی افضل ہوئی دوسرے یہ کہ ابتدا مین بعض اوقات بعض ذرائع زیادہ انفع ہوتے ہین بعض مقاصد سے اسکی حقیقت یہ ہے کہ مقاصد مین شرائط کمال نہین ہوتے مثلاً تلاوت بے خشوع اور ایسی حالت مذکورہ سے خشوع پیدا ہوگیا پھر وہ مکمل مقصود کا بھی ہوگیا۔ تو اس اعتبار خاص سے ذریعہ افضل ہوگیا بعض مقاصد سے اور بعض اسیلئے کہا کہ مقاصد مین جو فرائض وغیرہ ہین وہ ہر حالت مین ذرائع سے افضل ہین اور یہان سے سمجھہ مین آگیا ہوگا۔ کہ بعض مشائخ اذکار و اشغال مین مشغول کرکے تلاوت و نوافل کی تقلیل کرا دیتے ہین سو حقیقت مین اُن کو ترک کرانا مقاصد کا یا ترجیح دینا ذرائع کو مقصود نہین۔ بلکہ اُن کا مقصود یہی ہوتا ہے۔ کہ طالب اُن مقاصد کا اصل کامل بنجاوے۔ سہ

خیال زلف تو پختن نہ کار خامان ست	کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری ست

مقصود بیان کرنا صعوبت عشق کا ہے کہ زلف مشابہ زنجیر کے ہے اور زنجیر کے تحت مین چلنا بڑی ہوشیاری کا کام ہے پس زلف محبوب کا طالب ہونا ہر خام کا کام نہین اور یہ صعوبت باعتبار آثار عشق کے ہے۔ کہ واردات شاقہ پیش آتے ہین مثلاً قبض وہیبت وحیرت و بعض مکاشفات جن مین احتمال اعتقاد امور غیر مشروعہ کا ہوتا ہے۔ جو کہ ہلاکت حقیقیہ کا بھی سبب ہے۔ جیسا دوسری جگہ خود فرمایا ہے سہ درراہ عشق وسوسۂ اہرمن بسی ہشدار و گوش رابہ پیام سروش دار۔ پس بڑی ہی احتیاط اور حزم درکار ہے۔ سہ

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازو خیزد	کہ نام آن نہ لب لعل و خط زنگاری ست
جمال شخص نہ چشم ست و زلف و عارض و خال	ہزار نکتہ درین کار و بار دلداری ست

مطلب یہ کہ جو جمال مدار ہے عشق کا وہ ایک کیفیت خاصہ ہے محبوب مین جو وجداناً مدرک ہوتی ہے خط و خال وغیرہ

مدار اُسکا نہین ہے اسیکو دوسری جگہ فرمایا ہے سہ شاہد آن نیست کہ موئے ومیانے دارد + بندہ طلعت آن باش کہ آنے دارد + اور اسمین ایک تحقیق عظیم کی طرف بھی اشارہ ہوگیا وہ یہ کہ بعض اہل ظواہر نے محبت الٰہیہ بمعنی میلان قلب و رجحان طبع کا انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ اس محبت کا سبب صرف حسن صورت ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہے اُسکا جواب اسطرح ہوگیا کہ ہم اس سبب کا انحصار حسن صورت مین تسلیم نہین کرتے بلکہ سبب اصلی ایک جمال و کمال خاص ہے جو علیٰ وجہ الکمال حضرت حق مین موجود ہے بسط اس بحث کا احیاء العلوم کی کتاب المحبۃ مین ہے جو دیکھنے کے قابل ہے۔ سہ

عروج بر فلک سروری بدشواری ست		باستان تو مشکل توان رسید آری

ترجمہ لفظیہ ظاہر ہے۔ مقصود عظمت بیان کرنا ہے وصول الی المقصود کی تاکہ نعمت عظمیٰ سمجھکر اُس کیلئے خوب سعی کیجاوے اور اُس کی علامات ظاہر ہونے کے وقت شکر ادا کیا جاوے۔ سہ

قبای اطلس آنکس کہ از ہنر عاری ست		روندگان طریقت برہ نیم جو نخرند

قبای اطلس سے مراد عبادات ریائیہ اور ہنر سے مراد اخلاص۔ مقصود ظاہر ہے۔ کہ اہل حقیقت کی نظر مین عبادت بے اخلاص کی کچھ وقعت نہین۔ اسمین تاکید ہے تحصیل اخلاص کی۔

کہ رستگاری جاوید در کم آزاری ست		دلش بنالہ میازار و ختم کن حافظ

آزردن مراد ناخوش کردن۔ و کم آزاری مراد عدم ازاری۔ مقصود ارشاد ہے کہ عشق مین جو حالات ناگوار پیش آوین اُس سے شکوہ کرنا خلاف مرضی حق ہے۔ جو مخل رستگاری و نجات ہے بلکہ اصطبار ضروری ہو کما قال السعدی رح۔ خوشا وقت شوریدگان غمش + اگر ریش بینند وگر مرہمش ؛ دمادم شراب الم درکشند ؛ وگر تلخ بینند دم درکشند ؛ البتہ مغلوب الحال اس سے مستثنیٰ اور معذور ہے۔

غزل

زبان خموش ولیکن دہان پر از عربی ست		اگرچہ عرض ہنر پیش یار بی ادبی ست

عربی مراد سخنان فصیح کہ از صدق حال برخیزد۔ اسمین ایک حالت خاص کا بیان ہے کہ جوش عشق مین اپنی جان نثاری و خدمت گذاری و وفاداری کے اظہار کا بعض اوقات جوش ہوتا ہے۔ اُس کے بارہ مین کہتے ہین۔ کہ اگرچہ اپنی خوبی و ہنر کا محبوب کے سامنے پیش کرنا بے ادبی ہے اور اسی لئے زبان خاموش بھی ہے۔ لیکن جوش اسقدر ہے کہ ایسے کلمات مُنہ تک آجاتے ہین گو ضبط کیا جاتا ہے۔ اسمین اشارہ اسطرف ہوگیا کہ جوش مین بھی دعویٰ کی کوئی بات نہ ہونا چاہیئے کہ خلاف ادب ہے اور طریق العشق کلھا اداب۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی ست		پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز

مقصود یہ کہ عجب خبط البصیرت ہے کہ کاملین کے کمالات سے آنکھین بند کر لی ہین اور شیخان مزور کو کامل سمجھ رکھا ہے اسمین اشارہ ہے کہ تجویز مرشد مین بصیرت و تحقیق سے کام لینا چاہیئے کما قال الرومی رح سہ اے بسا ابلیس آدم روی ہست + پس بہر دستی نباید داد دست

جواب بعض ظواہر کہ محبت قلبی با خصوص مخلوق گردانند

تاکید تحصیل اخلاص

تعلیم صبر و ترک شکایت

تعلیم ادب

تعلیم تجویز مرشد از بصیرت

سبب مپرس کہ چرخ از چہ سفلہ پرور شد ۔۔۔ کہ کام بخشی اورا بہانہ سببی ست

یہ بطور حسن سبب مضمون سابق کے ہے۔ اور چرخ سے مراد عوام اہل عالم ہین۔ مطلب یہ کہ عوام کی توجہ کا سبب کیا پوچھتے ہو۔ اُن کے رتبہ بخشی کے لئے کسی سبب معتد بہ کی تھوڑا ہی ضرورت ہے محض خیال کے پابند ہوتے ہین جو جی مین آیا کر گذرے تحقیق کی عادت ہی نہین۔ پس اسمین اشارہ اسطرف ہے کہ عوام کے ہجوم سے کسی کے کمال پر استدلال نہ کیا جاوے۔

ازین چمن گل بیخار کس نچید آرے ۔۔۔ چراغ مصطفوی با شرار بولہبی ست

مقصود یہ ہے کہ کوئی راحت بدون محنت اور کوئی نفع بدون تحمل ضرر میسر نہین حتی کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس محبوبیت کے ابولہب سے ایذائین سہنا پڑین۔ پس طریق طلب مین امور شاقہ صعبہ ظاہرہ یا باطنہ جو خلاف مزاج پیش آوین اُن کا تحمل چاہیئے۔ تاکہ دولت مطلوبہ حاصل ہو۔ ۵

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم ۔۔۔ ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی ست

مقصود یہ ہے کہ ظاہری اسباب کو نہ موثر سمجھے نہ مانع بالکل دار و مدار فضل و مشیت پر ہے۔ اسمین تعلیم ہے کہ نہ اپنے کمالات پر ناز کرے نہ دوسرے کے نقائص پر اُسکی تحقیر کرے ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد۔

جمال دختر رز نور چشم ماست مگر ۔۔۔ کہ در نقاب زجاجی و پردۂ عنبی ست

دختر رز بنت العنب شراب۔ و او چون از عنب حاصل می شود و در زجاج می ماند بطور حسن التعلیل محبوبیت او را معلل بدین علت ساختہ کہ شاید او در نقاب زجاجیہ است کہ از رطوبات سہ گانہ چشم ست کہ مجموعہ آن جلدیہ و زجاجیہ و بیضیہ است و شاید در حجاب عنبی ست کہ از طبقات ہفتگانہ چشم ست کہ مجموعہ آن صلبی و مشیمی و شبکی و عنبی و عنکبوتی و قرنی و ملتحمی ست۔ زین رو نور چشم ما باشد۔ و بلسان اشارت مقصود بیان کردن ست عزیز بودن نسبت عشقیہ را کہ در مستی مشابہ شراب ست و چون حسن التعلیل محض مضمون شاعرانہ می باشد ضرور نیست کہ در واقع چیزے مصداق آن شود بجز تحسین کلام و تشبیہ پس حاصل معنی آن باشد کہ عشق چنان عزیز ست کہ گویا نور چشم ماست کہ در رطوبت خاصہ و طبقہ خاصہ می ماند۔ ۵

دوای درد خود اکنون ازان مفرح جوی ۔۔۔ کہ در صراحی چینی و شیشہ حلبی ست

چون صراحی چینی و شیشہ حلبی از انفس ظروف شراب ست کہ در و انفس شراب می ماند پس کنایہ شد از اکمل افراد خمر۔ مراد اس سے بھی وہی عشق ہے جو کامل درجہ کا ہو۔ اور درد سے مراد امراض قلب کما قال الرومی رحمہ
ای دوای نخوت و ناموس ما + ای تو افلاطون و جالینوس ما + یا درد سے مراد ضلال طلب اور مفرح سے مراد نسبت و تعلیم اور صراحی چینی و حلبی سے مراد مرد کامل یعنی اگر اپنے درد طلب کی دوا کہ عبارت ہے وصول سے چاہتے ہو۔ تو کسی کامل سے فیوض باطنی حاصل کرو اور اُسکی تلقین کا اتباع کرو۔ ۵

بہ نیم جو نخرم طاق خانقاہ و رباط ۔۔۔ مرا کہ مصطبہ ایوان و پای خم طنبی ست

مصطبہ میخانہ وطنب خیمہ مشبک (گویم کہ شاید شامیانہ مراد باشد کہ رفیع ہم ست ودرمیان سقفش وقنا تش شباک ہم ست واللہ اعلم وشاید آئزاطنبی ہم گفتہ باشند منسوب الی الطناب بمعنی رسن) وبنای رفیع کذا فی الغیاث والحاشیہ والشرح چون درخانقاہ ورباط اکثررسوم لایعنی وصورت طاعت بیمعنی ماندہ بود لہذا کنایہ از عبادت ریائی گشت چنانکہ درمصرعہ مشہور ع چو بصومعہ رسیدم ہمہ یافتم ریائی + ومراد از میخانہ وخم مے طاعت مقرون بالمحبتہ والاخلاص ست۔ ترجمہ تو یہ ہے کہ خانقاہ ورباط کی محراب مین ایک جو کو بھی نہ خریدون جبکہ میخانہ میرا ایوان ہے اور خم شراب کا پانو میری بنا رفیع ہے۔ مطلب یہ کہ خدا تعالے نے مجھکو ایوان عشق وسامان عشق عطا فرمایا ہے میری نظر مین عبادت ریائی ہیچ ہے۔ مقصود اظہار نفرت ہے ریا سے۔

ہزار عقل وادب داشتم من ای خواجہ		کنون کہ مست خرابم صلای بی ادبی ست	

عقل سے مراد عقل معاش اور ادب سے مراد ادب عرفی ہے یعنی وضعداری وتکلف۔ مطلب یہ کہ حصول عشق سے پہلے مین بھی عقل معاش اور ادب عرف کا مفید تھا جسکا منشا رحب مال اور جاہ ہے اب تو اسکے ضد کے ساتھ متصف ہو گیا کما قال الرومی رح ع ہر کرا جامہ ز عشقی چاک شد + او ز حرص وعیب کلی پاک شد۔ مقصود بیان کرنا ہے فضل عشق کا ترغیب کے لئے۔

بیار می کہ چو حافظ مدام استظہار		بگریہ سحری ونیاز نیم شبی ست	

استظہار پشتی وقوت۔ مطلب یہ کہ اے مخاطب شراب محبت حاصل کر جس کے لوازم مین سے گریہ ونیاز ہے۔ کیونکہ کامیابی مین امداد اسی گریہ ونیاز سے ملتی ہے جسطرح حافظ کو اسی سے امداد ملی۔ اور بعض نسخون مین بجاے استظہار کے استغفار ہے یعنی تم جو ظاہری استغفار پر مغرور ہوئے ہو اور عشق ومحبت سے مستغنی ہو تو اصل استغفار تو یہی گریہ ونیاز ہے جو موقوف ہے عشق ومحبت پر جس طرح حافظ بھی اسی استغفار مین مشغول ہے پس اسکو حاصل کرو۔ اور اگر بیار کا مخاطب ساقی ومرشد ہو تو معنی یہ ہونگے کہ فیض عشقی عطا فرمائیے کہ حافظ کو جسطرح استظہار یا استغفار اس سے نصیب ہوا مجھکو بھی ہو پس حافظ کو ایک دوسرا شخص بطور تجرید کے فرض کر لیا گیا۔

غزل

عیب رندان مکن ای زاہد پاکیزہ سرشت		کہ گناہ دگرے بر تو نخواہند نوشت	
من اگر نیکم اگر بد تو برو خود را باش		ہر کسی آن درود عاقبت کار کہ کشت	
ہمہ کس طالب یارند چہ ہشیار وچہ مست		ہمہ جا خانہ عشق ست چہ مسجد چہ کنشت	
سر تسلیم من وخاک در میکدہ ہا		مدعی گر نکند فہم سخن گو سر وخشت	
نا امیدم مکن از سابقہ روز ازل		تو چہ دانی کہ پس پردہ کہ خوب ست وکہ زشت	
نہ من از خانہ تقوی بدر افتادم وبس		پدرم نیز بہشت ابد از دست بہشت	
بر عمل تکیہ مکن خواجہ کہ در روز ازل		تو چہ دانی قلم صنع بنامت چہ نوشت	

اظہار النفرت از ریا

فضل عشق برای ترغیب

گر نہادت ہمہ این ست زہی پاک نہاد — در سرشتت ہمہ این ست زہی پاک سرشت
باغ فردوس لطیف ست ولیکن زنہار — تو غنیمت شمر این سایۂ بید و لب کشت
حافظا روز اجل گر بکف آری جامی — یکسر از کوی خرابات برندت بہ بہشت

اس تمامتر غزل مین خطاب ہے ایسے شخص کو جو ظاہر پر جمود کیئے ہو اور اہل باطن کے حال سے بیخبر ہو اور اہل حال کو ظاہر مین نصیحت کرتا ہو مگر اُس نصیحت مین اعتراض اور طعن اور تحقیر اور اپنے ترفع وتقدس کا اظہار ہو پس اسکا مختلف عنوانون سے جواب دیتے ہین فرماتے ہین کہ اے زاہد پاکیزہ سرشت تم ہم رندون کا عیب مت کیا کرو (پاکیزہ سرشت باعتبار اُسکے زعم کے یا بطور تمسخر کے کہا) دوسرے شخص کا گناہ تمہارے نامہ اعمال مین تو نہ لکھا جاویگا (یہ جواب علی سبیل التنزل ہے یعنی ہماری حالت اگر تمہارے نزدیک گناہ ہی ہے تو بھی تم ناحق پیچھے کیون پڑتے ہو گناہ ہمکو ہوگا تمکو تو نہ ہوگا. اور اسکا یہ مطلب نہین کہ کوئی شخص یہ سمجھکر نصیحت نہ کیا کرے یہ تو سنت انبیاء علیہم السلام ونصوص کے خلاف ہے. بلکہ مقصود یہ ہے کہ جب ناصح مخاطب کو حق پہونچا چکا تو فرض ادا ہو گیا اب ہر وقت اُسکے درپے ہونا اُس شخص کا کام ہے جو مامور من اللہ ہو یا مامور من السلطان ہو جیسے انبیاء علیہم السلام یا سلاطین وحکام یا امیر البیت وغیرہ کہ یہ مامون ہوتے ہین فتن باطنی سے ورنہ اکثر ریاء وتفاخر منشاء ہو جاتا ہے پند وموعظت کا. اور قرآن مجید مین آیہ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم اور حدیث مین ارشاد لا یقص الا امیر او مامور او مختال اسی پر محمول ہے البتہ جو مخلص ہو وہ ملحق بالمامورین ہے وقلیل ما ہم اور یہان کلام باعتبار اکثر اور غالب حالت کے ہے) آگے فرماتے ہین کہ اگر مین نیک ہون یا بد ہون تم جاؤ اپنا کام کرو (یعنی اپنا کام چھوڑکر میرے پیچھے کیون پڑ گئے یہ بھی اشارہ ہے ایک مفسدہ کی طرف جو ایسے ناصح کو پیش آتا ہے یعنی بعض احوال مین دوسرے کو نصیحت کرنا محض مستحب ہوتا ہے مگر اس مشغولی مین اپنے فرضی کام ضایع ہو جاتے ہین. تو ایسا مستحب پھر غیر مباح ہو جاتا ہے) ہر شخص انجام کار وہی کاٹیگا جو اُس نے بویا ہوگا (آگے دوسرے عنوان سے فرماتے ہین کہ) تمام آدمی محبوب کے طالب ہین. ہمین ہشیار ومست سب آگئے اور ہر جگہ عشق ہی کا ظہور ہے ہمین مسجد اور بتخانہ سب آگیا (یعنی جسطرح مطلق طلب کی دو قسمین ہین ایک مقبول کہ بالذات وبالقصد طلب کرنا جیسے موحدین کی طلب ہے. دوسرے بواسطہ کسی مخلوق حقیقی یا خیالی کے اور بلا قصد کے جیسے مشرکین کی طلب ہے کہ مخلوقات کو ذی کمال سمجھکر اُن کا قصد کرتے ہین اور وہ کمال خواہ حقیقی ہو یا وہمی مستفاد من الواجب ہے تو حقیقت مین مطلوب وہی ہوا مگر طالب کا قصد اُس سے متعلق نہین گو وہ زعم تعلق مین مغرور ہو اسیطرح طلب مقبول کی دو قسمین ہین ایک طلب ہوشیاری کیساتھ دوسری طلب مستی کے ساتھ جیسے ہماری طلب ہے پھر جب یہ بھی ایک قسم طلب مقبول کی ہے پھر ہم پر اس طلب مین کیون اعتراض کیا جاتا ہے. مصرعہ ثانیہ مین تقسیم اول کیطرف اور مصرعہ اولی مین تقسیم ثانی کیطرف اشارہ ہے آگے فرماتے ہین کہ) میرا سر تسلیم ونیاز تو خاک در میکدہ سے جدا نہوگا (یعنی حالت عشقیہ کو ایسے اعتراضون سے

نہ چھوڑونگا) اگر یہ عی (یعنی معترض کہ مابہ الاعتراض کا مدعی ہوتا ہے) با اپنی بر و تقوی کا مدعی ہوتا ہے۔ بات کو نہ سمجھے (یعنی مختلف عنوانون سے سمجھانے پر بھی نہ سمجھے) تو اُس سے کہدو کہ اینٹ سے سر پھوڑلے (یہ کنایہ ہے عدم حصول مقصود سے آگے فرماتے ہین کہ) تم مجھکو روز ازل مین جو قرار پا چکا ہے۔ اُس سے نا اُمید مت کرو (یعنی ایسے حکم مت لگادو کہ یہ کافر ہے۔ دوزخی ہے) تمکو کیا معلوم کہ پس پردہ کون اچھا ہے اور کون بُرا ہے (کما قال تعالی فلا تزکوا انفسکم ہو اعلم بمن اتقی مطلب یہ کہ اگر میری حالت بُری ہی ہو تو شاید اچھی ہو جاوے اور اگر تمہاری حالت اچھی ہی ہو تو شاید بُری ہو جاوے۔ تو تفاخر اور تحقیر نہایت قبیح ہے۔ آگے فرماتے ہین کہ) کچھ مین ہی خانہ تقوی سے باہر نہین نکلا میرے باپ آدم علیہ السلام نے بھی جنت الخ، کو ہاتھ سے دیدیا تھا (بہشت ابد کے یہ معنی ہین اور یہ مطلب نہین کہ ابد کے لئے الخ حاصل یہ کہ مجھ سے اگر کوئی لغزش و خطا ہوگئی تو آخر آدمی ہون خود آدم علیہ السلام سے ہوگئی تھی تو اسقدر اور اسطرح سے طعن و تشنیع مناسب نہین قال علیہ السلام نسی آدم فنسیت ذریتہ وجحد آدم فجحدت ذریتہ۔ آگے فرماتے ہین کہ تم جو ایسی بڑھ بڑھکر باتین بناتے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمکو اپنے عمل پر تکیہ ہے تو) میان عمل پر کبھی تکیہ مت کرنا کیونکہ یوم المقادیر مین معلوم نہین تمکو سعید لکھا ہے یا شقی اور اگر آپ کی یہی ذات ہے تو آپ عجیب ذات شریف ہین اور اگر آپ کی یہی طینت ہے تو بہت ہی نیک طینت ہے (مطلب یہ کہ اگر اس تنبیہ پر بھی تم باز نہین آتے اور یہی طرز تمہاری طبیعت ہوگئی ہے تو سلام ہے ایسی طبیعت کو وہذا کما قال فی الشعر الاول پاکیزہ سرشت تہکما وہذا ما ادی الیہ ذوقی۔ آگے فرماتے ہین کہ تم جو محض اعمال ظاہری کی ترغیب جنت کے لئے دے رہے ہو اسمین شک نہین کہ) باغ جنت لطیف ہے لیکن یاد رکھو کہ سایہ بید اور لب کشت (یعنی نسبت عشقیہ کہ مثل سایہ بید و لب کشت کے فرحت بخش ہے) نیز قابل غنیمت سمجھنے کے ہے۔ (یعنی اسکو بھی حاصل کرو کہ جنت کی کامل نعمتین اسی پر موقوف ہین قال تعالی والسابقون السابقون اولئک المقربون بعد قولہ تعالی۔ اصحب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ خواہ یہ عشق سلف کے لوگون سے ہو یا خلف کے لوگون سے مگر یہ متیقن ہے کہ زہد خشک کو کسی نے سلف مین سے بھی کافی نہین سمجھا۔ آگے اپنے کو وہی اوپروالی نصیحت کرتے ہین کہ تم بھی اپنی نسبت عشقیہ پر مغرور مت ہونا اس کا اعتبار بھی خاتمہ پر ہے) اے حافظ اگر خاتمہ کے روز یہ جام محبت حاصل رہا تو اس خرابات دنیا سے سیدھے جنت مین پہونچوگے (ورنہ خاک بھی نہین فقط) ۵ غزل

جز آستان توام در جہان پناہی نیست	سر مرا بجز این در حوالہ گاہے نیست

خطاب ہے محبوب حقیقی کو کہ بجز آپ کے آستانہ کے میری کہین پناہ نہین یہی حاصل ہے مصرعہ ثانیہ کا۔ اس مین تعلیم ہے توکل و تفویض و اعتماد علی الحق کی۔ ۵

عدو چو تیغ کشد من سپر بیندازم	کہ تیر ما بجز از نالہ و آہے نیست

نالہ باشباع میباید خواند ورنہ سکتہ لازم می آید۔ و سپر انداختن کنایہ از عجز و ترک جنگ۔ مطلب یہ کہ مین

مضمون توکل و تفویض

انتقام نہین لیتا ہمارا ہتیار صرف آہ و نالہ ہے۔ اسمین تعلیم ہے سالک کو صبر و رضا و تسلیم کی اور تسلیہ ہے بوعدہ نصرت ہے۔ سہ

چرا ز کوی خرابات روے برتابم	کزین بہم بجہان ہیچ رسم وراہی نیست

بہم مرکب از لفظ بہ بمعنی بہتر و میم متکلم بمعنی مرا۔ مطلب یہ کہ طریق عشق سے بہتر کوئی طریق نہین اسکو کبھی ترک نہ کرونگا۔ اسمین تعلیم ہے استقامت و ثبات علی مشاق السلوک کی خواہ ظاہری ہون یا باطنی۔ سہ

زمانہ گر بزند آتشم بخرمن عمر	بگو بسوز کہ برمن ببرگ کاہی نیست

یعنی اگر زمانہ مجھکو ہلاک بھی کردے کچھ پروا نہین کیونکہ عمر و حیات کی قدر میرے نزدیک ایک برگکاہ کے برابر بھی نہین اسمین تعلیم ہے عدم توحش عن الموت کی کہ یہی توحش سبب ہے حرص و طول امل وغیرہ کا۔ سہ

غلام نرگس جماش آن سہی سروم	کہ از شراب غرورش بکس نگاہی نیست

جماش مست و دلیر و شوخ و مراد از نگاہ احتیاج کما فی قولہ تعالیٰ لاینظر الیہم ای ینظر بالنظر الرحمۃ کا مطلق النظر و شراب غرور عبارت از استغنا۔ مقصود بیان کرنا صفت غنا محبوب کا ہے۔ اور علاوہ تحقیق مسئلہ صفات کے اسطرف بھی اشارہ ہوگیا کہ سالک اوسکی غنا پر نظر رکھے۔ اور اپنی عبادت و ریاضت پر ناز نہ کرے جو کچھ کوئی کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے قال تعالیٰ من جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین۔ سہ

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن	کہ در شریعت ما غیر ازین گناہی نیست

یعنی برابر اس گناہ کے نیست مبالغۃً باین عنوان تعبیر نمودہ۔ مقصود بالخصوص اہتمام فرمانا ہے اہتمام تقوی و ورع کا حقوق العباد سے کہ سالک کے لئے سب سے بڑھکر مضر ہے۔ کہ تدارک اوسکا خارج از اختیار ہے۔ نیز سلوک مین قلب مین خشوع پیدا کرنا خصوصیت کے ساتھ مطمع نظر ہے کہ وہ منبع ہے جمیع اخلاق حسنہ کا اور آزار دینا ناشی ہے قساوت قلب سے جو منافی خشوع ہے اسلئے بھی خلاف موضوع ہونے مین اشد ہے۔ سہ

عنان کشیدہ روای بادشاہ کشور حسن	کہ نیست بر سر راہے کہ دادخواہی نیست

سہل یہ ہے کہ خطاب مرشد کو ہو کہ ذرا تفصیلی نظر سے طالبین کی طرف جزئیاً جزئیاً توجہ کیجیے (کیونکہ عنان کشیدہ چلنا سبب اسی تفصیلی نظر کا ہوتا ہے) سر راہ مین ایک شخص بھی ایسا نہین جو دادخواہ نہو یعنی سب محتاج تربیت ہین۔ اسمین ارشاد ہوگا مشایخ کو کہ طالبین سے استغنا نکرین اور بعض نے محبوب حقیقی کو مخاطب ٹھیرا کر یہ تقریر کی ہے کہ تجلی کے بعد جو استتار ہوجاتا ہے کچھ تو تجلی کو توقف و امہال ہونے دیجیے کہ بہت سے مشتاق رو براہ ہین۔ سہ

عقاب جور کشادہ است بال در ہمہ شہر	کمان گوشہ نشینے و تیر آہے نیست

مدلول لفظی ظاہر ہے۔ شاید مقصود اس سے متنبہ کرنا ہو اہل ظلم کو کہ اب تک جو باوجود اس ظلم و ستم کے کچھ ہو

اسپر نازمت کرنا کسی اہل دل نے اب تک اسطرف توجہ نہین کی ورنہ قلع قمع ہوجاتا اور اُن کی توجہ کا کوئی ضابطہ اور وقت معین نہین پھر کس چیز کے دھوکے مین ہو۔ اسمین تحذیر ہوگی ظلم سے خصوص اہل دل پر جیسا اکثر منکرین معاندین کا شیوہ ہے۔ اور یا مقصود اس سے درخواست ہے اہل دل سے کہ اپنے معاملہ مین خواہ صبر کرو مگر عامہ خلائق پر جو شخص ظلم کرے اُسوقت اپنے تیر وکمان بددعا سے کام لینا چاہیئے اور یہ قید دوسرے دلائل سے معلوم ہے کہ جب بذریعہ نصیحت یا دعا اصلاح ہونے سے یاس ہوجاوے۔ ۵

چنین کہ در ہمہ سو دام راہ می بینم ‌ ‌ ‌ ‌ بہ از حمایت زلف توام پناہے نیست

مدلول لفظی ظاہر ہے مقصود یہ ہے کہ جب شیاطین الانس یعنی شیوخ مزورین وشیاطین جن یعنی موسوسین ومغوین کا ہجوم ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے پناہ طلب کرے کہ وہ ان اعدا سے محفوظ رکھے اور شریعت کو ہر وقت معیار بناتا اور دعا بھی کرنا ہی اعتصام بحبل اللہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہر خطرہ سے مامون ومصون رہیگا ۵

خزینۂ دل حافظ بزلف وخال مدہ ‌ ‌ ‌ ‌ کہ کارہای چنین حد ہر سیاہی نیست

سیاہ غلام حبشی۔ دعا کرتے ہین کہ میرا دل کہ کنز معرفت ہی بالقوہ یا بالفعل محبوبان مجازی کے زلف وخال مین مبتلا نہ ہونے دیجیئے کیونکہ ایسا امور عظیم الشان کہ مالک ہونا ہے۔ ایسے کنز کا ایسے غلامون کی حیثیت کے لائق نہین۔ زلف وخال کو سیاہ سے تعبیر کرنے کا لطف ظاہر ہے باعتبار لون کے بھی اور باعتبار بیقدری کے بھی۔ اسمین تعلیم ہے کہ عشق مجازی سے قصداً بچنا چاہیئے اور جو بلا قصد ہوجاوے اُس سے حقیقت کیطرف متوجہ ہونیکا قصد کرنا چاہیئے بطریقہ الذی قد عرف ۵

غزل

حال دل باتو گفتنم ہوس ست ‌ ‌ ‌ ‌ خبر دل شنفتنم ہوس ست

مدلول لفظی یہ ہے کہ اپنا حال تجھسے کہنے کی ہوس ہے اور اُس کی ہوس ہے کہ اپنا حال دل کہکر تجھسے اپنے دل کے بارہ مین کوئی خبر اُسکے علاج بالوصل وغیرہ کی سنون کہ اُمید بندہے۔ اور مقصود یہ ہی کہ اے مرشد یون جی چاہتا ہے کہ اپنے امراض قلب یا واردات بیان کرے آپسے اُسکے متعلق اصلاح یا تفسیر وتعبیر یا طریق ترقی سنون۔ ۵

طمع خام بین کہ قصۂ فاش ‌ ‌ ‌ ‌ از رقیبان نہفتنم ہوس ست

مطلب لفظی ظاہر ہے کہ باوجود اس قصۂ عشق کے فاش ہونے کے پھر اُس کے پوشیدہ رکھنے کی ہوس کرنا طمع خام ہے۔ اور مقصود معنوی اشارہ اسطرف ہے کہ جو حالت بلا اختیار ظاہر وفاش ہوجاوے اُس کے اخفا کی کوشش کرنے کی ضرورت نہین اور محققین کا یہی مسلک ہے کہ کسی حال کے نہ اظہار کا قصد کیا جاوے نہ اخفا کا کہ دونون مین التفات الی الغیر ہے۔ اور اصل مقصود توجہ بحبت الی اللہ ہے ۵

شب قدری چنین عزیز وشریف ‌ ‌ ‌ ‌ باتو تا روز خفتنم ہوس ست

شب قدر مراد عمر که قابل قدر ست و چون دنیا محل تاریکی و خفا رحقایق ست تشبیہ بشب دادن مناسب شد و روز مراد روز مرگ که وقت انتباہ و انکشاف حقائق ست کما قال علیہ السلام الناس نیام اذا ماتوا انتبھوا مطلب یہ کہ یون جی چاہتا ہے. تمام عمر دم مرگ تک آپ کے ساتھ معیت بالقلب میسر رہے تاکہ اسکے بعد مرگ معیت بلا حجاب میسر ہو. ف

ده که دردانه چنین نازک	درشب تار سفتنم هوس ست

ترجمہ لفظی ظاہر ہے کہ شب تاریک مین ایسے گوہر نازک کو سفتہ کرنا ہوس محض ہے. اور مقصود معنوی یہ ہے کہ دنیا مین کہ مشابہ شب تاریک کے ہے (بالوجہ الذی قد ذکر فی شرح الشعر السابق) وصل بلا حجاب کی تمنا کرنا محض ہوس ہے. مقصود بیان کرنا اس خیال کے غلط ہونے کا ہے. بلا تنازع الشرعی ولا یواخذنا بالنفی الغیر الاختیاری. ف

ای صبا امشبم مدد فرما	که سحرگه شگفتنم هوس ست

یعنی ای فیاض حقیقی یا اے مرشد کہ فیاض مجازی ہے دنیا مین میری مدد فرمائیے تاکہ صبحگاہ قیامت مین مجھکو شگفتگی و کمال انبساط کہ وصال بلا حجاب ہے نصیب ہو. اسمین اشارہ ہے. کہ مجاہدات و ریاضات مین امداد من اللہ ہی مدار اعظم ہے اپنی قوت پر اعتماد نہ کرے. ف

از برای شرف بنوک مژه	خاک راه نور فتنم هوس ست

از برای و بنوک ہر دو متعلق برفتن. اسمین تعلیم ہے تحمل مشاق و تذلل کی تحصیل مقصود مین. ف

همچو حافظ برغم مدعیان	شعر رندانه گفتنم هوس ست

رغم خاک آلودہ شدن مراد بعکس مراد مدعیان. مطلب یہ کہ مدعیون اور معترضون کی پرواہ نہ کرنا چاہیئے اپنے عاشقانہ کام مین لگا رہنا چاہیئے. ف

غزل

حسنت باتفاق ملاحت جهان گرفت	آری باتفاق جهان میتوان گرفت

چونکہ ملاحت سے حسن کا کمال سمجھا جاتا ہے. اسلیئے یہ کنایہ کمال سے ہو الیعنی چونکہ محبوب حقیقی حسن ذاتی و صفاتی کے ساتھ موصوف ہین اور اس وصف مین کامل بھی ہین. اسلیئے تمام عالم مسخر قدرت ہی طوعًا یا کرہًا اور اس تسخیر مین صفات کمال مثل علم و قدرت و حکمت وغیرہا کا دخل ظاہر ہے. اور یہ سب حسن مین داخل ہوگیا و ہذا کقولہ تعالیٰ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا مقصود اس بیان کمال سے تصحیح عقیدہ بھی ہے اور طالب کو ترغیب بھی ہے. کہ ایسے کامل سے ضرور محبت کا تعلق ہونا چاہیئے. ف

افشای راز خلوتیان خواست کرد شمع	شکر خدا که سر دلش بر زبان گرفت

خواست کردن یعنی کردن خواست. و راز خلوتیان سوز و گداز کہ لازمہ عشق است و شمع عاشق و گرفت گرفتہ شد کنایہ از بند شدن زبان. و لطافت شعری درین آنست کہ سوزش شمع کہ سر دل اوست در زبان او کہ طرف

بلای او دست میرسد۔ ترجمہ لفظی یہ ہے کہ شمع نے چاہا تھا کہ راز اہل خلوت کا ظاہر کرے۔ مگر اُس کے راز دل نے زبان تک پہونچکر اُسکو سوختہ کر دیا۔ اور اُسکو اظہار سے بند کر دیا۔ مقصود یہ ہے کہ عشق ایک کیفیت وجدانی ہے کوئی شخص اُسکے بیان کافی پر قدرت نہیں رکھتا جو شخص اسکا ارادہ کرتے اُس کی زبان اِس سے عاجز ہو جاتی ہے اور تمام امور وجدانیہ کی یہی کیفیت ہے کہ زبان اُسکی تعبیر سے عاجز و قاصر ہے۔ پس اگر کوئی مضمون عاشق کا غیر مفہم ہو یا خلاف حق کا موہم ہو اُسپر طعن مت کرو۔ ۵

(عجز زبان از بیان عشق)

میخواست گل کہ دم زند از رنگ و بوی تو	از غیرتش صبا نفس اندر دہان گرفت

ہشین در غیرتش مضاف الیہ نفس ست۔ مدلول لفظی یہ ہے کہ گل اپنے مین رنگ و بو دیکھکر تیرے رنگ و بو کے مساوات کا دعوی کرنا چاہتا تھا۔ مگر صبا نے غایت غیرت سے اُسکا سانس اُسکے مُنہ ہی کے اندر پکڑ لیا۔ یعنی بولنے ندیا چنانچہ گل کا نہ بول سکنا ظاہر ہے۔ اور اسمین نہ بولنے کی ایک ادعائی علت بطور حسن التعلیل کے ہے۔ اور بعض نسخون مین اِس طرح ہے نفسش در دہان الخ پس غیرتش کے معنی ہونگے غیرت خود اور بعض نسخون مین ہے غیرتت یعنی از غیرت بر تو۔ حاصل سب کا ایک ہی ہے مقصود معنوی یہ ہے کہ سالک پر جب غلبہ توحید کا ہوتا ہے تو اپنے افعال و صفات کو عین افعال و صفات حق تخیل کر کے دعوی منصوری کرنا چاہتا ہے۔ مگر فیض وحی کہ پیغام رسانی دوست مین مشابہ صبا کے ہے بمقتضائے غیرت کہ صفات حق مین سے ہے جسکا مقتضا نہی عن القبیح ہے اُسکی زبان پکڑتا ہے۔ یعنی شریعت نہی تشریعی اُسکو منع کرتی ہے گو اثر اُس نہی کا واقع نہو کیونکہ امر تشریعی مستلزم تشریعا ہے مستلزم تکوینا نہیں۔ پس اسمین اشارہ ہے کہ جب تک مرفوع القلم نہو ایسی حالت مین کف لسان واجب ہے گو غلبۂ حال سے ضبط مین کسیقدر تکلف اور تکلیف ہی کیون نہو۔ ۵

(امر بکف لسان در غلبۂ حال)

چون لالہ کج نہادہ کلاہ طرب ز کبر	ہر داغ دل کہ بادہ چون ارغوان گرفت

ہر داغ دل الخ مبتدا و کج نہادہ الخ خبر و چون حرف تشبیہ و کبر کبر ظاہری یعنی استغنا۔ و داغ دل عاشق کہ دلش داغ شدہ باشد و چون ارغوان یعنی سُرخ مشابہ ارغوان کہ نام گلے ست سُرخ رنگ۔ مطلب یہ کہ جس عاشق نے بادۂ عشق نوش کر لیا وہ تمام ماسوی اللہ سے مستغنی ہو گیا گویا لالہ کی طرح کلاہ طرب کج رکھے ہوئے ہے۔ اسمین ترغیب ہے تحصیل عشق کی۔ اور بعض نسخون مین ہے ہر دل کہ داغ بادہ الخ معنی یہ ہونگے کہ جس دل نے ایسی بادہ کے داغ یعنی طلب کو اختیار کر لیا اور ترکیب وہی ہے۔ ۵

(ترغیب تحصیل عشق)

زان روی عشق ساغر می خرمنم بسوخت	کاتش ز عکس عارض ساقی دران گرفت

روی وجہ بمعنی سبب یعنی از ان سبب۔ مدلول لفظی تو ظاہر ہے کہ ساغر مے مین چونکہ عارض ساقی کا عکس پڑتا تھا۔ اسلئے مین اُس ساغر کی طلب مین بیتاب و بیقرار ہو گیا اور بلسان اشارت ساغر مے سے مراد تجلی افعالی اور عارض ساقی سے مراد تجلی صفاتی من انہ ناش من التجلی الذاتی کما یدل علیہ اضافتہ العارض الی الساقی الذی ھو الذات پس مطلب یہ ہوا کہ افعال حق کہ جو دال ہین صفات حق پر اور ابتدا لسئے

سلوک مین یہی مطمح نظر ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ (ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا) الآیۃ اسلیے میری خرمن ہستی کے سوختہ کرنے والے اور فاعل حقیقی کے عشق مین بیتاب کرنے والے ہوگئے کہ انمین صفات کی اور اُنکے واسطے سے ذات کی تجلی تھی۔ اسمین تعلیم ہے ترقی نظر کی سلوک مین اسطرح سے کہ افعال سے صفات کی طرف اور اُن سے ذات کی طرف توجہ کرے۔ اور بعض نسخون مین ہے۔ آن روز عشق الخ اور روز سے مراد وقت یعنی اُسی وقت سے ایسا ہوگیا تھا ۔

	آسودہ بر کنار چو پرگار می شدم		دوران چو نقطہ عاقبتم در میان گرفت	

ترجمہ یہ ہے۔ کہ مین پرکار کی طرح کہ کنارہ پر چلا کرتا ہے۔ نہایت راحت کی حالت مین چل رہا تھا آخر زمانہ نے مجھکو نقطہ کی طرح کہ وسط مین ہوتا ہے۔ اندر لے لیا۔ اور شرح اسکی بعض شراح نے یہ کی ہے۔ کہ مین پہلے عشق سے خالی تھا مگر آخر اُسمین مبتلا ہوکر مصیبت مین پھنس گیا مگر احقر کا ذوق اسکو اسلیے قبول نہین کرتا کہ سوق کلام سے ترشح ہوتا ہے کہ پہلی حالت کو ترجیح دے رہے ہین پچھلی حالت پر اور یہ امر نہایت بعید ہے کہ خلو عن العشق کو عشق پر ترجیح دین اسلیے احقر کے نزدیک بعض محشیون کی توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے کہ جب تک دنیا سے بے تعلق تھا بڑی راحت تھی۔ اب تعلقات مین پڑکر گرفتار بلیات و مصائب ہوگیا۔ پس اسمین تنفیر ہے تعلقات ہوا و ہوس سے کہ مضیع راحت روحانیہ ہے۔ اور بعض اوقات متلف راحت جسمانیہ بھی ۔

	خواہم شدن بکوی مغان آستین فشان		زین فتنہا کہ دامن آخر زمان گرفت	

یعنی اس زمانہ مین کہ آخری زمانہ ہے کہ اسمین وقوع فتن نصوص مین وارد ہے جو فتنے ظاہری و باطنی برپا ہین ان سب سے اعراض کرکے عشق و معرفت کی پناہ حاصل کرونگا چنانچہ احادیث مین ذکر طاعت کو حصن سے تشبیہ دی گئی ہے جسمین احکام شرعیہ و احوال عشقیہ سب داخل ہوگئے کہ انپر استقامت استدامت عاصم عن جمیع المکارہ ہے ۔

	ہمہ برگ گل زخون شقائق نوشتہ اند		کانکس کہ پختہ شد مئی چون ارغوان گرفت	

شقائق لالہ و مراد از گل گل لالہ یعنی لالہ جو اپنے کمال کو پہونچکر اپنے خون مین رنگین یعنی سرخ ہوجاتا ہے یہ گویا بزبان حال اس بات کو تبلا رہا ہے۔ کہ جو شخص پختہ یعنی عاقل کامل اور تجربہ کار ہوگا وہ اسیطرح مئی سرخ یعنی طریق عشق کو حاصل کریگا۔ اسمین بھی فضیلت ہے عشق آلہی کی کہ کمال عقل کا مقتضا اسی طریق کو اختیار کرنا ہے ۔

	می دہ کہ ہر کہ آخر کار جہان بدید		از غم سبک بر آمد و رطل گران گرفت	

سبک حال۔ و آخر کار جہان زوال و اضمحلال۔ و رطل پیمانہ شراب و رطل گران پیمانہ بزرگ کذا فی الغیاث و مقابلہ اش با سبک در ترکیب لطافت شاعری ست مطلب یہ کہ اے ساقی عنایت ازلی مجھکو فیض عشقی عطا فرما کیونکہ عشق ایسی محبوب اور مرغوب چیز ہے کہ جس نے اس دنیا کا انجام کار کہ فنا و زوال ہے دیکھ لیا وہ اس کے غم و فکر سے ہلکا پھلکا نکل کر ساغر عشق ہی کو اختیار کریگا۔ اور بعض نسخون مین مئی خور ہے۔ اور یہ زیادہ واضح ہے ۔

فضیلت عشق

می دہ بجام جسم کہ صباح صبوحیان ‌‌ | ‌‌ چون بادشہ بہ تیغ زر افشان جہان گرفت

صبوح شرابیکہ بامداد نوشند وصبوحی آنکس کہ درین وقت شراب نوشد وصباح صبوحیان ظرف گرفت و فاعل گرفت ضمیر راجع بجام و بہ تیغ متعلق بہ گرفت وجملہ صباح الخ صفت جام جم ای جامیکہ درصباح تمام جہان راشل بادشاہ بہ تیغ زر افشان گرفتہ است یعنی تمام عالم رامنور ساختہ است مثل بادشاہیکہ جہان رامسخر کند بتیغے کہ شعاعش چون تاب زر ریزد ومراد بجام جم لطیفۂ قلب کہ اول عشق دران پرمی شود وازان پس در قلب مادی ومنور شدن عالم مادی از لطیفۂ قلب پر ظاہراست کہ منزہ ازمادہ دواسطہ فیوض آلہیہ ومربی جسم مادی ست مطلب یہ کہ لطیفۂ قلب مین کہ مشابہ جام جم ہے. اور جسکی ایسی ایسی شان ہے مئی محبت بھر کر عطا کردیجیے اور بعض نسخون مین جام زر ہے اور اُسکا تناسب تیغ زر افشان سے زیادہ ظاہر ہے. س

فرصت نگر کہ فتنہ چو در عالم اوفتاد ‌‌ | ‌‌ عارف بجام می زد واز غم کران گرفت

فی مفعول زد ومعنی بجام می زد یعنی بجام رانداخت یعنی اے طالب تم فرصت اور موقع کے منتظر رہو جب سامان میسر ہو فوراً تحصیل عشق مین سعی شروع کردو کیونکہ عارفون کا یہی شیوہ رہا ہے کہ جب عالم مین کوئی ظاہری یا باطنی فتنہ دیکھا فوراً قلب مین محبت پیدا کرکے سب جھگڑون سے یکسو ہوگئے. یہان دو شبہے ہوتے ہین ایک یہ کہ تحصیل محبت ہر وقت واجب ہے پھر فرصت نگرکے کیا معنی. دوسرے یہ کہ اسی بنا پر وقوع فتن کی قید کیون ہے. جواب یہ کہ یہ دونون قیدین ایسی ہین جیسے حدیث بیعت مین ہے مااطقتن یعنی قید واقعی ہے. کیونکہ طاقت ہر وقت ہے اسیطرح فرصت اور وقوع فتن ہر وقت ہے اسطرح کی تعبیر مین تسہیل ہے طبع طالب پر پھر ذرا توجہ سے اُس قید کا وقوع بھی ظاہر ہوجاتا ہے اور مقید کے ایقاع کو ضروری سمجھتا ہے. س

زین آتش نہفتہ کہ در سینۂ منست ‌‌ | ‌‌ خورشید شعلۂ ایست کہ در آسمان گرفت

اسمین معنی ظاہری کے اعتبار سے تو شاعرانہ مبالغہ ہے چنانچہ ظاہر ہے اور معنی باطنی کے اعتبار سے مضمون محققانہ ہے وہ یہ کہ سینہ سے مراد لطیفۂ قلب مجازاً اور چونکہ وہ مادی نہین اسلیئے غیر محدود بمکان ہے اور آتش نہفتہ کہ عبارت ہے محبت سے اُسکی صفت بحلول سریانی ہے اور محل کے غیر محدود ہونے سے ایسے حال کا غیر محدود ہونا ظاہر ہے. اور آسمان مادی ہے اور اُسکا شعلہ آفتاب بھی مادی اور حرارت اُسکے واسطے سے مادی اور محدود ہے اور غیر محدود معنی اعظم ہے. محدود سے پس بوجہ اعظمیت کے وہ مثل کل ومتبوع کے ہوا اور غیر اعظم مثل جزو وتابع کے ہوا اسلیئے از کہنا صحیح ہوگیا پس مقصود اس سے بیان کرنا ہے شرف ودائع انسانیہ کا تاکہ سالک اُن سے کام لے. س

حافظ چو آب لطف ز نظم تو میچکد ‌‌ | ‌‌ عیبے چگونہ نکتہ تواند بر آن گرفت

ظاہر تو اپنی مدح ہے مگر مقصود یہ ہے کہ ملفوظات اہل حال پر ظاہر الفاظ دیکھکر نکتہ چینی نہ چاہیئے بلکہ لطافت معانی کو دیکھنا چاہیئے تاکہ حرمان وخسران سے بچے.

غزل

خیال روی تو در ہر طریق ہمرہ ماست	نسیم موی تو پیوند جان آگہ ماست

نسیم موی یعنی نسیمے کہ بر موی تو گذر کردہ می آید یا مراد خوشبو مجازاً. مدلول لفظی ظاہر ہے اور بلسان اشارت یہ تفسیر ہو سکتی ہے تصور شیخ کی یا دوام عشق و معیت محبوب حقیقی کی. س

ببین کہ سیب زنخدان او چہ میگوید ہزار یوسف مصری فتادہ در چہ ماست

ترجمہ ظاہر ہے مقصود بیان کرتا ہے کہ محبوب حقیقی سب محبوبوں سے اجمل و اکمل ہے تاکہ طالب بشرا شرہ اُسیکی طرف متوجہ ہو اور دوسری طرف التفات نکرے. س

برغم مدعیانے کہ منع عشق کنند	جمال چہرۂ تو حجت موجہ ماست

برغم بمعنی برخلاف. یعنی جو لوگ مانع عشق ہیں. اُن کے جواب مین محبوب کا چہرۂ لطیف حجت کافیہ ہے کہ خود اگر دیکھ لین تو عاشق ہو جاوین یا کم از کم ہمکو تو مورد اعتراض نہ بناوین. ہمین اشارہ اسطرف ہے کہ عشاق پر جو لوگ معترض ہین سبب اُسکا حقیقت سے بیخبری ہے. س

اگر بزلف دراز تو دست ما نرسد	گناہ بخت پریشان و دست کوتہ ماست

مطلب یہ کہ محبوب تک جس شخص کی رسائی نہو اُسکو چاہیئے کہ اپنی استعداد بمعنی قابلیت قریبہ من الفعل کا کہ مکتسب من بعض الافعال ہے کہ بخت اُس سے تعبیر ہے اور اپنے مرتبہ فعل و اکتساب کا کہ دست کوتاہ اُس سے عبارت ہے قصور سمجھے محبوب کی طرف سے کرم و لطف مین کمی نہ سمجھے کہ وہ نہایت وسیع و محیط ہے اور زلف کو دراز کے ساتھ موصوف کرنے مین معنی وسعت و احاطہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے جب اپنی قوت و عمل کی کوتاہی ہے توسعی کرکے اُسکا تدارک کرے اور بخت سے مراد تقدیر مکتوب استعداد فطری و اضطراری نہین کہ وہ بلا قصد و دخل عبد کے خود مجعول حق و فعل حق ہے اور وہ خیر محض ہے لتضمنہ حِکماً کثیرۃً اُسکو کوتاہی و قصور سے موصوف کرنا محال ہے. س

بحاجب در خلوت سرای خاص بگو	فلان ز گوشہ نشینان خاک درگہ ماست
بصورت از نظر ما اگرچہ محجوب ست	ہمیشہ در نظر خاطر مرفہ ماست
اگر بسائلی حافظ درے زند بکشا	کہ سالہاست کہ مشتاق روی چون مہ ماست

بسائلی بیای معروف بمعنی سوال و در بعض نسخ چو سائلے بیای مجہول ست و معنی ظاہر ست. حاجب سے مراد خاص ملائکہ قاسمین فیوض الٰہیہ جنکو حدیث اسید بن حضیر مین سکینہ فرمایا گیا ہے. پس معنی یہ ہوے کہ ایسے قاسمین فیوض سے فرماتے ہین کہ فلان شخص یعنی داعی ہماری درگاہ کا خاک نشین ہے اور گو ظاہراً وہ (بوجہ معاصی کے) ہماری نظر خاص سے محجوب (یعنی بعید) ہے لان البعد من لوازمہ العادیۃ الحجاب) لیکن (بوجہ خاکساری و انکسار و معذرت تقصیرات کے) ہمارا مورد توجہ ہے تو اگر وہ سائلانہ (و عاجزانہ) دروازہ کھٹکھٹائے

(یعنی طالب فیوض ہو) تو دروازہ کھول دیا (یعنی اُسکو فیوض پہونچانا) کہ مدت ہوگئی وہ ہمارا مشتاق اور طالب) ہے (اور طلب ہی پر فیوض ہیں گو شرائط کمال نہ ہون. پس حاجب سے مراد روکنے والا دربان نہین بلکہ پہونچانے والا. بعض شراح نے اوّل معنی سمجھکر مراد ابلیس لیا ہے اور تکلفات باردہ کا ارتکاب کیا)

غزل

درین زمانہ رفیقی کہ خالی از خلل ست | صراحی مئی ناب و سفینۂ غزل ست

صراحی مئے ناب دل مالامال از عشق - و سفینۂ غزل کلام و ملفوظات اہل اللہ اور مطلب ظاہر ہے. اور تخصیص درین زمانہ کی اسلئے کہ پہلے تو قابل صحبت کاملین کثرت سے تھے اور اس زمانہ مین انکی قلت اور مزورین کی کثرت ہے اور اخوان دنیا بھی مثل پہلے کے نرہے کہ اُن سے گزند نہ پہونچتا اب تو اگر دوست ہین وقت ضائع کرنے والے اور اگر دشمن ہین تو قلب کے پریشان کرنے والے. البتہ اس صراحی اور سفینہ کے قبل مرشد کا تجویز کر لینا شرط ہے. ۵

جریدہ رو کہ گذرگاہ عافیت تنگ ست | پیالہ گیر کہ عمر عزیز بے بدل ست

جریدہ بے تعلق از دنیا. گذرگاہ راہ. پیالہ گرفتن عشق اختیار کردن. یعنی دنیا سے بے تعلقی اور حق تعالیٰ سے تعلق اختیار کرو اول کی علت یہ ہے کہ تعلقات مین عافیت نہین دوسرے کی علت یہ ہے کہ عمر کا بدل نہین اسلئے عمر کو مغتنم سمجھو. اور تنگ ست کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہین کہ راہ عافیت مین اتنی گنجائش نہین کہ اسمین تعلقات دنیا اور عشق الٰہی دونون کو لیکر نکل سکو اور چل سکو اسلئے اول کو چھوڑ کر ثانی پر اکتفا کرو. اسمین اظہار غلطی ہے ہوسناکان جمع بینہما کا. ۵

نہ من ز بے عملی در جہان ملولم و بس | ملالت علما ہم ز علم بے عمل ست

اسمین مذمت ہے بدعملی کی. یعنی صرف مین ہی اس بے عملی سے متنفر نہین ہون بلکہ علما بھی ایسے علم سے متنفر ہین جو مقرون بالعمل نہو. مقصود اس سے تنبیہ ہے مدعیان علم کو جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہین کہ اگر اسکے ساتھ عمل نہو تو بیکار ہے اور اگر عمل ہو تو اُسکے لوازم مین سے انکسار ہے ۵

بچشم عقل بہین درجہان پر آشوب | جہان و کار جہان بے ثبات و بے محل ست

بے محل بے موقع نیست کہ منافی ست باآیہ ربنا ما خلقت ہذا باطلا بلکہ بمعنی آنکہ بر محل خود ثبات ندارد پس در لفظین عطف تفسیری ست و معنی ظاہر ست. مقصود اس سے تنفر ہے تعلقات دنیویہ سے جو کہ شرط سلوک ہے.

دلم امید فراوان ز وصل روی تو داشت | ولے اجل بر رہ عمر رہزن امل ست

اسمین حسرت ہے. ایسے لوگون کے حرمان پر جو تمام عمر اسی ہوس مین رہتے ہین کہ اب سامان تحصیل ذخیرۂ آخرت کا کرینگے حتی کہ موت آجاتی ہے پس امید سے مراد امل ہے بقرینہ آخرت اور حرمان کو اجل کیطرف منسوب کرنا حالانکہ اگر اجل بھی نہ ہوتی تب بھی یہ لوگ محروم ہی رہتے اسلئے ہے کہ اجل کی تاخیر مین بعض اوقات بوجہ تجربہ

تعلیم اختیار کردن خلوت

[illegible]

تعلیم عمل بر علم

تنفر از تعلقات

تبائع دنیا یا صحبت کسی کامل کے اُس امل کے تحقق کی بھی نوبت آجاتی ہے. اور موت آگئی تو یہ احتمال بھی قطع ہوگیا اسمین تعلیم ہے تعجیل فی المقصود کی. ؎

تعلیم تعجیل فی المقصود

ز قسمت ازلی چہرۂ سیہ بختان	بشست و شوی نگردد سفید این مثل ست

اسمین آثار شقاوت و قہر کا بیان ہے. اور این مثل ست فرماتا شاید اشارہ اُس شعر مشہور کی طرف ہو ؎ بآب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد ٭ گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ . اور ز قسمت مین حرف ز علت کیلئے ہی یعنی ہر کہ سیہ بخت باشد بسبب قسمت ازلی. اس شعر سے مقصود یا تو تسلیہ ہے کہ مصرین علی العناد کی حالت پر حزن بیکار ہے. اُن کی اصلاح نہین ہو سکتی اور تسلیہ سے غرض یہ ہے کہ اُن کی فکر مین پڑ کر اپنے قلب کو تشویش مین کہ مانع ترقی سلوک ہے کیون ڈالا جاوے. اور یا مقصود تخویف ہے کہ آدمی اپنے حال و اعمال پر ناز نہ کرے کیونکہ علم آلہی مین معلوم نہین کہ سعید ہو یا شقی. اور یہ خوف سبب ترقی سلوک ہے ؎

تخویف بر ناز

بگیر طرۂ مہ طلعتے و قصہ مخوان	کہ سعد و نحس ز تاثیر زہرہ و زحل ست

مصرع ثانیہ بیان ہے قصہ کا یعنی فضولیات کو چھوڑ کر عشق آلہی حاصل کرو. ؎

تعلیم ترک لغو

خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی	مگر بنای محبت کہ خالی از خلل ست

یعنی قرب و قبول کی جتنی بنائین ہین جیسے اعمال ظاہرہ و باطنہ بلا حصول نسبت کے اُن سب مین احتمال زوال کا ہے. مگر محبت آلہی جو بنای قرب و قبول ہے یہ غیر محتمل الزوال ہے وہو المراد فی الحدیث بشاشتہ الایمان اذا خالط القلوب. کیونکہ مبنی اعمال کا محض قصد ہے اور قصد کا کسیوقت شہوت یا غضب سے مغلوب ہوجانا اور اس مغلوبیت کا مدت تک استقرار مستبعد نہین بخلاف نسبت عشقیہ کے کہ وہ بمنزلہ امر طبعی اضطراری کے ہوجاتا ہے اور ایسے امر کا زوال مستبعد ہے گو کسی وقت اثر ضعیف ہوجاوے مگر پھر جلد عود کر آتا ہے. اس سے یہ مقصود نہین کہ اعمال بیکار ہین. بلکہ مطلب یہ ہے. کہ اعمال کو ذریعہ اس نسبت باطنیہ کا بنانا چاہیئے اور جب تک یہ میسر نہو مجاہدہ شدیدہ کرنا چاہیئے اسکے بعد بقدر ضرورت مجاہدہ کافی ہے. ؎

تحصیل و ترغیب نسبت عشقیہ

بہیچ دور نخواہند یافت ہشیارش	چنین کہ حافظ ما مست بادۂ ازل ست

اسمین بیان ہے نسبت عشقیہ کے دوام و ثبات کا. پس یہ شعر شعر سابق کی تفریع یا شرح کے طور پر ہے.

غزل

دل و دینم شد و دلبر بملامت برخاست	گفت با ما منشین کز تو سلامت برخاست

یعنی عشق مین میرا تو دل اور دین دونون غارت ہوگئے (جسپر مجھکو اُمید قدردانی کی تھی) مگر محبوب ملامت کرتا ہوا اُٹھا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس مت بیٹھو کیونکہ تم سے سلامتی (واعتدال) کی صفت اُٹھ گئی (یعنی) (اور اپنی حالت حد سے تجاوز ہو کر قابل ملامت کے کرلی. جو ہمکو پسند نہین. اسمین اشارۃً یہ ارشاد ہی

ضبط احوال

که باستثنار مرفوع القلم شخص کے کسی حالت مین ضبط کو جو که اختیاری ہو گو اسمین کچھ کلفت بھی ہو۔ ہاتھ
سے دیکر اپنی حالت صحت یا حالت دین کو معرض فساد مین ڈالنا اور اعتدال شرعی سے خارج ہو جانا قبیح و
مذموم ہے گو بوجہ بے علمی کے اپنی رائے فاسد سے یہ شخص اُسکے ادخل فی التقرب و القبول ہونے کا زعم کرتا
ہو اسی لئے حدیث مین سوال شوق کے ساتھ یہ قید لگائی ہے۔ فی غیر ضراء مضرۃ (ای مایعود الی الصحۃ
و فتنۃ مضلۃ (ای مایعود الی الدین) بعد قولہ واسئلک شوقا الی لقائک ۵

که شنیدی که درین بزم دمی خوش بنشست	که نه در آخر صحبت بندامت برخاست

تزہید از دنیا

این بزم سے مراد دنیا ہے اور یہ شعر مقارب المعنی اس شعر عربی کا ہے۔ ۵ و من یحمد الدنیا لعیش یسرہ ۵
فسوف لعمری عن قلیل یلومہا ۔ مقصود اس سے تزہید ہے دنیا مین جو کہ شرائط سلوک سے ہی ۵

شمع اگر زان لب خندان بزبان لافی زد	پیش عشاق تو شبہا بغرامت برخاست

مضرت دعویٰ اتحاد

اسمین حسن التعلیل ہے یعنی شمع جو تمام شب استادہ رہتی ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ اُس نے تیرے روئے خندان
کی مساوات کا دعویٰ کیا تھا۔ اسلیئے یہ کھڑا ہونا اُسپر جرمانہ ہوا ہے۔ اور بلسان اشارت بیان ہے۔ اس کا
کہ غلبۂ توحید مین جن لوگون نے دعوئ اتحاد کیا انجام کار اُن کا مضرت ہوا خواہ جسمانی جیسا منصور کو خواہ
نفسانی جیسا بایزید کہ بعد صحو کے پشیمان ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ کنت الیوم کافرا مجوسیا والآن اقطع زناری و اقول
اشہد ان لا الہ الا اللہ اور پشیمانی و ندامت گو فضیلت کی چیز ہے مگر آخر قلب کو اُسوقت کلفت تو ہوتی ہے
جسکا سبب صدور خطا یا ہے اگر خطا نہ ہوتی تو یہ کلفت کیون ہوتی۔ اس اعتبار سے اسکو ضرر نفسانی مین
داخل کیا۔ اور خواہ ضرر روحانی ہے چنانچہ ایسے دعاوی مانع ترقی ہین اگر اُسپر دوام رہا کیونکہ وہ دلیل سکر ہے
اور سکر مین ترقی نہین ہوتی۔ ۵

در چمن باد بہاری ز کنار گل و سرو	بہواداری آن عارض و قامت برخاست

مطلب یہ کہ سب میرے محبوب کے نیاز مند و ثنا خوان ہین حتی کہ باد بہاری جو چمن مین گل و سرو کی بغل مین
سے نکلتی ہے یعنی اُسپر سے گذرتی ہے وہ بھی گل کے واسطے سے اُسکے عارض کی اور سرو کے واسطہ سے
اس کے قامت کی ہواداری اور خدمت کرتی ہے کہ گل کو تازہ و خندان اور سرو کو سبز و ریان کرکے اُسکے
خوبی عارض و قامت کا اظہار کرتی ہے کیونکہ ۵ و فی کل شیء لہ آیۃ ۵ تدل علی انہ واحد + اسمین محبوب حقیقی کے
کمال کا تام ہونا اور ہر مصنوع کا مدلول بالوجہ العام ہونا بتلانا ہے۔ تاکہ اُسکی طلب مین سعی کرین۔ ۵

مست بگذشتی و از خلوتیان ملکوت	بتماشای تو آشوب قیامت برخاست

مست کنایہ از استغنار۔ و بگذشتی تجلی کردہ مستتر شدی۔ و خلوتیان ملکوت اہل خلوت کہ در مراقبات
نسبت بعالم ملکوت پیدا کردہ باشند۔ و تماشا مشاہدہ۔ و با بمعنی در یا بمعنی برای۔ و آشوب قیامت شور و شر
نالہ مطلب یہ کہ محبوب حقیقی جو تجلی ہو کر مستتر ہو گیا۔ تو اہل خلوت مشاہدہ سے یا استتار کے بعد مشاہدہ کیلئے

بیتاب ہوکر نالہ و فریاد کرنے لگے۔ لان التجلی مفاجاۃً یورث الشوق ویذہب بالسکون ون الاستتار یورث الحزن وکلاہما یوجب الاضطراب۔ اور بعض خلوتیان ملکوت سے مراد ملائکہ لیتے ہین مگر چونکہ بقول مشہور ملائکہ مین کیفیت شورش نہین ہے۔ نیز اُن کو خلوت کی بھی حاجت نہین ہے۔ اسلیے احقر نے اسکو پسند نہیں کیا مقصود بیان کرنا آثار احوال کا ہے۔ ٥

پیش رفتار تو پا بر نگرفت از خجلت	سرو سرکش کہ بناز قد و قامت برخاست

اسمین بھی حسن تعلیل ہے یعنی سرو کا جو پاؤن اپنی جگہ سے نہین اُٹھتا اور وہ نہین چلتا اسکی وجہ یہی کہ وہ تیرے قد و قامت کے مساوات کا مدعی ہوا تھا اسلیے شرم سے گڑ رہا ہے اسکا حاصل مقصود بھی مثل شعر سوم شمع گر زبان الخ ہے۔ ٥

حافظ این خرقہ بینداز مگر جان ببری	کآتش از خرمن سالوس و کرامت برخاست

این خرقہ یعنی خرقہ سالوس بقرینہ مصرعہ ثانیہ۔ و کرامت مراد دعوی کرامت۔ اسمین مذمت ہے مکر و دعوی کی یعنی اگر اپنی نجات چاہتے ہو تو اس خرقہ سالوس و اظہار کرامت کو ترک کرو کیونکہ اس سے آگ پیدا ہوتی ہے یعنی یہ سبب ہے دخول فی نار جہنم یا وقوع فی نار الہجران کا۔ ٥

روی تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست	غزل	در غنچہ ہنوز و صدت عندلیب ہست

تا در ہزارت مضاف الیہ رقیب نہ باین معنی کہ ایشان رقیب تو ہستند یعنی شریک عشق کسے با تو فانہ غیر مقصود بلکہ باین معنی کہ باہم رقیب اند در تو یعنی شریک عشق بر تو۔ و کس ندید یعنی تفصیلا و ادراکا بالکنہ و در غنچہ یعنی مستتری بالمعنی المذکور پس کس ندید نافی رویت باشد در دنیا مطلب یہ کہ محبوب حقیقی کو کسی نے دنیا مین نہین دیکھا لان الرویۃ لاتقع فی الدنیا ویستثنی منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث رای لیلۃ المعراج او یقال انہ رای فی الاخرۃ لان السماء من مکان الاخرۃ) اور کسی کو آپکی تفصیلی معرفت نہین ہوئی۔ مگر پھر بھی بیشمار عاشق و طالب ہین شاید مقصود اس سے تصریح اس مسئلہ ہی کی ہو تاکہ اہل سلوک اس ہوس مین نہ پڑین یا کمال حسن و جمال بیان کرنا ہو کہ اس اجمالی ہی معرفت نے یہ نوبت کر رکھی ہے جو ورد ہے تفصیلی مشاہدہ بین بھی نہین اس سے معلوم ہوا کہ وہ بمراتب غیر متناہیہ اوروں سے اجمل و اکمل ہے پس ایسی ذات کا طالب ہونا عین واجب ہے اور کس نہ دید سے اگر نفی رویت کی ہو تو مخصوص ہے دنیا کے ساتھ اور اگر نفی ادراک بالکنہ کی ہو جیسا در غنچہ سے یہی مراد ہے تو عام ہے آخرت کو بھی کیونکہ احاطہ حقیقت وہان بھی نہو گا لامتناعہ وھذا ھو معنی قولہ علیہ السلام لایبقی علی وجہہ الا رداء الکبریاء واللہ اعلم ٥

گر آمدم بکوی تو چندان غریب نیست	چون من درین دیار ہزاران غریب ہست

غریب در مصرعہ اولی بمعنی عجیب و بعید و در مصرعہ ثانیہ بمعنی متعارف۔ مطلب یہ کہ مین ہی اکیلا آپ کا مشتاق و طالب نہین ہون۔ اسمین بھی کمال جمال بیان کرنا مقصود ہے۔ تاکہ سامعین کو طلب کا شوق ہو۔ ٥

آثار و احوال عشق

تقریر ترک سالوس و دعوی کرامت

ترغیب طلب

تعلیم رجا

ہرچند دورم از توکہ دور از توکس مباد | لیکن اُمیدِ وصل توام عنقریب ہست

ترجمہ ظاہر ہے اور مقصود اس سے تعلیم ہے رجار کی کہ وجوب شرعی کیساتھ معین سلوک بھی ہے۔ اور شعر ہذا مین اُسکے دو محل محتمل ہین یا تو دُنیا مین مجوبی کی حالت مین لقار آخرت کی اُمید یا حالت قبض مین بسط کی امید ۵

در عشق خانقاہ و خرابات شرط نیست | ہرجا کہ ہست پرتو روی حبیب ہست

تعلیم توحید افعالی یا صفاتی

اسکا یہ مطلب نہین کہ خانقاہ کے اعمال اور خرابات کے افعال دونون موصل و موجب قرب ہین بلکہ معنی یہ ہین کہ عاشق جسطرح خانقاہ مین ہادی کا مشاہدہ کرتا ہے خرابات کو دیکھکر مضل کا مشاہدہ کرتا ہے پس اُسکی نظر اور تو دونون جگہ اُسی کے ظہور و تجلی پر ہے اور یہ توحید افعالی یا صفاتی کی تعلیم کی طرف اشارہ ہے۔ ۵

آنجا کہ کار صومعہ را جلوہ میدہند | ناقوس و دیر و راہب و نام صلیب ہست

اسکا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر کے شعر کی شرح مین مذکور ہوا۔ و میدہند ای کارکنان قضا و قدر۔ ۵

تعلیم اصلاح خود و ترک شکایت حرمان

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد | ای خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

کہ شد کدام شد۔ مقصود تنبیہ ہے۔ اُن سالکون کی جو حرمان کا شکوہ کیا کرتے ہین مطلب یہ کہ کوتاہی طالب کیطرف سے ہے مطلوب سے دریغ نہین پس اپنی اصلاح چاہیئے۔ ۵

فریاد حافظ اینہمہ آخر بہرزہ نیست | ہم قصۂ غریب و حدیثے عجیب ہست

غالباً اسمین جواب ہے منکران کیفیات وجدانیہ کا۔ فرماتے ہین کہ اگر تمکو وجدان نہو تو استدلال ہی سے سمجھ لو کہ عشاق کا یہ حیرت انگیز آہ و نالہ آخر کسی سبب عظیم ہی سے ہے پس بطریق برہان انی ان کیفیات کے وجود کو ثابت سمجھ لو

غزل

ساقیا آمدن عید مبارک بادت | وان مواعید کہ کردی نرود از یادت

معنی ظاہری تو یہ ہین کہ اے محبوب تو نے عید کو وعدہ وصل کیا تھا اب عید بھی آگئی وعدہ پورا کرو اور معنی باطنی مین خطاب مرشد کو ہوسکتا ہے جس نے مسترشد سے (کسی ایسے وقت مین کہ مسترشد اُس سے کسی تلقین یا توجہ کا طالب ہوا ہوگا۔ اور اسوقت مرشد اپنی کسی باطنی تشویش ہیبت وغیرہ مین مبتلا ہوگا) یہ وعدہ کیا ہوگا کہ ہمکو طمانینت ہو تو تمہاری درخواست پوری کرینگے اور قرائن یعنی بشاشت وغیرہ سے مسترشد کو حصول طمانینت معلوم ہوا ہوگا اسوجہ سے اُس حالت طمانینت کو بوجہ مایۂ سرور ہونے کے عید سے تعبیر کر کے اُس پر مبارکباد اور اُس وعدہ کی یاد پیش کرتے ہین۔ واللہ اعلم۔ ۵

در شگفتم کہ درین مدت ایام فراق | برگرفتی ز حریفان دل و دل میدادت

شگفت تعجب۔ برگرفتی برداشتی۔ حریفان یاران و عاشقان۔ دل میدادت استفہام ست یعنی آیا دل تو گوارا میکرد۔ اسمین بھی سہل یہ ہے کہ مرشد کو خطاب ہو یعنی اتنے روز تک جو آپ نے طالبین کی طرف توجہ نہین کی تو کیا آپ کے دل نے اسکو گوارا کیا مجھکو اسی کا تعجب ہے کیونکہ مقتضا ارشاد کا شفقت اور توجہ ہے رہا وجود مانع وہ اسلیئے ضعیف ہے کہ اہل کمال کی بقدر ضرورت توجہ بھی طالب کی اصلاح کے لئے

کافی ہے اور وہ ہر حال مین ممکن ہے ۔ پس اس شعر مین تعلیم ہے مشائخ کو کہ ایسے اوقات مین طالبین سے علیحدگی وبے التفاتی ویکسوئی وجواب خشک نہ چاہیئے اُن کی تو پوری بربادی ہے ۔ ۵

	برسان بندگی دختر رز گو بدر آی	کہ دم ہمت ما کرد ز بند از آدت	

مخاطب برسان مطلق رسانندہ بندگی تحیت ونیاز ۔ دختر رز شراب مراد عشق بمشارکت وصف مستی لیکن بحیثیت بودن آن عشق در خود یعنی عشقیکہ وصف مستتر شدہ ست بدر آی یعنی از خلوت ۔ بند مراد پردۂ استتار اسمین بھی مثل سابق بطور تتمہ مضمون سابق مرشد ہی سے عرض مقصود ہے یعنی اے مبلغ ہماری صفت طلب وعشق کیطرف سے مرشد کو سلام کے بعد یہ پیغام پہونچاوے ۔ کہ خلوت سے باہر آیئے اور ہمارے حال پر توجہ فرمایئے اور خدا تعالی نے جو آپکو یہ نعمت کمال اور قوت تکمیل عطا فرمائی ہے اُسکی ایک حکمت یہ بھی سمجھیئے کہ طالبین کا افادہ آپکی ذات سے وابستہ کرنا ہے پس ہمارا جو قصد خدا طلبی ہے یہ بھی سبب ہوگیا ہے آپکے پردۂ استتار سے منصۂ اشتہار پر آنے کا پس ایک مقصود کمال سے تکمیل بھی ہے تو اس سے دریغ کیجیے فالہمۃ بمعنی القصد واسناد لفظ کرد الیہا اسناد مجازی الی السبب ولنعم ما قیل فی بیان ہذا الحکمۃ ع خاص کند بندۂ مصلحت عام را ۔ اور یہ جو مین نے کہا ہے ایک حکمت یہ بھی الخ اُسکی وجہ یہ ہے کہ حکمت کا اسمین انحصار نہین اہل ارشاد مین یہ بھی ایک حکمت ہے البتہ جو اہل ارشاد نہین ہین اُن کے باب مین کلام نہین کما قیل ۵ احمد تو عاشقی بمشیخت ترا چہ کار + دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

	شادی مجلسیان در قدم ومقدم تست	جای غم باد ہر آن دل کہ نخواہد شادت	

جای غم باد ای محل وظرف غم باد ۔ اسمین بھی خطاب ہے مرشد کو اُن کے کمالات اور اُن سے خوش رہنے کی دعا کر رہے ہین ۵

	چشم بد دور کزین تفرقہ خوش باز آورد	طالع نامور دولت مادرزادت	

یہ بھی خطاب مرشد کو ہے اُن کو حصول طمانینت ورفع تفرقہ خاطر یعنی تشویش پر مبارکباد دیتے ہین مثل شعر اول کے یعنی آپکی خوش بختی ومقبولیت وہبیہ اس تفرقہ سے نکلنے کی باعث ہوئی اللہ تعالی چشم حساد سے محفوظ رکھے کہ یہ نعمت دائم وقائم رہے

	شکر ایزد کہ ازین باد خزان رخنہ نیافت	بوستان سمن وسرو گل وشمشادت	

اسمین بھی خطاب ہے مرشد کو اور باد خزان سے مراد وہی تشویش وتفرقہ خاطر اور رخنہ سے مراد خلل ومضرت اور بوستان الخ سے مراد کمالات باطنی مرشد کے یعنی حق تعالی کا شکر ہے کہ اس حالت عارضہ سے آپ کے کمالات کو گزند نہین پہونچا ۔ اسمین اشارہ ہے اس تعلیم کی طرف کہ اگر مرشد کو کوئی ایسا امر پیش آجاوے تو مسترشد کو اُسکے کمالات کی کمی کا وہم نکرنا چاہیئے ۔ کہ سراسر اسکی ہلاکت ہے ۔ ۵

	حافظ از دست مدہ صحبت آن کشتی نوح	ورنہ طوفان حوادث ببرد بنیادت	

شعر بالا مین اصلاح تھی مسترشد کی علماً اور اسمین اصلاح ہے اسکی عملاً یعنی اگر ایسی حالت مرشد کو پیش آجاوے تو اُسکی صحبت یا اُسکی خدمت نہ چھوڑ دے کہ جب یہ بیتوجہی کرنے لگا تو دوسری تدبیرین بلکہ اسکی مثال کشتی نوح کی سی سمجھے کہ طوفان سے گو اُسکو حرکت تھی مگر غرق سے خود محفوظ اور راکبین کی حافظ تھی اسیطرح گو مرشد مین کسی باطنی حالت

کے غلبہ سے ایک گونہ خروج عن السکون عارض ہوجاوے مگر وہ اس حالت مین بھی خود ضلال سے محفوظ اور دوسرون کیلئے حافظ ہے۔

غزل

ساقی بیار بادہ کہ ماہ صیام رفت ۔ در دہ قدح کہ موسم ناموس و نام رفت
وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم ۔ عمرے کہ بے حضور صراحی و جام رفت
در تاب توبہ چند توان سوخت ہمچو عود ۔ می دہ کہ عمر در سر سودای خام رفت
مستم کن آنچنان کہ ندانم ز بیخودی ۔ در عرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت
بر بوی آنکہ جرعۂ جامے بما رسد ۔ در مصطبہ دعای تو ہر صبح و شام رفت
دل راکہ مردہ بود حیاتے ز تو رسید ۔ تا بوی از نسیم میش در مشام رفت
زاہد غرور داشت سلامت نہ برد راہ ۔ رند از رہ نیاز بدار السلام رفت
زاہد تو وان و خلوت و تنہائی و نیاز ۔ عشاق را حوالہ بعیش مدام رفت
نقد دلے کہ بود مرا صرف بادہ شد ۔ قلب سیاہ بود ازان در حرام رفت
دیگر مکن نصیحت حافظ کہ رہ نیافت ۔ گم گشتۂ کہ بادۂ عشقش بکام رفت

رجاننا چاہیئے کہ طریق موصل الی اللہ دو ہین طریق زہد اور طریق عشق جسکا جیسا مذاق ہو اُس کی تربیت اسی سے ہوتی ہے۔ اور بعضے ان ہی دونون طریقون کو ریاءً اختیار کرتے ہین سو ایسا زہد ریائی اور عشق ریائی خود موصل ہی نہین پس اس غزل مین بمناسبت اپنے مذاق کے طریق عشق کی طلب کرتے ہین، اور طریق زہد کا اپنے لئے غیر کافی ہونا بتلاتے ہین اور کسی کسی شعر مین زہد ریائی کی مذمت کرتے ہین اور عشق ریائی بھی باشتراک علت اسیطرح مذموم ہے مگر چونکہ حافظ رح کے زمانہ مین کہ زمانہ غلبہ و حکومت اسلام کا تھا اہل طریق عشق پر دار وگیر اور ہجوم بلیات کا زائد تھا اسلئے عشق ریائی قریب قریب مفقود کے تھا اسلئے اشعار مین اس سے تعرض بھی کم کیا جاتا ہے پس فرماتے ہین کہ ای ساقی عنایت ازلی مجھکو طریق عشق عطا فرما کہ زمانہ زہد کا رخصت ہوا یعنی مین نے زہد سے وصول چاہا بوجہ عدم مناسبتِ مذاق وہ مفید نہوا اسلئے اسکو رخصت کیا۔ اب قدح عشق پلا دیجئے۔ اور اسمین رسوائی ہوگی مگر ناموس نام کا زمانہ بھی گیا یا تو یہ مراد ہے کہ اُس زہد حقیقی سے پہلے جو زہد ریائی اختیار کیا تھا وہ بھی گیا اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ حافظ نے ریاءً اختیار کیا ہو یہ مطلق اہل طریق کی حالت بیان کر رہے ہین اور یا یہ مراد ہے کہ زہد حقیقی مین بھی گو نام وناموس کا لحاظ نہو مگر طبیعت پر اُسکا اثر ضرور ہوتا ہے عشق مین یہ بھی نہین رہتا آگے فرماتے ہین کہ جسقدر زمانہ بلا نسبت عشقیہ کے گذرا اُسکی قضا کرینگے یعنی خوب کوشش کرینگے جس سے اُسکا تدارک بھی ہوجاوے آگے فرماتے ہین کہ توبہ کی آگ مین کہانتک جلا کرین ابتو شراب عشق پلا دیجئے کہ تمام عمر اس سودای خام کے خیال مین کہ زہد سے وصل ہوگا گذر گئی اس توبہ سے یا تو توبہ ریائی مراد ہے تب تو اُسکا غیر مفید ہونا ظاہر ہے اور یا یہ کنایہ ہے طریق زہد سے کہ اُسمین توبہ حقیقی بلا عشق کے ہے اور چونکہ وہ بار بار ٹوٹ جاتی ہے اسلئے ہمیشہ اسی کلفت و کوفت مین رہنا ہوتا ہے بخلاف توبہ مقرون بالمحبۃ کے کہ ہمیشہ کے لئے اس کلفت نقض قصدی سے امن ہوجاتا ہے گو دوسری علتین و ہان

اس سے بھی صعب ہون مگر وہ لذیذ ہین۔ آگے کہتے ہین کہ مجھکو اس شراب محبت سے ایسا مست کردے کہ مجھکو یہ بھی خیال نہ رہے کہ کون آیا کون گیا یعنی مستی کامل عطا کر دیجیے اور مین اس امید پر کہ شمۂ فیض عشقی نصیب ہو جاوے مصطبہ یعنی مقام خلوت مین کہ محل طلب شراب محبت ہے آپکی ثنا و صفت کرتا ہون (فالدعا کنایۃ عن الثنا) یا یہ معنی ہون کہ آپکے دعا کرتا ہون پس دعای تو مین اضافت مفعول کی طرف ہوگی کما وقع ضمیر الله تعالی مفعولا للدعاء فی قولہ تعالی دعاء الجنبہ الیعنی دعای عشق برای خود از تو آگے فرماتے ہین کہ جب سے نسیم مئی محبت کے میر قلب کے دماغ مین پہونچی ہے ومردہ سے زندہ ہو گیا (فالشلین مضاف الیہ للمشام) اس زندگی سے مراد نشاط عشقی ہے آگے فرماتے ہین کہ زاہد نے تکبر کیا اور اپنے کو ذی کمال وذی استحقاق سمجھا تو ہلاک ہوا۔ (جیسا کہ بعض زاہدان جاہل کو یہ بلا دعوی تقدس کی پیش آتی ہے) اور عاشق نے عجز و نیاز یعنی انکسار و تذلل اختیار کیا تو وہ دار السلام یعنی بہشت یا مقام سلامتی و حفظ الٰہی مین جا پہونچا (یعنی عشق کے طریق مین یہ خصوصیت ہے) آگے فرماتے ہین کہ اے زاہد تم جانو اور سامان زہد جانے یعنی تم اسمین رہو کہ سراسر تعب ہے اور عاشقون کو تو حصول عشق سے عیش دائمی میسر ہو گیا یعنی ان قیود و تکلیف آسود سے رہائی ہو گئی اور یہ پہلے مذکور ہو چکا کہ عشق مین جو متاعب ہین وہ خود لذت بخش ہین اسلیئے حقیقۃً متاعب نہین۔ اور اس شعر مین نیاز سے مراد وہ نیاز نہین جو اسکے قبل کے شعر مین تھا کہ وہ خاصہ عاشق کا ہے۔ مراد عبادت ہے۔ کہ خلوت مین کر رہا ہے۔ اور عبادت کی ذات نیاز ہے۔ آگے کسی معترض معاند و منکر مجادل کے جواب مین فرماتے ہین۔ کہ تم جو غلبۂ جہل و زہد خشک سے طریق عشق کو حرام حرام کہہ رہے ہو خیر حرام ہی سہی۔ مگر مین نے اپنا دل اسمین اسلیئے صرف کیا کہ یہ النقد دل بھی قلب سیاہ یعنی ردی اور معاصی مین سیاہ تھا پس بقول مشہور مال حرام بود بجائے حرام رفت حرام ہی مین صرف ہو گیا۔ پھر کیون شور و شغب مچایا ہے اسمین تعلیم ہے کہ مخاصم سے عاشق خصومت نکرے بلکہ ارخاء عنان و تسلیم سے پیش آوے۔ آگے مقطع مین ارشاد ہے کہ جسکے حلق مین بادۂ عشق چلا گیا وہ دوسرے طریق کو اختیار نہین کرتا پس حافظ کو نصیحت بیکار ہے اسمین بیان ہے دوام عشق کا گو تمکین مین سکون ہو جاوے۔ مگر نسبت وہی رہتی ہے۔

غزل

صبا اگر گذرے افتدت بکشور دوست	بیار نفحۂ از گیسوے معنبر دوست
بجان او کہ بشکرانہ جان بر افشانم	اگر بسوی من آری پیامی از بر دوست
وگر چنانکہ دران حضرتت نباشد بار	برای دیدہ بیاور غباری از در دوست

ان اشعار مین تمنا ہے واردات غیبیہ کی شاید انقطاع واردات کی حالت مین کہا ہوگا اور صبا سے مراد وسائط فیض مثل ملائکہ قاسمین فیض کے جو ملقب بہ سکینہ ہین اور نفحہ سے مراد وارد تجلیات صفاتیہ سے اور غبار سے مراد وارد تجلیات افعالیہ سے کیونکہ گیسو متصل ہوتا ہے۔ اور در منفصل اسیطرح صفات غیر مباین ہین اور افعال مباین بوجوب التباین بین القدیم والحادث اور پیام سے علوم عالیہ پس مطلب یہ ہوا کہ اے قاسمین فیض عالم قدس مین پہونچکر وارد صفاتی لاکر میرے قلب پر القا کرو جس سے مجھ پر علوم عالیہ متعلقہ صفات منکشف ہون اور ان کا عالی ہونا ظاہر ہے

کیونکہ اُن کا معلوم صفات ہین اور شرف علم کا شرف معلوم سے ہوتا ہے۔ اگر تم نے ایسا احسان کیا تو مین اس شکرانہ مین اپنی جان بھی نثار کر دون گا۔ اور اگر ایسا امر ہو کہ اس درگاہ مین تم کو دخل ہو (یہ مطلب نہین کہ یہ ملائکہ فیض کو لا نہین سکتے بلکہ بات یہ ہے کہ ملائکہ ہر امر مین مامور نصاً ہین سو جس فیض کا نازل کرنا مقصود نہو اُسمین اُنکا کوئی دخل نہین ہوتا پس مطلب یہ ہوا کہ اگر مین اس فیض کے قابل نہ ہون اور اسلیئے مبدأ فیاض سے ان فیوض کا واسطہ تمکو نہ بنایا جاوے۔ پس یہ عدم دخل اسطور پر ہے) تو خیر وارد افعالی ہی کو فائض کر دو اور امر و اذن کی قید قواعد مشہورہ سے یہان بھی ہے۔ مطلب یہ کہ فیض کا تحمل نہین کچھ سلسلہ فیض کا جاری ہونا چاہیئے۔ ۵

من گدا و تمنای وصل او ہیہات	مگر بخواب بہ بینم جمال و منظر دوست
دل صنوبریم ہمچو بید لرزان ست	ز حسرت قد و بالای چون صنوبر دوست

در شاخ صنوبر گرہے باشد کہ آنرا دل تشبیہ دہند و دل صنوبریم ازان گویند کذا فی الحاشیۃ ان اشعار مین بیان ہے اسکا کہ ورود تجلیات مین بھی انکشاف تام یعنی رویت جسطرح آخرت مین ہوگی اس عالم مین واقع نہین ہوتی لامتناعہ شرعا وان لم یمتنع عقلا۔ پس مطلب یہ ہوا کہ خواب یعنی حالت استغراق مین تو تجلی ہو سکتی ہے۔ اور اپنے محل مین ثابت ہے کہ وہ تام نہین ہوتی باقی وصل یعنی رویت عیانا کی تمنا ہی مستبعد ہی اور جسقدر انکشاف ہوتا ہے۔ وہ ایسا ہے۔ کہ اُسمین حسرت استتار کی بھی رہتی ہے لکونہ غیر تام پس اسمین رفع ہے بعض ناواقفون کی غلطی کا۔ اور لفظ گدا سے اشارہ اسطرف ہو سکتا ہے۔ کہ اس رویت کا مانع ہمارا عدم تحمل و عدم قابلیت ہے جو آخرت مین مبدل بتحمل ہو جاویگا۔ ۵

اگرچہ دوست بہ چیزے نمی خرد مارا	بعالمی نہ فروشیم موی از سر دوست

یعنی اگرچہ نقصان امکان کی وجہ سے ہم اس قابل نہین کہ محبوب کے مقبول ہون اور جو کچھ عنایت ہی۔ وہ فضل ہی نہ کہ ہماری قابلیت اسی لیئے نمی خرد کہا کیونکہ اشترا عادۃً و شرعاً مبیع کے محلیت و قابلیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی لیے جو چیز محل بیع نہ ہو وہ مبیع نہین ہو سکتی اور قرآن مجید مین ان اللہ اشترٰی مجاز ہی بہر حال گو ہم اس نقصان امکانی کے سبب قابل مقبولیت کے نہین مگر محبوب کمال وجوبی کی وجہ سے کامل المحبوبیت ہی اور اسی کی فرع ہے کہ ہم اس نقصان کی وجہ سے مشرف بوصال تام نہین ہو سکتے حتیٰ کہ آخرت مین بھی یہ انکشاف حد ادراک کنہ تک نہ پہونچے گا البتہ محض بمشیت و حکمت الٰہیہ وہان اس استتار سے حسرت نہ ہوگی اور بجائے وصال تام کے اگر ہمکو واردات صفاتی کہ موے از سر دوست اُس سے عبارت ہی میسر ہو جاوے۔ تو ہمارا انتہی معراج ہے جیساکہ واردات افعالیہ ابتدا اسکی ہے اور چونکہ وارد افعالی کے بعد تمنا ہوتی ہے۔ کہ وارد صفاتی نصیب ہو اسلیئے اُسکی نسبت بعالمی نہ فروشیم کہ کنایہ ہے نا گزیدا ستبدالہ سے نہین کہا جا سکتا بخلاف وارد صفاتی کے کہ اسکا بدل اُس سے خیر کچھ بھی نہین اور اسمین اشارہ اسطرف بھی ہے کہ جاہ کو حق خداوندی سمجھے اپنے کو جاہ عند اللہ کے قابل نہ سمجھے کما حققہ مرشدی رہ اس نجات و مغفرت و عطاے حاجت ہی کو بڑی نعمت جانے۔ ۵

چه باشد ار شود از قید غم دل آزاد ست | چو هست حافظ مسکین غلام و چاکر دوست

اسکی وہی شرح مناسب ہے جو شعر بالا کے آخر شرح میں مذکور ہوا یعنی تذلل و عدم قصد جاہ عند اللہ کفایت ہے نجات و آزادی۔

غزل

غمش تا در دلم ماوے گرفتہ است | سرم چون زلف او سودا گرفتہ است
لب چون آتشش آب حیات است | ازان آب آتشے در ما گرفتہ است
ہمای ہمتم عمری ست کز جان | ہوای آن قد بالا گرفتہ است
شدم عاشق ببالای بلندش | کہ کار عاشقان بالا گرفتہ است

ان اشعار میں مختلف تمثیلات سے اظہار ہے اپنے عشق اور اس کے آثار کا پس مفردات مذکورہ فی الاشعار کے مقابلہ میں محبوب حقیقی میں مفردات مشبہ کا ہونا اور ان میں وجہ شبہ کی تحقیق کرنا ضروری نہیں ترجمہ یہہ ہے کہ جب سے اس کا غم عشق میرے دل میں جاگزین ہوا ہے اسکے زلف پریشان کی طرح میرا دماغ بھی پریشان ہو گیا ہے اور اس کا لب جو سرخی میں مشابہ آتش کے ہے جان بخشی میں مثل آب حیات کے ہے اس آب سے ہم میں سوز و گداز کی آگ لگ گئی ہے اور ایک عمر گذر گئی کہ میرے ہمای ہمت نے اس قد بالا کی ہوا یعنی محبت اختیار کر رکھی ہے اور ہما اور ہوا میں مناسبت لفظیہ کی لطافت ظاہر ہے اور ہمت کو ہما اس لئے کہا کہ ہما بلند پرواز ہوتا ہے اور واجب سے محبت کرنا بھی بلند ہمتی ہے اور میں اسکے قد بلند پر اس لئے عاشق ہوا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ عاشقوں کا مرتبہ بڑا بلند ہے اس لئے اسکی تحصیل کا قصد کیا ہے ۵

بجو ما در سایۂ الطاف اویم | چرا او سایہ از ما واگرفتہ است

یہہ چرا بطور اعتراض کے نہیں بلکہ اجمالاً تحقیق حکمت کی طرف اشارہ کے لئے ہے اور یہہ شعر حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے یعنی جب ہم اس کے سایہ الطاف میں تربیت پا رہے ہیں پھر اس نے ہم سے اپنا سایہ اٹھا لیا اس کی کیا وجہ یعنی یہہ تو ہو نہیں سکتا کہ الطاف کے خلاف کیا ہو کہ حالت الطاف میں بے الطافی محال ہے اور الطاف کا وجود آثار و قرائن سے محقق ہے پھر بے الطافی کا کب احتمال ہے جب یہ محتمل نہیں تو ضرور سایہ اٹھا لینے میں کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت ہی ہوگی کہ وہ بھی ایک گونہ لطف ہے اس لئے تنگ نہ ہونا چاہئے پس مصرعہ اولی میں سایہ الطاف سے مراد مطلق لطف کا سایہ اور مصرعہ ثانیہ میں مراد سایہ سے خاص لطف کا سایہ و ارتفاع الخاص لا یستلزم ارتفاع العام فافہم۔ اس میں حالت قبض کے متعلق اعلی درجہ کی تعلیم ہے جس کا استحضار سالک پر لازم ہے ۵

نسیم صبح عنبر بوست امروز | مگر یارم رہ صحرا گرفتہ است

یہہ شعر حالت بسط پر زیادہ منطبق ہوتا ہے۔ صحرا سے مراد قلب یعنی آج قلب میں فیوض کی خوشبو مہک رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کی تجلی قلب پر ہو گئی ہے اور نسیم صبح مبتدا ہے اور عنبر بو خبر ہے ۵

ز دریای دو چشم گوہر اشکم | جہان در لولوی لالا گرفتہ است

گوہر اشک مبتدا او گرفتہ است خبر و جہان بحذف لا مفعول گرفتہ یعنی میری آنکھوں کے دریا سے جو گوہر اشک نکلے ہیں ان گوہروں نے تمام جہان کو در تابان سے گھیر دیا۔ یعنی اس کثرت سے رویا کہ تمام زمین پر ہو گئے مقصود مبالغہ ہے رونے میں ۵

حدیث حافظ ای سرو چمن بر | بوصف قد تو بالا گرفته است

یعنی حافظ کے کلام نے جو تیرے وصف قد میں ہے رتبہ بلند حاصل کیا ہے مطلب یہ کہ جو کلام وصف محبوب میں ہوتا ہے وہ مقبول اور محبوب اور گرامیقدر ہوتا ہے پس اس میں اشارہ ہو جاویگا شرف علم حقائق کی طرف ہو معنی چمن برای برا دچون چمن در سفید یا خوشبو ہے

صبح دم مرغ چمن با گل نوخاسته گفت | ناز کم کن که درین باغ بسے چوں تو شگفت
گل بخندید که از راست نرنجیم و لے | ہیچ عاشق سخن تلخ به معشوق نه گفت
گر طمع داری ازاں جام مرصع مئی لعل | در و یاقوت بنوک مژه ات باید سفت
تا ابد بوی محبت بمشامش نرسد | هر که خاک در میخانه برخسار نرفت

ان اشعار میں مرشد کی خدمت اور ادب کا شرط طریق ہونا اور گستاخی اور بے ادبی کا گو اس کا منشا کوئی امر مطابق واقع کے ہو مذموم ہونا مذکور ہے۔ یعنی بلبل نے کہ طالب ہے گل نوخاستہ سے کہ مرشد کامل ہے (جیسا گل نوخاستہ اپنے وصف میں کامل ہوتا ہے) یوں کہا کہ آپ (اس شان ارشاد پر) ناز نہ کیجئے اور مسترشدین سے استغنا نہ برتئے کہ ایسے ایسے اس باغ دہر میں بہت ہوئے ہیں اور پھر سب فنا ہو گئے اسی طرح تم بھی فنا ہو جاوگے تو اس عمر ناپایدار میں جس قدر ثواب افادہ کا حاصل ہو سکے غنیمت سمجھو مرشد نے (اپنی بلند حوصلگی سے برا نہیں مانا بلکہ) ہنسکر فرمایا کہ ہم سچی بات سے ناراض نہیں ہوتے لیکن تمہاری مصلحت کیلئے تمکو تعلیم کرتا ہوں کہ (یہ طرز استفادہ کا نہیں کرنا) کیونکہ استفادہ کے لئے ادب شرط ہے اور یہہ طرز خلاف ادب ہے یہی وجہ ہے کہ آجتک کسی عاشق اور طالب نے اپنے معشوق اور مطلوب سے سخن تلخ نہیں کہا ہے۔ آگے حافظ تائید تعلیم مذکور کے لئے کہتے ہیں کہ اگر تم اس جام مرصع یعنی قلب مرشد سے کہ پر از شراب عشق و محبت ہے مئی لعل یعنی فیض عشقی چاہتے ہو تو دطریق نیازمندی اختیار کرنا چاہئے اور نوک مژہ سے در و یاقوت پرونا چاہئے یعنی آنسو سفید کہ مشابہ در کے ہیں اور سرخ خون کے کہ مشابہ یاقوت کے ہیں برسانا چاہئے کہ وہ مژہ میں لگ کر ایسے معلوم ہوں جیسے مژہ سے در و یاقوت میں سوراخ کیا ہو مطلب یہہ کہ عاجزی اور تضرع سے کام لینا چاہئے اور جس نے در میخانہ کو اپنے رخسار سے صاف نہ کیا ہوگا ابدالآباد تک بوی عشق اس کے دماغ تک نہ پہونچے گی یعنی یہہ ناری کا کام ہے زور کا نہیں اس میں تعلیم ہو گئی بعض شر الطریق کی

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ✦ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ ہے

در گلستان ارم دوش چو از لطف ہوا | زلف سنبل ز نسیم سحری می آشفت
گفتم ای مسند جم جام جہان بینت کو | گفت افسوس که آن دولت بیدار بخفت

ان دو شعروں کا نہ مدلول لفظی نہ مقصود معنوی کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا اور شرح سے شرح صدر نہیں ہوا اگر کوئی صاحب سمجھ کر ملحق کردیں۔ ان کا احسان ہے۔

ﻋﻪ. کئی ماہ کا عرصہ ہوا کہ میں مراد آباد میں مولانا محمد صدیق صاحب دام فیضہ سے کہ علاوہ دوسرے کمالات کے نظم و نثر و جہلت ذاری میں یکتا ہیں ملا ان کو بھی ان اشعار کے حل کا طالب پایا اور یہہ ایک عجیب اتفاق ہے پھر انہوں نے اپنی یہہ رائے ظاہر (بقیہ بصفحہ ۲۶۱)

سخن عشق نہ آن ست کہ آید بزبان ساقیا می دہ و کوتاہ کن این گفت و شنفت

اس شعر کا مدلول لفظی تو ظاہر ہے اور مقصود معنوی بھی مخفی نہیں کہ محبت کی طلب کر رہے ہیں مگر بقرینہ لفظ گفت و شنفت اسکو ماقبل سے تعلق ہونیکے احتمال سے اس کی تقریر بھی نہیں لکھی گئی اگر طبع سے پہلے حل ہو گیا تو حاشیہ پر یا آخر میں اضافہ کر دیا جاوے گا والا فلا

اشک حافظ خرد و صبر بدریا انداخت چہ کند سوز غم عشق نیارست و نہفت

اس میں بیان ہے بعض آثار عشق کا کہ اشک حافظ دریا ہو گئے اور خرد و صبر اس دریا میں غرق ہو گئے کیا کیا جاوے ضبط پر قدرت ہی نہیں۔ (اشک مبتدا انداخت خبر خرد و صبر مفعول انداخت غزل)۔

گر ز دست زلف مشکینت خطائی رفت رفت ور ز ہندوی شما بر ما جفائی رفت رفت

برق عشق از خرمن پشمینہ پوشی سوخت سوخت جور شاہ کامران گر بر گدائی رفت رفت

گر دلی از غمزۂ دلدار باری برد برد در میان جان و جانان ماجرائی رفت رفت

در طریقت رنجش خاطر نباشد می بیار ہر کدورت را کہ بینی چون صفائی رفت رفت

عشق بازی را تحمل باید ای دل پایدار گر بلائی بود بود و گر خطائی رفت رفت

از سخن چینان ملالت ہا پدید آید ولی چون میان ہمنشینان ماجرائی رفت رفت

شعر آخر کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ اشعار ایسی حالت کے ہیں کہ مرشد سے مسترشد کے بارہ میں کسی نے سخن چینی کی ہے اور اس طرف سے کچھ عتاب ہو گیا ہے پھر بعد تحقیق برأت ثابت ہوئی جس سے مرشد کو اپنے بے محل عتاب پر افسوس ہے پس مسترشد اس افسوس کو اس طرح رفع کرتا ہے کہ اگر آپ سے عتاب میں غلطی بھی ہو تب بھی مجھکو کوئی ملال و شکوہ نہیں اور اس میں تعلیم ہے اس معاملہ خاص کے متعلق جو کہ احیاناً مرشد و مسترشد کے درمیان واقع ہو جاتا ہے کہ ایسی حالت میں ایسا عملدر آمد کرنا چاہئے نہ یہہ کہ اس سے مکدر ہو کر بیٹھ رہے اور تاویل فعل مرشد کی بہت سہل ہے کہ بشر سے ایسی غلطی ہو جانا منافی اس کے کمال کے نہیں۔ یا یوں سمجھے کہ سہ آنرا کہ بجائے تست ہر دم کرمے ٭ عذرش بنہ ار کند بعمری ستمے ٭ اور اگر اس سے

(بقیہ صفحہ ۲۶۲) فرمائی کہ غالباً درمیان میں کوئی شعر رہ گیا ہے کہ اس میں جزا کلمہ چو کی مذکور ہوگی اور شعر گفتم الخ مستقل ہے بہ تو اس صورت میں شعر ثانی سے مقصود بیان کرنا ہوگا تاجداران جہان کے فنا کا تزہید عن المال والجاہ کیلئے۔ اور سند جم کو خطاب اس کے وجود فرضی ذہنی کے اعتبار سے ہوگا پھر نظر ثانی کے وقت میں نے باحتمال اس کے کہ شاید اس کا حل کسی تاریخی قصہ پر موقوف ہو تاریخ روضۃ الصفا کا مطالعہ کیا اس میں لکھا ہے کہ جمشید پر شداد نے جس کا باغ ارم مشہور ہے۔ اپنے برادر زادہ ضحاک کو لشکر کشی کے لئے بھیجا تھا جس سے اس کی سلطنت برباد ہوئی مطلب یہہ ہو سکے گا کہ جب جو شداد کے باغ ارم میں سنبل وغیرہ کی بہار دیکھی تو مجھ کو جمشید یاد آ گیا جس کو تاراج کر کے اس باغ کے بانی کو ترقی ہوئی اس وقت میں نے اس کے سند کو مخاطب بنا کر پوچھا کہ جمشید کا سامان جس میں سے جام جم بھی ہے جس کی اضافت سند کی طرف بادنی ملابست ہے کہ اس پر رکھا رہتا تھا کہاں گیا اس نے بزبان حال اس کے ہلاک و زوال کی خبر افسوس کے ساتھ دی اور غرض اس سے وہی تزہید مذکور مع تداول ایام بین الناس ہو جاویگی واللہ اعلم اور یہ توجیہ گو شافی نہ ہو مگر کافی ضرور ہو گئی اور قصہ مذکورہ کا کوئی جز اگر ثابت بھی نہ ہو تب بھی مضر نہیں کیونکہ توجیہ شعر کیلئے اس قدر منقول یا مشہور ہونا بھی اس کا صحیح ہو سکتا ہے فقط منہ عشرہ اولی محرم ۱۳۲۳ہجری

محبت مفرط ہے تو اس تاویل ہی کی ضرورت نہیں کیونکہ وہاں کدورت ممکن نہیں جسکے لئے رانع کی ضرورت ہو پس فرماتے ہیں کہ اگر محبوب کے زلف مشکلین سے غلطی ہوگئی ہوگئی اور اگر محبوب کے ہسند یعنی زلف سے ہمپر کچھ سختی ہوگئی ہوگئی اور اگر برق محبت نے کسی کمل پوش کا خرمن تاب وقرار جلادیا جلادیا برق محبت سے مراد غضب ہے جس نے بوجہ محبت کے برق کا سا کام کیا کہ تاب قرار کھو دیا پس اضافہ برق کی عشق کی طرف ادنی ملابست سے ہے یا برق عشق میں اضافہ بیانیہ ہو یعنی تمہاری محبت نے کچھ تم خود کچھ بواسطہ اس غضب کے میرا خرمن قرار جلادیا اور اگر بادشاہ کا جور گدا پر ہوگیا ہوگیا اگر کوئی دل یعنی میرا دل محبوب یعنی مرشد کے اس خاص غمزہ یعنی عتاب سے بار رنج یا پیچ وتاب پریشانی میں مبتلا ہوگیا ہوگیا۔ اور میری جان یعنی ذات اور محبوب اور مرشد میں اگر کوئی ماجرا ہوگیا ہوگیا۔ مالقیت میں تو تکدر خاطر کی گنجائش ہی نہیں آپ بدستور اپنی فیضرسانی میں مشغول رہئے جو کدورت لینا ہو معلوم ہو جب صفائی ہوگئی وہ کدورت جاتی رہی اور لطاہر کی قید اس لئے کہ واقعہ میں تو کدورت ہوتی ہی نہیں اس شعر میں رفت اول کی ضمیر صفا کیطرف اور رفت ثانی کی ضمیر کدورت کی طرف ہے عاشقی کے لئے تحمل ضروری ہے۔ دل کو خطاب کرتے ہیں کہ مضبوط رہنا چاہئے اگر یہ قصہ عتاب کوئی امتحان تھا۔ ایک تاویل یہ بھی نکلی کہ شاید امتحان محبت مقصود ہو) وہ ہوچکا اور اگر کوئی غلطی تھی وہ ہوچکی اور چغل خوروں کی بدولت ایسے ملال پیدا ہوجایا کرتے ہیں لیکن جلیسوں میں ایسا ماجرا جب گذر گیا گذر گیا اس کو دل میں نہ رکھنا چاہئے ۵

عیب حافظ گو مکن زاہد کہ رفت از خانقاہ	پای آزادان چہ بندی گر بجائے رفت رفت

یعنی زاہد سے کہدو کہ حافظ پر اگر وہ خانقاہ سے چلا گیا اعتراض مت کرو آزاد لوگوں کا پاؤں کیسے باندھ سکتے ہو اگر چلا گیا چلا گیا خانقاہ سے مراد طریق زہد ہے یعنی اگر طریق زہد چھوڑ کر بمناسبت مذاق کے طریق عشق کو اختیار کر لیا جیسا لفظ آزادان اس مذاق کا قرینہ ہے تو اعتراض کی کیا بات ہے کہ یہ بھی ایک طریق ہے قرب حق کا

بکوی میکدہ ہر سالکے کہ رہ دانست	در دگر زدن اندیشۂ تبہ دانست

یعنی جو سالک کہ عشق الٰہی کے طریق پر مستقیم ہوگیا وہ دوسرے دروازہ پر جانے کو یعنی غیر کی طرف التفات کرنے کو خیال فاسد جاننے لگا۔ اس میں بیان ہے اثر عشق کا کہ تشبث بالاسباب کو مغلوب کر دیتا ہے بخلاف سالک طریق زہد کے کہ اس کا تشبث بالاسباب بحالہ رہتا ہے اس لئے اعتدال پر آجاتا ہے اور دنیاداروں کو اس میں غلو ہوتا ہے کہ حلال و حرام میں بھی امتیاز نہیں کرتے ۵

زمانہ افسر رندی نداد جز بکسے	کہ سرفرازی عالم درین کلہ دانست

یعنی عاشقی کا تاج اسی کو ملتا ہے جو اس میں یعنی اس کے آثار تذلل و بدنامی کو سرفرازی جانتا ہے اور جو ان سے بچنا چاہتا ہے اس کو یہ دولت میسر نہیں ہوتی اس میں تعلیم ہے آمادگی کی ان امور کے لئے ۵

بر آستانۂ میخانہ ہر کہ یافت رہے	ز فیض جام می اسرار خانقاہ دانست

میخانہ طریق عشق۔ خانقاہ طریق مطلب یہ کہ طریق عشق میں فیض عشقی سے طریق زہد کے ثمرات بھی کہ تصفیہ قلب و تزکیہ نفس ہے حاصل ہو جاتے ہیں اور حصول کے بعد دانستن لازم ہے اس لئے اسرار دانست سے تعبیر کیا۔ مقصود ترجیح ہے طریق عشقی کی کہ اس سے غایات طریق زہد کے بھی حاصل ہو جاتے ہیں اور شدت تعلق و شغف طبعی محبوب حقیقی کے ساتھ یہ علاوہ ہے بخلاف طریق زہد کے کہ اس میں طریق عشق

سے اور ثمرات تو حاصل ہوجاتے ہیں مگر ایسا شغف نہیں ہوتا. مگر یہہ ترجیح ایک وجہ خاص سے اعتبار سے ہے ورنہ بعض کی تربیت کے لئے طریق زہد اس سے زیادہ راجح ہے کہ وہ مثلاً آثار عشق کا تحمل نہیں کرسکتے ؎

ہر آنکہ راز دو عالم زخط ساغر خواند ۔۔۔ رموز جام جم از نقش خاک رہ دانست

ساغر میں جو نقش و نگار بنے ہوتے ہیں خط ساغر سے وہ مراد ہیں اور راز دو عالم سے مراد اُن کے احوال تکوینیہ تفصیلیہ نہیں ہیں. کیونکہ اُن کا انکشاف نہ مقصود ہے اور نہ لازم بلکہ راز سے صرف اُن کی ایک صفت یعنی مظہر الموجود الحقیقی ہونا مراد ہے۔ اور یہہ راز اس لئے ہے کہ ہر ایک کو اُس کی طرف التفات نہیں ہوتا اور جو ہوتا بھی ہے تو وہ علی الدوام مستحضر نہیں رہتا. اور جام جم سے مراد جام جم متعارف اور اس کے رموز سے مراد احوال تکوینیہ تفصیلیہ جو اُس جام میں منکشف ہوتے تھے اور محط فائدہ از نقش خاک ہے. نہ کہ دانست پس اس قرینہ سے یہاں ایک قید مقدر ہے اہی ہر گاہ کہ دانست. معنی یہہ ہوئے کہ جس شخص پر راز عشق منکشف ہوگیا۔ اگر کبھی امور کونیہ اُس پر منکشف ہوتے ہیں تو اُس کو اہتمام و تکلف و توجہ کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا اُن لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے جو اسی لئے ریاضت کرتے ہیں اور جیسا جمشید کو واسطہ جام کی حاجت ہوتی تھی بلکہ محض نقش خاک راہ سے یعنی معمولی اور سرسری طور پر انکشاف ہوجاتا ہے اور اگر نہو تو دوسری بات ہے اور وجہ احیاناً منکشف ہونے کی یہہ ہوتی ہے کہ غلبہ عشق سے شواغل نفس میں تقلیل ہوجاتی ہے اور یہی مدار ہے کشف کا بشرط اجتماع دوسرے شرائط مناسبہ کے اور ایک توجیہ از نقش خاک رہ دانست کی یہہ بھی کہی گئی ہے کہ از نقش خاک یقین کرد و شمار کرد یعنی اُس کو ایسے کشوف کی کچھہ قدر نہیں رہی نقش پا کی برابر سمجھنے لگا جیسا کہا گیا ہے. ماکشف را بہ کفش زنیم. پس از تقریر اول یہ علیہ ہوگا اور دوسری تقریر پر من قبیل کے معنی میں ہوگا۔ والثانی الطف معنی والاول اوفق للاستعمال لفظاً واللہ اعلم ؎

دلم ز نرگس ساقی امان نخواست بجان ۔۔۔ چراکہ شیوہ آن ترک دل سیہ دانست

نرگس ساقی مراد غلبہ عشق اطلاقاً للسبب علی المسبب چراکہ نرگس چشم محبوب سبب این غلبہ عشق می باشد و چون آنرا مجازاً نرگس گفت دل سیہ گفتن مناسب فن شعر افتاد۔ و سوء ادب کہ چشم ساقی را سیہ دل کہ بمعنی سنگ دل می آید لازم نیامد چراکہ اطلاق این وصف بر نرگس بالمعنی الحقیقی نیست بلکہ بر سبب او یعنی عشق کہ آن وصف عاشق است. وادب او صاف خود ضروری نیست چنانچہ ہمیں عشق را بلا نکیر ظالم و ستمگر و نحو ذلک می نامند۔ مطلب ظاہر ہے کہ میں راہ عشق میں جان کی سلامتی نہیں چاہتا بلکہ جان بازی کو تیار ہوں کیونکہ عشق کا تو یہی خاصہ ہے۔ و نعم ما قیل ؎ اگر مرد عشقی کم خویش گیر ۔ و گرنہ رہ عافیت پیش گیر ؎

ورای طاعت دیوانگان ز ما مطلب ۔۔۔ کہ شیخ مذہب ما عاقلی گنہ دانست

طاعت دیوانگان سے مراد جنون عشق اور عاقلی سے مراد ترک عشق یعنی ہم سے ترک عشق کی درخواست مت کرو

کہ ہمارے مشرب میں یہہ گناہ ہے یعنی طریقت کا کیونکہ طریق تربیت کا ترک کرنا مخل وصول الی المقصود ہے اس لئے مستہجن فی الطریقہ ہے۔ ۵

از چو کوکب طالع سحرگہان چشمم | چنان گریست کہ خورشید دید و مہ دانست

شاید قبض کو کہ ایک قسم کا ہجران ہے جو کوکب کہا ہو۔ مطلب یہہ کہ میں اس قدر رویا کہ عالم علوی میں بھی مشتہر ہو گیا۔

خوش آن نظر کہ لب جام و روی ساقی را | ہلال یکشبہ و ماہ چاردہ دانست

عادت ہے کہ ہلال کو بڑے شوق سے دیکھتے ہیں اور بدر کو ذوق کے لئے دیکھتے ہیں مطلب یہہ ہے کہ لب جام کو ہلال کی طرح اور ایسی ساقی کو بدر کی طرح مشاہدہ کیا کرے پس کلام میں لف ونشر مرتب ہے مقصود یہہ ہے کہ عشق اور معشوق ہی میں مشغول رہے اور کسی طرف التفات نہ کرے۔ ۵

بلند مرتبہ شاہی کہ نہ رواق سپہر | نمونہ ز خم طاق بارگہ دانست

رواق سقف مقدم خانہ و پردہ کہ در کشیدہ باشند از سقف و پیشگاہ خانہ مطلق سقف و طاق بنا رخمیدہ و محراب کذا فی الغیاث۔ و مراد از بارگاہ بارگاہ عشق مطلب یہہ کہ عالی رتبہ وہ بادشاہ یعنی وہ عاشق ہے کہ عشق کے سامنے تمام عالم کو ہیچ سمجھے اس کا بھی حاصل وہی ہے جو شعر سابق کا تھا۔ پس اس میں بھی تعلیم ہے عالی ہمتی کی۔ اور عاشق کو بادشاہ اس لئے کہا کہ ما سوی اللہ سے مستغنی ہے اور استغنا رہی اصل سلطنت ہے وللحافظ ؎ مبین حقیر گدایان عشق را کاین قوم ؛ شہان بے کمر و خسروان بے کلہند ؛ ۵

حدیث حافظ و ساغر کشید تا پنہان | چہ جای محتسب و شحنہ بادشہ دانست

حدیث الخ مفعول دانست و ضمیر در آن کہ راجع ست بپادشاہ فاعل آن یعنی حافظ کی خفیہ میخواری کی اطلاع بادشاہ تک کو ہو گئی اور محتسب و شحنہ کا تو کیا ذکر ہے مقصود یہہ ہے کہ عادۃً کیفیت عشقیہ گو کتنی ہی کوشش اخفا کی کی جاوے مخفی نہیں رہتی کہ عشق و مشک را نتوان نہفتن۔ شاید اشارہ اس طرف ہو کہ اخفا کا بھی قصد نہ کرے والیہ ذہب المحققون قالوا لا یقصد الاظہار ولا الاخفا ۵

غزل

تا سر زلف تو در دست نسیم افتادہ است | دل سودا زدہ از غصہ دو نیم افتادہ است

بعض اشعار آئندہ کے قرینہ سے کہ اُن کا انطباق محبوب حقیقی پر خالی از تکلف و سوء ادب نہیں بہتر ہے کہ اس غزل کو شان مرشد میں کہا جاوے فاحفظ۔ زلف جب ہوا سے پریشان ہوتی ہے اس کا حسن ظاہر ہوتا ہے پس یہ کنایہ ہوا ظہور کمال سے یعنی جب سے مرشد کا کمال بہت ظاہر اور منکشف ہوا ہے قلب عشق سے پارہ پارہ اور خستہ ہو گیا ہے اور چونکہ عشق میں بعض اوقات دل گھٹتا ہے اس لئے از عشق کی جگہ از غصہ کہدیا اور سودا اور زلف میں مناسبت سے لطافت شاعری بڑھ گئی۔

چشم جادوی تو خود عین سواد سحر ست — زین قدر ست کہ این نسخہ سقیم افتادہ است

سواد حوالی شہر و مجازاً بمعنی شہر۔ سقیم بیمار و چیز ناقص مجازاً۔ یعنی مرشد کی چشم جادو کہ کنایہ ہے کمال باطنی سے جسمیں خاصہ ہے تسخیر طالبین کا بجائے خود خاص ایک شہر پر جادو ہے اور اس کی دلربائی میں شبہ نہیں لیکن اتنی کسر ہے کہ یہہ نسخہ چشم شفا کے لئے ناکافی ہے کیونکہ بے التفاتی غضب کی ہے اور موقوف ہے التفات پر اور عین اور سواد اور سقیم کی مناسبت چشم سے مخفی نہیں یہہ کئی جگہ مذکور ہو چکا ہے۔ ولولہ طلب میں بعض اوقات مسترشد شکوہ کرنے لگتا ہے مرشد کی بے التفاتی کا جس کا اس کو وہم ہو جاتا ہے ۵

درخم زلف تو آن خال سیہ دانی چیست — نقطۂ دود کہ در حلقہ جیم افتادہ است

چون دود سیاہ باشد پس مراد از نقطۂ دود نقطہ سیاہی ست و شاید چون روشنائی از کاجل تیار می سازند و نقاط حروف عادۃً اند وشنائی می دہند از ان بنقطہ دود تعبیر کردہ باشند۔ مطلب یہ کہ زلف کے اندر وہ خال ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے جیم کے اندر نقطہ۔ مقصود ان تمثیلات سے بیان کرنا ہے کمال استحسان جمال باطنی مرشد کا یا محض بتقاضائی محبت یا واسطے اظہار اعتقاد کے بغرض اس کے متوجہ کرنے کے اور چونکہ یہ غرض محمودہ ہے اس لئے اس کی تحصیل کے لئے اظہار محبت خوشامد مذموم نہیں ہے خود حدیث میں ہے کہ جس سے تم کو محبت ہو اس پر بھی ظاہر کردو۔ ۵

سایۂ سرو تو بر قالبم اے عیسیٰ دم — عکس روحی ست کہ بر عظم رمیم افتادہ است

اس میں بیان ہے اثر توجہ مرشد کا یعنی آپ کی توجہ سے مجھکو حیات روحانی نصیب ہوتی ہے مجھپر متوجہ رہیے ۵

زلف مشکین تو در گلشن فردوس عذار — چیست طاؤس کہ در باغ نعیم افتادہ است

یعنی آپ کے عذار پر کہ مشابہ گلشن کے ہے زلف مشکین لہراتی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے باغ میں طاؤس ٹہلتا ہو اس کا مقصود بھی مثل مقصود شعر ثالث اس غزل کے ہے۔

دل من در ہوس روی تو ای مونس جان — خاک راہے ست کہ در پای نسیم افتادہ است

یعنی میں ہوا کے قدموں میں خاک راہ بنا ہوا اس لئے پڑا ہوں کہ شاید ہوا مجکو اڑا کر آپ تک پہونچا وے اور میں آپکو دیکھ لوں یہ کنایہ ہے کمال اشتیاق زیارت سے جو آثار محبت سے ہے اور ابتدا میں خصوصاً بہت مفید ہے ۵

ہمچو گرد این تن خاکی نتواند برخاست — از سر کوی تو زان رو کہ عظیم افتادہ است

ہمچو گرد مشبہ بہ منفی کا ہے نفی کا نہیں شعر سابق میں چونکہ مہجوری تھی وہاں تو گرد نہ مناسب تھا کہ ہوا پہنچا دے اور یہاں جب کوئے محبوب میں رسائی ہوگئی اب گرد نہ ہونا مناسب ہے کہ جنبش نہو یعنی میرا تن خاکی آپکے کوچہ سے نہ اٹھے گا جیسے گرد کہ کنایہ ہے طالب ناقص سے اٹھ جاتی ہے کیونکہ میں ایک عظیم طور پر پڑا ہوں اس میں بیان ہے اپنے لزوم عشق و تحمل شدائد کا تا کہ سامعین کو بعض آداب مرشد معلوم ہوں۔ پس عظیم ترکیب میں حال ہے ایسے موقعہ پر ہمارے محاورہ میں بولتے ہیں بیڈھب پڑا ہوا۔

آنکہ جز کعبہ مقامش نہ بدار یاد لبت | بر در میکدہ دیدم کہ مقیم افتادہ است

لب کو اگر کنایہ ملفوظات سے کہا جاوے بہت ہی مناسب ہے۔ مطلب یہہ کہ جو شخص ہر وقت زہد ہی کا دعوی کرتا رہتا تھا۔ اُس نے جو آپ سے کچہہ ملفوظات متعلق عشق کے سُن لیے اب وہ آپ ہی کے در پر کہ محل فیض عشق ہے پڑا نظر آتا ہے ؎

حافظ گم شدہ را با غمت ای جان عزیز | اتحادیست کہ از عہد قدیم افتادہ است

یعنی مدت دراز سے یہہ گم کردہ راہ آپ کے غم عشق میں مبتلا ہے آپ اُس کی رہبری کیجئے اور یہی اصلی مقصود ہے اس قسم کی عرض معروض سے پس گم شدہ کہنے میں استجلاب ہے ترحم کا ؎

غزل

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت | واندران برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت
گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست | گفت ما را جلوۂ معشوق درین کار داشت

ترجمہ ظاہر ہے اس میں بیان ہے اس کا کہ گریہ عاشق کا ہمیشہ دلیل اُس کے فرق و حرمان مقصود کی نہیں ہے بلکہ گریہ کے اور بھی اسباب ہیں منجملہ اُن کے خود گرمی محبت ہے جو قرب و تجلی سے زائد ہو جاتی ہے جس کا اس جواب میں ذکر ہے پس کسی کی نسبت کچہہ حکم لگا دینے کی جرأت نہ کرے یہہ بحث رسالہ ہفت گریہ میں نہایت بسیط و وضوح سے مذکور ہے اور یہہ سبب فرح کے علاوہ ہے اور ایک حدیث میں جو حضرت ابی بن کعبؓ کا رونا یہہ سُنکر کہ اللہ تعالی نے میرا نام لیا ہے وارد ہے وہ اسی پر محمول کرنا اقرب ہے ؎

ہر کہ اگر زشت ست با ما نیست جای اعتراض | بادشاہ کامران بود از گدایان عار داشت

عار سے مراد مطلق عدم مناسبت جس کی وجہ محبوب کا کمال وجوب کہ معبر ہے بادشاہ سے) اور محب کا نقصان امکان و افتقار (کہ معبر ہے گدا سے) ہے مطلب یہہ کہ چونکہ یہہ مقرر ہے کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک اس لئے قرب و وصول نہ ہونا تو اصل ہے اور جائے شکوہ نہیں ہاں اگر قرب و وصول ہو جائے یہہ البتہ محل تعجب ہے اور فضل محض ہے اس میں اعلی درجہ کی تعلیم ہے سالک منعجز کے لئے کہ اس مضمون کے استحضار سے اس کا عجز خام بالکلیہ زائل ہو جاوے البتہ فضل کی درخواست ہر حال میں ضرور ہے ؎

عارفی کو سیر کرد اندر مقام نیستی | ہست شد چون مستی از عالم اسرار داشت

یعنی فنا پر بقا مرتب ہوتا ہے اور مستی داشتن یہہ بھی ایک قسم ہے فنا کی جس کو فنا علمی کہتے ہیں اور عالم اسرار سے مراد واردات عشقیہ کہ غیر عاشق سے کے اعتبار سے وہ اسرار ہیں اون واردات کے غلبہ سے دوسرے معلومات سے ذہول ہو جاتا ہے یہی فنا علمی ہے ؎

ور نیاید در نیاز و عجز ما با حسن دوست | خورم آن کز نازنینان بخت برخوردار داشت

مطلب یہہ کہ کوئی اپنے عجز و نیاز کے بھروسہ نہ رہے وہ محبوب کے کمال کے سامنے موثر نہیں ہو سکتا کیونکہ ادہر تو

عجز و نیاز بوجہ ناقص ہونے کے جس سے حق عبدیت جو مقتضا ہے محبوب کی عظمت کا ادا نہین ہو سکتا فاعل نہین اور اُدھر ذات وصفات بوجہ کامل اور واجب ہونے کے منفعل نہین پھر تاثیر کی گنجایش کہا ہے۔ بس الکدام تو موثر نہ ہوا اب بس پر فضل ہے محض موہبت ہے جسکو بخت سے تعبیر کیا گیا ہے البتہ ہمارے امکان اور اُن کے وجوب کا مقتضائی نفسہ یہی ہے۔ کہ ہم انکے سامنے عجز و نیاز کیا کرین۔ اسمین بھی بڑے پاکیزہ مسئلہ کی تعلیم ہے۔ ؎

خیز تا بر کلک آن نقاش جان افشان کنیم	کین ہمہ نقش عجب در گردش پرکار داشت

اسمین صور جمیلہ مخلوقہ سے نظر ہٹانے کا اور خالق الصور کی طرف توجہ بحت کرنیکا امر فرماتے ہین کہ لائق محبوبیت کے وہ ذات ہے جسکے قلم کی حرکت سے یہ تمام نقوش پیدا ہوگئے۔ اسمین بھی بڑا ضروری مسئلہ مذکور ہے جسمین صدہا غلط فہمی کر رہے ہین۔ ؎

گر مرید راہ عشقی فکر بدنامی مکن	شیخ صنعان خرقہ رہن خانۂ خمار داشت

صنعان بالفتح نام بزرگے کہ قصہ آن مشہورست و خمار شراب فروش و خرقہ رہن خانہ خمار داشتن کنایہ از رسوا شدن چراکہ این فعل ظاہرست کہ موجب رسوائی ست۔ اسکا یہ مطلب نہین کہ جو شیخ صنعان نے کیا تم بھی وہی کرو بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ جب اس نے عشق مجازی مین بدنامی کی پروانہ کی تو تم عشق حقیقی مین اسکی کیوں پروا کرتے ہو قال الرومی رح ؎ عشق مولے کے کم از لیلے بود ؛ گوی گشتن بہر او اولے بود ؎

وقت آن شیرین قلندر خوش کہ در اطوار سیر	ذکر و تسبیح ملک در حلقۂ زنار داشت

اطوار سیر احوال سلوک۔ مطلب تعلیم ہے۔ ترک ریاء کا یعنی وہ بڑا اچھا عاشق ہے جو ظاہر مین گو بدنام ہو مگر مشغول بذکر و طاعت علی الدوام مثل ملائکہ کے ہو جنکی شان ہے یفترون اور بوجہ اختفاء عن العیون کے انکی شان لایرائون بھی ہے حاصل یہ کہ تعمیر باطن کو منظور نظر رکھے گو تعمیر ظاہر نہو۔ یہ مقصود نہین کہ ظاہراً شرع کو ترک کردے بلکہ غرض یہ ہے کہ گو جاہ و شہرت و اعتقاد عوام نہو۔ اور یہ بھی مقصود نہین کہ قصداً رسوا ہو چنانچہ لفظ گو سے احقر نے اسکو ظاہر بھی کر دیا ہے۔ ؎

چشم حافظ زیر بام قصر آن حورین سرشت	شیوۂ جنات تجری تحتہا الانہار داشت

اسمین اقتباس ہے۔ مقصود بیان کرنا ہے کثرت بکاء کا کہ منجملہ آثار عشق کے ہے۔ ؎

غزل

بدام زلف تو دل مبتلای خویشتن است	بکش بغمزہ کہ اینش سزای خویشتن است

خویشتن ترجمہ نفسہ ست برای تاکید در مصرعہ اولی برای تاکید زلف و در مصرعہ ثانیہ برای تاکید ضمیر شتن کہ راجع بدل است و مضاف الیہ سزا یعنی دل خاص تیرے دام زلف یعنی عشق مین مبتلا ہے اخاص کہنے سے یہ فائدہ ہو سکتا ہے کہ بواسطہ مظاہر جمیلہ کے نہین بلکہ بلا واسطہ) اسکو تجلی (جلالی) سے قتل کر دے (قید جلالی کا قرینہ بکش ہے کیونکہ جمالی مجی ہی)

کہ اسکی یہی سزا ہے (مقصود اس عنوان سے محض حکم بالترتب ہے یعنی عشق پر کشتگی مرتب ہوتی ہے. جیسے سزا مرتب علی الفعل ہوتی ہے عاشق کو اُسکے لئے تیار رہنا چاہیئے. س

اگرت ز دست بر آید مراد خاطر ما | بجش زود کہ خیرے برای خویشتن است

یہ محبوب حقیقی کو خطاب نہین ہو سکتا لاستحالۃ استعمالہ بالغیر البتہ مرشد کو مخاطب کہنا ممکن ہے اور مطلب ظاہر ہے. کہ ہمکو نفع پہونچانے مین آپکو ثواب واجر ہوگا یہ مطلب نہین کہ ہمکو نہوگا بلکہ معنی یہ ہین کہ آپکو بھی ہوگا س

بجانت ای بت شیرین من کہ ہمچون شمع | شبان تیرہ مرادم فنای خویشتن است

یعنی شبہای تار مین شمع کی طرح کہ وہ جلکر فنا ہو جاتی ہے میرا مقصود بھی فنا ہی ہے اور تخصیص شب کی اگر حقیقی معنی پر محمول ہو اسلیئے ہوسکتی ہے کہ اعمال جنپر احوال باطنیہ زیادہ مرتب ہوتے ہین اکثر شب ہی مین واقع ہوتے ہین اور اگر مجازی معنی یعنی فراق وہیبت وغیرہ پر محمول ہو اسلیئے ہوسکتی ہے کہ فنا کے بعض اقسام مین کہ وہ فناء اخلاقی ہے ان خاص احوال کو زیادہ دخل ہے کہ ان سے شکستگی پیدا ہوتی ہے پس اشارہ ہوگا بعض منافع احوال مذکورہ کی طرف. س

چو رای عشق زدی با تو گفتم ای بلبل | مکن کہ این گل خودرو برای خویشتن است

یہان مخاطب وہ شخص ہے جو طریق عشق کو اس غرض سے اختیار کرے کہ حسب خواہش ثمرات ومواجید اسپر مرتب ہونگے. پس فرماتے ہین کہ اگر (اس غرض سے) عشق اختیار کرنے کی رای قرار دی ہے. تو مین کہہ چکا ہون یعنی کہے دیتا ہون کہ ایسا مت کر واسوسطے کہ یہ موجود بالذات (خودرو اس سے کنایہ ہے کہ اسکی روئیدگی بلا کسی کی صنعت کے ہوتی ہے) کائنات سے مستغنی ہے (برای خویشتن اس سے کنایہ ہے اور خودرو مین اشارہ علت استغنا کی طرف کر دیا گیا یعنی موجودیت بالذات سبب ہے استغنا کا) اور جو مستغنی بالذات ہوگا اس پر دوسرے کا اثر تو ہو ہی نہین سکتا کہ اُس اثر کی وجہ سے دوسرے کی خواہشین پوری کیا کرے بلکہ جو امر خود اُس کے علم مین قرین حکمت ہوگا وہی کریگا پس جو شخص اس طریق کو اختیار کرے تجویزون سے قطع نظر کرے اور نامرادی کو مراد سے افضل سمجھے ونعم ما قیل س اگر مرد عشقی کم خویش گیر ؎ وگرنہ رہ عافیت پیش گیر ؎ س

بمشک چین و چگل نیست حسن گل محتاج | کہ نافہاش ز بند قبای خویشتن است

یعنی محبوب کے خود بند قباہی سے نافے پیدا ہوتے ہین مقصود یہ ہے کہ محبوب حقیقی کے کمالات ذاتی ہین مستغنی عن الغیر نہین گویا اسمین من وجہ تفسیر ہے شعر سابق کی. س

مرو بخانۂ ارباب بے مروت دہر | کہ کنج عافیت در سرای خویشتن است

اسمین نہی ہے حرص واظہار حاجت عند الخلق سے جو کہ شرائط طریق سے ہے. س

بسوخت حافظ و در شرط عشق و جانبازی | ہنوز بر سر عہد و وفای خویشتن است

در حرف جار متعلق برابطہ در خویشتن است یعنی باوجود مصاعب ومصائب کے راہ عشق سے منہ نہین موڑا.

اسمین اشارہ ہے کہ جو ظاہری و باطنی بلیات اس راہ مین پیش آوین اُن کا برداشت کرنا واجب ہے کما قیل ؎
ناخوش تو خوش بود بر جان من ؛ دل فدای یار دل رنجان من ؛

صوفی از پرتو می راز نہانی دانست	غزل	گوہر ہرکس ازین لعل توانی دانست

پرتو می اثر عشق۔ راز نہانی معرفت حق۔ گوہر طینت و استعداد۔ لعل مراد شراب کہ مصداقش عشق است لطافت شاعری در ایراد الفاظ متناسبہ مخفی نیست۔ یعنی سالک کو عشق کے اثر سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی آگے فرماتے ہین کہ اس عشق کے واسطے سے ہر شخص کی طینت و استعداد معلوم کرسکتے ہو اسطرح کہ جو شخص صالح الاستعداد ہو وہ یا اسمین ساعی ہے یا کم از کم قائل اور جو شخص فاسد الاستعداد ہے وہ اسکا مخالف او معاند

شرح مجموعۂ گل مرغ سحر داند و بس	نہ کہ ہر کو ورقے خواند و معانی دانست

مجموعہ مراد مرتبہ اجمال بقرینہ لفظ شرح یعنی یون تو محبوب کی معرفت اجمالیہ سب ہی کو حاصل ہو مگر اسیقدر اسکی تفصیل کہ قرب و قبول مین داخل رکھتی ہو۔ یہ صرف طالب ہی کو نصیب ہے نہ اُسکو کہ اوراق کا درس کرتا ہو اور ملے الاوراق کے معانی لغویہ و اصطلاحیہ جان گیا ہو۔ مقصود یہ کہ یہ علم وجدانی ہے استدلالی نہین۔ اور بعض نسخون مین مصرعہ ثانیہ مین کہ پہلے ہے اور نہ پیچھے ہے تو اس صورت مین معانی کے قبل واو نہ ہونا چاہئے اور معنی یہ ہونگے کہ مرغ سحر کے سوا کسی کے نہ جاننے کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ بات نہین کہ جسنے اوراق پڑھ لئے ہون وہ ان معانی ذوقیہ کو جانتا ہو۔ اسلئے مقید بالدرسیات کا اس سے آگاہ ہونا ضرور نہین مقصود ترغیب ہی تصفیہ باطن کی کہ یہ علوم قلب پر وارد ہون ؎

عرضہ کردم دو جہان بر دل کار افتادہ	بجز از عشق تو باقی ہمہ فانی دانست

باقی مفعول اول دانست و ہمہ تاکید او و فانی مفعول ثانی۔ کار افتادہ آنکہ او را کار عشق افتادہ۔ مقصود یہ ہو کہ کہ محب بجز محبت آلہیہ کے کسی طرف ملتفت نہین ہوتا نعم دُنیا کی طرف تو مطلقاً اور نعم آخرت کی طرف بالذات پس نصوص سوال آخرت کہ مرتبہ بالعرض مین ہے اسکے منافی نہین ؎

آن شد اکنون کہ ز افواہ عوام اندیشم	محتسب نیز ازین عیش نہانی دانست

محتسب سے مراد وہ منکر جو قدرت ایذاء کی رکھتا ہو اور عوام سے مراد وہ منکرین جو اسکی قدرت نرکھتے ہون مقصود یہ ہے کہ عشق مین نہ ایذاء بالید سے اندیشہ کرے نہ ایذاء باللسان سے ؎

دلبر آسایش ما مصلحت وقت ندید	ورنہ از جانب ما دل نگرانی دانست

دل نگرانی بیای مصدری دل نگران ای مشتاق شدن۔ اسمین نہایت مفید مسئلہ کی تعلیم ہے یعنی اشتیاق کے موافق جو احوال پیش نہین آتے محبوب کو اطلاع تو ہمارے اشتیاق کی ہے مگر ہماری اس آسایش کو یعنی جو احوال مرادہ کے وارد ہونے سے حاصل ہوتی ہماری مصلحت کے خلاف جانتے ہین اسلئے اُنکا افاضہ نہین فرمایا جاتا ع کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند ؛ ؎

ظاہری و باطنی بلیات کی برداشت

سالک بواسطہ عشق

ترغیب تصفیہ باطن

محبوب ... آخرت

[illegible]

[illegible]

بسنگ وگلِ راکند از یمن نظر لعل وعقیق		ہرکہ قدر نفس بادیمانی دانست

ہرکہ فاعل کند و یمن بضم با برکت و بادیمانی فیض رحمانی کہ مسمی بنفس رحمانی نیز است ماخوذ از روایت مشہورہ علی الالسنہ انی لاجد نفس الرحمان من قبل الیمن کہ در حق اویس قرنی یا اہل یمن وارد شدہ یعنی از یمن اثر فیض آلہی می یابم کہ مقبولان حق ازان طرف ظاہر خواہند شد مطلب یہ کہ جو شخص فیض رحمانی کی قدر دانی کریگا اور اسکے فائض ہونیکے لئے قابلیت پیدا کرے اُسکا مورد بنے گا اُسکو صفت کمال کیساتھ قوت تکمیل بھی عطا ہوگی کہ وہ سنگ وگل یعنی ناقص کو لعل وعقیق یعنی کامل کر دیگا خواہ مباشرۃً اگر خدمت ارشاد اُسکے متعلق ہو خواہ تسبباً اگر یہ خدمت اُسکے متعلق نہیں اسطرح کہ اُسکو دیکھکر اُسکے احوال سنکر ناظرین وسامعین متاثر ہوتے ہیں ۵

ای کہ از دفتر عقل آیتِ عشق آموزی		ترسم این نکتہ بتحقیق ندانی دانست

بتحقیق متعلق نہی یا منفی و دانست مصدر ست ای دانستن ندانی بحذف مضاف ای طریق دانستن ندانی و اغلب کہ بجای ندانی ثانی باشد پس توجیہ ظاہر است مقصود اس کا بھی مثل مقصود شعر ثانی کے ہے کہ علم عاشقی درسی واستدلالی نہیں ذوقی و وجدانی ہے۔ ۵

می بیاور کہ نہ نازد بگل باغ جنان		ہرکہ غارتگری باد خزانی دانست

یعنی دولت محبت کہ باقی ہے۔ حاصل کر جسنے فنای دنیا کو چشم تحقیق سے دیکھہ لیا ہوگا وہ کبھی اسباب عیش و سرور پر مغرور نہوگا۔ ۵

حافظ این گوہر منظوم کہ از طبع انگیخت		اثر تربیت آصف ثانی دانست

حافظ مبتدا و دانست خبر این گوہر منظوم مفعول اول دانست و اثر الخ مفعول ثانی او انگیختن لازم و آصف ثانی مرشد کہ نائب آصف اول ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم است مطلب ظاہر ہے مقصود اشارہ اسطرف ہے کہ ملفوظات طیبات مملو با فادات کا صدور متکلم اپنی جانب سے نہ سمجھے بلکہ مرشد کا فیض سمجھے ۵

غزل

حاصل کارگہ کون ومکان این ہمہ نیست	بادہ پیش آر کہ اسباب جہان این ہمہ نیست
از دل وجان شرفِ صحبت جانان غرض ست	ہمہ آن ست وگرنہ دل وجان این ہمہ نیست
منت سدرہ وطوبے ز پئے سایہ مکش	کہ چو خوش بنگری ای سرو روان این ہمہ نیست
دولت آنست کہ بے خون دل آید بکنار	ورنہ با سعی وعمل باغ جنان این ہمہ نیست
پنجروزے کہ درین مرحلہ مہلت داری	خوش بیاسای زمانے کہ زمان این ہمہ نیست
برلب بحر فنا منتظریم اے ساقی	فرصتے دان کہ ز لب تا بدہان این ہمہ نیست
زاہد ایمن مشو از بازی غیرت زنہار	کہ رہ صومعہ تا دیر مغان این ہمہ نیست
دردمندے چو من سوختہ زار ونزار	ظاہرا حاجت تقریر وبیان این ہمہ نیست
از تہتک مکن اندیشہ وچون گل خوش باش	زانکہ تمکین جہان گذران این ہمہ نیست

ملفوظات طیبات راز عشق دو نفس

نام حافظ رقم نیک پذیرفت ولے	پیش رندان رقم سود و زیان این ہمہ نیست

ان اشعار مین کئی امر کی تعلیم ہے۔ ایک دنیا کیطرف مطلق التفات نکرنا نہ متاع کیطرف وہو فی الشعر الاول والرابع نہ جاہ کی طرف وہو فی الشعر التاسع والعاشر نہ عمر کیطرف وہو فی الخامس والسادس نہ اپنے جسم و روح کی طرف۔ وہو فی الشعر الثانی۔ دوسرے نعمار جنت کا بالذات طالب نہونا وہو فی الشعر الثالث تیسرے نہی عجب ہے وہو فی الشعر السابع اور شعر ثامن اور دوسرے اشعار کے بعض بعض جملوں مین کہ امر کی تعلیم نہین محض عشق کی طلب و اپنے درد عشق کے ظاہر و باہر ہونے کا بیان ہے اور اسمین حاجت بمعنی محتاج ہے اور بعض نسخون مین دردمندی من بیای مصدری داضافت الی ضمیر المتکلم المنفصل ہے اسمین بھی حاجت بمعنی محتاج ہے پس فرماتے ہین کہ یہ تمام کارخانہ دنیا کا کچھ بھی نہین بس درد عشق ہمکو عطا فرما دیجئے اور دل و جان جو عطا ہوا ہے محض مقصود اس سے یہ ہے کہ آدمی قرب محبوب کے قابل ہو اور انکو اسکی تحصیل مین استعمال کرے پس تمام تر دولت تو یہ قرب ہے ورنہ دل و جان بیکار ہین۔ اور سدرہ وطوبی سے اگر تمکو سایہ مطلوب ہے جو کہ حظ نفس ہے تو ناحق اسکے طالب ہوا ہے سالک کہ استقامت مین مثل سرو روان کے ہے اگر غور کرکے دیکھو تو محض حظ نفسانی کیلئے وہ مطلوب نہین ہان بوجہ محل قرب ہونیکے مطلوب ہو تو اور بات ہے اور دنیا کی دولت جو اسقدر مصیبت سے حاصل ہو کیا دولت ہے کہ محنت اسکی راحت پر غالب رہتی ہے اس شان کی دولت تو اگر جنت بھی ہو تو کچھ نہین۔ یہ مبالغہ کیلئے محض فرض و تقدیر ہے کیونکہ دولت جنت تو واقع مین اس شان کی نہین ہے۔ بلکہ بہت ہی کم محنت مین بہت ہی بڑی یعنی غیر متناہی راحت میسر ہوتی ہے پس یہ اسی ہی مین داخل ہوگئی جسکو بے خون دل آید کہہ رہے ہین یعنی دولت تو وہ ہے جسمین مشقت نہو یعنی اس دولت کی مقدار کے اعتبار سے وہ مشقت کالعدم ہو اور وہ دولت قرب ہے اور جنت بھی کہ مقام قرب ہے۔ دنیا مین جو تمکو چند روزہ عمر ملگئی ہے اسمین آسایش حقیقی کا سامان کر لو اور یہ بھی معنی ہوسکتے ہین کہ صعوبات دنیا سے آسایش اختیار کرو اور اسکا بھی حاصل وہی ہوگا کیونکہ اس آسایش سے بھی وہی آسایش حقیقی مقصود ہے اور زمانہ کچھ بھی نہین یعنی فانی و منقضی ہے یونہی عمر ختم ہو جاویگی۔ اور چونکہ عمر باقی نہین پس ہم موت کے انتظار مین ہین اور اسیکو بس فرصت سمجھ لو جو کچھ بھی نہین یعنی اسقدر قلیل جتنا فاصلہ لب سے دہن تک ہوتا ہے۔ پس اے ساقی عنایت ازلی یا اے مرشد اس فرصت مین مدد فرمایئے کہ کچھ لے جاوین اور اے زاہد خشک تو جو اپنے تقدس پر مغرور ہے یاد رکھنا کہ غیرت الٰہی کے تصرفات عجیبہ سے بے خوف مت ہونا کہ صومعہ سے دیر مغان تک بہت فاصلہ نہین اگر غیرت نے کام کر دیا تو مسلمان سے کافر بنا دینا کچھ مشکل نہین۔ اور جیسا مین دردمند ہون ایسے شخص کو تقریر و بیان کی حاجت نہین میرا حال حشمت از بام ہے اور پردہ دری و رسوائی سے کہ خلاف جاہ ہے۔ تمکبھی پروا نہ کرنا اور ہر حال مین خوش رہو کیونکہ اس جہان فانی کا جاہ و تمکین کوئی چیز نہین۔ اور گو بفضل خداوندی حافظ کا نام صلاح و خوبی مین مشہور ہوگیا لیکن عشاق کے نزدیک نیکنامی و بدنامی کا سود و زیان کچھ بھی نہین ہے۔

بحر لیست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست	غزل	آنجا جز اینکہ جان بسپارند چارہ نیست

مطلب یہ کہ جب تک عشق باقی ہے اسکے آثار شورش و سوزش منقطع نہین ہوتے یہانتک کہ موت آجاتی ہے مقصود یہ ہے کہ عمر بسر اسکے شدائد کے تحمل کیلئے آمادہ رہنا چاہیئے طمع عافیت کی نرکھنا چاہیئے۔ سہ

آنذم کہ دل بعشق دہی خوش دمی بود	در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

یعنی اُسکے اختیار کرنے کیلئے جبکہ شیخ کامل سے مناسبت مذاق معلوم ہوجاوے یا اضطراری طور پر اُسکے آثار ظاہر ہون پس وپیش واندیشہ مت کرو وہ یقینی امر خیر ہے اور اُسکے فیضان کا وقت اچھا وقت ہے۔ سہ

مارا بمنع عقل مترسان ومی بیار	کان شحنہ در ولایت ما ہیچ کارہ نیست

یعنی اسکے شدائد دیکھکر عقل مانع ہوتی ہے۔ مگر ہم اسکے اس حکم کو لاشی سمجھتے ہین اور فیض عشقی کے طالب ہین۔

از چشم خود بپرس کہ ماراکہ میکشد	جانا گناہ طالع وجرم ستارہ نیست

قطع نظر اس عنوان خاص سے کہ بپرس وجرم ستارہ نیست جسکا سبب شورش عشق ہے کہ ایک قسم کا عذر کیا ہے۔ اصل مضمون یہ ہے کہ عاشق جن شدائد سے متاثر ہوتا ہے اُسکا اصل سبب محبوب کی تجلیات کا ظہور وخفا ہے اور اسباب طبیعیہ سے جو شدائد ہوتے ہین مثل مرض فقر وغیرہ وہ اُس سے چندان متاثر نہین ہوتا۔ سہ

رویش بچشم پاک توان دید چون ہلال	ہر دیدہ جای جلوۂ آن ماہپارہ نیست

ہلال چونکہ باریک بہت ہوتا ہے اس لئے اُسکو دیکھنے کے لئے چشم کا امراض سے مبرا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح محبوب کے مشاہدہ کے لئے دیدۂ بصیرت کا مبرا ہونا خلل علمی وعملی سے شرط ہے ورنہ ہر دیدہ اُسکی تجلی کا محل نہین ہے۔ اسمین ازالۂ رذائل کی تعلیم ہے۔ سہ

فرصت شمر طریقۂ رندی کہ این نشان	چون راہ گنج برہمہ کس آشکارہ نیست

اسمین عزیز القدر ہونا طریق عشق کا بیان کرتے ہین کہ اسکی عام اطلاع اور عام پسندیدگی اسلئے نہین کہ اسکے آثار اکثر مفوت عافیت ہین اور بعض بظاہر مفوت عافیت معلوم ہوتے ہین۔ سہ

نگرفت در تو گریۂ حافظ بہیچ روی	حیران آن دلم کہ کم از سنگ خارہ نیست

ترکیب کم از سنگ خارہ نیست عرفاً نسبت ذم کے لئے مستعمل ہے اگر عرف سے قطع نظر کرکے محض اسکا مضمون لغوی دیکھا جاوے تو یہ حاصل ہے معنی صمدیت کا کہ وہ بھی نفقۂ سنگ سخت کے معنی مین ہے۔ اور اگر مقصود کنائی دیکھا جاوے تو یہ کنایہ ہے عدم تاثر سے حاصل یہ ہے کہ ذات مین بوجہ وجوب کے انفعال اور تاثر نہین ہر فعل کہ اس سے صادر ہوتا ہے ارادہ اور حکمت سے ہوتا ہے پس اسمین اشارہ ہوجاویگا اپنے اعمال وطلب کو موثر نہ سمجھے۔ اور اگر اس تاویل پر بھی طبیعت ابا کرے تو مرشد کی شان مین کہدینا اہون ہے کہ مخلوق کے ادب کیلئے معنی مجازی کافی محافظ ہے۔ فقط

غزل

متقضیٰ تحمل شدائد عشق و قطع طمع عافیت
بیان انکہ تاثر عاشق از تجلیات وحست نہ از فقر و فاقہ
عزیز القدر بودن عشق
عدم موثر دانستن اعمال خود

چه لطف بود که ناگاه رشحهٔ قلمت
حقوق خدمت ما عرضہ کرد بر کرمت

بنوک خامه رقم کرده سلام مرا
که کارخانهٔ دوران مباد بے رقمت

نگویم از من بیدل بسهو کردی یاد
که درحساب خرد نیست سهو بر قلمت

مرا ذلیل مگردان بشکر این نعمت
که داشت دولت سرمد عزیز و محترمت

بیا که با سر زلفت قرار خواهم کرد
که گر سرم برود برندارم از قدمت

زحال ما دلت آگه شود مگر وقتے
که لاله بردمد از خاک کشتگان غمت

روان تشنهٔ ما را بجرعهٔ دریاب
چو میدهند زلال خضر بجام جمت

صبا ز روی تو با هر گلے حدیثے کرد
رقیب کے ره غماز داد در حرمت

دلم مقیم در تست حرمتش میدار
بشکر آنکه خدا داشته است محترمت

همیشه وقت تو ای عیسی نفس خوش باد
که جان عاشق دل خسته زنده شد بدمت

کمین گهست و تو خوش تیز میروی حافظ
مکن که گرد برآید زشاه رہ عدمت

شرح مین ہے این غزل بجواب مرشد ست یعنی مرشد کا کوئی خط وغیرہ آیا ہے اُسکے جواب مین لکھہ رہے ہین
کہ یہ کیسی عنایت ہوئی کہ آپ کی چکیدگی کلک نے اچانک یعنی جبکہ پہلے سے توقع بھی نہتی ہماری خادمیت کے
حقوق آپکے کرم کے روبرو پیش کئے (یہ اسناد مجازی ہے یعنی رشحۂ قلم سبب ہوگیا بذل کرم کا) آپنے
نوک خامہ سے مجھکو سلام لکھا ہے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ زمانہ کو آپ کے نقش ہستی سے خالی نہ رکھے (یعنی
آپ ہمیشہ قایم رہین) مین (بعضے ناشکرون کی طرح کہ وہ کہا کرتے ہین کہ ادھر بھولکر کیسے متوجہ ہوگئے) یون
نہ کہونگا کہ مجھکو بھولے سے یاد کرلیا ہے۔ اسواسطے کہ بردی عقل سلیم آپ کے قلم مین سہو کا احتمال نہین (یعنی
خط لکھنے سے عنایت ہی کا قصد ہے اور کوئی غرض دنیوی نہین) جوکہ محاورۃً اہل سخن سے کیسے متوجہ ہوگئے
یہی مقصود ہوتا ہے حاصل یہ کہ غرض پرستی سے آپ کی شان ارفع ہے اور اس سے مطلق سہو کی نفی مقصود
نہیں۔ اب مین یہ چاہتا ہون کہ آپ ہمیشہ بھی ایسے ہی الطاف نامہ نامی سے یاد رکھیئے یہ اتفاقی نہ رکھے) مجھکو
اس نعمت کے شکرانہ مین ذلیل نہ کیجئے کہ دولت سرمد نے آپکو عزیز و محترم رکھا ہے یعنی میری طرف متوجہ ہو رہے
ہین آپکے جذبۂ محبت سے یہ عہد [illegible] کر [illegible] کہ اگر سر بھی جاتا رہے تب بھی آپکے قدمون سے نہ اٹھاؤنگا
(مکرر اسلئے کہا کہ خود وقت ارادت کے یہ عہد قالاً یا حالاً ہو ہی چکا ہے۔ اب یہ تجدید بتسکیں [illegible] کے ہے
آگے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہین کہ) ہمارے دل (کی محبت) کا (پورا) حال آپکو علوم تو ہو جاویگا۔ مگر اسوقت
معلوم ہوگا جب آپکے مقتولان محبت کی قبرون پر لالہ جم آویگا (یعنی جب وہ مرجاوینگے ابھی تمنا معلوم نہین
مقصود یہ ہے کہ ہمکو اس درجہ کی محبت ہے تو اسی درجہ کی توجہ کے خواہان ہین سلام و پیام سے زیادہ یاد
رکھئے اور) ہماری جان تشنہ کو ایک جرعۂ توجہ سے سرفراز کیجئے جبکہ آپ کو جام جم مین آب حیات خضری عطا

کیا جاتا ہے (یہ کنایہ ہے ہم بعوض آہیہ سے اور) قاصدنے ہر طالب سے آپ کی حکایتیں بیان کین (یعنی جسطرح میرے پاس خط آیا اور طالبین کے پاس بھی رقعے پرچے یا زبانی پیام اُس قاصد کے ہاتھ پہونچے جسپر بحکم رشک محبت کہتے ہین کہ) پہرہ دارنے (رقیب بمعنی محافظ) آپکے حرم مین غماز (یعنی قاصد من ہذہ الحیثیتہ) کو کب اور کسوقت رستہ دیدیا تھا کہ اُس نے دوسرے لگون سے آپکی حکایتین بیان کین۔ یہ مضمون ناشی ہے شکر سے کہ قبیل سے با سایہ ترا نمے پسندم ؛ عشق ست و ہزار بدگمانی۔ (آگے مثل شعر ثالث کے پھر طالب استمرار توجہ ہوتے ہین کہ) میرا دل آپ کے دروازہ پر پڑا ہے اُسکا پاس رکھیئے، اِس نعمت کے شکر مین کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو محترم بنایا ہے (آگے دعا پر جواب کو ختم پر لانا چاہتے ہین کہ) اے مسیحا دم خدا تعالیٰ ہمیشہ آپکو خوش رکھے کہ آپ کے کلام تحریری سے عاشق دلخستہ کی جان زندہ ہوگئی (آگے بطور جملہ زیادہ حد ادب کے بالکل ختم کرنا چاہتے ہین جسمین بعضے شوخ مضامین کی جو کہ اس جواب مین سرزد ہوئے ہین معذرت بھی ہے یعنی) مخاطبت مرشد کی یہ مثل کمین گاہ کے ایک نازک مقام ہے اور تم مطلق العنان تیز چلے جاتے ہو الیسا مت کرو کبھی عدم یعنی ہلاکت روحانی کی شاہراہ سے تمہاری گرد اٹھتی نظر آوے یعنی بے ادبی مین ہلاک نہ ہوجاؤ (شہ رہ) مخفف شاہراہ (اسمین ایک گونہ تعلیم بھی ہوگئی کہ اگر غلبہ محبت مین کوئی بے ادبی ہوجاوے فی الفور معذرت کرے) اور اگر ترکیب عیسی نفس باضافہ ثابت ہو چنانچہ میری نظر سے نہین گذرا تو دوسرا نسخہ لیلیا جاوی یعنی عیسی صبا اس تقدیر پر اسکی تقریر شکر یہ قاصد کے ساتھ بہتر ہوگی کہ اُسکے گفتگوی قاصدانہ سے طالب کو حیات و فرحت میسر ہوئی واللہ اعلم ؎

غزل

زگریہ مردم چشمم نشستہ در خون ست	ببین کہ در طلبت حال مردمان چون ست
بیادِ لعل لب و چشم مست میگونت	ز جام غم مئے لعلے کہ میخورم خون ست
ز مشرق سر کوی آفتاب طلعت تو	اگر طلوع کند طالعم ہمایون ست
حکایت لب شیرین کلام فرہاد ست	شکنج طرہ لیلے مقام مجنون ست
دلم بجو کہ قدت ہمچو سرو دلجویست	سخن بگو کہ کلامت لطیف و موزون ست
ز دور بادہ بجان راحتم رسان ساقی	کہ رنج خاطرم از جور دور گردون ست
ازان زمان کہ ز دستم برفت یار عزیز	کنار دیدہ من ہمچو رود جیحون ست
چہ گونہ شاد شود اندرون غمگینم	باختیار کہ از اختیار بیرون ست
ز بیخودی طلب یار مے کند حافظ	چو مفلسے کہ طلبگار گنج قارون ست

یہ غزل غالباً حالت قبض کی ہے کہ تمام اشعار مین فراق کا شکوہ اور وصال کی تمنا مذکور ہے یعنی غایت گریہ سے میری پتلی خون مین غرق ہوگئی اے محبوب ذرا طالبون کے حال کو تو دیکھیئے آپکی یاد مین (جو کہ فراق کے وقت ہی) جام غم سے جو شراب کہ مین نوش کرتا ہون وہ شراب خون ہے یعنی خون پیتا ہون اگر آپکی تجلی ہوجاوی تو میری قسمت بڑی اچھی ہے

شعر ۷ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مرشد کے خطاب و ادب سے سرزد... فی الفور معذرت کرے

شعر ۶

غزل وارد ... شکوہ فراق و تمنائے وصال

(اور ای سامعین میرے اس ذکر فراق و وصال کا اور اس تعلق بعشق کا تعجب مت کرو کیونکہ عشاق تو ہر حال مین محبوب ہی کا ذکر کیا کرتے ہین چنانچہ) فرہاد کا کلام یہی ہوگا کہ لب شیرین کی حکایت کرے۔ اور مجنون (کے دل) کا مقام بس شکنج زلف لیلی ہی ہوگا (اے محبوب) ہماری خاطر داشت کیجئے اور ہم سے خطاب کیجئے یعنی تجلیات و واردات سے مشرف فرمایئے اور بادہ فیض سے مجھکو راحت پہونچایئے کہ جور فراق سے میرا دل رنجیدہ ہے جبسے میرا محبوب میرے ہاتھ سے گیا ہے۔ یعنی جدا ہوا ہے غایت گریہ سے میری آنکھون کی آغوش یا دامن کا کنارہ (علی اختلاف النسختین واختلاف اللغتین فالمعنی الاول بکسر الکاف والثانی بفتحہا کذا فی الغیاث) رود جیحون بنگیا ہے۔ اور میرا دل غمگین کیونکر (اس حالت فراق مین) قصد و اختیار سے خوش ہو (یعنی لوگ سمجھاتے ہین کہ میان دل کو خوش رکھو تو ہیسے خوش رکھون) کیونکہ یہ تو اختیار سے خارج ہے (خوشی تو جب ہی میسر ہوگی جب فراق مبدل بوصال ہو (اور یہ خوشی مرتبہ طبیعت مین ہے اور عقلی خوشی عین حالت فراق مصطلح مین بھی جبکہ اُسکے مصالح پر اجمالاً یا تفصیلاً نظر کیجاوے ممکن اور واقع ہے) آگے کہتے ہین کہ حافظ جو محبت (کے وصال) کی درخواست کر رہا ہے حالانکہ (طالب اور مطلوب مین کچھ مناسبت چاہیئے اور وہ یہان مفقود مالِلتراب ورب الارباب پس) اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مفلس (اپنے حوصلے سے زیادہ) گنج قارون کا طالب ہو تو یہ درخواست (ایسی بے عقلی کی) محض ناشی بیخودی سے ہے (بیخودی مین عقل کی موافقت و مخالفت پر نظر نہین رہتی اور طلب یار کے ترجمہ مین جو احقر نے لفظ وصال نکال دیا ہے وجہ اُسکی یہ ہے کہ نفس طلب بمعنی طلب رضا تو عین قضیۂ عقل ہے۔ اور مامور بہ شریعت مین۔ اسیطرح طلب لقاء آخرت مین اور گو حوصلے سے وہ بھی زائد ہے۔ مگر امر شرعی اور وعدۂ یقینی اسپر غالب ہے اور اس وعدہ ہی کی فرع ہے عطار تحمل البتہ یہ مواجید خاصہ جو اصطلاحی وصل ہے شرعاً بھی مامور بہ نہین اور اُنکے درپے ہونا تعلیم عقل صحیح کے بھی خلاف اسی لئے اکابر منع بھی کرتے ہین شعر مین اس کا ذکر ہے اور باوجود اسکے طلب کرنا شعر مین اسکا عذر ہے۔

غزل

زان یار دلنوازم شکریست باشکایت ❊ گر نکتہ دان عشقی خوش بشنو این حکایت

بیمزد بود و منت ہر خدمتے کہ کردیم ❊ یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت

رندان تشنہ لب را آبے نمیدہد کس ❊ گویا ولے شناسان رفتند ازین ولایت

در زلف چون کمندش ای دل مپیچ کانجا ❊ سرہا بریدہ بینی بے جرم و بے خیانت

این راہ را نہایت صورت کجا توان بست ❊ کش صد ہزار منزل بیش ست در بدایت

چشمت بغمزہ ما را خون خورد و می پسندی ❊ جانا روا نباشد خونریز را حمایت

ہر چند بردی آبم رُو از درت نتابم ❊ جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت

ای آفتاب خوبان می سوز داندرونم ❊ یک ساعتم بگنجان در سایۂ عنایت

در این شب سیاہم گم گشتہ راہ مقصود ❊ از گوشہ برون آ ای کوکب ہدایت

از ہر طرف کہ رفتم جز وحشتم نیفزود	زنہار ازین بیابان وین راہ بے نہایت
عشقت رسد بفریاد گر خود بسان حافظ	قرآن زبر بخوانی با چاردہ روایت

اس غزل کے مضمون مین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی باطنی شدید حالت مین گرفتار ہین اور کشود کار
مین توقف ہے اپنے عنایت [illegible] مرشد پر بھی جھنجلاتے ہین اور دوسرے اہل ارشاد کی بھی شکایت
کرتے ہین پس فرماتے ہین کہ اپنے یار دلنواز یعنی مرشد کا شکر یہ بھی ادا کرتا ہون بوجہ دلنوازی کے کہ مجھکو
راہ پر ڈال دیا اور رہنمائی کی مگر اس شکر کے ساتھ ہی شکایت کے ساتھ بھی مقرون ہے وہ شکایت شعر ثانی وثالث مین
مذکور ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اب دستگیری کرکے اس مخمصہ موجودہ سے رہائی نہین دیتے اگر تم رازدان عشق
ہو تو اس شکایت کو اچھی طرح سنو وہ یہ ہے کہ ہم مستمند خدمت بجالاتے نہ اسکا کچھ صلہ ملا نہ اسکا احسان مانا
یعنی نہ کچھ معاوضہ ملا نہ اسکی قدر کی گئی۔ مراد معاوضہ وقدر سے یہی ہے کہ اس عقدہ مین میری مدد کیجاتی خدا
کرے کسی کو ایسا مخدوم پیش نہ آوے آگے عام شکایت ہے کہ پیاسون کو کوئی پانی نہین دیتا معلوم ہوتا
ہے سارے ولی اس ملک مین سے کہین چلے گئے ہین یہان کوئی نہین رہا کہ ایک پیاسے کی پیاس کو نہین
بجھا سکتے اور دل شناس کہنا بہ ولی سے بہتر ہے کیونکہ ولی را ولی می شناسد شاید اس تعبیر سے مبالغہ مقصود ہو کہ
ولی تو کیا کوئی ولی شناس ہی ہوتا تو خیر کسی ولی کا پتہ ہی تبلاتا کہ اس سے رجوع کرتا تنگ ہو کر کہتے ہین
کہ مرشد سے کوئی [illegible] کہ وہان بے گناہ سر کاٹا جاتا ہے (شاید مسترشد پر اسکے موقع تقاضا وپریشان
گوئی سے کوئی مواخذہ پیش آیا ہوگا یہ تنگی اس سے ہوئی اور بیجرم سے مراد جرم خفیف ہے پریشانی مین اپنا جرم
خفیف ہی نظر آتا ہے سو عذر ہے اس بیباکی کا آگے راہ عشق کا بے پایان ہونا بیان کرتے ہین کہ) اس طریق
کا انتہا کہان ہو سکتا ہے جسکو ابتدا رہی ہین لاکھون عقبات ہین آگے عتاب کی شکایت ہے کہ) آپ کی نگاہ
عتاب نے اور رہا سہا برباد کر دیا حضرت خونریزی کی حمایت اچھی نہین یعنی اس عتاب کا استمرار مناسب نہین
اور گو آپنے اس عتاب سے ذلیل وخوار کیا مگر مین ہٹنے والا نہین ہون مدعیان مشیخت وارشاد یعنی شیخان مزور
کی رعایت سے آپکی کہ مستحق محبت ہین سختی ادب یہ اتفاقی ہی اچھی ہے (لاقتضاء المحبة الراسخة ولبناءه علی
مصالح، اور اب میری سوزش بہت بڑھ گئی ہے اپنے غانہ عنایت کے سایہ مین تھوڑی سی مجھکو بھی جگہ دیدیجئے
[illegible] یعنی حالت حیرت مین میرا راہ مقصود گم ہو گیا ہے۔ ای ہادی ادہر توجہ فرمائیے اور آفتاب اور
سایہ کا مقابلہ اور شب سیاہ اور کوکب کا مقابلہ ظاہر اللطف ہے) مین جہان گیا وحشت ہی زائد ہوئی اس بادیہ
خونخوار ونا پیداکنار سے بھی پناہ ہے (مقصود اس سے محض استعظام ہے نہ کہ استعاذہ۔ آگے نفس کو امید
دلا کر تسلی دیتے ہین کہ) اگر تم اتنے بڑے عالم بھی ہو کہ قرآن مجید چودہ روایت کے ساتھ تمکو حفظ ہو تب بھی
اس طریق مین تمہارا فریادرس عشق ہی ہوگا۔ علوم مکتسبہ فریادرسی نہ کرینگے یعنی عقبات سے نجات کیلئے درسات

کافی نہ ہونگی۔ بس استقامت علی الطلب ہی سے کوئی لطیفہ غیبی ایسا وارد ہوگا کہ ترقی کی راہ کھولدیگا۔ اور بعض نسخون مین کز خود ہے یعنی عشق ایسی فریادرسی کریگا جس سے ازخود یعنی بطور موہبت کے تم ایسے علامہ بنجاؤگے مگر اس صورت مین الفاظ قرآن مراد نہ ہونگے بلکہ اسرار جو کہ تلو بہر قائض ہوتے ہین۔ اور چودہ روایت کی توجیہ دو ہوسکتی ہین یا تو چودہ قرارت سات مشہور اور باقی غیر مشہور اور یا سات مشہور قرارت کے سات ائمہ ہین اور ہر امام کے دو دو راوی یہ چودہ روایتین ہوئین

غزل

اس غزل کے بعض اشعار محبوب حقیقی کے معاملہ پر منطبق ہوسکتے ہین اور بعض مرشد کے معاملہ پر۔

یارب سببی ساز کہ یارم بسلامت
بازآید برہاندم از چنگ ملامت

خاک رہ آن یار سفر کردہ بیارید
تا چشم جہان بین کنمش جائے اقامت

غالباً مرشد سفر مین ہین اور اشتیاق سے یا انقطاع فیوض سے حالت خستہ ہے جسپر ناواقف ملامت کرتے ہین اسلئے کہہ رہے ہین کہ اے اللہ کوئی ایسا سامان کر دیجئے کہ مرشد آجاوین جس سے میری حالت درست ہوجاوے تاکہ خلائق کی ملامت سے بچ جاؤن اب بشدت اشتیاق سے کہتے ہین کہ اُنکی راہ کی خاک ہی لادو تاکہ اپنی چشم جہان بین کو اُس خاک کا مقام بناؤن اور شعر اول کی توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ لائمین اُسکی محبت مین اسلئے ملامت کرتے ہین کہ اُسکو دیکھا نہین وہ آجاوے۔ تو سب اُسکو دیکھ لین اور پھر ملامت چھوڑدین جیسا زلیخا نے یوسف علیہ السّلام کا جمال لائمات کو دکھلا کر کہا تھا فذلکن الذی لمتننی فیہ اور مرشد پر اسکا انطباق اس طرح ہوسکتا ہے کہ بعض غیر معتقدین اُن سے ارتباط پر ملامت کرتے ہونگے جو اُنکے کمالات کے مشاہدہ پر ختم ہوجاوے گی ؎

فریاد کہ از شش جہتم راہ ببستند
آن خال وخط و زلف و رخ و عارض و قامت

اسمین بیان ہے۔ اپنی حالت حیرت کا کہ راہ بستن عبادت اسی سے ہے اور یادہ عبارت ہے اس سے کہ ایسا اسیر کیا کہ رہائی ہی متصور نہین اور دونون کا سبب عشق ہے۔ اشیاء مذکورہ مصرعہ ثانیہ کو سبب کہنے سے یہی مراد ہے۔ ایک حاشیہ مین ہے لفظ شش لطفے دارد کہ خال و خط وغیرہ در شعر ہمین عدد واقع ست اور یہ محبوب حقیقی و مرشد ہر دو پر منطبق ہوسکتا ہے۔ اور فریاد کرنا توجیہ ثانی پر اس اسیری کے زوال کی تمنا نہین بلکہ شدت اضطراب اسکا منشا رہے۔ ؎

امروز کہ در دست توام مرحمتے کن
فردا کہ شوم خاک چہ سود اشک ندامت

اسمین خطاب ہے مرشد کو کہ میرے حال پر توجہ کیجئے ورنہ حیب مین مرجاؤنگا۔ اور آپ اپنی بے توجہی کو یاد کرکے افسوس کیا کرینگے۔ اُسوقت کیا فائدہ ہوگا۔ یہ سب شدت اشتیاق کے مخاطبات ہین جسکی وجہ شبہ

بے التفاتی کا ہے۔ اور بعض اوقات واقع مین بھی مرشد سے باقتضاء طبیعت بشری توجہ الی المسترشدین کوتاہی ہوجاتی ہے تو اس صورت مین حکیمانہ تنبیہ ہے۔

اے آنکہ بتقریر و بیان دم زنی از عشق ‖ ما با تو نہ داریم سخن خیر و سلامت

اسمین خطاب اس شخص کو ہوسکتا ہے جو احوال خاصہ پر (مثل ما ذکر فی الاشعار السابقہ) عاشق کو ملامت کرتا ہے اور اس سے تحقیق سبب اضطراب کی کرتا ہے پس جواب دیتے ہین کہ عشق کے آثار قالی نہین حالی ہین اور خیر و سلامت مختصر ہے مثل مشہور ما بخیر و شما بسلامت کا۔ ۵

درویش مکن نالہ ز شمشیر احبا ‖ کاین طائفہ از کشتہ ستانند غرامت

تسلی طالب

اسمین تسلی ہے طالب کی کہ ان مرشدون کے (کہ محبوب ہین) معاملہ سے نالان مت ہو کہ یہ حضرات مسترشدین ہی کا جو کہ خود ہی مصیبت باطنی مین مبتلا ہین قصور نکالا کرتے ہین۔ کشتگی اس مصیبت زدگی کو اور غرامت یعنی جرمانہ و تاوان اسی قصور نکالنے کو کہا اس عنوان سے تعبیر کرنا محض ضیق قلب سے ہے ورنہ فی نفسہ تنزیہ ہے اسپر کہ بعض اوقات یہ باطنی مصیبتین واقع ہین سالک کی بے اعتدالی یا بدعلمی سے پیش آجاتی ہین

در خرقہ زن آتش کہ خم ابروئے ساقی ‖ بر می شکند گوشہ محراب امامت

اسمین بیان ہے اسکا کہ بعض اوقات طالب کو تنگی اس وجہ سے پیش آتی ہے کہ مرشد اسکے کسی امر محبوب للنفس کو چھڑاتا ہے۔ مثلاً ترفع کو چھڑا کر تذلل کے لئے ارشاد کیا نفس پر گران گذرا اس کشمکش مین ضیق ہوگیا اسکی نسبت فرماتے ہین کہ ایسے امر مین اطاعت کرنا ضروری ہے اور اعتقاد ضرورت اور عقد ہمت سے پھر وہ تنگی زائل ہوجاتی ہے۔ پس خرقہ سے مراد ترفع و اظہار بزرگی ہے اور یہی مراد ہے گوشہ محراب امامت سے اور ابرو کا حسن چونکہ خم سے بڑھ جاتا ہے اس سے مراد ہے حسن ادا و تعلیم مرشد اور بر می شکند سے مراد ہے امر بازالہ ترفع۔ ممکن ہے کہ اوپر کے شعر مین جسکو غرامت کہا تھا۔ اس شعر مین اسی غرامت کی یہ ایک مثال ہو۔ ۵

حاشا کہ من از جور و جفائے تو بنالم ‖ بیداد لطیفان ہمہ لطف است و کرامت

مبنی بر مصلحت بودن عتاب مرشد

یہ گویا ترجمہ ہے ضرب الحبیب زبیب اور اسمین اشارہ اس طرف ہے کہ مرشد کی سختی سرتاسر مصلحت ہوتی ہے اس سے شاکی اور تنگ نہ ہونا چاہیئے۔ ۵

کوتہ نکند بحث سر زلف تو حافظ ‖ پیوستہ شد این سلسلہ تا روز قیامت

اس مین خطاب ہوسکتا ہے محبوب حقیقی کو اور بحث سر زلف سے مراد سخن عشق و محبت ہے یعنی چونکہ عشق و آثار عشق باقی اور لاتقف عند حد ہے اسکی حکایت بھی غیر منقطع ہے۔ ۱

غزل

اسمین مدح اور طلب ہے عشق کی اور بیان ہے۔ اسکے بعض آثار کا اور تحریض ہے اسکے شدائد کے تحمل پر۔

ساقیم خضر ست و می آب حیات ‖ تو بہ از می چون کنم ہیہات ہات

بادۂ تلخ از لبِ شیرین (۱) ہان	در حلاوت می برد آب از نبات
چون دمِ عیسیٰ نسیم او ز لطف	مردۂ صد سالہ را بخشد حیات
جز بآبِ آتشین یعنی شراب	حل نمی گردد مرا این مشکلات
روزیِ ما بین کہ از دیوانِ عشق	جز سبوئے آبجران نشد ما را برات
شاد باد از روح آن رندے کہ او	بر سر کوئے مغان یابد وفات
حاصلِ عمرِ تو حافظ در جہان	بادۂ صافی ست باقی ترہات

یعنی مرشد قاسم فیض عشقی ہے اور شراب آبِ حیات ہی تو پھر کیونکر عشق کو ترک کرون یہ نہایت بعید ہے (ہیہات بُعْدَ) ہان لاؤ ترہات، اسم فعل بمعنی الامر) اور محبوب کے لب ہے تو بادہ تلخ بھی قند و مصری سے افضل ہے (مراد اس سے یہ ہے کہ جو شدائد محبوب کی طرف سے عشق مین پیش آوین وہ لذات سے بھی زیادہ لذت بخش ہین اور محبوب کے واردات یا کلامِ مرشد دمِ عیسے کی طرح مردہ دلون کے لئے حیات بخش ہین اور معرفت کے یہ مسائل مشکلہ بدون عشق کے کافی طور پر (محض بحث و بیان سے) حل نہین ہوتے آگے عشق کی ایک شدت کا بیان کرتے ہین کہ ہماری غذا دیکھو کہ دفتر عشق مین ہمارے حصہ مین صرف شراب ہجر آئی ہے مراد اس سے قبض ہے برات بمعنی نصیب و قسمت) آگے اُس شخص کو دعا دیتے ہین جو راہ عشق سے مرتے دم تک نہ ہٹے آگے مقطع مین بتلاتے ہین کہ بجز محبت الٰہیہ کے عمر کو جن مشاغل و مقاصد مین صرف کیا جاوے سب فضول اور بیکار ہین۔

غزل

یہ غزل مرشد کی جدائی مین لکھی گئی ہے۔ کذا فی الشرح۔

شربتے از لبِ لعلش نچشیدیم و برفت	روی مہ پیکر او سیر ندیدیم و برفت
گوئی از صحبتِ ما نیک بتنگ آمدہ بود	بار بر بست و بگردش نرسیدیم و برفت
بسکہ ما فاتحہ و حرزِ یمانی خواندیم	وز پیش سورۂ اخلاص دمیدیم و برفت
سر ز فرمانِ خطم گفت مکش تا بروم	ما سر خویش ز خطش نہ کشیدیم و برفت
عشوہ میداد کہ از کوئے ارادت نروم	دیدی آخر کہ چسان عشوہ خریدیم و برفت
شد چمان در چمن حسن و لطافت لیکن	در گلستان وصالش نچمیدیم و برفت
گفت از خود ببرد ہر کہ وصالم طلبد	ما بامید وی از خویش بریدیم و برفت
صورتِ او بلطافت اثر صنع خداست	ما بر ویش نظر سیر ندیدیم و برفت
ہمچو حافظ ہمہ شب نالہ و افغان کردیم	کای دریغا بوداعش نرسیدیم و برفت

در شعر ثانی بگردش ی بغبارِ او، و در شعر ثالث حرز یمانی نام دعائے کہ برائی حصول مقاصد میخوانند و ہمچنان

فاتحہ وبرائے تسخیر قل ہو اللہ را خوانند۔ و در شعر خاص عشوہ فریب مراد وعدہ کہ بوفا نرسد و در شعر سابع از خود بیخود یعنی فانی شود۔ مطلب بعد حل مفردات وتعیین غرض کے بالکل ظاہر ہے اور بعض اشعار سے شبہ خلف وعدہ کا ہوتا ہے۔ اُسکا دفع یہ ہے کہ یا تو وہ وعدہ مقید تھا کسی قید کے ساتھ اور یا مقصود وعدہ سے بذل توجہ تھا جسکا خلف ثابت نہیں۔ سه

غزل اسمین بیان ہے عشق کے آثار خاصہ وعامہ کا

ما راز آرزوی تو پروای خواب نیست	بی روی دلفریب تو بودن صواب نیست
در دور چشم مست تو ہشیار کس ندید	کو دیدہ کز تصور چشمت بخواب نیست
در ہر کہ بنگرم بغمی از تو مبتلاست	یک دل ندیدہ ام کہ ز عشقت خراب نیست
ہر کو بدست عشق تو شد کشتہ بر درت	او را ور انجناب سوال وجواب نیست
حافظ چو ذرہ بود در افتاد و تا بیافت	عاشق بنا شد آنکہ چو ذرہ او تاب نیست

بیان آثار خاصہ وعامہ عشق

یعنی تمہارے اشتیاق مین نیند اُڑ گئی اور آپکا ذکر دائم ضروری ہے۔ اور آپ کے عشق کے دورہ اور اثر عام سے ایک بھی اپنی حالت مین نہین ہر شخص محو ہے (خواب معنی محو) مقصود اشارہ اس مسئلہ کیطرف ہے کہ ہر شخص جس کسی چیز کی محبت مین اُس چیز کے کسی کمال کی وجہ سے مبتلا ہے۔ اُس کمال کا مرجع بالذات حقیقت مین ذات واجب ہے پس متعلق اُس محبت کا واقع مین ذات ہی ہے۔ اسی لئے تصور چشمت کہدیا مگر محب کو اسکی اطلاع نہین جیسے دیوار تابان کا عاشق واقع مین عاشق آفتاب ہے۔ مگر بیخبر اسی لئے اس محبت پر کوئی نفع مرتب نہین ہوتا پھر اس مسئلہ کے بیان سے کیا فائدہ سو فائدہ یہ ہے کہ اس سے حقتعالیٰ کا کمال اور اُس کمال کی وجہ سے واجب المحبۃ والاطاعت ہونا ثابت ہو گیا اسکے بعد کے شعر اور ہر کہ بنگرم مین یہی مضمون ہے۔ آگے عشق کا اثر آخرت مین ظاہر ہونے والا مذکور ہے کہ مقتول عشق کا حساب وکتاب جناب باری مین نہوگا لانہ شہید اکبر للحدیث الصحیح المجاہد من جاہد نفسہ۔ آگے تحمل بلیات عشق کی ہمت دلاتے ہین اپنی نظیر پیش کر کے بھی کہ اسکو تقویت ہمت مین بڑا دخل ہے اور قاعدہ کلیہ بیان کر کے بھی جسکا ماخذ حدیث صحیح ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل او نحوہ۔

غزل

خم زلف تو دام کفر و دین ست	ز کارستان او یک شمہ این ست

بیان تسخیر کفر و دین از جمال محبوب

یعنی کفر اور دین دونون مسخر جمال محبوب ہین اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات مین سے مضل اور ہادی دونون ہین اور اسماء وصفات سب جمیل اور مقتضی ظہور ہین پس اسم ہادی مقتضی ہوا خلق دین کو اور اسم مضل مقتضی ہوا خلق کفر کو پس دونون مخلوق اپنے خلق مین دونون اسمون کے جمال کے تابع ہوئے یہی مراد ہے مسخر اور عاشق ہونے سے اور چونکہ یہ امر عجیب ہے کہ دو متضاد چیزون ہی کسی کا جمال

ظاہر ہو ورنہ اکثر محبوبان مجازی مین یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر ایک امر سے انکا حسن پسند خاطر ہوتا ہے۔ تو اُس کی ضد
اُسکی پسندیدگی کو کم کر دیتی ہے اسلیے مصرعہ ثانیہ مین اُسکے عجیب ہونے کا حکم کرتے ہین۔ قال الرومی سہ
عاشقم بر لطف و بر قہرش بجد ؛ ای عجب من عاشقم بر ہر دو ضد ؛ سہ

جمالت معجز حسن ست لیکن	حدیث غمزہ ات سحر مبین ست

یہ لیکن استدراک کے لئے نہین بلکہ ترقی کے لئے ہے یعنی یہ خوبی تو ہے ہی لیکن ایک دوسری خوبی بھی
ہے جیسے عربی مین ابر معنی کے، لئے لفظ بید آتا ہے۔ مقصود جمال اور استتار کہ غمزہ اُس سے عبارت،
ہے دونون کا کمال بیان کرنا ہے۔ اور بعض نسخون مین بجائے معجز حسن است کے معجز عیسے است ہے۔
حاصل یہ ہوگا کہ جمال تو محیی ہے۔ اور استتار قاتل ہے جیسے سحر مہلک ہوتا ہے۔ سہ

بر آن چشم سیہ صد آفرین باد	کہ در عاشق کشی سحر آفرین ست،

چشم کو عاشق کش کہنا اگر باعتبار غمزہ یعنی نگاہ ہٹا لینے کے ہے کہ کنایہ ہے استغنا ر سے تب تو شعر
بالا کا مصرعہ ثانیہ اور یہ شعر متحد المعنی ہے اور اگر باعتبار نظر و التفات کے ہے تو عاشق کش کہنا اس معنی
کر ہے کہ عشق کو اور زیادہ کر دیا جس سے قلب زیادہ مجروح و بیتاب ہوگیا۔ اور یہ اثر مشاہدہ جمال بھی
ہے اور صد آفرین باد سے محض مدح مقصود ہے نہ کہ دعا۔ اور سحر آفرین کہتے ہین ساحر کامل کو۔ سہ

عجب راہے ست راہ عشق ہیہات	کہ چرخ ہفتمش ہفتم زمین است

اس مین بیان ہے طریق عشق کے علو کا کہ یہ چرخ ہفتم اُسکی زمین ہفتم ہے یعنی وہ چرخ ہفتم سے بھی
اعلی ہے۔ اور توجیہ اُسکی یہ ہوسکتی ہے کہ مورد عشق کا قلب اور روح ہے اور یہ لطائف باین معنی فوق
العرش ہین کہ عرش منتہای امکنہ ہے اور یہ بوجہ تجرد کے لامکانی ہین پس خارج از امکنہ ہوئے اور فوق العرش
اور لامکانی کا چرخ ہفتم اور مکانی سے رتبۃً اعلی ہونا ظاہر ہے لتنزہ المجرد عن ظلمۃ المادۃ التی ہی فی غیر المجرد سہ

تو پنداری کہ بدگو رفت و جان برد	حسابش با کراماً کاتبین ست

اعراب کراماً کاتبین حکائی است۔ یا تو مقصود اس سے تعلیم ہے سالک کی ترک غیبت وغیرہ کے
لئے اور یا تہدید ہے معترضین علی العشاق کی۔ سہ

ز چشم شوخ تو کے جان توان برد	کہ دایم با کمان اندر کمین ست

مقصود یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی دلربائی دائم ہے نہ مثل محبوبان مجازی کے کہ زوال حسن سے دلربائی بھی
منقطع ہو جاتی ہے۔ اور کمان سے مراد ابرو ہے کہ چشم کے متصل ہوتی ہے۔ سہ

لبت را آب حیوان گفتم اما	چہ جائے آب کان ما معین ست

ما معین مراد ماء جنت ماخوذ از قولہ تعالی فی الواقعۃ وکاس من معین۔ یعنی آب حیوان مین چونکہ یہ نقصان
ہے کہ گو حیات طویلہ بخشتا ہے۔ مگر حیات ابدی نہین بخشتا اسلئے وہ تشبیہ النقص ہے اسلئے کم از کم ما معین سے

بیان علو طریق عشق

تہدید بر غیبت

دوام دلربائی محبوب حقیقی

بیان دوام ما معین

تشبیہ دینا چاہیئے گو ناقص وہ بھی ہے. مقصود یہ ہے. کہ واجب کی تشبیہ ممکن سے تام نہین پس یہ مسئلہ معلوم ہوگیا کہ ایسی تشبیہات وتمثیلات سے قیاس الغائب علی الشاہد مین مبتلا نہ ہوجاوے جیسا بہت سے جہلاء صوفیہ اپنے عقائد بگاڑ لیتے ہین. مگر پھر بھی اگر اسکی ضرورت ہو توکسیقدر کامل سے چاہیئے گو اُسکے مقابلہ مین وہ بھی ناقص ہو مگر پھر اقرب الی الادب ہے. سہ

کہ دل بردو کنون دربند دین ست	مشو ایجان زکید نفس ایمن

یا تو یہ مقصود ہے کہ طریق عشق مین بعض احوال ایسے پیش آتے ہین کہ اگر علم حقیقت یا ہادی کامل نہو تو دین کا اندیشہ ہے پس سالک کو تحذیر ہے. اس مکر آلہی سے لان المکر یختلف انواعہ باختلاف احوال الممکور اور یا آمادہ کر رہے ہین. دین رسمی کے زوال کے لیئے جو کہ اثر ہے عشق کا کیونکہ اہل رسم نے بہت سے قیود و زوائد دین کے اندر اغراض نفسانیہ سے داخل کر رکھے ہین. اسی طرح صورتِ ریا کو دین بنا رکھا ہے یہ سب حذف ہوجاتے ہین. اور یا دین مرادف ہے ایمان کا اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے اور طریق عشق مین بعض اوقات معلومات سے ذہول محض ہوجاتا ہے. پس اہین مشو تحذیر کے لئے نہوگا. بلکہ مجازاً محض اطلاع وتنبیہ وتہیئہ کے لیئے. سہ

مدامش مستی رندی ازین ست	زجام عشق مے نوشید حافظ

اس مین بھی بیان ہے بعض آثار عشق کا اور تقریر ظاہر ہے.

غزل

بشکست عہد ما وازو ہیچ غم نداشت	دیدی کہ یار جز سر جور وستم نداشت
افگند وکشت وحرمت صید حرم نداشت	یارب ملیرش ارچہ دل چون کبوترم

یہ مرشد کی بے التفاتی کے توہم پر محمول ہوسکتا ہے اور عہد یا تو حالی ہے. اور یا بیعت کے وقت کا قالی کہ ہم تمہاری تربیت کرینگے. اور شعر ثانی کا منشاء غلبہ محبت ہے کہ اُسکی تکلیف اسپر بھی گوارا نہین. اور اسمین یہ تعلیم بھی ہوگئی کہ مرشد سے کسی حال مین تعلق محبت کم نہ کرے. سہ

حاشا کہ رسم جور وطریق ستم نداشت	برمن جفا ز بخت بد آمد وگرنہ یار

پہلا کلام سکر کا تھا یہ صحو کا ہے. یعنی جس حرمان پر تنگی ہو رہی ہے. اُسکا سبب بے توجہی مرشد کی نہین بلکہ نقصان ہے اپنی استعداد کا تتمیہ اور واقع مین وہ حرمان نہین بلکہ ہر شخص کی تربیت اُسکی استعداد کے موافق ہو سہ

ہر جا کہ رفت ہیچ کسش محترم نداشت	دل راہمہ جفا کہ بخواری کشید از و

اشارہ اس طرف ہے کہ تنگ ہوکر در مرشد کو چھوڑ کر دوسری طرف رجوع نکرنا چاہیے کیونکہ اہل نسبت ایسے باوجود علم کے ایسے شخص کی کوئی قدر نہین کرتا اور جو قدر کرے. وہ صاحب تکمیل نہین اُس سے نفع نہین حاصل ہوسکتا اور اگر اس شخص نے نہ بتلایا تو یہ دلیل عدم خلوص کی ہے جو خود مانع نفع ہے. سہ

ساقی بیار بادهٔ وبا مدعی بگو | انکار ما مکن که چنین جام جم نداشت

مطلب ہے زیادہ عشق کی اور جواب ہی منکر کا کہ ہمارا جام یعنی قلب کاشف اسرار الہیہ ہی اور جام جم کاشف اسرار کونیہ تھا فاین ہذا من ذاک اور ایسے علم شریف کا جلوہ گاہ قابل انکار نہین ۔ س

ہر رہرو ے کہ رہ بحریم درش نبرد | مسکین برید وادی در رہ در حرم نداشت

اسمین تنبیہ ہے اُن لوگون کی غلطی پر جو سلوک مین مقصد واصلی یعنی قرب و رضا کو چھوڑ کر غیر مقصود مثل مواجید و تصرفات و کشوف وغیرہ کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ وہ مقصود تک نہین پہونچتے گو کتنا ہی مجاہدہ کرین۔ اس مین بھی بہت لوگ مبتلا ہین ۔ س

خوش وقت رند مست کہ دنیا و آخرت | بر باد دادو ہیچ غم از بیش و کم نداشت

بیان ہے فضیلتِ عاشق کا کہ دنیا کو ترک کر دیتا ہے ۔ اور آخرت کو گو ترک نہین کرتا مگر اُسکو ملتفت الیہ بالذات نہین سمجھتا پس بر باد داد مفہوم عام ہے دونون کو شامل ۔ س

حافظ ببر تو گوئے فصاحت کہ مدعی | ہیچش ہنر نبود و خبر نیز ہم نداشت

مطلب یہ کہ تم مضامین عشق کلام فصیح سے کہے جاؤ اور مدعی منکر و مانع کی طرف التفات نہ کرو کہ نہ اُسکو ہنر عشق حاصل ہے ۔ کہ اُس کا محقق ہو اور نہ کچھ سُنی سُنائی خبر رکھتا ہے کہ مقلد ہو اسلیے اُسکا انکار قابل التفات نہین ۔ اور بعض نسخون مین گوی سعادت ہے ۔ یعنی تم تحصیل سعادت عشق مین لگے رہو اور مدعی کی طرف الخ

تنبیہ بر ترک التفات الی المواجید

فضیلت عاشق

غزل

برو ای زاہد و دعوت مکنم سوی بہشت | کہ خدا در ازل از بہر بہشتم نسرشت

یکجو از خرمن ہستی نتواند بر داشت | ہر کہ در راہ فنا در رہ حق دانہ نکشت

تو و تسبیح و مصلی و رہ زہد و ورع | من و میخانہ و ناقوس و رہ دیر و کنشت

منعم از می مکن ای صوفی صافی کہ حکیم | در ازل طینتِ ما را ز مے صاف سرشت

صوفی صاف بہشتی نبود زانکہ چو من | خرقہ در میکدہ ہا رہن می ناب نہشت

لذت از حور بہشت و لب حوضش نبود | ہر کہ او دامن معشوق خود از دست ہشت

حافظا لطف حق ار با تو عنایت دارد | باش فارغ ز غم دوزخ و شادی بہشت

زاہد سے مراد ایسا شخص ہے جو محض اعمال کو کمال سمجھتا ہے ۔ گو اسمین محبت مخصوص نہو اور صوفی صافی بھی اسی کو کہا صوفی باعتبار اسکے دعوی کے یا تمسخراً اور صافی اس اعتبار سے کہ خلوص سے صاف ہی ۔ کذا فی الشرح ۔ اور بہشت اور حور اور لب حوض سے مراد اعمال ہین کہ وہ کسی درجہ مین سبب ہین ان مذکورات کے یعنی جبکہ اعمال مین خلوص ہو ۔ مگر یہان مطلق اعمال مراد ہین وہ مع غیر خلوص اور تسبیح و مصلی وغیرہ اور

تعلیم خلوص

خرقہ سے اعمال کا مراد ہونا بہت ہی ظاہر ہے۔ اور میخانہ واخوا تہا اور مے اور میکدہ اور دامن معشوق سے مراد محبت وخلوص بعد حل ان مفردات کے مطلب اشعار کا ظاہر ہے کہ بدون اخلاص کے اعمال کا بیکار ہونا بیان کر رہے ہین اور یہی معنی ہین بہشتی نبودے کے جو کہ شعر خامس مین ہے یعنی عدم اخلاص فی العمل کا یہ مقتضا ہے گو اخلاص فی الایمان بہشتی ہونے کا سبب بنجاوے۔ اور شعر ثانی مین فنا کا شرط بقا ہونا مذکور ہے اور مقطع مین جنت و دوزخ کا ملتفت الیہ بالذات نہ ہونے کی تعلیم کر رہے ہین۔ اور مرغوب فیہ و مہروب عنہ ہونے کی نفی نہین کرتے۔ ۵

تعلیم عدم التفات بالذات الی الجنۃ والجحیم

غزل

اے نسیم سحر آرام گہ یار کجاست	منزل آن مہ عاشق کش عیار کجاست
شب تارست و رہ وادی ایمن در پیش	آتش طور کجا وعدۂ دیدار کجاست

یہ اشعار حالت قبض استتار کے ہین جسمین تجلیات و مشاہدات کی تمنا کر رہے ہین۔ اور شب تار اور وادی ایمن سے مراد اسباب تجلی مثلاً طلب و مجاہدہ وذکر وشغل وغیرہ۔ ۵

ہر کہ آمد بجہان نقش خرابی دارد	در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست

اگر خرابی سے مراد فنا ہے تب تو تعلیم ہے مراقبہ موت کی اور مصرعہ ثانیہ بطور تمثیل کے ہے یعنی چنانکہ درخرابات ہشیار نباشد ہمچنین درجہان کسے بے خرابی نباشد۔ اور اگر مراد اس سے صعوبت قبض ہے تو معنی یہ ہونگے کہ کوئی سالک اس سے خالی نہین پس اسمین ایک گونہ تسلی ہے اور اس صورت مین خرابات سے مراد طریق اور ہوشیار سے مراد سالم اس صعوبت مذکورہ سے اور یہ حکم باعتبار اکثر کے ہے۔ ۵

آنکس ست اہل بشارت کہ اشارت داند	نکتہ ہا ہست بسے محرم اسرار کجاست

تعلیم ان الالفاظ لیس مدارا للعقیدۃ

شاید اشارہ اس طرف ہو کہ ہم اپنے کلام مین بلسان اشارت نکات تصوف کے بیان کرتے ہین جو ان اشارات کو سمجھے اُسکو بشارت ہو۔ اور نکات از قبیل علوم مکاشفات کے ہمکو بہت سے معلوم ہین مگر چونکہ محرم اسرار کم ہین اسلئے بقدر ضرورت بعضے نکات از قبیل علوم معاملہ بیان کر دیتے ہین۔ اس تقریر پر اسمین دلالت ہوگئی اسپر کہ ایسے اشعار سے کسی ظاہری لفظ کو کسی عقیدہ کا مدار نہ ٹھیرالیا جاوے بلکہ جو مسئلہ دوسرے دلائل واضحہ سے ثابت ہو اُسکو اُن اشعار پر منطبق کر لیا جاوے نہ یہ کہ خود ان اشعار سے اخذ و استدلال کیا جاوے بہت لوگ اس غلطی میں مبتلا ہین

ہر سر موی مرا با تو ہزاران کارست	ما کجائیم و ملامت گر بیکار کجاست

مطلب یہ کہ طریق باطن امر وجدانی ہے جسکو معاملہ پڑتا ہے۔ وہ تو سمجھتا ہے۔ اور جسکو معاملہ نہین پڑا اُسکو اُسکا ذوق اور ادراک نہین ہوتا پس ملامت غلطی ہے اور کار و بیکار سے مراد یہی معاملہ اور عدم معاملہ ہے ۵

عاشق خستہ ز درد و غم ہجر تو بسوخت	خود نپرسی تو کہ آن عاشق غمخوار کجاست
بادہ و مطرب و گل جملہ مہیاست ولی	عیش بے دوست مہیا نشود یار کجاست

عقل دیوانہ شد آن سلسلۂ مشکین کو	دل زما گوشہ گرفت ابروی دلدار کجاست

ان مین بھی آثار استتار کے ہین۔ اور خود پرستی عبارت ہے استغنا سے اور بادہ وغیرہ سے مراد اشغال و اعمال اور عقل دیوانہ شد کے معنی ہین عقل زایل شد۔ اور دل زما گوشہ گرفت سے مراد ہے۔ دل گم شد اور سلسلۂ مشکین اور ابروی دلدار سے مراد تجلیات جنکی تمنا ہے اور تقریر مطلب کی سب ظاہر ہے۔ ۵

دلم از صومعہ و صحبت شیخ ست ملول	یار ترسا بچہ کو خانۂ خمار کجاست

صومعہ و صحبت شیخ سے مراد اعمال ظاہری بے محبت اور صحبت زاہد خشک۔ اور ترسا بچہ سے مراد مرشد عشق مشبہہ بہ للحسن ولو تفاوت بالظاہر والباطن اور خمار سے مراد بھی یہی۔ یعنی زاہدان خشک و زہد خشک وصول الی المتصود کے لئے کافی نہین مربی باطن کی ضرورت ہے۔ ۵

حافظ از باد خزان در چمن دہر مرنج	ذکر معقول بفرما گل بیخار کجاست

گل بیخار کجاست بیان ہے فکر معقول کا اسمین تسلی ہے حالت مذکورۂ بالا پر یعنی راحت خالی از بنت عالم مین موجود نہین پس ایسی حالت شاقہ کے پیش آنے سے پریشان مت ہو۔

غزل

خواب آن نرگس فتان تو بے چیزی نیست	تاب آن زلف پریشان تو بے چیزے نیست
از لبت شیر روان بود کہ من مے گفتم	کین شکر گرد نمکدان تو بے چیزے نیست
چشمۂ آب حیات است دہانت اما	زیر لب چاہ زنخدان تو بے چیزے نیست
جان من باد فدائے تو یقین میدانم	در کمان ناوک مژگان تو بے چیزے نیست
مبتلائی بغم و محنت و اندوہ و فراق	ای دل این نالہ و افغان تو بے چیزے نیست
دوش باد از سر کویش بگلستان بگذشت	ای گل این چاک گریبان تو بے چیزی نیست
درد عشق ارچہ دل از خلق نہان میدارد	حافظ این دیدۂ گریان تو بے چیزے نیست

اس غزل کے سات شعر مین سے اول کے چار اشعار مین محبوب کے کمالات و ان کمالات کے آثار اور اخیر کے تین اشعار مین محب کے حالات اور ان حالات کے موثرات مذکور ہین پس لفظ چیز کہ ردیف مین ہے اول کے اشعار مین معنی اثر ہے اور اخیر کے اشعار مین بمعنی موثر اور اول کے اشعار مین مجموعہ مفردات سے مراد مجموعہ مطلق کمالات ہین خاص مفردات کے خاص کمالات مراد نہین کہ ہر ایک مین تحقیق وجہ شبہہ کی ضرورت ہو اور چشم نرگس کی خوبی خواب سے اور زلف کی خوبی تاب یعنی پیچ سے بڑھ جاتی ہے۔ محض چشم و زلف کی مناسبت سے یہ لائے گئے ہین اور از لبت شیر روان بود نمایہ ابتدائی ظہور سے ہے اور شکر سے مراد لب اور نمکدان سے مراد دہان۔ مقصود یہ ہے کہ محبوب کے جو کمالات ظاہر ہوئے وہ بے وجہ نہین بلکہ مقصود اس سے خاص آثار کا مرتب کرنا تھا جن مین سے اعظم آثار عشاق کا فریفتہ کرنا ہے۔ اور

اخیر کے اشعار کا مقصود یہ ہے کہ عشاق کا نالہ وافغان اور گریبان چاک در دیدۂ گریان بے وجہ نہین بلکہ اسکا سبب موثر کوئی امر عظیم ہے۔ یعنی عشق۔ اور شعر سادس مین ظاہر مدلول کے اعتبار سے حسن التعلیل ہے یعنی ای گل شگفتگی مین تیرا جو گریبان ہوا سے چاک ہوگیا۔ ہے معلوم ہوتا ہے وہ ہوا کوئے محبوب سے گذر کر گلستان مین آئی ہوگی اسلیئے اسمین یہ اثر پیدا ہوگیا ا۔ ر مدلول باطنی کے اعتبار سے عاشق کو خطاب ہے کہ جس عشق سے تیر گریبان چاک ہوا ہے یہ ایک جاذبہ ہے جو جناب محبوب سے تجھپر وارد ہوا ہے۔

غزل

دیدمش دوش کہ سرمست و خرامان میرفت ۔ جام می بر کف و در مجلس رندان میرفت

چون ہمی گفتمش ای مونس دیرینہ من ۔ سخت میگفت و ل آزردہ پریشان میرفت

نقش خوارزم و خیال لب جیحون می بست ۔ با ہزاران گلہ از ملک سلیمان میرفت

ہیشد آنکس کہ چو او جان سخن کس نشناخت ۔ من ہمی دیدم و از کالبدم جان میرفت

گفتم اکنون سخن خوش کہ بگو ید با ما ۔ کان شکر لہجۂ خوشگوئے سخندان میرفت

لابہ بسیار نمودم کہ مرو سود نداشت ۔ زانکہ کار از نظر رحمت سلطان میرفت

بادشاہا زکرم از سر جرمش بگذر ۔ چکند سوختہ از غایت حرمان میرفت

چون نشد آن صنم از دیدۂ حافظ غائب ۔ اشک ہموارہ زرخسار بدامان میرفت

معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرشد کسی امر پہ آزردہ ہو کر چلے گئے ہین اس معاملہ کو لکھ رہے ہین سرمست و خرامان کنایہ استغنا ہے ہے۔ جام می بر کف کنایہ دلفریبی سے یا شان افاضہ سے جو سبب ہے دلفریبی کا۔ رندان سے مراد عشاق۔ خوارزم ایک شہر کا نام ہے اور جیحون اسکی نہر کا نام ہے۔ کذا فی القاموس۔ مطلب یہ کہ خوارزم اور جیحون کا نقشہ او خیال دل مین جمائے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ یا تو وہ شخص وہان کے رہنے والے ہون خواہ کوئی بزرگ ہون بلکو کی محبوب ہو اور یا مراد اس سے بقرینہ تقابل ملک سلیمان کے سکنت ہو یعنی مخدومیت سے دل برداشتہ ہو کر مسکینی کو پسند کر کے چلدیئے جیسا آزاد مزاجون کا مشرب ہوتا ہے۔ از ملک متعلق گلہ کے ہے اور با ہزاران گلہ حال ہی جسکا عامل میرفت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سلطنت سلیمان یعنی مخدومیت کی بھی پروانہ ہوئی کیونکہ آزاد مزاج تھے۔ اور جملہ چو او جان سخن الخ صفت ہے آنکس کی جان سخن مغز سخن یعنی وہ سخن فہم تھے۔ ہمی دیدم کا مفعول رفتن اور امحذوف ہی کہ بگو ید مین کاف کدامیہ ہے مراد اس سے سخنان حقایق و معارف کار از نظر رحمت سلطان میرفت کے معنی یہ ہین کہ کار روائی از لابہ نمیشد از نظر رحمت سلطان یعنی مرشد میشد و آن بو قوع نیامدہ ازان سودی نشد بادشاہا الی حرمان بیان لابہ و میرفت اندرین شعر بیان سود نداشت۔ و از غایت حرمان متعلق بسوختہ۔ اور تقریر اشعار کی بعد حل ان اجزا کے ظاہر ہے شاید مقصود اس حکایت سے ناواقفون کو یہ تبلانا ہو کہ راہ مین ایسے امور بھی پیش آجاتے ہین

تاکہ وقوع کے وقت پریشان و بددل نہ ہوجاوین کہ یہ سلوک مین سخت مضر ہے۔

غزل

هر آن خجسته نظر کز پئ سعادت رفت
بگنج میکدهٔ و خانهٔ ارادت رفت

ز رطل دُرد کشان کشف کرد سالک راه
رموز غیب که در عالم شهادت رفت

بیا و معرفت من شنو که در سخنم
ز فیض روح قدس نکتهٔ سعادت رفت

مجوز طالع مولود من بجز رندی
که این معامله با کوکب ولادت رفت

ز بامداد بدست دگر بر آمده
وظیفهٔ مئ دوشین مگر زیادت رفت

مگر بمعجزه کوشد طبیب عیسیٰ دم
چرا که کار من خسته از عیادت رفت

هزار شکر که حافظ ز راه میکده دوش
بگنج زاویهٔ طاعت و عبادت رفت

بیان فضل عشق و آثار

اس غزل مین بیان ہے فضل و آثار عشق کا اور سعادت سے یہی مراد ہے اور گنج میکدہ اور خانہ ارادت بھی اسی کو کہا ارادت کا ترجمہ ہے مرید ہونا اور بعض نسخون مین ہے از خانہ الخ اُس صورت مین ارادت کے معنی یا رسمی مریدی کے ہین جس سے اعراض ضروری ہے۔ اور یا ارادہ سے مراد ارادہ و خواہش حظوظ ہے اسکا ترک بھی ضروری ہے اور رطل دردکشان سے مراد بھی عشق ہے اور رموز غیب سے مراد تمام رموز غیب نہین کیونکہ کشف لوازم ولایت سے نہین بلکہ خاص رموز عشق ہین۔ اور اُن کا وقوع ظاہر ہے۔ کہ عالم شہادت ہی مین ہوتا ہے مگر بوجہ غیر مدرک بالعقول العام ہونے کے رموز کہدیا اور ظاہر ہے کہ حصول عشق سے اسرار عشق کہ وجدانی ہین مدرک ہوتے ہین۔ اور معرفت سے مراد علم معرفت مراد یہ کہ میرے ملفوظات مین نکات سعادت یعنی عشق کے مذکور ہین۔ اور رندی سے مراد بھی عشق ہی اور کوکب ولادت سے مقصود یہ ہے کہ میرا مذاق فطری عشق ہے۔ اور دست کے معنی ہین طرز وروش کذا فی الغیاث اور بعض نسخون مین بطرز دگر لکھا ہے۔ اور زبامداد الخ مین حاصل یہ ہے کہ خطاب مرشد کو ہو یعنی پہلے توآپکو میرے حالپر توجہ تھی مگر اب کچھ طرز بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ آگے کہتے ہین کہ میری بیماری اس درجہ تک پہونچ گئی ہے کہ خالی تسلی و ہمدردی سے کام نہین چلتا مرشد کے تصرف کی ضرورت ہے (اشارہ اسطرف ہے کہ تصرف یعنی ہمت و توجہ کی ایسے وقت احتیاج ہوتی ہے جبکہ تعلیم محض نافع نہو اسی واسطے اکابر نے تصریح کی ہو کہ جب طالب ذکر سے متاثر نہو تو شیخ ہمت سے کام لے) آگے مقطع مین اسپر شکر کرتے ہین کہ سکر سے صحو مین آگئے کیونکہ آخری حالت مین صحو ہی ہو جاتا ہے۔ اور بعض نسخون مین زراہ کی جگہ براہ اور بگنج کی جگہ زگنج ہے اُسوقت معنی یہ ہونگے کہ ز ہد ریائی سے عشق و خلوص مین آگئے و کلاہما صحیح۔

غزل

خمے که ابروی شوخ تو در کمان انداخت
بقصد جان من زار ناتوان انداخت

خم سے ابرو کا حسن بڑھ جاتا ہے۔ مراد اس سے ظہور حسن ہے یعنی ظہور جمال سے محبوب حقیقی کا یہ مقصود تھا کہ طالبون کو تعلق وتعشق ہو اور اس سے بھراس مقصود مین لازم نہین آتا قال اللہ تعالیٰ ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب اس سے ظاہر ہے کہ خلق کائنات مین کہ مظہر جمال ہے حکمت اعتبار کی ہے و اعتبار پر معرفت اور معرفت پر محبت کا ترتب ظاہر ہے پس ظہور جمال مین حکمت ترتب محبت کی ثابت ہوگئی۔ ؎

شراب خوردہ وخوی کردہ کے شدی بچمن	کہ آبروی تو آتش درارغوان انداخت

شراب خوردہ مست کنایہ از استغنا کہ موجب افزونی ربودگی دل عاشق باشد۔ وعرق کردہ مراد ازان باکمال جمال چہ عرق برروی موجب ازدیاد حسن ست۔ چمن دل عاشق۔ ارغوان چون سرخ باشد کنایہ از دل خونین عاشق یا پارۂ از دل چنانکہ ارغوان جزوی از چمن باشد ولطافت لفظ آبروی برظاہرست بمضمون شاعرانہ مین تو حسن التعلیل ہے کہ ارغوان کے خونین ہونے کی وجہ محبوب کا چمن مین گذر کرنا ہے کہ اسکو دیکھکر وہ خونبار ہوگیا اور مقصود معنوی وہ ہی ہے جو اوپر کے شعر مین تھا کہ ظہور جمال محبوب سبب ہو گیا دل عاشق کے خونین ہونیکا۔ اور کے شدی سے مقصود اثبات ہے نہ کہ استفہام یعنی خود میدانی۔ ؎

بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد	فریب چشم تو صد فتنہ درجہان انداخت
ز شرم آنکہ بروی تو نسبتش کردند	سمن بدست صبا خاک در دہان انداخت
بہ بزمگاہ چمن دوش مست بگذشتم	کہ از دہان توام غنچہ در گمان انداخت
بنفشہ طرۂ مفتول خود گرہ میزد	صبا حکایت زلف تو درمیان انداخت

ان چارون شعر مین امر مشترک حسن محبوب کو ترجیح دینا ہے دوسرے محبوبون کے حسن پر خاص خاص عنوان سے چنانچہ شعر اول مین نرگس پر چشم کو اس طرح ترجیح دیتے ہین کہ نرگس نے دعوی سے ایک ہی کرشمہ کیا تھا کہ اسکے مقابلہ مین تیری فریب چشم نے صدہا فتنے برپا کر دیئے اور ایک کرشمہ اسلیئے کہا کہ اسکا حسن ناقص اور متناہی ہی گویا صد کے مقابلہ مین ایک اور شعر ثانی مین روی محبوب کو سمن پر اس طرح ترجیح دیتے ہین کہ کہین کسی نے سمن کو تیرے رخ سے تشبیہ دیدی تھی شرم کے مارے اس نے اپنے موہنہ مین صبا کے ہاتھون خاک جھونک لی یعنی ہوا سے جو خاک اڑکر اسپر جا پڑی گویا اسکی وجہ یہ ہے شعر ثالث مین دہن کو غنچہ پر اس طرح ترجیح دیتے ہین کہ مین جو چمن مین گذرا اسکی وجہ یہ ہے کہ غنچہ کو دیکھکر تیرے دہن کا خیال آگیا ورنہ میرا چمن اور غنچہ سے کیا سروکار کیونکہ غنچہ ناقص ہے۔ اور وہان کامل۔ اور شعر رابع مین زلف کو بنفشہ پر اس طرح ترجیح دیتے ہین کہ بنفشہ اپنے کو آراستہ کر رہا تھا کہ صبا نے تیری زلف کی حکایت اس سے بیان کردی بیچارہ شرمندہ ہو کر رہگیا۔ ؎

کنون بآب مئی لعل خرقہ مے شویم	نصیبۂ ازل از خود نمی توان انداخت

نمی توان انداخت ای نمی توان دور کرد یعنی مذاق عشقی میرا فطری وجبلی ہے وجبل گردد جبلی نگردد فلا ینفع اللوم ؎

حسن جلی و اعتبار

نبود رنگ دو عالم کہ نقش الفت بود	زمانہ طرح محبت نہ این زمان انداخت

غالبًا اشارہ ہے مضمون کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف الخ کی طرف پس یہ محبت جو احببت مین مذکور ہے دو عالم کے وجود پر سابق ہے اور یہ محبت حادثہ اُسی کا فیض ہے مقصود اس سے مدح ہے محبت کی۔ ۱۲

من از ورع می و مطرب ندیدمی ہرگز	ہوای مغبچگانم درین و آن انداخت

این و آن اشارہ بسوی می و مطرب۔ و مغبچگان محبوبان والجمیۃ للجنس یعنی یہ آثار عشقیہ کہ احیانا مخل ظاہر تقوی ہوجاتے ہین محض غلبہ عشق سے صادر ہوتے ہین پس معذور رکھنا چاہیئے۔ ۱۲

جہان بکار دل اکنون شود کہ دور زمان	مرا بہ بندگی خواجہ زمان انداخت

خواجہ زمان سے مراد مرشد کامل ہے اسمین اپنے نفس کو بشارت دیتے ہین کہ اب سب کام مرضی موافق ہوجاوینگے اور اسمین اشارہ ہے۔ کہ مرشد کامل میسر ہونے کے بعد تسلی اور اُمید کامیابی کی رہنا چاہیئے۔ پریشانی چھوڑ دینا چاہیئے گو مفصلاً کوئی امر فہم مین نہ آوے۔ ۱۲

مگر گشایش حافظ درین خرابی بود	کہ قسمت ازلش در ہوئے مغان انداخت

خرابی سے مراد عشق کہ مخرب ظاہر ہے یعنی میرے لئے جو طریق عشق تجویز ہوا ہے معلوم ہوتا ہے میری تربیت اسی سے وابستہ ہے۔

غزل

روشن از پرتو رویت نظری نیست کہ نیست	منت خاک درت بر بصری نیست کہ نیست
ناظر روی تو صاحب نظرانند و لے	سر گیسوی تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست

شعر اول کے مصرعہ اولی مین جمال محبوب کے ظہور کا اور شعر ثانی کے مصرعہ ثانیہ مین اسکی محبت کا عام ہونا اور اسکے مصرعہ اولی مین معرفت کا خاص ہونا اور شعر اول کے مصرعہ ثانیہ مین اس معرفت مین محبوب ہی کی منت و فضل ہونا مذکور ہے اور یہ ظہور و محبت کا عموم سب کے اعتبار سے ہے۔ خواہ کسی کو ادراک ہو یا نہو جنکو ادراک ہے انکو بلا واسطہ ہے جنکو ادراک نہین انکو بواسطہ ہے۔ اور شعر اول کے مصرعہ ثانیہ کی تقریر یہ ہے۔ کہ جن لوگون کی بصر درست ہوگئی ہے۔ یہ اُنکا کمال نہین ہے بلکہ طفیل ہے آپکے خاک در کا پس اسمین اشارہ ہوجاویگا کہ کسی خوبی کو اپنی سعی کا ثمرہ نہ سمجھے بلکہ فضل خداوندی سمجھے۔ ۱۲

اشک غماز من ار سرخ بر آید چہ عجب	خجل از کردہ خود پردہ درے نیست کہ نیست

پردہ در غماز۔ اصل مضمون تو ثابت کرنا ہے۔ اثر عشق سے اشک خونین کے نکلنے کو اور عنوان مین بطور حسن التعلیل کے ایک شاعری لطافت ہے کہ یہ سرخی خجالت سے ہے اور خجالت غمازی سے اور غماز باعتبار دلالت علی العشق کے کہا۔ ۱۲

کمر کین من خستہ چہ بندی کہ زمہر	بر میان دل و جانم کمرے نیست کہ نیست

کین قہر۔ و استفہام چہ بندی برائے ترحم۔ و ز مہر بیان کمرے در مصرعہ ثانیہ بمعنی پٹکہ در میان بمعنی کمر۔ مطلب یہ کہ

عالم محبت

استغنا از غیر طلب کمال

اظہار دو فضل

میری کمر جان و دل پر عشق کے تمام پٹکے بندھے ہوئے ہین یعنی مین ہر طرح خادم و عاشق ہون مجھپر ترحم فرمائیے اور قہر نہ کیجئے ۔ س

تا بدامن نہ نشیند ز نسیمت گردے	سیل اشک از نظرم بر گذری نیست کہ نیست

گذر راہ و تا در نسیمت مضاف الیہ دامن ۔ ترجمہ تو یہ ہے کہ اس خیال سے کہ ہوا چلنے سے کبھی آپ کے دامن پر گرد نہ بیٹھ جاوے مین تمام سڑکون پر سیل اشک آنکھون سے بہاتا ہون تاکہ گرد جمی رہے اور مقصود یہ ہے کہ مین اسلیئے روتا رہتا ہون تاکہ محبوب کے دامن خاطر پر میری باولقدیر سے غبار نہ بیٹھ جاوے یعنی تاکہ ہمارے گناہون سے ناراض نہ ہوجاوین پس اسمین اشارہ ہوگا کہ بندہ کو ہمیشہ نادم اپنے افعال پر رہنا چاہیئے ۔ س

تا دم از شام سر زلف تو ہر جا نزند	با صبا گفت و شنیدم سحرے نیست کہ نیست

شام سے تشبیہ زلف کی باعتبار سیاہی کے ہے اور مقابلہ اسکا سحر سے لطافت شاعری ہے ۔ ترجمہ لفظی تو یہ ہے کہ مین صبا سے ہر سحر کو یہ گفت و شنید رکھتا ہون کہ تیری زلف کی حکایت ہر جگہ بیان نہ کرے او بلسان اشارت مقصود یہ ہے کہ مین اہل معرفت کو سمجہاتا ہون کہ اسرار باطنی ہر مجلس مین نہ کہین بلکہ جب مخاطب صحیح ہو تو اسمین نہی ہے ۔ افشاء اسرار سے غیر اہل کے سامنے ۔ س

من از ین طالع شوریدہ برنجم ورنہ	بہرہ مند از سر کویت دگرے نیست کہ نیست

مطلب یہ کہ محبوب کی طرف سے بخل افاضہ مین نہین ۔ مگر میر النقصان استعداد موجب خسران ہے ۔ اشارہ اسطرف ہے کہ کمی کا سبب اپنی حالت ہوتی ہے نہ کہ محبوب کی بے توجہی ۔ اور طالب صادق کی کمی باعتبار اسکی کسی خاص خواہش کے ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ وہ کمی ہی اسکے حق مین مصلحت ہے مثلاً بعضے طالب مواجید کے ہوتے ہین اور وہ انکے لئے خلاف مصلحت ہوتے ہین ۔ س

از خیال لب نوشین تو ای چشمۂ نوش	غرق آب و عرق اکنون شکرے نیست کہ نیست

نوش شیرین و گوارا و آب حیات کذا فی الغیاث یعنی شکر بھی محبوب کے خیال لب سے غرق آب عرق ہے مقصود یہ ہے کہ محبوبان مجازی محبوب حقیقی کے روبرو ناقص ہین اس تبلانے سے غرض یہ ہے کہ ادہر التفات مت کرو ۔ س

آب چشمم کہ بر و منت خاک در تست	زیر صد منت او خاک درے نیست کہ نیست

یعنی میرا آب چشم تو آپ کی خاک در کا ممنون ہے کیونکہ اسی کے اشتیاق مین وہ روان ہوا ہے اور دوسرے خاک در اس آب چشم کے ممنون ہین کیونکہ وہ آب چشم کثرت گریہ سے ہر جگہ بہتا پھرتا ہے پس سب کو اس سے حصہ ملا اور بلسان اشارت اسمین بیان اسکا ہے کہ جس طرح سالک پر حق تعالیٰ کا احسان ہے اسی طرح کسی درجہ مین سالک کا احسان دوسرون پر ہے کہ وہ انکی رہبری کرتا ہے بلکہ اسکی حالت محبت و طلب یا گریہ و نالہ کی دیکھکر بھی دوسرون کو نفع پہونچتا ہے ۔ اسمین اشارہ ہے مضمون من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کی طرف ۔ س

از وجود اینقدرم نام و نشانے ست کہ ہست	ورنہ از ضعف در آنجا اثرے نیست کہ نیست

تعلیم ندامت بر معاصی خود

منع از افشاء اسرار

سبب حرمان از ترک سعی خود است نہ از محبوب

منع التفات بطرف محبوب مجازی

تعلیم شکر

مطلب ظاہر ہے کہ غایت ضعف کا بیان کر رہے ہین جس سے تمام توتہ زائل ہوگئی صرف وجود کا حکم باقی ہے اور اسمین بیان ہے اثر عشق کا ۔ ف

شیر در بادیۂ عشق تو روباہ شود	آہ ازین راہ کہ در وے خطری نیست کہ نیست

مطلب یہ کہ طریق عشق مین کہ پُر خطر ہے بڑے بڑے اتویار عاجز ہوجاتے ہین۔ اسمین بھی اشارہ ہے تعلیم شکستگی کی طرف کہ یہان زاری کا کام ہے زور کا کام نہین کما قال الرومی ع فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ٭ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ ۔ ف

نہ من دل شدہ از دست تو خونین جگرم	از غم عشق تو پر خون جگری نیست کہ نیست

جگرے نکرہ تحت نفی مین ہونے سے عام ہے اور عام بمعنی کثیر کے بھی آتا ہے پس اگر مراد کثرت ہی تو ظاہر ہی کہ عشاق حق کثرت سے ہین اور اگر عموم ہی مراد ہے۔ تو عشق عام ہے بواسطہ و بلا واسطہ و مع الادراک و بلا ادراک کو اس کا عموم لجمیع القلوب صحیح ہے ۔ ف

از سر کوے تو رفتن نتوانم گامے	ورنہ اندر دل بیدل سفری نیست کہ نیست

یعنی سفر تو بڑے بڑے دل مین آتے ہین مگر غلبۂ عشق سے ایک قدم بھی کہین نہین جا سکتا سفر سے مراد میلان الی العادات الطبعیہ اسمین اشارہ اس طرف ہے کہ عشق سے امور طبعیہ کا ازالہ نہین ہوتا البتہ مغلوب ہوجاتے ہین پس احیاناً وسوسہ یا صدور کسی امر طبعی کا مستبعد نہین نہ منافی کمال ہے جیسا بعض منکرین معاندین خفیف خفیف امور پر اعتراض کیا کرتے ہین یا بعضے ناواقف طالبین ایسے امور پر عقیدت مین فتور ڈال لیتے ہین ۔ ف

تو خود اے شعلۂ رخشندہ چہ داری در سر	کہ کباب از حرکاتت جگری نیست کہ نیست

چہ داری در سر یعنی چہ خیال و چہ ارادہ داری حرکات کنایت از ظہور و خفا و الفت و صورت استغنا را و ریہ استفہام سوال کے لئے نہین بلکہ اثبات کے لئے ہے یعنی ان معاملات مین کہ عشاق کے ساتھ واقع ہوتے ہین کوئی بڑی ہی حکمت و مصلحت ہے اسمین اشارہ ہوگیا کہ جو کچھ ادہر سے پیش آوے اسپر راضی رہے اور یہ نہایت معین ہے سلوک پر ۔ ف

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز	ورنہ در مجلس رندان خبری نیست کہ نیست

اسکا بھی وہی مقصود ہے جو غزل ہذا کے شعر ساوس تا دم از شام الخ کا ہے یعنی علوم مکاشفات علی الاطلاق و علوم معاملہ جو اپنے ساتھ متعلق ہین نااہل سے نہ کہنا چاہیئے ۔ ف

بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخوشنود ست	در سراپای وجودت ہنری نیست کہ نیست

ز تو ناخوشنود ست کے یہ معنی نہین کہ از تو ناراض ست یعنی یہ از صلہ کا نہین بلکہ ابتدائیہ ہے یعنی و از جانب او گاہے مسرت رسیدہ نمودہ ۔ اسمین شکایت ہے مرشد کی بے توجہی کی کہ توجہ جو مایۂ مسرت ہی کبھی نصیب نہین ہی حاصل یہ کہ آپ مین سب خوبیان ہین مگر اتنی کسر ہے کہ بے توجہی کی عادت ہے۔ یہ مضمون ذرا لبسط کیساتھ ردیف الالف غزل صبا بلطف بگو شعر جز این قدر الخ کی شرح مین لکھا جاچکا ہے۔ دیکھہ لیا جاوے

غزل

کس نیست کہ افتادۂ آن زلف دوتا نیست
در رہ گذری نیست کہ دامی زبلا نیست

روی تو مگر آئینۂ لطف آلہی ست
حقا کہ چنین ست درین روی ریا نیست

زاہد دہدم توبہ ز روی تو زہی روے
ہیچش ز خدا شرم و ز روی تو حیا نیست

نرگس طلبد شیوۂ چشم تو زہے چشم
مسکین خبرش از سر و در دیدہ حیا نیست

از بہرہ خدا زلف میارای کہ مارا
شب نیست کہ صد عربدہ با باد صبا نیست

باز آی کہ بے روی تو ای شمع دل افروز
در بزم حریفان اثر نور و ضیا نیست

دی میشد و گفتم صنما عہد بجا آر
گفتا غلط ای خواجہ درین عہد وفا نیست

تیمار غریبان سبب ذکر جمیل ست
جانا مگر این قاعدہ در شہر شما نیست

چون چشم تو دل می برد از گوشہ نشینان
دنبال تو بودن گنہ از جانب ما نیست

گر پیر مغان مرشد ما شد چہ تفاوت
در ہیچ سرے نیست کہ سری ز خدا نیست

گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم
دانند بزرگان کہ سزاوار سہا نیست

عاشق چہ کند گر نخورد تیر ملامت
با ہیچ دلاور سپر تیر قضا نیست

در صومعۂ زاہد و در خلوت عابد
جز گوشۂ ابروی تو محراب دعا نیست

ای چنگ فرو بردہ بخون دل حافظ
فکرت مگر از غیرت قرآن خدا نیست

یہ تمام غزل بجز مقطع کے قبل والے شعر کے معاملات متعلقہ مرشد پر منطبق ہے۔ یعنی ہر شخص (مراد بکثرت) آپ کے شیدا ہین جسطرف آپ گذرتے ہین طالبین مسخر ہوتے چلے جاتے ہین۔ آپ کا سیما آئینۂ لطف آلہی ہے۔ جیسا حدیث مین ہے اذا راؤ ذکر اللہ اور یہ امر بالکل بلا روی و ریا کہتا ہون (یعنی خوشامد و تصنع سے نہین کہتا) زاہد خشک مجھکو آپ کے سلسلہ سے ہٹانا چاہتا ہے ذرا موبنہ تو دہو رکھے اُس زاہد کو نہ خدا کی شرم رہی نہ آپ کے کمالات کی وہ زاہد بیچارہ کہ نرگس کی طرح جو کہ بشکل چشم ہی مگر بینائی سے معرا شیخ بنکر آپ سے تشبہ کرنا چاہتا ہے اور اپنی بیعت کی طرف بلاتا ہے چشم نرگس بالمعنی المذکور بھی عجب چشم ہے کہ آپکی چشم کا مقابلہ کرتی ہی اُس غریب کو حقیقت (ترجمہ سر بالکسر) کی خبر نہین اور نہ آنکھہ مین حیا ہے (ہم تو آپ کے پورے معتقد ہین اور کمالات کو ظاہر کرنے کی ضرورت نہین (وہذا ہو المراد لقولہ زلف میارا) جیسا کہ شیوخ احیانا کسی مرید کی استواری عقیدہ کی مصلحت سے ایسا کرتے ہین و فی ہذا قیل ریا را الشیخ خیر من اخلاص المرید کیونکہ ہمیشہ ویسے ہی غمازین و مخالفین سے ہمارا عربدہ رہتا ہے اب اظہار کمال سے اُنکو اور حسد ہوگا اور وہ زیادہ مخالفت کرینگے ہمارا عربدہ اور بڑہیگا اور ترجمہ لفظیہ شعر ہذا کی یہ تقریر ہے۔ کہ تم اپنی زلف کو آراستہ مت کرو کیونکہ صبا اُسکو پریشان کریگی اور اُسپر ہمارا

اُس سے عربدہ رہا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ پریشان کرنا ایک قسم کی مزاحمت غرض تزئین کی ہے۔ اسلئے مین نے اُس کو
کنایہ مخالفت سے قرار دیا اور اگر یہ شبہ ہو کہ پریشان کرنے سے اور بھی حسن مین افزونی ہوجاتی ہو پھر مخالفت کیا ہوئی
جواب یہ ہے کہ بالذات تو مخالفت ہی ہے بالغرض سبب ازدیاد حسن کا ہوجاتا ہے سو بزرگوں کی مخالفت سے
بھی اسی طرح اُن کے کمالات کی دونی خوبی ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ امر مشاہد ہے۔ آگے باز آئی ہین مرشد کو اپنی
طرف متوجہ کرتے ہین اور بدون اُن کے مجلس کا فیوض سے خالی ہونا ظاہر کرتے ہین آگے بیت توبھی مزعوم و موہوم
کی شکایت ہے اور مرشد کا جواب دربن عہد وفا نیست یہ حسب مذاق مخاطب کے ہے جس نے عہد بجا آر کھے مین
گستاخی کی ہے ورنہ جواب یہ ہے کہ میرا عہد بالتوجہ جن شرائط سے مقید تھا وہ شرطین نہین رہین۔ آگے بیت از
عزیبان الخ کا حاصل مثل شعر بالا کے ہے اور اُسی کے مثل اسمین بھی شوخی ہے۔ آگے اپنے اس تعشق و تعلق شدید
کا سبب تبلاتے ہین کہ جب گوشہ نشین جو دوسری طرف بھی یعنی عبادات و ریاضات مین متوجہ و مشغول ہین آپکی
محبت سے خالی نہین حالانکہ ایک طرف تعلق ہونا مانع ہوتا ہے دوسری طرف تعلق ہونے کو تو اگر ہم پیچھے پیچھے پھرین
تو ہماری کیا خطا کیونکہ ہمکو تو ابھی کوئی مشغولی بھی نہین محض مرشد کی تلاش ہی شغل ہے۔ اور اگر ہمنے مذاق عشقی کا
مرشد اختیار کر لیا تو ملامت گر زاہد وغیرہ ہمپر کیون الزام دیتا ہے۔ ہر سرین (یعنی بکثرت) خدا تعالی کی طلب ہے
(ولکونہ مخفیا عبر عنہ بالسر) اور طالب اپنا رہبر اپنے مذاق کے موافق تلاش کرتا ہی ہے سو ہمنے بھی تجویز کر لیا
آگے اُس زاہد مدعی مشیخت کو نصیحت ہے کہ کامل کے سامنے دعوی مذموم ہے۔ آگے ملامت سے اپنی بے پروائی
بیان کرتے ہین کہ ہماری تقدیر مین یہی تھا کیا علاج کرین۔ آگے درصومعہ الخ مین خطاب محبوب حقیقی کو ہے کہ سب
سالک آپ ہی کے طالب ہین اس سے بھی شاید زاہد کو سنانا ہو کہ پھر ہماری طلب پر کیون ملامت کرتا ہے
فیکون تقریرہ کتقریر الشعر گر پیر مغان الخ آگے مرشد کو تنگ ہو کر کہتے ہین کہ بے توجہی سے کیون قتل کرتے ہو
کچھ حافظ قرآن ہونے کا تو پاس کرو والعذر عن امثال ہذا ہو الغلبۃ۔

غزل

رواق منظر چشم من آشیانہ تست — کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانہ تست
بلطف خال و خط از عارفان ربودی دل — لطیفہای عجب زیر دام و دانہ تست
دلت بوصل گل ای بلبل چمن خوش باد — کہ در چمن ہمہ گلبانگ عاشقانہ تست
علاج ضعف دل ما بلب حوالت کن — کہ آن مفرح یاقوت در خزانہ تست
بہ تن مقصرم از دولت ملازمتت — ولے خلاصہ جان خاک آستانہ تست
چہ جای من کہ بلرزد سپہر شعبدہ باز — ازین حیل کہ در انبانہ بہانہ تست
من آن نیم کہ دہم نقد دل بہر شوخے — در خزانہ بمہر تو و نشانہ تست

تو خود چه لعبتی ای شهسوار شیرین کار	که توسنی چو فلک رام تازیانهٔ تست
سرود مجلست اکنون فلک برقص آورد	که شعر حافظ شیرین سخن ترانهٔ تست

شرح مین ہے این غزل در جدائی مرشد ست مین کہتا ہون کہ بعض اشعار کا محبوب حقیقی کے متعلق ہونا زیادہ انسب ہے وقلیل ما ہو. رواق سقفے کہ در مقدم خانہ سازند اور شرح مین ہے رواق منظر چشم مردمک دیدہ کذا فی اصطلاح الشعراء اب معنی شعر اول کے ظاہر ہین اور شعر ثانی مین خطاب محبوب حقیقی کو کہا جانا بہتر ہے. کہ عارفین کا جاذب اسی کا کمال ہے گو یہ بھی احتمال ہے کہ مرشد کا مرجع العارفین ومحبوب العارفین ہونا بیان کرتے ہون اور زیر دام ودانہ ہونا کنایہ ہے مخفی ہونے سے معنی یہ ہوئے کہ آپکے پاس عجب لطائف مخفیہ ہین مراد ان لطائف سے وہی کمالات ہین جو کہ جاذب عارفین ہین اور شعر ثالث مین دعا دیتے ہین کہ آپکو خدا تعالی ہمیشہ مشرف بوصال رکھے کہ عالم مین تمامتر آپ ہی کے ارشادات کے فیوض ہین. شعر رابع مین درخواست سخنان لطف کی کہ تعلیم وتلقین بھی اس مین داخل ہے کرتے ہین کہ یہ ہمارے امراض باطنی کا علاج ہے بعض امراض مثل حزن ووسوسہ کم توجہی کا تو نفس خطاب اور بعض کا عمل بحسب تعلیم. اور شعر خامس مین کہتے ہین کہ گو ظاہر جسم کے اعذار سے مین آپکی خدمت مین حاضر رہنے سے مقصر ہون (کیونکہ جدائی کی حالت مین لکھ رہے ہین) لیکن روح وقلب سے آپ ہی کے آستانہ پر پڑا ہون اور یہ شعر محبوب حقیقی کے خطاب مین بھی ہو سکتا ہے اور معنی ظاہر ہین کہ اس سے قرب واتصال جسمانی نہین ہے. کیونکہ اتصال جسمانی موقوف ہے متصلین کی جسمیۃ پر وہو ممتنع. اور شعر سادس مین کہتے ہین کہ مین تو کیا چیز ہون آپکی خفی تدبیرون اور خفی حکمتوں سے بڑے بڑے عاقل مدبر عاجز ہین شاید اس سے مقصود یہ ہو کہ اگر سالک کو کوئی امر ناگوار پیش آوے تو اسکو قرین حکمت سمجھے یا یہ مقصود ہو کہ اپنے تصرفات وغیرہ پر ناز نہ کرے شاید وہ استدراج ہو یہ شعر محبوب حقیقی ہی کی شان مین ہو سکتا ہے شعر سابع مین کہتے ہین کہ مین محبوبان مجازی کے ساتھ دل کو وابستہ نہین کرتا خزانۂ قلب کے دروازہ پر آپ ہی کی مہر اور نشان لگ رہا ہے. اس مین مذمت ہے تعلق محبوبان مجازی کی شعر ثامن مین لعبت جو آیا ہے اسکے معنی ہین کھلونا چونکہ عادۃً کھلونا خوبصورت اور خوبصورتی کی وجہ سے محبوب ہوتا ہے. حاصل معنی اسکے محبوب ہوئے یعنی آپکی محبوبیت اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ فلک اتنا بڑا جسم جسپر کسی کی قدرت نہین چلتی آپ کے تحت القدرۃ ہے اور اسکو محبوبیت کا اثر اسلئے کہنا صحیح ہے کہ قدرت ایک کمال عظیم ہے اور کمال سبب ہے محبوبیت حق تعالی کا پس سخر قدرت اور سخر کمال اور سخر محبوبیت سب کہنا صحیح ہے بالخصوص جب قالتا اتینا طائعین پر نظر کیجاوے تو بلا واسطہ بھی سخر محبوبیت کہنا بے غبار ہے کیونکہ طلوع خود حاصل ہے محبۃ کا. یہ شعر محبوب حقیقی ہی کی شان مین ہو سکتا ہے اور شعر تاسع مین اپنے کلام کی کہ وصف معشوق مین ہے مدح کرتے ہین کہ آپکی مجلس مین جو سرود ہوتا ہے اس کا اثر فلک پر بھی ہوتا ہے. یعنی جو شے کسی سے متاثر نہ ہو وہ بھی متاثر ہوتی ہے کیونکہ حافظ کا کلام آپکے ترانۂ مدح پر مشتمل ہے. اور آپکی مجلس مین اسی کا سرود ہوتا ہے. اسمین بیان ہے تاثیر کلمات عشقیہ کا.

غزل

ساقی بیا کہ یار ز رخ پردہ برگرفت — کار چراغ خلوتیان باز در گرفت
آن شمع سرگرفتہ دگر چہرہ برفروخت — وآن پیر سالخوردہ جوانی ز سر گرفت

حاشیہ مین ہے واین شعر در حال بسط بعد قبض گفتہ۔ پردہ مفعول برگرفت و ضمیر فاعل راجع بسوی یار۔ کار چراغ الخ مراد رونق تازہ گرفت۔ شمع سرگرفتہ و پیر سالخوردہ کنایہ از دل کہ از افسردگی چون شمع کہ قریب مردن باشد نزدیک بود کہ سر در پردہ ظلمت کشد و ہمچو پیر ضعیف شدہ بودہ پس از بسط مسرور شد۔ یا مراد از شمع سرگرفتہ واردات کہ مخفی و سرور گریبان شدہ بودند۔ یا معنی سرگرفتہ آنکہ گل او گرفتہ باشند کہ از ان پس روشن می شود پس مراد برین تقدیر دل باشد و بس و اشارہ باین باشد کہ ہمین شان بسط بعد قبض می شود مایوس نباید بود واللہ اعلم۔ ۵

آن عشوہ داد عشق کہ مفتی ز رہ برفت — وان لطف کرد دوست کہ دشمن حذر گرفت

مفتی سے مراد خواص منکرین اور دشمن سے مراد عوام منکرین یعنی عشق کے آثار ہمیں اس طرح وارد ہوئے کہ خواص مذکورین بھی متاثر ہو گئے اور عوام بھی دم بخود رہ گئے اس اثر کے دوام و ترتب کا حکم نہین کرتے بلکہ احیانا ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ مخالفین پر بھی اثر پڑنے لگتا ہے کما ذکر رہنا۔ ۵

زنہار ازین عبارت شیرین و دلفریب — گوئی کہ پستہ تو سخن در شکر گرفت

یہ زنہار استعاذہ کے لئے نہین بلکہ استعظام کے لئے ہے یعنی اللہ اکبر محبوب کا کلام کس درجہ شیرین ہے گویا اس کے پستہ دہن نے اپنے سخن کو شکر مین لپیٹ رکھا ہے۔ مقصود بیان کرنا ہے۔ ایک کمال محبوب کا تاکہ غیر طالبین کو طلب اور طالبین کو زیادت طلب پیدا ہو۔ ۵

بار غمے کہ خاطر ما خستہ کردہ بود — عیسی دمے خدا بفرستاد و برگرفت

برگرفت یعنی دور کرد آن بار غم را۔ اسمین شکریہ ہے مرشد کا کہ انکی ہمت یا تلقین سے قبض رفع ہوا ہوگا۔ ۵

ہر سرو قد کہ بر مہ و خور حسن می فروخت — چون تو در آمدی پے کار دگر گرفت

حسن می فروخت یعنی تفاخر می کرد۔ مطلب یہ کہ جو اپنے کو ماہ و خور سے بھی زیادہ حسین سمجھتے تھے۔ جب محبوب حقیقی کا حسن ظاہر ہو گیا وہ اور کام مین لگ گئے کنایہ اس سے ہے کہ دعوی چھوڑ دیا اور بہتر ہے کہ اور کام سے مراد عاشقی ہو یعنی وہ خود ہی عاشق ہو گئے پس در آمدی سے مراد در آمدی بر دلہای ایشان اور اگر در آمدی کے معنی ہون در آمدی بر دلہای طالبان تو معنی یہ ہونگے کہ جن طالبین کے سامنے محبوبان مجازی دعوی کرتے تھے جب ان طالبین کے قلوب مین آپکی معرفت ہو گئی اور ان حسینون نے اپنی بیقدری دیکھی و امید التفات نہ رہی اپنے دوسرے کام مین لگ گئے۔ ۵

زین قصہ ہفت گنبد افلاک پر صداست — کوتہ نظر ببین کہ سخن مختصر گرفت

این قصہ سے مراد عشق ہے مطلب یہ کہ عشق کا سب مین اثر ہے کوتاہ نظر اسکو صرف بعض آدمیون ہی کے

ساتھ مخصوص سمجھتے ہین اور اُن کو ملامت کرتے ہین عشق سے مراد مطلق انجذاب الی اللہ خواہ مع الشعور رہو یا بلاشعور اور شعور کے ساتھ خواہ خود اُس انجذاب کا ادراک ہو یا نہو اور خواہ بلا واسطہ ہو یا بواسطہ جیسا اس کے قبل بھی بعض بعض جگہ بیان کیا گیا ہے۔ اس تقریر پر اسمین جواب ہوگا لائم کو اور ممکن ہے کہ فضیلت عشق کی بیان کرنا ہو۔ سے

تعویذ کرد شعر ترا و بزر گرفت	حافظ تو این دعا زکہ آموختی کہ یار

دعا سے مراد مطلق الکلام کہ مشتمل ہے ثنا پر۔ تعویذ کرد یعنی اور امثل تعویذ شمار کرد یعنی گرامی داشت و بزر گرفت یعنی خرید چنانچہ تعویذ را می خرند مراد آنکہ شعر را گرامی داشت و برآن صلہ داد از لطف و کرم خویش۔ اور یار سے مراد اگر محبوب حقیقی ہے تو زکہ مین کاف سے بھی وہی مراد ہے اور معنی یہ ہونگے کہ جو چیز عند اللہ مکرم ہو اُسکی تعلیم کرنے والا اور کون ہوگا تو نے بھی سوا اُن کے کس سے سیکھا ہے یعنی اُن ہی سے سیکھا ہے۔ پس مقصود یہ ہوگا کہ جو عمل مبرد رصادر ہو جاوے وہ اُن ہی کا احسان ہے مغرور نہو۔ اور اگر یار سے مراد مرشد ہو تو کاف مین دو احتمال ہین: ایک تو وہی جو مذکور ہوا پس مقصود یہ ہوگا کہ مرشد کی عنایت بھی اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ کاف سے مراد بھی مرشد ہو اور آموختن ظاہری ہو یعنی یہ اُن ہی کی تعلیم و تلقین کا فیض ہے اور آموختن کے اس معنی پر یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ یار سے مراد محبوب حقیقی ہو اور کاف سے مراد مرشد

غزل

شنیدہ ام سخن خوش کہ پیر کنعان گفت ۔۔۔ فراق یار نہ آن میکند کہ بتوان گفت
حدیث ہول قیامت کہ گفت واعظ شہر ۔۔۔ کنایتیست کہ از روزگار ہجران گفت
نشان یار سفر کردہ از کہ پرسم باز ۔۔۔ کہ ہر چہ گفت برید صبا پریشان گفت
فغان کہ آن مہ نامہربان دشمن دوست ۔۔۔ بترک صحبت یاران خود چہ آسان گفت
غم کہن بمئی سالخوردہ دفع کنید ۔۔۔ کہ تخم خوشدلی این ست پیر دہقان گفت
من و مقام رضا بعد ازین و شکر رقیب ۔۔۔ کہ دل بدرد تو خو کرد و ترک درمان گفت
گرہ بباد مزن گرچہ بر مراد وزد ۔۔۔ کہ این سخن بمثل باد با سلیمان گفت
مزن بچون و چرا دم کہ بندۂ مقبل ۔۔۔ قبول کرد بجان ہر سخن کہ جانان گفت
بعشوۂ کہ سپہرت دہد ز راہ مرو ۔۔۔ ترا کہ گفت کہ این زال ترک دستان گفت
بیار بادہ بخور زانکہ پیر میکدہ دوش ۔۔۔ بسے حدیث غفور و رحیم و رحمان گفت
کہ گفت حافظ از اندیشۂ تو آمد باز ۔۔۔ من این نگفتہ ام آنکس کہ گفت بہتان گفت

یہ غزل حالت قبض پر منطبق ہوتی ہے۔ پیر کنعان یعقوب علیہ السلام اور ہول قیامت کا روزگار ہجران سے

بعض احوال قبض

کنایہ اور شعبدہ ہونا اسلئے صحیح ہے کہ حقیقت عذاب کی بُعد عن الحق ہے اور سب انواع عذاب کے اُسکے آثار و طرق ہین۔ اور سفر کردہ کے معنی ہین در حجاب شدہ مجازاً کیونکہ سفر سبب ہے حجاب کا۔ اور بر یدصبا سے مراد ہین شیوخ غیر محققین جو قبض کی حکمتین نہین جانتے اور طرح طرح سے اُسکے ازالہ ہی کی تدبیرین کرتے ہین اور بعض اوقات وہ تدبیرین سبب نا کافی ہوتی ہین۔ کیونکہ اُسوقت اللہ تعالی کو قبض ہی سے تربیت مقصود ہوتی ہے مطلب یہ ہوا کہ اس استتار کے متعلق کس سے تحقیق کرون کہ ان غیر محققین سے تو کوئی بات جمعیت بخش نہین ملی پریشان اسی کو کہا (برید بمعنی قاصد) اسمین اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ غیر متفق سے احوال باطنی مین رجوع نکرے۔ اور نامہربان کا ترجمہ ہے قاہر کہ قہر ضد مہر ہے اور نعوذ باللہ مطلق مہر کی نفی مقصود نہین بلکہ خاص اُسی معاملہ مین جسمین قہر ہوا ہے ظاہر ہے کہ مہر نہین ہوا اور یہ باعتبار صورت کے ہے ورنہ قبض بھی عین مہر ہے البتہ وہ لطف بصورت قہر ہے۔ تنگدلی مین صرف قہر کے پہلو پر نظر پڑتی ہے۔ اور چونکہ محبین کیساتھ انواع معاملات ابتلا کے پیش آتے ہین اور ابتلا صورۃً خلاف محبت ہے اسلئے دشمن دوست یافتہ کہدیا یعنی کیسی آسانی سے اپنے محبین سے فراق اختیار کرلیا۔ اور آسان ہونا اسکا ترجمہ ہے وکان ذلک علی اللہ یسیراً آگے ایک تعلیم محققین کی حالت قبض کے متعلق نقل کرتے ہین کہ ان غمون کا اصل علاج عشق ہی یعنی عشق و محبت ہی کو مقصود سمجھو دوسرے ثمرات سے کہ واردات بھی اسمین داخل ہین قطع نظر کرو اور وہ حاصل ہی ہے پس اگر دوسرے ثمرات نہین ہین نہ سہی قال الرومی رح ؎ روزہا گر رفت گو رو باک نیست + تو بمان ای آنکہ چون تو پاک نیست ۔ بس اس سے پوری تسلی ہوجاتی ہے۔ گو قبض رفع نہو اسی تسلی کو خوش دلی کہا گیا۔ اور شیخ محقق کو پیر دہقان کہا گیا اور می سالخوردہ چونکہ قوی ہوتی ہے۔ مراد اس سے عشق کامل ہے جس کے آثار مین سے ہے خواہشون کا فنا ہوجانا آگے بھی گویا اسی مضمون کا اعادہ بعنوان دیگر ہے کہ آئندہ سے مین رضا اختیار کرونگا۔ اور رقیب سے مراد وہی غیر محققین کہ وہ طالب بھی ہین مگر دوسرے طالب کے لئے موصل الی الحبیب نہین بلکہ تعلیم ناقص سے طالب کے پریشان کرنے والے ہین۔ اور یہی شان ہوتی ہے رقیب کی اُنکا شکر اسلئے ادا کرتے ہین کہ اُنکی تعلیم کے ناکافی ہونیکا تجربہ ہوکر دل یکسو ہوگیا۔ اور تزاید غموم سے کہ ایک غم قبض کا تھا دوسرا تدبیرات کے غیر مفید ہونے کا اور بھی دل کو عادت پڑگئی اور اخیر مین علاج چھوڑ دیا کہ حقیقت مین یہی علاج تھا اسلئے رقیب کا بھی شکر ادا کرتے ہین۔ کہ اسکے حصول مین اُسکو بھی من وجہ دخل ہے آگے بسط پر مغرور ہونے کو فرماتے ہین (گرہ بباد زدن تکیہ و اعتماد بر کار بے بقا کردن کذا فی الغیاث) آگے مضمون رضا کا اعادہ ہے اور حالانکہ ظاہراً مقام رضا علی الفعل کا ہے۔ مگر سخن اسلئے کہا کہ کلام خداوندی مین رضا علی الفعل کا امر ہے تو اُسکو قبول کرنے سے رضا علی الفعل حاصل ہوگی۔ اور یا جانان سے مراد مرشد یعنی مرشد نے جو یہ علاج بتایا ہے گو تمہاری سمجھ مین نہ آوے مگر مان لینا کہ یہ اطاعت نافع ہوگی اور آگے بھی امر ہے ترک غرور علی البسط کا اور یہ کہ اسکی کیا دلیل ہے۔ کہ یہ زائل نہوگا۔ اسی کو دستان کہا گیا اور سپہر بمعنی زمان کی طرف نسبت اسنادِ مجازی

الی زمان ہے پس اُسکا فاعل ہونا لازم نہین آتا اور زوال باعتبار کہنہ ہونے کے کہا اور دستان چونکہ لقب زال پدر رستم کا بھی ہے اسلئے اسکی لطافت شاعری ظاہر ہے اور چونکہ اوپر عشق کو علاج تبلایا ہے اور اسمین بعضے ناواقف بوجہ اُسکے بعض آثار کے شبہ غیر مشروع ہونے کا ڈالدیتے ہین اور یہ شبہ مانع ہوتا ہے اُس کے اختیار کرنے سے اسلئے اس وسوسہ کو دفع کرتے ہین اور علی سبیل التنزل کہتے ہین کہ اگر فرضاً ایسا ہو بھی تو نصوص رحمت ومغفرت کے یاد کرنے آگے مقطع مین یہ تبلانا ہے کہ قبض وغیرہ کیسے ہی شدائد پیش آوین محبوب حقیقی یا مرشد سے تعلق قطع نہ کرنا چاہیئے ثبات چاہیئے۔

غزل

اسمین بیان ہے بعض آثار عشق کا تاکہ عشاق اسکے لئے تیار رہین اور گھبراوین نہین۔

مدامم مست میدارد نسیم جعد گیسویت	خرابم میکند ہر دم فریب چشم جادویت

اس مین بیان ہے فریفتگی عاشق کا علی الدوام جو کہ اثر ہے عشق کا ۔ ۵

اثر عشق فریفتگی علی الدوام ہست

پس از چندین شکیبائی شبے یارب توان دیدن	کہ شمع دیدہ افروزیم در محراب ابرویت

توان دیدن مقصود استفہام ست افروزیم صیغہ جمع متکلم۔ اسمین طلب ہے تجلی کی یا قرب کی اول امر طبعی ہے دوسرا امر عقلی اول تقدیر پر شکیبائی سے مراد قبض ہے۔ اور تقدیر ثانی پر مجاہدہ ومشاق اور اظہار شکیبائی سے دعوی مقصود نہین بلکہ استمالت ۔ ۵ ۔

سواد لوح بینش را عزیز از بہر آن دارم	کہ جان را نسخہ باشد ز نقش خال ہندویت

لوح بینش مردمک چشم کذا فی الشرح نسخہ صحیفہ ہند وسیاہ ۔ ترجمہ لفظی یہ ہے کہ مین تپلی کی سیاہی کو اس لئے محبوب رکھتا ہون کہ محبوب کے خال سیاہ کا وہ میری ذات کے لئے ایک نمونہ اور دفتر مطالعہ ہے۔ یعنی تپلی چونکہ مشابہ خال محبوب کے ہے۔ اسلئے اسکو عزیز سمجھتا ہون اسمین اشارہ اسطرف ہے کہ ایک اثر عشق کا یہ بھی ہے کہ محبوب سے جن چیزون کو تعلق ہے اُن سے بھی محبت رکھے فی الحدیث اللھم ارزقنی حبک وحب من یحبک وحب عمل یقربنی الی حبک ومثل ذالک ۔ ۵

تو گر خواہی کہ جاوید آنجہان یکسر بیارائی	صبا را گو کہ بردارد زمانے برقع از رویت

مقصود بیان کرنا ہے۔ کہ محبوب کے جمال وکمال کا انکشاف قلوب کی عمارت ونورانیت ہے۔ پس یہ نور بھی اثر عشق کا ہوا کیونکہ اسکا سبب کہ انکشاف ہی خود مسبب ہے محبت سے اور آنجہان سے مراد یا تو عالم البصار ہے جو اوپر کے شعر مین مذکور ہے۔ یعنی اگر خواہی کہ دیدہا را ہمیشہ با نور داری پس پیش دیدہا تجلی بباش اور اگر اس شعر کا ماقبل سے اتصال ملحوظ نہ رکھا جاوے تو آنجہان سے مراد ہر مقام ہوگا۔ جہان تجلی ہو یعنی جس مقام کو منور کرنا ہو اُسی مقام مین تجلی فرمایئے پس آن کا مشار الیہ مصرعہ ثانیہ سے مفہوم ہوگا۔ ۵

نورانیت انکشاف جمال وکمال محبوب منور قلب

وگر رسم فنا خواہی کہ از عالم براندازی	بیفشان زلف تا ریزد ہزاران جان ز ہر مویت

اس میں اس کا بیان ہے کہ تعلق مع اللہ سے حیات جاوید حاصل ہوتی ہے ع ہرگز نمیرد آنکہ الخ اور حیات سے مراد حیات لذیذ ہے فلا یرد حیوۃ اہل النار اور یہ حیات بھی اثر عشق کا ہے۔ ؎

من و باد صبا مسکین و سرگردان دبیحاصل	من از افسون چشمت مست و او از بوی گیسویت

اس میں بیان ہے عموم آثار عشق کا کہ میری طرح اور بھی عشاق ان آثار سے متاثر ہیں ؎

من از لطف صبا دارم سپاس نکہت جانان	وگرنہ کے گذر بودے سحرگاہان ازین سویت

یعنی نکہت جانان جو مجھہ تک پہونچ گئی جس کا میں شکرگذار ہون سو یہ بدولت لطف صبا کے ہے ورنہ محبوب کا ادہر کا ہے کو گذر ہوتا کہ میں بلا واسطہ اس لگت سے کامیاب ہوتا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ مرشد کا شکرگذار ہونا ضروری ہے کہ اس کی بدولت معرفت میسر ہوئی ورنہ بلا واسطہ ہادی کے کسیکو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی خواہ وہ ہادی نبی ہو یا ولی یا الہام ملک جبکے پاس نبی وغیرہ نہ پہونچین اور راحیانا وہ مشرف ہوجاوے و قد ذم اللہ تعالےٰ قوماً ارادوا الوصول بلا واسطہ فقال وقال الذین لایعلمون لولا یکلمنا اللہ الخ پس نکہت جانان مشکور علیہ ہے مشکور نہیں بلکہ مشکور باد صبا ہے اور یہہ بھی ایک اثر ہے محبت کا کہ واسطہ وصول کی شکرگذاری کرے ؎

سواد دیدہ ہر وقتی بخون دل ہمی دیدم	عزیزش دارم این ساعت بیاد خال ہندویت

بخون دل ہمی دیدم یعنی دشمن میداشتم کذافی الحاشیۃ۔ یہ شعر ہم معنی ہے اس غزل کے شعر ثالث سواد لوح الخ کا جس کی شرح گذر چکی۔ ؎

زہے ہمت کہ حافظ راست از دنیا و از عقبیٰ	نیاید ہیچ در چشمش بجز خاک سر کویت

اس میں بیان ہے عشق کے اس اثر کا کہ دنیا متروک اور عقبیٰ غیر ملتفت الیہ بالذات ہوجاتی ہے۔ ؎

غزل

مردم دیدۂ ما جز برخت ناظر نیست	دل سرگشتۂ ما غیر ترا ذاکر نیست

اس میں بعنوان حکایت اشارۃً تعلیم ہے طالب کو کہ بجز مطلوب حقیقی کے کسی طرف التفات نہ کرے ؎

اشکم احرام طواف حرمت می بندد	گرچہ از خون دل ریش دمی طاہر نیست

اس میں تعلیم ہے کہ ہجر و پریشانی مین بھی طلب سے تقاعد نہ کرے اور پریشانی کو مانع نہ بنائے جیسے معذور سو حکم ہے کہ گو دم سے طہارت نہو مگر اس کو مانع نہ سمجھے جیسے بعضے لوگ ایسے احوال یعنی ہجر و معذوری میں معطل ہوجاتے ہیں

بستۂ دام و قفس باد چو مرغ وحشی	طائر سدرہ اگر در طلبت سائر نیست

بستۂ دام یا دعای ہلاکت ست۔ و طائر سدرہ جبریل مراد سالک۔ و سائر رونده مراد ساعی و مجاہد۔ اس مین تعلیم ہے مجاہدہ و تحمل مشاق کی سلوک مین اور تہدید ہے استحقاق ہلاکت سے اس کے خلاف مین وہذا کقول الرومی ع ہر کہ این آتش ندارد نیست باد۔ ؎

عاشق مفلس اگر قلب دلش کرد نثار	مکنش عیب کہ بر نقد روان قادر نیست

اس میں تعلیم ہے کہ عبادات کے کمال پر قادر ہونے کا انتظار نہ کرے جیسی بھی ہو جاوے ترک نہ کرے کہ وہی مفتاح مقصود ہو جاتی ہے اور کمال عبادت بھی تدریجاً اسی سے میسر ہو جاتا ہے بہت لوگ اس انتظار میں عمر بھر بطالت میں گرفتار رہے ہیں ۔

عاقبت دست بر آن سرو بلندت برسد	ہر کرا در طلبش ہمت او قاصر نیست

اس میں تعلیم ہے طلب میں عالی ہمتی کی اور بشارت ہے وصول الی المقصود کی اس کے ذریعہ سے ۔

از روان بخشی عیسیٰ نزنم پیش تو دم	زانکہ در روح فزائی چو دست قادر نیست

اگر اس میں خطاب محبوب حقیقی کو ہو تو معنی بے تکلف ہیں اور اس میں اس مسئلہ کا بیان ہو جاویگا کہ کمالات ممکن کمال واجب کے سامنے لاشئی محض ہیں اور فائدہ اس کی تصریح سے یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن و واجب میں تباین کا اعتقاد واجب ہے اور حلول و اتحاد کا اعتقاد باطل ۔ اور اگر خطاب مرشد کو ہو تو عیسیٰ سے مراد مجازاً دوسرے شیوخ جو مدعی احیاء قلوب کے ہیں اُن کے زعم کے اعتبار سے اُن کو عیسیٰ کہدیا پس تعلیم اس کی ہو گی کہ اپنے شیخ کو سب شیوخ سے افضل یعنی نافعیت میں اکمل سمجھے جیسا کہ در روح فزائی کی قید اس کا قرینہ بھی ہو سکتا ہے یعنی تربیت باطنی میں آپ کے برابر نہیں ۔ اور مجاز پر محمول کیا اس لئے ضروری ہے کہ اعتقاد تفضیل ولی کا نبی پر کفر ہے ۔

منکہ از آتش سودای تو آ ہے نہ زنم	کے توان گفت کہ بر داغ دلم صابر نیست

دلم مبتدا و صابر خبر و داغ بلا اضافت ست ۔ اس میں تعلیم ہے تحمل و صبر کی اور یہ کہ زیادہ کمال ضبط ہی میں ہے کہ اس میں باطن کی بھی زیادہ ترقی ہے اور البعد عن الریا بھی ہے کہ عوام اکثر اہل شورش کو زیادہ کامل سمجھتے ہیں اور جو قادر نہ رہے وہ مستثنیٰ ہے ۔ اور بعض نسخوں میں آہے بزنم مطلب یہہ ہو گا کہ میں جو کبھی ایک آدھ آہ کر دیتا ہوں تو مجکو غیر صابر نہ سمجھا جاوے مگر جب طاقت ہی ضبط کی طاق ہو جاوے تو مجبوری ہے ورنہ باختیار آہ نہیں کرتا ۔ قال الشیخ رح ۔ بتسلیم سر در گریباں برند ؛ چو طاقت نماند گریبان درند ؛

روز اول کہ سر زلف تو دیدم گفتم	کہ پریشانی این سلسلہ را آخر نیست

روز اول سے مراد جس روز متکلم کو انکشاف آثار عشق کا ہوا ہے یعنی میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ اس کے آثار لاتقف عند حد ہیں ۔ اس میں تعلیم ہے کہ عشاق کو ہمیشہ ان آثار کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے ۔

سر پیوند تو تنہا نہ دل حافظ راست	کیست آنکس کہ سر پیوند تو در خاطر نیست

پیوند وصل ۔ مطلب یہہ کہ آپ کے بہت عشاق ہیں اس میں تعلیم ہو سکتی ہے اس کی کہ کوئی اپنے عشق و محبت پر ناز نہ کرے یہاں ایسے ایسے بے انتہا ہیں ۔

غزل

یہہ غزل مرشد کے فراق میں ہو سکتی ہے اور اس میں اشارہ اس تعلیم کی طرف ہو سکتا ہے کہ مرشد سے کمال محبت شرط نفع ہے طبعی ہو یا عقلی ۔

بے مہر رخت روز مرا نور نماندہ است | وز عمر مرا جز شب دیجور نماندہ است

ہنگام وداع تو ز بس گریہ کہ کردم | دور از رخ تو چشم مرا نور نماندہ است

دور از رخ تو ترکیب میں حال ہے جس میں کردم عامل ہے اور ضمیر متکلم کی ذو الحال - اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ جملہ دعا ہو مطلب یہہ کہ مین جو یہ کہہ رہا ہون چشم مرا نور نماندہ است اور ایک معنی کرا ہی محبوب تم بھی میری چشم ہو تو خدا نکرے تمہاری نسبت نہیں کہتا - اس بے نوری کو خدا تمہاری ذات سے دور رکھے ۵

من بعد چہ سود ار قدمے رنجہ کند دوست | کز جان رمقے در تن رنجور نماندہ است

چہ سود کی وجہ ظاہر ہے کہ تربیت باطنی کی بعد مرگ نہیں ہوتی لانقطاع العمل ۵

می رفت خیال تو ز چشم من و می گفت | ہیہات ازین گوشہ کہ معمور نماندہ است

خیال سے مراد عکس مرئی کا جو پتلی میں پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے لئے محاذاۃ شرط ہے جب محبوب مجوب ہو گیا تو وہ عکس بھی زائل ہو گیا پس کہتے ہیں کہ وہ خیال بھی میرے گوشۂ چشم کے غیر معمور رہنے پر افسوس کرتا تھا مقصود اس ادعا سے مبالغہ اپنی خرابی حالت کے بیان مین ۵

نزدیک شد آن دم کہ رقیبان تو گویند | دور از درت آن خستۂ رنجور نماندہ است

دور از درت حال ہے یعنی بہت جلد میرے مرنے کی خبر سن لوگے اور رقیبان کی اضافت ضمیر مخاطب کی طرف ادنی ملابستہ سے ہے یعنی رقیبان من کہ در عشق تو شریک من اند یا بالمعنی اللغوی اضافت مفعول کی طرف بھی ہو سکتی ہے یعنی نگہبانان تو و مانعان تو از ملاقات دیگر عشاق ۵

وصل تو اجل را ز سرم دور ہمی داشت | از دولت ہجر تو کنون دور نماندہ است

حرف از در مصرعہ ثانیہ برای سببیت است یعنی بسبب ہجران - اور دولت اس لئے کہا کہ ہر چہ از دوست میرسد نیکوست یا دولت بمعنی نوبت ہے یعنی پہلے تو وصل کی نوبت تھی اب ہجر کی جو نوبت آئی تو اس کا یہہ اثر ہوا جو شعر میں مذکور ہے ۵

صبر است مرا چارہ ز ہجران تو لیکن | چون صبر توان کرد کہ مقدور نماندہ است

یعنی اصل میں تو ہجر کا علاج صبر ہی ہے مگر صبر کیونکر کیا جاوے کہ خارج از قدرت ہو گیا ہے ۔ ۵

در ہجر تو گر چشم مرا آب نماندہ | گو خون جگر ریز کہ معذور نماندہ است

یعنی گو پانی تو آنکھوں کا سب خرچ ہو چکا لیکن اس سے کہیئے کہ خون جگر بہا کہ وہ اس سے بھی عذر نہ کرے گا یعنی بعد اشکباری کے خون باری کیلئے تیار رہے ۔ ۵

حافظ ز غم از گریہ نپرداخت بخندہ | ماتم زدہ را داعیۂ سور نماندہ است

داعیہ خواہش و سور جشن و شادی عروسی کنایہ از مسرت اس میں بیان ہے بالکلیہ زوال سرور کا اور علی الدوام شغل گریہ کا اور مصرعہ ثانیہ جملہ تمثال سے کم ہے ۔

غزل

مدتے شد کاتش سودای او رجان ماست | دین تمنا بین که دائم دردل ویران ماست

درمصرعہ ثانیہ ضمیر ورا لبوی تمنا وجملہ دائم الخ صفت تمنا بیان کرتے ہیں اپنے عشق اور تمنائے وصال کا کہ آثار عشق سے ہے۔ س

مردم چشم بخوناب جگر غرق انداز انکه | چشمۂ مهر رخش در سینۂ نالان ماست

یعنی چونکہ اُس کا آفتاب رخ میرے سینہ میں ہے اس کے اثر سے میری پتلی خون جگر میں غرق ہے۔ اسمیں بیان کرتا ہے اپنی یاد اور گریہ کا۔ س

آب حیوان قطرۂ از لعل همچون شکرش | قرص خور عکسے ز روی آن مه تابان ماست

یعنی آب حیات اُس کے لب سے اور قرص خور اس کے رخ سے کمتر ہے۔ اس میں بیان ہے محبوب حقیقی کے حسن کے سامنے محبوبان مجازی کے حسن کے کم ہونے کا۔ س

تا نفخت فیه من روحی شنیدم شد یقین | بر من این معنی که ما زان وی و وی زان ماست

یقین بمعنی متیقن و این معنی اسم شد و یقین خبر شد یعنی اس آیت میں جو اضافت تشریفیہ ہے اس سے اختصاص آدم علیہ السلام کا حق تعالٰے کے ساتھ اور ان کے واسطہ سے بنی آدم کا معلوم ہوگیا خصوص جبکہ مطلق انسان کے لئے بھی قرآن میں اسی قسم کی اضافت آئی ہے ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ اور ظاہر ہے کہ اختصاص نسبت فی الجانبین ہے اس لئے ما زان وی و وے زان ماست ثابت ہوگیا۔ مقصود یہ ہے کہ حق تعالٰے نے انسان کو بدو خلقت میں شرف و اختصاص اپنی ذات پاک کے ساتھ بخشا ہے اگر کوئی ضائع نہ کرے وہ باقی رہتا ہے ورنہ ضعیف یا زائل ہوجاتا ہے پس اس میں تعلیم ہے اُس کو تضییع سے محفوظ رکھنے کی اور تضییع ہوتی ہے غفلت و معصیت سے پس مقصود ان سے نہی کرنا ہے۔

هر دلے را اطلاعے نیست بر اسرار غیب | محرم این سر معنی دار علوی جان ماست

غیب سے مراد عشق کہ اکثروں سے اُس کے اسرار و آثار مخفی ہیں اور معنی دار صفت اول سر کی اور علوی صفت ثانیہ اُس کی یعنی یہہ جو راز با معنی عالی شان ہے اس سے ہم ہی واقف ہیں شاید مقصود اس سے یہہ ہو کہ ناواقفوں کو واقفوں سے دعوی ہمسری نہ چاہئے جیسا س همسری با انبیاء برداشتند ؛ اولیا را ہمچو خود پنداشتند ؛ بلکہ ان سے بہ نیاز و اقتباس فیوض پیش آنا چاہئے۔ س

چند گوئی ای مذکر شرح دین خاموش باش | دین ما در هر دو عالم صحبت جانان ماست

یہہ مطلب نہیں کہ دین کی شرح سننا نہیں چاہتے بلکہ مطلب یہہ ہے کہ تو دین حقیقی کی شرح جانتا نہیں پھر بیان کرنے سے کیا فائدہ تو صرف دین کو جانتا ہے جس میں اعمال بے خلوص و بے معیت حق ہوں ہمارے نزدیک تو دین حقیقی کی روح معیت حق ہے جس سے تعرض ہی نہیں کرتا پس اعمال کی نفی بھی نہ ہوئی بلکہ تعلیم ہے خلوص کی کہ شرائط سلوک سے ہے۔ س

کان صنم از روز اول وارد ی درمان ماست	حافظا تا روز آخر شکر این نعمت گذار

روز آخر روز مرگ از روز اول یعنی از ابتداء وجود ما۔ مطلب یہہ کہ ہمیشہ سے ہمپر فضل ہو رہا ہے۔ اس میں تعلیم ہے شکر کی کہ واجبات سلوک سے ہے ۔

غزل

دلبر اگر ہزار بود دل بر آن یکے ست	امروز شاہ انجمن دلبران یکی ست
عیبم مکن کہ حاصل ہر دو جہان یکے ست	من بہر آن یکے دل و دین دادہ ام بباد
سرمایہ گم کنید کہ سود و زیان یکے ست	سودائیان عالم پندار را بگوئے
ای من غلام آنکہ دلش با زبان یکے ست	خلقے زبان بدعوی عشقش کشادہ اند
دولت دران سرست کہ با آستان یکے ست	حافظ بر آستانۂ دولت نہادہ سر

اس غزل میں تعلیم ہے اخلاص کی کہ توحید حقیقی ہے۔ یعنی کوئی محبوب مطلوب نہیں سلطان المحبوبین ایک ہی ہے اور گو ظاہر میں بہت سے محبوب ہیں مگر دل ایک ہی پر رہے پس بر حرف جار اور آن اسم اشارہ ہے اس میں ارشاد ہے کہ التفات ذات واحد ہی کی طرف کرنا چاہیے اور دین کے برباد کرنے کے دو معنے ہو سکتے ہیں یا تو نیند بہانی کہ اخلاص سے ریا مرتفع ہو ہی جاویگا اور ریا دین بمعنی ایمان مرادف ہے تصدیق و علم کا اور بعض احوال عشقیہ میں علم و شعور بھی مضمحل ہو جاتا ہے۔ اور حاصل ہر دو جہان کے معنے یہ ہیں کہ چیزیکہ در دو جہان حاصل کردنی ست اور یکے سے مراد وہی جو آن یکے میں مراد ہے اور سودا بمعنی خیال یعنی جن لوگوں نے طاعات سے طرح طرح کے خیال مال وجاہ وغیرہ کے پکا رکھے ہیں اُن سے کہدیا جاوے کہ اس سرمایۂ مال وجاہ کو دل سے گم کرو کہ ان کا حصول کہ سود ہے اور عدم حصول کہ زیان ہے سب برابر ہیں یعنی طاعت سے اور مقصود ہے خواہ یہ امور ہوں یا نہ ہوں اور نرے دعوے محبت سے کیا ہوتا ہے قلب و لسان میں مواطاۃ ضروری ہے یعنی جس طرح زبان سے اقرار ہے خلوص کا اسی طرح قلب میں بھی خلوص ہونا چاہیے اور حافظ نے تو روی اخلاص آستانہ پر رکھ چھوڑا ہے وہی شخص با دولت ہے جو اس آستانہ پر سر کو فدا کر دے یعنی دوسرے کی طرف توجہ نہ کرے اور یہہ بدون اخلاص کے ہوتا نہیں یعنی اخلاص اختیار کرے۔

غزل

زان رو کہ مرا بر در او روی نیاز ست	المنۃ للہ کہ در میکدہ باز ست
وان می کہ درآنجاست حقیقت نہ مجاز ست	خمہا ہمہ در جوش و خروش اند ز مستی

یعنی چونکہ میں اُس درگاہ میں عجز و زاری رکھتا ہوں اللہ تعالٰے کا احسان ہے کہ دروازہ فیوض مفتوح ہے اور فیوض کا ورود ہے۔ اس میں اشارہ دو امر کی طرف ہو گیا ایک یہہ کہ توجہ رحمت الٰہیہ کیلئے مادہ توجہ عبد کی شرط ہے قال تعالٰے انلزمکموہا وانتم لہا کارہون۔ وقال علیہ السلام ان اللہ لا یستجیب الدعاء من قلب لاہ۔ دوسرا امر یہ کہ بھی

حق تعالےٰ ہی کا احسان ہے کیونکہ ہمارا عمل ناقص اُن کی رحمت کاملہ متوجہ ہونے میں موثر نہین ہوسکتا) اور چونکہ رحمت الٰہیہ متوجہ ہے اس لئے قاسمان فیوض (کہ ملائکہ ہیں یا مرشدین) سب جوش مین ہین چنانچہ طالب صادق کو نفع پہونچانے کیلئے سب مستعد ہوتے ہین ملائکہ عقلاً اور بشر طبعاً بھی) اور جو شراب وہان ہے وہ حقیقت ہے مجاز نہیں یعنی اس کا اثر دائمی ہے عارضی نہیں مثل خمر ظاہری کے کہ تاثیر اُس کی عارضی ہے ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔ اس مدح مین ترغیب ہے اس کے تحصیل کی۔ ؎

ازوی ہمہ مستی و غرورست و تکبر		وزما ہمہ بیچارگی و عجز و نیاز ست	

مستی وغیرہ سے مراد استغنا بمعنی عدم احتیاج نہ بمعنی بیتوجہی و تقابلش بعجز و نیاز ہم قرینہ بر آن ست مطلب یہ کہ اُس کو ہم سے حاجت نہیں ہمکو اُس سے حاجت ہے۔ اس مین عقیدہ کی بھی تصحیح ہے اور اس کی بھی تعلیم ہے کہ محتاج کو طلب مین کمی نہ چاہیئے ؎

بر شرح شکن زلف خم اندر خم جانان		کوتہ نتوان کرد کہ این قصہ درازست	

شرح مضاف بہ شکن واو مضاف بزلف واو مضاف بجانان و خم اندر خم صفت زلف و مجموعہ مفعول نتوان کرد۔ مراد اس سے یا تو محبوب کے کمالات ہین کہ غیر متناہی بالفعل ہیں اور یا آثار عشق کے ہیں کہ لاتقف عند حد ہیں یا مدح محبوب کی مقصود ہے اور یا مدح محبت کی۔ ؎

بار دل مجنون و خم طرۂ لیلیٰ ست		رخسارۂ محمود و کف پای ایازست	

بار بمعنی دخل یا بارگاہ۔ مطلب یہہ کہ دل مجنون کا مرجع خم زلف لیلیٰ ہے اسی طرح رخسارہ محمود کا قرارگاہ کف پائے ایاز ہے اس مین تعلیم ہے کہ محب کو غیر محبوب کی طرف التفات نہ چاہیئے اور نیز محبوب کے ساتھ عجز و نیاز سے پیش آنا چاہیئے۔ ؎

بر دوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم		تا دیدۂ من بر رخ زیبای تو بازست	

اس کا بھی حاصل وہی ترک التفات الی ماسوی المحبوب ہے اور تشبیہ باز سے اس لئے دی کہ اس کی آنکھیں باندھے رکھتے ہین شکار کے وقت کھول دیتے ہیں ؎

رازیکہ بر خلق نہفتیم و نگفتیم		با دوست بگوئیم کہ او محرم رازست	

تعلیم اس کی ہے کہ اپنے حالات باطنی ہر کس و ناکس سے نہ کہے صرف اپنے شیخ یا اُس کے مثل کوئی مربی ہو اُسی سے کہے۔ ؎

در کعبۂ کوی تو ہر آنکس کہ در آید		با قبلۂ ابروی تو در عین نمازست	

اس میں نماز کی روح کا بیان ہے صورت نماز کی نفی نہیں۔ ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص آپ کے کعبہ مین پہونچ گیا وہ آپ کے قبلہ ابرو کی طرف متوجہ ہوجانے سے عین نماز کے اندر داخل سمجھا جاوے گا یعنی روح نماز یہ ہے کہ محبت کے ساتھ متوجہ الی الحق ہوجاوے اگر یہہ نہیں تو صورت نماز حبط بمعنی ہے پس اس مین تعلیم ہے تکمیل صلوٰۃ کی نہ کہ

الکتفا یعنی محض پر کہ صورت کا مفروض ہونا خود منصوص ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اُس معنی کے صحیح و معتبر ہونے کی شرط یہی صورت ہے واذا فات الشرط فات المشروط۔ س

ای مجلسیان سوزِ دلِ حافظِ مسکین
از شمع بپرسید کہ در سوز و گداز ست

اسمین بیان اپنے سوز و گداز کا بھی ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ عاشق کے حال کے ادراک کے لئے عاشقی ہی شرط ہے۔ پس مبادرت الی الانکار خوب نہین۔ س

غزل

میر من خوش میروی کاندر سر و پا میرمت
ترک من خوش میخرامی پیش بالا میرمت

گفتہ بودی کے بمیری پیشم این تعجیل چیست
خوش تقاضا میکنی پیش تقاضا میرمت

عاشق و مہجور و مخمورم بت ساقی کجاست
گو خرامان شو کہ پیش قد رعنا میرمت

ایکہ عمری شد کہ تا بیمارم از مژگان تو
تو نگاہے کن کہ پیش چشم شہلا میرمت

گفتہ لعل منت ہم درد بخشد ہم شفا
گاہ پیش درد گہہ پیش مداوا میرمت

خوش خرامان میروی چشم بد از روی تو دور
دارم اندر سر خیال آنکہ در پا میرمت

گرچہ جای حافظ اندر خلوت وصل تو نیست
ای ہمہ جای تو خوش پیش تو ہر جا میرمت

میر من یعنی ای امیر و سردار من۔ پیشم متعلق بمیری۔ این تعجیل جواب ست از عاشق شہلا نوعی ست از نرگس کہ در گل آن بجای زردی سیاہی می باشد مشابہ چشم انسان و شہلا بمعنی چشم سیاہ کہ مائل بسرخی باشد گفتہ بصیغہ مخاطب اس تمام غزل مین اپنی جانبازی کا بیان ہے۔ ہر حالت مین اور محبوب کی ہر ادا مین چنانچہ اشعار مین وہ احوال و معاملات مختلفہ مذکور ہین اور جانبازی کو لوازم عشق سے تہلانا یہی فائدہ ہے اس حکایت سے اور ترجمہ ظاہر ہے۔

غزل

کنون کہ می دمد از بوستان نسیم بہشت
من و شراب فرح بخش و یار حور سرشت

چمن حکایت اردی بہشت مے گوید
نہ عاقل ست کہ نسیہ خرید و نقد بہشت

بی عمارت دل کن کہ این جہان خراب
در ان سر ست کہ از خاک ما بسازد خشت

دفا مجوی ز دشمن کہ پرتوے ندہد
چو شمع صومعہ افروزی از چراغ کنشت

مکن بنامہ سیاہی ملامت من مست
کہ آگہ ست کہ تقدیر بر سرش چہ نوشت

گدا چرا نہ زند لاف سلطنت. امروز
کہ خیمہ سایہ ابر ست و بزم گل لب کشت

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ
کہ گرچہ غرق گناہ ست میرود بہ بہشت

اس تمام غزل کا حاصل یہ ہے کہ وقت کو مغتنم سمجھکر کچھ سرمایہ نجات و قرب جمع کر لینا چاہیئے۔
اردی بہشت نام ماہ بہار نسیہ سے مراد آخرت اور نقد سے دنیا نہین ہے۔ کہ خلاف سیاق و سباق ہے بلکہ

تحقیق ہے سوف کی کہ وقت کو اگلے اوقات کے دہوکہ مین ٹالتا ہے۔ در آن سر ست یعنی در آن خیال سست مطلب ہر کہ یہ عالم در پئے ہلاک کے ہے یعنی مرنا یقینی ہے پھر کیون ٹالتے ہو اور دشمن سے مراد یا تو جہان خراب ہو کہ اوپر کے شعر مین مذکور ہے یعنی زمانہ کسی سے وفا نہین کرتا کہ اُسکو ہلاک نکرے اور یا نفس و شیطان کہ اعدی عدوک التی بین جنبیک اور ان الشیطان للانسان عدو مبین مسلم ہے معنی یہ ہونگے کہ ان کے دہوکہ مین ست آنا اور وقت کو سست ٹالو کہ قول تعالی ولا یغرنکم باللہ الغرور۔ اور بر تو سے نہ دہد الخ یہ علت ہی ماقبل کی تشبیہ کے رنگ مین اور بر تو کی نہ دہد جزا مقدم ہے اور مقدم ثانیہ شرط ہو خبر ہے اور شمع مفعول ہے فروزی کا معنے یہ ہین کہ اگر صومعہ کی شمع (مراد صومعہ سے مسجد ہے بقرینہ تقابل) بتخانہ کے چراغ سے روشن کرلو تو وہ کچھ نور نہین دیگا (یہ مطلب نہین کہ اُسمین روشنی نہین ہوتی) بلکہ مقصود یہ ہے کہ کسی درجہ مین بوجہ قبیح ہونے کے اس فعل مین ظلمت ہے یعنی جسطرح کنشت سے نور لینا مستقبح ہے ایسی طرح دشمن سے وفا کی اُمید رکھنا مستقبح ہے اور اس تشبیہ کا تناسب اسطرح ہی کہ کسی رائے پر عمل کرنا گویا اپنی عقل کو اُس شخص کی عقل سے نور دینا ہی پس ماخوذ منہ کا شی مذموم ہونا مشبہ مشبہ بہ دونون مین مشترک ہے۔ نامہ سیاہی مین یا مصدری ہے یعنی نامہ سیاہ شدن یعنی گنہگاری مطلب یہ کہ معاصی پر مجھکو ملامت مت کرو (یعنی ایسی ملامت جسمین بوی تحقیر و ترفع آوے) اور کاف سر مصرعہ ثانیہ برکہ امیہ ہے اور سرش کی ضمیر مست کیطرف ہے اور بعض نسخون مین سرم ہے اور وہ بہت ظاہر ہے اور اسکا حاصل حدیث کا مضمون ہی الاعمال بالخواتیم اس کی مناسبت اس مقام سے یہ ہوگی کہ خود اپنی عمر کو غنیمت سمجھکر کام مین لگو دوسرون کے درپئے کیون ہوئے کہ بے سود ہے اور یا مقصود یہ ہو کہ ہمین نے اپنے لئے ذخیرہ بنانے کو عشق تجویز کیا۔ تو اسپر خشک مزاج ملامت کرنے لگے جیسا کہ بعض افعال یا تو اوائل سنی مین اس قسم کے صادر ہو جاتے ہین اور گو وہ گناہ نہین مگر بزعم معترض اس کو تسلیم کرکے جواب دیا تقریر جواب کی ظاہر ہے۔ اور مین کہ گدا ہون مثل لاف سلطنت کے کیون نہ مسرور ہون کہ موقع دولت عشق حاصل کرنیکا میسر ہے پیش خیمہ الخ اس سے کنایہ ہے۔ آگے مقطع مین ارشاد اس کا ہے کہ اہل معصیت یا اہل ملامت کو حقیر نہ سمجھو اور اسکا حاصل بھی وہی دونون امر ہوسکتے ہین جو شعر لکن الخ کی شرح مین مذکور ہوئے ہین۔

لطیفہ۔ بعض حواشی مین شعر مقطع کے متعلق ایک قصہ عجیب لکھا ہے جو بعینہ نقل کیا جاتا ہے بمنقول ست کہ حافظ ازین جہان رحلت فرمود مردمان بسبب اعمال رندانہ او بنماز جنازہ نمی پرداختند ناگہان شخصے گفت کہ این رند بر پارہائے سفال چیزے می نوشت و در سبوئی انداخت از سبو پارہ سفال بردارید ہرچہ دران نوشتہ یابید بران عمل کنید چون این امر قرار یافت بچے ازمیان ازان سبو پارۂ سفال برآورد چون دیدند ہمین شعر نوشتہ یافتند ازان وقت معتقد حافظ شدند و از جملہ اشعارش دیوان مرتب کردند و نماز جنازہ خواندند۔ انتہی۔

ردیف الثاء

غزل

۱ درد ما نیست درمان الغیاث	ہجر ما را نیست پایان الغیاث

دین و دل بردند و قصد جان کنند — الغیاث از جور خوبان الغیاث
در بہائے بوسہ جانے طلب — میکنند این دلستانان الغیاث
خون ما خوردند این کافر دلان — ای مسلمانان چہ درمان الغیاث
داد مسکینان بدہ اے روز فضل — از شب یلدای ہجران الغیاث
ہر زمانم درد دیگر میرسد — زین حریفان بردہ جان الغیاث
ہمچو حافظ روز و شب بیخویشتن — گشتہ ام سوزان و گریان الغیاث

شعر اول حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے شعر ثانی مین بھی اسی سے تنگدلی کا اظہار ہے کہ اسمین جان جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور جور کے معنے لغوی مراد نہین کہ ترک عدل ہے بلکہ محض بمعنی قہر کے ہے گو نسوزہ ہی ہو اور معنی لطف ہو۔ اور خوبان کی جمعیت جنسیت کے لئے ہے اور دین سے مراد زہد ہے۔ گو صادق ہی ہو نہ عشق کے غلبہ سے اُسکے آثار بھی معدوم ہو جاتے ہین اور شعر ثالث مین بوسے سے مراد تجلی مشہود طالفناہی اور چونکہ وہ موقوف ہے فنا پر اسلئے در بہائے الخ کہا گیا۔ اور جانے مفعول ہے۔ اپنے مابعد کے فعل کا اور طلب می کنند ایک فعل ہی اور شعر رابع مین کافردلان کے معنی ہین سنگین دلان لا ثم قیل فیہم ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارة کنایہ ہے استغنا و عدم تاثر سے پس نظر باعتبار معنی لغوی کے اسمین کوئی عقلی اشکال نہین جیسا صمد نسما مالنیہ ہے اور ماخذ اسکا لغةً رہ ہے جو قاموس مین ہے الصمدة صخرة راسیة فی الارض مستویة بہا او مرتفعة اور لفظ کفر بھی لغةً قبیح نہین قال تعالی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ اور اگر یہ شعر خوبان مجازی کی حق مین کہدیا جاوے۔ اور بعض اُسکی تفسیر کی جاوے تاکہ اُن سے اعراض کرین تو یہ اشکالات راسًا منوجہی ہونگے گو سیاق و سباق کے اعتبار سے قدرے بعید ہے اور قدرے اسلئے کہا کہ غزل مین ہر شعر مستقل ہوتا ہے تو بہت زیادہ بعید نہین۔ اور شعر خامس مین روز فضل سے مراد روز وصل ہے بقرینہ تقابل کے اور اسمین اشارہ ہے اس طرف کو کہ وصل محض فضل ہے۔ استحقاق سے نہین۔ اور شعر سادس مین حریفان کے معنی ہین یاران اور جمعیت جنس کے لئے ہے۔ اور شعر سابع مین بیخویشتن بمعنی بیخود حال ہے

ردیف الجیم

غزل

سزد کہ از ہمہ دلبران ستانی باج — چہ اگر بر سر خوبان [illegible] چون تاج
دو چشم شوخ تو برہم زدہ خطا و ختن — بچین زلف تو ماچین و ہند دادہ خراج
بیاض روی تو روشن چو عارض خورشید — سواد زلف تو [illegible] ظلمت داج
لب تو خضر و دہان تو آب حیوان ست — قد تو [illegible] و گردن ملاح

داج شب تاریک در اصل داجی بودہ مقصود مشترک [illegible] محبوب کی دو صفتے [illegible]

صفات مین اور واجب کا فضل ممکن پر ظاہر ہے. اور غرض اس سے تنزیہ ہے غیر اللہ سے. ہ

ازین مرض بحقیقت کجا شفا یابم ۔۔۔ کہ از تو درد دل من نمی‌رسد بعلاج

مصرعہ ثانیہ کا یہ مطلب نہین ہے کہ تم میرا علاج نہین کر سکتے بلکہ مطلب یہ ہی کہ تمہاری طرف سے میرے درد دل کے علاج کی نوبت نہین پہونچتی یعنی میرا علاج نہین کرتے پھر اور کس طرح شفا ہوگی کیونکہ شفا تو آپ ہی کے علاج مین منحصر تھی. یہ تنگی ـ بہ خاص حالات و واردات کے انقطاع سے ہے. ہ

دہان تنگ تو داده بآب خضر بقا ۔۔۔ لب چو قند تو برد از نبات مصر رواج

اس شعر کا بھی وہی مطلب ہے جو اول کے اشعار چارگانہ کا. ہ

چہ ہمی شکنی جان من ز سنگدلی ۔۔۔ دل ضعیف کہ ہست او بنازکی چو زجاج

چرا اعتراض کے لئے نہین بلکہ استفادہ حکمت کے لئے ہی اور جان من منادی ہے اور دل ضعیف مفعول ہے. می شکنی کا. زجاج کانچ. سنگدلی کی تحقیق اس سے اوپر کی غزل مین گذر چکی ہے اور زجاج سے تشبیہ بوجہ ضعف کے ہے. خلق الانسان ضعیفا اسمین نص ہے. باقی تقریر شعر کی ظاہر ہے. ہ

فتاده در دل حافظ ہوای چون تو شہی ۔۔۔ کمینہ بندہ خاک در تو بودی کاج

کاج بمعنی کاش. مصرعہ اول مین اظہار ہے اپنے عشق کا اور مصرعہ ثانیہ مین تمنا ہے عنایت کی یعنی کاش آپ کے ملازمان درگاہ مین داخل اور شمار ہوتا گو ادنی ہی درجہ مین سہی.

ردیف الحا

غزل

اگر بمذہب تو خون عاشق ست مباح ۔۔۔ صلاح ما ہمہ آن ست کان ترا ست صلاح

اسمین رضا و تسلیم کا اظہار ہے. اور اشارہ معرفت ہے کہ شدائد و مکارہ مین بھی حکمت ہوتی ہے اسپر بھی رضا چاہیئے

سواد موی تو تفسیر جاعل الظلمات ۔۔۔ بیاض روی تو بتیان فالق الاصباح

مقصود اس سے کمال بیان کرنا ہے صفات محبوب کا. تقریر ظاہر ہے. ہ

ز دیده ام شده صد چشمہ در کنار روان ۔۔۔ کہ خود شنا نکند در میان آن ملاح

یعنی اتنا پانی نکلا ہے کہ اسمین ملاح بھی جو کہ شناوری مین کامل ہوتا ہے شناوری نہین کر سکتا. مقصود بیان کرنا ہے کثرت گریہ کا جو کہ بعض احوال کے طاری ہونے سے واقع ہوتا ہے. ہ

لب چو آب حیات تو ہست قوت روح ۔۔۔ وجود خاکی ما را از وست قوت راح

راح شراب یعنی قوتیکہ از شراب حاصل می شود. اسمین بیان ہے صفت قیومیت کا جسکا استحضار و مراقبہ معین ہے. کمال توحید کا. ہ

ز چنگ زلف کمندت کسی نیافت خلاص ۔۔۔ نہ از کمانچہ ابرو و تیر غمزه نجاح

یعنی نجاح نیافت۔ بیان کرتا ہے۔ کمال محبوبیت اور اسپر عموم محبت کے مرتب ہونے کا یعنی کثرت محبین یا استیعاب جبکہ محبت کو بواسطہ و بلا واسطہ و مع الادراک و بلا ادراک سے عام لیا جاوے، کما ذکر غیر مرۃ۔ س

بیا کہ خون دل خویشتن بحل کردم	اگر بمذہب تو خون عاشق ست مباح

یعنی بیا و قتل کن اس سے وہی مقصود ہے جو مطلع کے شعر سے مقصود ہے۔ س

ندا د لعل لبش بوسہ بصد تلبیس	نیافت کام دل من از و بصد الحاح

لعل لبش فاعل ندا د و بوسہ مفعول و مراد تلبیس تملق مجاز آکہ از جانب طالب باشد و کام مفعول نیافت و دل فاعل او مقصود دونوں جملوں سے باوجود طلب و اہتمام کے اپنی ناکامی کا بیان کرتا ہے جس کی وجہ واقع مین یہ ہوتی ہے کہ طالب کی بعض خاص خواہش اسکی مصلحت کے خلاف ہوتی ہے۔ کما ذکر غیر مرۃ۔ س

صلاح و توبہ و تقوے ز ما مجو زاہد	ز رند و عاشق و مجنون کسے نجست صلاح

اسکا حاصل وہی ہے جو بارہا مذکور ہوا ہے کہ ہر طالب کا مذاق جدا ہوتا ہی دوسرا طریق اسکے لئے مناسب نہیں ہوتا

پیالہ چیست کہ بر یاد گوشیم قدح	و نحن نشرب شربًا کذاک الا قداح

پیالہ جام صغیر بقرینہ مقابلہ قدح کہ پیالہ بزرگ باشد کما فی الغیاث۔ شربًا مفعول مطلق ست از نشرب و الاقداح مفعول بہ است مراد او معنی کذالک ای علی الدوام مقصود اس سے طلب ترقی ہے۔ مراتب قرب و وصول مین اور اشارہ ہے اسکی تعلیم کی طرف کہ طالب کو ایسا ہی چاہیئے اور یہ ترقی موقوف ہے۔ استقامت علی العمل والمجاہدہ پر پس اسمین بھی فتور و خلل نہ ڈالے قال الرومی رح س ای برادر بے نہایت در گہیست ؎ ہرچہ بروے میرسی بروے مایست۔ س

دعای جان تو ورد زبان حافظ باد	مدام تا کہ بود گردش مسا و صباح

دعا بمعنی ثنا۔ و جان بمعنی نفس و ذات۔ شاید اسمین اشارہ ہو استقامت علی العمل و المجاہدہ کی طرف جو موقوف علیہ ہے۔ ترقی مراتب قرب و وصول کا جسکی تقریر اوپر گذر چکی۔

غزل

ببین ہلال محرم بخواہ ساغر راح	کہ ماہ امن و امان ست و سال صلح و صلاح
عزیز دار زمان وصال را کاندم	مقابل شب قدر ست و روز استفتاح
نزاع بر سر دنیای دون کسے نکند	تا شتی ببرای نور دیدہ گوے فلاح
دلا تو فارغی از کار خویش و می ترسم	کہ کس در ت نکشاید چو گم کنی مفتاح
بیار بادہ کہ روزش بخیر خواہد بود	ہر آنکہ جام صبوحش نہند چراغ صباح

ان اشعار مین ترغیب ہے عمر کو غنیمت سمجھنے کی اور عمل مین سعی کرنے کی۔ اور ماہ محرم سے سال شروع ہوتا ہی اور نیز وہ اشہر حرم سے ہے جس مین امن و امان ہوتا ہے۔ پس یہ کنایہ ہے اس سے کہ ابھی تمہاری عمر کی ابتدا رہے

بایں معنی کہ ختم نہیں ہوئی اور وقت بھی امن و امان کا ہے کہ کوئی مزاحم عمل کا نہیں جسکی ایک وجہ بھی مناسب مقام مقطع سے پہلے شعر میں مذکور ہے کہ شاہ عادل کی حکومت کا زمانہ ہے اور زمان وصال سے مراد زمانہ امکان وصال یعنی مہلت عمل اور مقابل بمعنی مماثل۔ اور روز استفتاح کہتے ہیں باخر دہم رجب کو جسکی وجہ تسمیہ غیاث میں اسطرح لکھی ہے درِ رحمت و درہای بہشت دریں روز کشادہ می شود و در کعبہ نیز بجہت زائران کشادہ می شود۔ و بعضے گویند کہ زبان عیسی علیہ السلام دریں روز کشادہ شد۔ مین کہتا ہوں: اول وجہ غالبًا بنا بر علی المشہور ہے ورنہ کوئی روایت اسکے متعلق نظر سے نہیں گذری تقریر دونوں شعروں کی ظاہر ہے چونکہ اکثر حرص دنیا مانع ہو جاتی ہے سعی للآخرۃ سے اسلئے نزاع الخ میں اسکی مذمت کردی اور مراد کسی نہ کند سے یہ ہے کہ کس کہ معتد بہ باشد نکند۔ اور کوئی مفعول ہے بہر کا گہی برون فعل مشہور ہے اور دلالخ مین ایقاظ ہے غفلت سے۔ اور مفتاح سے مراد عمر ہے کہ مفتاح عمل ہے۔ یعنی اگر یونہی ختم ہوگئی تو پھر باب سعادت مفتوح نہ ہوگا لقولہ تعالی ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی۔ آگے بیار بادہ الخ مین عمل کے لیے اپنی مستعدی ظاہر کر رہے ہیں تاکہ دوسرون کو بھی ترغیب ہو خصوصًا اس تعدی کی جو علت بیان فرمائی وہ تو ترغیب عام ہی کے لئے موضوع ہے اور مصرع اولی میں روز سے مراد روز حشر لینا بہتر ہے اور مصرع ثانیہ میں جام صبوح سے مراد عشق ومحبت اور چراغ صباح سے مراد آفتاب اور ضمیر شین کی راجع ہر آنکہ کی طرف اور چونکہ آفتاب نکلتا ہے شب کے ختم ہونے پر اسلئے بقول بعض محشین بہ کنایہ ہے دم والپسین سے یعنی ہر کہ جام صبوح پیش از چراغ صباح نہد روزش بخیر باشد مطلب یہ کہ ہر کہ عشق ومحبت دم والپسین پیش آرد روز حشرش بخیر خواہد بود حاصل یہ ہوا کہ روز مرگ ایسی حالت میں آجاوے کہ وہ مشغول بالعمل وطاعت ہو کما قال تعالی ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

لطیفہ ان اشعار کی شرح لکھنے کی تاریخ اتفاق سے ٣٠ ماہ محرم ہے علی اختلاف الحساب میں کہ ان شبوں تک کا ماہ ہلال کہلاتا ہے۔ (الی سبع فی قول) پس یہ میں ہلال محرم کی شرح کا اس تاریخ میں لکھا جانا ایک اتفاق غریب ہے

کدام طاعت شایستہ آید از من مست
کہ رنگ صبح ندانم ز فالق الاصباح

اسمیں تنبیہ ہے کہ عمل میں سعی کرے مغرور نہ ہو مبادا خاتمہ سے ڈرتا ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ مجھکو معلوم نہیں کہ مجھسے کوئی اطاعت شایستہ خاتمہ کے وقت صادر ہوگی یا نہوگی۔ کیونکہ صبح کا یعنی دم والپسین (کما ذکر فی شرح شعر قبلہ) رنگ ڈھنگ معلوم نہیں کہ فالق الاصباح کی جانب سے کس طرح ظاہر ہو۔ اور مست بمعنی حیران یا تو اس ندانستن کی وجہ سے کہا یا خوف خائف ہونیکے کہا کما فی قولہ تعالی وتری الناس سکاری الخ۔ ۵

زمان شاہ شجاع ست دور حکمت شرع
براحت ای دل وجان کوش در مسا وصباح

اول کے اشعار کی تاکید ہے کہ زمانہ شاہ عادل متشرع کا ہے۔ کوئی کسی کو ستا نہیں سکتا خوب راحت سے عمل میں سعی کرتے رہو۔ ۵

بہوی صبح چو حافظ شبے بروز آمد
کہ بشگفد گل عیشت ز شعلہ مصباح

شعلہ مصباح کنایہ آفتاب سے معلوم ہوتا ہے۔ یعنی اپنی عمر کو کہ زمانہ ہجران ہے بامید صبح وصل کے کہ روز والپسین

نصیب ہوگا۔ ختم کردو (اور رجاء و امید کے لوازم میں سے ہے تل) کہ ایسا کرتے سے آفتاب نکلتے ہی تمہارا گل عیش شگفتہ ہوگا یعنی کامیاب ہوئے۔

ردیف الخاء

غزل

دل من در ہوای روی فرخ	بود آشفتہ ہمچون موی فرخ
بجز ہندوی زلفش ہیچ کس نیست	کہ برخوردار شد از روی فرخ
سیاہ نیک بخت است آنکہ دائم	بود ہمراز و ہمزانوی فرخ
شود چون بید لرزان سرو آزاد	اگر بیند قد دلجوی فرخ
بدہ ساقی شراب ارغوانی	بیاد نرگس جادوی فرخ
دوتا شد قامتم ہمچون کمانے	زغم پیوستہ چون ابروی فرخ
نسیم مشک تاتاری خجل کرد	شمیم موی عنبر بوی فرخ
اگر میل دل ہرکس بجائے ست	بود میل دل سوی فرخ
غلام خاطر آنم کہ باشد	چو حافظ چاکر ہندوی فرخ

فرخ کی نسبت محشین و شراح نے لکھا ہے نام شخصے کہ گوشہ خاطر حافظ بظاہر متعلق باو بود پس اس صورت میں یہ بہتر ہے کہ اس غزل کو ابتدائی زمانہ یعنی قبل حصول عشق حقیقی پر محمول کیا جاوے۔ اور اگر فرخ سے مراد مطلق محبوب ہو جیسا محاورت میں لیلیٰ اور سلمیٰ اور شیرین اور عذرا سے مطلق محبوب مراد ہوتا ہے تو اس تاویل کی ضرورت نہیں۔ اور شعر ثالث میں سیاہ نیک بخت است خبر مقدم ہے۔ اور آنکہ الخ مبتدا موخر ہے نہ کہ بالعکس لفساد المعنی اور مراد اس سے زلف ہے۔ اور مطلب اسکا اور شعر ثانی کا نحو ہے۔ اور نسیم مشک تاتاری مفعول ہے خجل کرد کا اور شمیم الخ فاعل ہے اُسکا۔ اور شعر متصل بالمقطع میں اشارہ ہے وحدت مطلوب یا وحدت مطلب کی طرف۔ اور مقطع میں اشارہ اس طرف ہے کہ محبوب کے متعلقین و منتسبین سے محبت رکھنا عین محبت محبوب ہے۔ یویدہ حدیث اللہم ارزقنی حبک وحب من یحبک۔ باقی اشعار کی تقریر مطلب ظاہر ہے۔

عرض حال ردیف الخاء المعجمہ کے ختم تک دیوان حافظ ایک خمس و قدرے زائد ہے چونکہ زیادہ مقصود اس شرح کے شروع کرنے سے صرف یہ امر تھا کہ اس کلام کا طرز معلوم ہو جاوے تا کہ مطالعین دیوان اغلاط و زلات اعتقادیہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں اور ایک بڑی کتاب کا خمس ایک معتدبہ مقدار ہے جسکی شرح سے یہ مقصود مذکور باحسن و اکمل وجوہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور جسکی قوت سے بقیہ کا حل بھی ذرا تدبر سے ممکن ہے اور اسی بنا پر خود ان اجزاء موجودہ میں بھی اخیر کی غزلوں کی شرح میں کسی قدر اختصار ہو گیا ہے۔ کیونکہ اول میں مسائل و اسالیب کلام کا تفصیلی حل مابعد کے اجمالی حل کے لئے مغنی سمجھا گیا غرض اب ردیف الخاء سے آگے لکھنے کا

ارادہ نہ تھا سو جسطرح کلید مثنوی ایک دفتر کا جو کہ سدس المجموع ہے حل اور شرح ہے اسی طرح بحمد اللہ اس شرح
سے بھی ایک خمس دیوان کا حل بقدر ضرورت ہو گیا جسکے مطالعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ علاوہ مناسبطرح
دیوان کے خود مسائل کثیرہ نافعہ فن معلوم ہو جاوینگے پس اب اسی عرض حال پر شرح ہذا کو ختم کرتا ہوں مگر
چونکہ اتفاق سے اسکا خاتمہ ایسی غزل پر ہوا ہے۔ جو کہ ظاہراً ایک محبوب مجازی کے متعلق ہے۔ اس لئے
بنظر جلالت شان دیوان کہ سراسر حقیقت و عرفان ہے مناسب معلوم ہوا کہ ردیف الدال کے چند اشعار جو کہ
عرفان سے لبریز اور محبوب حقیقی کے عشق انگیز ہیں۔ اس مقام ختم پر درج کر دئے جاویں اور چونکہ ردیف
الدال متن کے نسخہ میں اور غزل سے اور شرح بدر الشروح کے نسخہ میں اور غزل سے شروع ہے۔ اسلئے
دونوں غزلوں کے تین تین شعر اول اور آخر اور وسط کے تبرکاً نقل کر کے اس عرض حال کو ختم کرتا ہوں
اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور منتفعین بالکتاب کے خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کرتا ہوں۔

اشعار غزل اول ردیف الدال موافق نسخہ متن

ابر آذاری بر آمد باد نوروزی وزید
دور می میخواہم و مطرب کہ میگوید رسید

غالباً خواہد کشود از دولتم کاری کہ دوش
من ہمی کردم دعا و صبح آمین میدمید

تیر عاشق کش ندانم بر دل حافظ کہ زد
عہ این قدر دانم کہ از شعر ترش خون میچکید

اشعار غزل اول ردیف الدال موافق نسخہ شرح

عہ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند

بی معرفت مباش کہ در من یزید عشق
اہل نظر معاملہ با آشنا کنند

حافظ مدام وصل میسر نمی شود
شاہان کم التفات بحال گدا کنند

وکان ہذا فی الیوم الرابع من شہر اللہ المحرم ۱۳۲۳ھ سنہ ہجریہ فی بلدۃ تھانہ بھون صینت عن الفتن وصلی اللہ تعالیٰ علے خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین فی السر والعلن۔

عہ منجملہ لطائف آنست کہ ابتدای کلام حافظ و این شعر متقارب المعنی ہستند پس ختم برین نہایت لطافت دارد ۱۲ منہ

عہ در ختم بر شعر ہذا ہم لطیفہ ایست و آن اینکہ از بعضے ثقات شنیدہ ام کہ در بدو حال حافظ تا آن گاہ کہ بمرشدی کامل نرسیدہ بودند بالہام آلہی حضرت شیخ نجم الدین کبری رح برای تربیت باطن حافظ در شیراز تشریف آوردند و حافظ را طلبیدند پس ژولیدہ حال و خستہ بال آمد نظر بر شیخ افتادن ہمان بود و این شعر بر زبان روان شدن ہمان حضرت شیخ توجہ خاص نمودند و القاء نسبت فرمودہ راہ خود گرفتند از ان وقت حافظ را کمالات و حالات روز افزون رو نمود پس ختم برین شعر کہ ابتدای عرفان از ہمین بود نہایت مناسبت دارد ۱۲ منہ ✦✦✦

حقیقۃ الطریقۃ

من

السنۃ الانیقۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور الارض و السماء، وھو یھدی لنورہ من یشاء، والصلوٰۃ والسلام الاتمان
الاکملان علی سیدنا محمد سید الانبیاء، من صدرہ مشکوٰۃ فیھا مصباح الاھتداء، وھو للذین
امنوا ھدی وشفاء، وعلی الہ الاتقیاء وصحبہ الاصفیاء، وورثتہ من العلماء والاولیاء
الذین لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ التی تنھی عن الفحشاء، وینفقون
فی السراء والضراء، یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار لیجزیھم اللہ احسن الجزاء،
ویزیدھم اللہ من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر احصاء، من احبھم واتبعھم کان مع
الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحاء، ومن
ابغضھم وعاندھم کان من اھل الشقاء، من الذین اعمالھم للسمعۃ والریاء
کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمان کالماء، او لبعدھا عن الصفاء والجلاء، والنور والضیاء
کظلمات فی بحر لجی یغشہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب وھاء، ظلماء فوق ظلماء،

بعد حمد وصلوٰۃ مدعائے ضروری یہ ہے کہ ہر مسلمان پر بعد تصحیح عقائد و اصلاح اعمال ظاہری فرض ہے کہ اپنے
اعمال باطنی کی اصلاح کرے قرآن مجید میں بے شمار آیات اور حدیث میں بے انتہا روایات اسکی فرضیت پر صراحۃ
دال ہیں گو اکثر اہل ظاہر بسبب پابندی ہوا و ہوس اس دلالت سے غافل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ قرآن
وحدیث میں زہد و قناعت و تواضع و اخلاص و صبر و شکر و حب الٰہی و رضا بالقضاء و توکل و تسلیم وغیرہم
ذلک کی فضیلت اور انکی تحصیل کی تاکید اور انکے اضداد حب دنیا و حرص و تکبر و ریا و شہوت و غضب
وحسد و نحوہا کی مذمت اور ان پر وعید وارد و مذکور ہے پھر ان کے مامور بہ اور ان کے منہی عنہ ہونے میں
کیا شبہ رہا اور یہی معنی ہیں اصلاح اعمال باطنی کے اور یہی مقصود اصلی ہے طریقت میں جس کا فرض
ہونا بلا اشتباہ ثابت ہے اور اسی کے ساتھ تجربہ اس کا بھی شاہد ہے کہ اس اصلاح کا مدار اعظم عادۃ اللہ
میں صحبت و خدمت و اطاعت ان حضرات کی ہے جو اپنی اصلاح کر چکے ہیں اور جہاں صحبت ظاہرہ میسر
نہ آوے تو صحبت معنوی یعنی ان حضرات کے حالات و حکایات کا مطالعہ قائم مقام صحبت ظاہری کے ہو کر

کسی درجہ میں کفایت کر سکتا ہے اور یہی راز ہے کہ نصوص میں بکثرت صحبت نیک کی ترغیب اور صحبت بد سے ترہیب آئی ہے۔ اسی طرح آیات و احادیث میں مقبولان الٰہی کے قصص جابجا آئے ہیں۔ اور یہ بھی بشہادت تجربہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ تاثیر صلحا کی صحبت ظاہری یا معنوی کی موقوف ہے اسپر کہ انکے ساتھ عقیدت ومحبت ہو ورنہ عمر بھر بھی کچھ نفع نہیں ہوتا اور جس طرح کہ اہل صلاح کی صحبت نافع ومفید ہے۔ اسی طرح اہل فساد کا قرب اور تعلق خاطر مضر اور مہلک ہے اور اس زمانہ میں بوجہ قلت علم ونیز غلبۂ ہوائے نفسانی اصلاح باطنی کی طرف اول تو اکثر کو التفات ہی نہیں پھر اگر کسی کو خیال بھی ہوتا ہے۔ اور اس ضرورت سے کسی کی صحبت کا جویا ہوتا ہے تو چونکہ اکثر طبائع میں اعتدال علمی وعملی بہت کم ہے یا تو تشدد وتعصب زیادہ ہے اور یا مداہنت وضعف دینی بڑھا ہوا ہے۔ اسلئے دو امر قوی مانع طریق وسد راہ ہو جاتے ہیں متشددین تو کاملین واہل حق کے بعض اقوال یا افعال یا احوال کی کُنہ۔ اور رمز نہ سمجھنے سے انکو مخالف سُنت قرار دیکر اُن سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اُنکی برکات سے محروم رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات گستاخی وبے ادبی کر کے اپنی عاقبت کو پُرخطر کر لیتے ہیں اور مداہنین اور ضعیف الاعتقاد لوگ ناقصین واہل باطل کے تمام اقوال وافعال واحوال کو بلا تطبیق شریعت دل وجان سے قبول کر کے انکی صحبت خدمت اختیار کر کے اور اُن کے محب ومعتقد بنکر اپنا دین ضائع کر بیٹھتے ہیں اسلئے سخت ضرورت واقع ہوئی کہ قرآن وحدیث سے طریقت کی حقیقت دکھلا دی جاوے تاکہ اس کے بعد اہل کمال پر انکار نہو اور ناقصین پر اعتقاد نہو متشددین کا افراط کہ بعضے اُنمیں باوجود تحصیل علم کے کاملین کو ناقص اور اُنکی حالت کو خلاف شریعت اور یہ کہ دین میں اسکی کچھ اصل نہیں گمان کرتے ہیں رفع ہو جاوے اور سُست اعتقادوں کی تفریط کہ ناقصین اور مبطلین کو کامل اور اُنکی حالت کو باوجود خلاف شریعت ہونیکے عین حقیقت اور یہ کہ عین قرب ووصل ہے سمجھتے ہیں رفع ہو جاوے اور امر حق کہ اعتدال بین الافراط والتفریط ہے متعین ومتحقق ہو جاوے۔ یہ رسالہ جسکا نام بمقتضائے مضمون مذکور کے حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ رکھا گیا ہے۔ بعد فراغ رسالہ الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد کے لکھا گیا ہے اور دونوں رسالوں میں مجاورت زمانی کے ساتھ مشارکت معانی بھی ہے کہ دونوں میں اتباع کاملین کا مضمون ہے ایک میں اصلاح ظاہری کے اعتبار سے دوسرے میں اصلاح باطنی کے اعتبار سے۔ اور اس رسالہ کے اول میں ایک مقدمہ ہے اور آخر میں ایک خاتمہ اور درمیان کے مضامین جنکے ابواب کی مجمل فہرست مقدمہ میں آتی ہے۔ مقاصد ہیں ھ

مقدمہ

اوپر تمہید میں گذر چکا ہے کہ مقصود اصلی اس طریق باطن میں اصلاح اعمال باطنی ہے اور ان اعمال کو اصطلاح میں **اخلاق و مقامات** کہتے ہیں لیکن جس طرح ہر مقصود کے ساتھ اُسکے کچھ متعلقات بھی ہوا کرتے ہیں اسی طرح اس اصلاح مذکور کے ساتھ بھی بہت سے امور اُسکے متعلق ہیں پھر ان متعلقات میں سے بعض امور وہ ہیں جو بمنزلہ ثمرات غیر اختیاریہ اصلاح مذکور کے ہیں اُنکو اصطلاح میں **احوال** کہتے ہیں اور بعض امور ان ثمرات کے معین و بمنزلہ اسباب حصول ہیں انکو **اشغال** کہتے ہیں۔ اور بعض امور کسی اشتباہ کا دفع یا کسی مرض باطنی کا علاج یا کسی عمل کا طرز و طریق ہے اسکو **تعلیمات** سے تعبیر کرنا مناسب ہے اور بعض امور اختیاری یا غیر اختیاری ان ثمرات کے آثار ظاہری ہیں اُنکو **علامات** سے تعبیر کرنا زیبا ہے۔ اور بعض امور از قبیل نصوص اُن اخلاق و صفات محمودہ پر بشارت دینے والے ہیں انکو **فضائل** کہنا لائق ہے اور بعض امور از قسم افعال اختیاریہ بمنزلہ امور طبعیہ اس قوم کے ہیں انکو **عادات و آداب** کہنا مناسب ہے۔ اور بعض افعال از قسم افعال مباحہ مبنی بر بعض مصالح غیر ضروریہ ہیں انکو **رسوم** کہا جاوے تو بہتر ہے اور بعض امور محض تحقیقات علمیہ ہیں انکو **مسائل** کہنا چاہئے۔ اور بعض امور از قسم عبارات ہیں انکو **اقوال** کہنا چاہئے اور بعض امور ظاہر نظر میں حدود جواز سے متجاوز معلوم ہوتے ہیں اگر واقع میں وہ داخل حدود ہیں تو اُنکی نسبت جو تاویل اور تطبیق کیجاوے اُسکو **توجیہات** کہنا خوب ہے اور اگر واقع میں بھی خارج حدود ہیں تو اسمیں تنبیہ کی حاجت ہے جسکو **اصلاح** کہنا چاہئے اور بہت کم ایسے امور رہ گئے ہونگے کہ ان کلیات میں سے کسی کی فرد نہوں اُنکو **متفرقات** کہا جاویگا۔ پس کل مقاصد و متعلقات کی مجمل فہرست یہ ہوئی۔ اخلاق۔ احوال۔ اشغال۔ تعلیمات۔ علامات۔ فضائل۔ عادات۔ رسوم۔ مسائل۔ اقوال۔ توجیہات۔ اصلاح۔ متفرقات۔ ان مضامین میں سے جنکا مدلول نصوص اور قرآن و حدیث میں مذکور ہونا ظاہر و مشہور ہے اُن میں چونکہ التباس نہیں ہوتا جو منشا ہے افراط و تفریط کا اسلئے اُن سے تعرض کرنیکی احتیاج نہوئی و نیز کتب فن میں مع دلائل وہ مدون بھی ہیں اور جنکا مدلول و مذکور ہونا غیر ظاہر و غیر مشہور ہے وہ محل التباس و مظنۂ اشتباہ ہوسکتے تھے اور ہوتے ہیں اسلئے اس رسالہ میں صرف ایسے امور کے اثبات کے لئے نصوص و احادیث جمع کئے گئے ہیں۔ جنکے ترجمہ کے بعد ف لکھکر اثبات کی تقریر کردی ہے اگرچہ ایسے کل امور کا اسمیں استیعاب و احاطہ نہیں کیا گیا اور نہ آسانی سے ہوسکتا تھا۔ لیکن تاہم ایک ایسا معتدبہ ذخیرہ ہے جسمیں اکثر مہمات کی تحقیق ہوگئی ہے اور بقیہ امور کا قیاس کرلینا ان پر چنداں دشوار نہیں رہا۔ اور ہرچند کہ مقتضا ترتیب کا یہ تھا کہ ان سب ابواب کے اصول و ماخذ جدا جدا علی سبیل التعاقب لکھے جاتے مگر اولاً اپنی تسہیل ثانیاً ناظرین کی تنشیط کے لئے سب کو مخلوط لکھتا چلا گیا۔ لیکن اسقدر رعایت پھر بھی رکھی گئی کہ ہر حدیث یا آیت کے بعد کہ

وہی مقاصد ہیں اس رسالہ کے جس جزئی کا اثبات مقصود ہوا استدلال سے قبل اسکے عنوان کلی کو تصریحاً لکھدیا پھر استدلال کی تقریر کردی اور حاشیہ پر بھی مقابلہ میں ف لکھکر اُسکے اوپر وہ عنوان کلی اور نیچے وہ جزئی لکھدی گئی تاکہ اول نظر ہی میں معلوم ہوجاوے کہ اس مقام پر فلاں کلی کی فلاں جزئی کا اثبات کیا گیا ہے۔ اب اگر کسی وقت ان مضامین کو مرتب کرنا مصلحت معلوم ہو تو عنوانات مذکورہ کو متن یا حاشیہ کے مواضع متفرقہ سے باسانی مجتمع کرکے مرتب کرلینا ممکن ہے واللہ اسأل التوفیق فی کل عمل والعصمۃ من الخلل والزلل

حدیث اوّل عند النسائی فی حدیث عمر بن الخطابؓ حین جاء جبرئیل علیہ السلام یسأل عن امور الدین بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ لجبرئیل علیہ السلام نزل فی صورۃ دحیۃ الکلبی (تیسیر کلکتہ ص) **ترجمہ** نسائی کی روایت ہیں اس حدیث میں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کچھ مسائل دین پوچھنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے تھے یہ بھی مذکور ہے کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے کہ حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں نازل ہوئے تھے۔ **ف مسئلہ تمثل** کوئی ذات باوجود بقاء اپنی حالت وصفت کے کسی دوسری صورت میں ظہور کرے اسکو تمثل کہتے ہیں اور اس دوسری صورت کو صورت مثالی کہتے ہیں خواب و مکاشفات میں تو اکثر اشیاء متمثل ہوتی ہیں اور خرق عادت کے طور پر کبھی بیداری میں بھی تمثل ہوتا ہے اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام صورت بشریہ میں متمثل ہوئے یہ نہ تھا کہ فرشتہ سے آدمی بن گئے ورنہ استحالہ وانقلاب ہوتا قرآن مجید بھی اسکا مثبت ہے قال اللہ تعالی فتمثل لھا بشرا سویا یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے روبرو ایک صحیح سالم بشر کی شکل میں متمثل ہوگئے۔ اور اس سے جواز تناسخ کا دھوکہ نہوجاوے۔ کیونکہ تمثل میں ذات کو اپنی کسی حالت سے انتقال نہیں ہوتا اور تناسخ میں روح کا منتقل ہونا اعتبار کیا گیا۔

حدیث دوم عن عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المھاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ اخرجہ الخمسۃ (تیسیر کلکتہ ص) **ترجمہ** حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مہاجر (حقیقی) وہ شخص ہے جو ترک کردے اُن اُمور کو جن سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وترمذی و ابوداؤد ونسائی نے **ف (مسئلہ) مقصودیت معنی** حضرات صوفیہ رحمہم اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ظاہر بدون باطن کے قابل اعتبار نہیں اور مقصود اعمال سے انکے حقایق و معانی ہیں۔ اس حدیث میں اسپر صاف دلالت ہے کہ اگر کوئی شخص ظاہراً ہجرت کرے مگر جو اصلی غرض ہے ہجرت سے کہ نامرضیات حق سے کنارہ کرنا اسکا اہتمام نکرے تو وہ حقیقۃً مہاجر نہیں۔ لیکن اس سے کوئی نہ سمجھ جاوے کہ ظاہر محض غیر مقصود ہے اصل یہ ہے کہ ہر باطن کیلئے جو ظاہر شارع نے تجویز کیا ہے بدون اُس ظاہر کے وہ باطن حاصل ہی نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ تمثل

مقصودیت معنی

٣ **حدیث سوم** عن ابن مسعودؓ قالوا یا رسول اللہ ان احدنا لیجد فی نفسہ ما لان یحترق حتی یصیر حممۃ او یخر من السماء الی الارض احب الیہ من ان یتکلم بہ قال ذاک محض الایمان رواہ مسلم (تیسیر کلکتہ ص ١٠١) ترجمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے بعض بعض اپنے دل میں ایسے وساوس پاتا ہے کہ اگر جلکر کوئلہ ہو جاوے یا آسمان سے زمین پر گرجاوے یہ زیادہ گوارا ہے۔ اسکے وسوسہ کو زبان پر لاوے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ خالص ایمان کی علامت ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے **ف تعلیم عدم التفات الی الخطرات** خطرات و وساوس کے دفع میں تن دہی و مبالغہ کرنا یا اسکے حزن میں مبتلا ہو جانا سالک کو بہت پریشان کرتا ہے محققین اسی حدیث کے موافق اسکا یہی علاج کہتے ہیں کہ اس کا غیر مضر ہونا سمجھا کر اسکو بفکر کر دیتے ہیں اور اس سے معاً دفع بھی ہو جاتا ہے۔

۴ **حدیث چہارم** عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسعۃ او ثمانیۃ او سبعۃ فقال الا تبایعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبسطنا ایدینا وقلنا علام نبایعک یا رسول اللہ قال علی ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وتصلوا الصلوات الخمس وتسمعوا وتطیعوا واسر کلمۃ خفیۃ قال ولا تسئلوا الناس شیئا فلقد رایت بعض اولئک النفر یسقط سوط احدہم فما یسأل احدا یناولہ ایاہ۔ اخرجہ مسلم وابوداؤد والنسائی (تیسیر کلکتہ ص ١١)

ترجمہ حضرت عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے ہمنے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ کی بیعت کریں یا رسول اللہ آپنے فرمایا ان امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور (احکام) سنو اور مانو اور ایک بات آہستہ فرمائی وہ یہ کہ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان حضرات میں سے بعض کی یہ حالت دیکھی ہے۔ کہ اتفاقاً چابک گر پڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اٹھا کر ان کو دیدے روایت کیا اسکو مسلم اور ابوداؤد اور نسائی نے **ف مسئلہ بیعت طریقت و اصلاح اعمال** حضرات صوفیہ کرام میں جو بیعت معمول ہے جسکا حاصل معاہدہ ہے التزام احکام و اہتمام اعمال ظاہری و باطنی کا جسکو ان کے عرف میں بیعت طریقت کہتے ہیں۔ بعض اہل ظاہر اسکو اس بنا پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں صرف کافروں کو بیعت اسلام اور مسلمانوں کو بیعت جہاد کرنا معمول تھا۔ مگر اس حدیث میں اسکا صریح اثبات موجود ہے کہ یہ مخاطبین چونکہ صحابہ ہیں اسلئے یہ بیعت اسلام یقیناً نہیں کہ تحصیل حاصل لازم آتا ہے۔ اور مضمون بیعت سے ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہیں بلکہ بدلالت الفاظ معلوم ہے۔ کہ التزام و اہتمام اعمال کے لئے ہے پس مقصود ثابت ہو گیا۔ **ف عادۃ تعلیم**

للمصلحۃ اکثر مشائخ کی عادت ہے کہ مریدین کو خلوت میں خفیہ تعلیم فرماتے ہیں کبھی تو یہ سبب ہوتا ہے کہ وہ امر عام فہم نہیں ہوتا اسکے اظہار میں افتتان و اضلال عوام کا ہے اور کبھی یہ وجہ ہوتی ہے کہ خفیہ تعلیم دلیل خصوصیت و اہتمام ہے اسمیں طالب کے دل میں زیادہ وقعت اور منزلت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی نفع ہے کہ دوسرے طالبین اسکو سنکر حرص و تقلید نہ کریں جنکی حالت کے مناسب دوسری تعلیم ہے۔ سو اس حدیث میں اس عادت کی اصل پائی جاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امر خفی طور سے فرمایا جس میں علاوہ بعض مصالح مذکورہ کے عجب نہیں کہ علی الاطلاق اسکے واجب نہ ہونیکی طرف اشارہ ہو کیونکہ امور واجبہ کا مقتضا اعلان ہے بہرحال مطلق مصلحت سے اخفا ثابت ہوگیا۔ **ف** (مسئلہ) **مبالغہ در امتثال امر شیخ** اکثر مریدین کا مقتضای طبیعت ہوتا ہے۔ کہ مرشد کے احکام ماننے میں اسقدر مبالغہ کرتے ہیں کہ رعایت معنی کیساتھ مدلول ظاہر الفاظ تک کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ مراد منع کرنا تھا دوسرے کی چیز مانگنے سے نہ کہ اپنی چیز بطور استعانت مانگنے سے مگر چونکہ لفظ فی نفسہ اسکو محتمل تھا گو وہ احتمال قرائن کی وجہ سے یقیناً منفی ہو اس احتمال لفظی کی رعایت سے اپنی چیز مانگنے کی بھی احتیاط رکھی جیسا دوسری حدیث میں ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اثناء خطبہ میں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ایک صحابی دروازہ سے آرہے تھے سنکر وہاں ہی بیٹھ گئے۔ حالانکہ مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ اندر آکر موقع پر بیٹھ جاؤ کھڑے مت رہو نہ یہ کہ آؤ بھی مت۔ یہ شعبہ ہے غایت احترام و تادب شیخ کا جو کہ استفادہ باطنی کے لئے شرط اعظم ہے

حدیث پنجم عن عائشۃ رض قالت ما مس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امرأۃ قط الا ان یاخذ علیہا فاذا اخذ علیہا فاعطتہ قال اذھبی فقد بایعتک رواہ الشیخان وابوداود (تیسیر کلکتہ ص۱۱)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کے ہاتھ کو کبھی نہیں چھوا البتہ صرف زبانی بیعت لے لیتے تھے جب زبانی عہد لینے پر وہ عہد دیدیتی فرماتے کہ جاؤ میں نے تمکو بیعت کر لیا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد نے **ف اصلاح مصافحہ نہ کردن با زنان در بیعت** بعض ناواقف بلکہ بے احتیاط درویش عورتوں سے دست بدست بیعت لیتے ہیں یہ عمل بالکل ناجائز ہے بلا ضرورت اجنبی عورت کے بدن پر ہاتھ لگانا گناہ ہے۔ اس حدیث میں اس عمل کا ابطال و رد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون مربی اور عفیف ہوگا۔ جب آپ نے اسمیں احتیاط فرمائی تو دوسرے کسی پیر کو باپ یا فرشتہ سمجھکر ایسی بے تکلفی و بے پردگی کو کیونکر گوارہ کیا جا سکتا ہے حقیقت بیعت کی محض معاہدہ ہے سو زبانی کافی ہے۔ مشائخ متاخرین نے تقویت اتصال کے لئے و نیز تسکین قلب عوام کے لئے کپڑے کا ایک گوشہ خود لینا اور دوسرا گوشہ مریدہ کو دینا معمول کر لیا ہے۔ اس کا مضائقہ نہیں بلکہ اگر مرد کے لئے بھی بعذر یا بلا ضرورت زبانی بیعت پر اکتفا کیا جاوے مضائقہ نہیں۔ لیکن چونکہ ہاتھ میں ہاتھ لینا بیعت کی ایک مسنون ہیئت ہے اور مردوں میں اس سے کوئی امر مانع نہیں لہذا معنی اور صورت کا جمع کر لینا اولیٰ ہے۔

مسئلہ مبالغہ در امتثال امر شیخ

اصلاح بیعت زنان بقول

حدیث ششم عن ابی هریرۃ انہ دخل السوق فقال اراکم ھھنا ومیراث محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقسم فی المسجد فذھبوا وانصرفوا وقالوا ما رأینا شیئا یقسم رأینا قوما یقرؤن القرآن قال فذلکم میراث نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم رواہ رزین (تیسیر کلکتہ ص ۱۳)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ وہ بازار میں تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا کہ میں تمکو یہاں دیکھتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مسجد میں تقسیم ہو رہی ہے یہ سنکر لوگ اُدھر چلے اور پھر لوٹ آئے اور کہنے لگے ہم نے تو کچھ بھی تقسیم ہوتے نہیں دیکھا صرف ایک قوم کو دیکھا کہ قرآن کے پڑھنے میں لگ رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہی تو میراث ہے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کیا اسکو رزین نے **ف عادۃ ادائے مقصود برموز وعبارات غیر ظاہرہ برائے مصلحے** اکثر بزرگوں کی تقریر و تحریر میں بعض مضامین خلاف ظاہر پائے جاتے ہیں جنکی توجیہ و مراد سُننے کے بعد بالکل صحیح و مطابق واقع کے ثابت ہوتے ہیں کبھی اسکا سبب غلبہ حال ہوتا ہے کبھی قصد انخفاء عوام سے کبھی تشویق و ترغیب طالب کی کہ ابہام سے شوق تعیین ہوتا ہے۔ اور بعد شوق جو تعیین ہوتی ہے وہ اوقع فی النفس ہوتی ہے اس حدیث میں اس عادت کا اثبات ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مصلحت تشویق کے لئے اول ابہاماً فرمایا جس سے ایہام معنی غیر مقصود کا ہو احتی کہ واپسی کے بعد لوگوں نے تکذیب بھی کی مگر بعد تفسیر معلوم ہوا کہ کلام صادق ہے پس عبارات موہمہ دیکھکر کسی صاحب کمال یا صاحب حال پر جرح قدح نہ کرے کہ مثمر حرمان ہے۔

حدیث ہفتم عن ابی بن کعب قال کان رجل من الانصار بیتہ اقصی بیت فی المدینۃ فکان لا تخطئہ الصلوٰۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فتوجعنا لہ فقلت لہ یا فلان لو انک اشتریت حمارا یقیک من الرمضاء ویقیک من ھوام الارض قال اَمَ واللہ ما احب ان بیتی مطنب ببیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قال فحملت بہ حملا حتی اتیت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ قال فدعاہ فقال لہ مثل ذلک وذکر انہ یرجو فی اثرہ الاجر فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لک ما احتسبت رواہ مسلم ج ۱ ص ۲۳۵ مجتبائی

ترجمہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے تھے جنکا گھر مدینہ میں بہت دور تھا پھر بھی کوئی نماز انکی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فوت نہ ہوتی ہم لوگوں کو اُن کے حال پر ترس آیا میں نے اُن سے کہا کہ میاں فلانے کیا خوب ہو اگر تم ایک دراز گوش خرید لو کہ تمکو گرم کنکر پتھر سے بچاوے اور حشرات الارض سے بھی حفاظت رہے وہ شخص کہنے لگے یاد رکھو میں اسکو پسند نہیں کرتا کہ میرا گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولتخانہ سے متصل ہو حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کہنے کا مجھپر بار عظیم ہوا حتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور سب قصہ

بیان کیا۔ آپ نے اُن کو بُلایا۔ انھوں نے ویساہی جواب دیا اور یہ عرض کیا کہ میں اپنے قدم سے چلنے میں اُمید ثواب
کی رکھتا ہوں حضور نے اُن سے فرمایا تمکو وہی ملیگا جسکا تم خیال رکھتے ہو۔ روایت کیا اسکو مسلم نے **ف**
عادۃ ادا مقصود برموز مثل سابق اسمیں بھی وہی تقریر ہے۔ جو ابھی اس سے اوپر کی حدیث کے ذیل
میں گذری۔ دیکھیے ان انصاری صحابی نے ایسے عنوان سے یہ مضمون ادا کیا جسکے الفاظ نہایت ناگوار تھے اور اسی
وجہ سے حضرت ابی بن کعب پر گران گذرا عجب نہیں کہ اپنے اخلاص کے اخفاء کے لیے اس طرز کو اختیار
کیا ہو یا اسی طرح کی اور کوئی مصلحت ہو آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر مقصود اصلی واضح
ہوا آپ سے اخفاء کی کوئی وجہ نہ تھی۔

ماحال دل را با یار گفتیم	نتوان نہفتن درد از طبیبان

تنبیہ لیکن بلا کسی مصلحت معتد بہ کے ایسا عنوان موہم استعمال کرنا بنص لاتقولوا راعنا ونحو ذلک ممنوع ہے

حدیث ہشتم عن حنظلة بن الربيع الاسيدي كاتب رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال لقيني ابو بكر فقال كيف انت قلت نافق حنظلة قال سبحان الله ما تقول قلت نكون
عند النبي صلى الله عليه وسلم يذكرنا بالنار والجنة كانا راى عين فاذا خرجنا من عنده
عافسنا الازواج والاولاد والضيعات ونسينا كثيرا قال والله انى لاجد مثل هذا فانطلقا
الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكرا له ذلك فقال والذى نفسى بيده
لو تدومون على ما تكونون عندى او فى الذكر لصافحتكم الملئكة على فرشكم
وفى طرقكم ولكن يا حنظلة ساعة وساعة ثلث مرات اخرجه مسلم والترمذى (تيسير كلكته ص ۱۵۱)

ترجمہ حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھا کہ اے حنظلہ کیسے ہو میں نے کہا کہ حنظلہ (یعنی میں) تو منافق ہو گیا
انھوں نے تعجب سے) فرمایا سبحان اللہ کیا کہتے ہو میں نے کہا کہ (اسلیے منافق کہتا ہوں کہ) ہم لوگ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو ہوتے ہیں اور آپ ہمکو دوزخ بہشت یاد دلاتے ہیں تو اسوقت ایسے ہوتے
ہیں گویا کھلی آنکھوں اُن کو دیکھ رہے ہیں پھر جب آپ کے پاس سے آتے ہیں تو بیوی بچوں اور معاملات
جائداد میں آلودہ ہو جاتے ہیں اور اُن میں سے بہت سی باتوں کا خیال بھی نہیں رہتا وہ فرمانے لگے واللہ
ایسی حالت تو میں بھی پاتا ہوں پھر دونوں صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے اور آپ سے
اسکا ذکر کیا آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے جس حالت پر میرے پاس ہوتے ہو
اگر تم لوگوں کو اس پر یا یہ فرمایا کہ ذکر میں دوام ہو جاوے۔ تو تم سے بستروں پر اور سڑکوں پر ملائکہ مصافحہ
کرنے لگیں لیکن اے حنظلہ ایک ساعت کیسی ایک ساعت کیسی یہ مضمون آپنے تین بار فرمایا روایت کیا
اسکو مسلم اور ترمذی نے **ف عادۃ خود را یا نفس را کافر وغیرہ گفتن ببعضے اسباب**

بعض بزرگوں کے کلام میں اپنے کو کافر کہدینا یا نفس کو کہ اسکی حقیقت بھی عین اس شخص کی ذات ہے (بعض صفات ذمیمہ کے اعتبار سے) کافر کہدینا خواہ بعض اعمال سیئہ واحوال رویہ کے اعتبار سے یا کسی خاص اصطلاح کے اعتبار سے پایا جاتا ہے۔ جس پر ظاہر نظر میں شبہ ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے کو کافر کہے وہ مسلمان کب رہ سکتا ہے اس حدیث میں اس عادت کی اصل پائی جاتی ہے کہ حضرت حنظلہ نے عدم دوام غلبہ حال کے اعتبار سے اپنے کو منافق کہدیا۔ جو یقیناً معنی حقیقی شرعی میں مستعمل نہیں کیونکہ اسکے لوازم سے کفر بمعنی تکذیب اللہ و رسول کے ہے بلکہ محض اختلاف حالت غیبت و حضور میں تشبیہ کا لحاظ کرکے اصطلاح خاص پر بناء کرکے مجازاً کہدیا اسی کی نظر دوسری اصطلاح بھی ہے جسکا اعتبار کر لیا جاوے مثلاً فانی پر باعتبار معنی ستر کے کہ مدلول لغوی کفر کا اور مناسب حال فنا کے ہے کافر اطلاق کر دیا جاتا ہے کذا سمعت مرشدی پس ان اصطلاحات پر کسی کی تکفیر یا تفسیق نہیں ہو سکتی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں جو کہ جواباً آیا ہے۔ اس مجاز کا رد نہیں ہے۔ بلکہ اسکی بناء کے مذموم ہونے کی نفی ہے۔ **ف حال مشاہدہ** کسی امر کے استحضار اور خیال کا قلب پر غالب اور قوی ہو جانا مشاہدہ کہلاتا ہے۔ اس حدیث میں اسکا اثبات ہے کہ حضرت حنظلہ نے جنت دوزخ کی یاد کی نسبت یہ فرمایا کہ گویا کھلی آنکھوں دیکھنے لگتے ہیں آہ۔ مراد اس سے یہی غلبہ استحضار ہے اور مشاہدہ کے لغوی معنی مراد نہیں ہوتے بعضے ناواقفی سے غلطی میں پڑ جاتے ہیں **ف متفرق۔ برکت صحبت شیخ** جس طرح مجاہدات و ریاضات سے کسی کیفیت کا ورود ہوتا ہے اسی طرح شیخ کی صحبت اور خطاب سے بھی ہو جاتا ہے۔ گو اسکو مثل اثر ریاضت کے رسوخ اور بقاء نہیں ہوتا چنانچہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ خدمت مبارک سے علیحدہ ہو کر تعلقات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں اس سے ناشی ہے۔ اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اس نسیان کا سبب اشتغال تعلقات تھا کیونکہ خود یہ تعلق اور اشتغال بھی مبنی غیبت وضعف وارد پر ہے جسکا سبب وہی بعد حضور نبوی ہے۔ **ف حال کشف ملکوت** اشغال و مراقبات سے جب نفس میں یکسوئی و استغراق غالب ہوتا ہے حسب مناسبت فطریہ احیاناً ملکوت وغیرہ کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے اس کا امکان بلکہ وقوع معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ تم سے مصافحہ کرتے اسمیں انکشاف سے بھی زیادہ ملاقات و مماسہ کا اثبات ہے۔ **ف مسئلہ متضمن تعلیم تلوین و عدم دوام غلبہ حال** اکثر سالکین اس سے پریشان ہوتے ہیں کہ ہماری فلان حالت ضعیف ہوگئی یا فلان کیفیت زائل ہوگئی شاید ہمکو تنزل ہوگیا ہو اور اس سے مایوس اور شکستہ دل ہو جاتے ہیں شیوخ کاملین نے انکی غلطی رفع کرنیکے لیے تحقیق فرمادیا ہے۔ کہ حالات کا غلبہ دائم نہیں ہوتا بالخصوص مبتدی کا اسکو بہت تغیر و تبدل پیش آتا ہے جسکو تلوین کہتے ہیں اور اہل تمکین کی بھی حالت میں ان کے مرتبہ کے موافق تفاوت ہوتا ہے۔ اس حدیث سے اسکا بھی اثبات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ساعت کیسی

ایک ساعت کیسی غرض یہ لوازم سلوک سے ہے مضر نہیں اس سے پریشان نہ ہونا چاہیئے کہ وہ پریشانی البتہ مضر ہے

حدیث نہم عن انس قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد فاذا حبل ممدود بین الساریتین فقال ما ھذا قالوا حبل لزینب فاذا فترت تعلقت بہ فقال لاحلوہ لیصل احدکم نشاطہ فاذا فتر فلیقعد اخرجہ البخاری وابوداؤد والنسائی (تیسیر کلکتہ ص ۱۱۵) **ترجمہ** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک رسّی دو ستونوں کے درمیان میں تنی ہوئی بندھ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ یہ حضرت زینب کی رسّی ہے جب وہ (عبادت سے) ماندہ خستہ ہوجاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں آپ نے فرمایا کچھ نہیں اسکو کھول ڈالو (نفل) نماز طبیعت کی تازگی تک پڑھنا چاہیئے اور جب ماندگی اور تعب ہونے لگے تو بیٹھ جانا چاہیئے روایت کیا اسکو بخاری اور ابوداود اور نسائی نے **ف تعلیم توسط فی المجاہدہ** ائمہ سلوک نے اتفاق کیا ہے کہ مجاہدہ و ریاضت میں اسقدر افراط اور غلو نہ کرے کہ طبیعت تنگ ہوجاوے یا صحت میں فتور پڑ جاوے اس حدیث میں اس تعلیم کی تصریح موجود ہے۔ اور جن حضرات سے اسکی کثرت اور مبالغہ منقول ہے اُن پر شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ غلبۂ شوق و قوت محبت میں اُنکو فتور سستی و تنگی عارض نہ ہوتی تھی۔ اور حدیث میں قعود کو فتور پر مرتب فرمایا ہے۔

توسط فی المجاہدہ

حدیث دہم عن انس قال خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا وقال ھذا الانسان وخط الی جانبہ خطا وقال ھذا اجلہ وخط اخر بعید امنہ وقال ھذا الامل فبینما ھو کذلک اذجاءہ الاقرب اخرجہ البخاری والترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۱۱۲) **ترجمہ** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر اُس کی نسبت فرمایا کہ یہ انسان ہے اور ایک خط اُس کے قریب کھینچکر فرمایا کہ یہ اُس کی موت ہے اور ایک خط اُس سے دور کھینچکر فرمایا کہ یہ انسان کی آرزو اور اُمنگ ہے پس انسان اسی حالت میں رہتا ہے (کہ آرزو پوری کروں) دفعتہً یہ پاس آنیوالی چیز یعنی موت آپہونچتی ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی نے **ف توجیہ دریا و آفتاب وغیرہ گفتن ذات و صفات حق را** بعض بزرگوں کے کلام میں خصوص نظم میں ذات و صفات حق تعالے پر کہیں دریا کا اطلاق آیا ہے کہیں آفتاب و ماہتاب کا جس پر قدیم کو حادث کہدینے کی قباحت اور سوء ادب کے علاوہ بطلان اتحاد اور غلطی حمل بین المتباینین وغیرہ محذورات ظاہراً لازم آتے ہیں اور توجیہ اور وجہ تصحیح اس کی یہ ہے کہ مقصود تمثیل و تشبیہ ہے نہ اتحاد اور تشبیہ میں کچھ محذور نہیں کمشکوٰۃ فیہا مصباح خود قرآن میں ہے غایت مافی الباب یہ کہ کوئی کلمہ دال علی التشبیہ کلام میں مذکور نہیں لیکن حذف کردینا اسکا کلام فصحا میں بکثرت پایا جاتا ہے سو یہ حدیث اس حذف کی تائید و تقویت میں صریح ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط کی طرف اشارہ فرماکر اُن کو انسان و

توجیہ دریا و آفتاب وغیرہ گفتن ذات و صفات حق را

اجل اور امل تبلادیا یوں نہیں فرمایا کالانسان کالاجل کالامل حالانکہ مقصود یہی ہے پس صحت اطلاق یقیناً ثابت ہوئی البتہ دو امر قابل تحقیق باقی رہے ایک یہ کہ تشبیہ وتمثیل کیلئے وجہ تشبیہ ومناسبت کا تحقیق ضروری ہے۔ سو وہ کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ حسب تصریح محققین اسماء وصفات آلہیہ توقیفی موقوف علی اذن الشارع ہیں سو ان اطلاقات خاصہ کا اذن کہاں ہے پس امر اول کی تحقیق اجمالاً یہ ہے کہ دریا ومثلہ میں وجہ تشبیہ مشبہ ومشبہ بہ میں محض شی واحد کا امور کثیرہ کیلئے منشاء تحقق ہوجانا ہے۔ گو مشبہ میں وحدت کا حقیقیہ ہونا اور مشبہ بہ میں وحدت کا اعتباریہ ہونا اور مشبہ میں منشایت کا باعتبار علت فاعلیہ ہونا اور مشبہ بہ میں باعتبار علت مادیہ ہونا اور مشبہ میں منشاء کا مختار ہونا اور مشبہ بہ میں مضطر ہونا یہ امور مابہ الامتیاز و التفاوت بھی ہیں مگر تشبیہ میں قادح نہیں جیسا اہل علم پر مخفی نہیں اس کی تحقیق باحسن وجوہ قاضی مبارک نے بھی شرح سلم میں کی ہے اور آفتاب کی وجہ تشبیہ بہت ظاہر ہے۔ یعنی مفید انوار ہونا اور امر دوم کی تحقیق یہ ہے کہ توقیفیت اس اطلاق میں ہے جو بطور تسمیہ ہو مطلق اثبات اوصاف کمال میں نہیں پس اب اس میں کوئی اشکال نہیں رہا اس توجیہ کے بعد اشعار ذیل اور جو ان کے مثل ہوں حل ہو جاوینگے جن میں بعض تکفیر تک پہونچ گئے۔ اور بعض ظاہر کے معتقد ہو کر ملحد ہو گئے۔ مغربی فرمایدے زدریا موج گوناگون برآمد ز بیچونی برنگ چون برآمد۔ مولوی رومی فرمایدے آفتاب آمد دلیل آفتاب ÷ گر دلیلت باید ازوی رومتاب حافظ فرمایدے شراب لعل کش وروی مہ جبینان بین ÷ خلاف مذہب آنان جمال ایشان بین مراد بمہ جبینان تجلیات صفات حق۔

حدیث یازدہم عن ابن عمر قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بمنکبی وقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل اخرجہ البخاری والترمذی وزاد بعد قولہ او عابر سبیل وعد نفسک من اہل القبور (تیسیر کلکتہ ص ۲) ترجمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اسطرح رہ گویا تو مسافر ہے بلکہ گویا راہ میں گذر رہا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی نے اور ترمذی نے عابر سبیل کے بعد یہ جملہ اور زیادہ روایت کیا ہے کہ اپنے کو اہل قبور میں سے شمار کر۔ **ف** تائید قول موتوا قبل ان تموتوا یہ قول اس قوم کی زبان زد ہے یہ حدیث اس قول کی ہم معنی ہے پس اگر اس کو اس حدیث کی روایت بالمعنی کہا جاوے مستبعد نہیں اور اکثر صریح اقوال ان حضرات کے بنام حدیث جو مشہور ہیں اکثر ان کے مضامین احادیث میں وارد ہیں اس لئے صوفیہ کو وضاعین حدیث کہنا زیادتی ہے۔ **ف** خلق مراقبہ کسی مضمون کا دل سے اکثر احوال میں یا ایک محدود وقت تک اس غرض سے کہ اس کے غلبہ سے اسکے مقتضا پر عمل ہونے لگے تصور رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے۔ جو اعمال مقصودہ قلبیہ میں سے ہے اس حدیث میں اسکا امر ہے۔ کیونکہ اہل قبور میں سے اپنے کو شمار کرنا عمل قلب کا ہی اور اثر جو اس

۱۱ح
تائید قول موتوا قبل ان تموتوا
مراقبہ

پر مرتب ہے وہ تقلیل تعلقات دنیویہ اور مثل میت کے شہوت و غضب و اخلاق ذمیمہ کا مضمحل اور انقیاد دو تفویض کا غالب ہو جاتا ہے۔

حدیث دوازدہم وعن قیس بن ابی غرزۃ قال کنا نسمی فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السماسرۃ فمر بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمانا باسم ھو احسن منہ فقال یا معشر التجار ان البیع یحضرہ اللغو والحلف فشوبوہ بالصدقۃ رواہ ابو داود والترمذی والنسائی (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۴۵) ترجمہ حضرت قیس بن ابی غرزہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سمسار یعنی دلال کہلاتے تھے حضور نے ہمکو اس سے اچھے نام سے نامزد فرمایا کہ اے جماعت تاجروں کی (وہ اچھا لقب یہی ہے) بیع و شرا میں لگا ہے لغو اور حلف کا اتفاق ہو جاتا ہے تم لوگ اسمیں صدقہ کی آمیزش کر دیا کرو روایت کیا اسکو ابو داود اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ف رسم تبدیل اسم مناسب حال درویشی بعض خاندانوں میں دیکھا ہے کہ بعد بیعت کے مرید کو ایک نیا نام جسمیں شاہ وغیرہ بھی ہوتا ہے عطا فرماتے ہیں مثلاً برکت شاہ و رحمت شاہ وغیر ذلک اس حدیث سے اسکا استنباط ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے لقب سمسار کے حالت موجودہ کے مناسب تاجر لقب عطا فرمایا۔

حدیث سیزدہم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجھہ شیئا فان لم یجد فلینصب عصاہ فان لم یکن معہ عصا فلیخطط خطا ثم لا یضرہ ما مر امامہ رواہ ابو داؤد وابن ماجہ (مشکوۃ ج ۱ ص ۶۶) ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھنے لگے تو اسکو چاہیئے کہ اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے (تاکہ سترہ ہو جاوے) اور اگر کوئی ایسی چیز نہ ملے تو اپنا عصا کھڑا کرے اور اگر عصا بھی پاس نہ ہو تو (سامنے) ایک خط کھینچ لے پھر جو کچھ بھی سامنے سے گذرتا رہے اسکو مضر نہیں۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ف شغل جمع خاطر بزرگوں نے جو اشغال تجویز کئے ہیں ان سب سے مقصود اصلی یہ ہے کہ قلب کا انتشار جو بوجہ تشویش افکار کے ہے دفع ہو کر جمعیت خاطر اور خیال کی یکسوئی حاصل ہو تاکہ اس کے خوگر ہونے سے توجہ تام الی اللہ جو کہ مبتدی کو بوجہ غیب ہونے مدرک کے اور مزاحم ہونے افکار مختلف و حسیات حاضرہ کے متعذر ہے سہل ہو جاوے اشغال مختلفہ اسی کے حیل و طرق ہیں سترہ کا حکم اس عمل کا ماخذ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تصریح علماء اسرار مقصود سترہ سے یہی جمع خاطر اور ربط خیال و نفی انتشار ہے جیسا ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور سترہ اس کی تدبیر ہے۔

حدیث چہاردہم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء

فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذا ابغض عبدا دعا جبرئیل فیقول انی ابغض فلانا فابغضہ قال فیبغضہ جبرئیل ثم ینادی فی اھل السماء ان اللہ یبغض فلانا فابغضوہ قال فیبغضونہ ثم یوضع لہ البغضاء فی الارض رواہ مسلم

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۶) **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو محبوب بناتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلاکر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم فلاں شخص سے محبت رکھتے ہیں تم بھی اُس سے محبت رکھو پس جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبرئیل علیہ السلام آسمان میں ندا فرمادیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو چاہتے ہیں تم سب اُس سے محبت رکھو سو آسمان والے بھی اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اہل زمین میں اُس شخص کی مقبولیت رکھدی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کو کسی شخص سے بغض ہوتا ہے تو اسی ترتیب مذکور سے اہل زمین کے قلوب تک اُسکی مبغوضیت آجاتی ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے **ف**۔ علامت **مقبول و غیر مقبول** اس حدیث میں اولیاء کی غیر اولیاء سے ایک شناخت مذکور ہے اس علامت سے طالبین کو کام لینا چاہئے نیز غیر مقبول سے احتراز لازم سمجھنا چاہئے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ بلاکسی سبب و تعلق و نفع یا ضرر دنیوی کے اکثر خلائق کا کسی کیطرف میلان قلب اور گمان نیک ہونا علامت ہے اُس شخص کے محبوب و مقبول ہونے کی اسی طرح بلاکسی لوث نفع و ضرر ظاہری کے اکثر لوگوں کا کسی سے نفرت کرنا اور اُسکو اچھا نہ سمجھنا علامت ہے غیر مقبول عند اللہ ہونے کی اور جو صداقت یا عداوت کسی احسان یا رشتہ داری یا ضرر و نا موافقت معاملہ سے ہو اسکا اعتبار نہیں۔ اور یاد رہے کہ جن لوگوں کی طینت میں خبث و فساد غالب ہے اُن کا ادراک بھی غیر معتبر ہے۔

علامت مقبول و غیر مقبول

حدیث پانزدہم ۱۵ عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی رواہ مالک

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۸) **ترجمہ** حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت اُن لوگوں کے لئے ثابت ہو چکی جو میرے ہی واسطے باہم ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور میرے ہی علاقہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور میرے ہی سبب ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات کرتے ہیں اور میری ہی وجہ سے آپسمیں ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔ روایت کیا اُسکو امام مالک نے **ف**۔ فضیلت **جماعۃ صوفیہ** یہ حدیث صوفیہ اہل حق کی فضیلت اور اُنکے لئے بشارت پر صاف دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ یہ صفات جو حدیث میں مذکور ہیں بالکل وجوہ ان حضرات میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں پیر و مریدوں میں محبت اور پیر بھائیوں میں اُلفت اسیطرح دوسرے بزرگوں سے تعلق اور جان و مال سے دریغ نہ کرنا اور دور و دراز سے زیارت کے لئے سفر کرنا یہ امور اُن

فضیلت صوفیہ محققین

حضرات میں محض خالصاً للہ بلا کسی دنیوی تعلق کے ہوتے ہیں۔

۲۶ **حدیث شانزدہم** عن ابی الدرداء قال ما اود ان لی متجرا علی درجۃ جامع دمشق اصیب فیہ کل یوم خمسین دینارا اتصدق بہا فی سبیل اللہ ولا تفوتنی الصلوٰۃ فی الجماعۃ وما بی تحریم ما احل اللہ تعالیٰ ولکنی اکرہ ان لا اکون من الذین قال اللہ تعالیٰ فیہم رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ اخرجہ رزین (تیسیر کلکتہ ص ۲۵) **ترجمہ** حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اسکو پسند نہیں کرتا کہ جامع مسجد دمشق کی سیڑھیوں پر (کہ وہ جگہ زیادہ اجتماع کی ہے) میری تجارت ہو جسمیں مجھکو پچاس دینار روزانہ ملجاویں اور انکو (روزانہ) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات بھی کر دوں اور جماعت کی کوئی نماز بھی فوت نہ ہو (یعنی ایسی حالت میں بھی پسند نہیں کرتا) اور اسکی یہ وجہ نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرتا ہوں لیکن مجھکو یہ امر ناگوار ہے کہ اس جماعت میں داخل نہ رہوں جنکے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی۔ روایت کیا اسکو رزین نے **ف** **عادۃ مبالغہ در ترک تعلقات** اکثر اصحاب طریقت نے اپنے لئے تکثیر تعلقات کو پسند نہیں کیا گو وہ تعلقات مباح ہی کیوں نہ ہوں اور اسی لئے متوکلانہ آزادانہ زندگی بسر فرمائی ہے حتیٰ کہ حضرت مرشدی علیہ الرحمۃ نے ایک دیندار دولتمند کو جو ہندوستان سے ہجرت مکہ معظمہ کا ارادہ رکھتے تھے تحریر فرمایا تھا کہ ریاست سے مکہ میں صرف اسی قدر آمدنی منگانے کا انتظام کرنا جتنا تمہارے مصارف ضروریہ کیلئے کافی ہو جاوے خیرات کے لئے اپنے پاس مت منگانا جس کی خدمت کرنا ہو وہاں سے وہاں ریاست سے متعلق کر دینا تاکہ یہاں رہنے کی حالت میں قلب کو بجز اللہ کا اتنا تعلق بھی نہ رہے سو اہل ظاہر اول خود اس درجہ تقلیل تعلقات مباحہ کو رہبانیت کہتے ہیں پھر خصوصاً جو مضمون حضرت مرشدی رح کے ارشاد میں ہے کہ ظاہراً یہ تعلق عبادت ہے اسکے قطع کو تو خدا جانے کیا کہیں گے لیکن اس حدیث سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا صاف یہی مذاق معلوم ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے باوجود تصدق کے بھی کثرت مال و تجارت کو پسند نہیں فرمایا صحابی پر رہبانیت یا ترک عبادت کا کب احتمال ہوسکتا ہے راز اسمیں یہی ہے کہ ان تعلقات سے غلبہ دوام حضور میں خلل پڑجاتا ہے جیسا خود حضرت ابوالدرداء نے مانی میں اسکا رہبانیت نہ ہونا اور لکنی میں یہ راز بتلا دیا اور آیت کو ایک وجہ خاص پر محمول فرمایا یعنی ترک تجارت و بیع پر باعتبار حالت اکثر طبائع کے محمول فرمایا اسی معنی میں کہا گیا ہے ؎ ہر چہ از دوست وا مانی چہ کفر آن حرف و چہ ایماں ٭ ہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آن نقش و چہ زیبا فائدہ۔ اور قرآن مجید کی اس آیت لا تلہیہم الخ سے بنا بر تفسیر مشہور کے صوفیہ کے قول خلوت در انجمن کا بھی ثبات ہوتا ہے

فائدہ: مبالغہ در ترک تعلقات

ثبوت خلوت در انجمن

۲۷ **حدیث ہفدہم** عن جابر فی حدیث طویل فیہ قصۃ بیع الجمل فلما قدمت المدینۃ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لبلال اعطہ اوقیۃ ذہب وزدہ فزادنی

قیراطا فقلت لا تفارقنی زیادۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فکان
فی کیس لی الی ان اخذہ اھل الشام یوم الحرۃ رواہ مسلم (تیسیر کلکتہ ص ۲۹) ترجمہ حضرت
جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں جسمیں شتر فروخت کرنے کا قصہ مذکور ہے. مروی ہے کہ جب میں مدینہ
طیبہ پہونچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو (یعنی جابر رضی
اللہ عنہ کو) ایک اوقیہ سونا (قیمت شتر) دیدو اور (اوپر سے) کچھ زیادہ دیدو پس انہوں نے مجھکو ایک قیراط
زیادہ دیا میں نے (وال میں) کہا کہ یہ زیادہ جو حضور نے (علاوہ) دیا ہے. یہ میری جان سے علیحدہ نہوگی
(یعنی اسکو اہتمام وحفاظت سے رکھونگا) پس وہ میری تھیلی میں موجود رہی یہانتک کہ اسکو اہل شام
نے واقعہ حرہ میں لے لیا روایت کیا اسکو مسلم نے ف. عادۃ امساک تبرکات شیوخ اکثر اہل محبت
کی عادت ہے کہ اپنے بزرگوں کی چیزیں برکت یا یادگار کے لئے نہایت اہتمام وذوق شوق سے رکھتے ہیں
اس حدیث میں اسکی اصل صراحۃً موجود ہے.

عادۃ امساک تبرکات

حدیث ہشدہم عن عوف بن مالک الاشجعی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۱۸
انا وامرأۃ سفعاء الخدین کھاتین یوم القیامۃ امرأۃ امت من زوجھا ذات منصب
وجمال حبست نفسھا علی یتاماھا حتی بانوا او ماتوا. اخرجہ ابو داؤد (تیسیر کلکتہ ص ۲۲) ترجمہ حضرت
عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اور وہ عورت
جسکے رخساروں کی رونق (محنت ومشقت سے) جاتی رہی ہو مثل ان دو انگلیوں کے (یعنی سبابہ ووسطے
کے قریب) ہونگے قیامت کے روز یعنی وہ عورت جو اپنے شوہر سے بیوہ ہوگئی اور شان وصورت والی
ہے اور اپنے کو اپنے یتیم بچوں (کی پرورش) کیلئے نکاح سے باز رکھا یہانتک کہ وہ (بڑے ہوکر) الگ ہوگئے
یا مرگئے. روایت کیا اسکو ابو داؤد نے ف. عادۃ ترک نکاح بمصلحت بعض درویش آفات تعلقات
سے بچنے کے لئے یا مشغولی مع اللہ میں نقصان وخلل کے احتمال سے نکاح نہیں کرتے بعض قاصر الفہم انپر طعن
ترک سنت کا کرتے ہیں. اس حدیث میں صریح اجازت بلکہ فضیلت ہی کہ جہاں بچوں کی اضاعۃ حقوق کا اندیشہ
ہو نکاح نہ کرے (بشرطیکہ اپنے دین کی حفاظت پر قادر ہو جیسا عامہ نصوص سے معلوم ہے) جب بچوں کا
ضیاع حق عذر ہے تو حق تعالے کے حقوق وتعلقات خاصہ کا ضایع ہوجانا کیوں نہ عذر ہوگا (اور یہی
شرط حفاظت دین یعنی کف نفس عن الحرام پر قدرت یہاں بھی معتبر ہے)

عادۃ ترک نکاح بمصلحت

حدیث نوزدہم عن الاحنف بن قیس فی حدیث طویل قال قلت ای لابی ذر ما تقول ۱۹
فی ھذہ العطاء قال خذہ فان فیہ الیوم معونۃ فاذا کان ثمنا لدینک فدعہ اخرجہ الشیخان
(تیسیر کلکتہ ص ۳۴) ترجمہ احنف بن قیس سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رضی سے
پوچھا کہ آپ اس عطا کے باب میں (جو کہ سلاطین وامرا سے ماہانہ یا سالانہ ملتی ہے) کیا فرماتے ہیں انہوں نے

فرمایا کہ لے لیا کرو کیونکہ اُس سے اس زمانہ میں (فراغ قلب کیلئے) مدد ملتی ہے لیکن جب وہ تمہارے دین کا معاوضہ ہو جاوے تو چھوڑ دینا۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ **ف۔ عادۃ قبول ہدایا از اہل اموال** عام طور پر بزرگوں کی عادت ہے کہ فتوحات وغیرہا کو رد نہیں کرتے اسمیں یہی فائدہ ہے کہ اطمینان خاطر میسر ہوتا ہے اور تشویش رزق مخل مشغولی بحق نہیں ہوتی اس حدیث میں اسکے جواز کی صراحۃ ہے اور اس حکمت کی طرف اشارہ ہے البتہ اگر محض صحبت سے خدمت کرنا مقصود نہو بلکہ کسی امر واجب یا محرم کے مقابلہ میں ہو تو اُس حالت میں قبول کرنا ممنوع ہوگا جیسا خود اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے اسیطرح اگر اُس مال کے جنث کی وجہ سے گناہ اور دین کا ضرر ہو جب بھی رد متعین ہوگا ضرر دین سب میں امر مشترک ہے۔

حدیث بستم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال مر بی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانا اطین حائطا من خص فقال ما ھذا یا عبد اللہ فقلت حائط اصلحہ فقال الامر ایسر من ذلک وفی روایۃ ما اری الامر الا اعجل من ذلک اخرجہ ابو داؤد والترمذی وصححہ (تیسیر کلکتہ ص ۲۹) **ترجمہ** حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہو کر گذرے اور میں ایک پھوس کی دیوار کو لیپ رہا تھا آپنے دریافت فرمایا کہ اے عبد اللہ یہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک دیوار ہے جسکو درست کر رہا ہوں آپنے ارشاد فرمایا کہ (موت کا) قصہ اس سے بھی بے تکلف آجانے والا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں (موت کے) قصہ کو اس سے بھی جلد تر آنیوالا دیکھتا ہوں روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور صحیح کہا اس حدیث کو۔ **ف۔ عادۃ مبالغہ در تقلیل متاع** اس عادت کی تقریر حدیث شانزدہم کے تحت میں گذر چکی ہے۔ یہ حدیث بھی اس عادت کی ماخذ ہے چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے قلیل تعلق کو بھی ان کی شان کے مناسب سمجھا۔

حدیث بست و یکم عن الحارث الاعور عن علی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (فی فضیلۃ القرآن من حدیث طویل) لا یشبع منہ العلماء ولا یخلق علی کثرۃ الرد ولا تنقضی عجائبہ الحدیث اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۳۸) **ترجمہ** حارث اعور سے روایت ہے وہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرآن کی فضیلت میں) فرمایا کہ علماء اس سے سیر نہ ہوں گے اور باوجود کثرت تکرار کے یہ کبھی کہنہ نہ ہوگا اور اُسکے عجائب ختم نہ ہونگے روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف۔ حال علوم وہبیہ و واردات قلبیہ** جب ذکر اللہ کی مواظبت اور ریاضات و مجاہدات کی کثرت سے ظلمات نفسانیہ و کدورات طبعیہ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور قلب و روح کو حق تعالے کے ساتھ ایک نسبت خاصہ و تعلق مخصوص پیدا ہو جاتا ہے اُسوقت قلب پر بلا واسطہ

ظاہری تحصیل وسماع وغیرہ کے کچھ اسرار لطیفہ وعلوم شریفہ کا ورود والقاء ہونے لگتا ہے اس حدیث میں اس ورود کا اثبات ہے کیونکہ علوم مدونہ منقولہ محدود ومنقضی ہیں اور ان کی تحصیل کے بعد ان سے سیری بھی ہو جاتی ہے یہ عدم انقضاء وعدم شبع ان ہی علوم وہبیہ کے خواص میں سے ہے۔

حدیث بست ودوم عن ابی هریرة رضی ان رسول الله صلے الله علیه وسلم قال ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله تعالیٰ یتلون کتب الله ویتدارسونه بینهم الا نزلت علیهم السکینة وغشیتهم الرحمة وحفتهم الملائکة وذکرهم الله فیمن عنده اخرجه ابوداؤد (تیسیر کلکتہ ص ۳۸) ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مجتمع ہوا کوئی مجمع کسی گھر میں اللہ کے گھروں میں سے کہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوں اور باہم اسکو پڑھتے پڑھاتے ہوں مگر نازل ہوتی ہے اوپر کیفیت تسکین قلبی کی اور ڈھانپ لیتی ہے اُن کو رحمت اور گھیر لیتے ہیں انکو ملائکہ اور ذکر فرماتے ہیں انکا اللہ تعالےٰ اُن (ارواح وملائکہ) میں جو کہ اللہ کے پاس ہیں روایت کیا اسکو ابوداؤد نے **ف** . عادة. ذکر حلقہ بہت سے ذاکرین کے ایک جگہ جمع ہوکر ذکر کرنے سے دلچسپی ذکر میں اور تعاکس انوار قلوب میں اور نشاط اور ہمت کا بڑھنا اور سستی کا دفع ہونا اور مداومت میں سہولت وغیرہ منافع حاصل ہوتے ہیں اسکو ذکر حلقہ کہتے ہیں اس حدیث میں اسکی اصل مع اشارہ کے اُسکی برکات کی طرف موجود ہے۔ **ف**. رسم بنا رخانقاہ بغرض اجتماع فی الذکر حضرات صحابہ وتابعین بوجہ قوت قلب وقرب عہد فیض مہد تحصیل ملکہ ذکر میں محتاج خلوت مکانی کے نہ تھے بعد میں تفاوت احوال وطبائع کے سبب عادةً اس ملکہ کی تحصیل موقوف ہوگئی خلوت مکانی وبُعد عن عامۃ الخلق پر اُسوقت حضرات مشائخ میں خانقاہیں بنانیکی رسم بمصلحت محمودہ ظاہر ہوئی ہرچند کہ اس حدیث میں بناءً علی المشہور بیوت اللہ کی تفسیر مساجد کے ساتھ کی گئی ہے لیکن اطلاق لغۃ اور اشتراک علت کی بناء پر خانقاہون کو بھی اس کے عموم میں داخل کرنا مستبعد نہیں پس اس حیثیت سے یہ حدیث اس رسم کا ماخذ ہوسکتی ہے. **ف** حال کیفیت باطنی مسمی بہ نسبت مشاہدہ شاہد ہے کہ اشتغال بالذکر سے قلب میں ایک کیفیت غریبہ لذیذہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مواظبت سے اسمیں رسوخ ہو جاتا ہے. صوفیہ کی اصطلاح میں اسکو نسبت کہتے ہیں اس حدیث میں صراحةً اسکا بیان ہے اور سکینہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

حدیث بست وسوم عن ابی سعید الخدری رضی قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم یقول الله تعالیٰ من شغله القران عن مسئلتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین اخرجه الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۳۸) ترجمہ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص ایسا ہو کہ قرآن مجید اسکو مجھ سے کوئی چیز مانگنے سے (یعنی دعا کرنے سے) مشغول کردے (یعنی فرصت نہ لینے دے) میں جسقدر راور سائلون کو اور دعا مانگنے والوں کو دیتا ہوں اُس شخص کو

سب سے زیادہ رونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف عادۃ ترک عبادات غیر واجبہ در غلبہ ذکر**
اکثر بزرگوں کے طریق میں کسی خاص ایک ذکر میں مرید کو مشغول کر دیتے ہیں اور نوافل و اوراد مختلفہ و طاعات
متنوعہ حتی کہ بعض اوقات درس و تدریس یا وعظ و نصح (جبکہ علی التعیین یہ شخص اسکا مکلف نہو) چھڑا دیتے ہیں
جسکی لم اور راز معلوم نہونے سے ظاہر بیں حیران ہوتا ہے۔ اور اجمالا لم اسکی یہ ہے۔ کہ ابتدا امر میں باطن انہی
جمعیت و انتشار میں تابع ظاہر کا ہوتا ہے۔ البتہ آخر میں معاملہ بالعکس ہوجاتا ہے۔ پس اگر اشغال مختلفہ بحالہا
باقی رکھے جاویں تو طبیعت میں یکسوئی اور خواطر میں اجتماع عادۃ ہرگز حاصل نہیں ہوتا جو کہ مطمح نظر ہے سلوک
میں پس یہ حدیث من وجہ اس طریق کی تقریر مؤید رہی ہے۔ کہ قرآن میں کہ ایک نوع ہے ذکر کی ایسا مشغول
ہونا کہ دعا کی بھی خبر نہ رہے (جو کہ فی نفسہ ایک عبادت عظیمہ ہے مگر مرتبہ وجوب بالذات تک نہیں پہونچی) مذموم
نہیں قرار دیا گیا۔ بلکہ اسپر ایک فضیلت کو مرتب فرمایا گیا ہے اور یہی حاصل تھا طریق مذکور کا۔

عادۃ ترک عبادات غیر واجبہ در غلبہ ذکر

۲۴ **حدیث بست و چہارم** عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الماہر
بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ والذی یقرء القرآن ویتتعتع فیہ وھو علیہ شاق
لہ اجران اخرجہ الخمسۃ الا النسائی (تیسیر کلکتہ ص ۲۹) ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن میں ماہر ہے۔ وہ تو (درجہ میں) ان ملائکہ کے ساتھ
ہے جو پیغام آلہی کے سفیر اور مکرم اور نیک ہیں اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اسمیں اٹکتا اور رکتا ہے اور
اسکو وہ دشوار ہے (یعنی چونکہ اسمیں ماہر نہیں) اسکو دو ثواب ملینگے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی
و ابو داؤد نے **ف تعلیم۔ عدم اہتمام لذت در ذکر و عبادت** بعض اوقات ذکر اور عبادت میں
حلاوت اور لذت محسوس نہونے سے ناواقف تنگدل ہوکر اسکو چھوڑ بیٹھتا ہے یا افسردہ خاطر ہوکر یہ سمجھتا
ہے۔ کہ میرا یہ عمل محض عبث اور بے سود ہے۔ اور اس گمان سے ترقی باطنی رک جاتی ہے کیونکہ اسکا بڑا مدار
یقین پر ہے محققین نے تصریح فرمایا ہے کہ ذکر مقصود ہے۔ لذت مقصود نہیں بلکہ لذت نہونے پر برابر مشغول
رہنا اسمیں بوجہ زیادت مجاہدہ کے نفع زیادہ ہے۔ پس لذت نہونا مضر نہیں بلکہ امر مذکور کے اعتبار سے
نافع ہے۔ اس حدیث میں یہ تعلیم مصرح ہے کہ ایسی تلاوت کا موجب تضاعف اجر ہونا ارشاد فرمایا ہے
اور اسکی علت کی طرف بھی وھو علیہ شاق میں اشارہ فرما دیا جو حاصل ہے مجاہدہ کا۔

تعلیم عدم اہتمام لذت در ذکر

۲۵ **حدیث بست و پنجم** عن اسید بن حضیر قال بینما ھو یقرأ من اللیل سورۃ البقرۃ
وفرسہ مربوطۃ عندہ اذ جالت الفرس فسکت فسکنت فقرأ فجالت فسکت فسکنت
الفرس ثم قرأ فجالت وکان ابنہ یحیی قریبا منہا فانصرف فاخرہ ثم رفع راسہ
الی السماء فاذا مثل الظلۃ فیہا امثال المصابیح فلما اصبح حدث بہ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فقال او تدری ماذاک قال لا قال تلک الملئکۃ دنت

لصوتك ولو قرءت لاصبحت ينظر اليها الناس لا تتوارى منهم اخرجه البخاري

(تیسیر کلکتہ ص ۴۹) ترجمہ حضرت اسید بن حضیر رضؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک شبکو سورۂ بقر پڑھ رہے تھے اور اُن کا گھوڑا اُن کے پاس بندھا ہوا تھا دفعۃً گھوڑا اُچھلا یہ پڑھتے پڑھتے خاموش ہوگئے وہ گھوڑا بھی ٹھہر گیا یہ پھر پڑھنے لگے وہ پھر اُچھلنے لگا یہ پھر خاموش ہوگئے وہ پھر ٹھہر گیا اُنہوں نے پھر پڑھنا شروع کیا وہ پھر اُچھلنے لگا اور اُنکا لڑکا یحییٰ اس سے قریب تھا یہ وہاں سے چلے اور اُس لڑکے کو ہٹالیا پھر سر اٹھاکر جو آسمان کی طرف دیکھا تو اس میں ایک سائبان سا نظر پڑا جس میں چراغ سے معلوم ہوئے جب صبح ہوئی تو اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ذکر کیا آپ نے فرمایا جانتے ہو کہ یہ کیا تھا اُنہوں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کہ یہ فرشتے تھے کہ تمہاری آواز سے نزدیک آگئے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کے وقت وہ فرشتے یہاں ہی رہتے کہ سب لوگ اُنکو دیکھتے اور وہ اُن کی نظروں سے غائب نہ رہتے روایت کیا اسکو بخاری نے **ف۔ مسئلہ۔ امکان انکشاف ملائکہ غیر نبی را** محققین نے تصریح کی ہے کہ اولیاء اللہ ملائکہ کو دیکھہ سکتے ہیں۔ بلکہ کلام وسلام کو بھی ممکن بلکہ واقع کہا ہے اُس حدیث میں صراحۃً اس کشف کا وقوع مذکور ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین کو سلام کرنا فرشتوں کا مروی ہے اور صرف اتنا ہی امر خواص نبوت سے نہیں بلکہ مامور بالتبلیغ العام ہونا بھی اُسکے ساتھ منضم ہے جو غیر نبی میں مفقود ہے پس اشتباہ غیر نبوت کا نبوت سے لازم نہیں آتا **ف مسئلہ امکان عدم ادراک کنہ کشف خود۔** اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بعض اوقات اہل کشف کو خود اپنے کشف کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا چنانچہ حضرت اسید بن حضیر کو ملائکہ کا کشف تو ہوا مگر یہ اطلاع نہ ہوئی کہ یہ ملائکہ ہیں محققین نے بھی اسکی تصریح کی ہے۔ جو شخص اس تحقیق سے آگاہ ہوجاویگا۔ وہ کشف میں اپنی فہم و رائے پر ہرگز اعتماد نہ کریگا اور ایسا شخص بہت سی غلطیوں سے محفوظ رہیگا۔

مسئلہ امکان انکشاف ملائکہ غیر نبی را

مسئلہ امکان عدم ادراک کنہ کشف خود

حدیث بست و ششم عن ابی بن کعبؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ابا المنذر اتدري اي اية من كتاب الله معك اعظم قلت الله لا اله الا هو الحي القيوم فضرب في صدري وقال ليهنك العلم ابا المنذر اخرجه مسلم وابو داؤد

۲۲۶

(تیسیر کلکتہ ص ۵۰) ترجمہ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اے ابو المنذر تم جانتے ہو کہ ساری کتاب اللہ میں سب سے بڑی کونسی آیت تمہارے پاس ہے میں نے عرض کیا کہ آیت الکرسی پس آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تمکو یہ علم مبارک ہو اے ابو المنذر روایت کیا اسکو مسلم وابوداؤد نے **ف حال علم وہبی** حدیث بست و یکم کے ذیل میں اسکی تقریر ہوچکی ہے۔ اس حدیث میں بھی اسکا اثبات ہے کہ منجانب اللہ بطور الہام کے اعظم آیۃ کی تعیین انکے قلب پر وارد ہوگئی۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اسپر مبارکباد دینے سے اس علم کی فضیلت بھی ظاہر ہے اور یہ جو فرمایا کہ

حال علم وہبی

سب سے بڑی آیت یہ باعتبار ثواب خاص کے ہے اسیکی نظیر دوسری آیات اور سورتوں کے باب میں بھی وارد ہے
جسمیں ہر مقام پر وجوہ و اعتبارات مختلفہ کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور اسی بنا پر باہم متعارض بھی ہونگی مثلاً آیۃ الکرسی
کا متضمن توحید ہونا باعث تضاعف ثواب خاص ہوسکتا ہے وعلی ہذا ورنہ صفات لازمہ نفس القرآن مین
جیسے کلام الٰہی ہونا یا فصاحت و بلاغت مین معجز ہونا و نحوہا ان مین قرآن کے سب اجزاء متساوی و متماثل
ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے بعض اجزاء کی اعظمیت پر کوئی اشکال نہین۔

حدیث بست و ہفتم عن ابی ہریرۃ قال وکلنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوۃ
رمضان فاتانی آت فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ الی ان قال قال رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم تعلم من تخاطب منذ ثلث یا ابا ہریرۃ قلت لا قال ذاک شیطان اخرجہ البخاری
(تیسیر کلکتہ ص ۴۵) **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے زکوۃ رمضان کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا (ایک روز) ایک آنے والا میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپین
بھرنے لگا میں نے اسکو پکڑ لیا یہاں تک قصہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد
فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تین روز سے کس سے بات چیت کیا کرتے ہو مین نے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ
وہ شیطان تھا روایت کیا اسکو بخاری نے **ف مسئلہ تمثل جنی** حدیث سے صاف واضح ہے
کہ شیطان انسانی شکل مین متمثل ہوکر نظر آیا۔ **ف حال کرامت** اہل حق کا مذہب ہے کہ کرامت کا ولی
سے صادر ہونا ممکن ہے حدیث میں وقوع صاف مذکور ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ نے اُس شیطان کو پکڑ
لیا۔ **ف۔ مسئلہ امکان عدم ادراک حقیقت کرامت خود** اسکی تقریر حدیث بست و نہم کے
تحت مین ف ثانی کے بعد گذر چکی ہے۔ وہاں کشف تھا یہاں کرامت چنانچہ اس قصہ میں حضرت ابوہریرہ
نے اسکی شناخت سے اپنی لاعلمی بیان کی جسکے پکڑنے مین کرامت واقع ہوئی۔

حدیث بست و ہشتم عن ابی ایوب رضؓ انہ کان لہ سہوۃ فیہا تمر وکانت تجیٔ الغول
فتاخذ منہ فشکی ذلک الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذہب فاذا رایتہا
فقل بسم اللہ اجیبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فاخذہا الحدیث اخرجہ الترمذی
(تیسیر کلکتہ ص ۴۶۴) **ترجمہ** حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے۔ کہ انکی ایک بخاری میں خرما بھرے رکھے
تھے اور خبیث جنات آکر اسمین سے لیجاتے انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین اسکی شکایت کی آپنے فرمایا کہ جاؤ اگر اسکو دیکھو تو یون کہدینا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ یعنی
اللہ کے نام سے مدد لیتا ہون رسول اللہ کا بلایا ہوا چل راوی کہتے ہین کہ انہون نے (یہی کہکر) اسکو
پکڑ لیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف رسم اعمال و عزائم** اکثر بزرگون کے پاس جو اہل حاجت
خاص اغراض کے لئے نقش تعویذ یا جھاڑ پھونک کرانے آجاتے ہین مثلاً آسیب اتروانے کے واسطے

اسیطرح اور کسی مطلب کے لئے تو وہ حضرات اپنے حسن واخلاق سے اُسکو رد نہیں کرتے کچھ اللہ کے نام سے استمداد کرکے تدبیر کر دیتے ہین اس حدیث مین آسیب کو مغلوب کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات خاصہ کی تعلیم فرمائی پس اس رسم کو خلاف سُنت نہ کہا جاویگا۔ اسیطرح دوسری احادیث مین رقیہ وتعلیق تعویذ وارد ہے **تنبیہ** اس حدیث سے وجود غول کا ثابت ہوتا ہی اور دوسرے نصوص میں بھی وجود جن کی تصریح ہے یہی حقیقت ہے غول کی اور دوسری ایک حدیث مین جو لاغول سے نفی غول کی فرمائی گئی ہے۔ اُس سے مراد نفس غول کی نفی نہین بلکہ اہل جاہلیت جس درجہ میں اُنکی قدرت ضرر رسانی کے معتقد تھے مقصود اُسکی نفی فرمانا ہے۔ ہذا ما عندی۔

حدیث البست و نہم عن جابر قال فینا نزلت اذ ہمت طائفتن منکم ان تفشلا واللہ ولیہما قال نحن الطائفتان بنو حارثة وبنو سلمة وما یسرنی انها لم تنزل لقول اللہ تعالیٰ واللہ ولیہما اخرجہ الشیخان (تیسیر کلکتہ ص ۴۸) **ترجمہ** حضرت جابر رض سے روایت ہی فرمایا اُنہون نے کہ یہ آیت ہم لوگون کے حق میں نازل ہوئی ہے اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما (ترجمہ یہ ہی کہ اُسوقت کو یاد کرو کہ تم لوگون مین دو گروہوں نے کم ہمتی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اُن دونوں کے سنبھالنے والے تھے یعنی کم ہمتی سے بچا لیا) حضرت جابر کہتے ہین کہ وہ دو گروہ ہم لوگ تھے بنو حارثہ اور بنو سلمہ اور مجھکو یہ امر خوش نہیں آتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی (یعنی باوجودیکہ ظاہر اسمین ہماری بُرائی مذکور ہے اور اُسپر ہمکو ملامت کی گئی ہے جسکا طبعی مقتضا یہ ہے کہ اُسکا نازل نہونا اچھا معلوم ہوتا مگر باوجود اسکے پھر بھی نازل ہونا ہی زیادہ خوش آتا ہے) کیونکہ اسمیں یہ فرمایا ہی کہ اللہ ولیہما روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے۔ **ف حال التذاذ بعتاب محبوب بعنوان متضمن محبت** بہت سے عشاق سے منقول ہے کہ اُنکو اپنے یا دوسرے کے مکاشفات یا الہامات سے حق تعالےٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اپنا مورد کلمات عتاب یا بعد وطرد ہونا مکشوف ہوا تو اُنہون نے اُسپر مسرت و التذاذ ظاہر کیا جو ظاہر نظر میں مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس حدیث سے یہ استبعاد دفع ہوجاتا ہی کہ باوجود قدرے عتاب کے چونکہ اُسمین ایک لفظ مشعر عنایت ہی حضرت جابر نے اُسپر مسرت ظاہر فرمائی اسیطرح عشاق کو جو کبھی عتاب وملامت کا انکشاف ہوا ہے ساتھ ہی قرائن مقامیہ یا مقالیہ سے عنایت کا بھی مشاہدہ ہوا ہے ورنہ غضب وسخط محض تو علامت ہی شقاوت ولعنت کی اس پر خوش ہونیکی کوئی صورت نہین جیسا بوستان میں ایک عابد کی حکایت مذکور ہے کہ اُنکو غیب سے آواز آئی تھی کہ تیری کوئی عبادت مقبول نہین اور اُنہون نے یہ کہا کہ جب دوسرا در ہی کوئی نہیں تو خواہ قبول ہو یا نہو کہاں جاؤں جسکے بعد نکلی قبول ست گرچہ ہنر نیست + کہ جز ما پناہے دگر نیست۔ یا حضرت شاہ ابو المعالی رح کی حکایت مشہور ہی کہ اُنکے کسی مخلص مرید کو روضہ اقدس پر حکم ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا اسلام کہدینا اور حضرت کو جب یہ پیغام

۴۸

حال
لذت عتاب محبوب

سب سے بڑی آیت یہ باعتبار ثواب خاص کے ہے اسکی نظیر دوسری آیات اور سورتوں کے باب میں بھی وارد ہے جسمیں ہر مقام پر وجوہ و اعتبارات مختلفہ کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور اسی بنا پر باہم متعارض بھی ہونگی مثلاً آیۃ الکرسی کا متضمن توحید ہونا باعث تضاعف ثواب خاص ہوسکتا ہے وعلی ہذا ورنہ صفات لازمہ لنفس القرآن مین جیسے کلام آلہی ہونا یا فصاحت و بلاغت مین معجز ہونا و نحوہا ان مین قرآن کے سب اجزاء متساوی و متماثل ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے بعض اجزاء کی اعظمیت پر کوئی اشکال نہین۔

۲۷ **حدیث بست و ہفتم** عن ابی ھریرۃ قال وکلنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوۃ رمضان فاتانی ات فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ الی ان قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعلم من تخاطب منذ ثلث یا ابا ھریرۃ قلت لا قال ذاک شیطان اخرجہ البخاری (تیسیر کلکتہ ص ۲۵) **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ رمضان کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا (ایک روز) ایک آنے والا میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپین بھرنے لگا میں نے اسکو پکڑ لیا یہاں تک قصہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تین روز سے کس سے بات چیت کیا کرتے ہو مین نے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ وہ شیطان تھا روایت کیا اسکو بخاری نے **ف مسئلہ تمثل جنی** حدیث سے صاف واضح ہے کہ شیطان انسانی شکل مین متمثل ہوکر نظر آیا۔ **ف حال کرامت** اہل حق کا مذہب ہے کہ کرامت کا ولی سے صادر ہونا ممکن ہے حدیث میں وقوع صاف مذکور ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ نے اُس شیطان کو پکڑ لیا۔ **ف۔ مسئلہ امکان عدم ادراک حقیقت کرامت** خود اسکی تقریر حدیث بست و نہم کے تحت مین ف ثانی کے بعد گذر چکی ہے۔ وہاں کشف تھا یہاں کرامت چنانچہ اس قصہ میں حضرت ابوہریرہ نے اُسکی شناخت سے اپنی لاعلمی بیان کی جسکے پکڑنے مین کرامت واقع ہوئی۔

۲۸ **حدیث بست و ہشتم** عن ابی ایوب رضہ انہ کان لہ سھوۃ فیہا تمر وکانت تجیٔ الغول فتاخذ منہ فشکی ذلک الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذہب فاذا رایتہا فقل بسم اللہ اجیبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فاخذھا الحدیث اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۴۴۸) **ترجمہ** حضرت ابوایوب رضہ سے روایت ہے۔ کہ اُنکی ایک بخاری میں خرما بھری رکھے تھے اور خبیث جنات آکر اُسمین سے لیجاتے اُنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اُسکی شکایت کی آپنے فرمایا کہ جاؤ اگر اسکو دیکھو تو یون کہدینا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ یعنی اللہ کے نام سے مدد لیتا ہون رسول اللہ کا بلایا ہوا چل راوی کہتے ہین کہ اُنہون نے (یہی کہکر) اسکو پکڑ لیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف رسم اعمال و عزائم** اکثر بزرگون کے پاس جو اہل حاجت خاص اغراض کے لیے نقش تعویذ یا جھاڑ پھونک کرانے آجاتے ہین مثلاً آسیب اُتروانے کے واسطے

اسیطرح اور کسی مطلب کیلئے تو وہ حضرات اپنے حسن واخلاق سے اسکو رد نہیں کرتے کچھ اللہ کے نام سے
استمداد کرکے تدبیر کردیتے ہین اس حدیث این آسیب کو مغلوب کرنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے کلمات خالصہ کی تعلیم فرمائی پس اس رسم کو خلاف سنت نہ کہا جاویگا۔ اسیطرح دوسری احادیث
مین رقیہ وتعلیق تعویذ وارد ہے **تنبیہ** اس حدیث سے وجود غول کا ثابت ہوتا ہے اور دیگر نصوص
میں بھی وجود جن کی تصریح ہے یہی حقیقت ہے غول کی اور دوسری ایک حدیث مین جو لا غول سے نفی
غول کی فرمائی گئی ہے۔ اس سے مراد نفس غول کی نفی نہین بلکہ اہل جاہلیت جس قدر جیسی انکی قدرت ضرر
رسانی کے معتقد تھے مقصود اسکی نفی فرمانا ہے۔ ہذا ما عندی۔

۴۷ **حدیث البست و نہم** عن جابر قال فینا نزلت اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما
قال نحن الطائفتان بنو حارثۃ وبنو سلمۃ وما یسرنی انہا لم تنزل لقول اللہ تعالی
واللہ ولیہما اخرجہ الشیخان (تیسیر مطبوعہ ص ۴۸) **ترجمہ** حضرت جابر رضی سے روایت ہے فرمایا انہون
نے کہ یہ آیت ہم لوگون کے حق میں نازل ہوئی ہے اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما (ترجمہ یہ ہے
کہ اس وقت کو یاد کرو کہ تم لوگون مین دو گروہوں نے کم ہمتی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالی ان دونوں کے
سنبھالنے والے تھے یعنی کم ہمتی سے بچالیا) حضرت جابر کہتے ہین کہ وہ دو گروہ ہم لوگ تھے بنو حارثہ
اور بنو سلمہ اور مجھکو یہ امر خوش نہیں آتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی (یعنی باوجودیکہ ظاہر آسمین ہماری برائی
مذکور ہے۔ اور اسپر ہمکو ملامت کی گئی ہے جسکا طبعی مقتضا یہ ہے کہ اسکا نازل نہونا اچھا معلوم ہوتا مگر
باوجود اسکے پھر بھی نازل ہونا ہی زیادہ خوش آتا ہے) کیونکہ آسمین یہ فرمایا ہے کہ اللہ ولیہما روایت کیا اسکو
بخاری ومسلم نے۔ **ف حال التذاذ بعتاب محبوب بعنوان متضمن محبت** بہت سے عشاق
سے منقول ہے کہ انکو اپنے یا دوسرے کے مکاشفات یا الہامات سے حق تعالے یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی جانب سے اپنا مورد کلمات عتاب یا بعد وطرد ہونا مکشوف ہوا تو انہون نے اسپر مسرت و التذاذ
ظاہر کیا جو ظاہر نظر میں مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس حدیث سے یہ استبعاد دفع ہوجاتا ہے کہ باوجود قدرے
عتاب کے چونکہ اسمین ایک لفظ مشعر عنایت ہے حضرت جابر نے اسپر مسرت ظاہر فرمائی اسیطرح عشاق
کو جو کبھی عتاب وملامت کا انکشاف ہوا ہے ساتھ ہی قرائن مقامیہ یا مقالیہ سے عنایت کا بھی مشاہدہ
ہوا ہے ورنہ غضب وسخط محض تو علامت ہے شقاوت ولعنت کی اس پر خوش ہونیکی کوئی صورت نہین
جیسا بوستان میں ایک عابد کی حکایت مذکور ہے کہ انکو غیب سے آواز آئی تھی کہ تیری کوئی عبادت مقبول
نہین اور انہون نے یہ کہا کہ جب دوسرا در ہی کوئی نہیں تو خواہ قبول ہو یا نہو کہاں جاؤں جسکے بعد نداء آئی
قبول ست گرچہ ہنر نیستت + کہ جز ما پناہے دگر نیستت۔ یا حضرت شاہ ابو المعالی رح کی حکایت مشہور ہے کہ انکے
کسی مخلص مرید کو روضہ اقدس پر حکم ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا اسلام کہدینا اور حضرت کو جب یہ پیغام

پہونچا نقص کی حالت طاری تھی اور زبان پر یہ جاری تھا ؎ بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی ✤ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا ✤ یا کسیکو شغل کے وقت یہ ندا آئی تھی کہ تو کافر ہو کر مریگا اُن کے شیخ نے اُن کو ارشاد فرمایا کہ یہ دشنام نسبت ہی جو محبوبوں کی عادت ہوتی ہے تم اپنے کام میں لگے رہو۔ مثنوی کے اس عنوان عام میں یہ مضمون بھی داخل ہے ؎ ناخوش تو خوش بود برجان من ✤ دل فدائی یار دل رنجان من

۴۰ **حدیث سی ام** عن جابر قال مرضت فاتانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعودنی وابو بکر رض وھما ماشیان فوجد انی قد اغمی علے فتوضا النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم صب وضوءہ علے فافقت الحدیث اخرجہ الخمسۃ الا النسائی (تیسیر کلکتہ ص ۴۹) ترجمہ حضرت جابر رض سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رض عیادت کرنے کے لئے پیادہ تشریف لائے اور مجھکو بیہوش پایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھپر ڈال دیا میں ہوش میں آگیا۔ روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وترمذی وابو داؤد نے **ف** رسم **تحصیل برکت از تبرکات** اکثر اہل محبت وعقیدت کا معمول ہے کہ مقبولان آلہی کے ملبوسات یا مستعمل اشیاء سے برکت حاصل کرتے ہیں اس حدیث مین صراحۃً اسکا اثبات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آب وضو اُنپر ڈالا جسکی برکت سے وہ ہوش میں آگئے۔

۴۱ **حدیث سی ویکم** عن عبادۃ بن الصامت قال کان نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا انزل الیہ کرب للوحی لذلک وتربد وجھہ اخرجہ مسلم وابو داؤد والترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۵۰) ترجمہ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی۔ اُسوقت آپ کو ایک قسم کا کرب ہوتا تھا اور آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہوجاتا۔ روایت کیا اسکو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے **ف** حال **غیبت ومحو** کسی وارد غیبی کے غلبہ وہجوم سے حواس کا معطل ہونا اصطلاح میں غیبت ومحو کہلاتا ہے گا ہے اُس وارد غالب کا اثر ظاہر جوارح پر بھی محسوس ہوتا ہے۔ اس حدیث میں صراحۃً اسکا ذکر ہے گو تعیین وارد میں تفاوت ہو۔

۴۲ **حدیث سی ودوم** عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یحرس لیلا حتے نزل واللہ یعصمک من الناس فاخرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم راسہ من القبۃ فقال یا ایھا الناس انصرفوا فقد عصمنی اللہ عز وجل اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۵۴) ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جایا کرتا تھا۔ یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ آپکو اللہ تعالیٰ لوگوں کے شر سے بچالیں گے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا کہ اے لوگو جاؤ مجھکو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف** عادۃ **ترک اسباب مظنونہ** توکل کی یہ قسم قوی القلب کے

لئے جائز بلکہ مستحب ہے اور اکثر اہل طریق کا یہی شعار رہا ہے۔ یہ حدیث صراحۃً اسپر دال ہے **تنبیہ** اور اسباب یقینیہ ضروریہ کا ترک ناجائز اور خارج از توکل ہے۔ البتہ اگر خرق عادت کے طور پر واقع ہو وہ مستثنیٰ ہے۔

۴۴۳

حدیث سی و سوم عن ابن عباسؓ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی اذا اصبت اللحم انتشرت للنساء واخذتنی شہوتی فحرمت علی اللحم فانزل اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا لاتحرموا طیبت ما احل اللہ لکم اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۹)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جب گوشت کھاتا ہوں تو میری طبیعت عورتوں کی طرف ابھرتی ہے۔ اور میری خواہش مجھپر غالب ہوتی ہے۔ اسلئے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو اللہ تعالی نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال فرمایا ہے تم اُن کو حرام مت کرو۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف اصلاح منع غلو در ترک لذات** بعض متشددین بعض حلال چیزوں کو جیسے مطلق گوشت یا مثلاً گوشت وغیرہ اسطرح ترک کر دیتے ہیں جسطرح حرام چیزوں کو ترک کرتے ہیں یا اُنکے ترک کو موجب تقرب الی اللہ اعتقاد کرتے ہیں یہ عملاً و علماً غلو و افراط فی الدین و بدعت سیئہ ہے اور جیسی رہبانیت کا ابطال کیا ہے۔ یہ مضمون ذکر ہے آیت کا شان نزول جو حدیث میں آیا ہے۔ اور خود اُسکا مدلول اسکی منع میں اصرح ہے۔ البتہ جو لذات کو ترک کیا اسکا مرتبہ اس سے زیادہ نہیں ہے جسطرح بعض مضر اور اطبہ کے سبب مریض بعض اغذیہ سے پرہیز کرتا ہے۔ نہ عقیدۃً اُسکو حرام سمجھتا ہے نہ اس ترک کو عبادت جانتا ہے۔ ایسے ترک کو البتہ رہبانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا بعض کم فہم اسکے بھی منکر ہوے ہیں۔

منع غلو در ترک لذات

۴۴۴

حدیث سی و چہارم عن ابن عمر قال لما توفی عبد اللہ بن ابی ابن سلول الی ان قال فقام عمر فاخذ بثوب النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ تصلے علیہ وقد نھاک ربک ان تصلی علیہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انما خیرنی اللہ الحدیث اخرجہ الخمسۃ الا ابا داؤد (تیسیر کلکتہ ص ۵۰ و ۹۰) **ترجمہ** حضرت ابن عمر رضہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافق) مرگیا تو الیسا ایسا ہوا یہاں تک قصہ بیان کیا کہ حضرت عمر رضہ کھڑے ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول آپ اسپر نماز (جنازہ) پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالی نے آپکو اس پر نماز پڑھنے سے (بوجہ منافق ہونے کے اس آیت ولا تستغفر لہم اولا تستغفر لہم الآیہ میں) منع فرمایا ہے۔ آپنے فرمایا ہے کہ مجھکو اللہ تعالے نے اس (اُس آیت میں) اختیار دیا ہے (منع نہیں فرمایا) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی نے **ف حال** سکر کے سبب وارد قوی وارد غیبی کے ظاہری و باطنی احکام میں

مقاومت

امتیاز کا اُٹھ جانا سکر ہے۔ اور اس امتیاز کا عود کر آنا صحو ہے حضرت عمرؓ کے قلب پر بغض فی اللہ کا ورود ایسا قوی ہوا کہ اُن کو اس طرف التفات نہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً کیا معاملہ کر رہا ہون جو صورۃً ادب سے مستبعد ہے سو ایسی حالت مین شارع علیہ السلام نے معذور رکھا ہے پھر جب حالت صحو میں آئے تو حدیث میں آیا ہے کہ بعد میں مجھکو اپنی جرأت پر تعجب ہوا اور نادم ہوئے۔ **فائدہ** آیت موصوفہ کا مدلول استغفار کا منافقین کے لیے نافع نہونا ہے نہی عن الاستغفار اسکا مدلول نہیں اس نہی کے غیر مدلول ہونیکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیرنی اللہ میں بیان فرما دیا حضرت عمر نے غلبہ سکر مین اسمین تامل نہین فرمایا اور ظاہر سیاق کو نہی پر محمول فرمایا۔

حدیث سی و پنجم عن عبد الله بن کعب عن کعب، فی حدیث تخلفه عن تبوك ونهی رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلمين عن كلامنا ايها الثلاثة وفيه قال لما جاءني الذي سمعت صوته يبشرني نزعت له ثوبي فكسوتهما اياه ببشارته وفيه حتى اذا ضاقت عليهم الارض بما رحبت اخرجه الخمسة (تیسیر کلکتہ ص ۶۲۶) **ترجمہ** حضرت عبد اللہ بن کعب سے روایت ہے۔ وہ حضرت کعب سے اُن کے غزوہ تبوک سے رہجانے کے واقعہ مین روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اُن تینون آدمیون کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرما دیا (جو کہ غزوہ سے رہ گئے تھے) اور اُس حدیث میں یہ بھی ہے حضرت کعب کہتے ہین کہ جس وقت میرے پاس وہ شخص آیا جسکی میں نے آواز سُنی تھی۔ کہ وہ مجھکو بشارت (قبول توبہ کی) دیتا تھا تو میں نے اپنے دونون کپڑے اُتار کر اس بشارت کے صلہ میں اُسکو دیدے اور اُس حدیث میں یہ بھی ہے حتی کہ اُن تینون آدمیون پر جب زمین باوجود اپنی اتنی بڑی فراخی کے تنگ ہو گئی (بوجہ غم کے الخ) روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابوداؤد نے **ف عادۃ** مہاجرت مرید للزجر اکثر بزرگوں کی حکایتین سُنی گئی ہین کہ مرید کی کسی خلاف وضع حرکت پر اُسکو نکال دیا یا اس سے بولنا چھوڑ دیا یا اور کوئی مناسب سزا دی اور مقصود اس سے محض تنبیہ ہوتی ہے۔ عداوت منشا نہیں ہوتا سو اس حدیث سے اس عمل کا مستحسن ہونا ثابت ہے۔ کہ حضور نے ان تینون صاحبوں سے یہی معاملہ فرمایا **ف رسم عطار پارچہ در طرب آرندہ را** یہ بھی اہل وجد مین معمول ہے۔ کہ کسی شعر پر محظوظ ہو کر سُنانے والے کو کوئی کپڑا یا کچھ نقد دیدیتے ہین حضرت کعب کا اس بشیر کو کپڑا دیدینا اسی قبیل سے ہے **ف حال قبض** محبوب کی تجلی جلالی یعنی آثار عظمت واستغنا کے وارد ہونے سے قلب کا گرفتہ ہونا قبض کہلاتا ہے۔ اس واقعہ میں جو ان تینون صاحبون کی حالت تنگی کی ہو گئی تھی وہ بھی قبض تھا جسکا سبب توقف قبول توبہ میں تھا جو آثار جلال سے ہے اسی حالت کو اس قصہ مین ضیق ارض وضیق النفس سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور قبض کے مقابل حالت بسط ہے یعنی آثار لطف وفضل کے ورود سے قلب کو سرور وفرحت ہونا اسی واقعہ مین ان حضرات پر قبول توبہ کے

عادۃ — اخراج مرید بزجر
رسم — عطار پارچہ در طرب آرندہ را
حال — قبض وبسط

ظاہری تحصیل وسماع وغیرہ کے کچھ اسرار لطیفہ وعلوم شریفہ کا ورود والقاء ہونے لگتا ہے اس حدیث میں اس ورود کا اثبات ہے۔ کیونکہ علوم مدونہ منقولہ محدود ومنقضی ہیں اور ان کی تحصیل کے بعد ان سے سیری بھی ہو جاتی ہے یہ عدم انقضاء وعدم شبع ان ہی علوم وہبیہ کے خواص میں سے ہے۔

۲۲ **حدیث بست ودوم** عن ابی ھریرۃ ؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ تعالیٰ یتلون کتٰب اللہ ویتدارسونہ بینہم الا نزلت علیہم السکینۃ وغشیتہم الرحمۃ وحفتہم الملائکۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ اخرجہ ابوداؤد (تیسیر کلکتہ ص ۲۸) ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مجتمع ہوا کوئی مجمع کسی گھر میں اللہ کے گھروں میں سے کہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوں اور باہم اسکو پڑھتے پڑھاتے ہوں مگر نازل ہوتی ہے اونپر کیفیت تسکین قلبی کی اور ڈھانپ لیتی ہے اُن کو رحمت اور گھیر لیتے ہیں انکو ملائکہ اور ذکر فرماتے ہیں انکا اللہ تعالے اُن (ارواح وملائکہ) میں جو کہ اللہ کے پاس ہیں روایت کیا اسکو ابوداؤد نے ۔ **ف** ۔ عادۃ ۔ **ذکر حلقہ** بہت سے ذاکرین کے ایک جگہ جمع ہو کر ذکر کرنے سے دلچسپی ذکر میں اور تعاکس انوار قلوب میں اور نشاط اور ہمت کا بڑھنا اور سستی کا دفع ہونا اور مداومت میں سہولت وغیرہ منافع حاصل ہوتے ہیں اسکو ذکر حلقہ کہتے ہیں اس حدیث میں اسکی اصل مع اشارہ کے اُسکی برکات کی طرف موجود ہے۔ **ف**۔ **رسم بناء خانقاہ بغرض اجتماع فی الذکر** حضرات صحابہ وتابعین بوجہ قوت قلب وقرب عہد فیض عہد تحصیل ملکہ ذکر میں محتاج خلوت مکانی کے نہ تھے بعد میں تفاوت احوال وطبائع کے سبب عادۃً اس ملکہ کی تحصیل موقوف ہوگئی خلوت مکانی وبُعد عن عامۃ الخلق پر اُسوقت حضرات مشایخ میں خانقاہیں بنانیکی رسم بمصلحت محمودہ ظاہر ہوئی ہرچند کہ اس حدیث میں بنا بر اغلب المشہور بیوت اللہ کی تفسیر مساجد کے ساتھ کی گئی ہے لیکن اطلاق لغۃً اور اشتراک علت کی بناء پر خانقاہوں کو بھی اس کے عموم میں داخل کرنا مستبعد نہیں پس اس حیثیت سے یہ حدیث اس رسم کا ماخذ ہوسکتی ہے۔ **ف۔ حال کیفیت باطنی مسمی بہ نسبت** مشاہدہ شاہد ہے کہ اشتغال بالذکر سے قلب میں ایک کیفیت غریبہ لذیذہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مواظبت سے اسمیں رسوخ ہو جاتا ہے۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اسکو نسبت کہتے ہیں اس حدیث میں صراحۃً اسکا بیان ہے اور سکینہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

۲۳ **حدیث بست وسوم** عن ابی سعید الخدری ؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ من شغلہ القراٰن عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۲۸) ترجمہ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص ایسا ہو کہ قرآن مجید اسکو مجھ سے کوئی چیز مانگنے سے (یعنی دعا کرنے سے) مشغول کردے (یعنی فرصت نہ لینے دے) میں جسقدر اور سائلوں کو (اور دعا مانگنے والوں کو) دیتا ہوں اُس شخص کو

نصف سے زیادہ دو نگا روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف عادۃ ترک عبادات غیر واجبہ در غلبہ ذکر**
اکثر بزرگوں کے طریق میں کسی خاص ایک ذکر میں مرید کو مشغول کر دیتے ہیں در نوافل و اوراد مختلفہ و طاعات
متنوعہ حتی کہ بعض اوقات درس و تدریس یا وعظ و نصح (جبکہ علی التعیین یہ شخص اسکا مکلف نہو) چھڑا دیتے ہیں
جسکی لم اور راز معلوم نہونے سے ظاہر بین حیران ہوتا ہے۔ اور اجمالا لم اسکی یہ ہے کہ ابتدا امر میں باطن اپنی
جمعیت و انتشار میں تابع ظاہر کا ہوتا ہے۔ البتہ آخر میں معاملہ بالعکس ہو جاتا ہے۔ پس اگر اشغال مختلفہ بحالہا
باقی رکھے جاویں تو طبیعت میں یکسوئی اور خواطر میں اجتماع عادۃ ہرگز حاصل نہیں ہوتا جو کہ مطمح نظر ہے سلوک
میں پس یہ حدیث من وجہ اس طریق کی تقریر کر رہی ہے۔ کہ قرآن میں کہ ایک نوع ہے ذکر کی ایسا مشغول
ہونا کہ دعا کی بھی خبر نہ رہے (جو کہ فی نفسہ ایک عبادت عظیمہ ہے مگر مرتبہ وجوب بالذات تک نہیں پہونچی) مذموم
نہیں قرار دیا گیا۔ بلکہ اسپر ایک فضیلت کو مرتب فرمایا گیا ہے اور یہی حاصل تھا طریق مذکور کا۔

حدیث ۴۴ بست و چہارم عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الماہر
بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ والذی یقرء القرآن ویتتعتع فیہ وھو علیہ شاق
لہ اجران اخرجہ الخمسۃ الا النسائی (تیسیر کلکتہ ص ۲۹) **ترجمہ** حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن میں ماہر ہے۔ وہ تو (درجہ میں) اُن ملائکہ کے ساتھ
ہے جو پیغام آلہی کے سفیر اور مکرم اور نیک ہیں۔ اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اسمیں اٹکتا اور رکتا ہے اور
اسکو وہ دشوار ہے (یعنی چونکہ اسمیں ماہر نہیں) اسکو دو ثواب ملینگے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی
و ابو داؤد نے **ف تعلیم۔ عدم اہتمام لذت در ذکر و عبادت** بعض اوقات ذکر اور عبادت میں
حلاوت اور لذت محسوس نہونے سے ناواقف تنگدل ہو کر اسکو چھوڑ بیٹھتا ہے یا افسردہ خاطر ہو کر یہ سمجھتا
ہے۔ کہ میرا یہ عمل محض عبث اور بے سود ہے۔ اور اس گمان سے ترقی باطنی رک جاتی ہے کیونکہ اسکا بڑا مدار
یقین پر ہے۔ محققین نے تصریحاً فرمایا ہے کہ ذکر مقصود ہے۔ لذت مقصود نہیں بلکہ لذت نہونے پر برابر مشغول
رہنا اسمیں بوجہ زیادت مجاہدہ کے نفع زیادہ ہے۔ پس لذت نہونا مضر نہیں بلکہ امر مذکور کے اعتبار سے
نافع ہے۔ اس حدیث میں یہ تعلیم مصرح ہے کہ ایسی تلاوت کا موجب تضاعف اجر ہونا ارشاد فرمایا ہے
اور اسکی علت کی طرف بھی وھو علیہ شاق میں اشارہ فرما دیا جو حاصل ہے مجاہدہ کا۔

حدیث ۴۵ بست و پنجم عن اسید بن حضیر قال بینما ھو یقرأ من اللیل سورۃ البقرۃ
وفرسہ مربوطۃ عندہ اذ جالت الفرس فسکت فسکنت فقرأ فجالت فسکت فسکنت
الفرس ثم قرأ فجالت وکان ابنہ یحیی قریبا منہا فانصرف فاخرہ ثم رفع راسہ
الی السماء فاذا مثل الظلۃ فیہا امثال المصابیح فلما اصبح حدث بہ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فقال او تدری ما ذاک قال لا قال تلک الملٰئکۃ دنت

ترک تطوعات و اشغال دیگر

عدم اہتمام لذت در ذکر

لصوتك ولوقرءت لا صبحت ینظرالیہا الناس لا تتواری منہم اخرجہ البخاری
(تیسیر کلکتہ ص ۳۹۱) ترجمہ حضرت اسید بن حضیر رضہ سے روایت ہی کہ وہ ایک شبکو سورہ بقر پڑھ رہے تھے
اور اُن کا گھوڑا اُن کے پاس بندھا ہوا تھا دفعۃً گھوڑا اُچھلا یہ پڑھنے پڑھتے خاموش ہو گئے وہ گھوڑا بھی
ٹھہر گیا یہ پھر پڑھنے لگے وہ پھر اُچھلنے لگا یہ پھر خاموش ہو گئے وہ پھر ٹھہر گیا اُنہوں نے پھر پڑھنا شروع
کیا وہ پھر اُچھلنے لگا اور انکا لڑکا یحییٰ اس سے قریب تھا۔ یہ وہاں سے چلے اور اُس لڑکے کو ہٹا لیا پھر سر اُٹھا کر
جو آسمان کی طرف دیکھا تو اس میں ایک سائبان سا نظر پڑا جس میں چراغ سے معلوم ہوئے۔ جب صبح ہوئی
تو اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ذکر کیا آپنے فرمایا جانتے ہو کہ یہ کیا تھا اُنہوں نے
نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کہ یہ فرشتے تھے کہ تمہاری آواز سے نزدیک آ گئے تھے۔ اور اگر تم پڑھتے رہتے
تو صبح کے وقت وہ فرشتے یہاں ہی رہتے کہ سب لوگ اُنکو دیکھتے اور وہ اُن کی نظروں سے غائب نہ رہتے
روایت کیا اسکو بخاری نے **ف۔ مسئلہ۔ امکان انکشاف ملائکہ غیر نبی را** محققین نے تصریح کی ہی
کہ اولیاء اللہ ملائکہ کو دیکھہ سکتے ہین۔ بلکہ کلام وسلام کو بھی ممکن بلکہ واقع کہا ہے اُس حدیث میں صراحۃً اس
کشف کا وقوع مذکور ہے اور صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین کو سلام کرنا فرشتوں کا مروی ہی اور
صرف اتنا ہی امر خواص نبوت سے نہین بلکہ ماموز بالتبلیغ العام ہونا بھی اسکے ساتھ منضم ہے جو غیر نبی میں
مفقود ہے پس اشتباہ غیر نبوت کا نبوت سے لازم نہین آتا **ف مسئلہ امکان عدم ادراک
کنہ کشف خود۔** اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بعض اوقات اہل کشف کو خود اپنے کشف کی
حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا چنانچہ حضرت اسید بن حضیر کو ملائکہ کا کشف تو ہوا مگر یہ اطلاع نہ ہوئی
کہ یہ ملائکہ ہیں محققین نے بھی اسکی تصریح کی ہے۔ جو شخص اس تحقیق سے آگاہ ہو جاویگا۔ وہ کشف میں اپنی
فہم و رائے پر ہرگز اعتماد نہ کریگا اور ایسا شخص بہت سی غلطیوں سے محفوظ رہیگا۔

۳۲۶

حدیث بست و ششم عن ابی بن کعب رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا ابا المنذر اتدری ای آیۃ من کتاب اللہ معك اعظم قلت اللہ لا الہ الا ھو الحی
القیوم فضرب فی صدری وقال لیھنك العلم ابا المنذر اخرجہ مسلم وابو داؤد
(تیسیر کلکتہ ص ۴۵) ترجمہ حضرت ابی بن کعب رض سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن
سے فرمایا کہ اے ابو المنذر تم جانتے ہو کہ ساری کتاب اللہ میں سب سے بڑی کون سی آیت تمہارے پاس ہے مین
نے عرض کیا کہ آیت الکرسی پس آپنے میرے سینہ میں ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تمکو یہ علم مبارک ہو اے ابو المنذر
روایت کیا اسکو مسلم وابو داؤد نے **ف حال علم وہبی** حدیث بست ویکم کے ذیل میں اسکی تقریر گذر چکی
ہے۔ اس حدیث میں بھی اسکا اثبات ہے کہ منجانب اللہ بطور الہام کے اعظم آیۃ کی تعیین اُنکے قلب پر وارد ہو
گئی۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اسپر مبارک باد دینے سے اس علم کی فضیلت بھی ظاہر ہے اور یہ جو فرمایا کہ

ملا ہے بڑی آیت یہ باعتبار ثواب خاص کے ہے اسکی نظیر دوسری آیات اور سورتوں کے باب میں بھی وارد ہے جسمیں ہر مقام پر وجوہ و اعتبارات مختلفہ کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور اسی بنا پر باہم متعارض بھی ہونگی مثلاً آیۃ الکرسی کا متضمن توحید ہونا یا علت تضاعف ثواب خاص ہوسکتا ہے وعلی ہذا ورنہ صفات لازمہ لنفس القرآن مین جیسے کلام الٰہی ہونا یا فصاحت و بلاغت مین معجز ہونا و نحوہا ان مین قرآن کے سب اجزاء متساوی و متماثل ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے بعض اجزاء کی اعظمیت پر کوئی اشکال نہین۔

حدیث بست و ہفتم عن ابی ہریرۃ قال وکلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوۃ رمضان فاتانی آت فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ الی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلم من تخاطب منذ ثلث یا ابا ہریرۃ قلت لا قال ذاک شیطان اخرجہ البخاری (تیسیر کلکتہ ص ۲۵) **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ رمضان کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا (ایک روز) ایک آنے والا میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپین بھرنے لگا میں نے اسکو پکڑ لیا یہاں تک قصہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تین روز سے کس سے بات چیت کیا کرتے ہو مین نے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ وہ شیطان تھا روایت کیا اسکو بخاری نے **ف مسئلہ تمثل جنی** حدیث سے صاف واضح ہے کہ شیطان انسانی شکل مین متمثل ہوکر نظر آیا۔ **ف حال کرامت** اہل حق کا مذہب ہے کہ کرامت کا ولی سے صادر ہونا ممکن ہے حدیث میں وقوع صاف مذکور ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ نے اُس شیطان کو پکڑ لیا۔ **ف۔ مسئلہ امکان عدم ادراک حقیقت کرامت خود** اسکی تقریر حدیث بست و نہم کے تحت مین ثانی کے بعد گذر چکی ہے۔ وہاں کشف تھا یہاں کرامت چنانچہ اس قصہ مین حضرت ابوہریرہ نے اسکی شناخت سے اپنی لاعلمی بیان کی جسکے پکڑنے مین کرامت واقع ہوئی۔

حدیث بست و ہشتم عن ابی ایوب رضؓ انہ کان لہ سہوۃ فیہا تمر وکانت تجیٔ الغول فتاخذ منہ فشکی ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فاذہب فاذا رایتہا فقل بسم اللہ اجیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فاخذہا الحدیث اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۴۰) **ترجمہ** حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے۔ کہ انکی ایک بخاری مین خرما بھری رکھے تھے اور خبیث جنات آکر اسمین سے لیجاتے انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اُسکی شکایت کی آپنے فرمایا کہ جاؤ اگر اُسے کسیکو دیکھو تو یون کہدینا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ یعنی اللہ کے نام سے مدد لیتا ہون رسول اللہ کا بلایا ہوا چل راوی کہتے ہین کہ انہون نے یہی کہکر اسکو پکڑ لیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف رسم اعمال و عزائم** اکثر بزرگون کے پاس جو اہل حاجت خاص اغراض کے لیے نقش تعویذ یا جھاڑ پھونک کرانے آجاتے ہین مثلاً آسیب اتروانے کے واسطے

اسیطرح اور کسی مطلب کے لئے تو وہ حضرات اپنے حسن واخلاق سے اسکو رد نہیں کرتے کچھ اللہ کے نام سے استمداد کر کے تدبیر کر دیتے ہیں اس حدیث میں آشیب کو مغلوب کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات خاصہ کی تعلیم فرمائی پس اس رسم کو خلاف سنت نہ کہا جاویگا۔ اسیطرح دوسری احادیث میں رقیہ وتعلیق تعویذ وارد ہے تنبیہ اس حدیث سے وجود غول کا ثابت ہوتا ہی اور دوسری نصوص میں بھی وجود جن کی تصریح ہے یہی حقیقت ہے غول کی اور دوسری ایک حدیث میں جو لاغول میں نفی غول کی فرمائی گئی ہے۔ اس سے مراد نفس غول کی نفی نہیں بلکہ اہل جاہلیت جس درجہ میں انکی قدرت وضرر رسانی کے معتقد تھے مقصود اسکی نفی فرمانا ہے۔ ہذا ما عندی۔

حدیث البست و نہم عن جابر قال فینا نزلت اذ ھمت طائفتن منکم ان تفشلا واللہ ولیھما قال نحن الطائفتان بنو حارثۃ وبنو سلمۃ وما یسرنی انھا لم تنزل لقول اللہ تعالیٰ واللہ ولیھما اخرجہ الشیخان (تیسیر ملتقطہ ص ۴۸) ترجمہ حضرت جابر رضہ سے روایت ہو فرمایا انہوں نے کہ یہ آیت ہم لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما (ترجمہ یہ ہو کہ اسوقت کو یاد کرو کہ تم لوگوں میں دوگروہوں نے کم ہمتی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اُن دونوں کے سنبھالنے والے تھے یعنی کم ہمتی سے بچالیا) حضرت جابر کہتے ہیں کہ وہ دوگروہ ہم لوگ تھے بنو حارثہ اور بنو سلمہ اور مجھکو یہ امر خوش نہیں آتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی (یعنی باوجودیکہ ظاہر آسمیں ہماری برائی مذکور ہے اور اسپر ہمکو ملامت کی گئی ہے جسکا طبعی مقتضا یہ ہے کہ اسکا نازل ہونا اچھا معلوم ہوتا مگر باوجود اسکے پھر بھی نازل ہونا ہی زیادہ خوش آتا ہے) کیونکہ آسمیں یہ فرمایا ہی کہ اللہ ولیھما روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے۔ ف حال التذاذ بعتاب محبوب بعنوان متضمن محبت بہت سے عشاق سے منقول ہے کہ انکو اپنے یا دوسرے کے مکاشفات یا الہامات سے حق تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اپنا مورد کلمات عتاب یا بعد وطرد ہونا مکشوف ہوا تو انہوں نے اسپر مسرت والتذاذ ظاہر کیا جو ظاہر نظر میں مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس حدیث سے یہ استبعاد دفع ہوجاتا ہی کہ باوجود قدرے عتاب کے چونکہ اسمیں ایک لفظ مشعر عنایت ہی حضرت جابر نے اسپر مسرت ظاہر فرمائی اسیطرح عشاق کو جو کبھی عتاب وملامت کا انکشاف ہوا ہے۔ ساتھ ہی قرائن مقامیہ یا مقالیہ سے عنایت کا بھی مشاہدہ ہوا ہے ورنہ غضب وسخط محض تو علامت ہی شقاوت ولعنت کی اس پر خوش ہونیکی کوئی صورت نہیں جیسا بوستان میں ایک عابد کی حکایت مذکور ہے کہ انکو غیب سے آواز آئی تھی کہ تیری کوئی عبادت مقبول نہیں اور انہوں نے یہ کہا کہ جب دوسرا در ہی کوئی نہیں تو خواہ قبول ہو یا نہو کہاں جاؤں جسکے بعد ندا آئی قبول ست گرچہ ہنر نیست + کہ جز ما پناہے دگر نیست۔ یا حضرت شاہ ابو المعالی رح کی حکایت مشہور ہی کہ انکے کسی مخلص مرید کو روضہ اقدس پر حکم ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا اسلام کہدینا اور حضرت کو جب یہ پیغام

پہونچا توغش کی حالت طاری تھی اور زبان پر یہ جاری تھا ؎ بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی * جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا * یا کسیکو شغل کے وقت یہ ندا آئی تھی کہ تو کافر ہو کر مریگا اُن کے شیخ نے اُن کو ارشاد فرمایا کہ یہ دشنام محبت ہی جو محبوبوں کی عادت ہوتی ہے تم اپنے کام میں لگے رہو. مثنوی کے اس عنوان عام میں یہ مضمون بھی داخل ہے ؎ ناخوش تو خوش بود برجان من * دل فدائے یار دل رنجان من

حدیث سی ام عن جابر قال مرضت فاتانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعودنی وابو بکر رض وهما ماشیان فوجد انی قد اغمی علی فتوضا النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم صب وضوءہ علی فافقت الحدیث اخرجه الخمسة الا النسائی (تیسیر ملکتہ ص ۴۹) ترجمہ حضرت جابر رض سے روایت ہے وہ فرماتے ہین کہ میں بیمار ہوا میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رض عیادت کرنے کے لئے پیادہ تشریف لائے اور مجھکو بیہوش پایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھپر ڈال دیا میں ہوش میں آگیا. روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے ف رسم تحصیل برکت از تبرکات اکثر اہل محبت و عقیدت کا معمول ہے کہ مقبولان آلہی کے ملبوسات یا مستعمل اشیا سے برکت حاصل کرتے ہین اس حدیث مین صراحۃً اسکا اثبات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آب وضو اُنپر ڈالا جسکی برکت سے وہ ہوش میں آگئے۔

حدیث سی و یکم عن عبادة بن الصامت قال کان نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا نزل الیہ الوحی کرب لذلك وتربد وجهہ اخرجه مسلم وابو داؤد والترمذی (تیسیر ملکتہ ص ۵۰) ترجمہ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی. اُسوقت آپ کو ایک قسم کا کرب ہوتا تھا اور آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہوجاتا. روایت کیا اسکو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے ف حال غیبت و محو کسی وارد غیبی کے غلبہ و ہجوم سے حواس بشریہ کا معطل ہونا اصطلاح میں غیبت و محو کہلاتا ہے گا ہے اُس وارد غالب کا اثر ظاہر جوارح پر بھی محسوس ہوتا ہے. اس حدیث میں صراحۃً اسکا ذکر ہے گو تعیین وارد میں تفاوت ہو۔

حدیث سی و دوم عن عائشة رض قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یحرس لیلا حتی نزل واللہ یعصمك من الناس فاخرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم راسه من القبة فقال یا ایها الناس انصرفوا فقد عصمنی اللہ عز وجل اخرجه الترمذی (تیسیر ملکتہ ص ۵۴) ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جایا کرتا تھا. یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ آپکو اللہ تعالیٰ لوگوں کے شر سے بچالیں گے. پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا کہ اے لوگو جاؤ مجھکو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا روایت کیا اسکو ترمذی نے ف عادۃ ترک اسباب مظنونہ توکل کی یہ قسم قوی القلب کے

لئے جائز بلکہ مستحب ہے اور اکثر اہل طریق کا یہی شعار رہا ہے۔ یہ حدیث صراحۃً اسپر دال ہے **تنبیہ** اور اسباب یقینیہ ضروریہ کا ترک ناجائز اور خارج از توکل ہے۔ البتہ اگر خرق عادت کے طور پر واقع ہو وہ مستثنی ہے۔

حدیث سی و سوم عن ابن عباسؓ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی اذا اصبت اللحم انتشرت للنساء واخذتنی شہوتی فحرمت علی اللحم فانزل اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا لا تحرموا طیبت ما احل اللہ لکم اخرجہ الترمذی (تیسیر الوصول ج۱ ص۹)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جب گوشت کھاتا ہوں تو میری طبیعت عورتوں کی طرف ابھرتی ہے۔ اور میری خواہش مجھپر غالب ہوتی ہے۔ اسلئے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال فرمایا ہے تم اُن کو حرام مت کرو۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف اصلاح منع غلو در ترک لذات** بعض متشددین بعض حلال چیزوں کو جیسے مطلق گوشت یا مثلاً گھی ... کا گوشت وغیرہ اسطرح ترک کر دیتے ہیں جسطرح حرام چیزوں کو ترک کرتے ہیں یا اُنکے ترک کو موجب ... تقرب الی اللہ اعتقاد کرتے ہیں یہ عملاً و علماً غلو و افراط فی الدین و بدعت سیئہ ... رہبانیت کا ... آیا ہے ... داخل ہے آیت کا شان نزول جو حدیث میں آیا ہے۔ اور خود ... رسول اسکی منع میں ... صریح ہے ... جو لذات کو ترک کیا اسکا مرتبہ اس سے زیادہ نہیں ہے جسطرح بعض مضرات طبیہ کے سبب مریض بعض اغذیہ سے پرہیز کرتا ہے۔ نہ عقیدۃً اسکو حرام سمجھتا ہے۔ نہ اس ترک کو عبادت جانتا ہے ایسے ترک کو البتہ رہبانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا بعض کم فہم اسکے بھی منکر ہوے ہیں۔

حدیث سی و چہارم عن ابن عمر قال لما توفی عبد اللہ بن ابی ابن سلول الی ان قال فقام عمر فاخذ بثوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ تصلی علیہ وقد نہاک ربک ان تصلی علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما خیرنی اللہ الحدیث اخرجہ الخمسۃ الا ابا داؤد (تیسیر ... ص۱۵۰ و۱۰) **ترجمہ** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول (منافق) مر گیا (تو ایسا ایسا ہوا) یہاں تک قصہ بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول آپ اسپر نماز (جنازہ) پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو اس پر نماز پڑھنے سے (بوجہ منافق ہونے کے اس آیت استغفر لہم او لا تستغفر لہم آیہ میں) منع فرمایا ہے۔ آپنے فرمایا ہے کہ مجھکو اللہ تعالیٰ نے اس (اُس آیت میں) اختیار دیا ہے (منع نہیں فرمایا) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی نے **ف حال** ... دقوی ... کے ظاہری و باطنی احکام میں

اتباع نفسکا اثر جو اسلیے ہے۔ اور اس اتباع کا عود کر آنا محو سے ہے حضرت عمر رضؓ کے قلب پر بغض فی اللہ کا ورود ایسا
قوی ہوا کہ ان کو اسطرف التفات نہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً کیا معاملہ کر رہا
ہون جو صورۃً ادب سے مستبعد ہے سو ایسی حالت مین شارع علیہ السلام نے معذور رکھا ہے پھر جب حالت
صحو میں آئے تو حدیث میں آیا ہے کہ بعد میں مجھکو اپنی جرأت پر تعجب ہوا اور نادم ہوئے۔ **فائدہ** آیت
موصوفہ کا مد لول استغفار کا منافقین کے لئے نافع نہونا ہے نہی عن الاستغفار اسکا مدلول نہیں اس
نہی کے غیر مدلول ہونیکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرنی اللہ میں بیان فرمادیا حضرت عمرؓ نے غلبہ سکر مین
اسمین تامل نہین فرمایا اور ظاہر سیاق کو نہی پر محمول فرمالیا۔

حدیث سی و پنجم عن عبد اللہ بن کعب عن کعب فی حدیث تخلفہ عن تبوک
ونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلمین عن کلامنا ایہا الثلاثۃ وفیہ
قال لما جاءنی الذی سمعت صوتہ یبشرنی نزعت لہ ثوبی فکسوتہما ایاہ ببشارتہ
وفیہ حتی اذا ضاقت علیہم الارض بما رحبت اخرجہ الخمسۃ (تیسیر کلکتہ ص ۶۲۲) **ترجمہ** حضرت
عبد اللہ بن کعب سے روایت ہے۔ وہ حضرت کعبؓ سے اُن کے غزوہ تبوک سے رہجانے کے واقعہ مین روایت
کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اُن تینوں آدمیون کے ساتھ کلام کرنے سے منع
فرمادیا (جو کہ غزوہ سے رہ گئے تھے) اور اُس حدیث میں یہ بھی ہے حضرت کعب کہتے ہین کہ جس وقت میرے
پاس وہ شخص آیا جسکی میں نے آواز سُنی تھی۔ کہ وہ مجھکو بشارت (قبول توبہ کی) دیتا تھا تو میں نے اپنے
دونون کپڑے اتار کر اس بشارت کے صلہ میں اُسکو دیدئے اور اُس حدیث میں یہ بھی ہے حتیٰ کہ اُن تینون
آدمیون پر جب زمین باوجود اپنی اتنی بڑی فراخی کے تنگ ہوگئی (بوجہ غم کے الخ) روایت کیا اسکو بخاری
ومسلم وترمذی ونسائی وابوداؤد نے **ف عادۃ** مہاجرت مرید للزجر اکثر بزرگوں کی حکائتین سُنی گئی
ہین کہ مرید کی کسی خلاف وضع حرکت پر اسکو نکال دیا یا اس سے بولنا چھوڑ دیا یا اور کوئی مناسب سزا دی
اور مقصود اس سے محض تنبیہ ہوتی ہے عداوت منشا نہین ہوتا سو اس حدیث سے اس عمل کا مستحسن ہونا
ثابت ہے۔ کہ حضور نے ان تینون صاحبوں سے یہی معاملہ فرمایا **ف رسم عطاء پارچہ در طرب آزندہ را**
یہ بھی اہل وجد مین معمول ہے۔ کہ کسی شعر پر محظوظ ہو کر سنانے والے کو کوئی کپڑا یا کچھ نقد دیدیتے ہین
حضرت کعب کا اُس مبشر کو کپڑا دیدینا اسی قبیل سے ہے **ف حال قبض** محبوب کی تجلی جلالی یعنی آثار
عظمت واستغناء کے وارد ہونے سے قلب کا گرفتہ ہونا قبض کہلاتا ہے۔ اس واقعہ میں جو ان تینون صاحبون
کی حالت تنگی کی ہوگئی تھی وہ بھی قبض تھا جسکا سبب توقف قبول توبہ میں تھا جو آثار جلال سے ہے
اسی حالت کو اس قصہ مین ضیق ارض وضیق النفس سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور قبض کے مقابل حالت بسط ہے
یعنی آثار لطف وفضل کے ورود سے قلب کو سرور وفرحت ہونا اسی واقعہ مین ان حضرات پر قبول توبہ کے

عادۃ ہجران مرید بزجر

مطرب پارچہ بمطرب آزندہ

حال قبض و بسط

بعد یہ حالت بھی وارد ہوئی تھی چنانچہ حدیث میں صحیح ہے جس کا ادنیٰ اثر مشہر کو اپنا تمام لباس اُتار کر دینا ہے جسکا بیان اوپر آچکا

حدیث سی و ششم عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما اغرق اللہ فرعون قال اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنی اسرائیل قال جبرئیل یا محمد لو رایتنی وانا اخذ من حال البحر وادسّہ فی فیہ مخافۃ ان تدرکہ الرحمۃ اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۶۳) **ترجمہ** حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق فرمایا تو وہ کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں اسپر کہ کوئی معبود برحق نہیں بجز اُس ذات کے جسپر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے محمدؐ اگر آپ مجھکو (اُسوقت) دیکھتے (تو تعجب فرماتے) کہ میں دریا کی کیچڑ لیکر فرعون کے موہنہ میں ٹھونستا تھا اس اندیشہ سے کہ اُسکو رحمت آلہیہ نہ پالیوے روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف** حال سُکر باوجودیکہ مدار قبول ایمان کا بعد اجتماع شرائط کے قلب پر ہے۔ اگر وہ وقت قبول توبہ کا نہ تھا تو زبان سے کہنا نافع نہیں ہوسکتا اور اگر وہ وقت قبول کا تھا تو عزم قلب کافی تھا باوجود اسکے اُسکے موہنہ میں کیچڑ دینا یہ بسبب غلبہ سکر کے تھا جسکی حقیقت تحت حدیث سی چہارم کے مذکور ہوچکی اور سبب اس غلبہ کا غایت درجہ کا البغض فی اللہ تھا۔

حدیث سی و ہفتم عن ابن عباسؓ قال قال ابوبکر یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی ھود والواقعۃ اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۶۳) **ترجمہ** حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے (حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں) عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو بوڑھے ہوگئے آپنے ارشاد فرمایا کہ مجھکو سورہ ہود اور سورہ واقعہ نے بوڑھا کردیا (بوجہ اسکے کہ سورہ ہود میں امم سابقہ کے معذب اور مورد غضب آلہی ہونے کا ذکر ہے اور واقعہ میں اہل نار وجنت کی حالت کی تفصیل ہے اور یہ دونوں مضمون عبرت وخشیت پیدا کرنیوالے ہیں) روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف** حال ہیبت قبض وبسط میں جب اور ترقی ہوتی ہے اُسکو ہیبت وانس کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال چونکہ نہایت ارفع ہیں لہذا آپ کی خشیت کو جو کہ مقدمہ قبض کو بھی شامل ہے۔ ہیبت سے تعبیر کرنا شایاں ہے **ف** خلق مراقبہ ذات وصفات حق تعالےٰ یا کسی مضمون خاص کی طرف تدبر تام سے متوجہ ہوجانا اور اُسکا تصور قلب میں مواظبت کے ساتھ جمانا یہ مراقبہ کہلاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اثر خشیت کا جوان سے بوڑھا کردے موقوف ہے تفکر دائم وتوجہ قوی پر پس حدیث سے مثل حال ہیبت کے عمل مراقبہ کا بھی اثبات ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے۔

حدیث سی و ہشتم عن ابی سعید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ تعالیٰ اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ۶۴) **ترجمہ** حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور آلہی سے دیکھتا ہے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف** حال فراستہ

۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ما ما ما

صفاء قلب کی بدولت جو کہ مواظبت ذکر اللہ و ملازمت تقوی سے حاصل ہوتا ہے۔ اکثر وجدانی طور پر حقائق واقعات کے مدرک ہونے لگتے ہین اسکو فراست کہتے ہیں گویا وہ کشف کا ایک شعبہ ہے حدیث صراحۃً اسکی مثبت ہے اور حدیث مین نور اللہ عبارت اسی صفاء سے ہے جسکا سبب فکر و تقوی ہے۔

٣٩ **حدیث سی ونہم** عن عائشۃ انھا قالت قلت یا رسول اللہ الذین یؤتون ما اتوا وقلوبھم وجلۃ اھم الذین یشربون الخمر ویسرقون قال لا یا بنت الصدیق ولکنھم الذین یصومون ویتصدقون ویخافون ان لا یقبل منھم اولئک الذین یسارعون فی الخیرات اخرجہ الترمذی (تیسیر کلکتہ ص ٦٨) **ترجمہ** حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (قرآن مجید میں جن لوگوں کے بارہ مین یہ فرمایا گیا ہے کہ) ایسے لوگ جو وجود دیتے ہین اُن اعمال کو کہ وجود دیتے ہین اور قلوب اُن کے ڈرتے ہین (یہ فضیلت کے موقع میں فرمایا گیا ہے) کیا اُن سے ایسے لوگ مراد ہین جو شراب پیتے ہین اور چوری کرتے ہین (شبہ کی وجہ یہ ہوئی کہ اُن اعمال کی تعیین صریح الفاظ سے نہین فرمائی اور دلوں کا خوفناک ہونا غالباً اعمال سیئہ سے ہوتا ہے سو یہ قرینہ ہے اعمال بد مراد ہونے کا مگر موقع فضیلت مین اسکا فرمانا اس قرینہ کا کسی قدر مزاحم ہے پس یہ اشتباہ موجب سوال ہوگیا) آپ نے فرمایا کہ نہین اے بیٹی صدیق کی بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو روزہ رکھتے ہین اور خیرات کرتے ہین اور خائف رہتے ہین کہ اُن کا یہ عمل مقبول نہو یعنی اپنی مذلت پر اور حق تعالے کی عظمت پر نظر کرنے سے اپنے اعمال قابل قبول نہین دیکھتے) یہ وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں میں دوڑتے ہین روایت کیا اسکو ترمذی نے **ف** خلق **خوف و تواضع** حدیث کی دلالت اسپر ظاہر ہے **ف علامت مقربین** حق تعالے نے ان اوصاف کو عباد مقبولین کے خواص سے فرمایا ہے۔ پس یہ علامات اولیاء سے ہے تتبع احوال سے یہ صفت عارفین میں دوسری اکثر صفات پر غالب معلوم ہوتی ہے گویا اُنکا شعار خاص ہے۔

حدیث چہلم عن ابن عباس فی قصۃ ھلال بن امیۃ قال والذی بعثک بالحق انی

٤٠ لصادق ولینزلن اللہ تعالیٰ ما یبری ظھری من الحد فنزل جبرئیل علیہ السلام وفیہ فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لولا ما مضی من کتاب اللہ لکان لی ولھا شان اخرجہ البخاری والترمذی وابو داؤد (تیسیر کلکتہ ص ٢٦٨) **ترجمہ** حضرت ابن عباس رض سے ہلال بن امیہ کے قصہ میں مروی ہے (جبکہ انہون نے اپنی بیوی پر دعوی زنا کا کیا اور گواہ نہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یا تو گواہ لاؤ ورنہ تم پر حد قذف کہ اسّی تازیانے ہین جاری ہوگی) اُنہون نے عرض کیا کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے آپ کو دین حق دیکر بھیجا کہ بیشک میں سچا ہون اور اللہ تعالیٰ ضرور ایسا حکم نازل فرماوینگے جو میری کمر کو حد (قذف) سے بری کردے گا پس حضرت جبرئیل علیہ السلام لعان کی آیت لے کر

خوف و تواضع

علامت اولیاء

نازل ہوئے (جسمین میان بی بی کی قسمون سے فیصلہ ہوجاتا ہے) اور اسی حدیث مین یہ بھی ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا (جبکہ لڑکا اُن علامتوں کا پیدا ہوا جنکو پہلے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الحرام ہونیکی
علامتیں وحی باطن سے قرار دیا تھا) کہ اگر وہ حکم قرآنی نازل نہ ہوتا جو کہ جاری ہوچکا ہی تو میرا اور اُس عورت
کا بڑا معاملہ ہوتا (کہ مین اُسکو سزا دیتا) روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی اور ابو داؤد نے **ف حال کرامت**
ان صحابی کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالی ضرور ایسا حکم نازل فرماوینگے الخ اگر خبر پر محمول کیا جاوے جیسا ظاہر صورت جملہ
کا مقتضا ہی تو اسمین اُن کی پیشین گوئی کی کرامت ہی اور اگر باعتبار قصد کے اسکو انشا کے ساتھ ماول کیا جاوے
تو قبول دعا کی کرامت ہی **ف اصلاح ترجیح شریعت بر حقیقت** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور وحی سے حقیقت
حال منکشف ہوگئی تھی۔ کہ اگر فلان فلان علامت کا لڑکا ہو تو حرام سے ہی کیونکہ آپ ایسا امر جسمین نسبت ایسے
امر عظیم کی کسی شخص کی طرف ہو ظن اور قرائن سے نہین فرما سکتے پس باوجود تیقن حقیقت کے آپنے صرف بوجہ
اسکے قانون شرعی اُس حقیقت پر عمل کرنے سے مانع تھا مقتضائے حقیقت مکشوفہ کو ترک فرمادیا اسمین بہت
بڑا مسئلہ ثابت ہوگیا جسمیں اصلاح ہی عقیدہ وعمل کی کہ شریعت کو حقیقت پر ہمیشہ ترجیح دیجاوے گی اور یہ بہت
بڑی رحمت ہے حق تعالے کی ورنہ تمام نظام عالم کا درہم برہم ہوجاتا مثلاً حقیقت امر یہ ہے کہ تمام اشیاء
مملوک حق تعالی کی ہین اور نسبت مجازی گو عباد کی طرف ہے مگر حقیقت کے روبرو مجاز مضمحل ہونا چاہیئے سو اگر
اس حقیقت پر کوئی شخص عمل کرنے لگے تو وہ اپنی اور پرائی چیز میں اور منکوحہ وغیر منکوحہ عورت میں کوئی فرق
نہ کرے گا۔ اور اس سے جو کچھ مفاسد وقبائح وشرور لازم آسکتے ہین ظاہر ہے سو حق تعالی کا فضل ہی کہ شریعت
کو ان شرور کا مانع اور سدباب بنادیا جو لوگ اس راز کو نہین جانتے وہ اپنا عقیدہ اور عمل تباہ کرکے زندقہ و
الحاد مین مبتلا ہوجاتے ہین۔

۴۹ **حدیث چہل ونہم** عن عائشۃ رض فی حدیث الافک حین نزل براءتها قالت فقالت
لی امی قومی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت واللہ لا اقوم الیہ ولا احمد
الا اللہ هو الذی انزل براءتی اخرجہ الخمسۃ الا ابا داؤد **ترجمہ** حضرت عائشہ رض سے اُس قصہ مین جبکہ انپر تہمت
لگائی گئی تھی روایت ہے کہ جب اُن کی برارت قرآن مجید میں نازل ہوئی تو اُنکی والدہ نے کہا کہ اُٹھو اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ (یعنی بطریق ادائے شکریہ وسلام کے یہ اُسوقت جوش مین تھین) کہنے لگیں کہ واللہ مین اُٹھ
کر آپکے پاس نہ جاؤں گی اور میں بجز خدا تعالے کے کسی کا شکریہ ادا نہ کروں گی اُسی نے میری برارت نازل فرمائی ہی
(اور سب کو تو شبہہ ہی ہوگیا تھا) روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی نے (تیسیر کلکتہ ص...) **ف حال
شطح وادلال** بعضے بزرگوں سے نظماً یا نثراً بعض ایسے کلمات منقول ہین جنکا ظاہری عنوان موہم گستاخی ہی
اگر یہ غلبہ حال مین ہو تو اسکو شطح وادلال کہتے ہین حضرت صدیقہ رض کا یہ کہنا اسی قبیل سے ہی جسکا منشا ایک خاص
سبب سے شدت غم ہی۔ وہ یہ کہ خود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی بمقتضای بشریت وعدم علم غیب اس معاملہ

میں مشوش و متردد تھے اور حضرت صدیقہ رضؓ کو اس تردد کی اطلاع تھی۔ پس ان کو یہ قلق تھا کہ افسوس آپ کو بھی شبہ ہے پس برائت کے نزول سے اسکو جوش آگیا اور یہ جواب ان سے صادر ہوا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر انکار نہیں فرمایا حدیث سے اہل شطح و اولال کا معذور ہونا ثابت ہوگیا۔

حدیث چہل و دوم عن ابی ھریرۃؓ فی قولہ تعالیٰ انک لا تھدی من احببت قال نزلت فی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حیث یراود عمہ اباطالب علی الاسلام اخرجہ مسلم والترمذی ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے اس آیت کے بارہ میں انک لاتہدی الخ مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں نازل ہوئی ہے کہ آپ اپنے چچا ابوطالب کو اسلام کی ترغیب دے رہے تھے (اور وہ نہ مانتے تھے) روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی نے ص ۱۱۔ ف اصلاح نفی تصرف مستقل عن الشیخ بعضے ناواقف غلطی سے یوں سمجھتے ہیں کہ فیض پہونچانا شیوخ کے قبضہ واختیار میں ہوتا ہے۔ اس حدیث سے اس غلطی کی پوری اصلاح ہوتی ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں نہ ہوا تو اوروں میں تو اسکا کب احتمال ہے اور جب نفع دینی جو اصل کام شیخ کا ہے مستقلاً خارج از اختیار ہے تو نفع دنیوی تو بدرجہ اولے استقلالاً اختیار میں نہوگا بہت جہلا اسمیں بھی گرفتار ہیں کہ نعوذ باللہ اہل اللہ کو ساری خدائی کا مالک سمجھتے ہیں بدلالۃ النص اسکی بھی اصلاح ہوگئی۔

حدیث چہل و سوم عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ قال قام نبی اللہ صلعم یوما یصلے فخطر خطرۃ الحدیث اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت ماجعل اللہ لرجل الخ کی شان نزول میں مروی ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ اور نماز میں آپ کو کچھ خطرہ ہوا الحدیث روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر کلکتہ ص ۲) ف مسئلہ عدم اخلال خطرہ در کمال صلوۃ بعضے لوگ کمال صلوۃ کے لئے خطرات کے نہ آنے کو شرط سمجھتے ہیں۔ اس حدیث سے عدم اشتراط صاف معلوم ہوگیا لیکن باختیار خود کسی لایعنی بات میں فکر و غور کرنا البتہ منافی کمال صلوۃ ہے غرض خطرات کا لانا تو اختیاری ہے اور خطرات کا آنا غیر اختیاری ہے اور امر اختیاری مخل کمال ہوتا ہے اور غیر اختیاری کا نہ تو وجود مخل کمال ہے اور نہ عدم مکمل صلوۃ ہے بلکہ عدم خطرہ ایک قسم کا استغراق ہے جو فی نفسہ حالت محمودہ ہے مگر مقصود نہیں بلکہ بعض اوقات خطرہ والی نماز بے خطرہ والی نماز سے افضل و اکمل ہوتی ہے کہ خطرات کو دفع اور قلب کو جمع کرنے میں مشقت لاحق ہوتی ہے اور مدار افضل و اکمل اعمال مشقت ہے

حدیث چہل و چہارم عن ابی ھریرۃ قال ان نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا قضی اللہ تعالیٰ الامر فی السماء ضربت الملائکۃ علیہم السلام باجنحتہا خضعانا لقولہ کانہ سلسلۃ علے صفوان اخرجہ البخاری ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فرشتوں کو حکم فرماتا ہے تو فرشتے

(حاشیہ: ۴۲ — نفی تصرف مستقل عن الشیخ، اصلاح؛ ۴۳ — عدم اخلال خطرہ در کمال صلوۃ؛ ۴۴)

اُس کی بات سُننے کے وقت عاجزانہ اپنے بازو جھکا دیتے ہین اور وہ بات ایسی ہوتی ہی جیسے کسی پتھر پر زنجیر کو کھینچا جاوے
(اور سُمین آواز پیدا ہو) روایت کیا اسکو بخاری نے (تیسیر کلکتہ ص ۴۳) **ف مسئلہ ظہور قدیم در صورت**
حادث یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے۔ اور صورت سلسلہ علی صفوان حادث ہی پس کلام قدیم کا
ظہور ہین مشابہ صوت حادث کے ہونا جو حدیث میں آیا ہی اس سے وہ امر ثابت ہوا جو اکثر بزرگوں کے کلام میں
مذکور پایا جاتا ہی کہ ذات قدیم نے کائنات حادثہ میں ظہور فرمایا کبھی تجلی مثالی سے تعبیر کرتے ہین اور حقیقت
اس ظہور و تجلی کی نہ استحالہ ہی نہ حلول ہی نہ اتحاد ہی کہ یہ سب تحیلات عقلیہ و نقلیہ ہین بلکہ ایجاد ہی ایک امر کا جو بعتبار
بعض اوصاف کے اُس قدیم کے مشابہ ہی جس سے وہ حادث اُس قدیم کا اُن اوصاف کے لحاظ سے کاشف
ہوجاتا ہی اور اُس حادث کو صورت اور مثال بھی کہا جاتا ہے حدیث میں جو روایت ربی فی احسن صورۃ آیا ہی
اُس کا بھی یہی محمل ہو سکتا ہے اور تشبیہ خود آیت نور میں ثابت ہی خوب سمجھ لو۔

مسئلہ ظہور قدیم در صورت حادث

۲۴۵ **حدیث چہل و پنجم** عن ابن مسعودؓ قال اذا تکلم اللہ تعالیٰ بالوحی سمع اهل السماء صلصلة
کجر السلسلة علی الصفا فیصعقون الحدیث اخرجه ابو داؤد **ترجمہ** حضرت ابن مسعود رضؓ
سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہی تو اہل آسمان ایک آواز سنتے ہین۔ جیسے پتھر کی چٹان
پر زنجیر گھسیٹی جاوی پھر اس سے بیہوش ہوجاتے ہیں روایت کیا اسکو ابو داؤد نے (تیسیر کلکتہ ص ۴۴) **ف حال**
غیبت و محو قوت وارد سے کبھی سالک از خود رفتہ ہوجاتا ہے اس حال کو غیبت و محو کہتے ہین اس حدیث
سے اس کا صاف اثبات ہوتا ہے۔

حال غیبت و محو

۲۴۶ **حدیث چہل و ششم** عن انس قال نزل علی النبی صلی اللہ علیه وسلم انا فتحنا لك فتحا
مبینا و فیه فالفتح المبین هو فتح الحدیبیة اخرجه الشیخان والترمذی **ترجمہ** حضرت انس رضؓ سے روایت
ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت انا فتحنا الخ نازل ہوئی یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے آپ کو ایک
فتح نمایاں دی اور یہ فتح مبین فتح حدیبیہ ہی۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے (تیسیر کلکتہ ص ۸) **ف**
تعلیم عدم تضجر از قبض واقعہ حدیبیہ میں معلوم ہے کہ ظاہرا مسلمانوں کو کفار سے دبنا اور دبکر صلح کرنا پڑا
لیکن تفسیر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ نے اسکو اس بنا پر فتح نمایاں فرمایا کہ ہمین بہت سی مصلحتین مضمر تھین
اور آخر کار یہی مقدمہ فتح مکہ کا ہوا جسکے فتح نمایاں ہونے مین کچھ خفا نہین اس سے مشائخ کی اُس تعلیم کی اصل
نکلی کہ وہ قبض کو کہ ظاہرا ناکامی ہے طالب کے حق میں حالت محمودہ اور نفع میں مثل بسط کے فرماتے ہیں۔ کیونکہ
وہ بھی متضمن مصالح سالک کو ہوتا ہی اور بمنزلہ مقدمہ بسط قوی کا ہوتا ہے قال العارف الرومی ؎ چونکہ قبضی
آیدت اے راہرو ۔ آن صلاح تست آیس دل مشو ۔ چونکہ قبض آمد تو در وی بسط بین ۔ تازہ باش و چین میفگن بر جبین

تعلیم عدم تضجر از قبض

۲۴۷ **حدیث چہل و ہفتم** عن ابن عباسؓ فی قوله تعالیٰ اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتها
قال یلین القلوب بعد قسوتها فیجعلها مخبتة منیبة یحیی القلوب المیتة بالعلم والحکمة

والافقد علم احیاء الارض بالمطر مشاهدۃ اخرجہ رزین **ترجمہ** حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا یہ فرمایا کہ اللہ تعالی قلوب کو اُنکے قسوت کے بعد نرم کر دیتا ہے پھر اُن کو خشوع اور انابت کے ساتھ موصوف کر دیتا ہے یعنی مردہ دلوں کو علم اور حکمت کے ساتھ زندہ کر دیتا ہے۔ ورنہ زمین کا بارش سے تر و تازہ ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہے۔ روایت کیا اسکو رزین نے تیسیر کلکتہ ص ۸۰۔ حاصل مقام یہ ہے کہ اس آیت سے اوپر حق تعالے نے قلوب میں خشوع پیدا کرنے کا حکم فرمایا ہے اسکے بعد مضمون حیات ارض کا ارشاد ہوا ہے جسکی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ مقصود نظیر بیان کرنا ہے حیات قلب کی۔ دوسری یہ کہ ارض سے مراد مجازاً خود قلب ہو بطور استعارہ کے جیسا ابن عباس رضہ نے ارشاد فرمایا **ف قول القلب ارض اللہ الواسعۃ** بعض صوفیہ نے قلب کو ارض اللہ الواسعۃ سے تعبیر کیا ہے یہ حدیث اُس قول کا ماخذ ہو سکتی ہے **ف متفرقات تفسیر خلاف ظاہر** اکثر صوفیہ کرام کے کلام میں بعض آیات و احادیث کا خلاف ظاہر معنی پر محمول ہونا پایا جاتا ہے۔ جسپر بعض اہل ظاہر انکار کرنے میں مبادرت کر بیٹھتے ہیں اس حدیث سے ایسی تاویلات کی صحت نکلتی ہے۔ کلید مثنوی جلد اول کے صفحہ ۸۳ میں اسکی مبسوط تحقیق ہے جو دیکھنے کے قابل ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ نے الفوز الکبیر میں حدیث متفق علیہ اعملوا فکل میسر لما خلق لہ الخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آیت پڑھنے کو فاما من اعطے الخ اسی پر محمول کیا ہے اور حدیث میں جو آیا ہے القرآن لہ ظہر و بطن رواہ فی شرح السنۃ مشکوۃ صفحہ ۲۷ اسکے معنی بھی کلید مثنوی میں بضمن تحقیق تفسیر صوفیہ لکھدئے گئے ہیں

حدیث چہل و ہشتم عن ابی ہریرۃ فی قولہ تعالیٰ ویؤثرون علےٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ الآیۃ ان رجلا من الانصار بات بہ ضیف ولم یکن عندہ الا قوتہ وقوت صبیانہ فقال لامرأتہ نومی الصبیۃ واطفی السراج وقربی للضیف ماعندک فنزلت الآیۃ اخرجہ الترمذی وصححہ **ترجمہ** حضرت ابوہریرۃ رضہ سے اس آیت کی تفسیر میں ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ روایت ہے کہ ایک صحابی انصاری کے پاس رات کو ایک مہمان آیا اور ان صحابی کے پاس بجز اپنے اور بچوں کی قوت لایموت کے اور کچھ نہ تھا پس (یہ سوچکر کہ اگر ہم اور بچے یہ کھانا کھالیں گے۔ تو مہمان بھوکا رہجاویگا) اپنی بی بی سے فرمایا کہ بچوں کو تو (بہلاکر) سُلادینا اور چراغ گل کر دینا (تاکہ یہ ہمارے کھانے کو نہ دیکھے ورنہ خود بھی نہ کھاویگا) اور جو کچھ حاضر ہے مہمان کے سامنے رکھدینا (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دونوں میاں بی بی موہنہ چلاتے رہے اور کھانا بالکل نہیں کھایا) اس پر آیت نازل ہوئی۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے اور تصحیح بھی کی۔ (تیسیر کلکتہ ص ۷۹) **ف عادت اخفاء عمل** بہت بزرگوں کی عادت ہے کہ اپنے عمل صالح کے اخفاء میں بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ اس حدیث سے اسکی صاف تائید ہوتی ہے **ف خلق ایثار** نیز ان حضرات کے اخلاق میں جو صفت ایثار کی ہے یعنی دوسروں کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکھنا اس حدیث میں اسکا بھی اثبات ہے۔

القلب ارض اللہ الواسعۃ ۔ تفسیر خلاف ظاہر ۔ متفرقات ۔ اخفاء عمل ۔ عادت ۔ ایثار

۷۴۹ **حدیث چہل و نہم** عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ وَلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا قال وکلها اسماء رجال صالحین من قوم نوح علیه السلام فلما هلکوا اوحی الشیطان الی قومهم ان انصبوا الی مجالسهم التی کانوا یجلسون فیها انصابا و سموها باسمائهم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا هلك اولئك و نسخ العلم عبدت اخرجه البخاری **ترجمہ** حضرت ابن عباس رض سے اس آیت کی تفسیر میں (لا تذرن ودًّا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا) مروی ہے کہ یہ سب نام تھے قوم نوح کے کچھ بزرگوں کے جب وہ لوگ مر گئے شیطان نے اُن کی قوم کو یہ بات سجھائی کہ جہاں یہ لوگ بیٹھتے تھے وہاں کچھ نشان (بطور یادگار کے) کھڑے کر دو اور ان کے نام اُن بزرگوں کے نام پر رکھ لو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اُسوقت تو اُن کی عبادت نہیں ہوئی یہانتک کہ جب یہ لوگ مر گئے اور علم جاتا رہا تو اُن کی عبادت ہونے لگی روایت کیا اسکو بخاری نے۔ (تیسیر کلکتہ ص ۸۱) **ف اصلاح تحریم صور مشائخ** بعضے لوگوں کی عادت ہی کہ اپنے پیرون کے بزرگون کی تصویریں تبرکاً اپنے پاس رکھتے ہیں اس حدیث سے انکا موجب مفاسد ہونا ظاہر ہے۔ اور وہ مفاسد مشاہد بھی ہیں اور چونکہ شرائع سابقہ میں فی نفسہ تصویر مباح بھی تھی اور اس شریعت میں وہ فی نفسہ بھی حرام ہی اسلئے اب اُس سے بھی زیادہ مفسدہ ہی بالخصوص اس سے اور زیادہ مفسدہ قوی ہو جاتا ہے کہ شریعت میں تصویر واجب الاہانت ہی اور ایسی تصویروں کی خود تعظیم کیجاتی ہی تو شرع کا پورا مقابلہ ہی

۷۵۰ **حدیث پنجاہم** عن ابی هریرة رض ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان العبد اذا اخطأ خطیئة نکتت فی قلبه نکتة فاذا هو نزع واستغفر وتاب صقل قلبه وان عاد زید فیها حتی تعلو قلبه وهو الران الذی ذکر الله تعالیٰ اخرجه الترمذی وصححه **ترجمہ** حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہی تو اُسکے قلب میں ایک دھبہ پیدا ہو جاتا ہے پھر جب وہ باز آتا ہے اور توبہ و استغفار کر لیتا ہی تو اُسکا قلب صاف ہو جاتا ہی اور اگر دوبارہ پھر کرتا ہے تو اُس دھبہ میں ترقی ہوتی ہی یہانتک کہ اُسکے قلب کو محیط ہو جاتا ہی اور یہ وہی زنگ ہے جسکا ذکر اللہ تعالےٰ نے (اس آیت میں) فرمایا ہی۔ (کلا بل ران علیٰ قلوبهم ما کانوا یکسبون جسکا ترجمہ یہ ہی کہ یوں نہیں بلکہ اُنکے دلوں پر اُنکے اعمال بد کا زنگ چڑھ گیا ہی) روایت کیا اسکو ترمذی نے اور تصحیح بھی کی۔ تیسیر کلکتہ ص ۸۲ و ۸۳ **ف متفرقات نور و ظلمت قلب** اکثر بزرگون کے کلام میں وارد ہے کہ ذکر و طاعت سے قلب نورانی ہو جاتا ہے۔ اور غفلت و معصیت سے قلب ظلمانی ہو جاتا ہی اس حدیث میں اسی نور و ظلمت کا ذکر ہی پس آثار ذکر و طاعت کے انوار ہیں اور آثار غفلت و معصیت کے ظلمات اور یہ نور و ظلمت مثل اجسام منیرہ و مظلمہ کے حسی نہیں ہیں اور جو انوار بعض اوقات محسوس ہوتے ہیں وہ مقصود نہیں۔

۷۵۱ **حدیث پنجاہ و یکم** عن ابن عباس رض فی قوله تعالیٰ لترکبن طبقا عن طبق قال حالا بعد حال قال هذا نبیکم صلی الله علیه وسلم اخرجه البخاری **ترجمہ** حضرت ابن عباس رض سے اس آیت کی تفسیر میں لترکبن طبقا عن طبق

منقول ہے کہ انہون نے اسکی یہ معنی کہے ہین حالاً بعد حال اور کہا ہے اسکے مخاطب تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہین (یعنی آپ یکے بعد دیگرے حالات کو طے فرماوین گے) روایت کیا اسکو بخاری نے۔ تیسیر کلکتہ ص ۴۸ **ف مسئلہ** عدم انتہائی ترقی عارف اہل طریق کے ملفوظات میں منقول ہے کہ عارف کامل کی ترقی کبھی منتہی نہین ہوتی یہ حدیث اپنے اطلاق الفاظ سے اسپر منطبق ہے کیونکہ حالاً بعد حال سے نہ تثنیہ مقصود ہے اور نہ اسمیں کوئی عدد اور حد مذکور ہے اسلیئے احوال لاتقف عند حد اسکا مصداق ہوگا اور یہی مطلب ہے اُس ملفوظ مذکور کا۔

عدم انتہائی ترقی عارف

۲۵۱ **حدیث پنجاہ و دوم** عن ابی ذرؓ قلت یا رسول اللہ وما کانت صحف ابراہیم وموسی قال کانت عبرا کلہا عجبت لمن ایقن بالموت ثم یفرح عجبت لمن ایقن بالنار کیف یضحک عجبت لمن رای الدنیا وتقلبہا باہلہا ثم یطمئن الیہا عجبت لمن ایقن بالقدر ثم ینصب عجبت لمن ایقن بالحساب ثم لا یعمل اخرجہ رزین ترجمہ حضرت ابوذر رض سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحیفون میں کیا مضامین تھے آپنے فرمایا وہ سب نصائح تھین جنمین سے بعض یہ ہین کہ میں اُس شخص پر تعجب کرتا ہون جو موت کا یقین رکھتا ہو اور پھر خوش ہوتا ہو میں اس شخص پر تعجب کرتا ہون کہ دوزخ کا یقین رکھتا ہے پھر کیسے ہنستا ہے میں اُس شخص پر تعجب کرتا ہون جو دنیا کو اور اہل دنیا کے ساتھ اسکے انقلابات کو دیکھتا ہو پھر اسمین جی لگاتا ہو میں اُس شخص پر تعجب کرتا ہون جو تقدیر کا یقین رکھتا ہے (اور جانتا ہے کہ رزق مقدر ملیگا اور) پھر (طلب رزق میں مبالغہ کے ساتھ) مشقت کرتا ہے میں اُس شخص پر تعجب کرتا ہون جو حساب کا یقین رکھتا ہو اور پھر (نیک) عمل نہ کرتا ہو۔ روایت کیا اسکو رزین نے۔ تیسیر کلکتہ ۴۰۲ **ف تعلیم مراقبہ** کسی مضمون کو زیادہ سوچنا اور اُسکو پیش نظر رکھنا یہ مراقبہ کی حقیقت ہے جسکی تعلیم اہل سلوک میں معتاد ہے اور اُسکے راسخ کرنے کے لیئے ابتدا میں تجربہ سے اس کی ضروریات ثابت ہوئی ہے کہ کوئی وقت معین و مقرر کرکے اُس فکر میں مشغول رہے اس حدیث میں اُسکی اصل موجود ہے کیونکہ محض امور مذکورہ کے یقین پر یہ ثمرات مرتب ہونا بدون اسکے کہ چندے ان امور کے پیش نظر رکھنے کا قصداً اہتمام کیا جاوے عادۃً متعسر ہے اور یہی حاصل ہے مراقبہ کا۔

تعلیم مراقبہ

۲۵۲ **حدیث پنجاہ و سوم** عن ابن عمرؓ ان رجالا من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اروا لیلۃ القدر فی المنام فی السبع الاواخر فقال صلے اللہ علیہ وسلم اری رؤیاکم قد تواطئت فی السبع الاواخر من کان متحریہا فلیتحرہا فی السبع الاواخر اخرجہ الثلاثۃ والترمذی ترجمہ حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ صحابہ میں سے بعضوں کو خواب میں شب قدر دکھلائی گئی کہ آخیر کی سات تاریخوں میں ہے جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے خوابوں کو اس باب میں متوافق پاتا ہون سو جو شخص شب قدر کو تلاش کرنا چاہے وہ آخیر کی سات تاریخوں میں تلاش کرے۔ روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم اور مالک اور ترمذی نے۔ تیسیر کلکتہ ص ۸۳ **ف مسئلہ** موجب اطمینان شدت توافق کشوف بعض بزرگوں نے تصریح کی ہے کہ گو کشف حجت شرعیہ

موجب اطمینان شدت توافق کشوف

نہین لیکن اگر کسی امر مسکوت عنہ فی الشرع میں بہت سے کشف متفق و متوافق ہوجاوین تو موریث اقناع و طمانینت سمجھا جاویگا یہ حدیث اسپر صاف دال ہے۔

۱۵۴

حدیث پنجاہ وچہارم عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الشیطان جاثم علے قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ تعالیٰ خنس واذا غفل وسوس اخرجہ البخاری تعلیقا **ترجمہ** حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان آدمی کے قلب پر جما ہوا بیٹھا ہے جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ ہٹ جاتا ہے۔ اور جب غافل ہوتا ہے تو وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری نے بحذف سند تیسیر کلکتہ ص ۸۵ **ف تعلیم انقطاع وسوسہ بذکر** اس حدیث میں علاج ہے وسوسہ کا کثرت ذکر سے اور اسکی وجہ عقلا بھی ظاہر ہے کیونکہ مسئلہ عقلیہ مسلمہ ہے کہ نفس ایک آن میں دو طرف توجہ نہیں کرسکتا۔ جب ذکر میں مشغول ہوگا ظاہر ہے کہ وساوس غیر ذکر میں منقطع ہوجاوینگے اور یہ علاج مشترک ہی اختیاریہ موثمہ و وساوس اختیاریہ مباحہ و وساوس غیر اختیاریہ میں یعنی جو وسوسہ معصیت کا ہو اور قصداً ہو اور اسکے مقتضا پر عمل بھی ہو خواہ ظاہراً یا باطناً جسمیں گناہ ہوتا ہے اور جو ایسا نہو اور اسمیں گناہ نہ ہوتا ہو گو قصداً ہو اور جو بلا قصد ہو یہ تینوں کا علاج ہے اور وساوس مباحہ میں گو صرف معصیت نہو لیکن قلب کی استعداد ردی ہوجاتی ہے جس سے معصیت کے لئے اسرع للقبول ہونیکا اندیشہ قوی ہے۔ اور وسوسہ غیر اختیاریہ سے گو استعداد بھی خراب نہیں ہوتی لیکن کلفت اور تشویش قلب پیدا ہونے سے اندیشہ تعطل و ترک ذکر کا ہوتا ہے لہذا اس کا علاج بھی مصلحت ہے۔

۱۵۵

حدیث پنجاہ وپنجم عن ابی سعیدؓ قال اعتکف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی المسجد فسمعھم یجھرون بالقرآن فکشف الستر فقال الا ان کلکم مناجی ربہ فلا یوذین بعضکم بعضا ولا یرفع بعضکم علے بعض فی القراءۃ او فی الصلوۃ اخرجہ ابوداؤد (تیسیر کلکتہ ص ۸۹) **ترجمہ** حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف فرمایا اور لوگوں کو قرآن پکارکر پڑھتے ہوئے سنا پس پردہ اٹھایا اور فرمایا کہ سن لو تم میں ہر شخص اپنے رب سے عرض معروض کررہا ہے (اور وہ آہستہ اور پکار کے ہر طرح سن لیتا ہے) پس ایک دوسرے کو پریشان مت کرو یعنی قرآن پڑھنے میں یا نماز میں ایک دوسرے پر آواز بلند مت کرو۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر صفحہ ۸۹ **ف تعلیم مشروطیت مشروعیت جہر بالذکر بعدم تاذی جیران** اس حدیث میں آپ نے نہی عن الجہر کو معلل فرمایا عدم ایذاء کے ساتھ اس سے دو امر مستفاد ہوئے ایک یہ کہ ذکر جہر فی نفسہ مشروع ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اسکی مشروعیت مشروط ہے اس سے کہ کسی کو ایذاء اور تشویش نہ ہو پس اسمیں فیصل ہی درمیان افراط و تفریط کے اس مسئلہ میں جو اسوقت واقع ہورہے ہین کہ بعضے مطلقا جہر بالذکر کو خلاف سنت کہتے ہیں اور بعضے اسپر اسقدر مصر ہیں کہ گو اہل محلہ کو تکلیف ہو نیندیں برباد ہوجاویں نمازی بھولنے لگیں لیکن وہ اسطرف اصلا التفات نہیں کرتے اصل یہ ہے کہ عبادت مقصودہ تو نفس ذکر ہے اور جہر فی نفسہ عبادت نہیں صرف اسمیں بعض مصالح

ہیں تا اثر قلب تقلیل خطرات ونحو ذالک لیکن اگر کسی کو ایذا پہونچے تو ایذا رسانی سے جو مضرت باطنی ہوتی ہی وہ اس
مصلحت سے زیادہ اشد ہے۔ لہذا اُسوقت اخفاء ضروری ہے رہا یہ کہ اگر مفاسد و مصالح دونوں قسم کے عوارض
نہوں تو فی نفسہ جہر اولےٰ ہے۔ یا خفی تو احادیث سے اولویت خفی کی معلوم ہوتی ہے۔

۵۶ **حدیث پنجاہ و ششم** عن عائشۃ رضہ قالت قام رجل من اللیل فقرأ ورفع صوتہ فلما اصبح
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرحم اللہ فلانا کاین من ایۃ اذکرنیہا اللیلۃ کنت
اسقطہا رواہ الشیخان وابوداؤد وھذا لفظہ **ترجمہ** حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہی کہ ایک
شخص (صحابہ میں سے) رات کو اُٹھے اور قرآن پڑھا اور بلند آواز سے پڑھا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فلانے شخص کا بھلا کرے کہ اُس نے بعضی آیتیں رات مجھکو یاد دلادیں جنکو میں
بھول گیا تھا۔ روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وابوداؤد نے اور یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔ تیسیر کلکتہ ص ۸۶ **ف**
مسئلہ توسط ناقص در افاضہ برائی کامل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی ناقص واسطہ فیض کامل کے
لئے بن جاتا ہے۔ پھر یہ واسطہ بننا اگر بلا قصد ناقص کے ہے تب تو کچھ اشکال ہی نہیں جیسا اس حدیث میں مذکور
ہے کیونکہ مفیض محض حق تعالیٰ ہے۔ اور ناقص سبب محض ہے۔ اور اس مرتبہ میں چونکہ ہر مستفیض اپنے مفیض
کے لئے واسطہ افاضہ ہی چنانچہ جب کسی یاد سے اُسکے تبع کو ہدایت کا نفع پہونچیگا۔ ظاہر ہے کہ ثواب کا نفع
اس مستفیض کے ذریعے سے اُس مفیض کو ملیگا۔ اور اگر یہ واسطہ بننا بقصد ناقص کے ہے جیسا کہ مشاورت کے
بعض مواقع میں روایات سے ثابت ہی تب بھی افضلیت ناقص کا شبہ نکرنا چاہیئے کیونکہ نبی کا افضل ہونا بمعنی
زیادت قرب و کثرت ثواب عند اللہ ہی اور یہ توسط کسی امر خاص میں اُس زیادت و کثرت کے منافی نہیں اور غیر نبی میں
اگر اس ناقص کو اس امر خاص میں اس کامل سے بھی اکمل کہدیا جاوے۔ تو کوئی اشکال نہیں اور اس امکان توسط
سے فوائد صحبت صلحاء کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ شیخ بھی صحبت سے اپنے کو مستغنی نہ سمجھے بسا اوقات اُسکو مریدوں
سے بعض منافع باطنی پہونچ جاتے ہیں۔

(حاشیہ: توسط ناقص در افاضہ بر کامل)

۵۷ **حدیث پنجاہ و ہفتم** عن ابن مسعود قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ
علی القرآن فقلت اقرأ علیک وعلیک انزل فقال انی احب ان اسمعہ من غیری فقرأت علیہ
فاذا عیناہ تذرفان اخرجہ الخمسۃ الا النسائی **ترجمہ** حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہی کہ مجھ سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو قرآن پڑھکر سناؤ میں نے عرض کیا کیا میں آپ کو پڑھکر سناؤں حالانکہ خود
آپ پہ نازل ہوا ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ دوسرے کی زبان سے سنوں سو میں نے آپکو پڑھکر
سنایا اور اُس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپکے آنسو چلنے لگے۔ روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وابوداؤد و ترمذی نے
تیسیر کلکتہ ص ۸۶ **ف** **مسئلہ** خاصیت سماع غالب امر طبعی ہے کہ کسی چیز کے خود پڑھنے سے وہ لطف نہیں
ہوتا جو دوسرے کے سننے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس حدیث سے اسکی تائید ہوتی ہے اور یہی نکتہ ہی کہ تقویت

(حاشیہ: خاصیت سماع)

حال یا تجدید شوق و تحصیل جمعیت کے لئے دوسرے شخص کو سماع کے لئے تجویز کیا جاتا ہے البتہ بعض سماع کا نا جائز ہونا یہ دوسری بات ہے۔ ف حال وجد کسی حالت محمودہ غریبہ کا غلبہ اصطلاح میں وجد کہلاتا ہے حدیث قرآن سے اسکی اصل بھی ثابت ہوتی ہے۔

(حال وجد)

۷۵۸ حدیث پنجاہ و ہشتم عن اسماء قالت ما کان احد من السلف یغشی علیہ ولا یصعق عند تلاوۃ القرآن وانما کانوا یبکون ویقشعرون ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ اخرجہ رزین ترجمہ حضرت اسماء رض سے روایت ہے کہ سلف یعنی صحابہ و تابعین میں سے تلاوت قرآن کے وقت کسی پر بیہوشی نہ ہوتی تھی۔ اور نہ کوئی چیختا تھا صرف رویا کرتے تھے اور انکے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے پھر خدا کی یاد کی طرف انکے پوست اور قلوب نرم ہوجاتے تھے روایت کیا اسکو رزین نے تیسیر کلکتہ ص ۸۶ ف مسئلہ وجد کاملین وجد کی حقیقت تو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اس حدیث میں کاملین کا وجد مذکور ہے اور قرآن مجید میں بھی اسی کا تذکرہ ہے اور غشی و صعق جسکو عوام وجد سمجھتے ہیں وہ وجد کی متوسط درجہ کی قسم ہے جو سلف میں کم پائی جاتی ہے جیسا کہ ترمذی جلد ثانی ص ۶۵ میں حضرت ابوہریرہ رض کا بیہوش ہوجانا مروی ہے۔

(مسئلہ وجد کاملین)

۷۵۹ حدیث پنجاہ و نہم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا قام احدکم من اللیل فاستعجم القرآن علی لسانہ فلم یدر ما یقول فلیضطجع اخرجہ مسلم و ابو داؤد ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص رات کو اٹھے پھر (غلبہ نوم سے) قرآن اسکی زبان سے صاف نہ نکلے اور (نوم کے غلبہ سے) کچھ خبر نہو کہ کیا زبان سے نکل رہا ہے۔ تو اسکو لیٹ جانا چاہیئے (تاکہ نیند آنے سے طبیعت ہلکی ہوجاوے اس وقت پھر پڑھنا شروع کرے) روایت کیا اسکو مسلم و ابوداؤد نے تیسیر ص ۸۶ ف تعلیم و اصلاح منع عن الغلو فی الریاضۃ بعض لوگ تقلیل طعام یا تقلیل منام وغیرہ اسباب مجاہدہ میں بہت زیادہ غلو کرتے ہیں کہ حقوق ضروریہ کی طرف بھی التفات نہیں کرتے اس حدیث میں اسکی اصلاح ہے۔ اور راز اسمیں دو ہیں ایک یہ کہ غلو سے بعض اوقات ضرر جسمانی لاحق ہوجاتا ہے پھر ضروری عبادت بھی نہیں ہوسکتی دوسرے یہ کہ جب غلبہ نوم سے الفاظ صحیح نہیں نکلیں گے تو جو ثواب خاص ان الفاظ کے متعلق ہے وہ حاصل نہوگا پھر ایسے جاگنے سے کیا فائدہ۔

(تعلیم و اصلاح منع عن الغلو فی الریاضۃ)

۷۶۰ حدیث شصتم عن عبد الرحمن بن عبد القاری قال سمعت عمر بن الخطاب یقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من نام عن حزبہ من اللیل او عن شیئ منہ فقرأہ ما بین صلوۃ الفجر و صلوۃ الظھر کتب لہ کانما قرأہ من اللیل اخرجہ الستۃ الا البخاری ترجمہ حضرت عبد الرحمن بن عبد قاری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رض سے سنا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنے معمولی وظیفہ سے یا اسکے کسی جزو سے سو رہے (یعنی آنکھ نہ کھلنے سے ناغہ ہو جاوے) پھر اسکو فجر اور ظہر کے درمیان میں پڑھ لے تو ایسا ہی ثواب ملیگا جیسے رات ہی پڑھ لیا روایت کیا اسکو مسلم و مالک و ابو داؤد و ترمذی و نسائی نے

ف تعلیم قضاء حزب اس حدیث میں تعلیم ہے کہ معمولات گو وہ نوافل ہوں حتی الامکان ناغہ نہ کرے اگر معین وقت پر نہو دوسرے وقت پر سہی اور نفع کہ بے بدلتی اس قول میں مذکور ہے من لا ورد له لا وارد ۔

حدیث شصت ویکم عن الحرث بن سوید قال حدثنا عبد الله بن مسعودؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لله افرح بتوبة عبده المؤمن من رجل نزل فی ارض دویة الی قوله فاذا راحلته عنده علیها زاده وشرابه ثم قال اللهم انت عبدی وانا ربك اخطأ من شدة الفرح رواه الترمذی

ترجمہ حارث ابن سوید سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالی اپنے ایمان والے بندہ کے توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی چٹیل میدان میں پہونچکر مقام کرے اور سوکر جو اٹھے تو اپنی سواری کا اونٹ نہ پاوے اور نہایت پریشان ہو یہانتک کہ بعد تلاش کے مایوس ہوکر مرنے کے لئے آمادہ ہوکر اپنے مقام پر آلیٹے اور اسمیں آنکھ لگجاوے پھر آنکھ کھلنے کے بعد اچانک دیکھتا ہے کہ اسکی سواری کا جانور اسکے پاس کھڑا ہے اور اسپر اسکا سامان خورد و نوش موجود ہے پس (جوش خوشی میں) اسکے منہ سے یہ نکلا کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں مارے خوشی کے بہک گیا روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۸۸ ف مسئلہ حال شطح بعض اہل حال سے غلبہ حال میں ایسے کلمات صادر ہوجاتے ہیں جو شریعت پر منطبق نہیں ہوتے اس حدیث میں اس حال کا اُنکی نظر سے معتبر ہونا اور نیز اُسپر مواخذہ نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسکے نقل کے بعد اسپر انکار نہیں فرمایا گیا۔

حدیث شصت و دوم عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رأیت امرأة سوداء ثائرة الرأس خرجت من المدینة حتی نزلت بمهیعة وهی الجحفة فاولت ان وباء المدینة نقل الیها اخرجه البخاری والترمذی ترجمہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے ایک سیاہ فام پراگندہ بال عورت کو (خواب میں) دیکھا کہ مدینہ سے نکلکر جحفہ میں جاکر ٹھیری سو میں نے یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی وبا جحفہ میں چلی گئی۔ روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی نے تیسیر ص ۹۱
ف آگے آتا ہے۔

حدیث شصت و سوم عن ام العلاء الانصاریة قالت لما قدم المهاجرون طار لنا عثمان بن مظعون فی السکنی فاشتکی فمرضناه حتی توفی قالت فرأیت لعثمان فی المنام عینا تجری فاخبرت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ذلك عمله یجری اخرجه البخاری

ترجمہ ام علاء انصاریہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب مہاجرین (مدینہ میں) آئے تو سکونت کے لئے ہمارے حصہ میں عثمان بن مظعون رضؓ آئے پھر وہ بیمار ہوگئے سو ہمنے اُن کی تیمارداری کی یہاں تک کہ انکی وفات ہوگئی وہ کہتی ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت عثمان کا ایک چشمہ بہتے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خبر دی آپ نے فرمایا یہ اُن کا عمل ہے کہ اسکا ثواب جاری ہے روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۹۱ ف مسئلہ تحقق عالم مثال اس حدیث

ہیں اور حدیث سابق ہیں اثبات ہی عالم مثال کا جسمیں معانی مخصوصہ صور خاصہ میں متمثل و متشکل ہو کر ظاہر ہوتے ہیں

۶۴ **حدیث شصت و چہارم** عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت من ضر اصابہ الحدیث اخرجہ الخمسۃ **ترجمہ** حضرت انس رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص تم میں کسی تکلیف کی وجہ سے جو کہ اُسکو پہونچی ہے موت کی تمنا کرے۔ روایت کیا اُس کو بخاری و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی نے تیسیر ص ۹۲ **ف** **مسئلہ** تمنی موت اکثر عشاق کے کلام میں موت کی تمنا منقول ہی جو ظاہر اخلاف شرع معلوم ہوتا ہے لیکن اس حدیث میں من ضر اصابہ کی قید اس شبہہ مخالفت کو برفع کرتی ہے یعنی نہی مقید ہے کسی ضرر سے تنگدل ہونے کے ساتھ اور جہاں یہ قید نہو یہ نہی بھی نہ ہوگی جب تک دوسری دلیل نہی کی نہو اور ان حضرات کی تمنی محض شوقا الی لقاء اللہ ہوتی ہے لہذا خلاف شرع نہ ہوگی اور یہ ایک حال ہے جو آثار بسط سے ہے اور بعض پر ہیبت کا غلبہ ہوتا ہو۔ وہ مانع تمنا ہوتی ہے۔

۶۵ **حدیث شصت و پنجم** عن اسامۃ بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیرا فقد ابلغ فی الثناء اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت اسامہ بن زید رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ کوئی احسان کیا جاوے اور وہ اُسکے کرنے والے کو کہے جزاک اللہ خیرا یعنی اللہ تعالی تجھکو نیک عوض دے تو اُسنے (اُسکی) ثنا (و دعا) کا پورا حق ادا کر دیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۹۲ **ف** تعلیم و عادت دعاء للمہدی اسمیں تعلیم ہی اور بعونہ تعالی صلحاء و مشایخ کی عادت بھی ہی کہ جو شخص انکی خدمت قلیل یا کثیر سے کرتا ہی اُسکی بہت قدر کرتے ہیں اور اظہار خوشی کے ساتھ ہدیہ دینے والے کو دعا دیتے ہیں اسمیں علاوہ برکت و فضیلت نفس اتباع سنت کے محسن کی تطییب قلب بھی ہے جو استقلالا بھی طاعت ہی پس بیقدری اور نخوت کرنا جیسا بعض مدعیین یا ناقصین کی عادت ہے سخت مذموم بات ہی اور ایک گونہ ناشکری ہے۔ فقط

۶۶ **حدیث شصت و ششم** عن ابی سعید رض قال قیل یا رسول اللہ ای الناس افضل قال مؤمن مجاھد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ قیل ثم من قال رجل فی شعب من الشعاب یتقی اللہ ویدع الناس من شرہ اخرجہ الخمسۃ **ترجمہ** حضرت ابو سعید رض سے روایت ہے کہ کسی نے (حضور) صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ سب سے افضل کون شخص ہے۔ آپنے فرمایا جو مومن اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو سوال کیا گیا کہ پھر کون شخص افضل ہی آپنے فرمایا جو شخص (پہاڑ کی) گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو اللہ سے ڈرتا ہو اور خلق کو اپنے شر سے فارغ کر رکھا ہو روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابو داؤد نے تیسیر کلکتہ ص ۹۳ **ف** **عادۃ عزلت** اکثر اہل اللہ کی عادت رہی ہی کہ خلق سے اختلاط کم رکھا ہی اور گوشہ نشیں رہے ہیں اس حدیث سے اسکی اجازت اور ایک درجہ میں فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور حدیث میں اُسکے محل کی طرف بھی اشارہ ہی کہ جب اختلاط میں احتمال ایصال شر الی الخلق کا ہو اور اسی پر قیاس

کیا جاویگا وصول شر من الخلق کو اور نیز حدیث مذکور ہی میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جس شخص سے خیر و نفع عام زیادہ متوقع ہو اُسکے لئے اختلاط افضل ہے چنانچہ مومن مجاہد کو صاحب عزلت سے افضل فرمایا اور یہی خلاصہ ہی تحقیق کا مسئلہ مبحوث عنہا میں کہ جس شخص سے مسلمانوں کو نفع پہونچتا ہو اُسکے لئے جلوت بہتر ہے اور جس سے نفع متعلق نہو اور جلوت میں احتمال اضرار یا تضرر کا ہو اُسکے لئے خلوت بہتر ہے۔

۲۶۷ **حدیث شصت و ہفتم** عن شداد بن الهاد ان رجلا من الاعراب جاء فامن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی قوله ولکن اتبعتك علی ان ارمی الی ههنا واشار بیده الی حلقه بسهم فاموت فادخل الجنة فقال ان تصدق الله یصدقك فلبثوا قلیلا ثم نهضوا فی قتال العدو فاتی به النبی صلی اللہ علیہ وسلم محمولا قد اصابه سهم حیث اشار فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اهو هو قالوا نعم قال صدق الله فصدقه ثم کفن فی جبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اخرجه النسائی

ترجمہ حضرت شداد بن الہاد سے روایت ہی کہ ایک شخص دیہاتی حاضر ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اسی حدیث میں یہ ہی کہ اُس شخص نے عرض کیا کہ میں نے اس امید پر آپ کا اتباع کیا ہی کہ (جہاد میں) میری اس جگہ یعنی حلق میں تیر لگ جاوے اور میں مرجاؤں اور جنت میں چلا جاؤں آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اللہ کے ساتھ (اپنی نیت میں) سچا ہے تو خدا تعالیٰ تجکو (اس امید میں) سچا کر دیگا غرض تھوڑی ہی مدت گذری تھی پھر ایک جہاد کے لئے لوگ تیار ہوئے (اور وہ شخص بھی چلا) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُسکی لاش اُٹھا کر لائی گئی اور اُسکی خاص حلق ہی میں تیر لگا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا یہ وہی شخص ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں وہی شخص ہے کہ آپنے فرمایا یہ اللہ کے ساتھ سچا تھا اللہ نے اسکو سچا کر دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص مبارک میں اُسکو کفن دیا گیا روایت کیا اسکو نسائی نے۔ تیسیر ص ۹۶ **ف** حال کرامت۔ اس حدیث میں اثبات ہی کرامت کا چنانچہ یہ واقعہ اُس صحابی کی ایک گونہ کرامت ہے **ف** رسم تبرک فی الکفن قمیص مبارک میں اُس صحابی کا کفنایا جانا اصل ہی اس رسم کی جو محبان قوم میں مستعمل ہی کہ بزرگوں کے البسہ وغیرہا سے برکت حیوۃً و مماتاً حاصل کرتے ہیں۔

کرامت | تبرک فی الکفن

۲۶۸ **حدیث شصت و ہشتم** عن ابن عمر رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قام یوم بدر فقال ان عثمان انطلق فی حاجة اللہ وحاجة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی ابایع له اخرجه ابوداؤد

ترجمہ حضرت ابن عمر رض سے روایت ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر کو کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ و رسول کے کام میں گئے ہوئے ہیں اُن کے لئے میں بیعت کرتا ہوں روایت کیا اسکو ابوداؤد نے۔ تیسیر ص ۱۰۲ **ف** رسم بیعت غائبانہ بزرگوں میں یہ رسم شائع ہی کہ اگر طالب بدون حاضری خدمت شیخ، بذریعہ خط درخواست بیعت کی کرے تو غائبانہ اُسکی بیعت قبول کر لیتے ہیں، یہ حدیث بیعت غائبانہ میں صریح ہے چنانچہ عثمان رض حاضر نہ تھے، مگر اُن کی رضا و بیعت کی وجہ سے اُنکو بیعت فرمالیا اور گویہ بیعت

بیعت غائبانہ

قتال کی تھی لیکن اقسام بیعت ہیں اس امر میں فرق کا کوئی قائل نہیں اور یہ غائب ہونا بوجہ علالت مزاج صاحبزادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بضرورت انکی تیمارداری کے تھا جو حضرت عثمان رضہ کے نکاح میں تھیں۔

۶۹ حدیث شصت ونہم عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال کان علی ثقل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل یقال لہ کرکرۃ فمات فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو فی النار فذھبوا ینظرون الیہ فوجدوا عباءۃ قد غلھا اخرجہ البخاری ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب پر ایک شخص کرکرہ نام متعین تھا وہ مرگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے لوگ اسکو دیکھنے چلے (کہ دیکھیں انہیں کون سی بات دوزخی ہونے کی ہے سو اُس کے اسباب میں) ایک کملی ملی جس کو اُس نے (مال غنیمت سے) چورا لیا تھا روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۵۰۱ ف اصلاح عدم کفایت صحبت شیخ مع فساد عمل اکثر رسم پرست درویش اسپر نازان ہوتے ہیں کہ ہمکو فلاں بزرگ سے انتساب ہے اور اسکے بھروسہ اعمال کی پرواہ نہیں کرتے اس حدیث سے ان لوگوں کی غلطی صاف معلوم ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے زیادہ کسکی صحبت بابرکت ہوگی۔ مگر اُسپر بھی فساد عمل کا خمیازہ اُسکو بھگتنا پڑا اسو دوسرا انتساب تو اس سے بدرجہا کم ہے

اصلاح ۳ عدم کفایت صحبت شیخ

۷۰ حدیث ہفتادم عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک المراء وھو مبطل بنی لہ بیت فی ربض الجنۃ ومن ترکہ وھو محق بنی لہ فی وسطھا ومن حسن خلقہ بنی لہ فی اعلاھا اخرجہ الترمذی تیسیر کلکتہ ص ۵۰۱ ترجمہ حضرت ابو امامہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ناحق پر ہو اور بحث و مباحثہ چھوڑ دے (اور حق کو قبول کرے) اُسکے لئے جنت کے کنارے پر ایک گھر بنایا جاویگا اور جو شخص حق پر ہو اور پھر بھی بحث و مباحثہ چھوڑ دے (یہ سمجھکر کہ مخاطب مانتا نہیں فضول وقت برباد ہوتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ شاید اپنے اندر کوئی نفسانیت پیدا ہوجاوے) اُسکے لئے اوسط جنت میں گھر بنایا جاویگا (جو کہ کنارہ جنت سے افضل ہے) اور جسکے اخلاق اچھے ہونگے اُسکے لئے اعلیٰ جنت میں گھر بنایا جاویگا (جو کہ وسط جنت سے افضل ہے) روایت کیا اسکو ترمذی نے ف عادۃ ترک مباحثہ اکثر بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ مکالمات و مخاطبات میں جب کوئی اُن سے اُلجھتا ہے باوجود اپنے حق پر ہونے کے طرح دیکر سکوت فرماتے ہیں جس میں وہی مصلحت ہوتی ہے جسکی طرف ترجمہ حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس حدیث سے اسکا پسندیدہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

۶۵ عادت ترک مباحثہ

۷۱ حدیث ہفتاد و یکم عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یلبی الا لبی ما عن یمینہ وشمالہ من حجر او شجر او مدر حتی تنقطع الارض من ھھنا وھھنا اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت سہل بن سعد رضہ سے روایت ہو کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان لبیک کہتا ہے اُسکے داہنے اور بائیں جتنے پتھر یا درخت یا ڈھیلے ہیں سب لبیک کہتے ہیں یہانتک کہ

زمین ادھر سے بھی اُدھر سے بھی ختم ہوجاتی ہے روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۱۰۰ ف حقائق تکلم جمادات اس حدیث کے ظاہر سے اہل کشف کے اُس کشف کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ جمادات بھی کسی قدر حس و شعور رکھتے ہیں۔ اور تکلم وغیرہ اُن سے صادر ہوتا ہے۔

حدیث ہفتاد و دوم عن نافع انه سمع اسلم مولی عمر یقول لابن عمر رای عمر علی طلحة ثوبا مصبوغا وهو محرم فقال ما هذا فقال انما هو مغرة او مدرة فقال انكم ايها الرهط ائمة يقتدى بكم الناس فلو ان رجلا جاهلا رای هذا لقال ان طلحة بن عبيد الله كان يلبس الثياب المصبغة في الاحرام فلا تلبسوا ايها الرهط من هذه الثياب اخرجه مالك ترجمہ حضرت نافع سے روایت ہے اُنہوں نے اسلم سے جو کہ معتق حضرت عمر رضہ کے تھے سنا کہ ابن عمر رضہ سے بیان کر رہے تھے۔ کہ حضرت عمر رضہ نے حضرت طلحہ رضہ کے بدن پر رنگین کپڑے حالت احرام میں دیکھے پوچھا کہ یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو گیرو ہے یا مٹی ہے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ (دین کے) پیشوا (سمجھے جاتے) ہو لوگ تمہارا اقتدا کرتے ہیں اگر کوئی جاہل آدمی اس (لباس) کو دیکھے یوں کہے کہ طلحہ بن عبید اللہ احرام میں رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے سو تم لوگ ایسے رنگین کپڑے مت پہنا کرو۔ روایت کیا اسکو مالک نے تیسیر ص ۱۰۹ ف اصلاح مبالغہ در تورع اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مقتدا ہیں اُنکو اور عام لوگوں کی نسبت ورع و تقوی میں زیادہ اہتمام مناسب اور ضروری ہے اور صوفیہ کا مقتدا ہونا ظاہر ہے پس اُنکو بھی اسکی رعایت پر ضرور ہے۔ آجکل اسکا عکس ہے کہ بعضے لوگ طریق تصوف میں داخل ہوکر اور آزاد ہوجاتے ہیں اور بعض کا عقیدہ ہے کہ تصوف میں شریعت کی پابندی کی ضرورت نہیں نعوذ باللہ منہ۔

حدیث ہفتاد و سوم عن الصعب بن جثامة انه اهدى الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حمارا وحشيا وهو بالابواء او بودان فرده عليه فلما رای ما فی وجهه قال انا لم نرده عليك الا انا حرم اخرجه الستة الا ابا داؤد ترجمہ صعب بن جثامہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک گورخر بطور ہدیہ کے بھیجا اور آپ اسوقت ابوا میں یا ودان میں تھے آپ نے اسکو واپس فرما دیا جب اُنکے چہرے پر آثار رنج کے دیکھے فرمایا کہ ہم نے اور کسی وجہ سے اسکو واپس نہیں کیا مگر صرف بات یہ ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و مالک و نسائی و ترمذی نے ف تعلیم معذرت در رد ہدیہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عذر صحیح سے کسی کا ہدیہ واپس کیا جاوے۔ تو اُس عذر کو ظاہر بھی کر دیا جاوے۔ تاکہ کسر خاطر یعنی دلشکنی نہو چنانچہ آپ نے احرام کا عذر فرمایا جسکی دو توجیہ ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ وہ گورخر زندہ تھا سو اسکا قبول کرنا محرم کو مطلقاً جائز نہیں۔ دوسری اگر وہ زندہ نہو تو آپ کو شبہ ہوگا کہ شاید ہمارے لئے شکار کیا گیا ہو اور اس صورت میں شافعیہ کے نزدیک تو قبول کرنا جائز ہی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک گو جائز ہے مگر تورع عدم قبول میں ہے

حقائق تکلم جمادات

۲۷۲ اصلاح مبالغہ در تورع

۲۷۳ تعلیم معذرت در رد ہدیہ

۲۷۴ حدیث ہفتاد و چہارم عن ابن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہل ملبیا الی قولہ لا یزید علی ھذہ الکلمات زاد فی روایۃ عن عبد اللہ بن عمرؓ عن عمرؓ یقول بعد ھذہ الکلمات لبیک اللھم لبیک لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک والرغباء الیک والعمل وفی روایۃ ابی داؤد قال والناس یزیدون ذا المعارج ونحوہ من الکلام والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یسمع ولا یقول شیئا ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیک میں کلمات مخصوصہ سے زائد نہ فرماتے تھے مگر حضرت عمرؓ لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک والرغباء الیک والعمل اور بڑھا دیتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بعضے لوگ ذا المعارج وغیرہ الفاظ بڑھا دیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنکر کچھ نہ فرماتے تھے۔ تیسیر ص ۱۱۳ ف متفرقات جواز زیادت فی الاذکار بعضے متشددین حضرات صوفیہ پر بعضے اذکار واوراد کے ایجاد پر اعتراض بدعت کا کرتے ہیں اس حدیث سے اس ایجاد کا جواز ثابت ہوتا ہی کیونکہ لبیک منقول پر جسقدر زیادت تھی۔ وہ ایجاد ہی کی فرد ہے اور مرجع اس ایجاد جائز کا غلبہ ہو کسی حال کا یا قصد تحصیل ہے کسی حال کا البتہ بدعت وہ ایجاد ہے۔ جو جزو دین بنا دیا جاوے گو فی نفسہ وہ عمل مباح ہی کیوں نہ ہو اور اگر فی نفسہ بھی غیر مباح ہو تو اور بھی اشنع واقبح ہے۔

جواز زیادت در اذکار

۲۷۵ حدیث ہفتاد و پنجم عن جابرؓ فی حدیث طویل فقال صلی اللہ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اھدیت اخرجہ الخمسۃ الا الترمذی وھذا لفظ الشیخین ترجمہ حضرت جابر رضؓ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع میں جبکہ بعض صحابہ احرام کھولنے میں اس بنا پر متردد ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ ہدی کے احرام نہ کھولا تھا) ارشاد فرمایا کہ جو بات پیچھے سے میری سمجھ میں آئی اگر پہلے سے سمجھ میں آتی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا (جو کہ مانع ہو گیا احرام کھولنے سے) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابو داؤد و نسائی نے اور یہ لفظ شیخین کے ہیں ف اصلاح عدم اختیاریت و عدم دوام کشف بعض اہل غلو کا اعتقاد ہے کہ کشف بزرگوں کا اختیاری فعل ہے جب چاہیں جس واقعہ کو چاہیں معلوم کر لیتے ہیں بعضے سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کو ہر وقت ہر واقعہ معلوم رہتا ہے۔ اس حدیث سے ان دونوں خیالوں کی غلطی ثابت ہوتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد کی مصلحت اول سے منکشف نہیں ہوئی اور کوئی نقص نہیں ہے ایسے اعتقاد والوں کو اپنی اصلاح کرنا چاہیے۔

عدم اختیاریت و عدم دوام کشف

۲۷۶ حدیث ہفتاد و ششم عن ابن عباس قال لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی ان یدخل البیت وفیہ الالھۃ فامر بھا فاخرجت واخرجوا صورۃ ابراھیم واسمعیل علیہما السلام فی ایدیھما الازلام فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قاتلھم اللہ اما واللہ لقد علموا انھما لم یستقسما بھا قط فدخل البیت فکبر فی نواحیہ اخرجہ البخاری ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) تشریف لائے تو خانہ کعبہ

کے اندر تشریف لے جانا گوارا نہ کیا کیونکہ اُسکے اندر (مشرکین کے رکھے ہوئے) بہت سے بت تھے آپ نے اُنکی نسبت حکم فرمایا وہ سب باہر کردئے گئے اور ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی تصویر کو بھی باہر لائے اُن دونوں (تصویروں) کے ہاتھ میں قمار کے تیر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا ان (مشرکین) کو غارت کرے واللہ ان کو خوب معلوم ہے کہ ان دونوں حضرات نے کبھی ان تیروں سے قمار نہیں کھیلا (اور پھر بھی ان کے ہاتھ میں تیر دیدئے) اس کے بعد آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور سب گوشوں میں اللہ اکبر اللہ اکبر فرمایا روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۱۲۲ **ف اصلاح** عدم تعظیم تصویر بزرگان بعض اہل غلو بزرگوں کی تصویروں کی تعظیم کیا کرتے ہیں اور اُن کو متبرک سمجھتے ہیں اس حدیث سے اس عقیدہ و عمل کا بالکلیہ قلع و قمع ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خانہ کعبہ کے اندر تشریف لیجانے سے دونوں پیغمبروں کی تصویروں کی موجودگی کا مانع ہونا واضح دلیل اس مدعا کی ہے۔ اور یہی حال ہے نقلی اور مصنوعی قبور کا جو کسیکے نام زد ہوں غرض یہ کہ جو چیز خود غیر مشروع ہو کسی مقبول کے ساتھ نامزد ہونے سے وہ مشروع و معظم نہیں ہو جاتی۔ فقط

حدیث ہفتاد و ہفتم عن الاسلمیة قالت قلت لعثمان بن طلحة ما قال لك رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین دعاك قال قال لی انی نسیت ان امرك ان تخمر القرنین فانہ لیس ینبغی ان یکون فی البیت شئ یشغل المصلی اخرجہ ابوداؤد **ترجمہ** اسلمیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن طلحہ (کلید بردار کعبہ شریفہ) سے پوچھا تھا کہ تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر کیا فرمایا تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ فرمایا تھا کہ میں تم سے یہ کہنا بھول گیا تھا کہ تم دونوں سینگوں کو جو کہ کعبہ کے اندر اُس دُنبہ کے لگ رہے تھے۔ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ ذبح کیا گیا تھا) ڈہانک دینا کیونکہ بیت اللہ کے اندر کسی ایسی شے کا رہنا اچھا نہیں جس سے نماز پڑہنے والے کا دل بٹے (سو کھلا رہنے سے دل بٹے گا اور ڈہانک دینے سے اُدھر خیال نہ جاوے گا) روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر ص ۱۲۳ **ف** تعلیم و عادۃ خلو حجرہ عن المتاع اہل طریق کا ارشاد ہے۔ نہ جو حجرہ خلوت و عبادت کے لئے ہو اسمیں بجز ایک چٹائی کے جس پہ بیٹھے گا کوئی متاع نہ ہونا چاہیئے تاکہ ذکر کے وقت قلب اس طرف مشغول نہ ہو یہ حدیث اُسکی اصل صریح ہے۔

حدیث ہفتاد و ہشتم عن عائشة قالت کانت قریش ومن دان دینہا وھم الحمس یقفون بالمزدلفة ویقولون نحن قطین اللہ فلا نخرج من حرمہ اخرجہ رزین **ترجمہ** حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ قریش اور یہی جو لوگ اُنکے طریقہ پر تھے اور یہ سب حمس کہلاتے تھے (عرفہ کے دن جبکہ سب عرفات میں جاتے تھے یہ لوگ) مزدلفہ میں ٹھہرے رہتے تھے اور کہا کرتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے خواص ہیں اسلئے ہم اُسکے حرم سے باہر نہیں جاتے (اور عرفات حرم سے خارج ہے اور مزدلفہ داخل ہے) روایت کیا اسکو رزین نے تیسیر ص ۱۲۳ **ف اصلاح** ابطال رسوم مخترعہ مجاورین ان لوگوں کو یہ ناز اور دعوی اختصاص اس بنا پر تھا کہ یہ لوگ بیت اللہ کے خدام و مجاور تھے قرآن شریف میں ان کی اس رسم کا ابطال فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ قبور

اصلاح عدم تعظیم تصویر بزرگان

۷۷

تعلیم و عادۃ خلو حجرہ عن المتاع

۷۸

اصلاح ابطال رسوم مخترعہ مجاورین

اولیاء کے مجاورین نے بھی جو رسمیں خلاف شرع اپنی پیرزادگی کے اختصاص کے اظہار کیلئے تراش رکھی ہیں سب باطل ہیں

٧٧٩ **حدیث ہفتاد و نہم** عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی الجمرۃ فرماھا الی قولہ قال لابی طلحۃ اقسمہ بین الناس اخرجہ الخمسۃ الا النسائی **ترجمہ** حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع میں) جمرہ کے پاس (منی کے دن) تشریف لائے اور اسپر کنکریاں ماریں الخ (سر مبارک منڈوا کر) ابو طلحہ سے فرمایا کہ یہ بال لوگوں میں (تبرکاً) تقسیم کر دو روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے تیسیر ص ١٢٥

ف عادۃ عطار تبرک مریدرا اکثر مشائخ کا معمول ہے کہ جس مرید میں رغبت صادق پاتے ہیں یا کسی استدعا دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی کسی خاص چیز کو برکت و محبت کی نظر سے لینے کی تمنا کرتا ہے۔ اسکو ایسی چیز تبرکاً دیدیتے ہیں۔ یہ حدیث اسکی اصل ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حضرات اپنے کو بابرکت سمجھتے ہیں بلکہ مقصود دوسرے کا تطییب قلب ہوتا ہے جو بنا بر حسن ظن اُس کا مستدعی ہوتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اس اشکال و جواب کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ آپ کے برکات و فضائل قطعیات سے ثابت ہیں جن پر اعتقاد لانے کے آپ بھی مامور ہیں۔

٧٨٠ **حدیث ہشتادم** عن ابن عباس قال اتی عمر بمجنونۃ قد زنت وفیہ قال علیؓ یا امیر المؤمنین لقد علمت ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال رفع القلم عن ثلثۃ عن الصبی حتی یبلغ وعن النائم حتے یستیقظ وعن المعتوہ حتے یبرأ وان ھذہ معتوھۃ بنی فلان لعل الذی اتاھا اتاھا وھی فی بلائھا فخلی سبیلھا اخرجہ ابو داؤد **ترجمہ** حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک مجنون عورت لائی گئی جسنے زنا کیا تھا اور اسمیں یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا اے امیر المؤمنین آپ کو معلوم ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں ایک نابالغ جب تک کہ بالغ ہو دوسرے سوتا ہوا جب تک جاگ نہ اٹھے تیسرے مختل الحواس جب تک کہ صحت یاب ہو اور یہ فلاں قبیلہ کی مختل الحواس عورت ہے ممکن ہے کہ جس وقت اُس شخص نے اس سے صحبت کی ہو یہ اپنی اس مرض میں مبتلا ہو غرض انکو رہا کر دیا روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ص ٢٣٦ **ف مسئلہ** عفو از اہل سکر عقل کا مغلوب ہوجانا جیسا کبھی احوال جسمانیہ سے ہوتا ہے ایسے ہی کبھی احوال نفسانیہ سے بھی ہوتا ہے اور یہ اطبا کے نزدیک بھی ثابت و مسلم ہے منجملہ احوال نفسانیہ کے وہ احوال بھی ہیں جن سے سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل مغلوب ہو جاتی ہے سو جسطرح مجنون و معتوہ شرعاً معذور ہے اسیطرح صاحب سکر و مغلوب الحال بھی اپنے اقوال شطحیہ اور اپنے افعال ترک واجب یا ارتکاب محرم میں معذور ہے اور یہ سکر بعض اوقات دوسرے کو محسوس نہیں ہوتا جس طرح جنون وعتہ بعض اوقات دوسرے کو محسوس نہیں ہوتا جس سے اشتباہ ہوتا ہے جسطرح حضرت عمر رضؓ کو اشتباہ ہو گیا تھا جو حضرت علی رضؓ کے قول سے زائل ہوا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص میں قرائن سے معذور ہونے کا احتمال بھی ہو اسکی حالت کو معذوری ہی پر محمول کرنا بہتر ہے

عطاء تبرک

عفو از اہل سکر

جیسا حضرت علی رضؓ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے۔ لعل الذی اتاہا الخ کہ لعل موضوع ہے احتمال کے لئے اور قرینہ یہاں اُس عورت کا اکثر احوال میں معتوہ ہونا تھا۔ اور جن حضرات کے کلام میں تاویل عذر کی جاوے اُن میں ایک قرینہ منقول ہونا ان کے سکر کا ہے اور ایک قرینہ منقول ہونا اُن کے فضائل وکمالات واتباع سنت کا غالب احوال میں ہے جو مضطر کریگا تاویل کی طرف ورنہ جسکا غالب حال فسق ومعصیت وابتداع وبطالت ہو وہاں کوئی حاجت تاویل کی ہوگی کیونکہ احتمال غیر ناشئ عن دلیل معتبر نہیں ورنہ انکار واحتساب وسیاست کا باب ہی مسدود ہوجاویگا وہو باطل۔

۲۸۱ **حدیث ہشتاد ویکم** عن انسؓ ان رجلا کان یتہم بام ولد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال لعلی اذہب فاضرب عنقہ فاتاہ فاذا ہو فی رکی یتبرد فقال لہ اخرج فناولہ یدہ فاخرجہ فاذا ہو مجبوب لیس لہ ذکر فکف عنہ واخبر بہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فحسن فعلہ زاد فی روایۃ وقال الشاہد یری ما لا یری الغائب اخرجہ مسلم **ترجمہ** حضرت انس رضؓ سے روایت ہی کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ام ولد (یعنی کنیز صاحب اولاد ہوئے) کے ساتھ لوگ متہم کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ لیجاؤ اُسکی گردن مارو مطلب یہ تھا کہ باقاعدہ تحقیق کرکے باضابطہ سزا دو، چنانچہ حضرت علی رضؓ اسکے پاس پہونچے وہ ایک کنوئے میں (جو بطور باولی کے تھا) ٹھنڈک کے لئے غسل کر رہا تھا آپنے اُس سے فرمایا باہر نکل اُسنے اپنا ہاتھ آپکو دیدیا آپنے اُس کو نکالا اچانک جو اسپر نظر پڑی تو وہ مقطوع الذکر تھا آپ اسکی سزا سے رک گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی خبر دی آپنے اُن کے اس فعل کی تحسین فرمائی۔ اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپنے فرمایا کہ سامنے والا ایسی چیز کو دیکھ سکتا ہے جسکو دور والا نہیں دیکھ سکتا روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر ص ۱۳۶ **ف** اصلاح ترجیح باطن امر شیخ بر ظاہر امر شیخ اس مقام پر حکم نبوی ظاہراً مطلق تھا جس کا مقتضا یہ تھا کہ جاتے ہی اُسپر سزا جاری کردیتے اور جس میں پس وپیش اور توقف کرنا ظاہراً حکم نبوی کی مخالفت معلوم ہوتی ہے چنانچہ جو لوگ غلبۂ ظاہر یت سے شیخ کی طاعت میں غلو کرتے ہیں وہ اطاعت میں حقیقت امر کو اصلا نہیں دیکھتے حتی کہ شریعت کے وفاق وخلاف سے بھی بحث نہیں کرتے اور محققین مریدین کو ایسے مواقع میں شیخ کا مخالف سمجھتے ہیں جیسا حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کے اتباع میں حضرت مولانا نصیر الدین رح کو اور حضرت مولانا شاہ امداد اللہ صاحب کے اتباع میں حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کو عوام الناس کہا کرتے تھے۔ مگر حضرت علی رضؓ کی تحسین فعل سے صاف واضح ہوگیا کہ ایسے اطلاقات حقیقت میں مقید ہوا کرتے ہیں انطباق علی القواعد الشرعیہ کے ساتھ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں یہ تقیید ضروری ہے اور یہ تقیید بھی آپ ہی کا حکم ہے سو در حقیقت یہ آپ ہی کی اطاعت ہے تو دوسرے شیوخ جو کہ معصوم عن الخطا بھی نہیں اُن کے احکام تو کیونکر مقید بقید مذکور نہ ہوں گے اور چونکہ کالبلین قاطبۃ اطاعت شرع کا ارشاد فرماتے ہیں سو ایسے اوامر

میں علی الاطلاق اطاعت نہ کرنا گو صورۃً اُن کی مخالفت ہو مگر معنیً اُنکی موافقت و مطاوعت ہو غرض اہل صورت ظاہر امر شیخ کو ترجیح دیتے ہیں جو کہ ضلالت ہو ہاں کوئی مغلوب الحال اور معذور ہو وہ مستثنیٰ ہی اور اہل معنی باطن امر شیخ کو ترجیح دیتے ہیں جو کہ ہدایت ہو اس غلطی میں بہت لوگ مبتلا ہیں اُن کو حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ سے اشتباہ ہو گیا ہے لیکن وہاں حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کوئی اطاعت نہیں کرائی تھی محض سکوت کے لئے فرمایا تھا سو اطاعت کا قیاس سکوت پر محض تحکم ہے پھر سکوت بھی ایسے شخص کی افعال پر تھا جس کا حق بر ہونا بارشاد حق معلوم ہو چکا تھا وہ بدون اس علت میں بھی شریک نہیں ہو سکتا البتہ بیادب انکار میں مناسب نہیں جیسا حدیث ہشتادم کے ذیل میں بیان کیا گیا لیکن جب دوسری جانب قرائن سے مظنون ہو جاوے۔ اُس وقت قطع تعلق اُس سے واجب ہے

حدیث ہشتاد و دوم عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل اخرجہ ابو داؤد والترمذی وزاد ابو داؤد فی اخری وعن الخرف **ترجمہ** حضرت علی رضہ سے روایت ہو کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں سوتا ہوا جب تک کہ بیدار نہ ہو اور نابالغ جب تک بالغ ہو اور مجنون جب تک ہوش درست نہو روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور ابو داؤد کی ایک روایت میں اتنا اور زیادہ ہے اور ایک وہ شخص جس کی عقل بیجا بڑھاپے سے فتور آگیا ہو تیسیر ص ۱۴۱ **ف مسئلہ** عفو از مغلوب الحال اس کا بیان مثل بیان حدیث ہشتادم کے ہو۔ البتہ اس میں یہ جزو ذرا زیادہ صریح ہو کہ شریعت میں زوال عقل جنون ہی میں منحصر نہیں بلکہ پیر فرتوت کو بھی گو بعض ہی احکام میں سہی حکم مجنون میں ٹھیرایا ہو پس عدم انحصار کے بعد کسی وارد قوی کا غلبہ بھی اسی حکم میں ہوگا۔

حدیث ہشتاد و سوم عن النواس بن سمعان قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البر والاثم فقال البر حسن الخلق والاثم ما حاک فی صدرک وکرھت ان یطلع علیہ الناس اخرجہ مسلم والترمذی **ترجمہ** حضرت نواس بن سمعان رضہ سے روایت ہو کہ میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ نیکی حسن خلق ہو اور گناہ وہ ہے جو تمھارے دل میں کھٹکے اور تم اُسپر لوگوں کے مطلع ہونے کو ناگوار سمجھو روایت کیا اس کو مسلم و ترمذی نے تیسیر ص ۲۰۲ **ف مسئلہ** اعتبار حکم قلب سلیم مراد لغاً وستہ حدیث میں وہ امور ہیں جن کے گناہ ہونیکی کوئی نص نہیں مگر کسی کلیہ سے اُس میں گناہ ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے تو ایسے امور کے لئے آپنے یہ پہچان بتلائی اور یہ پہچان اُسی قلب کے اعتبار سے ہے جو سلیم ہو چنانچہ صحابی کا مخاطب ہونا اسکا قرینہ ہی پس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض امور غیر منصوصہ عملیہ میں مسلم کامل کے قلب کا حکم معتبر اور جائز العمل ہو پس اس سے اصل اُس معمول کی نکل آئی جو اکثر بزرگوں میں دیکھا جاتا ہو کہ جب کوئی طالب آتا ہو اگر اُن کا قلب قبول کرتا ہو تو اُس کو سلسلہ میں داخل کرتے ہیں ورنہ جواب

مسئلہ ۸۲ عفو از مغلوب الحال

مسئلہ ۸۳ اعتبار حکم قلب سلیم

دیدیتے ہیں حالانکہ ظاہری طور پر کوئی وجہ خاص رد و قبول کی اس شخص میں محسوس نہیں ہوتی. مگر اکثر بعد تفتیش کے اُن کی شہادت قلب کی صحت ثابت ہوئی ہے. اور چونکہ شرعاً کسیکو داخل سلسلہ کرنا یا اپنی صحبت میں رکھنا واجب نہیں بلکہ دونوں شقیں مباح و جائز ہیں اسلئے یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ وجدان ظنی سے کسی خاص شخص کے ساتھ کوئی خاص معاملہ کرنا کب جائز ہے جیسا کسی کو چور سمجھ لینا قرائن ظنیہ سے جائز نہیں البتہ دلیل ظنی سے کہ منحصر ہے قیاس شرعی میں مجتہد کو حکم کلی کر دینا بلا کلام جائز ہے.

ح ۸۴ **حدیث ہشتاد و چہارم** عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر انی اراک ضعیفا وانی احب لک ما احب لنفسی لا تامرن علی اثنین ولا تلین مال یتیم اخرجہ ابوداؤد ترجمہ حضرت ابوذر رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر میں تجھکو ضعیف پاتا ہوں (کہ تعلقات کا تحمل نہیں کر سکتے) اور میں تمہارے لئے اُس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہوں (پس میں جو کچھ کہونگا خیر خواہی سے کہونگا سو میں تمکو دو باتیں کہتا ہوں یعنی) کبھی دو شخصوں پر اُن کے کسی معاملہ کے فیصل کرنے کے لئے) حکم مت چلانا (یعنی کسی کے معاملہ کا فیصلہ مت کرنا) اور مال یتیم کے متولی (ونگران) مت بننا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر ۱۴ **ف**. عادة دخل نہ دادن در معاملات اکثر صوفیہ کی عادت ہوتی ہے کہ دنیوی معاملات میں دخل نہیں دیتے جسپر ظاہر بین طعن کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی ذات سے کسیکو نفع نہیں پہونچتا اس حدیث سے اس عادت کا بوجہ صریح استحسان ثابت ہوتا ہے. اور راز اس میں یہ ہی کہ نفع پہونچانا بیشک خیر ہے مگر اکثر اوقات بعض کے لئے یہ نفع پہونچانا سبب ہوجاتا ہی کسی شر میں واقع ہو جانے کا اور ظاہر ہے کہ دفع مضرت مقدم ہے جلب منفعت سے البتہ جس شخص کی حالت بالکل قابل طمانینت ہو کہ کسی شر کا احتمال نہو اُس کا یہ حکم نہیں چنانچہ حضرت شیخین رضہ کے لئے نصوص میں خلافت تجویز فرمائی گئی انی اراک ضعیفا اس طرف مشیر ہے اور چونکہ قبل کمال اپنی معرفت پر وثوق کرنا خطا ہے. اسلئے شیخ مربی کی رای پر مدار رکھنا چاہیئے

عادة دخل نہ دادن در معاملات

ح ۸۵ **حدیث ہشتاد و پنجم** عن جبیر بن مطعم قال اتت امرأۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکلمتہ فی شیٔ فامرھا ان ترجع قالت فان لم اجدک کانھا تعنی الموت قال فان لم تجدینی فاتی ابابکر اخرجہ الشیخان والترمذی ترجمہ حضرت جبیر بن مطعم رضہ سے روایت ہی کہ ایک عورت حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کسی امر میں گفتگو کی آپنے اُس سے فرمایا کہ پھر آنا اُسنے عرض کیا کہ اگر اُسوقت آپ کو نہ پاؤں مراد اُسکی یہ تھی کہ اگر آپ کی وفات ہوجاوے آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھکو نہ پاوے تو ابوبکر کے پاس چلی جانا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے **ف** عادة استخلاف و سجادہ نشینی اکثر مشایخ کی عادت ہی کہ ابقاء فیض و اجراء سلسلہ کے لئے اپنے اتباع میں سے کسیکو اپنا خلیفہ و جانشین کر دیتے ہیں واحد کو یا متعدد کو کبھی حیات میں کبھی بقید اپنی وفات کے مگر مقصود ان سب صورتوں کا مشترک و متحد ہی اس حدیث سے اسکی اصل ثابت ہوتی ہی البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ شخص اہل ہو اور اب جو خلافت و سجادہ نشینی کا طریق متعارف

عادة استخلاف و سجادہ نشینی

ہوگیاہے کہ کبھی شیخ کی حیات میں اور کبھی بعد وفات سلسلہ کے لوگ جمع ہوکر شیخ کے اقارب یا خدام میں سے جس کو زیادہ اختصاص دیکھا گو وہ اختصاص دنیوی ہی ہو اور گو ہمیں اُسکی اہلیت نہو دستاربندی کردیتے ہیں یہ بالکل طریقہ کا افساد اور طالبین کی رہزنی اور عوام کی اضاعت دنیا و دین ہے۔

۲۸۶ **حدیث ہشتاد و ششم** عن عائشۃ رضی فی حدیث طویل قالت وکان لعلی وجہ من الناس حیوۃ فاطمۃ رضی فلما ماتت انصرفت وجوہ الناس عنہ اخرجہ الشیخان واللفظ لمسلم
ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہی کہ (بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) حضرت فاطمہ رضہ کی حیات تک حضرت علی رضہ کی وجاہت لوگوں کی نظر میں زیادہ رہی جب اُنکا انتقال ہوگیا تو لوگوں کا رخ ذرا بدل گیا روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔ تیسیر ص ۵۰ **ف عادۃ تعظیم منتسبین بمشائخ** اہل طریق کی عادت طبعیہ ہے کہ بزرگوں کے منتسبین کو محض اس انتساب کی وجہ سے معظم سمجھتے ہیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر حضرت صحابہ رضہ میں بھی طبعاً پایا جاتا تھا۔

۲۸۷ **حدیث ہشتاد و ہفتم** عن عائشۃ من خطبۃ عمر رضی قال فیہا انا عمر ولم احرص علی امرکم ولکن المتوفی اوصی الی بذلک واللہ الہمہ ذلک ولیس اجعل امانتی الی احد لیس لہا باھل ولکن اجعلہا الی من تکون رغبتہ الی التوقیر للمسلمین اولئک احق بہم ممن سواہم اخرجہ مالک
ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے حضرت عمر رضہ کے خطبہ کا یہ مضمون منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں عمر ہوں اور تم پر حاکم بننے کی مجھکو خواہش نہ تھی لیکن متوفی (یعنی حضرت ابوبکر رضہ) نے مجھکو اس کی وصیت کی تھی اور اللہ تعالی نے اُن کے قلب میں اسکا القاء فرمایا تھا اور میں اس عہدہ کو ایسے شخص کے حوالہ نہیں کرتا جو اس کا اہل نہ ہو البتہ ایسے شخص کے لئے تجویز کرتا ہوں جسکی رغبت اہل اسلام کی توقیر کی طرف ہو سو یہ لوگ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ مستحق ہیں روایت کیا اسکو مالک نے۔ تیسیر ص ۱۵ **ف مسئلہ الہام** بعض اولیاء کا صاحب الہام ہونا منقول ہے اس سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ **ف اصلاح عدم استخلاف نااہل** بعض متصوفین محض رسم کے طور پر حفظ سلسلہ کے لئے کسی کو خلیفہ بنا دیتے ہیں اس حدیث سے اسکا ابطال ہوتا ہے اہل رسم کو اس کی اصلاح کرنا چاہیئے۔

۲۸۸ **حدیث ہشتاد و ہشتم** عن ابن عمر رضی فی حدیث طویل عن عمر قال ان اللہ تعالی یحفظ دینہ وانی ان لا استخلف فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یستخلف وان استخلفت فان ابابکر رضی قد استخلف الحدیث اخرجہ الخمسۃ الا النسائی **ترجمہ** حضرت ابن عمر رضہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی اپنے دین کی حفاظت خود فرماوینگے اور میں اگر کسیکو خلیفہ نہ بناؤں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسیکو صراحۃ خلیفہ نہیں بنایا اور اگر خلیفہ بنادوں تو یہ بھی جائز ہی کیونکہ ابوبکر رضہ نے (مجھکو) خلیفہ بنایا تھا روایت کیا بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد نے تیسیر ص ۱۵۰ **ف عادۃ مبہم**

گزاروں خلافت بعض مشائخ کی عادت ہے کہ کسی کو بالتعیین خلیفہ نہیں بناتے کہ جو اہل ہوگا آپ ہی حق تعالی اُس سے کام لے لیگا؛ اس حدیث سے اس عادت کی اصل نکل آئی اور جاننا چاہیئے کہ اہل طریقت کا قول ہے کہ خلیفہ ہونے کے لیے خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں البتہ بیعت کی ضرورت ہے اور بعد بیعت کے اہلیت صیلاحیت اور صلاحیت اہلیۃ کی حقیقی علامت شہادت قلب سلیم ہے اور ظاہری علامت اُس زمانہ کے مشائخ مسلمین کا اُسکو جائز رکھنا اور اُسپر انکار نہ کرنا ہے۔

۲۸۹ حدیث ہشتاد و نہم عن عمرو بن میمون الاودی فی حدیث طویل قال عمرؓ لعبد اللہ بن عمرؓ انطلق الی ام المؤمنین عائشۃؓ وقل یستاذن عمر بن الخطاب ان یدفن مع صاحبیہ الی قولہ فقالت کنت اریدہ لنفسی ولاوثرنہ الیوم الخ رواہ البخاری ترجمہ عمرو بن میمون الاودی سے (قصہ شہادت حضرت عمرؓ میں) منقول ہے کہ (حالت مرض الموت میں) حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے عبد اللہ بن عمرؓ سے فرمایا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کے پاس جاؤ اور یوں کہو کہ عمر بن الخطاب اس امر کی اجازت چاہتے ہیں کہ بعد وفات آپکے حجرہ میں) اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس دفن کئے جاویں حضرت عائشہؓ نے (جواب میں) فرمایا کہ یہ موقع میں نے تجویز تو اپنے لئے کر رکھا تھا مگر میں حضرت عمرؓ کو اپنے نفس پر ترجیح دیتی ہوں (اور دفن کی اجازت دیتی ہوں) تیسیر مابین صفحہ ۱۵۱ و صفحہ ۱۵۵ ف رسم تبرک بموضع متبرک در دفن بزرگون سے بکثرت منقول ہے کہ موضع متبرک میں یا کسی صالح کے جوار میں دفن ہونے کا اہتمام و وصیت کرتے ہیں اس روایت میں اس کی اصل صریحاً موجود ہے ف رسم ایثار در فضائل اکثر اہل ادب کی یہ بھی عادت مشاہدہ کی جاتی ہے کہ فضائل کے مواقع پر تادبا اپنے سے بڑوں کو مقدم رکھتے ہیں مثلاً کوئی بزرگ دوسری صف میں آکر کھڑے ہوگئے اور پہلی صف میں کوئی انکا معتقد و مخلص کھڑا ہے تو وہ پیچھے ہٹ کر اُن کو مقدم کر دیتا ہے حضرت عائشہؓ کے ایثار سے اس کا استحسان معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ قربات میں ایثار نہ چاہیئے کیونکہ یہ مستلزم ہے بے رغبتی کو قربات سے برکات میں مضائقہ نہیں اور فعل عائشہؓ سے برکات میں ثابت ہے نہ کہ قربات میں علماء محققین نے اسکا جواب دیا ہے کہ اپنے سے بزرگ کا احترام کرنا یہ اُس قربت سے بھی بڑھکر قربت ہے پس اعلیٰ درجہ کی قربت کو ادنی درجہ کی قربت پر ترجیح دینا یہ بے رغبتی قربت سے نہیں البتہ جہاں یہ دوسری قربت پہلی قربت سے افضل نہو وہاں نہ چاہیئے۔

۲۹۰ حدیث نودم عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتستروا الجدر رواہ ابوداؤد ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیواروں کو کپڑوں سے مت چھپاؤ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ تیسیر ص ۱۵۵ ف۔ اصلاح کراہتہ غلاف قبور اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ قبور پر غلاف چڑھانا مکروہ ہے کیونکہ وہاں دیوار گیری کی برابر بھی ضرورت نہیں محض تزئین و تجمل و ترفع ہی مقصود ہے جس کی قبور کے لئے اجازت ثابت نہیں۔

تبرک بموضع متبرک در دفن

ایثار در فضائل

اصلاح کراہتہ غلاف قبور

۲۹۱ حدیث نود و یکم عن ابی موسیٰ قال کنا فی سفر فجعل الناس یجھرون بالتکبیر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعوا علیٰ انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا بصیرا وھو معکم والذی تدعونہ اقرب الیٰ احدکم من عنق راحلتہ اخرجہ الخمسۃ الا النسائی

ترجمہ حضرت ابو موسیٰ رضہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے لوگ اللہ اکبر اللہ اکبر پکار کر کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم ایک سمیع بصیر کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تمہاری ناقہ کی گردن سے بھی نزدیک تر ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے تیسیر ص ۵ ف اصلاح عدم اعتقاد تقرب در جہر بذکر نفس جہر تو نصوص کثیرہ سے ثابت ہی اس میں کسیکو کلام نہیں البتہ کلام جہر مفرط میں ہے سو بعضے غالی اس کو قربت مقصود سمجھتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ نفع ذکر کا اسی پر موقوف ہی اور اسی وجہ سے اُن کو کسی کی راحت و ایذا کی بھی پرواہ نہیں ہوتی اور بعضے متشدد اس بنا پر کہ کسی روایت میں منقول نہیں بلکہ اس حدیث میں نہی منقول ہے چنانچہ ارتعوا دال ہے کہ اس جہر میں افراط تھا۔ اس کو مذموم و بدعت سمجھتے ہیں مگر تحقیق یہ ہے کہ نہ قربت ہے نہ بدعت جبکہ اس کے قربت ہونے کا اعتقاد نہ کرے۔ بلکہ اس کو معالجہ سمجھے کیونکہ اس میں تجربہ سے خاصیت دیکھی گئی ہے۔ کہ قلب میں رقت اور خواطر میں جمعیت حاصل ہوتی ہے پس اس بنا پر یہ مباح ہے۔ اور مباح کی اباحت ہمیشہ مشروط ہوتی ہے رفع عوارض کے ساتھ پس اس میں بھی قید ہوگی کہ کسیکو ایذا و تشویش نہ ہو ورنہ آبادی سے دور جانا چاہیئے۔ اور اس حدیث میں جو نہی آئی ہے محمول ہوگی۔ اعتقاد قربت پر جیسا کہ تعلیل لا تدعون اصم الخ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ جس کی تقریر یہ ہے کہ جہر مفرط قربت اُس وقت ہو سکتا تھا کہ منادی سمیع بصیر نہ ہوتا تو اُس کے اسماع کے لیے جہر مفرط ضروری تھا اور جبکہ وہ واقع میں بھی اور تمہارے اعتقاد میں بھی سمیع بصیر ہے پھر جہر مفرط موقوف علیہ اسماع کا نہ ہوا تو قربت بھی نہ ہوگا باقی اس سے نفی اُس فائدہ معالجہ کی لازم نہیں آتی کیونکہ وہ مسکوت عنہ ہے۔ رہا یہ کہ جب وہ بھی ایک امر قابل تحصیل ہے تو مرغوب فیہ نہ ہوا پھر اُسکی ترغیب کیوں نہیں دی گئی۔ اصل یہ ہے کہ صحابہ رضہ کو یہ فائدہ بدون اس معالجہ کے حاصل تھا اسلیے اُسوقت مرغوب فیہ نہ تھا۔ بعد میں اسکی احتیاج ہوئی ف مسئلہ قرب و معیت حق تعالےٰ کا قرب و معیت اصل میں بے کیف ہے نہ اسکو قرب ذاتی کہہ سکتے ہیں نہ قرب مکانی بعض متکلمین اُس کو قرب صفاتی کہتے ہیں بمعنی قرب علمی لیکن سلف کا مسلک یہی ہے کہ صفات الٰہیہ میں تعیین نہیں کرتے بلکہ ابھموا ما ابھم اللہ تعالیٰ پر عمل کرتے ہیں اور بعضے اکابر کے کلام میں جو اس قرب کی تعبیر بعنوان موہم للتقیید آئی ہے مقصود تقیید نہیں ہے بلکہ مقصود تشبیہ بغرض تفہیم ہے یہ حدیث اس تعبیر کی جواز کی دلیل ہے حیث قال من عنق راحلتہ

۲۹۲ حدیث نود و دوم عن ابی ہریرۃ فی دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اغسلنی من خطایای بالماء والثلج والبرد اخرجہ الخمسۃ الا الترمذی وھذا لفظ

الشیخین ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے دعا رنبوی میں منقول ہے کہ اے اللہ مجھکو میرے گناہوں سے پاک کردے پانی اور برف اور اولے سے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی نے اور یہ الفاظ بخاری ومسلم کے ہیں تیسیر ص ۱۵۹ **ف توجیہ تمثیل صفات بآب ودریا** بعض عرفار کے کلام منظوم میں ذات وصفات الٰہیہ کو آب اور دریا سے تمثیل دیا وارد ہے جیسے مغربی رح کے اس قول میں. ز دریا موج گوناگوں برآمد۔ وغیر ذالک جس سے مقصود تمثیل من کل الوجوہ نہیں تعالے اللہ عن ذالک علوا کبیرا بلکہ مقصود تشبیہ بعض صفات مشترکہ میں بغرض توضیح وتفہیم ہے مثلاً جسطرح آب و دریا باوجود بساطت و وحدت کے منشا ہوتا ہے امور متکثرہ کا اسیطرح ذات وصفات باوجود بساطت وتوحد کے منشار ہیں ممکنات متکثرہ کا گو وجہ منشائیت دونوں جگہ جدا جدا ہے. اس حدیث سے اس تمثیل کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ مار وثلج وبرد سے مقصود صفت رحمت ہی بجامع التطہیر ہے اور چونکہ ذات اور صفات میں تغائر نہیں جب صفات کی تمثیل کا جواز ثابت ہوگیا ذات کی تمثیل کا جواز بھی ثابت ہوگیا۔

٢٩٣ **حدیث نود وسوم** عن زید بن ثابت فی حدیث امرہ صلے اللہ علیہ وسلم بالتسبیح وغیرہ دبر الصلوات قال فلما امروا بذلک رأی رجل من الانصار فی منامہ ان رجلا یقول اجعلوھا خمسا وعشرین واجعلوا فیھا التھلیل فلما اصبح ذکر ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اجعلوھا کذلک اخرجہ النسائی ترجمہ حضرت زید بن ثابت سے اس حدیث میں جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمازوں کے بعد سبحان اللہ وغیرہ پڑھنے کی نسبت حکم فرمانا مذکور ہے) یہ بھی مروی ہے کہ جب لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا تو ایک انصاری نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ تم ان کلمات کو پچیس پچیس بار کرلو اور ان میں لا الہ الا اللہ کو بھی داخل کرلو. جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا یوں ہی کرلو روایت کیا اسکو نسائی نے تیسیر ص ۱۶۰ و ۱۶۱ **ف متفرقات ادب شیخ بذکر تلقین منامی** بعض اہل طریق نے آداب شیخ میں لکھا ہے. کہ اگر مرید کو کوئی چیز خواب میں تلقین کی جاوے تو بدون اس کے کہ شیخ سے ذکر کرے اسپر عمل نہ کرے. اس حدیث میں اس کی تصریح ہے اور ایسے واقعات سے مرید یہ نہ سمجھے کہ مجھکو شیخ سے زیادہ انکشاف ہوگیا گو ایسا ہونا ممکن ہے اور اس سے کچھ افضلیت واکملیت بھی لازم نہیں آتی مگر مرید کے لئے یہ زعم مضر ہوتا ہے اس لئے ایسا نہ سمجھے بلکہ یہ سمجھے کہ یہ بھی شیخ ہی کا فیض ہے کہ انکی برکت سے میں ایسا ہوں غرض اس فیض کا واسطہ بھی شیخ ہی کو سمجھے اور یہ بھی یقین کرے کہ اس منام یا کشف کی حقیقت کو شیخ مجھ سے زیادہ جان سکتا ہے اسی لئے ان سے ذکر کرکے انکے امر سے تجاوز نہ کرے

٢٩٤ **حدیث نود وچہارم** عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اخذ مضجعہ نفث فی یدیہ وقرأ بالمعوذات ومسح بھما جسدہ اخرجہ الستۃ الا النسائی ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے خوابگاہ میں تشریف لے جاتے تو اپنے ہاتھوں میں کچھ دم کرتے اور پڑھتے

روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و مالک نے تیسر ص ۱۶۱ ف رقیہ جھاڑ پھونک گو اہل طریق کے نزدیک یہ مقصود نہیں مگر بنظر نفع رسانی خلق جو شخص اس کی درخواست کرتا ہے اس کی دل شکنی نہیں کرتے اس حدیث سے اس کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے نفس کے لئے بھی کچھ حرج نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ اس میں ایک قسم کا افتقار و انکسار و اظہار عبدیت و احتیاج ہے یا آپ نے بیان جواز کے لئے کیا ہو۔

حدیث نود و پنجم عن مالك في دعاءه صلى الله عليه وسلم اللهم ازولنا الارض الحديث ترجمہ امام مالک سے دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منقول ہے اے اللہ ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے تیسیر ص ۱۶۲ ف قول مکان طی ارض۔ بہت حکایات ہیں اولیاء اللہ کی یہ کرامت منقول ہے کہ زمانہ قصیر میں مسافت طویل قطع کر لی بعض متقشفین اس کو مستبعد سمجھ کر انکار کر بیٹھے ہیں مگر صوفیہ اور علماء محققین اس کو ممکن اور واقع کہتے ہیں اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ طی ارض کے مراتب مختلف ہیں اور اس میں کسی مرتبہ کے ساتھ محدود و مقید نہیں کیا گیا نہ اور کوئی دلیل تقیید و تحدید کی ہے پس مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہے گا اور علی الاطلاق طی ارض ممکن رہے گا۔

حدیث نود و ششم عن جابر قال صنع ابو الهيثم طعاما فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه فلما فرغوا قال اثيبوا اخاكم قالوا وما اثابته قال ان الرجل اذا دخل بيته واكل طعامه وشرابه فدعا له فذلك اثابته رواه ابوداؤد ترجمہ حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ ابو الہیثم رض نے کچھ کھانا تیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی دعوت کی جب (کھانے سے) فارغ ہوئے آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو (اس کا) عوض دو صحابہ نے عرض کیا کہ اس کا عوض کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر میں جاوے اور اس کا کھانا اور پانی کھاوے پیوے پھر اس کے لئے دعا کرے تو یہ اس کا عوض ہو جاوے گا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے تیسیر ص ۱۶۴ ف عادۃ دعاء بعد الاکل للداعی اکثر درویشوں کی عادت ہے کہ کھانا کھا کر کھلانے والے کو دعائیں دیا کرتے ہیں اس حدیث سے اس عادت کا اثبات ہوتا ہے اور اسی مضمون میں ایک دوسری حدیث بھی ہے حدیث دیگر عن انس رض قال اكل النبي صلى الله عليه وسلم عند سعد بن عبادة خبزا وزيتا ثم قال افطر عندكم الصائمون واكل طعامكم الابرار وصلت عليكم الملئكة اخرجه ابوداؤد ترجمہ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رض کے پاس روٹی اور روغن زیتون نوش فرمایا پھر (بطور دعا کے فرمایا کہ (خدا کرے) تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں اور تمہارے کھانے کو نیک لوگ کھایا کریں اور تم پر فرشتے رحمت بھیجا کریں روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ف یہاں بھی مثل حدیث بالا کے تقریر ہے۔

حدیث نود و ہفتم عن قتادة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رای الهلال صرف وجهه عنه رواه ابو داؤد

ترجمہ حضرت قتادہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہلال دیکھتے تھے تو اُنکی طرف سے اپنا مُنہ پھیر لیتے تھے۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ص ۱۶۵ **ف** تعلیم عدم التفات الی الانوار ائمہ فن کی تعلیم ہے کہ اگر مراقبات میں کچھ انوار منکشف ہوں تو انکی طرف توجہ نہ کرنا چاہیئے اور ان ہی انوار کی نسبت کہا ہے کہ حجاب نورانی اشد ہے حجاب ظلمانی سے اس حدیث سے اس تعلیم کی تائید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آپ کا چاند سے اعراض فرمانا اس وجہ سے تھا کہ بعض عوام کو آپ کی طرف ایسی نظر تعظیمی سے توجہ رکھتے تھے کہ صانع عالم کی طرف توجہ کرنے سے وہ مانع ہو جاتی تھی سو یہی علت انوار مذکورہ میں محقق ہے کہ اُن کی طرف التفات کرنا مانع وشاغل ہو جاتا ہے مقصود حقیقی کی طرف توجہ کرنے سے خوب سمجھ لو۔

عدم التفات الی الانوار

۷۹۸ **حدیث نود و ہشتم** عن عمران بن حذیفۃ قال کانت میمونۃ تدان وتکثر فقال لھا اھلھا فی ذلک ولاموھا فقالت لا اترک الدین وقد سمعت خلیلی وصفیی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من احد یدان دینا فیعلم اللہ انہ یرید قضاءہ الا اداہ اللہ تعالیٰ عنہ فی الدنیا اخرجہ النسائی ترجمہ حضرت عمران بن حذیفہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ حضرت میمونہ رضؓ قرض لیتیں اور کثرت سے لیتیں اُن کے گھر والوں نے اس بارہ میں اُن سے گفتگو کی اور اُن کو ملامت کی اُنہوں نے فرمایا کہ میں دین لینا نہ چھوڑوں گی میں نے اپنے محبوب اور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص کچھ قرض لے اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ وہ اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکا قرض ادا کر دیگا روایت کیا اُس کو نسائی نے تیسیر ص ۲، **ف** عادۃ جرأت در دین برای اضیاف ومساکین اکثر بزرگوں کو دیکھا ہے کہ مہمانوں اور مسکینوں کی خدمت کے لئے بے تکلف قرض لے لیتے ہیں حضرت میمونہ رضؓ کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت میمونہ فضول تو قرض لیتی نہ ہونگی۔

جرأت در دین برای اضیاف ومساکین

۷۹۹ **حدیث نود و نہم** عن ابی ھریرۃ فی حدیث فضیلۃ الذکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقول ملک منھم فلان عبد خطاء لیس منھم انما مر لحاجۃ فجلس فیقول ولہ قد غفرت ھم القوم لا یشقی جلیسھم اخرجہ الشیخان والترمذی ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے حدیث فضیلت ذکر میں روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں بندہ نہایت خطاوار ہے وہ اُن میں سے نہیں محض ایک کام کیلئے نکلا تھا سو (وہاں) بیٹھ گیا حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اسکو بھی بخشدیا وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم اور ترمذی نے تیسیر ص ۳، **ف** رسم ادخال عوام در سلسلہ برای برکت اکثر بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ سلسلہ میں ایسوں کو بھی داخل کر لیتے ہیں جن سے کچھ بھی ذکر وغیرہ کرنے کی یا اپنی حالت کو پورے طور سے درست کرنے کی توقع نہیں ہوتی سو یہ امر ظاہر نظر میں عبث معلوم ہوتا ہے لیکن غور کرنے سے اس میں یہ نفع معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص سلسلہ کی برکات ہی سے کسی درجہ میں تو بہرہ ور ہو جاتا ہے

ادخال عوام در سلسلہ برای برکت

پس یہ بیعت محض برکت سلسلہ کے لئے ہوتی ہے اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ مقبولان الٰہی کا جلیس بھی محروم نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی بزرگ کے سلسلہ میں داخل ہوگا۔ غالباً اُس سے مجالست و مخالطت و موانست کا تعلق تو ضرور پیدا ہوجاوے گا پس حدیث کے عموم میں وہ بھی داخل ہوجاوے گا۔

۲۴۰

حدیث صدم عن ابی ھریرۃ رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من یدعی بہ یوم القیمۃ الحدیث وفیہ قال شفی فاخبرت معاویۃ بھذا الحدیث عن ابی ھریرۃ فقال قد فعل بھؤلاء ھذا فکیف بمن بقی من الناس ثم بکی معاویۃ بکاءً شدیدا حتی ظن انہ ھالك ثم افاق ومسح عن وجھہ اخرجہ مسلم والترمذی واللفظ لہ والنسائی

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی سے ایک حدیث مروی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کا حال بیان فرمایا ہے جو قیامت میں سب سے پہلے بلایا جاوے گا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ شفی راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی سے سُنکر حضرت معاویہ رضی کو اس حدیث کی خبر دی حضرت معاویہ فرمانے لگے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ جب ایسا معاملہ کیا گیا تو بقیہ لوگوں کا تو کیا حال ہوگا۔ پھر حضرت معاویہ اسقدر زار زار روئے کہ گمان ہوتا تھا کہ جان نکل جاویگی۔ پھر ہوش میں آئے اور اپنا چہرہ پونچھا۔ روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی اور نسائی نے اور الفاظ ترمذی کی ہیں تیسیر ص ۸۔ ف حال وجد جسے کہتے ہیں حالت غریبہ محمودہ کو آگے اس کے مراتب و ہیئات مختلف ہیں اور جو ریا سے نہ ہو سب محمود ہے حضرت معاویہ رضی کی حالت سے اس کا صریح اثبات ہوتا ہے۔

۲۴۱

حدیث صد و یکم عن ابی ھریرۃ فی قصۃ مناظرۃ ابی بکر وعمر رضی فی قتال مانعی الزکوۃ قال عمر فواللہ ماھو الا ان رأیت ان اللہ شرح صدر ابی بکر رض للقتال فعرفت انہ الحق رواہ البخاری وغیرہ

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی سے حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مناظرہ دربارہ قتال مانعین زکوۃ کے مروی ہے اُس میں حضرت عمر رضی کا ارشاد ہے کہ واللہ صرف یہ بات تھی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی کو قتال کے باب میں شرح صدر ہوگیا سو مجھکو بھی معلوم ہوگیا کہ یہی حق ہے روایت کیا اس کو بخاری وغیرہ نے تیسیر ابن ص ۱۰۰ و ص ۱۸۵ ف حال الہام اکثر اولیاء اللہ کی حکایات الہام کی منقول ہیں اس حدیث میں اُس کا اثبات ہے اسی کو شرح صدر سے تعبیر کیا گیا ہے حقیقت اسکی یہ ہوتی ہے کہ بلا واسطہ نظر و اکتساب کے کسی حقیقت کا قلب میں القاء ہوجاوے سو قصہ مناظرہ مذکورہ میں دونوں حضرات کو یہی پیش آیا کیونکہ اس مناظرہ میں جس قدر کلام منقول ہے وہ انتاج مدعا کے لئے کافی نہیں اولاً حضرت ابوبکر کو الہام ہوا اور اُن کے کلام کے فیض سے حضرت عمر رضی کو الہام ہوگیا اور چونکہ نصوص شرعیہ اس الہام کے موافق تھیں لہذا اسپر عمل بھی جائز ہوا

۲۴۲

حدیث صد و دوم عن ابی ذر رض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیست الزھادۃ فی الدنیا بتحریم الحلال ولا اضاعۃ المال ولکن الزھادۃ ان تکون بما فی ید اللہ تعالیٰ اوثق منك بما فی یدك وان تکون فی ثواب المصیبۃ اذا اصبت بھا ارغب منك فیھا لو انھا بقیت لك اخرجہ

الترمذی وزاد رزین لان اللہ تعالیٰ یقول لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم

ترجمہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زہد فی الدنیا یہ نہیں ہے کہ حلال چیزوں کو حرام کرلیا جاوے اور نہ یہ ہے کہ مال کو اڑا دیا جاوے لیکن زہد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں جو چیز ہے اسپر تمہارا اعتماد اور وثوق بہ نسبت اس چیز کے زیادہ ہو جو کہ تمہارے قبضہ میں ہے اور نیز زہد یہ ہے کہ تم پر جب کوئی مصیبت آوے تو تمکو اس کے ثواب کی زیادہ رغبت ہو بہ نسبت اس کے کہ وہ مصیبت باقی رہے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور رزین نے اتنا اور زیادہ کیا یعنی دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تاکہ تم لوگ فوت شدہ چیز پر مغموم نہ ہو اور جو تم کو عطا فرمایا ہے اسپر اتراؤ نہیں تیسیر ص ۱۸۵ **ف**

اخلاق وعلامات اولیاء زہد و توکل اس حدیث میں زہد و توکل کی حقیقت کی شرح ہے جو کہ اخلاق اولیاء اللہ سے ہے اور اخلاق میں سے ہونے کے سبب علامات میں سے بھی ہے اور اس شرح حقیقت میں بڑی غلطی رفع کر دی گئی ہے۔ اکثر عوام اپنے اعتقاد میں زاہد اسی کو سمجھتے ہیں جو تمام لذات مباحہ سے اس طرح مجتنب ہو جیسے ان کو حرام سمجھتا ہو اور اس کے پاس جو آتا ہو سب کو فوراً خرچ کر ڈالے گو غیر مصرف ہی میں سہی اور جو بلا و مصیبت کے زوال کی تدبیر نہ کرتا ہو بس ان کے نزدیک بزرگی کی شرط یہی ہے اس میں یہ تبلادیا گیا کہ یہ امور شرط نہیں بلکہ حق تعالیٰ پر زیادہ اعتماد ہونا اپنے مقبوض سے زیادہ اور مصیبت گو خود مرغوب فیہ ہو مگر ثواب مرغوب فیہ ہونا یہ ضروری ہے پس مصیبت پر خوش اس لئے ہے کہ وہ سبب ہے ثواب کا اور آیت سے استدلال ظاہر ہے کہ لا تاسوا علی ما فاتکم دلیل ہے اس جزو کی ان تکون فی ثواب المصیبۃ الخ کیونکہ ما فاتکم میں صحت عافیت بھی آگئی اور لا تفرحوا دلیل ہے اس جزو کی ان تکون بما فی ید اللہ الخ اور انطباق ظاہر ہے۔

زہد و توکل
اخلاق

حدیث صد و سوم عن عطیۃ السعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبلغ العبد حقیقۃ التقویٰ حتی یدع ما لا باس بہ حذرا مما بہ باس اخرجہ الترمذی ترجمہ عطیہ سعدی سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ حقیقۃ تقویٰ کو نہیں پہونچتا جب تک کہ ایسی چیز کے اندیشہ سے جسمیں کوئی خرابی ہو ایسی چیز کو نہ چھوڑ دے جس میں کوئی خرابی نہ ہو روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۱۸۶ **ف متفرقات**

دفع اعتراض بر ترک لذات مباحہ اکثر اہل ظاہر بعض اہل سلوک پر لذات مباحہ کے ترک پر شبہ و اعتراض مخالفت سنت کا کیا کرتے ہیں اس حدیث سے اس ترک کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے جبکہ قصد یہ ہو کہ ان کے تناول سے قوت بہیمیہ میں زیادتی ہو کر معصیت کا سبب بن جاوے جیسا کہ مدلول صریح ہے حتی یدع ما لا باس الخ کا اس کو کمال تقویٰ فرمایا گیا ہے۔

متفرقات
دفع اعتراض بر ترک لذات مباحہ

حدیث صد و چہارم عن عبادۃ بن تمیم ان ابا بشیر الانصاری اخبرہ انہ کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فامر معاویۃ لا تبقین فی رقبۃ بعیر قلادۃ من وتر او قلادۃ الا قطعت اخرجہ الثلثۃ وابوداؤد

ترجمہ عبادہ بن تمیم سے روایت ہے کہ ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ وہ ایک سفر میں جناب رسول مقبول صلی اللہ

علیہ وسلم کے ہمراہ تھے سو آپ نے حضرت معاویہ رضؓ کو حکم فرمایا کہ کسی اونٹ کی گردن میں کوئی گلو بند تانت کا یا مطلق گلو بند فرمایا چھوڑا نہ جاوے مگر کہ اُس کو کاٹ دیا جاوے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و مالک و ابوداؤد نے۔ تیسیر ص ۱۹۲ **ف** اصلاح ترک تمائم غیر مشروعہ اکثر شراح حدیث نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ جانور کی حفاظت کے واسطے گنڈے بنوا کر اُن کے گلے میں باندھ دیتے تھے چونکہ وہ غیر مشروع ہوتے تھے اس لئے آپ نے کٹوا دئے پس اس میں نہی ہے ایسے تعویذ گنڈوں سے جو خلاف شرع ہیں آج کل نام کے فقیروں میں اسکی کچھ پرواہ نہیں یہ امر واجب الاصلاح ہے۔

اصلاح ترک تمائم غیر مشروعہ

ح۱۰۵

حدیث صد و پنجم عن کبشۃ الانصاریۃ رضؓ قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فشرب من فی قربۃ معلقۃ قائما فقمت الی فمہا فقطعتہ اخرجہ الترمذی وزاد رزین فاتخذتہ رکوۃ اشرب فیہا **ترجمہ** حضرت کبشہ انصاریہ رضؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور ایک مشک ٹنگی ہوئی تھی اُس کے مُنہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا پس میں اٹھی اور اتنا چمڑہ کاٹ لیا اور برکت کے لئے اپنے پاس رکھ لیا روایت کیا اسکو ترمذی نے اور رزین نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ میں نے اس چمڑے کا ایک چھوٹا سا مشکیزہ بنا لیا کہ اُس میں (برکت کے لئے) پانی پیا کرتی تھی۔ تیسیر ص ۱۹۰ **ف** رسم تبرک بمستعملات المشائخ جس چیز کو بزرگوں کا مونہ یا ہاتھ یا بدن لگا ہو معتقدین اُس کو تبرک سمجھتے ہیں اس حدیث سے اس کا صریح اثبات ہوتا ہے **ف** اصلاح جواز استعمال تبرکات مشائخ اور یہ جو عادت ہے کہ ایسی چیزوں کا بکثرت استعمال نہیں کرتے اگر اس غرض سے ہو کہ زیادہ روز تک یہ تبرک باقی رہے مضائقہ نہیں اور اگر اس خیال سے ہو کہ یہ سوء ادب ہے تو یہ خیال بے اصل ہے اشرب فیہا میں کہ بیتا و راس سے عادت شرب ہے اس خیال کی اصلاح ہے۔

تبرک بمستعملات المشائخ

اصلاح جواز استعمال تبرکات مشائخ

ح۱۰۶

حدیث صد و ششم عن جابر رضؓ قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حائط رجل من الانصار وھو یحول الماء فی حائطہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کان عندک ماء بات ھذہ اللیلۃ فی شنۃ والا کرعنا الحدیث رواہ البخاری وابوداؤد **ترجمہ** حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لائے اور وہ اپنے باغ میں پانی پھیر رہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے پاس ایسا پانی ہو جو اس شب کو مشک میں رہا ہو (یعنی باسی پانی ہو تو لاؤ) ورنہ یہی پانی جو باغ میں جاری ہے مُنہ لگا کر پی لیں گے۔ روایت کیا اسکو بخاری اور ابوداؤد نے **ف** متفرقات دفع اعتراض بر توسع فی اللذات بعض اکابر سے مطاعم و مشارب میں توسع اور کسیقدر اہتمام اور تکلف منقول ہے بعض خشک مزاج اُن پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ نفس پروری اور بزرگی کے خلاف ہے۔ اس حدیث میں باسی پانی کی تلاش اور اہتمام مذکور ہے جس سے اس کا غیر مذموم ہونا ثابت ہوا بالخصوص منتہی کے لئے اور راز اس میں یہ ہے کہ بسا اوقات اس میں منعم حقیقی کی محبت بڑھتی ہے اور بعض اوقات مقصود اپنی احتیاج کا اظہار عملی ہوتا ہے اور یہ سب مقاصد سلوک سے ہیں غرض ترک لذات میں بعض خاص مصالح ہیں اور تناول لذات میں بعض خاص مصالح ہیں باختلاف احوال مختلف

متفرقات دفع اعتراض بر توسع فی اللذات

اوقات میں ایک کو دوسرے پر ترجیح ہو جاتی ہے۔

حدیث صد و ہفتم عن ابی ھریرۃ رضی قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اتیت لیلۃ اسری بی بقدحین من خمر و لبن فاخذت اللبن فقال الملک الحمد للہ الذی ھداک للفطرۃ لو اخذت الخمر لغوت امتک۔ اخرجہ النسائی **ترجمہ** حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں میرے پاس دو پیالے لائے گئے ایک میں شراب تھی اور ایک میں دودھ میں نے دودھ لے لیا (ہمراہی) فرشتہ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے آپ کو دین لینے کی ہدایت کی اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ روایت کیا اسکو نسائی نے تیسیر ص ۲۰۱ **ف مسئلہ** ثبوت عالم مثال دودھ صورت مثالیہ دین کی تھی اور شراب صورۃ مثالیہ لذات دنیا کی اور ان پیالوں کا پیش ہونا ایک نوع کا امتحان تھا اس حدیث سے عالم مثال کا ثبوت ہوتا ہے جس کی تصریح اکابر کے کلام میں ہے۔

مسئلہ — ثبوت عالم مثال

حدیث صد و ہشتم عن جابر رضی انہ سمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول بین الرجل و بین الشرک ترک الصلوۃ۔ اخرجہ مسلم **ترجمہ** حضرت جابر رضی سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حد درمیان آدمی کے اور شرک کے ترک صلوۃ ہے روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر ص ۲۰۵ مطلب یہ کہ جب ترک صلوۃ کیا تو حد شرک میں چلا گیا یعنی عملاً مشرک اور کافر ہو گیا ای عمل عمل الکفار والمشرکین **ف قول** تسمیہ بعض معاصی بکفر بعض بزرگوں کے کلام میں بعض معاصی کو کفر کہدیا وارد ہے ۵ کفر است در طریقت ما کینہ داشتن ٭ آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن ٭ اور مثلاً ۵ ہر آن کو غافل از حق یک زمان ست ٭ در آن دم کافر ست اما نہان ست ٭ اس حدیث سے اس قول کی تائید ہوتی ہے اور جو توجیہ حدیث میں ہے وہی انکے کلام میں۔

قول — تسمیہ بعض معاصی

حدیث صد و نہم عن ابی ذر رضی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قام حتی اصبح بآیۃ والآیۃ ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم اخرجہ النسائی **ترجمہ** حضرت ابو ذر رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام شب نماز میں کھڑے رہے یہاں تک کہ ایک ہی آیت پڑھتے پڑھتے صبح کر دی اور آیت یہ ہے ان تعذبھم الخ یعنی ای اللہ اگر آپ میری امت کو سزا دینے لگیں تو وہ آپکے بندے ہیں اور اگر آپ اُن کی مغفرت فرما دیں تو آپ زبردست اور حکمت والے ہیں۔ روایت کیا اسکو نسائی نے تیسیر ص ۲۱۹ **ف متفرقات** جواب اعتراض بر جہد فی العمل بعض بزرگوں پر اُن کے کثرت مجاہدات کے بارہ میں متقشفین نے اعتراض بدعت ہونے کا کیا ہے اس حدیث سے اُنکی سنیت ثابت ہوتی ہے اور بعض احادیث میں جو اُنکی نہی آئی ہے۔ تو خود اُن ہی حدیثوں میں مصرح ہے کہ وہ اُس شخص کے لئے ہے جس کو اُنمیں نشاط نہو اور اُسپر دوام نہ کر سکے۔

متفرقات — جواب اعتراض بر جہد فی العمل

حدیث صد و دہم عن علی بن عبد الرحمن قال ابن عمر رضی یحکی صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اشار باصبعہ التی تلی الابھام فی القبلۃ ورمی ببصرہ الیھا اخرجہ النسائی **ترجمہ** علی بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی حکایت میں یہ فرمایا کہ آپنے انگشت شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کیا اور

اپنی نگاہ اُس کی طرف ڈالی روایت کیا اس کو نسائی نے تیسیر ص ۲۲۲

ح ۱۱۱ **حدیث صد و یازدہم** عن ابن الزبیرؓ فی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا یجاوز بصرہا اشارتہ اخرجہ ابو داؤد **ترجمہ** حضرت ابن الزبیر رضؓ سے آپ کی نماز کے بارہ میں مروی ہے کہ آپ کی نگاہ آپ کے اشارہ بالسبابہ سے آگے نہ بڑھتی تھی روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ص ۲۲۳ **ف شغل ربط النظر لاجتماع الخواطر** اشغال میں ایک شغل یہ بھی ہے کہ کسی چیز کی طرف نگاہ جما کر دیکھا جاوے مقصود اس سے اور جمیع اشغال سے اجتماع خواطر و یکسوئی ہوتی ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

ح ۱۱۲ **حدیث صد و دوازدہم** عن الفضل بن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنی مثنی تشہد فی کل رکعتین و تخشع و تمسکن و فیہ و من لم یفعل فہی خداج اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت فضل بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز دو دو رکعت ہوتی ہے یعنی ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہوتا ہے اور نماز میں خشوع اور نیازمندی ہوتی ہے اور جو ایسا نہ کرے وہ نماز ناقص ہوتی ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے تیسیر **ف مسئلہ ضرورت خشوع** نماز کے اندر اور اسی طرح دوسری عبادات میں حضور قلب کو اہل سلوک ضروری قرار دیتے ہیں اور اکثر مقیدان ظاہر اس کو ضروری نہیں سمجھتے اس حدیث میں ضرورت کی نہایت تصریح ہے کہ بدون اُس کے نماز کو ناقص فرماتے ہیں اور نماز و دیگر عبادات میں فرق کا کوئی قائل نہیں

ح ۱۱۳ **حدیث صد و سیزدہم** عن عائشۃؓ قالت صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خمیصۃ لہا اعلام فنظر الی اعلامہا نظرۃ فقال اذہبوا بخمیصتی ہذہ الی ابی جہم و اتونی بانبجانیتہ فانہا الہتنی انفا عن صلوتی اخرجہ الستۃ الا الترمذی و فی روایۃ مالکؒ و ابی داؤد کنت انظر الیہا و انا فی الصلوٰۃ فاخاف ان تفتننی **ترجمہ** حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادرہ میں نماز پڑھی جس میں بیل بوٹے تھے آپ کی نظر جو اُن بوٹوں پر پڑی تو آپ نے فرمایا کہ یہ چادرہ ابو جہم کے پاس لیجاؤ (کہ انھوں ہی نے ہدیہ بھیجا تھا) اور میرے واسطے اُن کا سادہ چادرہ لے آؤ اس نے ابھی میرا دل نماز سے ہٹا دیا ہوتا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ابو داؤد و نسائی و مالک نے اور مالکؒ ابو داؤد کی روایت میں یہ ہے کہ نماز میں میری نگاہ اُس پر پڑتی تھی مجھکو احتمال تھا کہ میرا دل نہ ہٹا دے (گو اس کی نوبت نہیں آئی) تیسیر ص ۲۲۶ **ف** عادۃ قطع اسباب تفرق خاطر جن بزرگوں نے اسباب شغل قلب بغیر اللہ کی تقلیل کی ہے اُن کے اس عمل کی اس حدیث سے تصویب نکلتی ہے **ف مسئلہ** سنوح وساوس کاملین دا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل کمال کو بھی احیاناً اُن کے مرتبہ کے موافق وساوس خفیفہ پیش آجاتے ہیں اور یہ منافی اُن کے کمال کی نہیں **ف خلق اظہار حال** خود یہ شعبہ ہے تواضع و اخلاص کا کہ اپنا حال جو ناقصین کی نظر میں منافی کمال معلوم ہو اپنے معتقدین میں ظاہر کر دیا جاوے مگر شرط اُس کی یہ ہے کہ اُن کے افتتان فی الدین کا خوف نہ ہو اور نیز وہ حال معصیت نہ ہو ورنہ اخفا واجب یا واجب ہے نہی عن اظہار المعاصی کی حدیثیں اور حضرت صفیہ کا قصہ اعتکاف گاہ میں

آنے کا اور محدث فی الصلوٰۃ کو اخذ الف کا حکم اس اخفا کی دلیلیں ہیں۔

۱۴۴ح حدیث صد و چہار دہم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد اخرجہ الخمسۃ الا الترمذی ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود اور نصاریٰ کو کہ اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا یعنی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی نے تیسیر میں ۲۲۷ **ف** اصلاح حرمت سجدہ قبور۔ اس حدیث میں اصلاح ہے اس فعل کی جو اس وقت جہلاء صوفیہ میں شائع ہے کہ بزرگوں کی قبور کو سجدہ کرتے ہیں خواہ وہ سجدہ عبادت ہو کہ شرک و کفر ہے خواہ وہ سجدہ تحیت ہو کہ سخت کبیرہ قریب بکفر ہے۔

(حاشیہ: حرمت سجدہ قبور — اصلاح)

۱۱۵ح حدیث صد و پانزدہم عن ابی الدرداء قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی وفیہ قال ان عدو اللہ ابلیس جاء بشھاب من نار لیجعلہ فی وجھی الحدیث رواہ مسلم ترجمہ حضرت ابوالدرداء رضہ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور اسی حدیث میں ہے کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ دشمن خدا یعنی ابلیس ایک شعلہ آگ کا لایا تاکہ اس کو میرے مونہ میں لگائے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر میں ۲۲۸ اسی حدیث میں ہی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا **ف** متفرقات تنبیہ کا بر عدم الامن من الشیطان اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا کامل کیوں نہ ہو جاوے مگر اسکو شیطان سے بیفکر نہ ہونا چاہیے بلکہ ہمیشہ ہوشیار و بیدار رہے کہ کسی موقع پر اس کو لغزش میں نہ ڈالدے اس خبیث کی جرأت دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالی تک پہونچنے کا اس کو حوصلہ ہوا مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ نہیں کرا سکتا اس لئے اضرار جسمانی ہی کی ہوس ہوئی۔

(حاشیہ: متفرقات — تنبیہ اکابر بر عدم الامن من الشیطان)

۱۱۶ح حدیث صد و شانزدہم عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع المنادی فلم یمنعہ من اتباعہ عذر لم تقبل منہ الصلوٰۃ التی صلاھا قیل وما العذر قال خوف او مرض اخرجہ ابو داؤد ترجمہ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص موذن کی اذان سنے پھر اس کا اتباع کرنے سے اس کو کوئی عذر مانع نہ ہو (اتباع سے مراد جماعت میں حاضر ہونا ہے) تو اس کی نماز جو اس نے پڑھی ہے مقبول نہ ہوگی عرض کیا گیا کہ عذر کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ خوف یا مرض روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ۲۴۳ **ف** اصلاح اہتمام جماعت آج کل بعض درویشوں کو جماعت کی نماز کا مطلق اہتمام نہیں ہے یہ حدیث اُن کی اصلاح کرتی ہے اور دلالت کرتی ہے کہ اُن کی وہ نماز کالعدم ہو اور جب فرض ناقص ہوا تو اور اد و اشغال کیا کفایت کریں گے۔

(حاشیہ: اصلاح — اہتمام جماعت)

۱۱۷ح حدیث صد و ہفدہم عن ابن عباس وسئل عن رجل یصوم النھار ویقوم اللیل ولا یشھد الجماعۃ ولا الجمعۃ فقال ھذا من اھل النار اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہی اور اُن سے ایک شخص کی نسبت سوال کیا گیا تھا جو دن بھر روزہ سے رہتا ہے اور رات بھر بیدار رہتا ہی لیکن جماعت اور جمعہ

میں حاضر نہیں ہوتا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا شخص جہنمیوں میں سے ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے تیسیر ص ۲۴۲
ف اس میں بھی وہی مضمون زیادہ تاکید و وعید کے ساتھ ہے جو حدیث صد و شانزدہم میں مذکور ہے۔

۲۱۱۸

حدیث صد و ہشدہم عن عتبان بن مالکؓ قال قلت یا رسول اللہ ان السیول تحول بینی وبین مسجد قومی فاحب ان تاتینی فتصلی فی مکان من بیتی اتخذہ مسجدا فقال صلی اللہ علیہ وسلم سنفعل الحدیث اخرجہ الثلثۃ والنسائی ترجمہ حضرت عتبان بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (برسات کے دنوں میں) میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان میں (پانی کا) سیلاب حائل ہو جاتا ہے (اس لئے میں مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتا اور نگاہ ان کی ماؤف تھی اسلئے کچھ نظر آتا نہ تھا کہ کہاں پانی ہے کہاں خشک ہی) سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں تشریف لائے اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیجئے کہ میں (ایسی ضرورت کے موقع پر) اُس کو نماز کی جگہ بناؤں (یعنی وہاں نماز پڑھ لیا کروں) آپ نے وعدہ فرمایا کہ ہم عنقریب ایسا کر دیں گے۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و مالک و نسائی نے تیسیر ص ۲۳۲ **ف** عادۃً تعیین مکان حزب باوجودیکہ یہ صحابی اپنے گھر میں ہر جگہ نماز پڑھ سکتے تھے مگر پھر بھی نماز کی جگہ کو متعین کرنا چاہا جس میں مصلحت یہ بھی کہ تعیین مکان سے عبادت میں یک سوئی ہوتی ہے۔ اس سے اصل نکلتی ہے اس کی کہ اوراد و معمولات میں اکثر جگہ کو معین رکھتے ہیں۔ مگر اس کے جواز کی شرطیں دو ہیں ایک یہ کہ اس تعیین کو قربت مقصودہ نہ سمجھے دوسرے یہ کہ کسیکا حق فوت نہ کرے ورنہ ممنوع ہے ایک حدیث میں ایسی توطین کو توطین بعیر سے تشبیہ دیکر ممانعت فرمائی ہے **ف** رسم تبرک بمواضع مبارکہ باوجودیکہ یہ صحابی خود بھی جگہ کی تعیین کر سکتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے محض یہ غرض تھی کہ وہ جگہ متبرک ہو جاوے گی تو وہاں نماز پڑھنے میں زیادہ برکت ہوگی پس اس سے مقامات متبرکہ میں ذکر و طاعت کرنے کی اصل نکلتی ہے۔ اس میں بھی شرط یہی ہے کہ اعتقاداً یا عملاً غلو نہ ہو ورنہ شرک و بدعت کی حد میں داخل ہو جاتا ہے۔

۲۱۱۹

حدیث صد و نوزدہم عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لادخل فی الصلوٰۃ وانا ارید ان اطیلها فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلوتی لما اعلم من وجد امه من بکائه اخرجه الخمسۃ الا ابا داؤد ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں (بعض اوقات) نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ قدرے طویل پڑھوں پھر کسی بچہ کا رونا سنتا ہوں تو نماز میں اسلئے اختصار کر دیتا ہوں کہ جانتا ہوں اس کی ماں (جو کہ احتمالاً نماز میں شریک ہے) بیچین ہوگی۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی نے تیسیر ص ۲۴۴ **ف** مسئلہ عدم لزوم استغراق در صلوٰۃ برای کامل بعض لوگ استغراق کو کمال مقصود سمجھ کر کاملین کے لئے اسکو لازم سمجھتے ہیں۔ اس حدیث سے محقق ہو گیا کہ یہ لازم نہیں اور نہ کمال مقصود ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لازم ہوتا پھر بکاء صبی کی اطلاع اور قلق ام کا تصور کیوں ہوتا البتہ اگر کسی کو ہو جاوے تو فی نفسہ محمود ہے مگر محمودیت مستلزم مقصودیت نہیں

اکثر متوسطین اہل سلوک کو ایسے حالات پیش آیا کرتے ہیں اور یہ حدیث اُس حالت پر محمول ہے۔ جب عورتیں جماعت میں آتی تھیں پھر دلائل شرعیہ سے ان کو ممانعت کر دی گئی۔

حدیث صد و بستم عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات الشیطان الحدیث اخرجہ ابوداؤد ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صفوں کو سیدھا کیا کرو اور کندھوں کو برابر رکھا کرو اور درمیانی فصل کو بند کر دیا کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجایا کرو اور شیطان کے فاصلے بیچ میں مت چھوڑا کرو روایت کیا اس کو ابوداؤد نے تیسیر ص ۲۴۳ **ف متفرقات** ادب تراص فی الحلقہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر ذکر حلقہ کے ساتھ کیا جاوے تو خوب مل مل کر بیٹھیں اس حدیث میں سدوا الخلل ولا تذروا اس کی اصل ہے اور بعض اہل وجدان نے فرمایا ہے کہ فرجات چھوڑنے سے وساوس زیادہ ہوتے ہیں فرجات الشیطان میں اسطرف بھی اشارہ ہے۔

حدیث صد و بست و یکم عن عبد اللہ بن مغفل المزنی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلوا قبل المغرب رکعتین ثم قال صلوا قبل المغرب رکعتین لمن شاء خشیۃ ان یتخذھا الناس سنۃ اخرجہ ابوداؤد بھذا اللفظ وفی اخری للشیخین قال صلوا قبل صلوٰۃ المغرب ثم قال فی الثالثۃ لمن شاء کراھیۃ ان یتخذھا الناس سنۃ ترجمہ حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کے قبل دو رکعتیں پڑھنے کو فرمایا پھر دوسری یا تیسری بار میں یہ بھی فرما دیا کہ جسکا جی چاہے اسلئے کہ آپ کو یہ امر ناپسند ہوا کہ لوگ اس کو معمول لازمی قرار نہ دے لیں (لمن شاء سے اس کا انسداد مقصود تھا) روایت کیا اس کو ابوداؤد اور بخاری اور مسلم نے تیسیر ص ۲۴۲ **ف اصلاح ترک** رسوم ملتزمہ عامہ باوجودیکہ یہ دو رکعت منصوص ہیں مگر پھر بھی اُن کے التزام کا انسداد فرمایا گیا تو جو رسوم منصوص بھی نہیں اور عام طور پر شائع ہوگئی ہیں اُن کے التزام کا انسداد شارع علیہ السلام کو کیسے مقصود نہ ہوگا اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایسے امور کا انسداد بدون ترک کے نہیں ہوسکتا پس اکثر ترک لازم ہوگا محققین اسی نکتہ کی بنا پر ان امور سے بالکلیہ رہ گئے ہیں۔

حدیث صد و بست و دوم عن المغیرۃ بن شعبۃ قال قام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل لہ قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا اخرجہ الخمسۃ الا ابا داؤد ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب کو اسقدر نماز میں کھڑے رہتے کہ قدم مبارک ورم کر جاتے آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ کے تو اگلے پچھلے ذنوب معاف کر دیئے گئے (پھر آپکو اس مشقت کی کیا حاجت ہے) آپ نے فرمایا کیا میں بندہ شکر گذار نہ ہوں۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم ترمذی و نسائی نے تیسیر ص ۲۴۴ غیر ذنوب کو مجازاً ذنوب فرما دیا گیا

ہے ف اس میں بھی مثل حدیث صدونہم کے مضمون ہے۔

حدیث صدوبست وسوم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدع قیام اللیل وکان اذا مرض او کسل صلی قاعدا اخرجہ ابو داؤد ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ترک نہیں فرماتے تھے البتہ جب بیمار یا کسلمند ہوتے تو (بجائے کھڑے ہونے کے) بیٹھکر پڑھ لیتے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے تیسیر ص ۴۴ ف تعلیم اراحۃ نفس جب قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرید کی نشاط میں کمی ہوگئی ہے تو مشائخ اہل ارشاد اس کو تخفیف فی العمل اور نفس کو راحت دینے کی تعلیم کرتے ہیں اس حدیث میں اس کی اصل مصرح ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تخفیف پر عمل فرما لیتے۔

حدیث صدوبست وچہارم عن عثمان بن ابی العاص رضہ قال قلت یا رسول اللہ ان الشیطان قد حال بینی وبین صلاتی وبین قراءتی یلبسہا علی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک شیطان یقال لہ خنزب فاذا احسستہ فتعوذ باللہ منہ واتفل علی یسارک ثلثا قال ففعلت ذلک فاذہبہ اللہ تعالی عنی اخرجہ مسلم ترجمہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شیطان میرے اور میری نماز اور قرأت کے درمیان حائل ہوگیا ہے کہ اسمیں شبہے ڈال دیتا ہے۔(یعنی عدد رکعات اور قرأت وعدم قرأت میں شک پیدا ہوجاتا ہے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک شیطان ہے جس کا لقب خنزب ہے جب تم کو اس کا اثر معلوم ہو تو اعوذ باللہ پڑھو اور بائیں طرف تین بار تھتکار دو وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو کیا سو اللہ تعالی نے اس کو مجھسے دفع کردیا روایت کیا اس کو مسلم نے تیسیر ص ۵۰ ف متفرقات علاج وسوسہ وسوسہ کا علاج مختلف طرق سے آیا ہے ان میں سے ایک طریق یہ بھی ہے حاصل سب کا توجہ الی اللہ وترک التفات الی الوسوسہ ہے اور سب طرق اسی کے تحصیل کے ذرائع ہیں چنانچہ یہاں بھی تعوذ باللہ ذریعہ توجہ الی اللہ کا اور تفل عن یسار طریقہ ترک التفات الی الوسوسہ کا ہے اور ظاہر ہے۔ کہ یہ طریق خاص قبل از شروع نماز ہے کہ اس طرح وسوسہ کا ازالہ کرکے نماز میں کھڑا ہوجاوے اور داخل صلوۃ کے اقبال علی الصلوۃ کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

حدیث صدوبست وپنجم عن ابی ہریرۃ رضہ قال سأل رجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المباشرۃ للصائم فرخص لہ فاتاہ اخر فسالہ فنہاہ وکان الذی رخص لہ شیخا کبیرا والذی نہاہ شابا اخرجہ ابو داؤد ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے لئے عورت سے ملنے کے متعلق دریافت کیا آپ نے اسکو اجازت دیدی پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے پوچھا تو اسکو منع فرمایا اور دیکھنے سے معلوم ہوا کہ جس کو اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جسکو منع کیا وہ جوان تھا روایت کیا اس کو ابو داؤد نے تیسیر جلد ثانی ص ۱۳۰ ف عادۃ اختلاف تعلیم حسب استعداد اہل ارشاد کی عادت ہے کہ ہر شخص کو اسکی استعداد وحالت کے مناسب تعلیم وتربیت فرماتے ہیں یہ حدیث اس عادت کی اصل صریح ہے اور اختلاف تعلیم

(حاشیہ) ۱۲۲ نفلی صدقہ ۔ تعلیم اراحۃ النفس ۔ ۱۲۴ متفرقات علاج وسوسہ ۔ ۱۲۵ عادۃ اختلاف تعلیم حسب استعداد

عہ یہاں سے تیسیر جلد ثانی کے صفحے ہیں ۱۲

کا یہ بھی ایک نکتہ ہے تاکہ دوسرا اسکا رو س کے مارے وہی نہ کرنے لگے اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مخفی تعلیم کی وقعت زیادہ ہوتی ہے۔ اور وقعت سے اہتمام اتباع کا امر طبعی ہے۔

۱۲۶ حدیث صد و بست و ششم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تخصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تخصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم اخرجہ مسلم ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب بیداری کے لئے شبوں میں سے شب جمعہ کی تخصیص مت کرو اور نہ روزہ کے لئے دنوں میں سے روز جمعہ کی تخصیص کرو مگر یہ کہ وہ جمعہ ایسے روزہ میں آجاوے جس میں روزہ رکھنے کا پہلے سے معمول ہو (مثلاً ایک شخص تیرھویں چودھویں پندرھویں کا روزہ رکھتا تھا اور ان ہی تاریخوں میں جمعہ آگیا) روایت کیا اس کو مسلم نے تیسیر ۱۵۴

ف اصلاح منع از تخصیص مطلق بطور قربت جس تخصیص میں شرع وارد نہیں اُسکی قربت ہونے کا اعتقاد کرنا مطلقاً یا اُس کو عمل میں لانا بقصد خصوصیت گو التزام نہو یا بطور التزام و اصرار کے گو قصد خصوصیت نہو یا جبکہ ایہام عوام مظنون ہو گو قصد و اصرار مذکور بھی نہ ہو دلائل شرعیہ سے سب منہی عنہ ہو اس وقت ان بلاؤں میں عوام کیا بہت سے خواص خصوص اہل تصوف بکثرت مبتلا ہیں۔

اصلاح منع از تخصیص مطلق بطور قربت

۱۲۷ حدیث صد و بست و ہفتم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اجسادکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم التقوی ھھنا التقوی ھھنا و یشیر الی صدرہ الحدیث رواہ الستۃ الا النسائی وھذا لفظ مسلم

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ تمہاری صورت اور جسم کو نہیں دیکھتے (کہ حسین جسیم ہے یا نہیں) لیکن تمہارے قلوب و اعمال کو دیکھتے اور دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ تقویٰ اس جگہ ہے یعنی سینہ میں روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و مالک نے اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں تیسیر ۲۶۶

ف مسئلہ ثبوت اعتبار باطن اس حدیث سے بھی طریق تصوف کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ خلاصہ اُس کا یہی تصفیہ قلب و تہذیب اعمال ہے اور تنفیر ہے تعمیر بدن سے اور اس تعمیر بدن میں اعمال ریائیہ بھی آگئے۔ کیونکہ حدیث میں اُن ہی اعمال کو منظور الیہا فرمایا گیا ہے جو مقرون بخلوص القلوب فی تقوی ہوں اور بعض بزرگوں کے کلام میں جو ظاہر کا مطلقاً غیر معتدبہ ہونا اور مدار محض باطن پر ہونا وارد ہے۔ اُس کی توجیہ یہی ہے خود احادیث میں ایسے اطلاقات آئے ہیں مثلاً لا ایمان لمن لا امانۃ لہ۔

مسئلہ ثبوت اعتبار باطن

۱۲۸ حدیث صد و بست و ہشتم عن انس قال بعثنی رسول اللہ فی حاجۃ فابطأت علی امی فلما جئت قالت ما حبسک قلت بعثنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حاجۃ قالت وما ھی قلت انہا سر قالت لا تحدثن بسر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احدا اخرجہ الشیخان

ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کو بھیجا مجھکو ماں کے پاس پہنچنے

میں دیر ہوئی جب میں آیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کہاں رہ گیا تھا میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو ایک کام کو بھیجا تھا کہنے لگیں وہ کیا کام تھا میں نے کہا کہ وہ راز کی بات ہے کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کسی سے مت کہنا۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے اور الفاظ مسلم کے ہیں تیسیر صنہ ف تعلیم حفظ اسرار مشائخ کے یہاں اسکی سخت تاکید ہے کہ اسرار باطنی کا کسی پر افشا نہ کریں خواہ وہ متعلق تعلیم کے ہو خواہ متعلق واردات کے ہو اور گویہ اسرار اکثر مریدے کے ہوتے ہیں اور حدیث میں راز شیخ کا مذکور ہے لیکن علت مشترک ہے یعنی اظہار کا خلاف مصلحت ہونا خواہ وہ مصلحت کسی قسم کی ہو۔

ماخذ اسرار

حدیث صد و بست و نہم عن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ لاناسا ماھم بانبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یوم القیمۃ لمکانھم من اللہ تعالی قالوا یا رسول اللہ تخبرنا من ھم قال ھم قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر ارحام بینھم ولا اموال یتعاطونھا فواللہ ان وجوھھم لنور وانھم لعلی نور لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس وقرأ ھذہ الآیۃ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون اخرجہ ابوداؤد

۱۲۹ح

ترجمہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں ایسے بھی لوگ ہیں جو نہ پیغمبر ہیں اور نہ شہید ہیں اور پیغمبر اور شہید قیامت کے روز اُن پر اُن کے ایک خاص رتبہ کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کو حاصل ہوگا رشک کریں گے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم کو خبر دیجئے کہ وہ کون لوگ ہیں آپنے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ محض حق تعالیٰ کے تعلق سے اُن میں باہم محبت ہے نہ کچھ آپس میں رشتہ ناتہ ہے اور نہ کچھ روپیہ پیسہ کا لین دین ہے بخدا اُن کے چہرے نورانی ہوں گے اور نور کے مکانات) پر جلوہ گر ہوں گے جب لوگ مبتلائے خوف ہوں گے وہ خائف نہ ہوں گے اور جب لوگ مغموم ہوں گے وہ مغموم نہونگے اور یہ آیت پڑھی الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر ص ۲۶

ف فضیلت اولیاء اللہ صوفیہ محبین محققین کا مصداق حدیث ہونا محتاج بیان نہیں۔ اور یغبطھم سے تفضیل علی الانبیاء کا شبہہ نہ کیا جاوے بعض خاص وجہ سے اکابر بھی اصاغر کی خاص حالت کی تمنا کیا کرتے ہیں مثلاً انبیاء غم امت میں مشغول ہیں اور یہ عین دلیل اُن کے افضلیت کی ہے اور ممکن ہے کہ یہ لوگ اس سے خالی ہوں ونحو ذلک

فضیلت اولیاء اللہ

حدیث صد و سی ام عن ابی ذرؓ قال قلت یا رسول اللہ الرجل یحب القوم ولا یستطیع ان یعمل عملھم قال انت یا اباذر مع من احببت اخرجہ ابوداؤد وفی لفظ الترمذی عن صفوان بن عسال المرء مع من احب ترجمہ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے اور اُن کی برابر عمل وعبادت نہیں کرسکتا آپنے فرمایا اے ابوذر تم اُسکے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہوگے اور ترمذی میں صفوان بن عسال کی روایت سے یہ الفاظ ہیں کہ آدمی اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہوگا تیسیر ص ۲۶ ف فضیلت محبین اولیاء اللہ دلالت حدیث کی حضرات اہل اللہ کے

۱۳۱ح

فضیلت محبین اولیاء اللہ

محبین ومعتقدین کی فضیلت پر ظاہر ہے۔ اور تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ تعلق بیعت سے اضطراراً مشائخ کیساتھ محبت ہوجاتی ہے۔ اس مصلحت سے بعض اہل ارشاد ایسوں کو بھی داخل سلسلہ کر لیتے ہیں جن سے زیادہ مجاہدہ و ریاضت کی توقع نہیں اور بعضے دوسری مصلحتوں سے ہر شخص کو بیعت کرنے میں قدرے مضائقہ کرتے ہیں۔

والاعمال بالنیات۔

حدیث صدوسی ویکم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الارواح جنود مجندۃ ما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف اخرجہ مسلم وابوداود واخرجہ البخاری عن عائشۃ **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ارواح لشکر کے لشکر ہیں جو (عالم ارواح میں) مجتمع تھیں جن میں (وہاں) باہم جان پہچان ہوئی ہے اُن میں (یہاں بھی) باہم الفت ہے اور جن میں جان پہچان نہیں ہوئی اُن میں اختلاف مزاج ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابوداؤد نے اور روایت کیا اس کو بخاری نے حضرت عائشہ رض سے **ف** مسئلہ اشتراط تناسب شیخ و مرید در نفع یہ امر تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ فیوض باطنی کے لئے پیر و مرید کی باہمی مناسبت فطری شرط ہے اس حدیث کے عموم میں یہ مناسبت بھی داخل ہے کیونکہ نفع عادۃً موقوف ہے الفت پر اور الفت بنص حدیث موقوف ہے۔ تعارف عالم ارواح پر جو حقیقت ہے مناسبت فطری کی اور یہی مناسبت ہے جس کے نہ ہونے پر مشائخ طالب کو اپنے پاس سے دوسرے شیخ کے پاس جس سے مناسبت مظنون یا مکشوف ہو بھیج دیتے ہیں۔

حدیث صدوسی ودوم عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ ادم علی صورتہ الحدیث اخرجہ البخاری **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو اپنے ظہور صفات کی حالت پر پیدا کیا آگے حدیث کا پورا مضمون ہے روایت کیا اس کو بخاری نے تیسیر منہ۲ **ف** قول مظہریت انسان للحق حدیث کے جو معنی شراح کے نزدیک مشہور ہیں کہ صورتہ کی ضمیر اللہ تعالے کی طرف ہے اُس بنا پر یہ حدیث صوفیہ کے اُس قول مشہور کا اثبات کرتی ہے۔ کہ انسان کو حق تعالے کا مظہر کہتے ہیں جس کی مختصر شرح یہ ہے کہ انسان ایک مصنوع عجیب ہے حق تعالے کا اور مصنوع سے استدلال ہوتا ہی صانع کے وجود اور صفات کمال پر پس اس معنی کے اعتبار سے مصنوع گویا صانع کا ظہور یعنی ذریعہ ظہور ہے اور اسی اعتبار سے مطلق خلق کو بھی مظہر حق کہدیتے ہیں اور بعض تفاسیر اس قول کی اور بھی ہیں جن میں سے بعض کی بنا پر خاص عارف ہی کو مظہر کہتے ہیں وہ تفاسیر کلید مثنوی میں ذکر کی گئی ہیں حدیث سب کی اصل ہوسکتی ہے لان الصورۃ بمعنی الظہور مفہوم عام نکلا۔

حدیث صدوسی وسوم عن ابن عمر رض انہ نظر یوما الی الکعبۃ فقال ما اعظمک وما اعظم حرمتک والمؤمن اعظم حرمۃ عند اللہ تعالی منک اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن کعبہ شریفہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تیری بڑی شان ہے اور تیری بڑی حرمت ہے اور مومن اللہ کے نزدیک حرمت میں تجھ

مسئلہ اشتراط تناسب

قول مظہریت انسان للحق

سے بھی زیادہ ہے روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر صفحہ ۲۷۲ **ف قول**۔ از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است اس حدیث سے اس قول
مشہور کا پورا اثبات ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں مومن کو جو کعبہ سے اعظم کہا گیا تو مدار اس کا ایمان ہے اور موصوف بالایمان قلب
ہے۔ پس قلب مومن کا افضل ہونا کعبہ سے ثابت ہوا اور اعظم کو مطلق فرمایا اس لئے ہزار درجہ اعظم کہنا بھی بروے حدیث
گنجائش رکھتا ہے اور از ہزاران بہتر کہنے کا حاصل یہی ہے کہ ہزاران درجہ از کعبہ بہتر ست۔ اسی طرح بعض بزرگوں کے کلام
میں قلب کو تجلی گاہ حق کہنا وارد ہے اس حدیث سے اس کی بھی اصل نکل سکتی ہے کیونکہ جب کعبہ تجلی گاہ حق ہے تو افضل
من الکعبہ کو بدرجہ اولے تجلی گاہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے۔ باقی یہ ظاہر ہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ
انسان کو جہت سجدہ بھی بنایا جاوے۔

حدیث صد و سی و چہارم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرء علی دین خلیلہ
فلینظر احدکم من یخالل اخرجہ ابوداؤد والترمذی **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے طریق پر ہوتا ہے سو ذرا دیکھ بھال لیا کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے روایت
کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی نے۔ تیسیر صفحہ ۲۹۳ **ف اصلاح**۔ احتیاط در اتخاذ شیخ۔ ظاہر ہے کہ پیر سے اعلیٰ درجہ کی
محبت ہوتی ہے اور جب معمولی دوستی دین کے اندر موثر ہے تو اتنی بڑی دوستی تو اس تاثیر سے کیسے خالی رہیگی۔ چنانچہ
مشاہد ہے کہ پیر کے عقائد و اعمال و اخلاق کا اثر مرید میں سرایت کرتا ہے اگر زیادہ نہیں تو کم از کم استحسان ہی کے درجہ
میں ضرور اثر کرتا ہے یعنی مرید ان امور کو مستحسن سمجھتا ہے پس اگر پیر کی حالت خراب ہوئی تو مرید کا خراب ہونا ظاہر
ہے اس لئے تلاش پیر میں بڑی احتیاط چاہیئے اس میں زیادہ تر بے عتنائی کی جاتی ہے جس کی اصلاح واجب ہے۔

حدیث صد و سی و پنجم عن عمرؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان
ثالثھما الشیطان اخرجہ الشیخان وابوداؤد۔ **ترجمہ** حضرت عمر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ سن رکھو کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہائی میں نہیں ہوتا مگر تیسرا وہاں شیطان ہوتا ہے روایت کیا
اسکو بخاری و مسلم و ابوداود نے تیسیر صفحہ ۲۰۳ **ف اصلاح**۔ احتجاب مریدہ از شیخ یہ ظاہر ہے کہ جب پردہ نہیں ہوتا
تو بعض اوقات تنہائی بھی ہو جاتی ہے اور بعض اوقات گو ظاہراً تنہائی نہیں ہوتی۔ مگر چونکہ وہاں سب عورتیں
اس مرد کی نامحرم ہی ہوتی ہیں اور کسی عورت کا محرم بھی وہاں نہیں ہوتا اس لئے حکماً وہ بھی تنہائی ہی ہے پس بے
پردگی کے لئے خلوت منہی عنہا عادۃً لازم ہے نیز بے پردگی میں دوسرے مفاسد بھی ہیں اس لئے آجکل جو رسم قبیح ہے
کہ مریدنی پیر سے پردہ نہیں کرتی اسکا انسداد و اصلاح واجب ہے۔

حدیث صد و سی و ششم عن ابی موسی قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخمس کلمات وفیہا
حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجھہ ما انتھی الیہ بصرہ من خلقہ اخرجہ مسلم
ترجمہ حضرت ابوموسی رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ مضمون بیان فرمائے
ان میں یہ بھی مضمون تھا کہ اللہ تعالی کا حجاب نور ہے اگر وہ اس حجاب کو اٹھادے۔ تو اس کے انوار جلال ذاتی تمام مخلوق کو

جہانتک اللہ تعالیٰ کی نگاہ پہونچے سب کو جلاوے (اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر تمامی مخلوق کو محیط ہے مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوق اُس کے نور ذات سے سوختہ ہوجاوے) روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر ص۲۵۲ **ف مسئلہ امتناع رویت در دنیا** اکثر جہلا صوفیہ کا اعتقاد ہے کہ سالک کو دنیا ہی میں مثل آخرت کے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوسکتا ہے یہ حدیث اس اعتقاد کی تغلیط کرتی ہے۔ ان لوگوں کو اپنے اس اعتقاد کی اصلاح واجب ہے۔

حدیث صد وسی و ہفتم عن عمر بن ثابت الانصاری انہ اخبرہ بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم حذر الناس انہ مکتوب بین عینیہ کافر یقرأہ من کرہ عملہ او یقرأہ کل مؤمن وقال تعلموا انہ لن یری احد منکم ربہ حتی یموت رواہ مسلم **ترجمہ** بعض صحابہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس روز دجال سے ڈرایا یوں بھی فرمایا کہ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھا ہوگا جو شخص اُس کے عمل کو ناپسند کریگا وہ اس کو پڑھے گا یا یہ فرمایا کہ ہر مومن اُس کو پڑھے گا اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ خوب جان رکھو کہ مرنے سے پہلے تم میں سے کوئی شخص اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا (اور دجال کو سب دیکھیں گے پس ثابت ہوا کہ وہ رب نہیں ہے) روایت کیا اس کو مسلم نے جلد ثانی ص۳۹۹ **ف** اسمیں امتناع رویت در دنیا اور زیادہ وضاحت و صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

حدیث صد وسی و ہشتم عن ابی ھریرۃ ان اعرابیا دخل المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فصلی رکعتین ثم قال اللھم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احدا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد تحجرت واسعا ثم لم یلبث ان بال فی المسجد فاسرع الیہ الناس فنھاھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین صبوا علیہ سجلا من ماء او قال ذنوبا من ماء اخرجہ الخمسۃ الا مسلما وھذا لفظ ابی داؤد والترمذی **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی مسجد میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور اُس نے دو رکعت پڑھی پھر دعا کی کہ اے اللہ مجھپر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت فرما اور (اُس رحمت میں) ہم دونوں کے ساتھ کسیکو شریک مت کر (وہ یوں سمجھا کہ شاید رحمت محدود ہوگی اگر اور لوگ بھی شریک ہونگے تو ہمارا حصہ گھٹ جاوے گا) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بھلے مانس) تونے ایک غیر محدود چیز کو (بزعم خود) محدود کردیا پھر زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ اُس نے مسجد میں پیشاب کردیا لوگ اُسکی طرف (روکنے کے لئے) دوڑے آپ نے اُن کو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم آسانی کرنے کو آئے ہو سختی کرنے نہیں آئے اس پیشاب پر ایک ڈول پانی بہادو روایت کیا اس کو بخاری و مالک وابوداؤد و ترمذی ونسائی نے تیسیر ص۲۷۵ **ف خلق رفق بر اقوال وافعال جاہلانہ** اکثر بزرگوں کی عادت ہے کہ جہلا کی حرکات پر تشدد نہیں کرتے بلکہ نرمی اور تحمل سے پیش آتے ہیں حتی کہ بعض اوقات کم فہموں کو مداہنت کا شبہہ ہوجاتا ہے سو اس حدیث سے ایسے امور میں غایت نرمی اور ضبط کا اثبات ہوتا ہے۔ اور مداہنت وہ ہے جسمیں بنی کوئی دنیوی غرض ہو اور جہاں مصلحت دینیہ ہو وہ محمود ہے

حدیث صد و نہم عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بعد ذکرہ فضل بعض الاعمال فذلکم الرباط فذلکم الرباط فذلکم الرباط اخرجہ مسلم ومالک والترمذی والنسائی۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اعمال کی فضیلت ذکر کرکے اُن اعمال کی نسبت فرمایا کہ یہ مورچہ بندی ہے یہ مورچہ بندی ہے یہ مورچہ بندی ہے۔ (یعنی شیطان کے ساتھ جو مسلمان کا محاربہ رہتا ہے ان اعمال کو کرنا گویا اپنی سرحد کی حفاظت ہی) روایت کیا اسکو مسلم اور مالک اور ترمذی اور نسائی نے تیسیر صفحہ ۲۸۳ **ف قول** جہاد باشیطان ہمارے پیر ومرشد علیہ الرحمتہ نے اپنے رسالہ جہاد اکبر میں سالک کی لڑائی شکر شیطان ونفس سے قرار دیکر نہایت نفیس اور مفصل مضمون لکھاہی یہ حدیث اس مضمون کی مرجع اصل ہے کیونکہ رباط محاربہ میں ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں محاربہ نفس وشیطان ہی سے ہے۔

عمل جہاد باشیطان

حدیث صد و چہلم عن جابر رضہ فی حدیث طویل فلما خرج الرجلان الی فم الشعب اضطجع المہاجری وقام الانصاری یصلی فاتی الرجل فلما رای شخصہ عرف انہ ربیئۃ فرمی بسہم فوضعہ فیہ فنزعہ حتی رمی بثلثۃ اسہم ثم رکع وسجد ثم انبہ صاحبہ فلما عرف انہم قد نذروا بہ ھرب ولما رای المہاجری ما بالانصاری من الدماء قال سبحان اللہ الا انبہتنی اول ما رمی قال کنت فی سورۃ اقرءھا فلم احب ان اقطعہا اخرجہ ابوداؤد

ترجمہ حضرت جابر رضہ سے ایک قصہ میں روایت ہی کہ جب دونوں شخص (کہ صحابی تھے) گھاٹی کے مونہ پر پہونچے تو مہاجری تو لیٹ گئے اور انصاری (جنکی باری پہرہ دینے کی تھی) نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے اتنے میں ایک شخص (جو جاسوس کفار کا تھا) آیا جب اُس نے ان انصاری کا جثہ دیکھا سمجھ گیا کہ یہ نگراں ہیں پس ان کے ایک ایسا تیر مارا کہ اُن کے بدن میں پرودیا اُنہوں نے نکالکر پھینک دیا یہانتک کہ تین تیر مارے پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر (نماز سے فارغ ہوکر) اپنے ساتھی (مہاجری) کو جگایا جب اُس جاسوس کو معلوم ہوا کہ لوگوں کو میری خبر ہوگئی ہے۔ تو وہ بھاگ گیا اور جب مہاجری نے انصاری کو خون خون دیکھا تو (تعجب سے) کہا سبحان اللہ تم نے مجھکو اول ہی تیر مارنے پر کیوں نہ جگالیا کہنے لگے کہ میں ایک سورت پڑھنے میں مشغول تھا مجھکو اُس کا قطع کرنا اچھا نہ معلوم ہوا۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر صفحہ ۲۸۸ **ف حال لذت** درحالت قرأت نماز اور قرآن یا اور طاعت میں لذت حاصل ہونا ایک حال رفیع ہے اور ان صحابی کی حالت اس کے محمود ہونے کی دلیل ہے کیونکہ عدم قطع کو لم احب سے معلل فرمانے کی یہی توجیہ ہوسکتی ہے۔

حال لذت درحالت قرأت

حدیث صد و چہل و یکم عن علی رضہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یغسلہا فعل بہ کذا وکذا من النار قال علی رضہ فمن ثم عادیت راسی ثلثا وکان یجز شعرہ اخرجہ ابوداؤد **ترجمہ** حضرت علی رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جنابت میں ایک بال کی جگہ بھی بے دھوئے چھوڑدے دوزخ میں اُس کا ایسا ایسا حال ہوگا

حضرت علی رضی فرماتے ہیں کہ بس اُسی وقت سے میں اپنے سر کا دشمن ہو گیا اور حضرت علی رضہ کی عادت تھی کہ اپنے سر کے بال قطع کرا دیتے تھے۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ص ۲۹۷ **ف عادۃ حلق موی سر** اکثر مشائخ کی عادۃ ہے کہ سر کے بال منڈوا دیتے ہیں حضرت علی رض کا یہ عمل اس عادت کا مأخذ ہے اور مصلحت اور مبنی اسکا خود حدیث مرفوع میں مذکور ہے کہ احتیاط ہے غسل میں اور دوسری مصلحتوں کا ہونا بھی اس کے منافی نہیں مثلاً بالوں کی خدمت میں شغل قلب ہونا یا بعض اشغال کی حرارت سے بالوں کا موذی ہونا۔

عادۃ حلق موی سر

حدیث صد و چہل و دوم عن عثیم بن کثیر بن کلیب عن ابیہ عن جدہ انہ جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قد اسلمت فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الق عنک شعر الکفر یقول احلق الحدیث اخرجہ ابو داؤد **ترجمہ** کلیب رضہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اسلام قبول کیا آپ نے فرمایا کہ حالت کفر کے بال اتروا ڈالو یعنی سر منڈوا دو۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ص ۲۹۸ **ف رسم حلق الشعر وقت البیعۃ** بعض مشائخ کا معمول منقول ہے کہ مرید کرنے کے وقت اسکی موتراشی کرتے تھے اس کی اصل اور مصلحت کہ زمانہ معصیت کے اثر کو زائل کرنا ہے حدیث میں مذکور ہے۔

رسم حلق الشعر وقت البیعۃ

حدیث صد و چہل و سوم عن اسلم قال فی حدیث طویل وکان عند عمر صحاف تسع فلا تکون فاکھۃ ولا طریفۃ الا جعل منھا فی تلک الصحاف فیبعث بھا الی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اخرجہ مالک۔ **ترجمہ** اسلم سے حدیث طویل میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ کے پاس نو طباق تھے سو کوئی میوہ یا اور کوئی عمدہ چیز نہیں ہوتی تھی مگر حضرت عمر رضہ اُس کو اُن طباقوں میں لگا کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے پاس (کہ نو تھیں) بھیجا کرتے روایت کیا اسکو مالک نے تیسیر ص ۳۰۵ **ف عادۃ خدمت اہل الشیخ بعدہ** عام اہل طریق کا عمل ہے کہ پیر کی غیبت یا وفات کے بعد اُن کے اہل و عیال کی خدمت لازمی طور پر کرتے ہیں یہ حدیث اس کے محمود ہونے میں صریح ہے۔

عادۃ خدمت اہل الشیخ بعدہ

حدیث صد و چہل و چہارم عن عمر رضہ قال ایاکم واللحم فان لہ ضراوۃ کضراوۃ الخمر وان اللہ یبغض اھل البیت اللحمیین اخرجہ مالک۔ **ترجمہ** حضرت عمر رضہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ گوشت (کی کثرت) سے احتیاط رکھا کرو کیونکہ اسکی خواہش بھی ایسی ہی ہو جاتی ہے جیسے شراب کی طلب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے گھر والوں کو پسند نہیں کرتے جنکو گوشت کھانیکی (لازمی) عادت ہو جاوے۔ روایت کیا اس کو مالک نے تیسیر ص ۳۰۵ **ف عادۃ بعض ترک اللحم** بعض درویش دیکھے گئے ہیں کہ گوشت نہیں کھاتے سو اسمیں تفصیل ہے اگر اس ترک کی وہ مصلحت ہے جو حدیث میں مذکور ہے یعنی تقلیل قوت بہیمیہ جو مفضی الی المعاصی ہو جاتی ہے تب تو اُس کا مبنی صحیح اور موافق حدیث کے ہے البتہ گاہ گاہ کھا لینا مناسب ہے کہ صورۃ تحریم حلال نہ ہو اور اگر اس کو کچھ قرب الٰہی میں دخل سمجھتے ہیں تو بدعت ہے۔ اور اگر عملیات وغیرہ اس کا سبب ہے تو بنا ء العبث علی

عادۃ بعض ترک اللحم

العبث ہے۔ اور اگر اسکا منشا ذبح کو خلاف ترحم علی الحیوان سمجھنا ہے تو الحاد فی الدین ہے۔

حدیث صد و چہل و ہفتم عن جابرؓ قال ادرکنی عمرؓ ومعی لحم فقال ما هذا یا جابر قلت قرمنا الی اللحم فاشتریت بدرہم لحما فقال عمرؓ او کلما اشتهیت شیئاً اشتریته حسب احدکم من السرف ان یاکل کل ما اشتهی اخرجه مالک ترجمہ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ مجھکو حضرت عمر رضؓ ملے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کیا جب کسی چیز کی تم کو رغبت ہوتی ہے تم اسکو خرید ہی لیتے ہو آدمی کے مسرف ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جس چیز کو جی چاہا کرے وہی کھالیا کرے روایت کیا اس کو مالک نے تیسیر ص ۲۰۶

ف عادۃ تقلیل لذات قریب قریب کل اہل طریق کے تقلیل لذات کا ایک خاص درجہ میں اہتمام رکھتے ہیں جو مدلول ہے حدیث کا اور یہ ایک شعبہ ہے مجاہدہ کا۔

حدیث صد و چہل و ہشتم عن ابی سعید قال کنا فی مسیر لنا فی الحدیث قصۃ اللدیغ وفیه فقال ما رقیت الا بام الکتاب قلنا لا تحدثوا شیئاً حتی ناتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنسأله فلما قدمنا ذکرناه له فقال وما یدریک انها رقیة اقسموا واضربوا لی بسهم اخرجه الخمسة الا النسائی

ترجمہ حضرت ابو سعید رضؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے اور اسی حدیث میں مار گزیدہ کا قصہ ہے اور اسمیں یہ ہے کہ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے (اس مار گزیدہ کو) صرف سورہ فاتحہ سے جھاڑا تھا وہ اچھا ہو گیا اور جو معاوضہ میں سو بکریاں ٹھہری تھیں وہ وصول کرلیں پھر ہم نے (باہم) کہا کہ ابھی (ان بکریوں کے بارہ میں) کوئی نئی بات (تصرف وغیرہ) مت کرنا یہانتک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر (حکم شرعی) دریافت کرلیں سو ہم جب حاضر ہوئے ہم نے آپ سے ذکر کیا آپ نے (تعجب سے) فرمایا کہ تم کو کیسے خبر ہو گئی کہ سورہ فاتحہ جھاڑ بھی ہے (پھر ان کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ) ان بکریوں کو تقسیم کرلو اور میرا بھی حصہ لگانا یہ اس لئے فرمادیا کہ اس کے حلال ہونے میں شبہ نہ رہے) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے تیسیر ص ۳۱۱

ف رسم نذرانہ تعویذ بعضے تعویذوں میں نذرانہ ٹھہرالینا یا لے لینا بعضے بزرگوں کا معمول ہے اس کا جائز ہونا اور بزرگی کے منافی نہونا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ وہ عمل خلاف شرع نہ ہو اور اسمیں کسی قسم کا خداع نہو جسکی تفصیل رسالہ التقی میں لکھدی ہے البتہ خود تعویذ گنڈوں کا مشغلہ غیر منتہی کے لئے بوجہ ہجوم عوام و مزاحمت انام کے مضر باطن ہے۔

حدیث صد و چہل و نہم عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طیرۃ ویعجبنی الفال قالوا وما الفال قال کلمة طیبة اخرجه الخمسة الا النسائی ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیماری لگنا (اسطرح کہ تخلف ہی نہو) کوئی چیز نہیں اور بدشگونی کوئی چیز نہیں اور مجھکو فال نیک اچھی معلوم ہوتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ فال نیک کیا چیز ہے فرمایا کہ کوئی دل خوش کن کلمہ ہے (کہ کان میں پڑ جاوے اور اس کو مطلب سے کچھ مناسبت ہو جیسے کوئی شخص گم شدہ چیز کو تلاش کرتا تھا اتفاق سے کسی شخص نے دوسرے کو واجد علی نام لیکر پکارا جسکے معنی ہیں پالینے والا تو وہ شخص اس کو سن کر خوش ہو گیا)

تقلیل لذات

نذرانہ تعویذ

روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے تیسیر ص۳۱۶ **ف** رسم تفاؤل از قرآن یا کتب بزرگان بعض اہل عقیدت کو دیکھا گیا ہے کہ کسی ظاہری یا باطنی حاجت کے بارہ میں قرآن مجید یا دیوان حافظ یا مثنوی مولوی رومی سے فال لیتے ہیں اس حدیث میں اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے اگر اسی حد تک ہو مضائقہ نہیں اور حاصل اُس کا رجاء من اللہ تعالیٰ باسباب الرجاء ہے جو بلا تفاؤل بھی امور محمودہ میں سے ہے۔ اور اگر اس سے تجاوز کیا جاوے مثلاً اُس بزرگ کو حاضر و ناظر یا اُس جواب کو اُن کا تصرف یا اس مضمون کو فیصلہ قطعی سمجھا جاوے تو مذموم اور بدعت قریب لشرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اس سے لوٹا گھما کر چور معلوم کرنے کا گناہ ہونا معلوم ہو گیا ہوگا

حدیث صد و چہل و ہشتم عن علی رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع وان استغنی عنہ اغنی نفسہ اخرجہ رزین **ترجمہ** حضرت علی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین کا عالم بھی خوب ہوتا ہے۔ اگر کوئی اُس کے پاس (دینی) احتیاج پیش کرے تو نفع پہونچاوے (یعنی دین کی تعلیم کرے) اور اگر کوئی اُس کے پاس احتیاج نہ پیش کرے تو وہ بھی اپنے آپ کو بے پرواہ کرکے رکھے روایت کیا اس کو رزین نے تیسیر ص۳۱ **ف** عادۃ عدم تصدی یعنی درپے کسے نشدن جماعت صوفیہ میں اکثر کا مسلک نصیحت کے باب میں یہ ہے کہ زیادہ کسی کے پیچھے نہیں پڑتے ایک دو بار کہکر اپنا حق ادا کر دیا اگر مان لیا بہتر ورنہ اپنے شغل میں لگتے ہیں اغنی نفسہ اپنے عموم سے اس عادت کا ماخذ ہے اور دوسری جزئی اس کی یہ بھی ہے کہ اپنی دنیوی حاجت انکے سامنے پیش نہیں کرتا مگر بقرینہ مقارنت استغنی جزئی اول اقرب ہے

حدیث صد و چہل و نہم عن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان العلماء ورثۃ الانبیاء اخرجہ ابو داؤد۔ **ترجمہ** حضرت ابو الدرداء رض سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ علماء وارث ہوتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے تیسیر ص۲۱ **ف** مسئلہ توارث نسبت اہل طریق میں مشہور ہے کہ نسبت باطنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متوارث چلی آتی ہے۔ اس حدیث سے اس کا اسطرح اثبات ہوتا ہے کہ دوسری حدیثوں سے علم کا مصداق حقیقی علم فی القلب ثابت ہوتا ہے اور اسکو مورث عن الانبیاء فرمایا یہی حاصل ہے مسئلہ مذکورہ کا۔ اور انبیاء کے جمع لانے کی یہ توجیہ ہے کہ ہر امت کے علماء کو یہ دولت اپنے اپنے پیغمبر سے پہونچی خواہ بواسطہ یا بلا واسطہ

حدیث صد و پنجاہم عن علی رض قال حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ۔ اخرجہ البخاری۔ **ترجمہ** حضرت علی رض سے روایت ہے کہ لوگوں کے سامنے ایسی بات کرو جس کو وہ سمجھیں کیا (سمجھ سے باہر باتیں کرکے) تم اسکو پسند کرتے ہو کہ خدا اور رسول کی تکذیب کیجاوے (یعنی جب وہ بات قرآن و حدیث سے صراحتہً یا استدلالاً ثابت ہے تو خدا اور رسول کی کہی ہوئی ہوئی اور چونکہ سمجھ سے باہر ہے اسلئے عوام کرینگے اُسکی تکذیب پس تم سبب ہوئے خدا اور رسول کی تکذیب کے اور چونکہ ضروریات دین میں سے کوئی امر ایسا نہیں ہے لہذا یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس میں بعض دین کا کتمان لازم آتا ہے) روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص۳۱ **ف**

ع۔ دکذا قولہ تعالیٰ اما من استغنیٰ فانت لہ تصدی ۱۲ منہ

اصلاح: کفِ لسان عن الدقائق عند العوام۔ بعضے بیباک صوفی عوام کے سامنے بے تکلف تصوف کے دقائق بیان کر بیٹھتے ہیں بعضے عوام تو اُن کو خلافِ شریعت سمجھکر اُن کی تکذیب کرتے ہیں اور بعضے باوجود اُن کی حقیقت نہ سمجھنے کے اُن کو مانکر قواعدِ مشہورہ شرعیہ کے منکر ہو جاتے ہیں سو ہر حال میں اللہ و رسول کی تکذیب کا تحقق ہوا والثانی اشد من الاول اس حدیث میں اس عادۃ کی ممانعت ہے۔

حدیث صد و پنجاہ و یکم عن ابن مسعودؓ انہ قال ما انت بمحدث قوما حدیثا لا یبلغہ عقولہم الا کان لبعضہم فتنۃ اخرجہ مسلم۔ ترجمہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب تم کسی قوم سے ایسی بات کروگے کہ جہان تک اُن کی عقل کی رسائی نہ ہو تو وہ ضرور بعضوں کے لئے خرابی کا باعث ہوگی روایت کیا اس کو مسلم نے تیسیر صفحہ ۲۱۰۔

ف اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو اس کے قبل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

حدیث صد و پنجاہ و دوم عن ابن عمرو بن العاص قال کنت اکتب کل شئی سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنھتنی قریش وقالوا تکتب کل شئی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر یتکلم فی الرضا والغضب فامسکت عن الکتابۃ حتی ذکرت ذالک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاومأ باصبعہ الی فیہ وقال اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا الحق۔ اخرجہ ابو داؤد۔

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا اُس کو لکھ لیا کرتا تھا مجھکو قریش نے منع کیا اور کہا کہ تم سب کچھ لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آخر) بشر ہیں خوشی اور ناخوشی ہر حالت میں کلام فرماتے ہیں (اور ناخوشی میں احتمال ہوتا ہے کلام میں کمی بیشی ہو جانے کا) میں لکھنے سے رُک گیا یہانتک کہ میں نے اسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس مونہ سے بجز حق بات کے اور کچھ نہیں نکلتا (نہ حالت رضا میں نہ حالت غضب میں یعنی ہم دوسرے لوگوں کی طرح مغلوب الغضب نہیں ہوتے کہ غصہ میں جو چاہے مونہ سے نکل گیا) روایت کیا اسکو ابو داؤد نے۔ تیسیر صفحہ ۲۱۹۔

ف رسم کتابت ملفوظات اکثر معتقدین اپنے معتقد علیہم کے ملفوظات جمع کیا کرتے ہیں اس حدیث سے اسکا جواز ثابت ہوتا ہے اور جواز کے ساتھ یہ بھی تاکید نکلتی ہے کہ اس جمع میں نہایت احتیاط درکار ہے کیونکہ مشائخ میں بشریت مظنہ ہے صدور خطا کا اور مانع عن الخطا یعنی عصمت متحقق نہیں۔

حدیث صد و پنجاہ و سوم عن ابی ہریرۃؓ قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر قصۃ الحدیث فقال ابو شاہ اکتبوا لی یا رسول اللہ فقال اکتبوا لابی شاہ اخرجہ الترمذی وصححہ۔ ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر راوی نے حدیث میں ایک مضمون ذکر کیا ہے (خطبہ سُنکر) ابو شاہ نے عرض کیا کہ یہ مضمون مجھکو لکھ دیجئے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ ابو شاہ کو لکھ دو روایت کیا اس کو ترمذی نے اور صحیح کہا اُس کو تیسیر صفحہ ۲۱۹۔ **ف** رسم کتابت ارشاد زبانی یا شجرہ و سند برائے مرید اس حدیث سے زبانی تلقین

کتابت ملفوظات

کتابت ارشادِ زبانی یا شجرہ و سند

وارشاد کئے ہوئے امر کے مقید بالکتابتہ کر دینے کا موافق سنت ہونا ثابت ہوا۔ اہل طریقت کی یہ سب عادتیں اسمیں داخل
ہوگئیں ذکر و شغل کا طریقہ یاد کرے، لئے لکھکر دیدینا شجرہ لکھکر دینا سند خلافت لکھ دینا۔

حدیث صد و پنجاہ وچہارم عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا انکم تذنبون لذہب اللہ
تعالی بکم وخلق خلقا یذنبون فیغفر لھم اخرجہ مسلم والترمذی ولمسلم عن ابی
ھریرۃ نحوہ وزاد فیستغفرون وزاد رزین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی
نفسی بیدہ لو لم تذنبوا لخشیت علیکم ما ھو اشد منہ وھو العجب۔

ترجمہ حضرت ابو ایوب رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے
تو اللہ تعالی تم کو اس عالم سے لے جاتا اور ایک اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتے پھر (حسب زیادت روایت مسلم)
وہ استغفار کرتے اور اللہ تعالی اُن کی مغفرت کرتا۔ روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی نے اور رزین نے اتنا اور زیادہ
کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر
تم گناہ نہ کرتے تو مجھکو اُس سے زیادہ سخت چیز کا تمپر اندیشہ تھا اور وہ عجب یعنی خود بینی ہے تیسیر ص ۳۱۹ و ۳۲۰

ف مسئلہ ضرورت تکوینیہ قبائح درعالم دیگر **ف** مسئلہ اقتضاء اسماء آلہیہ ظہور را دیگر **ف**
تعلیم حکمت بعض انواع قبض۔ اول کے دو مسئلے مسلم اور ترمذی کی روایت سے ثابت ہوتے ہیں اول مسئلہ
کی تقریر یہ ہے کہ محققین نے فرمایا ہے کہ عالم میں تشریعا تو صرف ایمان وطاعت ہی مطلوب ہے مگر تکوینا کفر ومعصیت
بھی ضروری التحقق ومطلوب الوجود ہے۔ اور دوسرا مسئلہ جو بمنزلہ حکمت مسئلہ اولی کے ہے اُس کی تقریر یہ ہے
کہ حق تعالی کے تمام اسماء جمیل ہیں اور جمیل ہونے کی وجہ سے مقتضی ظہور ہیں اور ہر ایک کا ظہور خاص خاص
حوادث کے تحقق کو مقتضی ہے حدیث کی دلالت مسئلہ اولی پر ظاہر ہے کہ ذنوب کی ضرورت صدور کو کس اہتمام
سے فرمایا اور مسئلہ ثانیہ پر نیز دلالت یغفر لھم میں تامل کرنے سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ حکمت اس ضرورت
مذکورہ کی اپنی مغفرت کو فرمایا جس کی تقریر یہ ہے کہ حق تعالی کے اسماء میں سے ایک غفار بھی ہے اُس کا ظہور
اسی طرح ہے کہ عالم میں ذنوب کا وجود ہو اور اُس سے غفار کا تعلق ہو ان ہی دونوں مسئلوں کی طرف حافظ
شیرازی نے نہایت لطیف طور پر اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎ درکارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است
آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد۔ کارخانۂ عشق سے مراد کارخانہ عالم ہے۔ بوجہ اس کے کہ حسب قول مشہور
فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق سبب خلق عالم کا حب معروفیت ہے اور حب عشق باہم مترادف ہیں پس
حاصل یہ ہوا کہ منتقم مثلا مقتضی ظہور ہے۔ اور وہ موقوف ہے وجود کفر پر۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اقتضاء سے
مراد اقتضاء اضطراری نہیں تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا اور نہ مقصود اس سے ترغیب دینا ہے معاصی پر
للزوم التعارض بین النصوص بلکہ ایک حکمت بیان کرنے مقصود وتقویت قلب تائب عن المعاصی بعد صدور
المعاصی ہے۔ اور تیسرا مضمون یعنی حکمت بعض انواع قبض رزین کی روایت سے ثابت ہے جس کو شائع اپنی

مسئلہ: ضرورت تکوینیہ قبائح درعالم

مسئلہ: اقتضاء اسماء آلہیہ ظہور را

مسئلہ: تعلیم حکمت بعض انواع قبض

تعلیمات ہیں ارشاد فرمایا کرتے ہیں یعنی قبض کی ایک نوع وہ ہے جو صدور معصیت سے ہو بعض اوقات سالک صدور معصیت کے بعد اس قدر دلگیر اور تنگ ہوتا ہے کہ اگر اس کو سنبھالا نہ جاوے تو یا تو اپنے کو ہلاک کر ڈالے یا ناامید ہو کر معطل محض ہو جاوے اور سب ذکر و طاعت کو چھوڑ بیٹھے ایسے وقت اسکو اس بات کے سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اگر معصیت صادر ہو گئی تو توبہ کر لو اور بعد توبہ کے اسقدر پریشان اور مایوس مت ہو کیونکہ اس میں بھی ایک حکمت تھی وہ یہ کہ شاید عدم صدور سے تم میں عجب پیدا ہو جاتا خدا تعالے نے اس کا علاج کر دیا سو اس مضمون سے اس کو توبہ کا عزم اور طاعت کی طرف عود پیدا ہو جاتا ہے جو کہ مامور بہ ہے خوب سمجھ لو۔

حدیث صد و پنجاہ و پنجم عن ابن عباس قال حدثنی عمر بن الخطاب قال لما کان یوم بدر نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المشرکین وھم الف واصحابہ ثلثمائۃ وتسعۃ عشر رجلا فاستقبل القبلۃ ثم مد یدیہ فجعل یھتف بربہ یقول اللھم انجزلی ما وعدتنی اللھم اتنی ما وعدتنی اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من المسلمین لا تعبد فی الارض فما زال یھتف بربہ مادا یدیہ حتی سقط رداءہ عن منکبیہ الحدیث اخرجہ مسلم والترمذی

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عمر رضؓ نے حکایت بیان کی کہ جب غزوہ بدر کا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو دیکھا وہ ایک ہزار تھے۔ اور آپ کے اصحاب تین سو انیس تھے پس آپ قبلہ کیطرف متوجہ ہو کر دونوں ہاتھ (دعا کے لئے) دراز کر کے حق تعالیٰ کو پکارنے لگے اور یوں فرمانے لگے کہ اے اللہ مجھسے جو وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا فرمائیے اے اللہ مجھسے جو وعدہ فرمایا ہے وہ مجھکو عطا فرمائیے اے اللہ اگر یہ جماعت مسلمانوں کی فنا ہو گئی۔ تو پھر زمین میں آپ کی عبادت نہ ہو گی (کیونکہ بجز ان کے اور کوئی عابد نہیں ہے) پس آپ برابر اسیطرح ہاتھ پھیلائے ہوئے دعا کرتے رہے یہانتک کہ آپ کی چادر مبارک آپکے کندھوں سے کھسک کر گر گئی روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی نے تیسیر ص ۳۲۶ ف حال ادلال ادلال جسکا ترجمہ ناز ہے ایک حال ہے جو بعض محبین کو غلبۂ انس و انبساط میں کہ ایک نوع ہے محبت کی پیش آیا ہے اس حدیث کا مضمون صاف ناشی ہے اسی ادلال سے کامل اور غیر کامل میں اتنا تفاوت ہے کہ کامل کا قول و فعل اس حالت میں بھی حد ادب سے متجاوز نہیں ہوتا غیر کامل سے احیانا ایسا بھی ہو جاتا ہے اور یہی لا تعبد کے مضمون کو حافظ شیرازی نے اسطرح ادا کیا ہے ؎ سایۂ معشوق گر افتاد بر عاشق چہ شد ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود۔ ای حدیث ما ہر انواہاں بود و فعبر عن الارادۃ بالاشتیاق۔

حدیث صد و پنجاہ و ششم عن انس رضؓ فی قصۃ غزوۃ احد من قول انس بن النضر قال یا سعد بن معاذ الجنۃ ورب النضر انی لاجد ریحھا من دون احد الحدیث اخرجہ الشیخان والترمذی۔

ترجمہ حضرت انس بن مالک سے قصہ غزوہ احد میں ان کے چچا حضرت انس بن النضر کا قول مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اے معاذ قسم ہے نضر کے پروردگار کی کہ جنت کی خوشبو پاتا ہوں جبل احد کے پیچھے سے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم اور ترمذی نے تیسیر ۳۲۹ ف حال کشف عالم غیب عالم غیب کی اشیاء کا

حال ادلال

حال کشف عالم غیب

منکشف ہونا ایک حال رفیع ہے جبکہ اتباع شرع کے ساتھ ہو حدیث کی دلالت اسپر ظاہر ہے۔

حدیث صد و پنجاہ و ہفتم عن سعد بن ابی وقاص قال رایت علی یمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی شمالہ یوم احد رجلین علیہما ثیاب بیض یقاتلان کاشد القتال ما رایتہما قبل ولا بعد یعنی جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام اخرجہ الشیخان

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاص رض سے روایت ہے کہ میں نے غزوہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے بائیں دو شخص دیکھے جنپر سفید کپڑے تھے اور بہت سخت لڑائی لڑ رہے تھے میں نے اُن کو نہ اُس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا یعنی وہ دونوں شخص جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام تھے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے تیسیر ص ۳۰۳ **ف حال** کشف ملائکہ ونیز **ف مسئلہ** تمثل حضرت جبرئیل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام کا نظر آجانا حضرت سعد کو حدیث میں صریحاً مذکور ہے اور اسیطرح آدمی کی شکل میں متمثل ہونا بھی جس کی شرح سب سے اول حدیث کے ذیل میں گذر چکی ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اگر یہ فرشتے اوروں کو بھی نظر آتے تھے تب تو مدلول حدیث مسئلہ تمثل ہے اور اگر اوروں کو نظر نہ آتے تھے تو مدلول حدیث کشف ملائکہ ہے۔

حدیث صد و پنجاہ و ہشتم عن ابی ہریرۃ فی قصۃ غزوۃ الرجیع من الحدیث الطویل عن بعض بنات الحارث کانت تقول ما رایت اسیرا قط خیرا من خبیب لقد رایتہ یاکل من قطف عنب وما بمکۃ یومئذ ثمرۃ وانہ لموثق بالحدید وما کان الا رزقا رزقہ اللہ خبیبا وفیہ وبعثت قریش الی عاصم لیوتوا بشیء من جسدہ بعد موتہ وکان قتل عظیما من عظماھم یوم بدر فبعث اللہ علیہم مثل الظلۃ من الدبر فحمتہ من رسلہم فلم یقدروا منہ علی شیء اخرجہ البخاری وابو داؤد۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے قصہ غزوہ رجیع کے متعلق ایک حدیث طویل میں یہ قصہ حارث کی ایک دختر سے منقول ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے حضرت خبیب رض سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا میں نے اُن کو انگور کا خوشہ کھاتے ہوئے دیکھا اور اس وقت مکہ میں میوہ یا پھل کا کہیں نام ونشان نہ تھا اور خود وہ لوہے میں مقید تھے۔ وہ محض ایک (غیبی) رزق تھا جو اللہ تعالےٰ نے حضرت خبیب رض کو عطا فرمایا تھا اور اسی حدیث میں یہ قصہ (حضرت عاصم رض کا) ہے کہ قریش نے عاصم کی طرف کچھ آدمی روانہ کئے تاکہ اُن کی لاش کا کوئی جزو (کاٹ کر) لے آئیں اور وجہ اس کی یہ تھی کہ انھوں نے قریش کے کسی بڑے سردار کو بدر کے دن قتل کیا تھا اسلئے نشان کے واسطے لاش کا جزو منگاتے تھے کہ دیکھکر خوشی اور تسلی زائد ہو پس اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں پر سائبان کی طرح (یعنی بکثرت) بھڑوں کو بھیجدیا اور انھوں نے حضرت عاصم (کی لاش) کو قریش کے فرستادوں سے محفوظ رکھا غرض وہ لوگ اُنپر قادر نہ ہوئے روایت اس کو بخاری وابو داؤد نے تیسیر ص ۳۰۳ **ف حال** کرامت حدیث میں حضرت خبیب رض اور حضرت عاصم رض کی عظیم کرامتین مذکور ہیں

جو کہ بشرط اتباع شریعت اہل اللہ کے حالات رفیعہ میں سے ہے۔

حدیث صد و پنجاہ و نہم عن انس رضی اللہ عنہ فی قصۃ غزوۃ بئر معونۃ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوما من بنی سلیم الی بنی عامر وفی روایۃ بعث خالی حراما اخا لام سلیم فی سبعین راکبا فلما قدموا قال لھم خالی اتقدمکم فان امنونی حتی ابلغھم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا کنتم منی قریبا فتقدم فامنوہ فبینما ھو یحدثھم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ اوماؤا الی رجل منھم فطعنہ فانفذہ فقال اللہ اکبر فزت ورب الکعبۃ الحدیث اخرجہ الشیخان وفی روایۃ للبخاری عن انس رضی اللہ عنہ یقول لما طعن حرام بن ملحان یوم بئر معونۃ قال (ای اخذ) بالدم ھکذا فنضحہ علی وجھہ و رأسہ ثم قال فزت ورب الکعبۃ **ترجمہ** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قصہ غزوہ بیر معونہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سلیم میں سے ایک جماعت کو (کہ مسلمان تھے) بنی عامر کے پاس (کہ کافر تھے تبلیغ دین کی غرض سے) بھیجا اور ایک روایت میں ہے کہ میرے (یعنی انس رضی اللہ عنہ کے) ماموں حرام بن ملحان کو کہ ام سلیم (والدہ انس) کے بھائی تھے ہمراہی ستر سواروں کے بھیجا جب یہ لوگ وہاں پہونچے تو اُن سے میرے ماموں نے کہا کہ میں آگے جاتا ہوں اگر اُن لوگوں نے مجھکو اتنا امن دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اُن کو پہونچا سکا تو خیر ورنہ اس وقت تم میرے پاس آجانا غرض وہ آگے بڑھے اور اُن لوگوں نے (ظاہر میں) امن دیا پس اس درمیان میں کہ وہ اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بات چیت کر رہے تھے کہ دفعۃً اُن لوگوں نے اپنے میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اُس نے ان کے ایک نیزہ مارا اور پار کر دیا یہ (خوشی کے جوش میں) بول اُٹھے اللہ اکبر قسم رب کعبہ کی میں مراد کو پہونچ گیا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے تیسیر ص ۱۳۲ اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت انس ہی سے یہ ہے کہ جب ان کے یوم بیر معونہ میں نیزہ لگا تو خوش ہو کر (خون کو اس طرح لے کر اپنے چہرہ اور سر پر چھڑکا (اور ملا) پھر کہا کہ قسم رب کعبہ کی میں مراد کو پہونچ گیا۔ بخاری جلد ثانی صفحہ ۵۸۵ **ف** حال اشتیاق موت ان کے اس قول اور فعل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس عاشقانہ موت کی شدت سے تمنا اور اشتیاق تھا جس کے حصول پر شدت سے خوش ہوئے پس عشاق کے کلام میں جو یہ مضمون بکثرت پایا جاتا ہے یہ اُسکی اصل ہے۔ **ف** قول۔ وضو بخون۔ اور نیز بعض عشاق کے کلام میں خون سے وضو کرنے کا مضمون آیا ہے چہرہ پر خون ملنا اس مضمون کا پورا نقشہ ہے۔

حال اشتیاق موت

وضو بخون

حدیث صد و شصتم عن انس رضی اللہ عنہ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخندق فاذا المھاجرون والانصار یحفرون فی غداۃ باردۃ ولم یکن لھم عبید یعملون ذلک لھم فلما رای ما بھم من النصب والجوع قال اللھم ان العیش عیش الاخرہ فاغفر للانصار والمھاجرہ فقالوا مجیبین لہ نحن الذین بایعوا محمدا علی الجہاد ما بقینا ابدا اخرجہ الشیخان والترمذی **ترجمہ** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف متوجہ ہوئے اور مہاجرین و انصار سردی میں صبح کے وقت اُس کو کھود رہے تھے اور اُن کے پاس

غلام نہ تھے کہ اس کام کو کر لیتے جب آپ نے اُن کی مشقت اور رفاقہ کی حالت دیکھی تو اُن کے دل بڑھانے کو) دعا کی کہ اے اللہ عیش تو آخرت ہی کا ہے سو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرمادیجئے صحابہ نے جواب میں (یہ کلام منظوم) عرض کیا نحن الذین الخ یعنی ہم وہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی نے تیسیر ص۳۳۱ ف عادۃ بعض سماع برای تنشیط روح۔ بعض اہل طریق کا یہ مذاق ہوا ہے کہ جب اسباب عارضہ سے طبیعت میں ملال یا فتور یا انقباض ہوا ہے اُسکے رفع کے لئے موافق شرائط اباحۃ کے قدرے سماع سن لیا ہے تاکہ نشاط پیدا ہو کر طاعت مقصودہ سہل ہو جاوے۔ پس مقصود طاعت ہوتی تھی اور سماع معین اُس مقصود کا اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے کہ حفر خندق جو اس وقت طاعت تھی اور رجوع ونصب مظنہ فتور کا تھا اُس میں کلام منظوم سے نشاط والنداکسل کا کام لینا تامل کرنے سے یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے۔ باقی سماع کو خود مقصود بنا لینا یا اُس میں رعایۃ شرائط کی نہ کرنا تلعب بالدین ہے۔

حدیث صد وشصت ویکم عن عائشۃ رض قالت لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الخندق الحدیث وفیہ وکان سعد اصیب یوم الخندق فی الاکحل فضرب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم خیمۃ فی المسجد لیعودہ من قریب فقال سعد اللھم انک تعلم انہ لیس قوم احب الی ان اجاھد ھم فیک من قوم کذبوا رسولک واخرجوہ اللھم فانی اظن انک قد وضعت الحرب بیننا وبینھم فان کان بقی من حرب قریش شیٔ فابقنی حتی اجاھدھم فیک وان کنت وضعت الحرب فافجرھا واجعل موتی فیھا فانفجرت من لیلتہ فلم یرعھم فی المسجد الا الدم یسیل الیھم فاذا سعد یغذ وجرحہ دما فمات منھا اخرجہ الشیخان۔

حدیث صد وشصت ودوم عن جابر رض قال ان سعد بن معاذ رمی یوم الاحزاب فقطعوا اکحلہ او ابجلہ فحسمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنار فانتفخت یدہ فنزفہ الدم فحسمہ اخری فانتفخت یدہ فلما رای ذلک قال اللھم لا تخرج نفسی حتی تقر عینی من بنی قریظۃ فاستمسک عرقہ فما قطر قطرۃ حتی نزلوا علی حکمہ فحکم فیھم ان تقتل رجالھم وتستحیی نساءھم فقال صلی اللہ علیہ وسلم اصبت حکم اللہ فیھم وکانوا اربع مائۃ فلما فرغ من قتلھم انفتق عرقہ فمات رض اخرجہ الترمذی وصححہ۔ **ترجمہ** (ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی صحابی کا قصہ ہے یعنی سعد بن معاذ رض کا سو پہلی حدیث میں تو یہ قصہ ہے کہ) حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے لوٹ کر تشریف لائے اسی میں یہ قصہ ہے کہ یوم خندق میں حضرت سعد رض کی رگ ہفت اندام میں تیر لگا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض سے کہ قریب ہی سے عیادت فرماتے رہیں گے ان کے لئے مسجد میں ایک خیمہ لگا دیا تھا (ایسی جگہ جہاں نمازیوں کو تنگی نہ ہو جسطرح اعتکاف والے پردہ

عادۃ بعض سماع برائے تنشیط روح

وغیرہ باندھ لیتے ہیں کہ محفوظ جگہ میں پریشانی دہجوم وغیرہ سے امن رہتا ہے پس حضرت سعد نے دعا کی کہ اے اللہ
آپ کو خوب معلوم ہے کہ جن لوگوں نے آپکے رسول کی تکذیب کی اور اُن کو (مکہ سے) جلا وطن کیا (مراد قریش ہیں)
ان کے ساتھ جہاد کرنا جسقدر مجھکو محبوب ہے اتنا کسی قوم کے ساتھ نہیں (یہ تمہید ہے اگلی دعا کی) اے اللہ میرا یہ
گمان ہے کہ آپنے ہمارے اور ان کے درمیان میں لڑائی موقوف کردی ہے (یعنی میرا یہ خیال ہے کہ اب
ہمارا ان کا کوئی معرکہ ہونے والا نہیں ہے) سو اگر (میرا یہ خیال غلط ہے اور) قریش کے ساتھ کوئی معرکہ ہونا
باقی ہے تو مجھکو زندہ رکھئے یہانتک کہ میں آپ کی راہ میں ان سے جہاد کروں اور اگر (میرا گمان صحیح ہے اور
واقعی) آپ (ہمارے ان کے) معرکہ جنگ کو موقوف کر چکے ہیں تو میرے زخم کو جاری کر دیجئے اور میری موت
اسی میں کر دیجئے چنانچہ اُسی رات کو وہ رگ کھل گئی۔ اور دفعۃً اہل مسجد نے دیکھا کہ اُن کی طرف خون بہا ہوا
آرہا ہے دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت سعد کے زخم سے خون بہ رہا ہے۔ پس اُسی میں انتقال فرمایا۔ روایت کیا اس کو
بخاری و مسلم نے (تیسیر ص ۳۳۱ اور دوسری حدیث میں یہ قصہ ہے کہ) حضرت جابر رضؓ نے روایت ہے کہ حضرت
سعد بن معاذ رضؓ کے یوم احزاب میں (کہ یوم خندق کا ایک یہ بھی نام ہے) تیر لگا جس سے شہ رگ (یعنی ہفت
اندام) کٹ گئی سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خون تھمنے کے لئے) اُسپر آگ کا داغ دیا سو اُس سے خون تو تھم
گیا مگر) اُن کا ہاتھ ورم کر گیا (کیونکہ خون کی آمد جوش پر تھی) پھر (جوش سے) خون جاری ہو گیا آپنے دوبارہ
اُسپر داغ دیا سو پھر (خون تھم کر) ہاتھ ورم کر گیا جب حضرت سعد نے یہ حالت دیکھی تو دعا کی کہ اے اللہ میری
جان نہ نکلے جب تک میری آنکھیں بنی قریظہ کی طرف سے ٹھنڈی نہ ہو جاویں (بنی قریظہ ایک قوم ہے یہود کی
اُنھوں نے احزاب کی اعانت کی تھی اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہو کر اُن کی سزا دینے
کیطرف متوجہ ہوئے تھے اور اُن کا محاصرہ کر لیا تھا مطلب ان کی دعا کا یہ ہے کہ میں آنکھوں سے ان کی اس
شرارت کی سزا دیکھ لوں جب مروں) چنانچہ اُن کی رگ کا خون بند ہو گیا اور ایک قطرہ بھی نہ نکلا یہانتک کہ
(محاصرہ سے تنگ ہو کر) بنو قریظہ ان ہی حضرت سعد رضؓ کے فیصلہ پر قلعہ سے اُترے اور باہر آئے (یعنی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے اُنھوں نے یہ درخواست کی کہ ہم باہر آتے ہیں اس شرط پر کہ حضرت سعد جو ہمارے لئے
تجویز کریں وہی کارروائی ہم سے کی جاوے گمان اُنکا جاہلیت کے تعلقات کی وجہ سے یہ تھا کہ یہ ہماری رعایت
کرینگے حالانکہ تعلق مع اللہ نے سب تعلقات مخالفہ کو قطع کر دیا تھا) سو اُنھوں نے موافق قاعدہ شریعت کے
اُن کے مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کیا جاوے اور ان کی عورتوں کو (اور اسیطرح بچوں کو)
زندہ رکھا جاوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے (اس فیصلہ میں) خدا تعالے کے حکم کے موافق
کیا اور یہ لوگ چار سو تھے جب (حسب فیصلہ مذکورہ) ان کے قتل سے فراغت ہوئی وہ رگ پھٹ پڑی اور اُن
کا انتقال ہو گیا روایت کیا اسکو ترمذی نے اور تصحیح کی اس حدیث کی (تیسیر ص ۳۳۲) **ف** حال کشف
وکرامت اسمیں انکا کشف تو یہ ہے کہ اُنھوں نے کہا تھا کہ میرے خیال میں ہماری اور قریش کی معرکہ آرائی موقوف

حال کشف وکرامت

ہوگئی ہے چنانچہ اسکے بعد کوئی معرکہ کی لڑائی نہیں ہوئی صرف فتح مکہ میں یوں ہی خفیف سا مقابلہ ہوا کہ جسکو مقاتلہ کہنے میں خود علماء کا اختلاف ہے چنانچہ مکہ کا عنوۃً یا صلحاً فتح ہونا فقہاء میں مختلف فیہ ہے اور کرامت اُنکی دو دعوتہ ہیں ایک خون جاری کا بند ہوجانا جیسا دوسری حدیث میں ہے اور ایک بند خون کا جاری ہوجانا جیسا پہلی حدیث میں ہے اور دونوں دعاؤں میں کچھ تعارض نہیں تطبیق اسطرح ہوسکتی ہے کہ اول خون جاری ہو پھر اُن کی دعای مذکور فی الحدیث الثانی سے بند ہوگیا ہو پھر دعای مذکور فی الحدیث الاول سے جاری ہوگیا ہو پس حدیث ثانی میں راوی کا فلما فرغ الخ کہنا اختصاراً فی البیان ہو اور مطلب یہ ہو فلما فرغ ودعا بما فی الحدیث الاول انفتق الخ **حال**۔ حب حیوۃ۔ وحب موت بعض اہل اللہ کے کلام سے حب حیوۃ اور بعض کے کلام سے حب موت مفہوم ہوتی ہے حضرت سعد کی دعاؤں سے دونوں کی اصل مع توجیہ کے معلوم ہوتی ہے کہ حب حیوۃ کی توجیہ حب اشتغال بالطاعات ہے کما قال فان بقی الخ وقال لاتخرج الخ لان السرور بذل الکفار طاعۃ ایضاً اور حب موت کی وجہ بجز شوق لقاء وصون دین کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔

حدیث صد وشصت وسوم عن عروۃ بن الزبیر عن المسور بن مخرمۃ ومروان الحدیث الطویل وفیہ من قصۃ الحدیبیۃ ثم ان عروۃ بن مسعود جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعینیہ قال فواللہ ما یتنخم رسول اللہ نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منہم فدلک بہا وجہہ وجلدہ واذا امرھم ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتہم عندہ وما یحدون النظر الیہ تعظیما لہ وفی ھذا الحدیث قال عمر بن الخطاب رضی فاتیت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا نبی اللہ الست نبی اللہ حقا قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا اذن قال انی رسول اللہ ولست اعصیہ وھو ناصری قلت او لیس کنت تحدثنا انا سنأتی البیت ونطوف بہ قال بلی افاخبرتک انک تاتیہ العام قلت لا قال فانک اتیہ ومطوف بہ قال فاتیت ابا بکر فقلت یا ابا بکر الیس ھذا نبی اللہ حقا قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا اذن فقال ایہا الرجل انہ رسول اللہ ولن یعصی ربہ وھو ناصرہ فاستمسک بغرزہ فواللہ انہ علی الحق قلت الیس کان یحدثنا انا سنأتی البیت ونطوف بہ قال بلی فاخبرک انک تاتیہ العام قلت لا قال فانک اتیہ ومطوف بہ قال عمر فعملت لذلک اعمالا الحدیث اخرجہ البخاری وابوداؤد۔

ترجمہ عروہ بن الزبیر سے مسور بن مخرمہ اور مروان سے حدیث طویل روایت کی ہے اور اس میں منجملہ قصہ حدیبیہ کے یہ حکایت بھی ہے کہ عروہ بن مسعود (یہ اندنوں سردار مکہ تھے جو بغرض تجسس حال مسلمین وگفتگوی معاملہ صلح وغیرہ آیا تھا وہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اپنی آنکھ سے دیکھتا تھا اُسکا قول ہے کہ واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حال حب حیوۃ وحب موت

گھنکار تھوکتے تھے تو صحابہ میں سے کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ میں پڑتا تھا اور وہ اُسکو اپنے مونہ پر اور بدن پر مل لیتا تھا اور جب آپ اُن کو کسی کام کی فرمائش کرتے تو اُسکے کرنے کو سب دوڑتے اور جب آپ وضو کرتے تو وہ آپ کے وضو کے پانی لینے پر لڑتے تھے اور جب آپ کلام فرماتے تو وہ اپنی آوازوں کو آپکے سامنے بالکل پست کر لیتے اور آپ کو تیز نگاہ بھر کر دیکھہ نہ سکتے بسبب آپ کی غایت تعظیم کے؛ اور اسی حدیث میں یہ قصہ بھی ہے (یہ اُس وقت کے متعلق ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی صلح کو منظور فرمالیا اور باقتضاے وقت بعض شرطیں اُس صلح میں بظاہر ایسی تھیں جس سے مسلمانوں کے دبنے کا شبہ ہوسکتا تھا پس اُسکے متعلق یہ قصہ ہوا) کہ حضرت عمر رضہ کہتے ہیں کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا (اُسوقت یہ جوش میں تھے اِن کو وہ شرائط ناگوار تھیں) اور عرض کیا یا نبی اللہ کیا آپ سچے نبی اللہ نہیں ہیں آپنے فرمایا کیوں نہیں. میں نے عرض کیا کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں آپنے فرمایا کیوں نہیں میں نے عرض کیا تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارہ میں کیوں ذلت گوارا کریں آپنے فرمایا میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ تعالی کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا ہوں (سوچو کچھ میں نے اسوقت کیا وہ حکم خداوندی کے خلاف نہیں ہے) اور اللہ تعالی (انجام کار) مجھکو غالب کرنے والا ہے (گو کسی حکمت سے تمہیں قدرے توقف ہو) میں نے عرض کیا کیا آپ ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جاوینگے اور اسکا طواف کریں گے (یعنی پھر صلح توڑکر ابھی کیوں نہ جا گھسین) آپنے فرمایا ہاں یہ تو کہا تھا لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ میں جاوگے میں نے عرض کیا کہ نہیں آپنے فرمایا تو تم ضرور (وقت موعود پر) بیت اللہ میں جاوگے بھی اور اُسکا طواف بھی کروگے حضرت عمر رضہ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابوبکر رضہ کے پاس پہونچا (اُنکا جوش اُس وقت تک فرو نہوا تھا اُسی کے غلبہ میں یہ وہاں پہونچے) اور میں نے کہا (آگے وہی اوپر کے سوالات ہیں اور وہی جوابات اُنکو ملے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے ابوبکر کیا یہ (یعنی حضور) سچے نبی اللہ نہیں ہیں اُنہوں نے فرمایا کیوں نہیں میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں اُنہوں نے فرمایا کیوں نہیں میں نے کہا تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارہ میں کیوں ذلت گوارا کریں اُنہوں نے فرمایا کہ مرد خدا آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور آپ اللہ تعالی کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے ہیں اور اللہ تعالے آپ کو غالب کرنے والے ہیں پس تم آپ کی رکاب مضبوط پکڑے رہو (یعنی اتباع و امتثال و تسلیم میں مستقیم رہو) واللہ آپ بلاشبہ حق پر ہیں میں نے کہا کہ کیا آپ ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جاویں گے اور اُس کا طواف کریں گے اُنہوں نے فرمایا ہاں یہ تو فرمایا تھا لیکن یہ بھی فرمایا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ میں جاؤگے میں نے کہا نہیں اُنہون نے فرمایا تو ضرور بیت اللہ میں جاؤگے بھی اور اُسکا طواف بھی کروگے حضرت عمر رضہ کہتے ہیں کہ میں نے اس جرأت کے تدارک کیلئے بہت سے اعمال (صالحہ) کئے (کہ یہ صورت گستاخی کی معاف ہو) روایت کیا اسکو بخاری و ابوداؤد نے تیسیر ص ۳۳۳ و ۳۳۴ ف عادة مبالغہ در محبت و احترام شیخ

ع؎ مستفاد من الشفوی ۱۲ منہ

۹۲۵ مبالغہ در محبت و احترام شیخ

حدیث کے اول کے ٹکڑے میں صحابہ رضہ کا جو برتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذکور ہے اس سے یہ امر بخوبی ثابت ہی جو عملاً بمنزلہ ملتزم اہل طریق کے ہے کہ شیخ سے محبت و درجہ جان بازی تک رکھتے ہیں اور احترام سلاطین سے زیادہ کرتے ہین البتہ حد شرع سے تجاوز نہ ہونا چاہیئے **ف حال، فنافی الشیخ** گو حدیث میں اسکی تصریح تو نہیں مگر غور کرنے سے استدلال سے اسکا ثبوت بہت واضح ہے یعنی حدیث کے آخر کے ٹکڑے میں جو حضرت صدیق رضہ کے جوابوں کا لفظاً و معنیً اتحاد اجوبہ نبویہ کے ساتھ مذکور ہیں اس سے بخوبی ثابت ہے کہ قلب صدیقی قلب نبوی کے ساتھ ایسا متصل تھا کہ ایسے علوم و احوال کا بعینہ فیضان ہوتا تھا اور ایسا اتصال بدلیل عادت خواص فنافی الشیخ سے ہے اور خاصہ کا وجود دلیل یقینی ہے وجود ذی خاصہ کی پس جب یہ اتصال حدیث سے ثابت ہی تو یہ فنا بھی ثابت ہوگیا جسکی حقیقت غایت تناسب مرید و شیخ میں ہے جو کہ غایت اطاعت و محبت سے پیدا ہو جاتا ہے۔

(حاشیہ: فنافی الشیخ)

حدیث صد و شصت و چہارم عن سلمۃ بن الاکوع رض قال قدمنا الحدیبیۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث وفیہ ثم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعانا للبیعۃ فی اصل الشجرۃ فبایعتہ فی اول الناس ثم بایع و بایع حتی اذا کان فی وسط الناس قال بایع یا سلمۃ قلت قد بایعتک یا رسول اللہ فی اول الناس قال وایضاً ورانی اعزل فاعطانی حجفۃ ثم بایع حتی اذا کان فی اخر الناس قال الا تبایعنی یا سلمۃ قال قلت قد بایعتک یا رسول اللہ فی اول الناس وفی اوسط الناس قال وایضاً فبایعتہ الثالثۃ الحدیث اخرجہ مسلم۔ **ترجمہ** حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہونچے اور اسی حدیث میں یہ ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو بیعت کے لئے درخت کے نیچے بلایا سو اول ہی جماعت میں میں نے آپ سے بیعت کی پھر اور لوگوں کو بیعت کیا پھر اور لوگوں کو بیعت کیا یہانتک کہ جب وسط کی جماعت کی نوبت آئی آپ نے فرمایا اے سلمہ بیعت کرو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو اول ہی جماعت میں آپ سے بیعت کر چکا ہوں آپ نے فرمایا پھر سہی۔ اور آپ نے مجھکو خالی ہاتھ دیکھا تو مجھکو ایک ڈھال دی پھر بیعت کرتے رہے یہانتک کہ جب آخیر کے لوگوں کی نوبت پہونچی تو آپ نے فرمایا اے سلمہ مجھ سے بیعت نہیں کرتے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو اول کی جماعت کے ساتھ اور نیز وسط کی جماعت کے ساتھ بیعت کر چکا ہوں آپ نے فرمایا کہ پھر سہی میں نے تیسری بار بھی بیعت کی روایت کیا اس کو مسلم نے تیسیر ص ۲۲۵ **ف** رسم تجدید بیعت مرید قدیم للتاکید بعض دفعہ کسی مصلحت سے اپنے مرید قدیم کو اسکی درخواست پر یا خود اسکو مشورہ دیکر دوبارہ بیعت کرتے ہیں یہ حدیث اسکی مشروعیت کی دلیل ہے

(حاشیہ: ﻪ من الاصلاح مفعول ثان دراى ۱۲ منہ — ﻪ بعظیم اللام علی الجمع الترس ۱۲ منہ — تجدید بیعت مرید قدیم للتاکید)

حدیث صد و شصت و پنجم عن علی رض فی قصۃ کتاب حاطب وقال عمر دعنی یا رسول اللہ اضرب عنق ھذا المنافق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قد شھد بدرا وما یدریک لعل اللہ تعالی اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم اخرجہ الخمسۃ الا النسائی۔ **ترجمہ** حضرت علی رضہ سے حضرت حاطب رض کے خط لکھنے کے قصہ میں ہو (یہ خط کفار مکہ کے نام تھا) ہمیں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارادوں کی جنگ کے متعلق اطلاع تھی پھر وہ خط پکڑا گیا اور حاطب سے باز پرس ہوئی اور حاطب نے اپنا جو عذر بیان کیا وہ قبول کیا گیا مگر حضرت عمرؓ کو بہت جوش آیا اسکے متعلق حدیث میں حکایت ہے) کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن اڑا دوں (منافق غصہ میں کہدیا) آپ نے فرمایا کہ وہ (یعنی حاطب) غزوہ بدر میں شریک ہوا ہے اور تمکو کیا خبر کچھ عجب نہیں ہے (یعنی ایسا ہوا ہے) کہ اللہ تعالےٰ نے اہل بدر کی طرف متوجہ ہوکر فرمادیا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہارا گناہ بخشدیا روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد نے تیسیر ص ۳۴۹ ف اصلاح بطلان عقیدہ اباحت بعض جہلاء واہل زیغ کا اعتقاد ہے کہ جب آدمی کامل ہوجاتا ہے تو اسکے لئے کوئی چیز حرام نہیں رہتی سب جائز ہوجاتا ہے اس فرقہ کو اباحیہ کہتے ہیں اور عجیب یہ ہے کہ اس حدیث سے اس دعوی پر استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو اہل بدر کے لئے کیا ارشاد ہوا حالانکہ یہ حدیث اسکو صریح رد کرتی ہے کیونکہ لفظ غفرت سے جسکے معنی ہیں گناہ کا بخشدینا خود معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز افعال سے انکو گناہ تو ہوتا ہی مگر غایت کرم سے وعدہ مغفرت کا فرمایا گیا جب گناہ ہوا تو وہ فعل جائز کیسے ہوا البتہ اگر احللت لکم الجنت لکم ہوتا تو استدلال کی گنجایش تھی اور اگر وعدہ مغفرت پر کسیکو دھوکہ ہو تو اہل بدر پر دوسرے کو قیاس کرنا مع الفارق ہے کیونکہ مقیس علیہ کے بارہ میں نص ہے۔ اور مقیس میں نص نہیں فاین ہذا من ذالک فرقہ اباحیہ کا یہ اعتقاد کفر ہے جو شخص اسمیں مبتلا ہو اسکو اپنی اصلاح واجب ہے۔

حدیث صدق وشصت وششم - عن وھب قال سالت جابرا عن شان ثقیف اذ بایعت قال اشترطت ان لا صدقۃ علیہا ولا جہاد وانہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سیصدقون ویجاھدون اذا اسلموا اخرجہ ابو داؤد۔ **ترجمہ** وہب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابرؓ سے قبیلہ بنی ثقیف کا قصہ انکے بیعت کے وقت کا دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں نے یہ شرط لگائی تھی کہ انکے ذمہ یعنی ہمارے ذمہ زکوٰۃ اور جہاد نہ ہوگا۔ اور حضرت جابرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ لوگ زکوٰۃ بھی دیا کرینگے اور جہاد بھی کیا کرینگے جب اسلام لے آوینگے (یعنی اسوقت ان سے قیل وقال وجواب وسوال کی ضرورت نہیں جسطرح یہ کہیں اسیطرح ان کی بیعت قبول کرلی جاوے پھر آپ ہی اسلام اور علم اور صحبت کی برکت سے درست ہوجاویں گے) روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر ص ۴۲۳ **ف عادۃ تسامح فی الضروریات** احیاناً بعض دفعہ بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے پاس آنے جانیوالوں کے ساتھ اور بالخصوص جن سے زیادہ تعلق نہیں ہے اور کبھی اپنے متعلقین کے ساتھ بھی بعض قبائح پر چشم پوشی وخاموشی کرجاتے ہیں۔ اور اسی حالت میں ان کو اوراد واذکار کی تلقین بھی کردیتے ہیں ترک قبائح کا انتظار نہیں کرتے اس سے عوام کو شبہ مداہنت کا ہوجاتا ہے اور راز اسمیں یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی بصیرت خداداد سے سمجھ جاتے ہیں کہ جس خیر کی انکو تعلیم کیگئی ہے یہی توبہ عن الشر کے لئے رفتہ رفتہ کافی

ہو جاوے ہگی کبھی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر زیادہ تشدد کیا جاوے گا یہ اس خیر سے بھی باز رہیں گے اور اصل اسلام یا
عزم توبہ ہی سے متوحش ہو جاویں گے تو جو خیر ہو جاوے غنیمت ہے۔ کبھی معلوم ہوتا ہے کہ دفعتہً ترک معصیت
پر قدرت ان کی ضعیف ہے تدریج سے کی استعداد پیدا ہو جاوے گی یہ حدیث بزرگوں کے اس طرز عمل کی واضح اصل ہے

حدیث صد و شصت و ہفتم عن ابی موسی قال لمعاذ کیف تقرء انت قال سانبئك بذلك اما
انا فانام ثم اقوم فاقرأ واحتسب فی نومتی ما احتسب فی قومتی اخرجه الخمسة الا الترمذی۔
ترجمہ حضرت ابو موسی رضہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے حضرت معاذ رضہ سے (جبکہ زمانہ حکومت یمن میں دونوں
ملے تھے) فرمایا کہ تم کس کیفیت سے (شب کو نماز میں) قرآن پڑھتے ہو اُنھوں نے فرمایا کہ میں تو سو رہتا
ہوں پھر اُٹھتا ہوں پھر (نماز میں) قرآن پڑھتا ہوں (یعنی ساری رات بیدار نہیں رہتا) اور میں اپنے سونے
میں بھی ویسا ہی ثواب سمجھتا ہوں جیسا اپنی شب بیداری میں سمجھتا ہوں روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و
ابوداؤد و نسائی نے تیسیر ص ۲۹۴ ف مسئلہ عبادت شدن عادات عارفین اس حدیث سے معلوم ہوتا
ہے کہ جب معرفت صحیح ہو جاتی ہے۔ اور اُس سے امور عادیہ بھی صادر عن المصلحت ہونے لگتے ہیں تو وہ امور
عادیہ بھی عبادت و موجب اجر و قرب آلہی ہو جاتے ہیں چنانچہ ایسے شخص کا سونا بنی اس مصلحت پر ہوتا ہے
کہ سونے سے آرام ملیگا اور نشاط سے عبادت ہو گی بعض اوقات یہ قصد ہوتا ہے کہ عمل بالرخصۃ میں شان
افتقار و اظہار عجز و ضعف ہے کبھی یہ نیت ہوتی ہے کہ اس سے قوت و صحت رہتی ہے اور اُس قوت و صحت
کو خدمت خلق میں صرف کریں گے۔ ان سب اغراض سے وہ نوم عبادت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دوسرے افعال
مباحہ اسی قسم کے مصالح پر مبنی ہوتے ہیں ملفوظات قوم میں اس مسئلہ کی تصریح ہے اور حدیث میں اسپر دلالت

حدیث صد و شصت و ہشتم عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
الا تریحنی من ذی الخلصۃ وکان بیتا فی خثعم یسمی الکعبۃ الیمانیۃ فانطلقت فی خمسین
ومائۃ راکب من احمس وکانوا اصحاب خیل وکنت لا اثبت علی الخیل فضرب فی صدری حتی
رأیت اثر اصابعہ فی صدری وقال اللھم ثبتہ واجعلہ ھادیا مھدیا فانطلق الیھا فکسرھا وحرقھا
اخرجہ الشیخان وابوداؤد ترجمہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضہ سے روایت ہے کہ اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو ذی الخلصہ سے راحت نہیں دیتے اور یہ ایک مکان تھا قبیلہ خثعم میں جو کعبہ یمانیہ (جہلا میں)
کہلاتا تھا اور اُنھوں نے اُسکو کعبہ مشرفہ کے مقابلہ میں بنایا تھا اور اس وجہ سے حضور کو اُس سے کلفت ہوتی
تھی۔ اسی لئے فرمایا کہ مجھکو اُس سے راحت نہیں دیتے یعنی اُس کو منہدم کر دو تو خوب ہو) میں قبیلہ احمس کے
ڈیڑھ سو سواروں کو لیکر چلا اور یہ لوگ گھوڑے کی سواری میں ماہر تھے اور میں گھوڑے پر جم نہ سکتا تھا (میں
نے آپ سے عرض کیا) آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا یہانتک کہ میں نے آپ کی انگلیوں کا نشان اپنے
سینہ میں دیکھا اور دعا کی کہ اے اللہ اس کو جمادے (یہ جامع دعا ہے جسمیں ثبات علی الدین و ثبات علی المرکب

عبادت شدن عادات عارفین
مسئلہ

دونوں داخل ہو گئے) اور اسکو ہدایت کنندہ ہدایت یافتہ رکھ پھر یہ وہاں گئے اور اسکو توڑ دیا اور جلا دیا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابو داود نے۔ تیسیر ص ۳۴۳ **ف متفرقات ایصال اثر تصرف** ظاہر آپ کا ہاتھ مارنا ان کے قلب میں ایک قسم کا تصرف تھا کہ ان کے دل میں سے جھجک اور خوف سواری کے وقت کا نکل جاوے بمشائخ کے اس قسم کے تصرفات کی اس سے اصل نکلتی ہے۔ اور توجہ وہمت بھی غالباً اسی کا نام ہے جبریل علیہ السلام کا آغاز وحی میں آپ کو دبانا بھی اسی قبیل سے ہے البتہ اسکے کچھ آداب ہیں ایک یہ کہ غرض اور طریق مباح ہو دوسرے یہ کہ ظاہراً یا باطناً اسپر عجب نہو اور اسکی وجھی تدبیر یہ ہے کہ اسکو مقرون بالدعا کر دیا جاوے جیسا حدیث میں دعا بھی ہے تیسرا یہ کہ اسمیں زیادہ اشتغال نہ کرے کہ فاعل و منفعل دونوں کے لئے کثرت میں فتنہ ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بکثرت منقول نہیں جیسا آجکل بعض نے اختیار کیا ہے اور فتن اسکے مشاہد ہیں انمیں اعظم ہے یہ ہے کہ عموماً اسکو کمال سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ یہ عمل محض ضرورت کے لئے ہے والضروری یتقدر بقدر الضرورۃ وہما لبعض اکابر نے تصریح کی ہے کہ جب مرید میں کوئی ذکر اثر نہ کرے تب پیر توجہ سے کام لے وجہ اسکی وہی تقدر بقدر الضرورۃ ہے۔

متفرقات ایصال اثر تصرف

حدیث صد و شصت و نہم عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبلغنی احد عن احد من اصحابی شیئاً فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر اخرجہ ابو داؤد و الترمذی

ترجمہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے یاروں میں سے کوئی کسی کی نسبت مجکو کوئی خبر (شکایت وغیرہ نہ پہونچاوے کیونکہ میں یوں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف سینہ ہو کر آیا کروں) روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے تیسیر ص ۳۴۵ **ف مسئلہ عدم زوال امور طبعیہ از کامل** محققین نے تصریح کی ہے کہ کامل ہو کر امور طبعیہ زائل نہیں ہوتے البتہ اُن کا ایسا غلبہ نہیں ہونے پاتا کہ اسکو شریعت سے خارج کر دے اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حکایت و شکایت کا اثر آپکے قلب مبارک پر بھی ہوتا تھا البتہ عمل اسپر بلا حجت شرعیہ نہ ہوتا تھا اور اس عدم غلبہ کے لئے بھی قصد اور ضبط کی حاجت رہتی ہے پس بعض سالکوں کا اسکی ہوس کرنا محض باد در مشت کردن ہے اور بعض سے جو ایسے واقعات منقول ہیں وہ ایک غلبہ حال ہے جو امر عارضی ہے البتہ غیر مجاہد کو اسکے ترک میں مشقت زیادہ ہوتی ہے مجاہد کو کم لیکن تاثیر اور ضرورت قصد کف دونوں میں مشترک ہے۔

مسئلہ عدم زوال امور طبعیہ از کامل

حدیث صد و ہفتادم عن عامر بن سعید قال دخلت علی قرظۃ بن کعب و ابی مسعود الانصاری فی عرس فاذا جواری تغنین فقلت انتما صاحبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اہل بدر یفعل ہذا عندکم فقالا اجلس ان شئت معنا وان شئت اذہب فقد رخص لنا فی اللہو عند العرس اخرجہ النسائی۔ تیسیر ص ۳۴۶

حدیث صد و ہفتاد و یکم عن محمد بن المنکدر قال بلغنی ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیمۃ این الذین

کانو ینزھون اسماعھم عن اللھو من مزامیر الشیطان ادخلوھم فی ریاض المسک ثم یقول للملٰئکۃ
علیھم السلام اسمعوھم حمدی واخبروھم ان لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اخرجہ رزین۔ تیسیر ص ٣٤٦

ترجمہ حدیث اول حضرت عامر بن سعد سے روایت ہے کہ میں ایک شادی میں حضرت قرظہ بن کعب و ابو مسعود انصاری کے پاس گیا تو چند لڑکیاں گیت گا رہی ہیں (جاریہ لغت میں نابالغ لڑکی کو کہتے ہیں) میں نے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو اور پھر اہل بدر میں سے ہو اور باوجود اسکے تمہارے سامنے یہ فعل ہوتا ہے۔ ان دونوں نے فرمایا کہ تمہارا جی چاہے بیٹھو اور تمہارا جی چاہے چلے جاؤ ہمکو شادی میں ایسے لہو کی اجازت دی گئی ہے روایت کیا اسکو نسائی نے **ترجمہ حدیث دوم** حضرت محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ مجکو یہ خبر پہونچی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں فرماویں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے کانوں کو لہو (مباح) سے اور مزامیر شیطان سے (کہ لہو غیر مباح ہے) بچاتے تھے انکو مشک کی باغوں میں داخل کرو پھر ملائکہ علیہم السلام سے ارشاد ہوگا کہ انکو میری حمد سناؤ اور ان سے کہدو کہ ان پر کچھ خوف ہے اور نہ یہ مغموم ہوں گے۔ روایت کیا اسکو رزین نے

ف عادۃ سماع چشتیہ و مثلھم و ترک سماع نقشبندیہ و نحوھم اہل حق کے دونوں گروہ اہل سماع و غیر اہل سماع کے ان دونوں عمل کا منشا صحیح ہے ایک پر شوق کا غلبہ ہے دوسرے پر احتیاط کا غلبہ حدیث اول گروہ اول کی عادت سے الصق ہے اور حدیث ثانی گروہ ثانی کی عادت سے اوفق ہے جب تفریح اسماع جسمیہ ایک درجہ تک مرخص فیہ ہے تو تفریح اسماع روحیہ کسی درجہ تک کیوں نہ ماذون فیہ ہوگی اور اس درجہ کی تفصیل فن میں مبسوط ہے البتہ جو اس درجہ سے متجاوز ہے وہ بالکل معصیت ہے اسی طرح سماع کے ترک و انکار کا درجہ بھی کتب فن میں مذکور ہے اسقدر ان حدیثوں میں بھی مذکور ہے کہ سماع کا درجہ لہو سے زیادہ نہیں جیسا دونوں صحابی نے اسکو لہو فرمایا اور ترک کا درجہ اگر وہ ترک مباح کا ہے تنزہ عن المباح ہے جو درجہ اولویت کا ہے جیسا دوسری حدیث سے مقابلہ مزامیر کا اسکی رعایت کا قرینہ ظاہر ہے پس سماع حسن بالذات ہوا ان اللھو لا یکون لکن لک اور نہ قبیح بالذات ہوا ان اللھو المباح کما یدل علیہ المقابلۃ او یکون کذلک

عادۃ سماع چشتیہ و مثلھم و ترک سماع نقشبندیہ و نحوھم

حدیث صد و ہفتاد و دوم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس بن متی اخرجہ الشیخان و ابوداؤد۔ **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ وہ (میری نسبت) یوں کہے کہ میں حضرت یونس بن متے سے اچھا ہوں روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابو داؤد نے۔ تیسیر ص ٣٤٦ **ف** اصلاح عدم تفضیل شیخ بعنوان موہم تحقیر دیگرے حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص اسلئے کی گئی کہ ان کے قصہ ظاہر سے شبہہ توجہ عتاب کا ہوتا تھا جس سے مفضولیت کا حکم کیا جاتا اور اس بنا پر مفضولیت کا حکم کرنا ظاہر ہے کہ موجب یا موہم تحقیر کو ہے اس سے نہی فرمائی گئی پس حدیث میں اسپر صاف دلالت ہے کہ بعض لوگوں کی جو عادت ہے کہ اپنے سلسلہ کو یا شیخ کو اسطرح بڑھاتے ہیں کہ دوسروں کی تنقیص لازم آتی ہے یا بعضے اسکی تصریح

اصلاح عدم تفضیل شیخ بعنوان موہم تحقیر دیگرے

کردیتے ہیں یہ عادت واجب الاصلاح ہے ہاں نفس اعتقاد فضیلت جائز ہے۔ مگر غیر مورد نص میں طعن کی اجازت ہے قطع جائز نہیں اور اگر صرف محبت یعنی میلان قلب ایک طرف زائد ہے۔ تو بوجہ اسکے امر طبعی ہونے کے خود دائرۂ تکلیف سے خارج ہے اور موجب ملامت نہیں۔

حدیث صد و ہفتاد و سوم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قصۃ تحاکم المرأتین قال سلیمن علیہ السلام ائتونی بالسکین اشقہ بینھما فقالت الصغری لا تفعل یرحمک اللہ ھو ابنھا فقضی بہ للصغری اخرجہ الشیخان والنسائی۔ **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس قصہ میں فرمایا جس میں دو عورتیں (حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس) مقدمہ لے گئی تھیں (وہ قصہ یہ تھا کہ دو عورتیں اپنے بچوں کو لئے ہوئے جارہی تھیں کہ بڑی کے لڑکے کو بھیڑیا لے گیا اُسنے چھوٹی سے جھگڑا کیا کہ وہ تو تیرا بچہ تھا اور اُسکے بچے پر جو بچ گیا تھا دعوی کیا کہ یہ میرا ہے مقدمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہونچا) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ (جب گواہ نہیں تو دونوں کا برابر ہے) چھری لاؤ میں چیر کر دونوں میں تقسیم کردوں (یہ سُنکر) چھوٹی تڑپ گئی (اور) عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے ایسا نہ کیجئے (میں نے چھوڑا) یہ اسی کا ہے (اسی کو دیدیجئے) پس آپ نے اُس چھوٹی ہی کو دیدیا (اُن کے قواعد شریعت اسیکو مقتضی ہونگے) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و نسائی نے تیسیر ص ۳۴۷

ف عادۃ امتحان حقیقت ارادت طالب بعنوان موحش بعض بزرگوں کی بعض مواقع ضرورت پر عادت ہوتی ہے کہ طالب کی ارادت و اعتقاد کا اس طریق پر امتحان کرتے ہیں کہ کوئی قول یا کوئی فعل ایسا کہتے اور کرتے ہیں جسکا ظاہر خلاف باطن کے ہوتا ہے یعنی واقع میں تو وہ شریعت کے موافق ہوتا ہے اور ظاہر میں خلاف ہوتا ہے جیسا شیخ صادق گنگوہی رحمہ نے ایک طالب کے سامنے کہدیا لا الٰہ الا اللہ صادق رسول اللہ مقصود تو یہ تھا کہ رسول اللہ صادق فی النبوۃ ہیں بکون الخبر مقدما والمبتدا موخرا اور ظاہر میں یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ خود مدعی رسالت ہیں اگر طالب کم سمجھ ہوا تو بھاگ جاتا ہے اور اگر سمجھدار ہوا تو اسکو احتمال امتحان کا ہوتا ہے اور وہ دوسرے اقوال و افعال کو بھی دیکھتا ہے اگر علامات سے کمال ثابت ہو تو ایسے امور کی اجمالاً یا تفصیلاً تاویل کر کے طلب میں ثابت رہتا ہے۔ یہ حدیث اس عادت کا ماخذ ہوسکتی ہے کہ باطن میں مقصود چیرنا نہ تھا مگر غیر والدہ کے امتحان کے واسطے ایسا ارادہ موحشہ ظاہر فرمایا۔

حدیث صد و ہفتاد و چہارم عن ابی ھریرۃ رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما ایوب یغتسل عریانا خر علیہ رجل جراد من ذھب فجعل یحثی فی ثوبہ فناداہ ربہ یا ایوب الم اکن اغنیتک عما تری قال بلی یا رب ولکن لا غنی بی عن برکتک اخرجہ البخاری والنسائی۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایوب علیہ السلام کپڑے اُتارے ہوئے غسل کر رہے تھے اسی حالت میں اُنپر سونے کا ٹڈی دل برسنا شروع ہوا ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے

امتحان حقیقت ارادت طالب بعنوان موحش

کہ سونے کے ٹکڑے بشکل ٹڈی گرتے تھے جاندار ٹڈی سونے کی نہ تھی گو داخل تحت القدرۃ یہ بھی ہے سو ایوب علیہ السلام اپنے کپڑے میں لپ بھر بھر کر جمع کرنے لگے پروردگار نے انکو پکارا کہ اے ایوب کیا ہم تمکو پہلے سے بہت سامال و متاع دیکر اُس چیز سے جو اس وقت تمہارے پیش نظر ہے مستغنی نہیں کر چکے ہیں عرض کیا بیشک لیکن آپ کے تبرک سے مجکو کبھی استغنا نہیں ہو سکتا۔ روایت کیا اسکو بخاری اور نسائی نے تیسیر ص ۳۴۶

عادۃ — عدم ایثار عن التنعم بلا اہتمام

ف عادۃ عدم ایثار عن التنعم بلا اہتمام عارفین کاملین کی عادت ہے۔ کہ اگر من جانب اللہ انکو سامان تنعم کا میسر ہو جاوے اور ظاہراً کسی فتنہ کا احتمال نہو تو منسوب الی المنعم سمجھکر اُسکے قبول اور استعمال میں مضائقہ نہیں کرتے یہ حدیث اسکی ظاہر دلیل ہے البتہ اسکا اہتمام یا بعد حصول کے اس میں انہماک نہیں کرتے۔

حدیث صد و ہفتاد و پنجم۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تخیروا بین الانبیاء اخرجہ ابوداؤد۔ **ترجمہ** حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باہم انبیاء علیہم السلام میں ایک کو دوسرے پر (اسطرح) ترجیح مت دو (جو موہم تنقیص دوسروں کا ہو جاوے) روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر ص ۳۴۷ **ف** اسمیں مثل حدیث صد و ہفتاد و دوم کے مضمون ہے۔

حدیث صد و ہفتاد و ششم عن ابن مسعود قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العشاء ثم انصرف فاخذ بیدی حتی خرج الی بطحاء مکۃ فاجلسنی وخط علی خطا وقال لا تبرحن من خطک فانہ سینتھی الیک رجال فلا تکلمھم فانھم لن یکلموک الحدیث اخرجہ البخاری **ترجمہ** حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز پڑھی پھر فارغ ہو کر میرا ہاتھ پکڑا یہاں تک کہ مکہ کے سنگستان سیلاب گاہ میں تشریف لائے پھر مجکو (ایک جگہ) بٹھلا دیا اور میرے گرد ایک خط (دائرہ کے طور پر) کھینچ دیا اور فرمایا اس خط سے باہر مت نکلنا تمہارے پاس کو بہت سے اشخاص گذریں گے سو تم اُن سے کلام مت کرنا وہ بھی تم سے کلام نہ کرینگے روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۳۴۸

متفرقات — تصرف

ف متفرقات تصرف بعض اوقات مشائخ بھی ایسے تصرفات کرتے ہیں کبھی کسی مصلحت سے دوسروں کو بھی اُسکا طریقہ بتلا دیتے ہیں مثلاً فلاں چیز پڑھ کر اپنے گرد دائرہ کھینچ لینا جسکو حصار کہتے ہیں جسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ باوجود بہت سے مخلوقات خفیہ نظر آنے کے صاحب حصار اُن کے گزند سے محفوظ رہتا ہے یہ حدیث ظاہراً اسکی اصل ہو سکتی ہے۔

حدیث صد و ہفتاد و ہفتم عن عبد اللہ بن ہشام قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو اٰخذ بید عمر فقال عمر یا رسول اللہ لانت احب الی من کل شیء الا نفسی فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیک من نفسک فقال عمر فانہ الآن لانت احب الی من نفسی فقال صلی اللہ علیہ وسلم الآن یا عمر اخرجہ البخاری۔ **ترجمہ** حضرت عبد اللہ بن ہشام سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

بیشک آپ مجھکو ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں بجز میری جان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے مرتبہ کمال کا (جو تمکو مطلوب ہے) کبھی حاصل نہوگا جب تک کہ میں تمکو تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں حضرت عمر رض بولے اسوقت یہ حالت ہو کہ آپ مجھکو میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں آپنے فرمایا تو بس اب وہ کمال بھی (جو تمکو مطلوب ہے) حاصل ہوگیا (آپکے اس ارشاد کی برکت سے وہ دولت فی الفور نصیب ہوگئی اور یہ محبت عقلی نہ تھی ورنہ استثنا ء حضرت عمر رض کا صحیح نہ ہوتا طبعی تھی سو طبعاً ایسی محبت ہونا شرط ایمان نہیں ہے۔ ہاں بعض کمالات کے لیے شرط ہے اسی محبت کا نام فنا رفی الشیخ ہے اور وہ کمالات اس فنار کے آثار ہیں جسکا کچھ بیان حدیث صد و شصت وسوم کے ذیل میں گذر چکا ہے روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۳۴۸ ف مسئلہ امکان حب مفرط و اشتراط او در بعض کمالات بعض خشک مزاج انکار کرتے ہیں کہ شیخ کے ساتھ حب طبعی اس افراط کے ساتھ نہیں ہوسکتی حدیث میں اسکی تصریح ہے اور ایک مسئلہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ بعض کمالات کے لئے ایسی ہی محبت شرط ہے جسکی تقریر اس حدیث کی شرح میں لکھی گئی ۔

حدیث صد و ہفتاد و ہشتم۔ عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو ان احدا انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ اخرجہ مسلم

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب کو برا مت کہو کیونکہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے (اُن کی ایسی فضیلت ہے کہ) اگر کوئی شخص جبل اُحد کی برابر سونا بھی خرچ کرے تب بھی اُن کے ایک مد (یعنی ایک سیر غلہ) کے برابر بھی ثواب میں نہ پہونچے۔ بلکہ نصف مد کو بھی نہ پہونچے روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر ص ۳۴۹ ف مسئلہ تضاعف اجر عمل عارف بر غیر عارف کتب فن میں مذکور ہے کہ عارف کا عمل اجر و فضیلت میں غیر عارف پر بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت مرشدی رح سے سُنا گیا کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعت سے افضل ہے۔ یہ حدیث اسکی دلیل ہے ہر چند کہ اسمیں صحابہ ہی کا ذکر ہے۔ مگر علت مشترک ہے وہ تفاوت فی الاخلاص ہے۔ اور اس علت کا موثر فی الحکم ہونا دوسرے نصوص سے ثابت ہے۔ کقولہ تعالیٰ کمثل جنۃ بربوۃ اصابھا وابل فاتت اکلھا ضعفین فان لم یصبھا وابل فطل۔ وکقولہ علیہ السلام سبق درھم مائۃ الف درھم قیل وکیف ذلک یا رسول اللہ قال کان لرجل درھمان فتصدق باجودھما وانطلق آخر الی عرض مالہ فاخرج منہ مائۃ الف درھم فتصدق بھا اخرجہ النسائی۔ تیسیر ص ۲۵۹ پس یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید صرف صحابیۃ اسکی علت ہو جو صحابہ و غیر صحابہ میں مشترک نہیں البتہ اسکا بھی کچھ دخل ہو اس سے انکار نہیں اسطرح کہ نفس تضاعف کا مدار تو خلوص پر ہو اور تضاعف کے مراتب کی غایۃ کثرت کا مدار صحابیۃ پر ہو۔

امکان حب مفرط و اشتراط او در بعض کمالات

مسئلہ انکار التعصب من الصحابہ

مسئلہ تضاعف اجر عمل عارف بر غیر عارف

حدیث صد و ہفتاد و نہم - عن ابی موسی فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابی امنۃ لامتی فاذا ذہب اصحابی اتی امتی مایوعدون اخرجہ مسلم **ترجمہ** حضرت ابوموسیٰ رضہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے اصحاب میری امت کے لیے موجب امان ہیں۔ جب میرے اصحاب گذر جاوینگے میری امت پر وہ فتنے آوینگے جنکا اُن سے وعدہ ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر ص ۴۴۹ **ف** مسئلہ سرایت برکات اہل اللہ الی غیرہم محققین نے فرمایا ہے۔ کہ اہل اللہ کے جیسے بعض برکات اختیاری ہیں مثل ارشاد و تلقین کے اسیطرح بعضے برکات غیر اختیاری ہیں جو بلا اُن کے قصد کے دوسروں کی طرف سرایت کرتے ہیں مثلاً خود اُنکا وجود عالم کیلئے رحمت ہے اسیطرح اُن کے بعض انوار از خود طالبان حق تک پہونچتے ہیں یہ حدیث ان برکات اضطراریہ کا اثبات کرتی ہے۔

مسئلہ سرایت برکات اہل اللہ الی غیرہم

حدیث صد و ہشتادم عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بلال بم سبقتنی الی الجنۃ فما دخلت الجنۃ الا سمعت خشخشتک امامی فقال یا رسول اللہ ما اذنت قط الا صلیت رکعتین وما احدثت قط الا وتوضات عندہ ورایت ان للہ علی رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہما اخرجہ الترمذی وصححہ - **ترجمہ** حضرت بریدہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت بلال رضہ سے) ارشاد فرمایا اے بلال تم کس عمل کی بدولت جنت میں میرے آگے آگے چلا کرتے ہو (گو یہ آگے چلنا خادمانہ ہے مگر خود اس خدمت کی اہلیت بھی تو فضیلت عظیمہ ہے کس عمل کی برکت سے حاصل ہوئی ہے) کیونکہ مجکو کبھی جنت میں داخل ہونے کا اتفاق نہیں ہوا مگر تمہارے چلنے کی آہٹ اپنے آگے آگے ضرور سنی ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک تو میں نے جب اذان کہی اُسکے بعد دو رکعت ضرور پڑھی ہیں اور ایک جب کبھی میرا وضو ٹوٹا ہے تب ہی وضو کیا ہے اور اُسوقت بھی میں نے دو رکعتیں اللہ کا حق اپنے ذمہ سمجھی ہیں (یہ کنایہ مداومت سے ہے اعتقاد وجوب یا اصرار مراد نہیں) آپنے فرمایا بس یہ ان ہی دو رکعت یا ان دونوں عمل کی برکت سے ہے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے اور تصحیح کی اسکی تیسیر ص ۲۵۰

لہ انقار العلیل ۲۲۶

ف مسئلہ۔ رفع غلط در بعضے کشف بعض سالکوں کو واقعہ میں یہ مکشوف ہوتا ہے کہ ہم بعض حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی سابق و فائق ہوگئے اگر وہ جاہل ہوا اپنا دین برباد کر لیتا ہے اگر عالم ہوا سمجھتا ہے کہ ظاہر اسکا شرعاً ممتنع ہے اسلیئے وہ اس تقدم کو ماول سمجھتا ہے معنی مثالی کے ساتھ جیسا اس حدیث میں تقدم بلالی صورت ہے غایت تعلق خادمیت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جسکی تقریر ترجمہ حدیث میں کر دی گئی ہے اس سے معلوم ہوا ہوگا کہ سلوک میں علم شریعت کی کسقدر ضرورت ہے۔ سعدی رحنے اسی لیے فرمایا

خیالات نادان خلوت نشیں ٭ بہم برزند عاقبت کفر و دیں ٭ خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

مسئلہ رفع غلط در بعضے کشف

حدیث صد و ہشتاد و یکم عن انس قال کان اسید بن حضیر و عباد بن بشر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ مظلمۃ فخرجا من عندہ فاذا نور بین ایدیہما فلما افترقا صار مع کل واحد

منہما نور اخرجہ البخاری - ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہی کہ حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تاریک شب میں حاضر تھے پھر دونوں آپکے پاس سے چلے گئے سو اُن دونوں کے آگے دو نور نمودار ہوگئے جب دونوں جدا ہوئے تو ایک ایک نور ہر ایک کے ساتھ ہو گیا روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۲۵۰ **ف** حال کرامت دونوں صحابیوں کی کرامتیں اس حدیث سے ظاہر ہیں اور عدم تخصیص کرامات بالصحابہ پر اجماع ہے پس صحت کرامت پر حدیث دال ہے۔

حدیث صد و ہشتاد و دوم عن عائشۃ رض قالت دخل ابوبکر رض علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم ابشر فانت عتیق اللہ من النار قالت فمن یومئذ سمی عتیقا اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ حضرت ابوبکر رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن سے آپ نے فرمایا کہ تم کو بشارت ہو تم اللہ کے عتیق یعنی رہائی دئے ہوئے ہو دوزخ سے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اُس روز سے آپ کا لقب عتیق ہو گیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۲۵۱ **ف** عادۃ بشارت مر مرید را۔ اکثر شیوخ کی عادت ہی کہ جب کسی مرید کو کوئی دولت باطنی اور حالت محمودہ عطا ہوتی ہے تو اسکو اطلاع کر دیتے ہیں یہ حدیث اسکی سنیت پر دلالت کرتی ہے اُسمیں بہت سی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ رفع پریشانی۔ قوت فی العمل۔ زیادت حب منعم و واسطہ نعمت لیکن شرط یہ ہی کہ اُسپر کسی فتنہ کا احتمال نہو۔ **ف** ترسیم عطائے لقب مرید را بعض بزرگوں سے منقول اور مشاہد ہے کہ مرید پر سے اُس کی حالت کے مناسب کوئی لقب عطا فرما دیتے ہیں شاہ وغیرہ کبھی دوسرا نام رکھ دیتے ہیں اس حدیث سے اسکی بھی اصل نکلتی ہے کہ حضرت صدیق رض کا لقب عتیق قرار دیا گیا۔

حدیث صد و ہشتاد و سوم عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل وما عرضت الاسلام علی احد الا کانت لہ کبوۃ الا ابابکر فانہ لم یتلعثم الحدیث اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا اُسکو کچھ نہ کچھ رکاوٹ ضرور ہوئی پھر خواہ وہ رکاوٹ جاتی رہی سوا ابوبکر کے کہ اُن کو ذرا تردد نہیں ہوا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۲۵۲ **ف** مسئلہ حقیقت صدیقیت محققین نے جو حقیقت صدیقیت کی بیان کی ہے کہ عقائد شرعیہ نظریہ کا اُسکو ذوقاً ادراک ہونے لگے اور اعمال شرعیہ اُس سے طبعاً صادر ہونے لگیں اس حدیث میں اُسیکی طرف اشارہ ہے پس نظریات اُسکے نزدیک بدیہیات ہو جاویں اور عبادات عادات ہو جاویں اول ثمرہ ہے قوۃ قدسیہ کا ثانی ثمرہ ہے کمال خلق کا اور صرف ثانی میں اکمل ہونا شہادت ہے۔

حدیث صد و ہشتاد و چہارم عن ابی الدرداء قال کنت جالسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبل ابوبکر الحدیث وفیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر

صدقت وواسانی بنفسه وماله فهل انتم تارکوا لی صاحبی مرتین او ثلثا قال فما اوذی بعدها اخرجہ البخاری ترجمہ حضرت ابو الدرداء رض سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ دفعتہً ابو بکر آپہونچے یہ بڑی حدیث ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک بات پر جس میں ایک صحابی سے حضرت ابو بکر رض کی شان میں کوتاہی ہوگئی تھی) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجکو نبی بناکر بھیجا سو تم لوگوں نے (اول وہلہ میں) میری تکذیب کی (گو بعد میں تصدیق کرلی) اور ابوبکر نے (اول ہی وہلہ میں) میری تصدیق کی اور (مزید برآں یہ کہ) اپنی جان و مال سے میری ہمدردی کی سو تم میری خاطر سے میرے اس دوست کا ستانا چھوڑوگے بھی اسکو دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا راوی کہتے ہیں کہ پھر اسکے بعد کسی نے انکو آزردہ نہیں کیا روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۱۵۳ ف عادۃ زیادت احترام خلیفہ شیخ اہل طریق کا امر طبعی اور عادۃ عامہ جو کہ موافق مقتضاء فطرۃ سلیمہ کے ہے یہ ہے کہ پیر کے خلفاء اور مقرب مریدوں کی تعظیم و ادب بہ نسبت دوسرے عام مریدوں کے زیادہ کرتے ہیں حدیث کے اسپر صاف دلالت ہے اور اس میں فروگذاشت کرنا اور اس سے عار و ننگ کرنا اور اسکو اپنے مماثل سمجھنا محض کبر و حسد ہے۔

حدیث صد و ہشتاد و پنجم عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی جعل الحق علی لسان عمر وقلبه وقال ابن عمر ما نزل بالناس امر قط فقالوا فیه وقال فیه عمر الا نزل القران فیه علی نحو ما قال عمر اخرجه الترمذی وصححه۔ ترجمہ حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے حق بات کو عمر رض کی زبان اور قلب پر جاری کیا ہے۔ اور ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب کبھی لوگوں کو کوئی (نئی) بات پیش آئی ہے پھر اسکے بارہ میں لوگوں نے بھی کچھ کہا ہو اور حضرت نے بھی کچھ کہا ہو تو قرآن ہمیشہ حضرت عمر ہی کے قول کے موافق نازل ہوا روایت کیا اسکو ترمذی نے اور تصحیح کی اسکی تیسیر ص ۱۵۴ ف حال الہام و فراست صادقہ ان کا ثبوت حدیث سے ظاہر ہے اور حقیقت یہ انواع کشف سے ہیں پس حدیث سے ان حالات کا ثبوت ہوتا ہے۔

حدیث صد و ہشتاد و ششم۔ عن ابن عمر رض فی جوابه للمصری عن طعنه فی عثمان قوله واما تغیبه عن بیعة الرضوان فلو کان احد اعز ببطن مکة لبعثه فبعث صلی اللہ علیہ وسلم عثمان الی مکة وکانت بیعة الرضوان بعد ما ذهب عثمان فقال صلی اللہ علیہ وسلم بیده الیمنی علی الیسری وقال هذه لعثمان وکانت یسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیرا من ایمانهم الحدیث اخرجه البخاری والترمذی ترجمہ حضرت ابن عمر رض سے ایک مصری کے اعتراضات کے جواب میں جو حضرت عثمان رض پر کئے تھے یہ ارشاد مروی ہے کہ رہا بیعت رضوان میں انکا موجود نہ ہونا تو وجہ اسکی یہ تھی کہ اس وقت ضرورت تھی مکہ میں گفتگو کرنے کے لئے کسیکو بھیجنے کی اور چونکہ اندیشہ تھا اہل مکہ سے اسکے قتل کر دینے کا اسلئے یہ بھی ضرورت تھی کہ وہ فرستادہ خود اہل مکہ کی نظر میں باوجاہت و معزز ہو اور یہ بات حضرت عثمان رض کو حاصل تھی

عادۃ احترام خلیفہ شیخ
حال الہام و فراست صادقہ

سواگر اور کوئی (ان سے) زیادہ معزز ہوتا (اہل) مکہ (کی نظر) میں تو آپ اُسکو بھیجتے اسلئے حضور نے حضرت عثمان ہی کو مکہ بھیجا اور (یہاں) بیعت رضوان ان کے چلے جانے کے بعد (اتفاقاً) واقع ہوگئی سو آپ نے اپنا داہنا ہاتھ (اپنے) بائیں ہاتھ پر رکھا اور (اُس بائیں ہاتھ کی نسبت) فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے (گویا اُنھوں نے بھی بیعت کرلی) اور حضور کا بایاں ہاتھ حضرت عثمان کے لئے اوروں کے داہنے ہاتھوں سے بھی اچھا تھا. روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی نے بتیسیر ص ۲۵۳ **ف** عادۃ بیعت غائبانہ مشائخ کے یہاں بیعت غائبانہ بھی معمول ہے یہ حدیث بھی اسکی اصل ہے. اور اسکی پوری تقریر حدیث شصت وہشتم کے ذیل میں گذر چکی ہے. **ف** رسم بدشیخ فوق ید مرید بودن وقت بیعت. بعض کا معمول ہے کہ بیعت کے وقت اپنا ہاتھ اوپر اور مرید کا نیچے رکھتے ہیں حدیث میں بیدہ الیمنی علی الیسریٰ اس رسم کی اصل ہوسکتی ہے اور ظاہر الفاظ ید اللہ فوق ایدیھم بھی اسکے ساتھ الصق ہیں. اور اگر شبہ ہو کہ یہاں تو مرید کا بایاں تھا اور معمول ہے کہ دونوں کا داہنا ہوتا ہے سو جواب یہ ہے کہ یہاں بایاں بضرورت تھا ورنہ من ایمانہم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ داہنا ہی ہونا اصل ہے اور یہ ہیئت کوئی امر مہم نہیں ہے ہاتھ میں ہاتھ لینا جسطرح سے بھی ہو کافی ہے اور اگر یہ بھی نہو تب بھی مضائقہ نہیں خواہ عادۃ یا شرعاً امکان ہی نہو جیسا غائب یا عورت میں یا امکان ہو پھر بھی قول ہی پر اکتفا ہو یا قائم مقام ہیئت کے کوئی چیز پکڑا دی جاوے جیسا کثرت کے وقت چادر یا عمامہ وغیرہ دے دیا جاتا ہے۔

حدیث صد و ہشتاد و ہفتم عن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین جہز جیش العسرۃ ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت ابن عمر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت جیش عسرت کا (غزوہ تبوک میں) سامان فرمایا (جسمیں حضرت عثمان رضہ نے بڑا حصہ امداد کا لیا تھا) اُسوقت ارشاد فرمایا کہ عثمان کو کچھ مضر نہیں جو کچھ کریں اسکے بعد عثمان کو کچھ مضر نہیں جو کچھ کریں اسکے بعد (اس سے گناہ کے کام مراد نہیں اور نہ مضرت سے مراد گناہ ہے. بلکہ معنی یہ ہیں کہ اگر نوافل طاعات میں کمی کردیں تو مراتب قرب میں کمی نہ ہوگی کیونکہ یہ عمل کمال قرب کے لئے کافی ہے) روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۳۵۲ **ف** مسئلہ عدم تضرر کامل بترک مجاہدہ چونکہ کامل ومنتہی کے پاس خود ایسی طاعات خفیہ دقیقہ ہوتی ہیں جو کیفاً نہایت عالی اور موجب کمال قرب ہیں لہذا اگر مجاہدات ابتدائیہ میں کمی ہوجاوے تو اُس کمال قرب میں خلل انداز نہیں ہوتی حدیث میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

حدیث صد و ہشتاد و ہشتم عن جابر قال دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ. اخرجہ الترمذی۔ **ترجمہ** حضرت جابر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کو غزوہ طائف کے دن بلایا اور اُن سے سرگوشی کی (اُسمیں دیر ہوگئی ہوگی) سو لوگ باہم کہنے لگے کہ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی سے بڑی دیر

تک سرگوشی فرمائی آپ نے بھی سن لیا) ارشاد فرمایا کہ ان سے میں نے سرگوشی نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے (کیونکہ اللہ ہی کے حکم سے یہ سرگوشی کی گئی ہے تو گویا اللہ تعالیٰ ہی نے کی) روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۲۵۳ ف مسئلہ. توحید افعالی صوفیہ کے اقوال میں کہیں فانی یعنی ممتثل غایت امتثال کے افعال کی نسبت اور کہیں مطلق فاعل کے افعال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف پائی جاتی ہے. اور اسکو توحید افعالی کہتے ہیں اور کبھی اسکو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں لا فاعل الا اللہ اس حدیث میں ارشاد وما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ نسبت اول کی واضح اصل ہے اور چونکہ علت اسکی صدور بالامر ہے پس جسطرح امر تشریعی کے سبب اضافت جائز ہے اسیطرح امر تکوینی کو اسپر قیاس کرکے اس سے بھی نسبت صحیح ہو سکتی ہے پس نسبت ثانی کی توجیہ بھی ہو گئی قرآن مجید میں فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی میں عند التامل یہی امر تکوینی مدار نسبت معلوم ہوتا ہے البتہ اعتقاد اتحاد بین الواجب والممکن الحاد ہے اسی طرح نفی اختیار عبد کا قصد بدعت سیئہ ہے اسی معنی کے اعتبار سے حضرت جنید رضہ کا قول مشہور ہے کہ اگر مجکو قدرت ہو تو جو شخص لا فاعل الا اللہ کہے اسکی گردن ماروں کیونکہ وہ شخص ابطال شریعت کا قصد کرتا ہے۔

حدیث صد وہشتاد و نہم عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنسائہ ان امرکن مما یہمنی من بعدی ولیس یصبر علیکن الا الصابرون الصدیقون ثم قالت لابی سلمۃ بن عبد الرحمن سقی اللہ اباک من سلسبیل الجنۃ وکان ابن عوف قد تصدق علی امہات المومنین بارض بیعت باربعین الفا وقال ابو سلمۃ بن عبد الرحمن بن عوف اوصی عبد الرحمن بحدیقۃ لامہات المومنین بیعت باربعمائۃ الف اخرجہ الترمذی۔ **ترجمہ** حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے ارشاد فرمایا کہ مجکو تمہارے معاملہ (گذران) میں (ایک گونہ) فکر ہے کہ میرے بعد کیا ہوگا اور تمکو (تمہاری خدمت گذاری کو) وہی نباہیں گے جو بڑے ہمت والے اور پکے ہیں پھر حضرت عائشہ رضہ نے ابی سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہارے باپ کو بہشت کے چشمہ سلسبیل سے سیراب کرے (کہ انہوں نے ہماری بڑی خدمت کی) اور عبد الرحمن بن عوف نے امہات المومنین کو ایک زمین دی تھی جو چالیس ہزار میں بکی (یہاں کے سکہ کے حساب سے دس ہزار روپیہ سے زیادہ ہوتا ہے) اور ابو سلمہ کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن عوف نے امہات المومنین کے لئے ایک باغ کی وصیت کی تھی جو چار لاکھ کو بکا (جو یہاں کے سکہ کے حساب سے ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ ہوتا ہے) روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۳۵۴ **ف** **مسئلہ منافی کمال نہ بودن ہم عیال بشرط اعتدال واجمال** بعضے ناواقف جس بزرگ کو اہل و عیال کی فکر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ کامل نہیں ہیں اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ فکر خود مسنون ہے البتہ اسمیں غلو بیشک منافی کمال بلکہ خود منافی طریق ہے۔ **ف** متفرقات تتمہ بودن خدمت اہل شیخ مر حقوق شیخ را حدیث میں امہات المومنین کی خدمت کرنے والوں کو آپ کا صابر و صدیق

فرمانا جسکے معنی کا حاصل ہے نباہنے والا اور پختہ التعلق والا مشیر اسطرف ہی کہ اہل شیخ کی خدمت کرنا ایک درجہ میں تعلقات شیخ کا نباہ کرنا اور اسمیں پختگی کی علامت ہے اور یہ خدمت قریب قریب اضطبعی کے ہے اہل طریق میں۔

حدیث صد و نود دم۔ عن سلمی امرأۃ من الانصار قالت دخلت علی ام سلمۃ وھی تبکی فقلت ما یبکیک قالت رأیت الآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وعلی راسہ ولحیتہ التراب وھو یبکی فقلت ما یبکیک یا رسول اللہ قال شھدت قتل الحسین آنفا اخرجہ الترمذی۔ ترجمہ حضرت سلمی سے جو انصار میں سے ایک بی بی ہیں روایت ہی کہ میں حضرت ام سلمہ رض کے پاس آئی اور وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا کہ آپ کے رونے کا کیا باعث ہے انہوں نے فرمایا کہ میں اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت سے دیکھا کہ آپکے سر مبارک اور ریش مبارک پر گرد پڑی ہے اور آپ رو رہے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپکے رونے کا کیا باعث ہے۔ آپنے فرمایا میں حسین کے قتل کی جگہ گیا تھا روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۲۵۴ ف حال۔ منام صادق سچا خواب ایک حال محمود ہے حدیث سے اسکا وقوع ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ پیچ میں وہ واقعہ اسی وقت ہونا معلوم ہوا ف مسئلہ حضور روح در مقامے روح کا بعد مفارقت عالم دنیا کے گو اصلی مقام دوسرا ہے لیکن اگر باذن الٰہی کسیوقت پھر بطور خرق عادت کے اس عالم میں آجاوے تو ممکن ہے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا میدان قتال میں تشریف لانا دیکھا گیا اور چونکہ اسکے امتناع کی کوئی دلیل نہیں لہذا اسمیں تاویل اور صرف الی المجاز کی ضرورت نہیں محمول حقیقت پر ہوگا۔

حدیث صد و نود و یکم عن عبد الرحمن بن یزید قال سألت حذیفۃ عن رجل قریب السمت والدل والھدی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ناخذ عنہ فقال ما نعلم احدا اقرب سمتا وھدیا ودلا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ابن ام عبد حتی یتواری بجدار بیتہ اخرجہ البخاری والترمذی۔ ترجمہ حضرت عبد الرحمن بن زید سے روایت ہی کہ میں نے حضرت حذیفہ رض سے پوچھا کہ ایسا شخص بتاؤ جو طرز و انداز و طریق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مناسبت رکھتا ہو تاکہ ہم بھی اس سے ان چیزوں کو لیں انہوں نے فرمایا کہ ہمارے علم میں ایسا شخص جو طرز و طریق و انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مناسبت رکھتا ہو ابن ام عبد یعنی عبد اللہ بن مسعود سے بڑھکر نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنے گھر کی دیوار کی آڑ میں ہوجاتے (یعنی اسوقت تک کی تو ہم کہہ سکتے ہیں پھر نظر سے اوجھل ہونے کے بعد ہم اسطرح شہادت کے درجہ میں نہیں کہہ سکتے۔ یہ قید لگانا صحابہ کا احتیاط فی التکلم تھا ورنہ علم رسوخ ملکہ کے بعد ظن پر بھی حکم صحیح ہے) روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی نے تیسیر ص ۲۵۵ ف عادۃ تشبہ بالشیخ بعض اہل محبت کی حکایتیں ہیں کہ انہوں نے عبادات سے گذر کر عادات خوراک و پوشاک

حال
منام صادق

مسئلہ
حضور روح در عالم دنیا

عادۃ
تشبہ بالشیخ

اور ہیأت رفتار وگفتار تک میں بقصد اپنے شیخ کا تشبہ اختیار کیا حتی کہ پھر قصد کی بھی حاجت نہ رہی خود وہ امور بمنزلہ
عادت ثانیہ وامر طبعی کے ہوگئے بعض بزرگوں کی تو مناسبت شیخ سے اسدرجہ بسنی گئی ہے کہ اس شعر کا مصداق
ہوسکتی ہے۔ سہ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی + تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری
حدیث اس تشبہ کی اصل صریح ہے اگر عبد اللہ بن مسعود نے قصد بھی نہ کیا ہو تب بھی محمود ہونا تو اسکا حدیث سے ظاہر
ہی ہے۔ اور محمود کا قصد بھی ظاہر ہے کہ محمود ہے۔

حدیث صد و نود و دوم عن ابی ذر فی حدیث اسلامہ ولقد لبثت ثلثین ما بین لیلة و یوم وما کان
لی طعام الا ماء زمزم فسمنت حتی تکسرت عکن بطنی وما وجدت علی کبدی سخفة جوع الحدیث اخرجہ مسلم
ترجمہ حضرت ابوذر رض سے اُن کے مسلمان ہونے کے قصہ میں اُن کا یہ قول مروی ہے۔ کہ میں (مکہ میں) تیس رات
اور دن اس حالت سے رہا کہ بجز آب زمزم کے میری کوئی غذا نہ تھی اور اسی سے میں ایسا فربہ ہوا کہ شکم کی جلد میں بل
اور شکن پڑگئے اور کلیجہ پر ذرا بھوک کا اضمحلال نہیں پایا روایت کیا اسکو مسلم نے تیسیر ص ۲۵۶ **ف متفرقات**
امکان مکث بلا غذا بعض اہل ریاضت سے منقول ہے کہ چالیس چالیس روز تک اُنھوں نے مطلق نہیں
کھایا یا اسقدر کم کھایا کہ عادةً وہ لبقار حیات کے لئے کافی نہیں اسپر بعض کوتاہ بین تنگ نظر فوراً انکار کر بیٹھتے ہیں
حضرت ابوذر رض کے قصہ سے یہ استبعاد بالکلیہ دفع ہوجاتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ وہ زمزم کا پانی تو پیتے تھے۔
جواب یہ ہے کہ خود یہ امر بھی خلاف عادة ہے اور پانی میں تو یہ خاصیت نہیں محض اُسکی برکت ہے پھر اگر کسیکو ذکر میں
یہی برکت حاصل ہوجاوے تو تعجب و استبعاد کیا ہے۔

حدیث صد و نود و سوم عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھتز العرش وفی روایة اھتز
عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ اخرجہ الشیخان والترمذی **ترجمہ** حضرت جابر رض سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرش اور ایک روایت میں ہے کہ رحمان کا عرش سعد بن
معاذ کے مرنے سے ہل گیا (یا تو واقعہ کے عظیم ہونے سے یا شوق ونشاط سے کہ اب اُنکی روح میرے پاس آویگی
روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے تیسیر ص ۴۰۵ **ف حال کرامت** اس حدیث میں ان صحابی کی
بہت بڑی کرامت مذکور ہے۔

حدیث صد و نود و چہارم عن انس قال لما حملت جنازة سعد بن معاذ قال المنافقون ما اخف
ما کانت جنازتہ یعنون لحکمہ فی بنی قریظة فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقال ان الملائکة کانت تحملہ اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت انس رض سے روایت ہے کہ جب سعد بن معاذ رض
کا (جنکا اوپر کی حدیث میں بھی مذکور ہے) جنازہ اُٹھایا گیا تو منافقین کہنے لگے کہ انکا جنازہ کسقدر ہلکا ہے چونکہ
اُنہوں نے بنی قریظہ کے بارہ میں (نامناسب) فیصلہ کیا تھا (یہ فیصلہ حدیث صد و شصت و دوم میں مفصلاً مذکور ہے)
منافقین اس فیصلہ کو یہود کی دوستی میں نامناسب کہتے تھے اسلئے جنازہ کے ہلکا ہونے کا کہ زمانہ جاہلیت میں اسکو

امکان مکث بلا غذاء — متفرقات

حال — کرامت

سہ بعض جگہ اسکو بجو کہتے ہیں ۱۲ منہ

بُری علامت سمجھتے تھے طعن کیا جیسا اب جنازہ کے بھاری ہونے کو بُری علامت سمجھتے ہیں اور دونوں باتیں بے اصل ہیں) یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ نے (علی سبیل التنزل) ارشاد فرمایا کہ ملائکہ (بھی) ان (کے جنازہ) کو اُٹھائے ہوئے تھے (اسلئے ہلکا معلوم ہوتا تھا) روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر ص ۳۵۷

ف حال۔ کرامت اسمیں بھی اُنکی ایک بڑی کرامت مذکور ہے۔

حدیث صد و نود و پنجم عن ابی موسی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو رأیتنی البارحۃ وانا استمع لقراءتک لقد اعطیت مزمارا من مزامیر اٰل داؤد اخرجہ الشیخان والترمذی وزاد فی روایۃ البرقانی عن مسلم لو علمت واللہ یا رسول اللہ انک تستمع لقراءتی لحبرتہ لک تحبیرا۔

ترجمہ حضرت ابوموسیٰ رضہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم مجھکو گذشتہ شب میں دیکھتے تو بہت خوش ہوتے میں تمہارا قرآن پڑھنا سُن رہا تھا واقع میں تم کو داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا حصہ عطا ہوا ہے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے اور برقانی کی روایت میں مسلم سے اتنا اور زیادہ ہے کہ ابوموسیٰ رضہ نے عرض کیا یا رسول اللہ واللہ اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ آپ میرا قرآن سن رہے ہیں تو میں آپکی خاطر اسکو خوب ہی بنا سنوار تا تیسیر ص ۳۵۸

ف مسئلہ ریا نہونا تحسین عمل برائے تطییب قلوب صلحا بزرگوں کا دل خوش کرنے کے لئے اگر کوئی طاعت یا خدمت اچھی طرح کیجاوے کہ مخلی بالطبع ہوکر اس طرح نہ کرتا تو ظاہر میں اسمیں شبہ ریا کا معلوم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ تطییب قلب اہل اللہ بلکہ مطلق مسلم خود عبادت ہے تو اسکی حقیقت یہ ہوئی کہ ایک عبادت کو دوسری عبادت کے واسطے اچھی طرح کرتا ہے اسلئے ہرگز یہ ریا نہیں ہے حدیث میں اسکے استحسان پر صاف دلالت ہے اس ناداں کو مدتوں یہ شبہ رہا کہ اکثر کسی کی فرمائش سے جو قرآن عمدہ طرح پڑھنے کی عادت ہے شاید یہ اچھا نہ ہو الحمد اللہ کہ اس حدیث کا سر دقیق جسکی ابھی تقریر کی گئی ہے قلب میں فائض ہوا اور یہ شبہ بالکل دفع ہوگیا پھر اس حدیث پر نظر پڑنے سے اسکی اور تائید ہوگئی اور حدیث میں زیادہ غور کرنے سے مقبولان آلہی کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ انکی طلب رضا مثل طلب رضا حق تعالے کے ہے جبکہ دونوں میں تعارض نہو اور راز اسمیں یہی ہے کہ اُنکی رضا کو رضا حق کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے پس مطلوب بالذات طلب رضا حق ہی ہے۔ لان السعی فی الطریق سعی فی الوصول الی المقصود

حدیث صد و نود و ششم عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم من اشعث اغبر ذی طمرین لایؤبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ منہم البراء بن مالک اخرجہ الترمذی

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہت سے (بندگان خدا) ایسے ہیں کہ بال بھی گرد آلود بدن بھی گرد آلود (کیونکہ اتنا سامان نہیں کہ بال اور بدن کی خدمت کرسکیں) دو پُرانی چادر والے (کہ ایک باندھیں ایک اوڑھیں) اور کوئی اُن کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے (مگر رتبہ اتنا بڑا) کہ اگر خدا پر قسم کھا بیٹھیں (اسطرح کہ واللہ خدا تعالیٰ یوں کریگا) تو اللہ تعالیٰ انکی قسم سچی کردے (یعنی وہ کام

حال کرامت

مسئلہ جواز تحسین عمل برائے تطییب قلوب صلحا

اُسی طرح کرد ہیں) روایت کیا اسکو ترمذی نے ۔ تیسیر ص ۲۵۹ **ف** فضیلت مقبولیت اولیاء اللہ حدیث کی دلالت اس جماعت کی فضیلت پر ظاہر ہے اور اغبرالشعث وغیرہ شرط نہیں ہے جیسا بعض ناواقفوں کا زعم ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ ہیئت منافی کمال نہیں ہے جیسا اہل کبر اس ہیئت کو حقیر سمجھتے ہیں۔

فضیلت مقبولیت اولیاء اللہ

حدیث صد و نود و ہفتم عن ابی هریرة قال قلت یا رسول الله اسمع منك اشياء فلا احفظها فقال ابسط رداءك فبسطته فحدثني حديثا كثيرا فما نسيت شيئا حدثني به اخرجه الشيخان والترمذي وهذا لفظه ۔ ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں سو مجھکو یاد نہیں رہتیں آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلا میں نے پھیلا دی تو آپ نے اسمیں کچھ پڑھ دیا میں نے اسکو اپنے سینہ سے لگا لیا جیسا مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے) پھر اسکے بعد میرے سامنے بہت سی حدیثیں بیان فرمائیں سو میں کوئی بات نہیں بھولا جو میرے سامنے بیان فرمائیں۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے اور یہ الفاظ ترمذی کے ہیں (تیسیر ص ۲۵۹ **ف** متفرقات تصرف فی القلب حدیث کی دلالت اسپر ظاہر ہے اور یہ چادر پر کچھ پڑھ دینا اس تصرف کا ایک طریق تھا بعض مشائخ کے یہاں بعض تصرفات نافعہ فی القلب کا معمول ہے مثل احکام ذکر یا توجہ بخشی وغیرہ کے پس ایسے تصرفات اگر محتمل فتنہ نہوں مشروع ہیں گو بتصریح اکابر کمال مقصود نہیں۔

متفرقات تصرف فی القلب

حدیث صد و نود و ہشتم عن عامر بن سعد عن ابيه قال دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم مسجد بني معاوية فركع فيه ركعتين وصلينا معه ودعا ربه طويلا ثم انصرف الينا فقال سالت ربي ثلثا فاعطاني اثنتين ومنعني واحدة سالته ان لا يهلك امتي بسنة عامة فاعطانيها وسالته ان لا يهلك امتي بالغرق فاعطانيها وسالته ان لا يجعل باسهم بينهم فمنعنيها اخرجه مسلم ۔ ترجمہ عامر بن سعد نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی معاویہ میں تشریف لائے اور اُس میں دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے پروردگار سے بڑی دیر تک دعا کی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگیں سو دو تو منظور کیں اور ایک نامنظور کی میں نے یہ دعا کی کہ میری امت کو قحط عام سے ہلاک نہ کرے سو اسکو منظور فرمایا (چنانچہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمام امت قحط سے مرجاتی) اور میں نے یہ دعا کی کہ میری امت کو غرق سے ہلاک نہ کرے اسکو بھی منظور فرمایا (چنانچہ غرق سے بھی کبھی تمام امت ہلاک نہیں ہوئی) اور میں نے یہ دعا کی کہ اُن میں باہم جنگ و جدل نہو اسکو نامنظور فرمایا (چنانچہ جنگ و جدل ونا اتفاقی ہونا ظاہر ہے) روایت کیا اسکو مسلم نے (تیسیر ص ۳۶۳) **ف** اصلاح امکان عدم اجابت دعا ی کاملین اکثر لوگ اجابت دعا کو لوازم ولایت سے سمجھتے ہیں اور اس اعتقاد پر کثرت سے مفاسد علمیہ و عملیہ مرتب ہوتے ہیں اس اعتقاد کا غلط ہونا حدیث سے ظاہر ہے۔

اصلاح امکان عدم اجابت دعائی کاملین

حدیث صد و نود و نہم عن سلمان الفارسي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تبغضني فتفارق

دینك قلت وكيف ابغضك يا رسول الله وبك هدانی الله قال تبغض العرب فتبغضنی اخرجه الترمذی ترجمہ حضرت سلمان فارسی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے بغض مت کرنا کہ دین سے جدا ہو جاؤ گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بھلا آپ سے کیونکہ بغض کر سکتا ہوں حالانکہ آپ کی بدولت تو اللہ تعالیٰ نے مجھکو ہدایت کی آپ نے فرمایا اسطرح سے کہ تم عرب سے بغض کرنے لگو تو مجھ سے بغض کیا روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۲۶۵) ف متفرقات اکرام اہل وطن شیخ اہل طریق کی عام عادت ہے کہ طبعاً اپنی پیر کے اہل وطن کا احترام و ادب کرتے ہیں اس حدیث میں اسکی اصل موجود ہے ونعم ما قیل ؎ ومن دین فی حب الدیار لاھلہا ؛ وللناس فیما یعشقون مذاہب ؛

حدیث دو صد و سوم عن عمرؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یاتی علیکم اویس بن عامر الحدیث وفیه فان استطعت ان یستغفر لك فافعل اخرجه مسلم ترجمہ حضرت عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے پاس اویس بن عامر آوینگے (جنکو اویس قرنی کہتے ہین) اور اسی حدیث میں حضرت عمر رضؓ کو یہ ارشاد ہوا کہ اگر تم سے ممکن ہو کہ وہ تمہارے لیے استغفار کریں تو ضرور ایسا (اہتمام) کرنا روایت کیا اسکو مسلم نے (تیسیر ص ۲۶۵) ف مسئلہ انتفاع کامل از مادون خود جسطرح ادنے کو اعلیٰ سے نفع اکثر ہوتا ہے اسیطرح کبھی اعلیٰ کو ادنیٰ سے بھی نفع ہو جاتا ہے جیسا اس حدیث میں حضرت عمر رضؓ کو کہ صحابی ہیں حضرت اویسؓ سے کہ تابعی ہین خاص امر میں کہ وہ دعا ہے منتفع ہونے کا امر فرمایا گیا اور اسی کی فرع ہے کہ کبھی پیر کو مرید سے نفع ہو جاتا ہے علمی یا حالی یا اخلاقی یا دعائی تو کسی پیر کو مغرور نہ ہونا چاہیئے

حدیث دو صد و چہارم عن المسیب بن حزن وانزل فی ابی طالب انك لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء اخرجه الشیخان والنسائی ترجمہ مسیب بن حزن سے روایت ہے کہ ابوطالب کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کہ (یا رسول اللہ) آپ جسکو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ تعالیٰ جسکو چاہے ہدایت دیدے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم ونسائی نے (تیسیر ۳۶۶) ف اصلاح متصرف مختار نبودن کاملین بہت لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ تصرفات کو مطلقاً کاملین کے اختیار میں سمجھتے ہیں حتیٰ کہ ان سے حق تعالیٰ کی طرح حاجات مانگتے ہیں احیاء سے یا اموات سے یہ آیت وحدیث اسکا قلع قمع کرتی ہے۔

حدیث دو صد و پنجم عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان احدا جبل یحبنا ونحبه اخرجه الثلثة والترمذی ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ احد ایسا پہاڑ ہے کہ اُسکو ہم سے محبت ہے اور ہمکو اُس سے محبت ہے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم و مالک وترمذی نے (تیسیر ص ۳۷۱) ف مسئلہ شعور جمادات چونکہ کوئی دلیل حقیقت سے متصرف کرنیکی نہیں ہے اسلئے حدیث میں لفظ یحبنا کو معنی حقیقی پر محمول کر کے اس سے اس مسئلہ کشفیہ پر استدلال کرینگے کہ جمادات میں بھی ایک گونہ شعور ہے کیونکہ حب موقوف ہے شعور پر جیسا نحبہ بالاتفاق حقیقت پر محمول ہے باقی مسئلہ ظنیہ ہے داخل عقائد نہیں۔

متفرقات اکرام اہل وطن شیخ

مسئلہ انتفاع کامل از مادون خود

اصلاح متصرف مختار نبودن کاملین

مسئلہ شعور جمادات

حدیث دو صد و سوم عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الی من اداء ما افترضت علیہ ولایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا الحدیث اخرجہ البخاری **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ (حدیث قدسی میں) فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے مقبول بندہ سے عداوت کرے میں اُسکو اشتہار جنگ دیتا ہوں اور میرا بندہ مجھے کسی ایسے ذریعہ سے قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک اداء فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ برابر مجھ سے بذریعہ نوافل قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہانتک کہ میں اسکو محبوب بنا لیتا ہوں پھر جب اسکو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اُسکی شنوائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو لیتا ہے اور اسکا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (مطلب یہ کہ اکثر اُسکے ان جوارح سے کوئی کام میری رضا کے خلاف نہیں ہوتا الا العارض لا یدوم) روایت کیا اسکو بخاری نے (تیسیر ص ۲۷۵) **ف فضل مرتبہ صوفیہ** دلالت حدیث کی اسپر ظاہر ہے **ف قول قرب فرائض و قرب نوافل** قوم کے کلمات اصطلاحیہ سے یہ دو لفظ بھی ہیں جو حقیقت انکی بیان کی گئی ہے حدیث کے الفاظ اسکا ماخذ ہے جسکو احقر نے کلید مثنوی اور مسائل المثنوی میں مشرح و مبسوط بیان کیا ہے۔ **ف مسئلہ محفوظیت اولیاء** مشہور ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء محفوظ کنت سمعہ الخ کی جو تفسیر ترجمہ میں لکھی گئی ہے اُسکے اعتبار سے حدیث اُسکا اثبات کرتی ہے۔

حدیث دو صد و چہارم عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی اللیلۃ اٰت من ربی وفی روایۃ اتانی ربی فی احسن صورۃ الحدیث اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج شب کو میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور ایک روایت میں ہے کہ میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۲۷۵) **ف توجیہ تجلی حق در خلق بلا حلول و معنی اتحاد** صوفیہ کے کلام میں ان دو مسئلوں کے عنوان تعبیری میں یہ دو اصطلاحیں پائی جاتی ہیں حقیقت اول کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ بلا حلول اپنی ذات و صفات کا خلق میں ظہور فرماتے ہیں جسطرح کاتب کا ظہور مکتوب میں اور متکلم کا ظہور کلام میں ہوتا ہے پس خلق مظہر اور حق ظاہر ہے اور ثانی کی حقیقت یہ ہے کہ ظاہر و مظہر میں ایسا شدید تعلق ہے کہ مظہر سے انفکاک ظاہر کا محال ہے سو مسئلے دونوں عقلی ہیں مگر عنوان تعبیری کسیقدر موحش ہو جاتا ہے لیکن بعد وضوح مراد کے ایسے اصطلاحات کی گنجائش خود حدیث میں تامل کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ فی احسن صورۃ اصطلاح اول کی نظیر ہے اور اٰت من ربی کو ربی کہدینا اصطلاح ثانی کی نظیر ہے۔ اور اگر من تجریدیہ ہو تو خود فی احسن صورۃ اس ثانی کا بھی ماخذ ہو سکتا ہے کیونکہ اُس صورۃ مبائنہ کے تلبس سے غیر ذی صورۃ کو ذی صورۃ کہنا لازم آیا پس ذی صورۃ

اور غیر ذی صورۃ میں سے اسیطرح استدلال ہوسکتا ہے البتہ تجلی واتحاد کو معنی عرفی ولغوی پر محمول کرنا جائز نہیں جیسا عوام جہلا اس سے اپنے عقائد خراب کر لیتے ہیں اور تفصیل ان مباحث کی کلید مثنوی میں لکھدی گئی ہے۔

حدیث دو صد و پنجم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عز وجل یوم القیمۃ مرضت فلم تعدنی فیقول یارب کیف اعودک وانت رب العلمین قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعدہ اما علمت انک لو عدتہ لوجدتنی عندہ ثم ذکر الاستطعام والاستسقاء کذلک وفیہما لوجدت ذلک عندی اخرجہ مسلم **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت کے روز بعض لوگوں سے فرماوینگے کہ میں بیمار ہوا تونے میری عیادت نہیں کی وہ عرض کریگا کہ اے پروردگار میں آپ کی عیادت کیسے کرسکتا ہوں آپ تو رب العالمین ہیں (جنپر طریان مرض محال اور عیادت موقوف اس طریان پر اور محال پر جو موقوف ہو وہ محال پھر مجھ سے اس فعل محال کا صدور کیونکر ہوسکتا) ارشاد ہوگا کہ تجکو خبر نہیں ہمارا فلانا بندہ بیمار ہوا تھا اور تونے اسکی عیادت نہ کی تجھکو خبر نہیں اگر تو اسکی عیادت کرتا تو مجھکو اُس کے پاس پاتا پھر اسیطرح حدیث میں کھانا مانگنے کا اور پانی مانگنے کا ذکر آیا ہے۔ (یعنی ارشاد ہوگا کہ ہم نے تجھ سے کھانا مانگا پانی مانگا وہ بندہ وہی عرض کریگا اور وہی جواب ملیگا) اور اُن دونوں میں جواب یہ ہے کہ تو اسکو میرے پاس پاتا روایت کیا اسکو مسلم نے (تیسیر ص ۳۴)

ف توجیہ۔ اتحاد بالمعنی المذکور اوپر کی حدیث میں اس مسئلہ کی تقریر ہوچکی ہے عبد کے مرض کو اپنی طرف منسوب کرکے مرضت فرمانا بہ عنوان اس اصطلاح کی زیادہ وضح نظیر ہے۔ اور اگر یہ مریض کوئی عبد مقبول وخاص ہے تو یہ عنوان صوفیہ کے اُس خاص قول کی بھی تائید کرتا ہے کہ گاہ گاہ اس اتحاد وعینیت کا حکم خاص عارفین واہل کمال واہل فناہی کے لئے کیا کرتے ہیں اور لوجدتنی عندہ کی جگہ دوسرے مقام پر لوجدت ذلک عندی فرمانا کہ حقیقت میں یہ دوسرا جملہ اُس پہلے جملہ کی تفسیر ہے اسپر متنبہ کر رہا ہے کہ ایسی تعبیریں مجاز ہوتی ہیں حقیقت پر محمول کرکے عقائد خراب نہ کئے جاویں جیسا اوپر کی حدیث کے ذیل میں بھی احقر نے اسپر متنبہ کیا ہے

حدیث دو صد و ششم عن ابی ہریرۃ فی حدیث سبعۃ یظلہم اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علی ذلک وتفرقا علیہ اخرجہ الستۃ الا ابا داود **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ سے اُس حدیث میں جس میں سات شخصوں کا ذکر ہے جنکو حق تعالیٰ قیامت میں عرش کا سایہ دینگے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُن میں سے وہ دو شخص بھی ہیں جنمیں محض اللہ کے لئے باہم محبت ہے اسی کو لئے ہوئے ملتے ہیں اور اسیکو لئے ہوئے جدا ہوجاتے ہیں روایت کیا اسکو بخاری ومسلم ومالک ونسائی وترمذی نے۔ **ف فضل مرتبہ اخوان الطریقۃ** پیر و مریدمیں تو ایسی محبت ہوتی ہی ہے مگر پیر بھائی یقیناً اس حدیث کے مصداق ہیں۔

حدیث دو صد و ہفتم عن عاصم الاحول قال رایت قدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند انس بن

مالك وكان قد انصدع فسلسله بفضة قال ابن سيرين انه وقد رأيت ذلك القدح وكان فيه حلقة من حديد فاراد انس ان يجعل مكانها حلقة من فضة اوذهب فقال ابوطلحة لا تغير شيئا فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم فتركه. اخرجه البخاري ترجمہ حضرت عاصم احول سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ چوبین حضرت انس رضؓ کے پاس دیکھا اور اُسمیں ایک دراز پڑگئی تھی آپ نے اُسمیں چاندی کا پتر لگوایا تھا ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے وہ پیالہ دیکھا تھا اور اُسمیں لوہے کا ایک حلقہ تھا حضرت انس نے (اُسکی زیادت احترام کیلئے) یہ چاہا کہ اُسکی جگہ چاندی یا سونے کا حلقہ لگوالیں (اور استعمال میں اُسکو ہاتھ اور مُنہ سے الگ رکھتے) ابوطلحہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنوائی ہوئی چیز کو مت بدلو حضرت انس نے اُسی حالت پر چھوڑ دیا. روایت کیا اسکو بخاری نے (تنبیہ ص ۳۸۲) **ف** رسم **حفاظت تبرکات و عدم تغییر آن**. اکثر اہل محبت کا یہی معمول ہے کہ تبرکات کو حتی الامکان بعینہ محفوظ رکھتے ہیں اور اسی کو ادب سمجھتے ہیں یہ حدیث اسکی مؤید ہے۔

حفاظت تبرکات و عدم تغییر آن

حدیث دوصد و ہشتم عن ابی سعید قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوشك ان يكون خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر يفر بدينه من الفتن اخرجه البخاري ومالك وابوداؤد والنسائي ترجمہ حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا وقت نزدیک آنے والا ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہونگی جنکو لئے ہوئے پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کے جمع ہونے کی جگہوں یعنی نالوں میں (جبکہ وہ خشک ہوجاویں) پھریگا اپنے دین کو لئے ہوئے فتنوں سے بھاگا بھاگا پھریگا. روایت کیا اسکو بخاری و مالک و ابوداؤد و نسائی نے (تنبیہ ۳۸۳) **ف عادۃ عزلت بمصلحت** بعض بزرگوں نے اپنی خاص حالت کے اقتضا سے گوشہ اختیار کیا ہے اس حدیث سے اسکا اذن بلکہ استحباب معلوم ہوتا ہے جب اختلاط میں ضرر دین کا اندیشہ ہو. **ف مسئلہ. عدم تنافی بین الکمال و اسباب المعاش** بکریوں کا اسباب معاش ہونا ظاہر ہے پس حدیث کی دلالت مقصود پر ظاہر ہے بعض عوام انمیں تنافی سمجھتے ہین۔

عادۃ عزلت بمصلحت

عدم تنافی بین الکمال و اسباب المعاش

حدیث دوصد و نہم عن ابن عمرؓ قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطيني العطاء فاقول اعطه من هو افقر اليه مني فيقول خذه وما جاءك من هذا المال وانت غير مشرف ولا سائل فخذه فتموله فان شئت فكله وان شئت فتصدق به وما لا فلا تتبعه نفسك قال سالم فلاجل ذلك كان عبد الله لا يسال احدا شيئا ولا يرد شيئا اعطيه اخرجه البخاري ومسلم والنسائي ترجمہ حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو کچھ عطیہ دیتے ہیں عرض کرتا کہ ایسے شخص کو دیجئے جو مجھسے زیادہ اسکا حاجتمند ہو آپ فرماتے کہ اسکو لیلو اور جو مال بھی اس قسم کا تمھارے پاس آوے اسطرح سے کہ نہ تو تم اسمیں کسی کے دست نگر ہو اور نہ کسی سے سوال کیا ہو تو تم

اسکو لیلو اور اپنی ملک بنالو پھر اگر چاہو تو کھاؤ اور اگر چاہو تو خیرات کرو اور جو نہ آوے تو اپنے نفس کو اُسکے پیچھے مت ڈالو حضرت سالم کہتے ہیں کہ اسی لئے حضرت عبداللہ کا معمول تھا کہ نہ تو کسی سے کچھ مانگتے تھے اور نہ آئی ہوئی چیز کو پھیرتے تھے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و نسائی نے (تیسیر ص ۲۹۶) **ف متفرقات آداب قبول ہدیہ**۔ حدیث میں صاف صاف مذکور ہیں اور بعینہٖ یہی معمول ہے محققین اہل طریق کا ایک مقولہ اسی کے موافق مشہور ہے چوں نیاید طمع نکند و چوں بیاید منع نکند و چوں بگیرد جمع نکند۔

حدیث دو صد و دوم عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی الدجال الحدیث وفیہ فیقول الدجال ارأیتم ان قتلت ھذا ثم احییتہ ھل تشکون فی الامر فیقولون لا فیقتلہ ثم یحییہ الحدیث اخرجہ الشیخان **ترجمہ** حضرت ابو سعید خدری رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دجال آویگا اور اسی حدیث میں ہے کہ پھر دجال کہیگا بتاؤ تو اگر میں اس شخص کو قتل کردوں پھر اُسکو زندہ کردوں کیا تم میرے معاملہ (دعویٰ الوہیت) میں شبہ کروگے وہ لوگ (یعنی اُسکے معتقدین) کہیں گے کہ نہیں پس وہ اُسکو قتل کردیگا پھر زندہ کردیگا۔ روایت کیا اُسکو بخاری و مسلم نے (تیسیر ص ۴۱۲) **ف اصلاح۔ عدم اغترار بالخوارق** اکثر عام لوگ خوارق کو علامت ولایت کی سمجھتے ہیں یہ سخت غلطی ہے دیکھو دجال سے زیادہ کون گمراہ ہوگا اور احیاء میت سے بڑھکر کون امر خارق ہوگا باوجود اتنے بڑے خارق کے صادر ہونے کے دجال کے گمراہ ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے اس غلطی کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔

حدیث دو صد و سوم عن ابن عمر فی قصۃ ابن صیاد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ ماذا تری قال یاتینی صادق و کاذب فقال صلی اللہ علیہ وسلم خلط علیک الامر ثم قال لہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد خبأت لک خبیئا فقال ابن صیاد ھو الدخ فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم اخسأ فلم تعد و قدرک الحدیث اخرجہ الخمسۃ الا النسائی۔ **ترجمہ** حضرت ابن عمر رضہ سے ابن صیاد کے قصہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا تجھکو کیا نظر آتا ہے۔ کہنے لگا میرے پاس کبھی سچا خبر دینے والا آتا ہے اور کبھی جھوٹا (یہ آنے والے شیاطین تھے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھ پر امر واقعی مشتبہ کیا گیا ہے پھر آپ نے اُس سے فرمایا کہ میں نے ایک بات دل میں چھپالی ہے (بتلا کیا ہے۔ اور روایات میں آیا ہے کہ آپ نے یہ آیت دل میں سوچ لی یوم تاتی السماء بدخان مبین) ابن صیاد نے کہا کہ وہ دخ یعنی دخان ہے۔ آپنے فرمایا ذلیل و خوار رہ تو اپنی اس حیثیت سے آگے نہ بڑھیگا۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی نے (تیسیر ص ۴۱۳) **ف اصلاح۔ امکان کشف و اطلاع خواطر اہل باطل** را مثل حدیث سابق کے اس سے بھی معلوم ہوا کہ اہل باطل کو کشف کائنات و اشراف خواطر ہو سکتا ہے۔ پس یہ بھی علامت ولایت کی نہیں جیسا عام لوگ دہوکہ میں ہیں۔

متفرقات — آداب قبول ہدیہ
اصلاح — عدم اغترار بالخوارق
اصلاح — امکان کشف و اطلاع خواطر اہل باطل

حدیث دو صد و دوازدہم عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل سمعتم بمدینۃ جانب منھا فی البر وجانب منھا فی البحر قالوا نعم قال لا تقوم الساعۃ حتی یغزوھا سبعون الفا من بنی اسحٰق فاذا جاؤھا نزلوا فلم یقاتلوا بسلاح ولم یرموا بسھم قالوا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط احد جانبیھا الذی فی البحر ثم یقولون الثانیۃ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط جانبھا الاٰخر الحدیث اخرجہ مسلم۔ ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگوں نے کوئی شہر ایسا سُنا ہے جسکی ایک جانب خشکی میں ہے اور ایک جانب سمندر میں لوگوں نے عرض کیا جی ہاں سُنا ہے آپ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک اُس شہر پر ستر ہزار بنی اسحاق جہاد نہ کرینگے یہ لوگ جب وہاں آکر اُتریں گے تو نہ ہتھیار سے لڑیں گے اور نہ تیر پھینکیں گے صرف زبان سے کہیں گے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پس (اسکے اثر سے) اُس شہر کی وہ جانب گر پڑیگی جو سمندر میں ہے پھر دوبارہ کہیں گے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر سو اُسکی دوسری جانب بھی گر پڑیگی۔ روایت کیا اسکو مسلم نے (تیسیر ص ۴۱۳ و ۴۱۴) **ف** مسئلہ صحت صدور کرامات بعض معتزلی المشرب اولیاء کے کرامات کے منکر ہوتے ہیں حدیث میں ان بنی اسحاق کی ایک بین کرامت کی خبر دی گئی ہے جو اُن سے صادر ہوگی۔

مسئلہ صحت صدور کرامات

حدیث دو صد و سیزدہم عن علی رض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فعلت امتی خمس عشرۃ خصلۃ حل بھا البلاء وفیہ واتخذت القینات والمعازف الحدیث رواہ الترمذی ترجمہ حضرت علی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب میری اُمت پندرہ کام کرنا شروع کرینگے تو اُنپر بلائیں نازل ہونے لگیں گی اُسی حدیث میں (اُن پندرہ کاموں میں) یہ بھی ہے کہ گانے والی عورتیں اور بجانے کے ساز کا سامان کیا جاویگا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۱۵) **ف** اصلاح۔ حرمت سماع و رقص متعارف بعضے جہلاء صوفیہ نے سماع میں یہانتک غلو کیا ہے کہ عورتوں کا یا آلات کے ساتھ گانا سُنتے ہیں حدیث سے دونوں طریق کی مذمت ظاہر ہے۔

اصلاح حرمت سماع و رقص متعارف

حدیث دو صد و چہاردہم عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب اخرجہ الخمسۃ۔ ترجمہ حضرت نعمان بن بشیر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یاد رکھو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ سنور تا ہے تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تمام بدن بگڑ جاتا ہے یاد رکھو کہ وہ قلب ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و نسائی نے (تیسیر ص ۴۲۸) **ف** متفرقات اصل طریق تصوف اہل تصوف کے طریق کا بڑا مدار اصلاح قلب ہے۔ یہ حدیث اُس کے تہتم بالشان ہونے کو صاف بتلا رہی ہے۔

متفرقات اصل طریق تصوف

حدیث دو صد و پانزدہم عن ابی مسعود البدری قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ثمن

الکلب ومہر البغی وحلوان الکاھن اخرجہ الستۃ ترجمہ حضرت ابومسعود بدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کے داموں سے (تنزیہا) اور زانیہ کی خرچی سے اور کاہن کے نذرانہ سے (تحریماً) منع فرمایا ہے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم ومالک وترمذی ونسائی وابوداؤد نے (تیسیر ص ۱۲۶ ج ۴) **ف** اصلاح **حرمت نذرانہ از مال کسبی واجرت فال وغیرہ** اسوقت رسمی پیروں میں یہ دونوں بلائیں شائع ہیں کہ بازاری عورتوں سے بے تکلف نذرانے لیتے ہیں اور فال اور غیر مشروع تعویذ گنڈوں پر بھی روپے وصول کرتے ہیں حدیث سے دونوں کی مذمت ظاہر ہے۔

اصلاح — حرمت نذرانہ از مال کسبی واجرت فال وغیرہ

حدیث دو صد و شانزدہم عن مالکؒ انہ بلغہ ان ابن مسعود قال لا یزال العبد یکذب ویتحری الکذب فینکت فی قلبہ نکتۃ سوداء حتی یسود قلبہ الحدیث ترجمہ حضرت ابن مسعود رضؓ کا ارشاد ہے کہ بعض شخص برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جان جان کر جھوٹ بولتا ہے اس سے اسکے قلب میں سیاہ داغ پڑجاتا ہے یہانتک کہ (اسیطرح) تمام قلب سیاہ ہوجاتا ہے۔ روایت کیا اسکو مالک نے (تیسیر ص ۱۲۱ ج ۴) **ف** قول۔ **اثبات ظلمت قلب** بزرگوں کے ارشادات میں بکثرت پایا جاتا ہے کہ فلاں عمل سے فلاں امر سے قلب سیاہ ہوجاتا ہے۔ اس حدیث سے اس قول کی صحت کا اثبات ہوتا ہے۔

قول — اثبات ظلمت قلب

حدیث دو صد و ہفدہم عن اسماء قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی زور اخرجہ الخمسۃ الا الترمذی ترجمہ حضرت اسماء رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایسے امر کا اظہار کرے جو اسکو نہیں ملی اسکی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے دونوں کپڑے جھوٹ کے پہن لیے ہوں (یعنی ازار اور ردا مطلب یہ کہ گویا سر سے پانو تک جھوٹ ہی جھوٹ لپیٹ لیا) روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی نے (تیسیر ۱۳ ج ۴) **ف** اصلاح۔ **مذمت تصنع بتشبہ غیر کامل بہ کامل** چونکہ مالم یعط عام ہے کمالات باطنیہ کو بھی اسلئے حدیث میں ایسے شخصوں کی بھی مذمت ہے جو باوجود عادی یا ناقص ہونے کے قول یا فعل یا طرز و انداز سے اپنے کو بزرگ ظاہر کرتے ہیں خاصکر جبکہ مرید کرنا بھی شروع کردیں

اصلاح — مذمت تصنع بتشبہ غیر کامل بہ کامل

حدیث دو صد و ہشدہم عن معاذ بن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک اللباس تواضعا وھو یقدر علیہ دعاہ اللہ تعالی یوم القیمۃ علی رءوس الخلائق حتی یخیرہ من ای حلل الایمان شاء یلبسھا اخرجہ الترمذی۔ ترجمہ حضرت معاذ بن انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص (زینت کے) لباس کو تواضع کی راہ سے چھوڑ دیگا باوجودیکہ اسپر قادر ہو اللہ تعالے اسکو قیامت کے روز بر سر مجمع بلائیں گے یہانتک کہ اسکو اختیار دینگے کہ ان ایمان کے جوڑوں میں سے جونسا چاہے پہن لے (ایمان کے جوڑوں کے معنی یہ ہیں کہ ایمان کے انعام میں جو جوڑے عطا ہونگے جو بہ تفاوت کمال ونقصان ایمان متفاوت ہونگے مگر اس شخص کو گو اپنے درجہ ایمان کے اعتبار سے اس کا مستحق نہو مگر اس تواضع کی بدولت اس کو ہر جوڑے کے لینے کا اختیار ہوگا واللہ اعلم) روایت کیا اسکو ترمذی

نے (تیسیر ص ۴۴۵) **ف** عادۃ بعض **ترک زینت بقصد** اسمیں بزرگوں کا معمول مختلف ہی بعض تو نہ زینت کا اہتمام کرتے ہیں نہ ترک زینت کا اور بعض ترک زینت کا اہتمام کرتے ہیں اور ہر ایک کی ایک نیت اور مصلحت ہے انما الاعمال بالنیات دوسری عادت اس حدیث کے موافق ہے اور پہلی عادت کا استحسان حدیث آئندہ میں آتا ہی

حدیث دو صد و نود و ہم عن ابی زمیل قال حدثنی ابن عباس رض قال لما خرجت الحروریۃ اتیت علیا فقال ایت ھؤلاء القوم فلبست احسن ما یکون من حلل الیمن فلقیتھم فقالوا مرحبا بک یا ابن عباس ما ھذہ الحلۃ قلت ما تعیبون علی لقد رایت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم احسن ما یکون من الحلل اخرجہ ابو داود **ترجمہ** ابی زمیل سے روایت ہی کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رض نے قصہ بیان کیا کہ جب حروریہ (کہ مذہب خارجی رکھتے تھے) ظاہر ہوئے میں حضرت علی رض کے پاس آیا آپ نے فرمایا کہ تم (ان کی تفہیم کے لئے) ان کے پاس جاؤ میں نے یمن کی لنگی چادروں میں سے ایک عمدہ جوڑا پہنا پھر ان سے ملا انھوں نے مرحبا خوش آمدی کے بعد (بطور اعتراض کے) کہا اے ابن عباس یہ جوڑا کیسا ہی (یعنی ایسا عمدہ لباس کیوں پہنا ہے) میں نے جواب دیا کہ تم اس سے مجھ پر کیا اعتراض کرتے ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک (پر) بہت ہی عمدہ جوڑا دیکھا ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے (تیسیر ۴۴۵ و ۴۴۶) **ف** عادۃ بعض **عدم اہتمام ترک زینت** اس مضمون کی تقریر حدیث سابق کے ذیل میں گذری ہی یہ حدیث اس عادت کی دلیل ہے۔ اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ اس سے تو زینت کا اہتمام معلوم ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ اہتمام سے مراد یہ ہے کہ اُسکو عادۃ دائمی بنا لیا جاوے یہ البتہ مستحسن نہیں اور کبھی کسی عارضی مصلحت سے اگر خاص وقت پر قصداً بھی ہو تو یہ اہتمام مذموم نہیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رض کی عادۃ عدم اہتمام زینت کی معلوم ہے اسلیئے حدیث کا مدلول اہتمام زینت نہیں بلکہ عدم اہتمام ترک زینت ہے

حدیث دو صد و بستم عن ابی رمثۃ قال رایت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثوبین اخضرین اخرجہ اصحاب السنن **ترجمہ** حضرت ابو رمثہ رض سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو سبز کپڑے دیکھے ہیں (یعنی لنگی اور چادر) روایت کیا اسکو ترمذی و ابو داؤد و نسائی نے (تیسیر ص ۴۴۶) **ف** عادۃ بعض **تمام پارچہ رنگین پوشیدن** بعضے درویشوں کی عادت ہے کہ سر سے پانو تک رنگین کپڑے پہنتے ہیں سو اگر یہ ریا ہو تب تو ظاہر ہے کہ مذموم ہے۔ اور اگر کسی مصلحت سے ہو مثلاً یہ کہ رنگین کپڑے میلے کم ہوتے ہیں بار بار دھلوانا بھی مشغولی الی غیر المطلوب ہی تو مضائقہ نہیں اس حدیث میں بھی پورے کپڑوں کا رنگین ہونا مذکور ہے گو داعی یہاں دوسرا ہو مگر مصلحت پر مبنی ہونا تو امر مشترک ہے اور قیاس کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

حدیث دو صد و بست و یکم عن ابی بردۃ قال دخلت علی عائشۃ رض فاخرجت الینا کساء ملبدا و ازارا غلیظا فقالت قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذین اخرجہ الخمسۃ الا النسائی

عادۃ بعض ترک زینت بقصد

عادۃ بعض عدم اہتمام ترک زینت

عادۃ بعض تمام پارچہ رنگین پوشیدن

ترجمہ حضرت ابوبردہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ہمکو ایک کمل بہت دبیز اور ایک لنگی موٹے کپڑے کی نکالکر دکھلائی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی دو کپڑوں میں وفات پائی ہے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۳۴) **ف عادۃ بعض لبس صوف** بعضے درویش اکثر احوال میں کمل وغیرہ اوڑھے رہتے ہیں اور احقر کے نزدیک عجب نہیں کہ انکا لقب صوفی اسی سے ہوا ہو گو اسمیں دوسرے اقوال بھی ہیں اگر بہ براہ تصنع نہ رہا ہو تو یہ حدیث اسکی اصل ہے۔

عادۃ بعض لبس صوف

حدیث دوصد و بست و دوم عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان علی موسی علیہ السلام یوم کلمہ ربہ تعالے سراویل صوف وجبۃ صوف وکساء صوف وکمۃ صوف الحدیث اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس روز موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا ہے اُنکے جسم پر پورا لباس صوف کا تھا پاجامہ بھی اسی کا اور کرتہ بھی اسی کا اور چادر بھی اسی کا اور ٹوپی بھی اسی کی۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۳۰)

ف یہ حدیث بھی مثل حدیث سابق بوجہ اتم لبس صوف کا اثبات کرتی ہے۔

مثل حدیث سابق

حدیث دوصد و بست وسوم عن سہل بن سعدؓ ان علی بن ابی طالب دخل علی فاطمۃ الحدیث وفیہ فقالت ایت فلانا الیہودی فاشتر بہ دقیقا فجاءہ فاخذ الدقیق فقال لہ الیہودی انت ختن ھذا الذی یزعم انہ رسول اللہ قال نعم قال فخذ دینارک ولک الدقیق اخرجہ ابوداؤد **ترجمہ** سہل بن سعد رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضؓ حضرت فاطمہ رضؓ کے پاس تشریف لائے اور اسی حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضؓ نے کہا کہ تم فلانے یہودی کے پاس جاؤ اور اس دینار کا آٹا خرید لو حضرت علی رضؓ اسکے پاس آئے اور آٹا لیا یہودی نے کہا کہ آپ ان بزرگ کے داماد ہیں جو دعوی رسالت کا کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ہاں یہودی نے کہا اپنا دینار لیجائیے اور آٹا آپکی نذر ہے۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۴۵)

ف عادۃ قبول ہدیہ یا رعایت از کافر بعض بزرگوں پر تشدد دین کا یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ کافر کا ہدیہ لیتے ہیں اس حدیث سے اسکا جواز واضح ہے البتہ جہاں لینے میں کوئی مفسدہ یا نہ لینے میں کوئی مصلحت ہو وہاں نہ لیا جاوے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کی بزرگی یا کسی بزرگ کیطرف منتسب ہونے کے سبب سے کچھ خدمت یا رعایت بطیب خاطر کرے تو یہ دین فروشی نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی اپنے کو اس سبب سے مستحق رعایت کا سمجھے وہ بالیقین مدعی دہرائی دوکاندار ہے

عادۃ قبول ہدیہ یا رعایت از کافر

حدیث دوصد و بست و چہارم عن عائشۃؓ فی قصۃ عہد عتبۃ الی اخیہ سعد بن ابی وقاص فی ابن ولیدۃ زمعۃ فنظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی شبہہ فرای شبہا بینا بعتبۃ فقال ھولک یا عبد بن زمعۃ الولد للفراش وللعاھر الحجر ثم قال لسودۃ بنت زمعۃ احتجبی منہ الحدیث اخرجہ الستۃ الا الترمذی **ترجمہ** حضرت عائشہ رضؓ سے اس قصہ میں مروی ہے جسمیں

عتبہ نے (اس بنا پر کہ جاہلیت میں زمعہ کی لونڈی سے زنا کیا تھا اور اُس زنا سے بچہ پیدا ہوا تھا) اپنے بھائی حضرت
سعد بن ابی وقاص کو (موافق دستور جاہلیت) کے زمعہ کی لونڈی کے (اُس) بچہ (مذکور) کے بارہ میں یہ وصیت
کی تھی (کہ جب تم اُس بچہ کو دیکھو تو لے لینا کہ وہ تمہارا بھتیجا ہے جب اُنہوں نے اسکے لینے کا ارادہ کیا تو زمعہ
کے بیٹے عبد بن زمعہ نے مزاحمت کی اور کہا کہ یہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے۔ تو میرے باپ کا بیٹا اور میرا بھائی
ہے آخر یہ مقدمہ حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوا اور وہ مروی یہ مضمون ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اُسکی شباہت نہایت صاف عتبہ سے دیکھی مگر (بوجہ قاعدہ شرعیہ الولد للفراش کے عبد بن زمعہ سے) یہ فرمایا کہ
اے عبد بن زمعہ یہ تیرا ہی (بھائی) ہے۔ کیونکہ اولاد (مالک) بستر کا حق ہے اور زانی کے لئے پتھر ہی پھر (اس
شباہت کی وجہ سے احتیاطا) حضرت سودہ بنت زمعہ کو (کہ آپ کی بی بی تھیں اور اُن ہی زمعہ کی بیٹی تھیں
اور اس فیصلہ کے موافق اُس لڑکے کی بہن تھیں) یہ ارشاد فرمایا کہ اس لڑکے سے چھپا کرو۔ روایت کیا اسکو بخاری
ومسلم ومالک وابوداؤد ونسائی نے (تیسیر ص ۴۳۹) **ف عادۃ ترک بعض مباحات برای احتیاط**
قاعدہ شرعیہ سے حضرت سودہ کا اُس لڑکے کے سامنے آنا مباح تھا مگر احتیاط کے سبب آپ نے عمر بھر کے لئے اس
مباح کے ترک کا امر فرمایا اس سے اس قسم کے ترک مباح کی اجازت ثابت ہوئی مگر بلا مصلحت ایسا کرنا یا
اعتقاد میں تعدی کرنا یہ البتہ غلو فی الدین ہے۔

عادۃ — ترک بعض مباحات برای احتیاط

حدیث دو صد و بست و پنجم عن ابی ہریرۃ قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا یتبع
حمامۃ یلعب بھا فقال شیطان یتبع شیطانۃ اخرجہ ابوداؤد **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے لہو ولعب کے طور پر جا رہا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک شیطان ہے
کہ ایک شیطان کے پیچھے جا رہا ہے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۴۱) **ف قول۔ کل ما شغلک
عن الحق فهو طاغوتک** صوفیہ میں یہ قول مشہور ہے حدیث میں اُس کبوتر کو شیطان فرمانا چونکہ اسی وجہ سے
ہے کہ وہ سبب ہو گیا معصیت وغفلت کا اس لئے حدیث اور قول مذکور کا بالکل ایک حاصل ہے۔

قول — کل ما شغلک عن الحق فهو طاغوتک

حدیث دو صد و بست و ششم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ
یؤذینی ابن آدم یسب الدہر وانا الدہر بیدی الامر اقلب اللیل والنہار اخرجہ الثلثۃ وابوداؤد
ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
ابن آدم مجھکو آزردہ کرتا ہے کہ زمانہ کو برا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں (آگے اسکی تفسیر ہے کہ) میرے ہی
قبضہ میں سب کام ہیں (جو کہ زمانہ میں واقع ہوتا ہے) رات اور دن کو کہ زمانہ کے حصے ہیں (میں ہی ادل بدل
کرتا ہوں (جسکی طرف آدمی واقعات کو منسوب کرتا ہے سو زمانہ تو مع ما فیہ کے خود میرے قبضہ میں ہے پس یہ
سب تصرفات میرے ہی ہیں تو اسکو برا کہنے سے درحقیقت مجکو برا کہنا لازم آتا ہے) روایت کیا اسکو بخاری
ومسلم ومالک وابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۴۲) **ف توجیہ ہمہ اوست** یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ اور زمانہ دونوں متحد

توجیہ — ہمہ اوست

نہیں ہیں مگر با وجود عدم اتحاد کے ایک تاویل سے جسکی تقریر بضمن ترجمہ کی گئی ہے لفظ اتحاد کا حکم کیا ہے محققین کے نزدیک اسی تاویل سے اوست کا حکم ہمہ پر کیا گیا ہے جسکی تقریر یہ ہے کہ ہمہ کا جو مصداق ہے وہ سب مع اپنے افعال و آثار قبضہ حق میں ہے پس متصرف حقیقی و موجود مستقل صرف حق تعالیٰ ہے ہمہ کوئی چیز نہیں پس حدیث سے اس قول صوفیہ کی تائید ظاہر ہے۔ اگر اسی تقریر کو زیادہ بسط سے دریافت کرنا ہو تو کلید مثنوی کے دیباچہ میں تحت شعر جملہ معشوق است الخ دیکھ لیا جاوے غرض جسطرح مقصود حدیث میں حق کے تصرف کا اثبات اور الدہر کے تصرف کی نفی ہے۔ اسیطرح اس قول میں حق کے استقلال کا اثبات اور خلق کے استقلال کی نفی ہے

حدیث دو صد و بست و ہفتم عن ابی الطفیل قال اتی رجل علی بن ابی طالب فقال ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسر الیک فغضب وقال ما کان یسر الی شیئًا یکتمہ الناس غیر انہ حدثنی باربع کلمات قال ماھن قال لعن اللہ تعالیٰ من ذبح لغیر اللہ الحدیث اخرجہ مسلم والنسائی وزاد رزین عن ابن عباس ملعون من صد اعمی عن طریق۔

ترجمہ ابو الطفیل سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی رض کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خفیہ باتیں کیا تبلایا کرتے تھے حضرت علی بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا مجکو کوئی بات خفیہ ایسی نہیں تبلائی جسکو اور لوگوں سے پوشیدہ رکھتے ہوں مگر ہاں مجھ سے چار باتیں ارشاد فرمائی تھیں (اور وہ باتیں دوسروں سے بھی پوشیدہ نہیں جیسا ان باتوں کی تعیین سے ابھی معلوم ہوا جاتا ہے پس اچھی طرح اختصاص کی نفی ہوگئی) اس شخص نے کہا کہ وہ باتیں کیا ہیں فرمایا ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو غیر اللہ کے واسطے ذبح کرے آگے پوری حدیث ہے روایت کیا اسکو مسلم اور نسائی نے اور رزین نے حضرت ابن عباس رض سے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو کسی اندھے کو رستہ سے بچلادے (تیسیر ص ۴۴۲) **ف اصلاح ابطال دعوی سینہ بسینہ شدن علم تصوف** اکثر ناواقفوں کی زبان زد ہے۔ کہ علم تصوف حضرت علی رض کو خفیہ تعلیم فرمایا گیا تھا پھر ان سے آجتک اسیطرح چلا آتا ہے اس دعوی کا مہمل اور لغو ہونا اس حدیث میں خود حضرت علی رض کے ارشاد سے ظاہر ہے علاوہ کذب ہونے کے اس دعوی کرنے والوں کی غرض اصلی اس سے یہ ہے کہ شریعت کے خلاف بھی بعضے امور صحیح ہیں جو خفیہ تعلیم کئے گئے ہیں اس عقیدہ کا بطلان بلکہ قریب بکفر ہونا یقینی ہے اور حدیث صد و ہشتاد و ہشتم میں جو سرگوشی حضرت علی رض سے منقول وہ کسی امر انتظامی کے متعلق تھی نہ کہ علم تصوف کے کہ اسکی کوئی دلیل نہیں اور جو چیز سینہ بسینہ چلی آتی ہے وہ نسبت باطنی ہے جسکی شرح حدیث صد و چہل و نہم میں گذری ہے۔ اور صوفیہ میں جو مرید کو خفیہ تعلیم کا طریق ہے وہ غیر شریعت کی تعلیم نہیں ہے محض بعض مصالح کی وجہ سے ہوتا ہے جس کی شرح حدیث چہارم میں گذری **ف اصلاح رسم نذر لغیر اللہ** جاہل درویشوں میں اور ان کے معتقدین میں غیر اللہ کے نذر کا مختلف طریقوں سے بہت رواج ہے ذابح لغیر اللہ کا ملعون ہونا ایسے نذور کی حرمت کو تبلا رہا ہے کیونکہ ذبح لغیر اللہ کے عموم میں یہ بھی ہے کہ ذبح کے وقت

اصلاح ابطال دعوی سینہ بسینہ شدن علم تصوف

اصلاح رسم نذر لغیر اللہ

نام تو اللہ تعالیٰ کا لیا جاوے، مگر نیت ہو غیر اللہ کی ترضی و تقرب کی چنانچہ درمختار وغیرہ میں یہ مسئلہ صریح ہے اور ظاہر ہے کہ یہی بات نذر لغیر اللہ میں ہوتی ہے پس اسکے مذموم بلکہ شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں **ف** اصلاح ذم مشیخت نااہل را حدیث میں راہ سے اندھے کو بچلانے والے کی ملعونیت مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ آخرت کی راہ دنیا کی راہ سے زیادہ اہم ہے اور اسکا اعمیٰ راہ دنیا کے اعمیٰ سے زیادہ اشد و احوج الی الہدایہ ہے قال اللہ تعالیٰ فانہا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور، جب اس اعمیٰ ظاہر کو راہ ظاہر سے بچلانے والا ملعون ہے تو اعمیٰ باطن کو راہ باطن سے بچلانے والا کس درجہ کا ملعون ہوگا جھوٹے اور مکار اور ناواقف پیر اسکے پورے مصداق ہیں پس ایسے لوگوں پر واجب ہے کہ پیری سے توبہ کریں

حدیث دوصد و بست و ہشتم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املاء صدرک غنی و اسد فقرک وان لا تفعل ملات یدک شغلا ولم اسد فقرک اخرجہ الترمذی۔ ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا میں تیرے سینہ کو غنا سے بھر دونگا اور تیری محتاجی کو بند کر دونگا اور اگر تو ایسا نہ کریگا تو تیرے دونوں ہاتھوں کو مشاغل و تعلقات سے بھر دونگا اور تیری محتاجی کو بند نہ کرونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۴۴) **ف** عادۃ ترک اشغال دنیا اس جماعت میں اکثر کا طرز یہی رہا ہے کہ اشغال دنیویہ کو بالکلیہ متروک رکھا ہے جسپر مخالفین ان کو بیدست و پا اور ثقیل علی الناس کہتے رہے ہیں، اس حدیث سے اسکی محمودیت معلوم ہوتی ہے البتہ غرض اسکی وہی ہونا چاہیئے جو حدیث میں ہے یعنی فراغ للعبادت اور منجملہ اسکے شرائط کے قوت صبر و عدم اشراف قلب ہے

حدیث دوصد و بست و نہم عن انس رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل وما اقبل عبد علی اللہ بقلبہ الا جعل اللہ قلوب المؤمنین تنقاد الیہ بالود والرحمۃ وکان اللہ بکل خیر الیہ اسرع اخرجہ الترمذی ترجمہ حضرت انس رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث طویل میں ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنے قلب سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاوے مگر حق تعالیٰ اہل ایمان کے قلوب کو اسکی طرف محبت اور مہربانی کے ساتھ متوجہ اور مطیع کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر طرح کی خیر اسکی طرف جلدی پہونچاتے ہیں۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۴۴) **ف** متفرقات حقیقت نسبت باطنی حق تعالیٰ کے ساتھ دل کا لگ جانا جسکے لوازم عادیہ سے دوام یاد و دوام یاد داشت و دوام اطاعت غالب احوال ہیں یہ حقیقت ہے نسبت باطنی کی اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

ف فضیلت مدح اہل باطن حدیث کی اسپر دلالت ظاہر ہے اور ان آثار کا ترتب مشاہد ہے۔

حدیث دوصد و سی ام عن علی رضہ انہ قال لا خیر فی قراءۃ لیس فیہا تدبر ولا عبادۃ لیس فیہا فقہ الحدیث اخرجہ رزین ترجمہ حضرت علی رضہ سے روایت ہو کہ انہوں نے ارشاد فرمایا ایسے قرآن پڑھنے

اصلاح ذم مشیخت نااہل را

ترک اشغال دنیا

متفرقات حقیقت نسبت باطنی

فضیلت مدح اہل باطن

میں کوئی معتدبہ نفع نہیں جس میں فکر نہو اور نہ ایسی عبادۃ میں جس میں معرفت نہو روایت کیا اسکو رزین نے (تیسیر ص ۴۴۷)
ف متفرقات ضرورت فکر و معرفت صوفیہ کے طریق کا مدار اعظم یہی فکر و معرفت ہے اسکے ضروری ہونے سے طریق صوفیہ کا بدرجہ ضروری ہونا معلوم ہوتا ہے۔

حدیث دو صد وسی و نہم عن مالک انه بلغه ان عیسی بن مریم علیه السلام قال لا تکثروا الکلام بغیر ذکر الله تعالیٰ فتقسو قلوبکم وان القلب القاسی بعید من الله تعالیٰ ولکن لا تعلمون ولا تنظروا فی ذنوب الناس کانکم ارباب وانظروا فی ذنوبکم کانکم عبید فانما الناس مبتلی ومعافی فارحموا اهل البلاء واحمدوا الله تعالیٰ علی العافیة ترجمہ امام مالک ؒ سے مروی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے سوا تم بہت کلام نہ کیا کرو کہ اس سے تمہارے دل سخت ہوجاوینگے (یعنی ان میں خشوع نہ رہے گا۔ اور یہ بالکل تجربہ کی ہوئی بات ہے) اور جس دل میں قساوت ہو وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہی لیکن تم کو اسکی خبر نہیں ہوتی (کہ اللہ تعالیٰ سے بعد ہوگیا کیونکہ حقیقت تو اسکی آخرت میں مشاہد گی اور آثار یہاں بھی شاہد ہیں مگر ان کا ادراک بوجہ بے التفاتی کے نہیں ہوتا) اور تم لوگوں کے گناہوں پر نظر مت کرو کہ گویا تم مالک ہو اور اپنے گناہوں پر نظر کیا کرو۔ کہ گویا تم مملوک اور غلام ہو (یعنی غلاموں کی خطاؤں کو دیکھنا بھانا سزا دینے کے لئے یہ مالکوں کا کام ہے، اور تم مالک نہیں بلکہ غلام ہو اور غلاموں کا کام اپنی خطاؤں کو دیکھنا ہی تاکہ اسکی تلافی و اصلاح کریں) غرض آدمی دو طرح کے ہیں ایک مبتلا دوسرا صاحب عافیت تو تم اہل بلا پر رحم کرو اور عافیت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاؤ (اس گناہ ایک بلا ہے اسپر تحقیر یا طعن مت کرو ترحم کیساتھ نصیحت یا دعا کرو اور گناہ سے محفوظ رہنا ایک عافیت ہے اسپر عجب اور ناز مت کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بلا استحقاق سمجھکر شکر کرو اور اسکے عموم میں اور بلیات وعافیت بھی آگئیں) (تیسیر ص ۴۴۶) ف اخلاق قلت کلام و انکسار ان اخلاق کا مدلول اور محمود ہونا ظاہر ہے اور اس سے اہل باطن کی طریق کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ان حضرات کا یہی طرز عمل ہے۔

حدیث دو صد وسی و دوم عن انس قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما ثم رقی المنبر فاشار بیده قبل القبلة وقال اریت الان منذ صلیت لکم الصلوٰة الجنة والنار ممثلتین فی قبل هذا الجدار فلم ار کالیوم فی الخیر والشر اخرجه البخاری ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے قبلہ کی جانب اشارہ کرکے فرمایا کہ مجھکو اسی وقت جبکہ تمکو نماز پڑھانا شروع کیا ہے جنت اور دوزخ دکھلائی گئی کہ اس دیوار کی جانب میں ان دونوں کی صورت مثالیہ آگئی تھی سو مجھکو آج کی برابر کبھی خیر اور شر نظر نہیں پڑا (کیونکہ جنت خیر الاشیاء اور نار شر الاشیاء ہی) روایت کیا اسکو بخاری نے (تیسیر ص ۴۴۶) مسئلہ اثبات عالم مثال حدیث کے ظاہر لفظوں سے اسکا صاف اثبات ہوتا ہی اور حقیقت اس عالم کی کلید مثنوی میں ذکر کی گئی ہے۔

متفرقات ضرورت فکر و معرفت

اخلاق قلت کلام و انکسار

مسئلہ اثبات عالم مثال

حدیث دو صد وسی وسوم عن ابی عبد اللہ بن ابی بکر ان اباطلحۃ الانصاری کان یصلی فی حائط له فطار دبسی فطفق یتردد و یلتمس مخرجا فلم یجد فاعجب اباطلحۃ ذلك فتبعه بصره ساعة ثم رجع الی صلاته فاذا هو لا یدری کم صلی فقال لقد اصابنی فی مالی هذا فتنة فجاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فذکر له الذی اصابه فی صلوته فقال یا رسول اللہ هو صدقة فضعه حیث شئت اخرجه مالك

ترجمہ عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری اپنے ایک باغ میں نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں ایک دبسی (کہ ایک پرندہ با خنگلی کبوتر ہے) اُڑا اور وہ چاروں طرف پھرنے لگا نکلنے کا رستہ ڈھونڈھتا تھا اور رستہ نہ ملتا تھا تو ابوطلحہ کو یہ امر خوشنما معلوم ہوا کہ میرا باغ ایسا گنجان ہے کہ پرندہ کو نکلنے میں تکلیف ہوتا ہے۔ اور تھوڑی دیر تک انکی نگاہ اُسکے ساتھ ساتھ رہی پھر اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوگئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ یہ یاد نہیں رہا کہ کتنی نماز پڑھی اپنے دل میں کہا کہ میرے اس مال (کے سبب) تو مجھکو بڑا فتنہ پہونچا (کہ نماز میں قلب حاضر نہ رہا) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا جو نماز میں اُنکو پیش آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ باغ فی سبیل اللہ جہاں چاہے صرف فرمایئے روایت کیا اس کو مالک نے (تیسیر ص ۲۴۴) **ف عادۃ مراقبہ قلب** صوفیہ کرام کے اعمال میں سے ہے کہ ہر وقت قلب کی دیکھ بھال رکھتے ہیں کہ اسوقت کیا حالت ہے جب تغیر پاتے ہیں۔ اُسکی تلافی کرتے ہیں ان صحابی کے فعل سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسکو جائز رکھنے سے اسکی محمودیت ظاہر ہے کیونکہ انکا یہ تنبہ اثر اُسی مراقبہ کا ہے۔ کما لا یخفی **ف حال غیرت** حق تعالی سے غافل کرنے والی چیز سے نفرت ہو جانا یہ ایک حال محمود ہے جس کو غیرت کہتے ہیں اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے۔ **ف تعلیم اخراج شی شاغل عن الحق از ملک** اکثر بزرگوں کی حکایتیں مشہور ہیں کہ طالب کے قلب کو جس چیز سے زیادہ وابستہ دیکھا اُسکے جدا کر دینے کا حکم فرمایا اس معالجہ کی اصل اس حدیث سے نکلتی ہے کہ اُن صحابی نے یہ علاج تجویز کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو برقرار رکھا جسکو اصطلاح میں تقریر کہتے ہیں۔

حدیث دو صد وسی و چہارم عن ابن عباس قال سمعت عمر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم فانما انا عبد فقولوا عبد اللہ ورسوله اخرجه رزین

ترجمہ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضہ سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ ارشاد فرماتے تھے کہ مجھکو اتنا مت بڑھاؤ جیسا نصاری نے حضرت عیسی بن مریم کو بڑھا دیا (کہ اُن کو اِلٰہ اور ابن اللہ کہنے لگے) میں تو بندہ ہوں سو تم لوگ (مجھکو) اللہ کا بندہ اور اللہ کا (عظیم الشان) رسول کہا کرو (کہ میرے سب فضائل اس عنوان میں داخل ہوگئے اسی واسطے تفصیل فضائل کے وقت بھی اُن ہی فضائل پر اقتصار کرنا واجب ہے اس سے آگے کہ مرتبہ الوہیت ہی نہ جاوے درست نہیں) روایت کیا اسکو رزین نے (تیسیر ص ۲۸۴) **ف اصلاح ترک مبالغہ در ثنائے شیخ** حدیث سے معلوم ہوا کہ

مراقبۂ قلب — عادۃ

غیرت — حال

اخراج شی شاغل عن الحق از ملک — تعلیم

ترک مبالغہ در ثنائے شیخ — اصلاح

اپنے پیر یا کسی دوسرے بزرگ کی ثنا میں زیادہ مبالغہ نہ کرے کہ حد کذب یا شرک تک پہونچ جاوے۔ کیونکہ جب صاحب نبوت کے لیئے اسکی ممانعت ہوئی تو صاحب ولایت کیلئے تو کیسے جائز ہوگا:

حدیث دو صد وسی و پنجم عن ابی بکرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان مادحا اخاہ لا محالۃ فلیقل احسب فلانا واللہ حسیبہ ولا ازکی علی اللہ احدا احسب فلانا کذا وکذا ان کان یعلم منہ ذلک اخرجہ الشیخان وابوداؤد۔ ترجمہ حضرت ابوبکرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اپنے بھائی مسلمان کی ضرور ہی مدح کرنا ہو تو اس طرح کہنا چاہیئے کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ہے۔ آگے خدا کافی جاننے والا ہے اور خدا کے نزدیک کسی کے پاک ہونے کا دعویٰ نہ کرے اور یہ جو کہیگا کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ایسا ہے وہ بھی اس شرط سے کہ اسکے علم میں بھی وہ شخص ایسا ہو ورنہ اس عنوان سے بھی مدح جائز نہیں (روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۴۶) **ف اصلاح ترک جزم بولایت کسی**۔ حدیث کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کو بدون نص کے محض گمان سے ولی قطعاً کہنا جائز نہیں جیساکہ اکثر کو اس میں بے احتیاطی ہے البتہ اگر ظناً کہدے تو مضائقہ نہیں اور بہتر یہ ہے کہ اسکی ظنیت کی تصریح بھی کردے۔ لیکن اگر اعتماداً علی قرینۃ المقام والکلام تصریح نہ بھی کرے تب بھی مضائقہ نہیں ہاں شیخ کہنا کسیکو جزم سے بھی جائز ہے کیونکہ شیخت امر مشاہد ہے یعنی طرق تربیت کا جاننا بخلاف ولایت کے کہ امر غیبی ہے یعنی مقبول عند اللہ ہونا۔

حدیث دو صد وسی و ششم عن اسید بن حضیر ان رجلا من الانصار کان فیہ مزاح فبینما ہو یحدث القوم ویضحکہم اذ طعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خاصرتہ بعود کان فی یدہ فقال اصبرنی یا رسول اللہ قال اصطبر فقال ان علیک قمیصا ولیس علی قمیص فرفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قمیصہ فاحتضنہ وجعل یقبل کشحہ وقال انما اردت ہذا یا رسول اللہ اخرجہ ابو داؤد۔ **ترجمہ** حضرت اسید بن حضیر رض سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے خوش مزاج تھے وہ ایک بار لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور انکو ہنسا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی کوکھ میں ایک لکڑی جو آپکے ہاتھ میں تھی (ہلکے سے) چبھودی وہ شخص کہنے لگے کہ یا رسول اللہ مجھکو بدلہ دیجئے آپ نے فرمایا کہ بدلہ لیلو انہوں نے عرض کیا کہ آپکے بدن پر تو کرتہ ہے اور میرے بدن پر کرتہ نہ تھا آپ نے اپنا قمیص مبارک بدن سے اٹھادیا وہ شخص آپ کے لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ کو بوسے دینے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ بس میرا تو یہ مطلب تھا۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۴۷) **ف متفرقات۔ عدم تنافی مزاح وکمال** بعض نافہم ولایت وکمال کے لئے یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ بالکل مردہ دل ہوجاوے اور اس میں کوئی بات بشاشت کی نہ رہے۔ حدیث سے صاف ثابت معلوم ہوتا ہے کہ خوش طبعی اگر اعتدال کے ساتھ ہو قولاً یا فعلاً اس طرح سے کہ دوسرے کی تحقیر ہو نہ اسکو ایذا ہو تو یہ منافی کمال اور بزرگی کے نہیں ہے خاصکر جبکہ یہ مقصود ہو کہ

اس سے دوسرے کی تطییب خاطر ہوگی یا اس سے بڑھ کر یہ کہ دوسرا انبساط اور بے تکلف ہو کر دل کھولکر دین کی بات پوچھ سکے گا تو اس صورت میں تو ایک گونہ عبادت ہو جاویگی۔ وقد اجبت بعض املکۃ من ملوک اوربا رائیتھا فی المنام و رائیتنی راکبا معہا علی عجلۃ قد عرضت علی شبھۃ فی نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ کان یمازح والمزاح ینافی الوقار والوقار من لوازم النبوۃ وقالت لا شبھۃ فی حقیۃ الاسلام سوی ھذا نما اجبتھا عنہ بعض المصلحۃ سکتت واسلمت۔ ثم بعض القرائن فی الیقظۃ دل علی انھا لعلھا اسلمت باطنا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گو مرید کو اپنی طرف سے شیخ کی نہایت تعظیم وادب کرنا ضروری ہے لیکن اگر کسی وقت خود شیخ کی مرضی انبساط کی معلوم ہو تو مرید کو اسکی رضا کا اتباع چاہیئے کہ اسوقت یہی ادب ہے **ف** متفرقات **تقبیل بدن شیخ** اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جو محبین کی عادۃ ہے کہ پیر کے ہاتھ کو یا پانوکو یا پیشانی وغیرہ کو بوسہ دے لیتے ہیں اسکا بھی کچھ حرج نہیں البتہ اذان شرعی سے تجاوز نہ چاہیئے۔

حدیث دوصد وسی وہفتم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لما ارادوا غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا واللہ لا ندری انجرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ثیابہ کما نجرد موتانا او نغسلہ وعلیہ ثیابہ فلما اختلفوا القی اللہ تعالی علیھم النوم حتی ما منھم رجل الا وذقنہ فی صدرہ فکلمھم مکلم من ناحیۃ البیت لا یدرون من ھو اغسلوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثیابہ فقاموا فغسلوہ وعلیہ قمیصہ یصبون الماء فوق القمیص ویدلکونہ بالقمیص دون ایدیھم اخرجہ ابو داؤد۔

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب (وفات نبوی کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل دینے کا ارادہ کیا تو صحابہ باہم کہنے لگے واللہ ہمکو کچھ خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی مثل دوسرے مردوں کے اتاریں یا مع کپڑوں کے غسل دیں جب باہم اختلاف ہونے لگا۔ اللہ تعالی نے انپر نیند غالب کی یہانتک کہ ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جسکی ریح اسکے سینہ میں نہ لگ گئی ہو (یعنی نیند سے سب کی گردنیں جھک گئیں) پھر گھر کے ایک گوشہ سے کسی کلام کرنے والے نے (کہ وہ ہاتف غیبی تھا) ان سے کلام کیا اور یسیکو معلوم نہ تھا کہ وہ کون تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع کپڑوں کے غسل دو چنانچہ سب نے اٹھکر مع قمیص کے آپ کو غسل دیا قمیص کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور قمیص سمیت ملتے تھے ہاتھ بدن پر نہیں پہونچایا۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے تیسیر ص ۴۷۲ ج ۴ **ف** حال کلام **ہاتف** ہاتف غیبی کا کسی بزرگ سے کلام کرنا یہ بھی ایک حال محمود ہے حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے **ف** مسئلہ عمل براشارہ **ہاتف** بشرط عدم مخالفت شرع ایسے مضمون پر عمل کرنے کے بارہ میں تمام اکابر کا قاطبۃ اسی پر اتفاق ہے کہ اگر وہ خلاف شرع نہ ہو تو قابل عمل ہے جیسا یہاں بھی یہی ہوا کہ مع القمیص غسل دینے کی نہی کی کوئی دلیل نہ تھی اسپر عمل کر لیا گیا اگر کہا جاوے کہ یہ امر تو قبل الہام و کلام ہاتف کے بھی حاصل تھا پھر اسکا کیا

متفرقات تقبیل بدن شیخ

حال کلام ہاتف

مسئلہ عمل براشارہ ہاتف بشرط عدم مخالفت شرع

خاص اثر ہوا۔ جواب یہ ہے کہ بزرگوں کے ارشاد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس الہام یا ایسے کلام سے وہ امر خاص اُس صاحب الہام کے لئے کسیقدر مؤکد ہوجاتا ہے نہ باین معنی کہ اُسکے خلاف کرنے سے ضرر آخرت ہوگا بلکہ باین معنی کہ کوئی ضرر دنیوی ناقابل برداشت پیش آوے گا اور اگر کوئی دلیل شرعی تاکد عمل کی منضم ہوجاوے تو تاکد شرعی ظاہر ہے جیسا یہاں غور کرنے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کلام سے اختلاف رفع ہوگیا اور اجماع صحابہ کا خود حجت شرعیہ ہے لہذا یہاں عدم جواز مخالفت کے بھی قائل ہوسکتے ہیں۔

حدیث دوصدوسی و ہشتم عن اسماء بنت یزید قالت قالت امرأۃ من النسوۃ ما ھذا المعروف الذی لا ینبغی لنا ان نعصیک فیہ یا رسول اللہ فقال لا تنحن قالت یا رسول اللہ ان بنی فلان کانوا قد اسعدونی علی عمی فلابد من قضائھم فابی علیھا فعاودتہ مرارا قالت فاذن لی فی قضائھن فلم انح بعد فی قضائھن و لا فی غیرہ حتی الساعۃ اخرہ الترمذی۔ ترجمہ اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ نیک کام کونسا ہے جسمیں ہم کو (اس آیت کی رو سے لا یعصینک فی معروف) آپ کے حکم کے خلاف کرنا جائز نہیں آپ نے فرمایا (وہ نیک کام یہ ہے) کہ تم نوحہ نہ کرو (یعنی وہ نیک کام ترک نوحہ ہے۔ اسکے خلاف کرنا یعنی نوحہ کرنا جائز نہیں) اُس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ فلان خاندان نے میرے چچا کے مرنے میں (نوحہ کرنے میں) میری مدد کی تھی (یعنی میرے ساتھ ملکر روئے تھے) تو اُس کا بدلہ اُتارنا ضروری ہے۔ (یعنی ایک نوحہ کی اجازت دیدیجئے پھر اور جگہ نہ کروں گی) آپ نے انکار فرمایا اُس نے آپ سے مکرر سکرر عرض کیا اُس بی بی کا قول ہے کہ آپ نے انکا بدلہ اُتارنے کے لئے مجکو اجازت دیدی مگر میں بعد میں اُسوقت تک نہ اُن کا بدلہ اُتارنے میں روئی اور نہ کسی جگہ روئی روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۵۰۴) **ف** اس سے وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو بذیل حدیث صد و ہفت و شصت و ششم گذرا ہے کہ آپ نے غالباً اس مصلحت سے کہ کبھی اصل توبہ ہی سے ہمت نہ ٹوٹ جاوے ایک بار نوحہ کرنے کی اجازت دیدی بزرگوں کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات بظاہر کسی ناجائز نوکری کی یا اور کسی ایسے ہی امر کی اجازت دیدیتے ہیں مگر درحقیقت اُسکی اجازت مقصود نہیں ہوتی بلکہ اُس سے اعظم شر سے بچانا ہوتا ہے جیسا حکما نے کہا ہے متی ابتلیتین فاختارا ھونھما اور خصوص بعض طبایع ایسے ہوتے ہیں کہ منع کرنے سے ضعف اور ترک میں کم ہمتی اور تنگی اور اجازت دینے سے نشاط اور آزادی پیدا ہوکر طبیعت میں قوت اور ہمت ترک کی ہوجاتی ہے ایسے وقت میں اذن ظاہری نہی باطنی ہے۔

حدیث دوصدوسی و نہم عن ابن عمر انہ رای فسطاطا علی قبر عبد الرحمن فقال یا غلام انزعہ فانما یظلہ عملہ اخرجہ البخاری۔ ترجمہ حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شامیانہ عبد الرحمن کی قبر پر لگا دیکھا آپ نے (خادم سے) فرمایا اے لڑکے اسکو الگ کر وانپر تو انکا عمل سایہ کر رہا ہے روایت کیا اسکو بخاری نے (تیسیر ۵۰۴) **ف** اصلاح ترک شامیانہ یا عمارت بر قبر ظاہر بینان مدعیان باطن ہیں قبو ادلیا پر شامیان

تاننے کی یا عمارت بنانے کی رسم ہوگئی ہے۔ اس حدیث سے اس عمل کا باطل اور لایعنی ہونا ظاہر ہے اور اگر فساد اعتقاد بھی ہو تو اور بھی ظلمات بعضہا فوق بعض ہے۔

حدیث دو صد و چہل و نہم عن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ وان یکتب وان یوطاء اخرجہ الخمسۃ الا البخاری **ترجمہ** حضرت جابر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے پختہ بنانے اور اسپر عمارت بنانے سے اور اسپر بیٹھنے سے اور اسپر لکھنے سے اور اسپر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم ابوداؤد ترمذی و نسائی نے (تیسیر ص ۲۵۲) **ف** اصلاح **معاملات قبور** حدیث کا حاصل تعلیم ہے توسط کی قبور کے ساتھ معاملہ کرنے میں کہ اُن کی زیادہ تعظیم کیجاوے اور نہ اُن کی اہانت کیجاوے اہل تفریط پہلی بلا میں زیادہ مبتلا ہیں کہ انکو پختہ بناتے ہیں اور اُسپر عمارت بھی بناتے ہیں اور اُن پر نوشتے لکھتے ہیں۔ اور اہل تشدد دوسری بلا میں مبتلا ہیں کہ حد سے زیادہ قبور کی تذلیل کرتے ہیں البتہ اگر قبر بہت کہنہ ہو جاوے اور غیر کی ملک نہو اور کسی مصلحت و ضرورت سے اُسکو بے نشان کردیا جاوے تو پھر بیٹھنا چلنا اسپر درست ہے۔

حدیث دو صد و پنجاہ عن المطلب بن ابی وداعۃ قال لما مات عثمان بن مظعون وھو اول من مات بالمدینۃ من المھاجرین فلما دفن امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یاتیہ بحجر فیعلم قبرہ بہ فاخذ حجرا ضعف عن حملہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحسر عن ذراعیہ ثم حملہ فوضعہ عند رأسہ وقال اعلم بہ قبر اخی وادفن عندہ من مات من اھلی اخرجہ ابو داؤد۔

ترجمہ مطلب بن ابی وداعہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی اور مہاجرین میں سب سے اول مدینہ میں ان ہی کا انتقال ہوا ہے سو جب دفن ہو چکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ آپ کے پاس ایک پتھر اُٹھا کرلے آوے آپ انکی قبر کی اُس سے شناخت کردیں اُس نے ایک پتھر لیا جسکو اُٹھا نہ سکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور دونوں ہاتھوں کی آستین چڑھا کر اسکو اُٹھا لائے اور قبر کے سرہانے رکھدیا اور فرمایا کہ اس سے اپنے بھائی (یعنی عثمان بن مظعون) کی قبر کی پہچان رکھونگا اور جو شخص میرے متعلقین میں سے مریگا اُسکو اس کے پاس دفن کرونگا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۲۵۲) **ف** رسم **سنگ نصب کردن یا درخت نشاندن نزدیک قبر برای علامت** بعض کی مصلحت زیارت و فاتحہ خوانی ان چیزوں سے محض یہ غرض ہوتی ہے کہ قبر کی پہچان رہے سو اگر سادگی کے ساتھ ہو تو اس غرض کے لیے ان اعمال میں کچھ حرج نہیں مگر پتھر ہو تو نہ اُسکے سڈول کرنے کا اہتمام کیا جاوے نہ اُس پر نقش و نگار ہو نہ اُس پر کچھ لکھا جاوے۔ اور اگر یہ تکلفات بھی کئے گئے تو ادعا مصلحت میں کاذب ہونیکی علامت ہے اور ممنوع ہے

حدیث دو صد و پنجاہ و یکم عن بریدۃ رض اوصی ان تجعل علی قبرہ جریدتان اخرجہ البخاری فی ترجمۃ باب **ترجمہ** حضرت ابو بریدہ رضہ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں کھجور کی رکھدی جاویں۔ روایت کیا اسکو بخاری نے ترجمۃ الباب میں (تیسیر ص ۲۵۲) **ف** رسم **درخت نشاندن برای تسبیح**

اصلاح معاملات قبور

رسم سنگ نصب کردن یا درخت نشاندن نزدیک قبر برای علامت

رسم درخت نشاندن برای تسبیح

بعض لوگوں کی درخت لگانے سے یہ نیت ہوتی ہے کہ اسکے ذکر و تسبیح سے میت کو نفع اور انس ہوگا۔ اس حدیث سے اسکی اصل نکلتی ہے۔ اور یہ وصیت صحابی کی غالبًا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فعل پر مبنی ہے کہ آپ نے دو اہل قبر کو معذب دیکھکر اُن کی قبروں پر ایک ایک تازہ چھڑی کھجور کی رکھدی تھی اور ارشاد فرمایا تھا کہ ان کے خشک ہونے تک اُمید ہے تخفیف عذاب کی پس صحابی نے مثل دوسرے بہت سے علماء کے آپکے اس فعل کو علت مذکورہ سے معلل سمجھا پس جس شخص کی یہ نیت ہو اسکو بھی اس بنا پر اس کی گنجائش ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ تخفیف آپ کی دعا سے تھی اور اس دعا کی منظوری میعادی تھی اور میعاد اُسکی اُن شاخوں کے خشک ہونے تک تھی اس بنا پر حدیث کا اس رسم سے کوئی تعلق نہیں مگر اکثر علماء نے پہلی ہی توجیہ کی ہے لیکن اس سے پھول ڈالنے یا پھول کی چادر چڑھانے کا جواز نہیں نکلتا کیونکہ اس سے غرض محض تزئین یا التقرب الی اہل القبور ہے اور یہ عمل یا اعتقاد محض بدعت ہے۔ اگر ان کی یہ غرض ہوتی تو اول تکلف کیوں کیا جاتا دوسرے عام گنہگاروں کی قبریں اسکی زیادہ مستحق تھیں اولیاء کی قبروں سے کیونکہ جہاں احتمال عذاب کا ہو وہاں حاجت زیادہ ہے۔

حدیث دو صد و چہل و سوم عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالہم اذا انصرفوا اخرجہ الخمسۃ الا الترمذی۔ **ترجمہ** حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اُسکے ہمراہی وہاں سے پشت پھیرتے ہیں تو وہ اُن کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے انکی واپسی کے وقت روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابوداود و نسائی نے (تیسیر ص ۴۵۴)

ف مسئلہ سماع موتی یہ مسئلہ اختلافی ہے بعض نے اس حدیث سے اثبات کیا ہے اور بعض نے آیت لاتسمع الموتی سے نفی کی ہے مثبتین نے آیت کا جواب دیا ہے کہ یہاں موتی سے کفار مراد ہیں کہ استعارۃً اُن کو موتی کہدیا پس آیت کو مبحث سے تعلق نہیں نافین نے اس کا جواب دیا ہے کہ گو آیت میں استعارہ ہے مگر مستعار منہ میں تو حقیقی معنی کا تحقق ضروری ہے پس موتی بالمعنی الحقیقی کے لئے عدم سماع ثابت ہوگیا مثبتین نے اس کا جواب دیا ہے۔ کہ اس قاعدہ سے صرف اتنا لازم آتا ہے کہ موتی پر موتی کا صدق بالمعنی الحقیقی ہونا چاہیئے اس سے لاتسمع کا حقیقت پر محمول ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اُس میں مجاز اطلاق المطلق علی المقید ہے اور سماع سے مراد سماع نافع ہے پس معنی یہ ہیں کہ موتی بالمعنی الحقیقی سے سماع نافع منفی ہے اور ضرورت اس حمل علی المجاز کی جمع بین النصوص ہے۔ اور قرینہ اسکا خود مشاہدہ ہے کفار میں نفس سماع کے منفی نہ ہونے کا بلکہ سماع نافع کے منفی ہونے کا غرض اسطرح جانبین میں کلام طویل ہے اور دونوں شقوں میں وسعت ہے البتہ عوام کا سا اعتقاد اثبات کہ اُسکو حاضر ناظر متصرف مستقل فی الامور سمجھتے ہیں یہ صریح ضلالت ہے اگر اس کی اصلاح بدون انکار سماع کے نہ ہوسکے تو انکار سماع واجب ہے۔

سماع موتی

حدیث دو صد و چہل و چہارم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الحصاۃ

تتناشد اللہ الذی یخرجہا من المسجد لیدعہا اخرجہ ابوداود۔ ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (جو کنکریاں مسجد مین بچھی ہوئی ہوتی ہیں جیسے مسجد الحرام میں اب بھی ہیں اُن کنکریوں میں سے جب کوئی شخص کسی کنکری کو مسجد سے باہر لیجانا چاہتا ہے تو وہ کنکری خدا کا واسطہ دیتی ہے اُس شخص کو جو اُسکو مسجد سے باہر لیجاتا ہے کہ اُسکو وہاں ہی رہنے دے روایت کیا اُسکو ابوداؤد نے (تیسیرص ۴۵۵) **ف** مسئلہ شعور جمادات اہل کشف کو جمادات کا شعور و نطق و مکشوف ہوا ہے حدیث سے تائید اسکی ظاہر ہے کہ اُس کنکری میں اتنا شعور ہے جس سے اُسکو باہر لیجانے کا ادراک ہوتا ہے اور اتنا نطق بھی ہے جس سے وہ خدا کا واسطہ دیتی ہے۔ اور صرف عن الظاہر کی کوئی دلیل نہیں: دوسری حدیث میں ستون حنانہ کا قصہ اس سے زیادہ اس میں صریح ہے

حدیث دوصد وچہل وپنجم عن طلق بن علی رضؓ قال خرجنا وفدا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعناہ وصلینا معہ واخبرناہ ان بارضنا بیعۃ لنا واستوھبناہ من فضل طہورہ فدعا بماء فتوضأ وتمضمض ثم صبہ لنا فی اداوۃ وقال اذا اتیتم ارضکم فاکسروا بیعتکم وانضحوا مکانھا ھذا الماء واتخذوھا مسجدا فقلنا ان البلد بعید والحر شدید والماء ینشف فقال مدوہ من الماء فانہ لا یزداد الا طیبا الحدیث اخرجہ النسائی

حدیث دوصد وچہل وششم عن انس قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والحلاق یحلقہ وقد اطاف بہ اصحابہ فما یریدون ان تقع شعرۃ الا فی ید رجل اخرجہ مسلم۔

حدیث دوصد وچہل وہفتم عن انس رضؓ قال کانت ام سلیم تبسط لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نطعا فیقیل عندھا فاذا قام اخذت من عرقہ وشعرہ فجمعتہ فی قارورۃ ثم جعلتہ فی سک فلما حضر انس رضؓ الوصی ان یجعل فی حنوطہ من ذلک السک اخرجہ الشیخان والنسائی۔

ترجمہ حدیث اول طلق بن علی رضؓ سے روایت ہی کہ ہم اپنی قوم کے فرستادہ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ کو اطلاع دی کہ ہماری سرزمین میں ہمارا ایک عبادت خانہ مذہب عیسائی کا ہے (ہم اُسکو مسجد بنانا چاہتے ہیں) اور (اُس مقام پر برکت کے لیے چھڑکنے کو) ہم نے آپ سے آپ کے بقیہ وضو کا پانی مانگا آپ نے پانی منگایا پھر وضو کیا اور مضمضہ کیا پھر وہ پانی ایک چھوٹے سے مشکیزہ میں بھر دیا اور فرمایا جب تم اپنی سرزمین میں پہونچو تو اُس معبد نصاری کو توڑ ڈالنا اور اُس جگہ یہ پانی چھڑک دینا اور اُسکو مسجد بنا لینا ہم نے عرض کیا کہ جگہ دور ہے اور گرمی سخت ہے اور پانی خشک ہوجاتا ہے آپ نے فرمایا کہ اسمیں اور پانی ملاکر بڑھا لینا کہ اُس میں بھی برکت ہی بڑھ جاویگی روایت کیا اسکو نسائی نے (تیسیرص ۴۵۶) **ترجمہ حدیث دوم** حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حلاق آپ کے بال سر کے اُتار رہا تھا اور آپ کے اصحاب نے آپ کو گھیر رکھا تھا پس وہ آپ کے ایک بال کا بھی کسی شخص کے ہاتھ سے باہر گرنا نہ چاہتے تھے (یعنی ہر بال کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی میں آتا تھا (تیسیرص ۴۵۷) **ترجمہ حدیث سوم** حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم رضؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (جب اُن کے گھر تشریف لیجاتے) ایک چمڑہ کا بستر بچھا یا کرتیں اور آپ (گاہ گاہ) اُنکے گھر قیلولہ فرمایا کرتے (یہ آپ کی قریب کی کچھ رشتہ دار ہیں) جب آپ سو کر اُٹھتے تو (اُس بستر پر سے) آپ کا پسینہ اور بال (جو سر وغیرہ کا ٹوٹ جاتا) جمع کر لیتیں اور ایک شیشہ میں محفوظ رکھتیں پھر اُسکو مرکب خوشبو میں ملاتیں جب حضرت انس رضؓ کی (کہ ام سلیم کے صاحبزادے ہیں) وفات قریب پہونچی تو انھوں نے وصیت فرمائی کہ اُن کے حنوط میں (جو کہ میت کے بدن اور کفن کو لگاتے ہیں) اس مرکب خوشبو میں سے ملایا جاوے (جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک تھا) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و نسائی نے (تیسیر ص ۴۵۸) **ف** رسم **تحصیل تبرکات** بزرگان دین کی لبس کی چیزوں کی رغبت اور اہتمام اور اُن سے برکت حاصل کرنا حیوٰۃ اور موت میں بہ تقتضای احادیث ثلثہ مشروع اور ثابت ہے۔

حدیث دوصد و چہل و ہشتم عن ابی موسیٰ رضؓ قال سمعت النجاشی صاحب الحبشۃ رحمہ اللہ تعالیٰ یقول اشھد ان محمداً رسول اللہ وانہ الذی بشر بہ عیسیٰ علیہ السلام ولولا ما انا فیہ من الملک وما تحملت من امور الناس لاتیتہ حتی احمل نعلیہ اخرجہ ابوداؤد **ترجمہ** حضرت ابوموسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے نجاشی رحمہ اللہ شاہ حبشہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے وہی رسول ہیں جنکی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ اور اگر میرے ساتھ یہ بکھیڑا سلطنت کا اور لوگوں کے کاموں کی ذمہ واری کا نہ ہوتا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کی نعلین اُٹھاتا۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۵۹) **ف** رسم **خدمت کفش برداری** اکثر بزرگوں کی جوتیاں اُٹھانا سعادت سمجھا جاتا ہے حدیث سے اس کا مرغوب فیہ ہونا ظاہر ہے لیکن اگر وہ مخدوم خود جزم کے ساتھ منع فرماویں تو امتثال امر اس خدمت پر مقدم ہے اور خواہ مخواہ کا اصرار اُنکو ایذا پہونچانا ہے جو بہت ہی مذموم عمل ہے۔

حدیث دوصد و چہل و نہم عن ابن عباس رضؓ فی حدیث مکالمۃ ھرقل اباسفیان (ولم ینکر علیہ) وسالتک ھل یرتد احد منھم عن دینہ بعد ان یدخل فیہ سخطۃ لہ فزعمت ان لا وکذلک الایمان اذا خالط بشاشتہ القلوب لحدیث اخرجہ الشیخان **ترجمہ** حضرت ابن عباس رضؓ سے اُس حدیث کے ضمن میں جسمیں ہرقل شاہ روم کی گفتگو ابوسفیان کے ساتھ منقول ہے (اور صحابہ کی جانب سے ہرقل کے ان اقوال پر انکار نہیں کیا گیا جس سے ان اقوال کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے) یہ مضمون بھی مروی ہے ہرقل ابوسفیان سے کہتا ہے۔ کہ میں نے تم سے یہ سوال کیا کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے بعد اُسکے قبول کرنے کے کوئی مسلمان اُن کے دین سے ناخوش ہوکر مرتد ہوتا ہے تم نے جواب دیا کہ نہیں اور ایمان کی یہی کیفیت ہوتی ہے جب اُسکی تازگی قلوب میں رچ جاتی ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے (تیسیر ص ۴۶۰) **ف** قول **الفانی لا یرد** اور یہی مضمون دوسرے عنوان سے مشہور ہے الواصل لا یرجع یعنی بعد وصول و فنا کے پھر راجع اور مردود نہیں ہوتا اس حدیث سے اسکی صاف تائید ہوتی ہے۔ اور گو یہ ہرقل کا قول ہے۔ مگر جب سلف نے اسپر انکار نہیں کیا تو اس

رسم تحصیل تبرکات

رسم خدمت کفش برداری

قول الفانی لا یرد

قول کی صحت سلف کے تسلیم سے ثابت ہوئی۔ اور جو سالکین بگڑ گئے ہیں وہ واقع میں مقصود تک پہونچے ہی نہ تھے گو ظاہر نظر میں او اصل سمجھے جاوین۔

حدیث دو صد و پنجاہم عن عائشۃ رضی قالت اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم وکان لا یری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح وحبب الیہ الخلاء فکان یخلوا بغار حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھلہ ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود لمثلہا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فقال اقرأ فقال ما انا بقارئ قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی الثالثۃ حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم فرجع بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرجف فؤادہ فدخل علی خدیجۃ فقال زملونی زملونی الحدیث اخرجہ البخاری **ترجمہ** حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا اچھے خوابوں سے ہوئی اور جو خواب دیکھتے تھے مثل نور صبح کے اسکا ظہور ہوجاتا تھا اور خلوت آپ کو پسند ہوگئی پس غار حرا میں آپ خلوت نشین ہوتے اور کئی کئی شب متصل اسمیں عبادت کیا کرتے اور گھر واپس نہ تشریف لاتے اور اسکے لئے کھانے پینے کا سامان ساتھ لیجاتے پھر حضرت خدیجہ کے پاس آکر اتنی ہی مدت کے لئے اور سامان لے جاتے یہانتک کہ وحی آگئی اور آپ غار حرا ہی میں تھے سو آپ کے پاس (وحی کا) فرشتہ آیا اور آپ سے کہا کہ پڑھیئے آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں آپ فرماتے ہیں کہ مجکو پکڑکر خوب دبایا یہانتک کہ میری حد طاقت تک نوبت پہونچ گئی پھر مجھکو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیئے میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر مجھکو دوسری بار دبایا یہانتک کہ میری حد طاقت تک نوبت پہونچ گئی پھر مجھکو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھئے میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر مجھکو پکڑا اور تیسری بار دبایا یہانتک کہ میری حد طاقت تک نوبت پہونچ گئی پھر مجھکو چھوڑ دیا اور کہا اقرأ باسم ربک سے لیکر مالم یعلم تک پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو لیکر گھر تشریف لائے اور آپکا دل دھڑکتا تھا آپ حضرت خدیجہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھکو لپیٹ دو مجھکو لپیٹ دو روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۱۶۴ **ف** حال **رویا صادقہ** دلالت حدیث کی اسپر ظاہر ہے **ف** عادۃ **خلوت وحیلہ سامان طعام داشتن در خلوت** ان معمولات کا حدیث میں صاف ذکر ہے **ف** عادۃ **توجہ و تصرف** یہ فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے انکا پڑھنے کے لئے کہنا بایں معنی نہ تھا کہ جو پہلے سے یاد ہو وہ پڑھئے بلکہ یہ کہنا ایسا تھا جیسے استاد بچہ کے سامنے ابت رکھکر کہتا ہے کہ پڑھو یعنی جو میں بتلاؤنگا وہ پڑھو پھر آپ کا فرمانا کہ میں پڑھا ہوا نہیں یا تو اس بنا پر ہے کہ آپ کا ذہن مبارک قرأت کے اس معنی کی طرف منتقل نہیں ہوا اور یا آپکو قرائن سے مظنون ہوا ہو کہ کوئی ایسی چیز پڑھواوینگے جسکے اخذ و ضبط کے لئے پہلے سے پڑھے لکھے ہونیکی

حال رویا صالحہ

عادۃ خلوت وحیلہ سامان طعام در خلوت

عادۃ توجہ و تصرف

ضرورت ہے بہر حال اسکی ضرورت تھی کہ اُس قراۃ کا مامور بہا کے اخذ اور تلقی کے لیے آپ کی استعداد کی تقویت و تکمیل کیجاوے اس غرض سے فرشتہ نے آپ کو کئی بار دبایا تاکہ قوت توجہ و ہمت سے آپ کے قلب میں تصرف کریں اس طرح اس حدیث سے اس عمل کا بھی اثبات ہوتا ہے **ف مسئلہ تاثر جوارح از فیض غیبی** چونکہ فیوض غیبیہ سے قلب متاثر ہوتا ہے اور جوارح تابع قلب کے ہیں اگر وارد قوی ہوتا ہے تو جوارح پر بھی اثر آتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات غیبت محض ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں آپ کا کپڑے میں لپٹنا اس لیے تھا کہ بدن پر اثر لرزہ کا تھا پس اس سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

مسئلہ تاثر جوارح از فیض غیبی

حدیث دو صد و پنجاہ و یکم عن عمر قال، کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزل علیہ الوحی یسمع عند وجھہ کدوی النحل الحدیث اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت عمر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرے کے قریب ایک ایسی غیر مفہوم آواز سُنائی دیتی جیسے شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۶۶) **ف حال انکشاف صوت عالم غیب** بعض اوقات کسی شغل سے بعض اوقات کسی بزرگ کے قرب کی برکت سے بعض اوقات دوسرے اسباب سے عالم غیب کی آواز منکشف ہو جاتی ہے حدیث میں ایسی ہی آواز کا ذکر ہے لیکن شغل کی ہر آواز آوازِ غیبی نہیں اکثر اوقات خود شاغل ہی کے دماغ میں ہوا کا احتباس اور تموج ہو کر بھی آواز محسوس ہونے لگتی ہے۔

حال انکشاف صوت عالم غیب

حدیث دو صد و پنجاہ و دوم عن انس فی حدیث الاسراء لقائہ صلی اللہ علیہ وسلم مع موسیٰ علیہ السلام فی اٰخرین من الانبیاء علیہم السلام مع ما روی عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتیت لیلۃ اسری بی علی موسیٰ علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ عند الکثیب الاحمر اخرجہ مسلم والنسائی **ترجمہ** حضرت انس رضہ سے اُس حدیث میں جسمیں شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات دوسرے انبیاء کے مجمع میں مذکور ہے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں میرا موسیٰ علیہ السلام پر گذر ہوا کہ اپنی قبر میں جو سُرخ ٹیلہ کے پاس ہے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے روایت کیا اسکو مسلم اور نسائی نے (تیسیر ص ۴۶۲ و ۴۶۳) **ف مسئلہ امکان تجسد روح کاملین در مکانے** ان دونوں روایتوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود قبر میں تشریف رکھنے کے پھر بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر سے باہر ملے کیونکہ یہ سب انبیاء اُنکی قبر سے یقیناً باہر تھے اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی روح اگر کسی جگہ متجسم ہو کر نظر آوے ممکن ہے۔ مگر خوب یاد رکھو کہ نہ یہ دائم ہے اور نہ اختیار میں ہے۔

مسئلہ امکان تجسد روح کاملین در مکانے

حدیث دو صد و پنجاہ و سوم عن ابی ھریرۃ قال لما فتحت خیبر اھدیت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاۃ فیھا سم الحدیث اخرجہ البخاری۔ **ترجمہ** حضرت ابو ہریرہ رضہ نے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک بکری (تلی ہوئی) ہدیۃً پیش کی گئی جس میں زہر تھا آخر حدیث تک۔ روایت

کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۴۶۴ ف مسئلہ عدم دوام کشف وخوارق آخر حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اُسمیں سے کچھ نوش بھی فرمایا پھر آپ کو معلوم ہوگیا تو دست کش ہوگئے لیکن آخر عمر میں اُس زہر کا اثر ہوا اُس سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ کشف دائم نہیں ہوتا ورنہ آپ پر اولاً مخفی نہ رہتا دوسرے یہ کہ خوارق دائم نہیں ہوتے ورنہ آپ پر اثر نہ ہوتا جب نبی کے کشف و خارق کا دوام ضروری نہیں تو دوسروں کا کیا ذکر ہے۔

مسئلہ عدم دوام کشف و خوارق

حدیث دوصد و پنجاہ و چہارم عن ابی ہریرۃ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتمرات فقلت یا رسول اللہ ادع فیہن بالبرکۃ فضمہن ثم دعا لی فیہن بالبرکۃ ثم قال خذہن فاجعلہن فی مزودک ہذا کلما اردت ان تاخذ منہ شیئا ادخل یدک فیہ فخذہ ولا تنثرہ نثرا ففعلت فلقد حملت منہ کذا وکذا وسقا فی سبیل اللہ فکنا ناکل منہ ونطعم وکان لا یفارق حقوی حتی کان یوم قتل عثمان انقطع۔ زاد رزین فسقط فحزنت علیہ اخرجہ الترمذی

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک روز کچھ کھجوریں لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ ان میں برکت کی دعا کر دیجئے آپ نے انکو ایک جگہ جمع کر کے اُن میں برکت کی دعا کر دی پھر فرمایا ان کو لو اور اپنے اس توشہ دان میں رکھ لو اور جب اس میں سے کچھ لینا ہو تو اسکے اندر ہاتھ ڈالکر لے لو اور اس کو جھاڑو نہیں (یعنی خالی مت کرو) چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا سو میں نے اُس میں سے اتنے اتنے وسق (ایک پیمانہ ہوتا ہے ساٹھ صاع کا) اللہ کی راہ میں دئے اور ہمیشہ اُس میں سے کھاتے اور کھلاتے رہے اور وہ میری کمر سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا یہانتک کہ حضرت عثمان رضہ کی شہادت کا دن ہوا تو وہ ٹوٹ کر گر پڑا اور مجھکو بڑا رنج ہوا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۶۵) ف مسئلہ حقیقت دست غیب علاوہ کسب متعارف کے آمدنی تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک بطور خرق عادت کے جیسا حدیث میں ہے دوسرے یہ کہ کوئی عمل پڑھا اور اُس سے بدون اسکے کہ ظاہر میں کوئی دینے والا ہو جیب میں یا تکیہ کے نیچے سے مثلاً روزانہ کچھ ملجایا کرے تیسرے یہ کہ بندگانِ خدا اُسکی کچھ خدمت کریں تیسری قسم کو فتوحات کہتے ہیں اور دوسری کو عوام الناس دست غیب کہتے ہیں اور یہ تحقیق کو پہونچگیا ہے کہ ایسی رقم جن لاتے ہیں۔ خواہ دوسروں کے مال سے چوری اور غصب سے اور یا اپنے مال سے سو وہ بھی اضطرار اور جبر ہے۔ اور دونوں حرام ہیں۔ پہلی قسم البتہ دست غیب حلال ہے جو واقع میں نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہے۔

مسئلہ حقیقت دست غیب

حدیث دوصد و پنجاہ و پنجم عن المسور بن مخرمۃ حین خطب علی رضہ بنت ابی جہل قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وہو علی المنبر ان بنی ہشام بن المغیرۃ استاذنونی ان ینکحوا ابنتہم علی بن ابی طالب فلا اذن ثم لا اذن ثم لا اذن الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتہم فانما ہی بضعۃ منی یریبنی ما یریبہا ویؤذینی ما اذاہا اخرجہ الخمسۃ الا النسائی۔

ترجمہ مسور بن مخرمہ رضہ سے اُس واقعہ کے متعلق کہ جب حضرت علی رضہ نے دختر ابوجہل کے نکاح کا پیغام دیا تھا

روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سُنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ مجھ سے اسکی اجازت لینا چاہتے تھے کہ اپنی دختر کا علی بن ابی طالب سے نکاح کردیں سو میں کبھی اجازت نہ دونگا پھر دوبارہ اور سہ بارہ کہتا ہوں کہ اجازت نہ دونگا۔ ہاں اگر ابن ابی طالب کو یہ منظور ہو کہ میری دختر کو طلاق دیدیں اور اُن کی دختر سے نکاح کرلیں۔ تو ایسا کریں فاطمہ میرا لخت جگر ہے جس بات سے اُس کو بچینی ہوگی مجھکو بھی ہوگی اور جس بات سے اُسکو اذیت ہوگی مجھکو بھی ہوگی۔ روایت کیا اسکو بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی نے **ف** عادۃ **غضب بر بعض مباحات خلاف وضع** یہ نکاح مباح اور حلال تھا چنانچہ قواعد شرعیہ سے بھی ظاہر ہے اور خود بعض روایات میں آپ کا صریح ارشاد بھی اسکے متعلق آیا ہے۔ مگر باوجود اسکے بمصالح مذکورہ حدیث آپ کو یہ نکاح ناگوار ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر خصوصیت کی جگہ اسی قسم کے مصالح سے کسی امر مباح سے اظہار ناخوشی کے ساتھ اپنے مخصوصین کو روکا جاوے تو یہ تحریم حلال نہیں بزرگوں سے بھی ایسے واقعات کا مشاہدہ ہوتا ہے

حدیث دوصد وپنجاہ وششم عن ثابت الضحاك قال رجل لرسول الله صلى الله عليه وسلم انى نذرت ان اذبح بمكان كذا وكذا مكان يذبح فيه اهل الجاهلية فقال هل كان بذالك المكان وثن من اوثان الجاهلية يعبد قال لا قال فهل كان فيه عيد من اعيادهم قال لا قال اوف بنذرك اخرجه ابوداؤد - ترجمہ ثابت ضحاک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے نذر کی تھی کہ فلاں جگہ میں ذبح کرونگا وہ ایسی جگہ تھی جہاں اہل جاہلیت ذبح کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کیا اُس جگہ میں کوئی بت وغیرہ تھا جاہلیت کے بتوں میں سے جسکی عبادت ہوا کرتی ہو اُس شخص نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ کیا اُس میں کوئی میلہ وغیرہ ہوتا تھا اُن لوگوں کے میلوں میں سے اُس شخص نے عرض کیا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلو۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۴۰) **ف** اصلاح **تاثیر فساد نیت در مذبوح** یہ یقینی بات ہے کہ یہ شخص ذبح اللہ ہی کے نام پر کرتے کیونکہ مسلمان تھے مگر باوجود اس کے آپ نے اُس مکان کی خصوصیات کی تفتیش فرمائی تاکہ اُس سے ناذر کی نیت کا اندازہ ہو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ کے نام پر بھی ذبح کرے مگر نیت میں فساد ہو تو یہ فساد نیت مذبوح میں موثر ہوتا ہے اس سے بزرگوں کے نام کے جانوروں کا حکم معلوم کرنا چاہیے جسمیں جہال درویشوں کو اور اُنکے ہمرنگ لوگوں کو غلطی واقع ہورہی ہے

حدیث دوصد وپنجاہ وہفتم عن ابن عباس رض قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اخلص لله اربعين صباحا ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه اخرجه رزين - ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چالیس روز تک اللہ کے لئے خلوص (کے ساتھ عبادت) اختیار کرے علم کے چشمے اُس قلب سے (جوش زن ہوکر) اُسکی زبان سے ظاہر ہوتے ہیں روایت کیا اسکو رزین نے **ف** عادۃ چلہ۔ اکثر بزرگوں سے چلہ نشینی کا اہتمام منقول ہے یہ حدیث اُسکی اصل ہے **ف** **مسئلہ اثبات**

عادۃ غضب بر بعض مباحات خلاف وضع

اصلاح
تاثیر فساد نیت در مذبوح

عادۃ
چلہ

مسئلہ
اثبات علوم الاسرار

علم اسرار بزرگوں کے کلام میں منصوص ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بعض خاص بندوں کو بعض علوم وہ عطا ہوتے ہیں جو نہ منقول ہیں نہ مکتسب ہیں کبھی اُسکو علم وہبی سے تعبیر کرتے ہیں کبھی علم اسرار کہتے ہیں اور خود اُن سے اس قسم کے دقائق و حقائق نقول بھی ہیں جو اُن سے پہلے کسی کی زبان سے نہیں نکلے یہ حدیث ایسے علوم کی تحقیق اور اعتبار کی اصل ہے۔

حدیث دو صد و پنجاہ و ہشتم عن الاسود قال کنا فی حلقة عبد الله فجاء حذیفة حتی قام علینا فسلم ثم قال لقد انزل النفاق علی قوم خیر منکم قلنا سبحن الله ان الله عزوجل یقول ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار فتبسم عبد الله وجلس حذیفة فی ناحیة المسجد فلما قام عبد الله وتفرق اصحابه رمانی بالحصباء فاتیته فقال عجبت من ضحکه وقد عرف ما قلت لقد انزل النفاق علی قوم خیر منکم ثم تابوا فتاب الله علیهم اخرجه البخاری ترجمہ اسود سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ کے حلقہ میں حاضر تھے اتنے میں حضرت حذیفہ رضہ آئے یہانتک کہ ہمارے پاس آکر کھڑے ہوئے اور سلام کیا پھر فرمایا کہ ایسے لوگوں پر نفاق نازل ہوچکا ہے جو تم سے بھی اچھے تھے ہم نے (تعجب سے) کہا کہ سبحان اللہ حق تعالےٰ تو یوں فرماتے ہیں کہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہیں (پھر وہ مسلمانوں سے اچھے کیسے ہوسکتے ہیں) اسپر حضرت عبداللہ نے تبسم فرمایا اور حضرت حذیفہ مسجد کی ایک جانب میں بیٹھ گئے جب حضرت عبداللہ اُٹھے اور اُنکے اصحاب منتشر ہوگئے اُس وقت حضرت حذیفہ نے کنکری پھینک کر مجھکو بلایا میں اُنکے پاس آیا فرمانے لگے کہ میں حضرت عبداللہ کے ہنسنے سے تعجب کرتا ہوں حالانکہ میرے مقولہ کو وہ سمجھ گئے تھے (تو اُنکو تو میری تصدیق کرنا چاہیئے تھا اور ہنسنے سے تو ناظرین کو دوسرا احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ شاید تکذیب و تجہیل کا ہنسنا ہو پھر اس مقولہ کا خود مطلب بیان کیا کہ) واقعی نفاق (اول اول) ایسے لوگوں پر نازل ہوا تھا جو تم سے بھی اچھے تھے (مگر) پھر انھوں نے توبہ کی پھر اُنپر اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی روایت کیا اسکو بخاری نے تیسیر ص ۲۷۸ (مطلب یہ کہ جن منافقین نے نفاق سے توبہ کی وہ صحابی ہوگئے اور ظاہر ہے کہ صحابہ تابعین سے افضل ہیں اور اس حلقہ میں تابعین زیادہ تھے پس ایسے صحابہ پر یہ مضمون صادق آتا ہے کہ تم سے اچھے تھے اور اُنپر نفاق نازل ہوا تھا گو دونوں حالتوں کا زمانہ ایک نہ تھا سامعین نے ظاہر کلام سے ان دونوں حالتوں کا زمانہ ایک سمجھکر تعجب کیا) **ف** عادة بعض تکلم بکلام موہم بمصلحت یا لعذر بعض بزرگوں سے بعض ایسے کلام منقول ہیں جو ظاہر شرع سے متجاوز موہم ہوتے ہیں جنکا منشا یا قصد اخفا ہے نااہل سے یا غلبہ عذر ہے کما قیل فی الاول ؎ با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی ÷ بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی + وقیل فی الثانی ؎ گفتگوی عاشقان در کار رب ÷ جوشش عشق است نے ترک ادب + حدیث سے اس عادت کی جبکہ منشا اسکا صحیح ہو اصل معلوم ہوتی ہے۔ کہ ان صحابی کا مقولہ بظاہر ایسا ہی تھا مگر واقع میں صحیح تھا اور غالباً داعی اس مقام پر امتحان ہوگا اور غالباً مقصود یہ تھا کہ تلمیذ حق تعالےٰ کے قبضہ میں ہیں تو خود بینی اور بدبینی سے بچنا چاہیئے

عادة بعض الاکابر من التکلم بکلام موہم لمصلحۃ یا لعذر

حدیث دو صد و پنجاہ و نہم عن ابی ملیکۃ قال ادرکت ثلثین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شہد بدرا کلہم یخاف النفاق علی نفسہ ولا یامن المکر علی دینہ الحدیث اخرجہ البخاری **ترجمہ** ابو ملیکہ سے روایت ہے کہ میں نے تیس صحابیوں کو دیکھا جو بدر میں شریک ہوئے تھے (جنکی بڑی فضیلت آئی ہے) سب کے سب اپنے متعلق منافق ہونے کا اندیشہ رکھتے تھے اور اپنے دین کے متغیر ہونے سے بے اندیشہ نہ تھے روایت کیا اسکو بخاری نے۔ (تیسیر ص ۴۷۹) **ف** توجیہ **خود را بد دین وغیرہ گفتن** بزرگوں کے کلام میں کثرت سے اس قسم کے کلمات پائے جاتے ہیں سبب اسکا غلبۂ خوف ہے حدیث سے صحابہ کا بھی یہی مذاق ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر یخاف باعتبار قال کے ہے تب تو نفاق اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور اگر باعتبار حال کے ہے تو نفاق سے مراد بعض آثار نفاق ہیں۔ جو من وجہ نفاق کا ایک درجہ ہے۔

حدیث دو صد و شصتم عن ابن عباس رض قال کنت ردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا غلام احفظ اللہ تجدہ تجاہک وفی ھذا الحدیث فان استطعت ان تعمل للہ تعالیٰ بالرضاء فی الیقین فافعل فان لم تستطع فان فی الصبر علی ما تکرہ خیرا کثیرا اخرجہ رزین بھذا اللفظ۔

ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرکب پر سوار تھا آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا کرو اسکو اپنے سامنے پاؤ گے اور اسی حدیث میں ہے کہ اگر تم سے ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے رضا کے ساتھ جو یقین سے مقرون ہو عمل کرو تو ایسا ضرور کرو اور اگر یہ نہ کر سکو تو پھر ناگوار امور پر صبر کرنے میں بھی خیر کثیر ہے۔ روایت کیا اسکو رزین نے ان الفاظ سے (تیسیر ۴۸۵) **ف** مادۂ **مراقبہ** احفظ اللہ کا جو مطلب ہے وہی حاصل ہے مراقبہ کا جو اہل طریق کے عادات لازمہ سے ہے رہ گئی خاص ہیئت محض اسکے راسخ ہونے کے لئے ہے مقصود بالذات نہیں اسلئے اس ہیئت کے منصوص ہونے کی ضرورت نہیں **ف** حال **قرب و معیت** مراقبہ پر جو ثمرہ مرتب ہوتا ہے وہ قرب و معیت ہے تجدہ تجاہک جو احفظ پر مرتب ہے عبارت اسی سے ہے **ف** مسئلہ **تفضیل عارف بر عابد** رضا و یقین کو جو اعمال اہل باطن سے ہیں صبر علی ما تکرہ پر کہ اعمال عابدین سے ہے ترجیح دینا دلیل صریح ہے تفضیل اہل باطن کی صاحب اعمال ظاہرہ پر۔

حدیث دو صد و شصت و یکم عن زید الخیر قال قلت یا رسول اللہ اخبرنی ما علامۃ اللہ فیمن یرید وما علامتہ فی من لا یرید فقال کیف اصبحت یا زید قلت احب الخیر واھلہ وان قدرت علیہ بادرت الیہ وان فاتنی حزنت علیہ وحننت الیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم فتلک علامۃ اللہ تعالیٰ فیمن یرید ولو ارادک لغیرھا لھیاک لھا اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت زید خیر سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھکو بتلائیے کہ مقبول الٰہی اور غیر مقبول الٰہی کی کیا علامت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ تم نے صبح کس حالت میں کی ہے میں نے عرض کیا کہ خیر اور اہل خیر سے محبت رکھتا ہوں اور اگر اسپر قدرت

پاتا ہوں تو اُسکے کرنے کو دوڑتا ہوں اور اگر وہ خیر میرے ہاتھ سے رہجاتی ہے تو میں اُس پر مغموم ہوتا ہوں اور اُس کا مشتاق رہتا ہوں آپنے فرمایا کہ بس یہی علامت ہے مقبول کی اور اگر اُسکے خلاف کے لئے تمھاری نسبت ارادہ ہوتا تو تمکو اُسی کے لئے تیار کردیتے (یعنی ویساہی سامان ہوجاتا) روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۸۵) **ف** علامت مقبولیت حدیث میں منصوص ہے۔

علامت مقبولیت

حدیث دوصد وشصت ودوم عن ابن عباسؓ قال قیل یارسول اللہ ان احدنا یجد فی نفسہ یعرض بشیٔ لان یکون حممۃ احب الیہ من ان یتکلم بہ فقال اللہ اکبر الحمد للہ الذی رد کیدہ الی الوسوسۃ اخرجہ ابوداود **ترجمہ** حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ (حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں) عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ بعضا بعضا ہم میں اپنے دل میں ایسے خیالات پاتا ہے اور ایسی چیزیں پیش آتی ہیں کہ جلکر کوئلہ ہوجانا زیادہ محبوب معلوم ہوتا ہے اس سے کہ اسکو زبان پر لاوے آپنے (خوش ہوکر) فرمایا اللہ اکبر اللہ کا شکر ہے جس نے شیطان کے فریب اور کوشش کو وسوسہ ہی تک رکھا (آگے نہیں پڑھنے دیا) روایت کیا اسکو ابوداود نے (تیسیر ص ۴۸۸) **ف** علاج دفع وسوسہ اس حدیث میں جو علاج وسوسہ کا مذکور ہے محققین اسی کے موافق تعلیم دیتے ہیں حاصل اُسکا یہ ہے کہ وسوسہ پر محزون نہ ہو بلکہ خوش ہو کر جو بلائیں وسوسے سے اعظم ہیں اُن سے حق تعالےٰ نے بچالیا اور اس خوش ہونے سے ایک نفع یہ بھی ہے کہ شیطان مومن کی خوشی سے ناخوش ہوتا ہے۔ پس جب وہ دیکھے گا کہ یہ وساوس سے خوش ہوتا ہے وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑدے گا۔ اور ان بڑی بلاؤں سے بچنے میں بعض اوقات خود اس وسوسہ کو بھی دخل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب نفس اُسطرف اضطراراً متوجہ ہوا تو بعض اوقات دوسرے معاصی عظیمہ ظاہرہ یا باطنہ میں مشغول ہونے کی مہلت نہیں پاتا اور بچارہتا ہے اسی واسطے فرمایا گیا ہے ع این بلا دفع بلاہای بزرگ + اور اضطراراً اسلئے کہا کہ اختیاراً اُس کی طرف توجہ نہ چاہیئے کہ اس سے اذیت ہوتی ہے گو معصیت نہیں ہوتی شیخین کی ایک حدیث میں اسکا صریح امر آیا ہے۔ لینتہ اور اس حدیث میں بھی اُس پر مسرور ہونے میں اشارہ اس طرف ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ جب سرور میں مشغول ہوگیا تو توجہ الی الوسوسہ قصداً مرتفع ہوگئی۔

علاج دفع وسوسہ

حدیث دوصد وشصت وسوم عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اعظم الفری ان یدعی الرجل الی غیر ابیہ او یری عینیہ مالم تری او یقول علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا لم یقل اخرجہ البخاری **ترجمہ** واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت بڑی افترا کی چیزیں یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے کو منسوب کرے (یعنی اولاد میں کسی کے ہو اور بتلاوے دوسرے کی اولاد میں جیسے بعض کی عادت ہوتی ہے کہ ہوے شیخ بتلادیا سید وغیرہ) یا اپنی آنکھ کی طرف ایسی چیز کے دیکھنے کی نسبت کرے جو اُسنے نہیں دیکھی (اس میں جھوٹا خواب اور جھوٹا دعوی کشف کا سب آگیا) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے قول کو منسوب

کرے جو آپنے نہیں فرمایا روایت کیا اسکو بخاری نے (تیسیر ص ۴۰۸) **ف اصلاح دعوی باطل کشف**
حدیث کی تقریر سے اسکا گناہ ہونا ظاہر ہے بہت سے مدعی اسمیں مبتلا ہیں **ف اصلاح بے احتیاطی در
نقل حدیث** اگر حسن ظن کے غلبہ سے شبہ ہی نہو کہ روای حدیث غلط نقل کر رہا ہے تب تو معذوری
ہے بعضے بزرگوں کو یہی بات پیش آئی ہے جو نسخے ملفوظات ومکتوبات میں بعض بے اصل حدیثیں داخل ہوگئیں
اور اگر باوجود علماء کے تنبہ کرنے کے برابر اُن کی نقل پر اصرار رہے جیسا اکثر اہل جہل کا شیوہ ہے تو
کوئی وجہ معذوری کی نہیں۔

حدیث دوصد وشصت وچہارم عن عیسی بن واقد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا کانت سنة ثمانین ومائة فقد احلت العزبة والترهب فی رءوس الجبال اخرجه رزین
ترجمہ حضرت عیسے بن واقد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب سنہ
ایکسواسی آوے اُس وقت میں اپنی امت کو ترک نکاح یا جلاوطنی اور ترک تعلقات کرکے پہاڑوں کی
چوٹیوں پر جارہنے کی اجازت دیتا ہوں روایت کیا اسکو رزین نے (تیسیر ص ۴۹۴) **ف عادۃ بعض ترک
نکاح وگوشہ نشینی** بعض بزرگوں نے اسکو بمصلحت فتن داخلہ وخارجہ سے بچنے کے اسکو اختیار کیا ہے۔
حدیث میں ایسی حالت میں اسکا ماذون فیہ ہونا مصرح ہے۔ اور سنہ کی قید اشارہ اسی مصلحت کی طرف
ہے کیونکہ یہ زمانہ تھا کثرت فتن کا۔

حدیث دوصد وشصت وپنجم عن انس قال قال رجل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعقلها واتوکل
او اطلقها واتوکل قال اعقلها وتوکل اخرجه الترمذی **ترجمہ** حضرت انس رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا کہ میں اپنی اونٹنی کو باندھکر توکل کروں یا اُسکو کھلا رکھوں
اور توکل کروں آپنے فرمایا کہ باندھکر توکل کرو روایت کیا اسکو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۹۵) **ف مسئلہ
عدم منافات در اسباب وتوکل** مطلق توکل کے لئے ترک تدبیر ضروری نہیں حدیث اس میں
صریح ہے بلکہ بعض تدبیر کا توسب کو ترک ناجائز ہے اور بعض کا ضعیف کے لئے ناجائز ہے۔ حدیث کی
دونوں طرح توجیہ ہوسکتی ہے تفصیل اسکی کلید مثنوی میں ہے۔

حدیث دوصد وشصت وششم عن ابن ابی کثیر قال قال ابو سهم مرت بی امراۃ فاخذت بکشحها
ثم اطلقتها فاصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبایع الناس فاتیته فقال الست بصاحب الجبذة
بالامس قلت بلی وانی لا اعود یا رسول اللہ فبایعنی اخرجه رزین **ترجمہ** ابن ابی کثیر سے روایت ہے کہ ابو سہم نے کہا کہ میرے
سامنے سے ایک عورت گذری میں نے (غلبہ شہوت سے) اُسکی کمر پکڑلی پھر اُسکو (خوف خدا سے) چھوڑ دیا اتفاق
سے (اگلے دن) صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سبب سے لوگوں کو بیعت فرمانے لگے میں بھی (اسی
غرض کے لئے) حاضر ہوا آپنے فرمایا تم وہی نہیں جسنے کل کے روز اُسکو کھینچا تھا میں نے عرض کیا کہ بیشک

اورمیں اب ایسا نہ کرونگا۔ یارسول اللہ بس آپ نے مجکو بیعت فرمالیا۔ روایت کیا اسکو رزین نے (تیسیر ص ۲۶۴)

ف عادۃ بعض تنبیہ مرید بر بعض زلات غائب از نظر بعضے بزرگوں کی عادت ہے کہ کشف سے یا خبر صادق سے کوئی بات بیجا مرید کی معلوم ہوتی ہے تو مصلحت زجر کے لیئے اُسکو تنبیہ فرمادیتے ہیں اور اگر مجمع میں تنبیہ کرتے ہیں تو مبہم طور پر کہ دوسروں کے روبرو رسوائی نہو حدیث اس سب مجموعہ پر دال ہے البتہ کشف دوسرے پر حجت نہیں اُسپر بنا کسی سزا کی یا سوء ظن جائز نہیں۔ اور بعض اوقات باوجود علم کے متنبہ نہیں کرتے اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے مثلاً اس سے اندیشہ ہوتا ہو زیادت جرأت کا ونحو ذلک

حدیث دو صد و شصت و ہفتم عن عمر بن الخطاب فی حدیث سوال جبریل علیہ السلام عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال جبریل فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک الحدیث رواہ مسلم ترجمہ حضرت عمر رضہ سے اُس حدیث میں جسمیں جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کئے ہیں یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ تبلایئے کہ احسان کیا چیز ہے (اسکے معنی لغوی ہیں حسن کردن یعنی عبادت کا اچھی طرح بجالانا یعنی اس طرح کہ وہ ریا و غفلت سے منزہ ہو حاصل اسکا اخلاص اور حضور ہے) آپ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا اُسکو دیکھ رہے ہو (یعنی اگر خدا تعالی نظر آتے تو جسطرح کی عبادت اُس وقت کرتے ایسی کرو اور لامحالہ ایسے وقت میں عبادت اخلاص و حضور کے ساتھ ضرور ہوگی بس اسی طرح کی عبادت کرنا چاہیئے اور گو تم اُسکو دیکھتے نہیں ہو مگر ایسی طرح کی عبادت کا داعی پھر بھی موجود ہے) اسلیئے کہ اگر تم اُسکو نہیں دیکھتے تو وہ تمکو دیکھتا ہے۔ اور یہ بھی داعی کافی ہے) روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۳۔ **ف** متفرقات اصل طریق تصوف یہ سوال بعد دریافت حقیقت ایمان و اسلام کے تھا اس سے صاف معلوم ہوا کہ عقائد و اعمال ظاہرہ سے زائد کوئی اور امر بھی قابل تحصیل ہے جس کو احسان کہا گیا ہے۔ اور جو حقیقت اسکی بیان فرمائی گئی ہے یہی خلاصہ ہے اس طریق کا پس حدیث ثبت ہے اس طریق کے صحت کی۔

حدیث دو صد و شصت و ہشتم عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحولہ عصابۃ من اصحابہ بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا الحدیث متفق علیہ ترجمہ حضرت عبادۃ بن صامت رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد آپکے اصحاب کی ایک جماعت تھی اُسوقت آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تم شرک نہ کروگے اور چوری نہ کروگے آخر حدیث تک روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے مشکوۃ ص ۹ **ف** متفرقات بیعت طریقت حدیث میں تصریح ہے کہ جن لوگوں کو آپنے بیعت کا امر فرمایا وہ صحابہ تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علاوہ بیعت اسلام و جہاد کے ترک معاصی والتزام طاعات کے لیئے بھی بیعت ہوتی تھی یہی بیعت طریقت ہے۔ جو صوفیہ میں معمول ہے۔ پس اس کا انکار ناواقفی ہے۔

عادۃ بعض تنبیہ مرید بر بعض زلات غائب از نظر

اصل طریق تصوف

متفرقات

بیعت طریقت

متفرقات

حدیث دوصد و نصت و نہم عن فضالۃ الکامل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المجاھد من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللہ الحدیث رواہ البیہقی فی شعب الایمان ترجمہ فضالہ کامل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجاہد وہ ہے جو اللہ کی طاعۃ میں اپنے نفس سے جہاد کرے روایت کیا اسکو بیہقی نے شعب الایمان میں مشکوۃ ص ، ف قول تسمیہ جہاد نفس بجہاد اکبر مجاہدہ نفس کو بزرگوں کے ملفوظات میں جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی ترکیب المجاہد الخ جس سے ظاہرا حصر جنس مستفاد ہوتا ہے حصر کمال کے لئے مستعمل ہے کما لایخفی علی اہل العلم پس معنی یہ ہوئے کہ مجاہد کامل مجاہد نفس ہے تو ظاہر بات ہوئی کہ جہاد کامل جہاد نفس ہے۔ اور کامل اور اکبر کے ایک ہی معنی ہیں۔

حدیث دوصد و ہفتادم عن عثمان قال ان رجالا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی حزنوا علیہ حتی کاد بعضہم یوسوس قال عثمان وکنت منہم فبینما انا جالس مر علی عمر وسلم فلم اشعر بہ فاشتکی عمر الی ابی بکر رضی اللہ تعالے عنہما ثم اقبلا حتی سلما علی جمیعا وقال ابو بکر ما حملک ان لا ترد علی اخیک عمر سلامہ قلت ما فعلت فقال عمر بلی واللہ لقد فعلت قال قلت واللہ ما شعرت انک مررت ولا سلمت قال ابو بکر صدق عثمان قد شغلک عن ذلک امر فقلت اجل قال ما ھو قلت توفی اللہ تعالے نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان نسألہ عن نجاۃ ھذا الامر الحدیث رواہ احمد۔

ترجمہ حضرت عثمان رض سے روایت ہے کہ بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے آپ کی وفات کے زمانہ میں بہت ہی مغموم ہوئے یہانتک کہ بعضوں کو کچھ وسوسے ہونے لگے حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی میں تھا پس میں ایک بار بیٹھا ہوا تھا اس اثنا میں حضرت عمر کا میرے پاس کو گذر ہوا اور سلام کیا مگر مجکو (اصلا) خبر نہ ہوئی حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے اسکی شکایت کی پھر دونوں حضرات تشریف لائے یہانتک کہ دونوں نے سلام کیا اور حضرت ابو بکر نے (مجھ سے) فرمایا کہ کیا باعث ہے کہ تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہیں دیا میں نے کہا کہ نہیں میں نے تو ایسا نہیں کیا حضرت عمر نے کہا کیوں نہیں واللہ آپنے ایسا کیا حضرت عثمان کہتے ہیں کہ میں نے کہا واللہ مجکو نہ آپ کے گذرنے کی خبر ہوئی اور نہ سلام کی خبر ہوئی حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ حضرت عثمان سچ کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کسی بڑے امر نے اس سے غافل کہا میں نے کہا کہ ہاں یہی بات ہے فرمانے لگے کہ وہ کیا بات ہے میں نے کہا کہ وہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اٹھالیا اور ہم یہ بھی پوچھنے نہ پائے کہ اس دین (اسلام) میں اصل مدار نجات کیا چیز ہے (یعنی شرائع تو بہت سے ہیں مگر اصل الاصول کیا ہے۔ اسی حدیث میں یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رض نے ان کی تسلی کر دی کہ میں پوچھ لیا وہ توحید و رسالت کا اعتقاد ہے۔) روایت کیا اسکو احمد نے مشکوۃ ص ف مسئلہ عدم منافات وسوسہ بکمال را حضرت عثمان رض کے کامل ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے پھر بھی ان کو وسوسہ ہوا اس سے صاف معلوم ہوا کہ وسوسہ منافی کمال نہیں نہ مضر باطن ہے

تسمیہ جہاد نفس بجہاد اکبر

مسئلہ عدم منافات وسوسہ بکمال

ف حال غیبت دین کی بات کا خیال ایک وارد ہے۔ اور اسکی قوت نے حضرت عثمان کو بے خبر کر دیا یہی غیبت و محو ہے پس حدیث سے اس کا بھی اثبات ہوتا ہے۔

حال غیبت دینیہ

حدیث دو صد و ہفتا و دوم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی الشیطان احدکم فیقول من خلق کذا من خلق کذا حتی یقول من خلق ربک فاذا بلغہ فلیستعذ باللہ ولینتہ متفق علیہ

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان بعض کے پاس آتا ہی اور کہتا ہے کہ فلانی چیز کو کس نے پیدا کیا فلانی چیز کو کس نے پیدا کیا یہانتک کہ کہتا ہے کہ (یعنی نعوذ باللہ) تیرے رب کو کس نے پیدا کیا سو جب اسکی نوبت پہونچے تو اللہ کی پناہ مانگے (اعوذ باللہ پڑھے) اور سوچنے سی باز رہے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے مشکوۃ ص۱۰ **ف** علاج **دفع وسوسہ** حدیث دو صد و شصت و دوم میں اسکی تقریر گذر چکی اور اس حدیث میں ایک علاج زیادہ ہے کہ اعوذ باللہ کا بھی حکم ہے خود اس کلمہ میں بھی برکت ہے اور اس میں ایک راز بھی ہے وہ یہ کہ جب حق تعالی کی طرف استعاذہ کے ساتھ متوجہ ہوگا تو یہ توجہ دافع ہو جاوے گی توجہ الی الوسوسہ کی کیونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا پس اس علاج کا حاصل یہ ہوا کہ ذکر اللہ میں مشغول ہو جاوے قصداً اور استقلالاً۔ دفع وسوسہ کی ضرورت نہوگی

علاج دفع وسوسہ

حدیث دو صد و ہفتا و دوم عن القاسم بن محمد ان رجلا سالہ فقال انی اھم فی صلاتی فیکثر ذلک علی فقال لہ امض فی صلوتک فانہ لن یذھب ذلک عنک حتی تنصرف وانت تقول ما اتممت صلاتی رواہ مالک

ترجمہ قاسم بن محمدؒ سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھکو نماز میں وہم اور شبہ بہت ہو جاتا ہے انہوں نے فرمایا کہ (کچھ پرواہ نہیں) اپنی نماز (اسی حالت سے) ختم کر لیا کرو کیونکہ یہ (کوشش کرنے سے) ہرگز دفع نہوگا یہانتک کہ نماز سے فارغ بھی ہو جاؤ گے اور یوں ہی کہتے رہو گے کہ میں نے نماز پوری نہیں پڑھی (ضرور کچھ رہ گیا ہے اسلئے پھر پڑھو گے مگر پھر بھی فارغ ہو کر یہی وسوسہ رہیگا۔ تو کہانتک اعادہ کرو گے اسلئے بہتر یہی ہے کہ کچھ پرواہ نہ کرو۔) روایت کیا اسکو مالک نے مشکوۃ ص۱۱ **ف** علاج **دفع وسوسہ** اس روایت میں یہ اور علاج ہے کہ اسکی پرواہ نہ کی جاوے اور اسپر عمل اور اسکی طرف التفات نہ کرے یہ علاج تجربہ سے اکسیر اعظم ثابت ہوا ہے اور حاشیہ میں لمعات و مرقات سے فانہ لن یذھب الخ کی اور طرح تقریر کی ہے یعنی یہ وسوسہ اسوقت تک دفع نہوگا جب تک کہ تم ایسا نہ کروگے کہ نماز ختم کر لو اور (شیطان سے) یوں کہدو کہ مانا کہ ہم نے نماز پوری نہیں پڑھی سہی اللہ تعالے بڑا کریم ہے وہ اسی کو قبول کر لیگا یا معاف کر دیگا ہم آپ کی خیر خواہی سے باز آئے ہم جانیں ہمارا خدا جانے۔

علاج دفع وسوسہ

حدیث دو صد و ہفتا و سوم عن عثمان رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من توضأ وضوئی ھذا ثم یصلی رکعتین لا یحدث نفسہ فیھما بشیئ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ متفق علیہ لفظہ للبخاری سے۔

ترجمہ حضرت عثمان رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وضو کرکے) ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرا

سا وضو کرے پھر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اُن میں اپنے دل سے کسی قسم کی باتیں نہ کرے تو اُسکے سب ذنوب سابقہ (جو صغائر میں سے ہوں) معاف ہوجاتے ہیں روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور الفاظ بخاری کے ہیں۔ مشکوٰۃ ص ۳
ف مسئلہ عدم اضرار خیالات بلاقصد در صلوٰۃ اکثر لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ نماز میں مطلقاً خیال کا آنا مضر حضور قلب ہے اور اسی وجہ سے حضور قلب کو خارج از قدرت سمجھا۔ دیگر اس کا اہتمام متروک محض ہوگیا ہے حدیث میں لفظ یحدث وارد ہے جو کہ فعل اختیاری ہے جس سے معلوم ہوا کہ جو خیال بقصد لایا جاوے وہ مضر حضور ہے سو اسکا ترک داخل قدرت ہے اور جو بلاقصد و اختیار آجاوے وہ مضر نہیں پس حضور قلب کا اہتمام ضرور ہوا اور وہ ممکن التحصیل بھی رہا۔

حدیث دو صد و ہفتاد و چہارم عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مسلم يتوضأ فيحسن وضوءه ثم يقوم فيصلي ركعتين مقبلا عليهما بقلبه ووجهه الا وجبت له الجنة رواه مسلم
ترجمہ حضرت عقبہ بن عامر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر کھڑے ہوکر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اپنے دل اور چہرہ سے اُسکی طرف متوجہ رہے۔ مگر اُسکے لئے جنت واجب ہوجاوے گی روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۳
ف تعلیم طریق حضور در صلوٰۃ۔ مقبلا علیھما بقلبہ میں غور کرنے سے یہ طریق معلوم ہوتا ہے شرح اسکی یہ ہے کہ علیھما کی ضمیر ہے رکعتیں کی طرف اور رکعت مرکب ہے اقوال و افعال عدیدہ سے تو اقبال علی الرکعۃ اقبال علی ہذہ الاجزاء ہے پس حاصل طریق کا یہ ہوا کہ جو قول و فعل نماز میں صادر ہو وہ توجہ اور قصد سے ہونا چاہیئے محض مشق اور یاد سے نہو مثلاً زبان سے سبحنک اللھم کہا تو اس کی طرف مستقل توجہ ہو کہ میں زبان سے یہ کہہ رہا ہوں پھر وبحمدک کہا تو اسی طرح اسکی طرف بھی مستقل توجہ اور قصد ہو اسی طرح آخر نماز تک پس اسطرح کرنے سے برابر ساعات نماز میں توجہ الی الطاعۃ رہی اور ایک طرف جب توجہ ہوتی ہے تو دوسری طرف نہیں ہوتی پس لامحالہ اس سے غیر صلوٰۃ کی طرف متوجہ نہ ہوگی پس حضور کامل میسر ہوگا اور وجہہ میں اشارہ اسطرف ہے کہ جوارح کے مشغول کردینے کو بھی اشتغال قلب میں دخل ہوتا ہے پس تکمیل حضور کے لئے کف جوارح بھی ضرور ہے۔ ورنہ چہرہ پھیرنے سے بواسطہ نگاہ کے خیالات منتشر ہونگے

حدیث دو صد و ہفتاد و پنجم عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال يا انس اجعل بصرك حيث تسجد رواه البيهقي ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ رکھو روایت کیا اسکو بیہقی نے مشکوٰۃ ص ۸۳ ف شغل حبس بصر تجربہ سے ثابت ہوا ہے۔ کہ اس عمل سے یکسوئی حاصل ہوجاتی ہے۔ اور اشغال سے یہی مقصود ہے پس حدیث اصل ہے اشغال کی۔

حدیث دو صد و ہفتاد و ششم عن مطرف بن عبد الله بن الشخير عن ابيه قال اتيت النبي صلى الله

علیہ وسلم وھو یصلی ولجوفہ ازیز کازیز المرجل یعنی یبکی وفی روایۃ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی وفی صدرہ ازیز کازیز الرحی من البکاء رواہ احمد وروی النسائی الروایۃ الاولیٰ وابوداؤد الثانیۃ۔

ترجمہ مطرف بن عبداللہ بن الشخیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کے سینہ میں ایک ایسی آواز تھی جیسی (پکنے کے وقت) ہانڈی کی آواز ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جیسی چکی کی آواز ہوتی ہے۔ اور یہ آواز رونے کے سبب تھی آپ رو رہے تھے روایت کیا اسکو احمد نے اور پہلی روایت کو نسائی نے اور دوسری روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ مشکوٰۃ ص۸۴ ف حال۔ وجد کسی حالت غریبہ محمودہ کا غلبہ وجد کہلاتا ہے یہ حالت آپ کی اسی قبیل کی تھی اور کاملین کا وجد اکثر ایسا ہی لطیف ہوتا ہے۔ صعقہ یا تمزیق ثیاب وغیرہ نہیں ہوتا اور جسکو وہ بھی بے اختیار ہو معذور ہے۔

حدیث دو صد و ہفتاد و پنجم عن ام الدرداء قالت سمعت ابا الدرداء یقول سمعت ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تبارک وتعالیٰ قال یا عیسیٰ انی باعث من بعدک امۃ الحدیث وفیہ قال اللہ تعالیٰ اعطیہم من حلمی وعلمی رواہ البیہقی ترجمہ ام الدرداء رض سے روایت ہے کہ میں نے ابوالدرداء سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے (عیسیٰ علیہ السلام سے) فرمایا اے عیسیٰ میں تمہارے بعد ایک امت پیدا کرنے والا ہوں (مراد اس سے امت محمدیہ ہے) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کو (یعنی امت محمدیہ کو) اپنے حلم اور اپنے علم سے عطا کرونگا روایت کیا اسکو بیہقی نے۔ مشکوٰۃ ص۵۸۴ ف متفرقات عنوان خاص مسئلہ مظہریت اکثر اہل توحید کی تقریر میں مظہریت خلق للحق کے بیان میں یہ عنوان پایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کی خاص خاص صفات مناسبہ نے جو متشارک بین الواجب والممکن ہیں خاص خاص خلق میں ظہور فرمایا ہے مثلاً صفت محیی نے پانی میں اور صفت قابض نے نار میں اور اکثر صفات نے انسان میں غرض اس مظہریت میں صرف صفات مناسبہ کی تخصیص کی گئی ہے جس پر بعض متشددین کو شبہ ہو جاتا ہے کہ یہ حضرات نعوذ باللہ عین صفات کے انتقال یا دونوں ممکن و واجب کے تماثل کے قائل ہیں اس حدیث کے اس جزو میں اعطیہم الخ اس خاص عنوان کی ظاہر تائید ہے پس جو توجیہ اس حدیث کی ہے وہی توجیہ ان حضرات کے بیان کی ہے اور کبھی بلا تخصیص صفات مناسبہ متشارکہ کے مطلق خلق کو مطلق صفات کا مظہر کہتے ہیں اس میں نہ یہ شبہ ہے نہ اس توجیہ کی ضرورت۔

حدیث دو صد و ہفتاد و ششم عن عائشۃ رض قالت کنت ادخل بیتی الذی دفن فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ہو زوجی وابی فلما دفن عمر معہم فواللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر رواہ احمد ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے مدفون ہونے تک تو اپنے (اس) حجرہ میں (جس میں یہ حضرات مدفون ہیں بے تکلف)

تتمہ حال

عنوان خاص مسئلہ مظہریت

متفرقات

چلی جایا کرتی تھی۔ جب حضرت عمر رضہ دفن کئے گئے پھر میں وہاں بدون اسکے کہ میرے کپڑے مجھ پر خوب لپٹے ہوئے ہوں حضرت عمر سے شرم آنے کی وجہ سے کبھی نہیں گئی۔ روایت کیا اسکو احمد نے مشکوۃ ص ۱۴۶

ف متفرقات ادب موتی کالاحیاء بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر مردہ کی قبر پر حاضر ہو کر اسکا اتنا ادب کرو جتنا حالت حیات میں کرتا تھا بشرط عدم تجاوز عن الشرع مثلاً قبر سے اتنے فاصلہ پر بیٹھے جتنے فاصلہ سے حیات میں اسکے پاس بیٹھتا تھا ونحو ذالک اس حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے دیکھو حضرت عائشہ رضہ اگر حضرت عمر کے پاس اُن کی حالت حیات میں کسی ضرورت سے تشریف لیجاتیں تو خوب پردے میں لپٹ کر جاتیں اُسی طرز کی رعایت اُن کی قبر پر جانے کے وقت بھی کی یہ وجہ تھی اسطرح جانے کی اور یہ معنی ہیں حیاء من عمر کے باقی اس سے موتی کے ایک خاص درجہ کے ادراک واطلاع پر استدلال کرنا اسکو بالکل قلب قبول نہیں کرتا۔

حدیث دو صد و ہفتاد و نہم عن ابن عباس قال ضرب بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم خباءہ علی قبر وھو لا یحسب انہ قبر فاذا فیہ انسان یقرأ تبارک الذی بیدہ الملک حتی ختمھا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھی المانعۃ ھی المنجیۃ تنجیہ من عذاب اللہ رواہ الترمذی۔ ترجمہ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ کسی صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگالیا اور اُن کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے سو اُسمیں ایک آدمی معلوم ہوا جو تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا ہے۔ یہانتک کہ اُسکو ختم کیا وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس واقعہ کی آپ کو خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورت حفاظت کرنے والی ہے یہ سورۃ نجات دینے والی ہے یعنی مردہ کو عذاب الٰہی سے (جو کہ قبر میں ہوتا ہے) نجات دیتی ہے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے مشکوۃ ص ۱۸۰

ف حال کشف القبور کشف القبور کبھی بلا قصد واکتساب ہوتا ہے جیسے ان صحابی کو ہوا اسی لئے اس کو حال میں داخل کیا گیا اور کبھی کسب و ریاضت سے ہوتا ہے۔ بہرحال حدیث سے کشف القبور کا وقوع معلوم ہوا **ف متفرقات فیض باطنی از اہل قبور** اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے۔ اور یہ نفع ان صحابی کو بواسطہ صاحب قبر کے پہونچا اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے

حدیث دو صد و ہشتادم عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذہ القلوب تصدأ کما یصدأ الحدید اذا اصابہ الماء قیل یا رسول اللہ وما جلاؤھا قال کثرۃ ذکر الموت وتلاوۃ القرآن رواہ البیھقی۔ ترجمہ حضرت ابن عمر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دلوں کو بھی لوہے کی طرح جبکہ اسکو پانی پہونچتا ہے زنگ لگ جاتا ہے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ اور اسکا جلاء کس چیز سے ہوتا ہے۔ فرمایا موت کو بکثرت یاد کرنے سے اور قرآن مجید کی تلاوت سے روایت کیا اسکو بیہقی نے مشکوۃ ص ۱۸۱ **ف متفرقات اثبات نور ظلمت**

قلب اہل فن کے کلام میں قلوب کے لئے نور وظلمت کا حکم پایا جاتا ہے حدیث سے اسکا صریح اثبات ہوتا ہے۔

حدیث دو صد و ہشتاد و یکم عن طاؤس مرسلاً قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس احسن صوتاً للقرآن و احسن قراءة قال من اذا سمعتہ یقرأ رأیت انہ یخشی اللہ قال طاؤس کان طلق کذلک رواہ الدارمی۔

ترجمہ طاؤس سے بحذف نام صحابی روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید میں اور اس کے پڑھنے میں سب آدمیوں میں زیادہ اچھا اور خوش آواز کون شخص ہے فرمایا وہ شخص ہے کہ جب اسکو پڑھتا ہوا سنو تو تمکو ایسا معلوم ہو کہ وہ خدا تعالیٰ سے ڈر رہا ہے طاؤس کہتے ہیں کہ طلق ایسے ہی تھے روایت کیا اسکو دارمی نے۔ مشکوٰة ص ۱۸۴ ف متفرقات طریق تلاوت چونکہ خشیت بدون تصور حضور پیش حق نہیں ہوتا اسلئے حدیث میں اشارہ ہے کہ قرآن پڑھنے کے وقت یہ تصور رکھے کہ میں خدا تعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہوا پڑھ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں اور یہ تلاوت قرآن کا اچھا طریقہ ہے جسکی بزرگوں نے بھی تعلیم فرمائی ہے۔

حدیث دو صد و ہشتاد و دوم عن ابی بن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرأ قراءة انکرتہا علیہ ثم دخل اٰخر فقرأ قراءة سوی قراءة صاحبہ فلما قضینا الصلوٰة دخلنا جمیعا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ان ہذا اقرأ قراءة انکرتہا علیہ ودخل اٰخر فقرأ سوی قراءة صاحبہ فامرہما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ فحسن شانہما فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاہلیة فلما رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا وکانما انظر الی اللہ فرقا الحدیث رواہ مسلم ترجمہ حضرت ابی بن کعب رض سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اور قرآن اس طرح سے پڑھا کہ میں اسکو غلط سمجھا (کیونکہ کچھ کلمات ان کی یاد کے خلاف پڑھے تھے) پھر ایک اور شخص آیا اس نے اور ہی طرح قرآن پڑھا جب ہم سب نماز پڑھ چکے تو ہم سب کے سب حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہونچے اور میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے قرآن اس طرح پڑھا تھا کہ میں اسکو غلط سمجھا اور یہ دوسرا جو آیا تو اسنے اور ہی طرح پڑھا آپ نے ان دونوں سے فرمائش کی اور ان دونوں نے پڑھا تو آپ نے دونوں کا پڑھنا ٹھیک بتلایا میرے دل میں تکذیب (کی کیفیت درجہ وسوسہ میں) واقع ہوئی اور وہ بھی حالت جاہلیت کی سی نہیں (بلکہ اس سے بھی زیادہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھپر غالب ہو رہی تھی تو آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف سے میری یہ حالت ہوئی کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں (پھر آپ نے وجہ تحسین ان سب قراتوں کی بتلائی کہ ان سب وجوہ سے پڑھنے کی اجازت ہے) روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوٰة ص ۱۸۴ ف عادة تصرف ہاتھ مارنا جس سے یہ حالت ہو گئی تصرف ہے ف حال وجد و استغراق ہاتھ مارنے سے جو حالت ہوئی یہ وجد ہے اور اسکا غلبہ غایت درجہ کا استغراق ہے اور غایت درجہ ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ دی ہے نظر الی اللہ سے اور ظاہر ہے کہ اگر نظر الی اللہ کا وقوع اس عالم میں ہوتا تو ہرگز ہوش وحواس بجا نہ رہتے۔

طریق تلاوت

عادة تصرف

حال وجد و استغراق

حدیث دو صد و ہشتاد و سوم عن عمر بن الخطاب قال استاذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرۃ فاذن لی وقال اشرکنا یا اخی فی دعائک ولا تنسنا فقال کلمۃ ما یسرنی ان لی بھا الدنیا رواہ ابو داؤد۔

ترجمہ حضرت عمر رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی آپنے اجازت دی اور فرمایا اے بھیا ہمکو بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا اور ہمکو بھولنا نہیں سو آپنے یہ ایسی بات فرمائی کہ مجھکو اس کے عوض میں ساری دنیا کا ملنا بھی مسرور نہیں کرسکتا روایت کیا اسکو ابو داؤد نے مشکوۃ ص ۱۸۰ ف

مسئلہ استغناء از مادون

مسئلہ **استغناء از مادون** خود حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضے منافع اہل کمال کو بھی اپنے سے کم رتبہ والے سے پہونچ سکتے ہیں پس کسیکو حق نہیں کہ اپنے کو مستغنی محض سمجھے۔

حدیث دو صد و ہشتاد و چہارم عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول لکل شئی صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ رواہ البیہقی ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ سے منقول ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر شے کا ایک صیقل ہے اور قلوب کا صیقل ذکر اللہ ہے روایت کیا اسکو بیہقی نے مشکوۃ ص ۱۹۱ ف متفرقات

متفرقات اثبات صفائے قلب

اثبات صفائے قلب بزرگوں کے کلام میں بکثرت تصفیہ قلب کا عنوان پایا جاتا ہے حدیث بصراحت اسپر دال ہے۔

حدیث دو صد و ہشتاد و پنجم عن ابن مسعود قال تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان النور اذا دخل الصدر انفسح فقیل یا رسول اللہ ھل لتلک من علم یعرف بہ قال نعم التجافی من دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزولہ رواہ

ترجمہ حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی فمن یرد اللہ الخ (جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو ہدایت فرمانا چاہتے ہیں اُسکا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کردیتے ہیں) اور فرمایا کہ نور جب قلب میں داخل ہوتا ہے تو وہ کشادہ ہوجاتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا اسکی کوئی علامت (اور پہچان) بھی ہے فرمایا ہاں اس دھوکہ کے گھر (یعنی دنیا) سے (دل کی) علیحدگی اور دار الخلود کی طرف توجہ اور موت کے آنے سے پہلے اُسکے لئے تیاری۔ روایت کیا اسکو بیہقی نے مشکوۃ ص ۴۴

علامت علامت نسبت باطنی

ف علامت **علامت نسبت باطنی** اس نسبت باطنی کا نام نور اور شرح صدر بھی ہے اور علامت اُسکی حدیث میں منصوص ہے ایسی علامتیں تلاش پیر میں معین ہوتی ہیں اور مشیخت کی اہلیت کے لئے اس کے ساتھ دوسرے صفات بھی ضروری ہیں مگر یہ صفات بھی موقوف علیہ ہیں پس یہ صفات شرطیں ہیں علت تامہ نہیں

حدیث دو صد و ہشتاد و ششم عن ابی ھریرۃ وابی خلاد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم العبد یعطی زھدا فی الدنیا وقلۃ منطق فاقتربوا منہ فانہ یلقی الحکمۃ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ حضرت ابی ہریرہ اور ابی خلاد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو دیکھو کہ زہد فی الدنیا اور قلت کلام اُسکو عنایت ہوا ہے تو اُس سے نزدیک رہا کرو کیونکہ اُسکو حکمت (حکم

اسرار وہبیہ) کی تعلیم و تلقین منجانب اللہ) کی جایا کرتی ہے روایت کیا اسکو بیہقی نے شعب الایمان میں مشکوٰۃ ص ۴۳۸ ف مسئلہ اثبات علم اسرار غیر منقولہ اسکو علم لدنی اور علم وہبی بھی کہتے ہیں جسکا عطا ہونا اہل اللہ کو بکثرت و بتواتر منقول ہے۔ اور ان حضرات کی کتب بھی ان علوم کی مدون و محفوظ ہیں جس بر اہل تقشف بے سمجھے بوجھے انکار کرکے اس شعر کے مصداق بنتے ہیں۔ شعر

وکم من عائب قولا صحیحا + وآفته من الفہم السقیم

حدیث دو صد و ہشتاد و ہفتم عن امیة بن خالد بن عبد اللہ بن اسید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یستفتح بصعالیک المہاجرین رواہ فی شرح السنہ ترجمہ امیہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح کی دعا کیا کرتے تھے بتوسل فقراء مہاجرین کے روایت کیا اسکو شرح السنہ میں مشکوٰۃ ص ۴۳۹ ف عادۃ توسل اہل طریق میں مقبولان الٰہی کے توسل سے دعا کرنا بکثرت شائع ہے حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے اور شجرہ پڑھنا جو اہل سلسلہ کے یہاں معمول ہے اُنکی بھی یہی حقیقت اور غرض ہے۔

حدیث دو صد و ہشتاد و ہشتم عن انس ان عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب فقال اللہم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا و انا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقوا رواہ البخاری ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ کا معمول تھا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عباس رضہ کے توسل سے دعای باران کرتے اور کہتے کہ اے اللہ ہم اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے آپکے حضور میں توسل کیا کرتے تھے آپ ہمکو بارش عنایت کرتے تھے اور اب اپنے نبی کے چچا کے ذریعہ سے آپکے حضور میں توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش عنایت کیجیے سو بارش ہوجاتی تھی روایت کیا اسکو بخاری نے مشکوٰۃ ص ۱۳۲ ف مثل حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو جواز توسل ظاہر تھا حضرت عمر رضہ کو اس قول سے یہ بتلانا تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احیاء و اموات کا حکم متفاوت ہے بلا دلیل ہے اول تو آپ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں دوسرے جو علت جواز کی ہے جب وہ مشترک ہی تو حکم کیوں مشترک نہ ہوگا۔

حدیث دو صد و ہشتاد و نہم عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابغونی فی ضعفائکم فانما ترزقون او تنصرون بضعفائکم رواہ ابو داؤد ترجمہ حضرت ابو الدرداء رضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھکو (قیامت کے روز) غرباء میں ڈھونڈنا کیونکہ (غرباء کی ایسی فضیلت ہے کہ) تمکو رزق یا فرمایا کہ دشمنوں پر غلبہ غرباء ہی کے طفیل سے میسر ہوتا ہے۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے مشکوٰۃ ص ۴۳۹ ف مثل دو حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے بلکہ اس میں مطلق اسلام ہی توسل کے لئے کافی معلوم ہوتا ہے کیونکہ غیر مسلم تو یقیناً مراد نہیں ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اُس شخص میں کوئی حیثیت مقبولیت کی ہو مثل مسکنت مذکورہ فی الحدیث کے۔

مسئلہ اثبات علوم اسرار غیر منقولہ

عادۃ توسل

مثل حدیث بالا

مثل دو حدیث بالا

حدیث دو صد و نود و م عن ابی ھریرۃ قال دخل رجل علی اھلہ فلما رای ما بھم من الحاجۃ خرج الی البریۃ فلما رأت امرأتہ قامت الی الرحی فوضعتھا والی التنور فسجرتہ ثم قالت اللھم ارزقنا فنظرت فاذا الجفنۃ قد امتلأت قال وذھب الی التنور فوجدتہ ممتلئا قال فرجع الزوج قال اصبتم بعدی شیئا قالت امرأتہ نعم من ربنا وقام الی الرحی فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اما انہ لو لم یرفعھا لم تزل تدور الی یوم القیمۃ رواہ احمد

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے گھر والوں کے پاس آیا جب انکی حاجت مندی (اور تہیدستی) کی دیکھی تو جنگل کی طرف چلا گیا (یا تو فکر معاش میں یا اس خوف سے کہ گھر والے پریشان نہ کریں) جب اس شخص کی بیوی نے یہ دیکھا تو چکی کی طرف چلی اور اسکا اوپر کا پتھر نیچے کے پتھر پر رکھدیا اور تنور کی طرف چلی اور اسکو ایندھن سے جھونک دیا پھر دعا کی کہ اے اللہ ہم کو رزق دے دیکھتی کیا ہے کہ چکی کا حلقہ بھی (آٹے سے) بھرا ہے اور تنور کو بھی (روٹیوں سے) پُر پایا پھر خاوند جو واپس گھر آیا کہنے لگا کہ میرے بعد کچھ تمکو ملا ہے عورت بولی ہاں ہمارے پروردگار کی طرف سے ملا ہے اور مرد چکی کے پاس گیا (اور پتھر اٹھادیا) اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص اس پتھر کو نہ اٹھاتا تو وہ چکی قیامت تک چلتی رہتی (اور آٹا نکلتا رہتا) یہ روایت کیا اسکو احمد نے مشکوٰۃ ص ۴۴۶ **ف** مثل حدیث دو صد و پنجاہ و چہارم اسی میں بھی مضمون ہے۔

حدیث دو صد و نود و یکم عن ابن مسعود قال کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحکی نبیا من الانبیاء ضربہ قومہ فادموہ وھو یمسح الدم عن وجھہ ویقول اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون متفق علیہ

ترجمہ حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی انبیاء میں سے حکایت فرماتے تھے جنکو اُن کی قوم نے مارا تھا اور خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو بخشدے کیونکہ وہ جانتے نہیں روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے مشکوٰۃ ص ۴۶۴ **ف شغل تصور شیخ** گو تصور شیخ کی خصوصیات زائدہ ہے کہ وہ اُس کی نفس حقیقت سے خارج ہیں اور اسی طرح جو اُس سے غرض ہے اُس سے بھی اس حدیث میں تعرض نہیں مگر اُس کی جو نفس حقیقت ہے کہ غائب کی طرف مثل حاضر کے نظر خیالی کیجاوے وہ اس حدیث سے صراحۃ ثابت ہے البتہ اُسکی بعض خصوصیات پر بوجہ غلبہ جہل اہل زمانہ کے کچھ مفاسد مرتب ہوتے دیکھکر محققین اکثر اس سے منع کرنے لگے ہیں۔

حدیث دو صد و نود و دوم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی اخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان من اللین السنتھم احلی من السکر وقلوبھم قلوب الذئاب یقول اللہ ابی یغترون ام علی یجترؤن فبی حلفت لابعثن علی اولئک منھم فتنۃ تدع الحلیم فیھم حیران رواہ الترمذی

ترجمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ

شغل تصور شیخ

ایسے ظاہر ہوں گے جو دنیا کو مکر و فریب سے دین کے عوض میں حاصل کریں گے لوگوں کو دکھلانے کو نرم بننے کے لئے بھیڑ کی کھال پہنیں گے (یا تو مراد اس سے حقیقی معنی ہیں کہ پوستین پہنیں گے کہ لباس ہے تارکان دنیا کا اور یا کنایہ ہے اس سے کہ ظاہر میں بڑے نرم خو اور منکسر و متواضع ہوں گے) زبانیں ان کی شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوں گی۔ اور دل ان کے بھیڑیوں کے سے ہونگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا یہ لوگ مجھپر دھوکہ کھائے ہوئے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں سو مجھکو اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان لوگوں پر انہی میں سے ایک ایسا فتنہ برپا کرونگا جو ان کے عاقلوں کو بھی حیرت میں ڈال دے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے مشکوٰۃ ص ۴۴۴ **ف** اصلاح **مذمت شیوخ مزورین** جھوٹے اور مکار پیروں کی مذمت اس حدیث میں ظاہر ہے۔

اصلاح — مذمت شیوخ مزورین

حدیث دو صد و نود و سوم عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل شیئ شرۃ و لکل شرۃ فترۃ فان صاحبھا سدد وقارب فارجوہ وان اشیر الیہ بالاصابع فلا تعدوہ رواہ الترمذی۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کے بعد ڈھیلا پن ہوتا ہے سو اگر صاحب عمل اپنے عمل میں راستی اور توسط پر چلے تو اُسکے بھلا کی امید رکھو اور اگر (اتنا مبالغہ کرے کہ) اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ ہونے لگے تو اسکو کچھ شمار میں نہ لاؤ روایت کیا اسکو ترمذی نے مشکوٰۃ ص ۴۴۴ **ف** تعلیم **توسط فی المجاہدہ** محققین مجاہدہ میں غلو کرنے سے منع کرتے ہیں۔ حدیث میں اس کی صریح تعلیم ہے اس غلو میں طبیعت بھی اکتا جاتی ہے اور اصل عمل بھی متروک ہو جاتا ہے اور صحت بھی خراب ہو جاتی ہے یہ بھی سبب تعطل کا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات جنون تک کی نوبت پہونچ جاتی ہے۔

تعلیم — توسط فی المجاہدہ

حدیث دو صد و نود و چہارم عن ابی ھریرۃ قال لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قریشا الحدیث وفیہ یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار فانی لا املک لکم من اللہ شیئا رواہ مسلم

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وانذر الخ یعنی اپنے قریب والے خاندان کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو پکارا (اور جمع کیا) اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے (حضرت فاطمہ رضہ کو) فرمایا اے فاطمہ اپنے کو دوزخ سے بچاؤ کیونکہ میں تمکو اللہ تعالےٰ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۴۶۲ **ف** اصلاح **عدم غرور بشرف نسبت** بعضوں کو یہ ناز ہوتا ہے۔ کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد میں ہیں یا فلاں خاندان میں بیعت ہیں اور اس بنا پر اصلاح عقائد و اعمال سے بالکل بے فکر ہو جاتے ہیں اس دعویٰ اور ناز کی اس حدیث سے جڑ کٹتی ہے۔

اصلاح — عدم غرور بشرف نسبت

حدیث دو صد و نود و پنجم عن صالح بن درھم یقول انطلقنا حاجین فاذا رجل فقال الی جنبکم

قریۃ یقال لہا الابلۃ قلنا نعم قال من یضمن لی منکم ان یصلی لی فی مسجد العشار رکعتین او اربعا ویقول ھذہ لابی ھریرۃ سمعت خلیلی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ عز وجل یبعث من مسجد العشار یوم القیمۃ شہداء لا یقوم مع شہداء بدر غیرہم رواہ ابو داود۔ ترجمہ صالح بن درہم سے روایت ہے کہ ہم حج کرنے چلے تو ایک شخص ملے کہنے لگے تمہارے قرب میں کوئی گانو ہے جسکو ابلہ کہتے ہیں ہم نے کہا ہاں ہے کہنے لگے کوئی شخص تم میں اس بات کی ذمہ واری کر سکتا ہے کہ میری طرف سے مسجد عشار میں (کہ اُس گانوں میں ہے) دو رکعت یا چار رکعت پڑہے اور کہدے کہ یہ ابو ہریرہؓ کی طرف سے ہے میں نے اپنے محبوب قلبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے قیامت کے دن کچھ شہدا کو اُٹھاویگا کہ شہداء بدر کے ساتھ بجز اُن کے کوئی نہ اُٹھے گا روایت کیا اسکو ابو داؤد نے مشکوٰۃ ص ۴۶۰ **ف مسئلہ وصول ثواب الی الغیر** یہ ظاہر ہے کہ ابو ہریرہ کی طرف سے پڑہنے کے اور اس کہنے کے کہ یہ ابو ہریرہ کی طرف سے ہیں بجز اس کے کچھ معنی نہیں کہ اس کا ثواب ابو ہریرہ کو ملے اس سے ایصال ثواب کے متعلق دو امر ثابت ہوئے ایک یہ کہ جس طرح عبادت مالیہ کا ثواب پہونچتا ہے اُسی طرح عبادت بدنیہ کا بھی پہونچتا ہے دوسرا یہ کہ جس طرح میت کو ثواب پہونچتا ہے اسیطرح زندہ کو بھی پہونچتا ہے۔ کیونکہ یہ شخص ابو ہریرہ تھے اور اسوقت زندہ تھے **ف عادۃ۔ اہتمام عبادت در امکنہ فاضلہ** بعض اہل محبت کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے مشایخ وغیرہم کے رہنے کے یا عبادت کی جگہوں کو متبرک سمجھکر قصداً وہاں ذکر و طاعت کا اہتمام کرتے ہیں اُن مقامات کا متبرک ہونا تو ظاہر ہے اور مقام متبرک میں عبادت کا اہتمام اس حدیث سے ثابت ہے

حدیث دو صد و نود و ششم عن ابی سعید قال لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن صیاد فی طرق المدینۃ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتشہد انی رسول اللہ فقال ھو اتشہد انی رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ ماذا تری قال اری عرشا علی الماء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تری عرش ابلیس علی البحر الحدیث رواہ مسلم۔ ترجمہ ابو سعید رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن صیاد سے (کہ منجملہ دجالین کے ایک دجال تھا) مدینہ کے کسی رستہ میں ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کیا تو میری رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ کیا آپ میری رسالت کی شہادت دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اللہ پر اور اُسکے سب فرشتوں پر اور اُسکی سب کتابوں پر اور اُسکے سب رسولوں پر ایمان لاتا ہوں (پس جو رسول نہیں اُسکی رسالت کی شہادت نہیں دیتا مگر آپ نے دفع فتنہ کی مصلحت سے مبہما فرمایا) اچھا یہ بتلا کہ تجکو کیا نظر آتا ہے کہنے لگا کہ ایک تخت پانی پر نظر آتا ہے آپ نے فرمایا تجکو شیطان کا تخت پانی پر نظر آتا ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۴۷۰ **ف عادۃ۔ توریہ در خوف فتنہ** بعض بزرگ کسی ظالم یا کسی جاہل کے فساد سے بچنے کے لئے بعضی باتیں مبہم فرما دیتے ہیں جس سے بعض ظاہر پرستوں کو شبہ اخفار حق کا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی مصلحت معتد بہا عند الشرع سے ہو تو وہ بالکل اس حدیث کے موافق ہے **ف اصلاح عدم غرور بکشف و عدم اعتداد کشف خلاف شرع** حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل باطل کو بھی

مسئلہ وصول ثواب الی الغیر

عادۃ اہتمام عبادت در امکنہ فاضلہ

عادۃ توریہ در خوف فتنہ

اصلاح عدم غرور بکشف و عدم اعتداد کشف خلاف شرع

کشف ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر کشف مقبول و محمود نہیں چنانچہ عرش ابلیس کے انکشاف کو معرض مذمت میں فرمایا گیا پس جو لوگ کشف کو علامت ولایت کی سمجھے ہیں یا ہر کشف پر اعتماد کرتے ہیں اُن کو یہ حدیث دیکھکر دونوں امر کی اصلاح واجب ہے۔

حدیث دو صد و نود و ہفتم عن ابن عباس قال سرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین مکۃ والمدینۃ فمررنا بواد فقال ای واد ھذا فقالوا وادی الازرق قال کانی انظر الی موسی فذکر من لونہ وشعرہ شیئا واضعا اصبعیہ فی اذنیہ لہ جوار الی اللہ بالتلبیۃ مارا بھذا الوادی قال ثم سرنا حتی اتینا علی ثنیۃ فقال ای ثنیۃ ھذہ قالوا ھرشی او لفت فقال کانی انظر الی یونس علی ناقۃ حمراء علیہ جبۃ صوف خطام ناقتہ خلبۃ مارا بھذا الوادی ملبیا رواہ مسلم

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان جارہے تھے ہمارا ایک وادی پر گذر ہوا آپ نے فرمایا یہ کون وادی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وادی ازرق ہے آپ نے فرمایا میں گویا (اسوقت) موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں اور آپ نے اُن کے رنگ اور بالوں کی کچھ کیفیت بیان فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ اُن کی یہ حالت ہے کہ اپنی اُنگلیاں کانوں میں رکھے ہوئے ہیں اور لبیک سے اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہیں اور اِس وادی میں گذر رہے ہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر ہم آگے چلے یہانتک کہ ہم ایک گھاٹی پر پہونچے آپ نے فرمایا یہ کون گھاٹی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہرشی ہے یا لفت ہے فرمایا میں گویا (اسوقت) یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں ایک سرخ اونٹنی پر سوار ہیں پر صوف کا ایک کرتہ ہے اُن کی اُونٹنی کی نکیل پوست خرمائی ہے اور اِس وادی میں گذر رہے ہیں روایت کیا اِسکو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۵۰۰ **ف** مسئلہ۔ ظہور روح در مکانی **بعد موت** حدیث کی دلالت اسپر ظاہر ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام اور یونس علیہ السلام آپ کو نظر آئے یہ تمثل روحی تھا کیونکہ جسد تو ان حضرات کا قبور میں تھا

مسئلہ ظہور روح در مکانی بعد موت

حدیث دو صد و نود و ہشتم عن جبیر بن مطعم قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی فقال جھدت الانفس وجاع العیال ونھکت الاموال وھلکت الانعام فاستسق اللہ لنا فانا نستشفع بک علی اللہ ...... ونستشفع باللہ علیک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ سبحان اللہ فمازال یسبح حتی عرف ذلک فی وجوہ اصحابہ ثم قال ویحک انہ لا یستشفع باللہ علی احد شان اللہ اعظم من ذلک الحدیث رواہ ابوداؤد

ترجمہ جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ جانیں مصیبت میں پڑ گئیں اور اہل وعیال بھوکے مرنے لگے اور کھیت وغیرہ برباد ہوگئے اور چار پائے تلف ہونے لگے سو ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجیے ہم آپ کو اللہ کے سامنے سفارشی لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو آپ کے سامنے سفارشی لاتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اس کلمہ سے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کے سامنے سفارشی لاتے ہیں گھبرا گئے اور) سبحان اللہ سبحان اللہ فرمانے لگے اور اسکا اس قدر تکرار کیا کہ اسکا اثر آپکے اصحاب کے چہرہ میں نمایاں ہونے لگا پھر فرمایا کمبختی مارے اللہ تعالیٰ کو کسی کے سامنے سفارشی

نہیں ٹھیراتے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی شان ہے (یعنی سفارش میں نیازمندی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا نیازمند نہیں اسلئے یہ کلمہ مستلزم احتیاج ہے اسلئے بُرا ہے) روایت کیا اسکو ابوداؤد نے۔ مشکوٰۃ ص ۵۰۱ **ف** اصلاح **ادب در شان خداوندی** بعضے درویش حق تعالیٰ کی جناب میں بڑے بیباک ہوتے ہیں اس حدیث سے اُنکو سبق لینا چاہیئے کہ جب لازم غیر ملتزم سے بھی آپ نے اس شدت کے ساتھ تبری و تعوذ فرمایا تو ملتزم توکس درجہ مذموم ہوگا اور بعض بیباک نہیں ہوتے مگر جہل کی وجہ سے الفاظ نامناسبہ کا استعمال کرتے ہیں جیسے اس اعرابی کی حالت تھی اس سے بھی تحاشی کا اہتمام واجب ہے۔ البتہ اس قسم ثانی میں تکفیر نہیں ہوسکتی جیسے آپ نے اس اعرابی کی تکفیر نہیں فرمائی مگر تنبیہ اور انکار بقدر وسع واجب ہے ہاں جو لوگ غلبۂ حال سے معذور ہیں وہ قابل تسامح ہیں بعد زوال غلبہ کے اُنکو بنرمی تفہیم مناسب ہے

حدیث دو صد و نود و نہم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ الحدیث رواہ احمد والترمذی **ترجمہ** ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی کہ جان محمد کی اُسکے قبضہ میں ہے کہ اگر تم ایک رسی سب سے نیچے کی زمین تک لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ پر جاکر اُترے روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی نے (یعنی وہاں بھی خدا موجود ہے) مشکوٰۃ ص ۵۰۲ **ف** توجیہ **علم موجودیت حق در ہر مکان** بہت سے صوفیہ کے کلام میں حق تعالیٰ کے احاطہ کے بیان میں ایسے عنوانات پائے جاتے ہیں جنسے احاطہ ذاتی متکیف معلوم ہوتا ہے اور علماء کو اول احاطہ ذاتیہ میں کلام ہوا ہے پھر تکیف سے تو تنزہ یقینی ہے ذات کا عرش پر بلا کیف ہونا اور صفات علم وغیرہ کا متعلق بالکل ہونا منصوص ہے اسلئے صوفیہ کے کلام میں مخالفت نص و قول جمہور کا شبہ ہوتا ہے مگر اس حدیث کا عنوان بالکل صوفیہ کے موافق ہے۔ جو حدیث کی توجیہ ہوگی وہی قول صوفیہ کی ہوگی۔

حدیث سہ صدم عن عائشۃ رضہ فی حدیث طویل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حزن حزنا غدا منہ مرارا کی یتردی من رؤس شواھق الجبال فکلما اوفی بذروۃ جبل لکی یلقی نفسہ منہ تبدی لہ جبرئیل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا فیسکن لذلک جاشہ و تقر نفسہ رواہ البخاری۔

ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے ایک حدیث طویل میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابتداء نبوت میں جبکہ وحی میں توقف ہوا) اسدرجہ مغموم ہوئے کہ غم کے سبب کئی باراس ارادہ سے تشریف لے گئے کہ پہاڑوں کی بلندی پر سے گر کر جان دیدیں سو جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنے کو گرانے کی غرض سے چڑھتے جبرئیل علیہ السلام آپ کو نظر آتے اور فرماتے اے محمد (مغموم مت ہو) آپ اللہ کے رسول ہیں سچ مچ اس سے آپ کے قلب کو سکون ہوجاتا اور جی ٹھہر جاتا روایت کیا اسکو بخاری نے۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۴

ف حال **قبض** واردات کا انقطاع جو کسی مصلحت سے ہوتا ہے قبض ہے حدیث سے اسکا اثبات ہوتا ہے

اصلاح ادب در شان خداوندی

تعلیم علم موجودیت حق در ہر مکان

حال قبض

ف متفرقات عذر صاحب قبض در اہلاک نفس بعض اہل قبض تنگ ہوکر خودکشی کرلی ہے حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عجب نہیں وہ عند اللہ معذور ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس درجہ استقلال کے جب اس کے ارادہ کی نوبت آجاتی تھی تو دوسروں سے ایسی حالت میں وقوع ہی کیا مستبعد ہے اور ظاہر ہے کہ اس ارادہ پر عتاب منقول نہیں تو اُن سے وقوع میں بھی یہی مظنون ہے ف تعلیم تسلی از شیخ در قبض شیوخ بھی ایسی حالت میں اسی طرح کی تسلی دیتے ہیں کہ تمہاری حالت محمود ہے۔ اور اس حالت کی مصلحتیں اور حکمتیں بیان کیا کرتے ہیں جس سے مرید کو بڑا نفع ہوتا ہے۔

حدیث سہ صد و یکم عن عائشة ان الحارث بن هشام سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله كيف ياتيك الوحي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم احيانا ياتيني مثل صلصلة الجرس الحديث متفق عليه

ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بعض اوقات مثل آواز جرس کے آتی ہے ف مسئلہ تحقیق صوت غیبی بکثرت بزرگوں کے مکاشفات میں صوت غیبی کا ذکر پایا جاتا ہے حدیث سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ البتہ حالت مراقبات واشغال کی ہر صوت کو صوت غیبی سمجھنا یہ غلطی عظیم ہے چنانچہ شغل انحد میں جو صوت منکشف ہوتی ہے بعضے اسکو صوت غیبی سمجھتے ہیں حالانکہ اکثر یہ صوت خود اپنے ہی اندر ہوا کے تموج سے پیدا ہوتی ہے اسکو غیبی سمجھنا یہ شاغلان ہند کا اعتقاد تھا اور اسی واسطے اس کا نام انہوں نے انادی بمعنی قدیم رکھا تھا جو غلط در غلط تھا کہ اول تو اس کو غیبی مانا پھر غیبی میں بھی اُسکو صوت حق قرار دیا تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ ہمارے صوفیہ اہل حق کا اعتقاد یہ ہے۔ قال الفریدہ قول اوہ رالحسن نے آوازنے۔

حدیث سہ صد و دوم عن عائذ بن عمرو فی حدیث طویل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ابابکر لعلک اغضبتهم لئن کنت اغضبتهم لقد اغضبت ربك فاتاهم فقال يا اخوتاه اغضبتكم قالوا لا يغفر الله لك يا اخي رواه مسلم ترجمہ حضرت عائذ بن عمرو سے ایک حدیث طویل میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قصہ میں جس میں حضرت ابوبکر رضہ نے حضرات سلمان اور صہیب اور بلال رضہ کو کچھ نصیحت کی تھی جس سے ایک رئیس کی طرفداری کا شبہ ہوتا تھا) ابوبکر رضہ سے فرمایا کہ اے ابوبکر کہیں تم نے اُن لوگوں کو ناراض تو نہیں کر دیا اگر اُن کو ناراض کر دیا تو بس اپنے رب کو ناراض کر دیا حضرت ابوبکر ان صاحبوں کے پاس آئے اور کہا کہ اے میرے بھائیو میں نے تم کو (شاید) ناراض کر دیا (ہو) اُنہوں نے کہا نہیں اے بھائی اللہ تعالی تم کو بخشے روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۱۱۵ ف قول من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اہل التصوف یہ ایک قول صوفیہ میں مشہور ہے۔ اس حدیث

متفرقات عذر صاحب قبض در اہلاک نفس

تعلیم تسلی از شیخ در قبض

مسئلہ تحقیق صوت غیبی

قول من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اہل التصوف

سے اسکی صحت اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے لئن اغضبتہم الخ یہ معلوم ہوا کہ مقبولان الٰہی کے ساتھ جو معاملہ کیا جاوے وہ گویا حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس اس بنا پر یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ مقبولان الٰہی کے ساتھ مجالست ایسی ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجالست اور لفظ مجالست کا اذن دوسری حدیث میں ہے انا جلیس من ذکرنی۔ فقط

حدیث سہ صد و سوم عن شریح بن عبید قال ذکر اھل الشام عند علی وقیل العنھم یا امیر المؤمنین قال لا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب رواہ احمد

ترجمہ شریح بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی رضہ کے روبرو اہل شام کا ذکر آیا کسی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے فرمایا نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ابدال (جو ایک قسم ہے اولیاء اللہ کی) شام میں رہتے ہیں اور وہ چالیس آدمی ہوتے ہیں جب کوئی شخص ان میں سے مرجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی جگہ دوسرا شخص بدل دیتا ہے۔ ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور ان کی برکت سے اعداء پر غلبہ ہوتا ہے۔ اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب (دنیوی) ہٹ جاتا ہے۔ روایت کیا اسکو احمد نے بمشکوٰۃ ص ۵۰۵

ف مسئلہ وجود ابدال وغیرہم ملفوظات ومکتوبات صوفیہ میں ابدال واقطاب واوتاد وغوث وغیرہم الفاظ اور ان کے مدلولات کے صفات وبرکات وتصرفات پائے جاتے ہیں حدیث میں جب ایک قسم کا اثبات ہے تو دوسرے اقسام بھی مستبعد نہ رہے ایک نظیر سے دوسری نظیر کی تائید ہونا امر مسلم ومعلوم ہے۔ برکات تو اس حدیث میں منصوص ہیں اور تصرفات تکوینیہ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ سے ثابت ہوتے ہیں۔

حدیث سہ صد و چہارم عن شفی الاصبحی قلت لابی ھریرۃ اسالک بحق وبحق لما حدثنی حدیثا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقلتہ وعلمتہ فقال ابو ھریرۃ افعل لاحدثنک حدیثا حدثنیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقلتہ وعلمتہ ثم نشغ ابو ھریرۃ نشغۃ فمکثنا طویلا ثم افاق فقال لاحدثنک حدیثا حدثنیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا البیت ما معنا احد غیری وغیرہ ثم نشغ ابو ھریرۃ نشغۃ شدیدۃ ثم افاق ومسح وجھہ وقال افعل لاحدثنک حدیثا حدثنیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا وھو فی البیت ما معنا احد غیری وغیرہ ثم نشغ ابو ھریرۃ نشغۃ شدیدۃ ثم مال خارا علی وجھہ فاسندتہ طویلا ثم افاق فقال حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث رواہ الترمذی

ترجمہ شفی اصبحی سے روایت ہے کہ میں نے ابوہریرہ رضہ سے کہا کہ میں آپ سے حق کے لئے اور پھر حق کے لئے

مسئلہ وجود ابدال وغیرہم

مسئلہ بیان [illegible]

درخواست کرتا ہوں کہ مجھسے کوئی ایسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کیجئے جسکو آپ نے خوب سمجھا ہو اور بوجھا ہو ابوہریرہ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا کرونگا میں تم سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کرونگا جسکو میں نے سمجھا ہوگا اور بوجھا ہوگا پھر ابوہریرہ نے ایک چیخ ماری (یہ کیفیت بیتابی کی یا تو شدت خوف سے ہوئی ہے کہ حدیث کا بلا کسی کمی بیشی کے بیان کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالست آنکھوں میں پھر گئی) ہم بڑی دیر تک منتظر رہے پھر اُن کو افاقہ ہوا اور فرمایا کہ میں تم سے ضرور ایسی حدیث بیان کرونگا جو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان میں بیان فرمائی ہے کہ ہمارے پاس اُسوقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور بجز آپ کے پھر ابوہریرہ نے بڑی زور سے ایک چیخ ماری پھر اُن کو افاقہ ہوا اور پسینہ مونہہ پر سے پونچھا اور فرمایا کہ میں یہ کام کرونگا یعنی تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں گا میں اور آپ اس مکان میں تھے ہمارے پاس اُس وقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور بجز آپ کے پھر ابوہریرہؓ نے بڑی زور سے چیخ ماری پھر آگے کو جھک کر مونہہ کے بل گر پڑے میں اُن کو بڑی دیر تک اپنے سہارے لگائے رہا۔ پھر افاقہ ہوا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ جلد ثانی ص ۶۰ **ف حال وجد** حدیث کی دلالت ظاہر ہے اور سلف کو بوجہ قوت تحمل کے اس درجہ کا وجد کم ہوتا تھا لیکن احیانا ہونے سے انکار نہیں ہوسکتا۔

وجد حال

حدیث سہ صد و پنجم عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرء مع من احب وله ما اكتسب رواه الترمذی **ترجمہ** حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی (قیامت میں) اُس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہو اور ثواب اُس چیز کا ملیگا جو عمل کیا ہوگا۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ جلد ثانی ص ۶۹ **ف عادۃ بیعت ادخال سلسلہ** باوجودیکہ بعض لوگوں کی حالت سے غالباً معاہدات بیعت پر مستقیم نہ رہنا یا مجاہدات و ریاضت کا حق بجا نہ لانا معلوم ہو جاتا ہے۔ مگر بعض اوقات اُن کو بھی سلسلہ میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ یہ حدیث اسکی اصل ہوسکتی ہے۔ کیونکہ بیعت میں خاصیت یہ ہے کہ اپنے مشائخ سے محبت کا سبب ہو جاتی ہے۔ پس برکات محبت جو حدیثوں میں مذکور ہیں اُس کے حصول کی توقع ہو جاتی ہے

عادۃ بیعت ادخال سلسلہ

حدیث سہ صد و ششم عن عبد اللہ بن ہشام وکان قد ادرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وذهبت به امه زينب بنت حميد الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله بايعه فقال النبي صلى الله عليه وسلم هو صغير فمسح رأسه ودعا له رواه البخاری۔ **ترجمہ** عبد اللہ بن ہشام سے روایت ہے اور اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت پایا تھا اور اُن کی ماں زینب بنت حمید اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی تھیں اور عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ

اسکو بیعت کر لیجئے آپ نے فرمایا یہ بچہ ہے۔ پھر آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی روایت کیا اسکو بخاری نے۔ جلد ثانی ۔ ف عادۃ ۔ **عذر از بیعت صغیر** ۔ اب بھی بزرگوں کا اصل معمول یہی ہے اور وجہ اسکی ظاہر ہے۔ کہ بیعت التزام ہے احکام لازمہ کا اور صغیر پر احکام التزام سے بھی لازم نہیں ہوتے تو بیعت کی حقیقت وہاں متحقق نہیں ہو سکتی۔ اور بعض اوقات جو ایسا کر لیتے ہیں وہ محض صورت بیعت ہی برکت کے لئے

حدیث سہ صد و ہفتم عن علی بن الحسین قال قالت صفیۃ رض کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معتکفا فاتیتہ ازورہ لیلا فحدثتہ ثم قمت لانقلب فقام معی حتی اذا بلغ باب المسجد مر رجلان من الانصار فلما رأیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسرعا فقال علی رسلکما انما صفیۃ بنت حیی فقالا سبحان اللہ یا رسول اللہ فقال ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا او قال شیئا اخرجہ الشیخان وابو داؤد ۔

ترجمہ حضرت علی بن الحسین سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ رض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) معتکف تھے میں آپ کے پاس شب کے وقت زیارت کے لئے حاضر ہوئی اور باتیں کرتی رہی پھر واپس جانے کے لئے اٹھی اور آپ بھی (مشایعت کے لئے باب مسجد تک) چلے یہانتک کہ جب آپ مسجد کے دروازہ تک پہونچے (یہ دروازہ مسجد کے اندر تھا خارج نہ تھا) اسوقت دو شخص انصاری گذرے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیز چلنے لگے (تاکہ جلدی محاذاہ مسجد سے نکل جاویں کیونکہ آپ کے پاس حضرت صفیہ کو بھی دیکھا تو ایسے وقت میں یہی ادب تھا) آپ نے فرمایا کہ اطمینان سے چلو (کچھ جلدی کی ضرورت نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ) یہ صفیہ بنت حیی (میری بی بی) ہیں (کچھ اور وسوسہ نہ لانا) ان دونوں نے عرض کیا کہ سبحان اللہ یا رسول اللہ (کیا نعوذ باللہ آپ پر یہ وسوسہ ہوگا کہ کوئی اجنبی عورت خلوت میں آگئی ہے) آپ نے فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے بدن میں بجائے خون کے چلتا ہے اور میں اس بات سے ڈرا کہ تمہارے دل میں کوئی بری بات یا یہ فرمایا کہ کوئی چیز (یعنی کوئی خیال) نہ ڈالدے (جو تمہارے اختیار سے باہر ہو اور پھر خدانخواستہ بڑھتے بڑھتے مرتبہ گمان تک پہونچ جاوے اور تمہارے دین کا ضرر ہو) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ تیسیر ص ۱۸ ف اصلاح **تحرز از اسباب تہمت** ۔ بعضے درویشوں کے مزاج میں سخت بے احتیاطی ہے کہ باوجود اتباع شریعت کے پھر ان سے ایسے ایسے اقوال وافعال بیدھڑک صادر ہوتے ہیں جس سے عوام کو بدزبانی اور خود ان کے معتقدین کو بھی بدگمانی پیدا ہو جاوے۔ اس حدیث میں ان کو غور کرنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں کس قدر مبالغہ کے ساتھ احتیاط فرمائی اور جو واقع میں اتباع شریعت کو ضروری نہیں سمجھتے ان کا تو کیا پوچھنا جیسا کہ آج کل اکثر مرید بھی ایسے ہی ہیں اور پیر بھی ایسے ہی ہیں۔

حدیث سہ صد و ہشتم عن صفیۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا وبین یدیہا

عذر از بیعت صغیر ۔ عادۃ

اصلاح ۔ تحرز از اسباب تہمت

اربعة آلاف نواة تسبح بهن الحديث رواه ابو داود والحاكم۔ ترجمہ حضرت صفیہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائے اور اُن کے سامنے چار ہزار گٹھلیاں رکھی تھی کہ اُن سے (شمار کرکے)
سبحان اللہ کا ورد کررہی تھیں روایت کیا اسکو ابو داود وحاکم نے حصن حصین ص ۱۹۴ ف ۲۴ تسبیح
اکثر ذاکرین کا معمول ہے، تسبیح پر اوراد واذکار پڑھنے کا یہ حدیث اسکی اصل ہے کیونکہ گٹھلیوں میں اور دانوں
میں کوئی فرق نہیں اور تاگا محض اجتماع کی غرض سے ہے سو حدیث میں بھی ان گٹھلیوں کا مجتمع ہونا خود
ثابت ہے۔ رہا یہ شبہ کہ ہاتھ میں رکھنے سے صورت ریا کی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حقیقت ریا سے
بچنا خود ضروری نہیں چنانچہ خاتمہ کے قریب جو حدیث بروایت طبرانی آتی ہے اُس میں تصریح ہے۔ کہ
صورۃ ریا واجب الاحتراز نہیں ہے۔

حدیث سہ صد و نہم عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیذکرن اللہ قوم فی الدنیا علی الفرش
الممهدة یدخلهم الجنات العلی رواه ابو یعلی۔ ترجمہ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے لوگ دنیا میں نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے اللہ تعالیٰ
اُن کو جنات عالیہ میں داخل فرماوینگے روایت کیا اسکو ابو یعلی نے حصن ص ۲۱۱ ف مسئلہ عدم منافات
تنعم مر ولایت را۔ اکثر عوام یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگی کے لئے خستہ حال ہونا ضروری ہے حدیث سے
معلوم ہوتا ہے کہ اگر سامان آسائش کے ساتھ ذکر و طاعت میں استقامت ہو تو ثمرات ولایت جب
بھی مرتب ہوتے ہیں البتہ بعض اوقات بعض اسباب تنعم یا بعض تعلقات کو تجویز شیخ کامل بمصلحت
مجاہدہ برائے چندے یا کبھی دواماً ترک کردینا ضروری ہوتا ہے۔ سو یہ امر عارض مصلحت سے ہے
فی نفسہ شرائط میں سے نہیں۔

حدیث سہ صد و دہم اخرج ابو یعلی عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفضل
الذکر الخفی الذی لا یسمعه الحفظة سبعون ضعفا اذا کان یوم القیمة وجمع الله الخلق لحسابهم
وجاءت الحفظة بما حفظوا وکتبوا قال لهم انظروا هل بقی له من شیٔ فیقولون ما ترکنا شیئا مما
علمناه وحفظناه الا وقد احصیناه وکتبناه فیقول الله ان لك عندی حسنا لا تعلمه
وانا اجزیك به وهو الذکر الخفی ذکره السیوطی فی البدور السافرة فی احوال الآخرة۔
ترجمہ ابو یعلی نے حضرت عائشہ رضہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر خفی جسکو
حافظان اعمال ملائکہ بھی نہیں سنتے ذکر جلی پر ستر حصے فضیلت رکھتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا
اور اللہ تعالیٰ خلق کو اُن کے حساب کے لئے جمع فرماویں گے اور حافظان اعمال اپنی یادداشت اور نوشتہ
اعمال کو لاوینگے حق تعالیٰ اُن سے فرماوینگے کہ دیکھو (علاوہ اعمال مکتوبہ فی الصحائف کے) اس شخص کا
کوئی عمل تو باقی نہیں رہگیا وہ عرض کرینگے کہ ہم نے اپنے معلومات اور محفوظات میں سے کوئی چیز بے ضبط

تسبیح
عدم منافات تنعم مر ولایت را

کئے ہوئے اور لکھے ہوئے چھوڑی نہیں اللہ تعالیٰ (اس شخص سے) فرماویں گے کہ میرے پاس تیرا ایک نیک عمل ہے۔ کہ تجھکو بھی اُسکا (اسوقت) علم نہیں رگو اُسکے صدور کے وقت اطلاع تھی کیونکہ وہ عمل قصدی ہو اور قصد مستلزم ہے علم کو اور میں تجھکو اُسکی جزاء (نیک) دونگا اور وہ ذکر خفی ہے۔ روایت کیا اسکو سیوطی نے بدور سافرہ میں مرقاۃ بر حاشیہ حصن ص ۲۰۷ ف مسئلہ **صحت ذکر فکری** بزرگوں کے یہاں کبھی ذکر لسانی کی کبھی ذکر قلبی کی بلا حرکت لسان تعلیم ہوتی ہے بعض اہل ظاہر سمجھتے ہیں کہ جب تک زبان سے حروف ادا نہ ہوں وہ ذکر معتبر نہیں حدیث میں اس ذکر کے معتد بہ اور معتبر ہونے کی تصریح موجود ہے کیونکہ تلفظ کے لیے سماع حفظہ لازم ہے اور وہ منتفی پس تلفظ بھی منتفی ہے البتہ بعض احکام میں تلفظ بالاجماع شرط ہے مثل قراءۃ فی الصلوۃ و نکاح و طلاق و امثالہا رہا یہ کہ گو سماع نہ تھا۔ مگر اعمال قلبیہ کا علم تو ہوتا ہے۔ تو اس وجہ سے لکھنا ضرور تھا چنانچہ عزم حسنہ کا لکھا جانا احادیث میں موجود ہے۔ جواب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعمال قلب میں سے گو اکثر کی اطلاع ہوتی ہے۔ مگر بعض اس سے مستثنیٰ ہیں مگر بدون ورود استثناء کے بقیہ اعمال کو اسی اکثر میں داخل سمجھا جاوے گا۔ واللہ اعلم۔

صحت ذکر فکری

حدیث سہ صد و یازدہم عن ابی الطفیل ان رجلا مر علی قوم فسلم علیہم فردوا علیہ السلام فلما جاوزہم قال رجل منہم واللہ انی لابغض ہذا فی اللہ فقال اہل المجلس بئسما قلت اما واللہ لننبئنہ قم یا فلان رجلا منہم فاخبرہ قال فادرکہ رسولہم فاخبرہ بما قال فانصرف الرجل حتی اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ مررت بمجلس من المسلمین فیہم فلان فسلمت علیہم فردوا السلام فلما جاوزتہم ادرکنی رجل منہم فاخبرنی ان فلانا قال واللہ لابغض ہذا الرجل فی اللہ فادعہ فسلہ علی ما یبغضنی فدعاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ عما اخبرہ الرجل فاعترف بذلک وقال قد قلت ذلک یا رسول اللہ قال فلم تبغضہ فقال انا جارہ وانا بہ خابر واللہ ما رایتہ یصلی صلوۃ قط الا ہذہ الصلوۃ المکتوبۃ التی یصلیہا البر والفاجر فقال الرجل سلہ یا رسول اللہ ہل رانی قط اخرتہا عن وقتہا او اسأت الوضوء لہا او اسأت الرکوع والسجود فیہا فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک فقال لا ثم قال واللہ ما رایتہ یصوم قط الا ہذا الشہر الذی یصومہ البر والفاجر قال فسلہ یا رسول اللہ ہل رانی قط فرطت فیہ او انتقصت من حقہ شیئا فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا ثم قال واللہ ما رایتہ یعطی سائلا قط ولا رایتہ ینفق من مالہ شیئا فی سبیل اللہ الا ہذہ الصدقۃ التی یودیہا البر والفاجر قال فسلہ یا رسول اللہ ہل کتمت ذلک قال لا فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قم ان ادری لعلہ خیر منک ہو

ترجمہ ابو الطفیل سے روایت ہے کہ ایک شخص کا ایک مجمع پر گذر ہوا اور اُن کو سلام کیا اُن لوگوں نے اسکے سلام کا جواب دیا جب وہ شخص آگے بڑھگیا تو اِس مجمع میں سے ایک شخص نے کہا کہ واللہ مجھکو اِس شخص سے اللہ کے واسطے بغض ہے اہل مجلس نے کہا کہ تم نے بہت بُری بات کہی واللہ ہم اسکا اظہار کرینگے ایک شخص کو اپنے میں سے کہا کہ فلانے اٹھ اور اُس (گذرنے والے) شخص کو اسکی خبر دیدے پس یہ فرستادہ اُس شخص سے ملا اور اس قول کی خبر دی وہ شخص اپنے رستہ سے لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مسلمانوں کی ایک مجلس پر گذرا جس میں فلانا شخص بھی تھا میں نے اُن کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا جب میں اُن سے آگے بڑھ آیا تو اُن میں سے ایک شخص میرے پاس پہونچا اور مجھکو یہ خبر دی کہ فلانے شخص نے یوں کہا کہ واللہ مجھکو اس شخص سے اللہ کے واسطے بغض ہے تو اُسکو ذرا بلا کر پوچھ لیجئے مجھ سے کس بات پر اُسکو بغض ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو بلا کر اِس خبر کی تحقیق کی (کہ تو نے کہا ہے یا نہیں) اُسنے اسکا اقرار کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ واقعی میں نے کہا ہے آپ نے فرمایا کہ پھر اِس سے تجکو بغض کیوں ہے اُسنے کہا کہ میں اسکا پڑوسی ہوں اور مجھکو اِس کے حال کی پوری خبر ہے واللہ میں نے اسکو بجز اِس فرض نماز کے (مع توابع) جس کو سب نیک و بد پڑھا کرتے ہیں اور کوئی نماز (نفل وغیرہ) پڑھتے نہیں دیکھا اُس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اِس سے یہ پوچھئے کہ اِسنے مجھکو کبھی اُسکے وقت سے تاخیر کرتے ہوئے یا اُسکا وضو یا اُس میں رکوع سجدہ ناقص کرتے ہوئے دیکھا ہے آپ نے اُس سے پوچھا وہ بولا نہیں پھر کہنے لگا کہ واللہ میں نے اسکو بجز اِس ماہ (رمضان) کے جس میں سب نیک و بد روزہ رکھتے ہیں اور کوئی روزہ (نفل) رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اُس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اِس سے یہ پوچھئے کہ مجھکو کبھی اُس میں کوتاہی کرتے ہوئے یا اُسکا کچھ حق کم کرتے ہوئے دیکھا ہے آپ نے اُس سے پوچھا وہ بولا نہیں پھر کہنے لگا واللہ میں نے کبھی اسکو بجز اِس زکوٰۃ کے جسکو سب نیک و بد ادا کرتے ہیں کسی سائل کو دیتے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرتے نہیں دیکھا اُس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اِس سے پوچھئے کبھی میں نے مال زکوٰۃ کو پوشیدہ کیا ہے۔ (یعنی عامل سے چھپا لیا ہو یا یہ معنی کہ پوری زکوٰۃ علانیہ نہ دیدی ہو) وہ بولا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس معترض سے فرمایا کہ بس جا مجھکو معلوم نہیں شاید یہ تجھ سے بہتر ہو روایت کیا اسکو احمد نے۔ رحمۃ مہداۃ ص ۴۶ **ف** عادۃ الکتفاء بر **ضروریات** اصطلاح فن میں ایسے شخص کو جو عبادات جوارح میں سے محض ضروریات پر کفایت کرے باقی اوقات ذکر و فکر میں مشغول رکھے قلندر کہتے ہیں اِس حدیث سے اِس مشرب کا اثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ اکتفاء علی الضروریات تو حدیث میں منصوص ہی ہے اور دوام ذکر و فکر صحابہ کا رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ سے معلوم ہے کیونکہ ایسے رجال میں صحابہ اولیٰ ہیں پس مجموعہ سے مقصود ثابت

الاکتفاء علی الضروریات

ہو گیا اور ایک مشرب ملامتی ہے یعنی جو زائد اعمال کے اخفار کا اہتمام کرے اُسکا اثبات حدیث چہل و ہشتم سے ہوتا ہی چنانچہ وہاں ف اول میں اسکی تقریر ہوئی ہے۔

حدیث سہ صد و دوازدہم فی المسند للدیلمی عن انس مرفوعا لا تکون الحدۃ الا فی صالحی امتی و ابرارہا وبھذا السند بلفظ لیس احد اولی بالحدۃ من صاحب القراٰن لعز القراٰن فی جوفہ

ترجمہ مسند دیلمی میں حضرت انس رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیزی (جو لطافت طبیعت کی وجہ سے ہو) صرف میری اُمت کے صلحاء و ابرار ہی میں ہوتی ہے اور اسی سند سے بایں لفظ بھی روایت ہے کہ کوئی شخص (ایسی مذکورہ) تیزی کا صاحب قرآن سے زیادہ شایاں نہیں بسبب عزت قرآن کے جو اُسکے جوف میں ہے مقاصد حسنہ ص ۸۹ ف عادۃ بعض تیز مزاجی بعض بزرگ زیادہ لطیف المزاج ہوتے ہیں اور اس لطافت کے سبب اُن کو نامناسب امور زیادہ ناگوار ہوتے ہیں اور یہ ناگواری اُن کے بشرہ یا گفتگو سے ظاہر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات یہ تغیر مزاج حد غضب تک پہونچ جاتا ہے جس سے بعض تنگ چشموں کو اُنپر شبہ بدخلقی کا ہوتا ہے سو بدخلقی وہ ہے کہ حد شرع سے متجاوز ہو جاوے۔ ورنہ نفس حدت کا حدیث مذکور سے خلاف صلاح نہ ہونا ظاہر ہے اور صحاح میں ایسے روایات ہیں کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے موقع بات پوچھنے تک پر غضبناک ہوئے ہیں۔ بزرگوں پر اعتراض کرنے میں مبادرت نہ چاہیئے۔

تنبیہ تیز مزاجی

حدیث سہ صد و سیزدہم عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذنک علی ان ترفع الحجاب وان تسمع سوادی حتی انھاک رواہ ابن ماجۃ ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہی کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے آنے کی یہی اجازت ہے کہ تم پردہ اُٹھا دیا کرو اور میری مخفی بات سن لیا کرو جب تک میں منع نہ کر دوں۔ ابن ماجہ ص ۱۳

حدیث سہ صد و چہاردہم عن الحسین بن علی قال سألت ابی عن دخول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان اذا اوی الی منزلہ جزء دخولہ ثلثۃ اجزاء جزأ للہ عز وجل وجزأ لاھلہ وجزأ لنفسہ ثم جزء جزءہ بینہ وبین الناس فیرد ذلک بالخاصۃ علی العامۃ ولا یدخر عنھم شیئا وکان من سیرتہ فی جزء الامۃ ایثار اھل الفضل الحدیث رواہ الترمذی فی الشمائل ترجمہ حضرت امام حسین رضہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف لیجانے کی حالت کے متعلق پوچھا (کہ آپ جب گھر میں تشریف لاتے تو کیا کرتے تھے) انہوں نے فرمایا کہ جب اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے اندر آنے کے حصہ کو تین حصے فرماتے ایک حصہ وقت کا اللہ کے کام کے لئے (مثل نوافل وغیرہ) اور ایک حصہ اپنے گھر والوں (سے بولنے چالنے) کے لئے اور ایک حصہ اپنے نفس (کے آرام) کے لئے اور پھر اپنے حصہ کو اپنے (ضروری کاموں) اور لوگوں کے (نفع پہونچانے کے) درمیان میں تقسیم فرما دیتے یعنی کچھ وقت اپنے

لئے صرف کرتے اور کچھ لوگوں کے کام میں) سواس حصہ کو (جو کہ اپنے وقت میں سے لوگوں کے لئے نکالتے تھے) خواص کی ذریعہ سے عام لوگوں پر صرف فرماتے اور لوگوں سے کوئی چیز (کام کی) اُٹھا نہ رکھتے اور آپ کی عادت شریف اُمت کے حصہ میں (جو باہر صرف ہوتا تھا) یہ تھی اہل فضیلت کو ترجیح دینا وغیرہ وغیرہ جو حدیث میں مذکور ہے شمائل ص ۲۶

حدیث سہ صد و پانزدہم عن ابی موسی الاشعری قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط من حیطان المدینۃ فجاء رجل فاستفتح فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتح لہ وبشرہ بالجنۃ ففتحت لہ فاذا ابو بکر فبشرتہ بما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ الحدیث وفیہ مجیئ عمر وعثمان کذلک متفق علیہ ترجمہ حضرت ابو موسی اشعری رض سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا ایک شخص آیا اور دروازہ کھلوایا آپ نے فرمایا کہ دروازہ کھولدو اور اُس شخص کو جنت کی بشارت دیدو میں نے دروازہ کھولا تو ابو بکر رض تھے میں نے اُنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی خوشخبری دیدی اُنہوں اللہ تعالی کی حمد کی۔ اسی طرح حدیث میں حضرت عمر رض و حضرت عثمان رض کا تشریف لانا مذکور ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے مشکوٰۃ ص ۵۵۵ **ف**، **عادۃ ضبط اوقات و بازداشتن عوام در وقت خلوۃ و نشانیدن بواب** بزرگوں کا عموماً معمول ہے کہ اپنے اوقات منضبط رکھتے ہیں جن میں کچھ وقت خلوت کا بھی ہوتا ہے۔ جس میں عوام سے نہیں ملتے اور کبھی کسی خادم کو بھی بٹھلا دیتے ہیں کہ عوام کو ہجوم سے روکے اور کبھی اسی وقت میں خواص کو کسی خصوصیت سے اجازت دیدیتے ہیں اہل بطالت ان معمولات پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں اور بزرگوں پر شبہ ترفع کا یا ترجیح بلا مرجح کا اور مثل اسکے کرتے ہیں بعضے خاص خادموں کو جاتا ہوا دیکھکر خود بھی جا گھستے ہیں اور اُسکے ماذون ہونے سے اپنے ماذون ہونے پر استدلال کرتے ہیں یہ حدیثیں ان سب امور کا صاف صاف فیصلہ کرتی ہیں حدیث ثانی سے ضبط اوقات و اہتمام خلوت اور صرف خواص کو آنے دینا اور حدیث اول سے خادم کے ماذون ہونے کا عام کے ماذون ہونے کو مستلزم نہ ہونا اور حدیث ثالث سے بواب کا بٹھلانا صاف معلوم ہوتا ہے۔ البتہ کسی کی ضرورت شدیدہ ہو رہی کے وقت پھر ملاقات سے عذر کرنا بُرا ہے۔ ورنہ علاوہ احادیث کے خود قرآن مجید کی آیت وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا اسکی اجازت دیتی ہے کہ کسی وقت ملاقات سے عذر کر دینا بھی جائز ہے اسیطرح حدیث نزلوا الناس منازلھم خواص کی ترجیح کو عوام پر جائز بتلاتی ہے یہ تمام شبہات ناواقفی سے ہوتے ہیں۔

حدیث سہ صد و شانزدہم عن ابن عباس ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جبکہ لوگ فرضوں سے فارغ ہو جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا بخاری ص ۱۱۶ **ف عادۃ بعض۔ جہر بالذکر** چشتیہ پر بعضے شبہ عدم ثبوت جہر بالذکر کا کرتے ہیں حدیث میں اسکی تصریح موجود ہے البتہ حاشیہ میں امام شافعی رح سے نقل کیا ہے کہ مراد حدیث میں اسکا التزام بعد الصلوۃ نہیں ہے

عادۃ ضبط اوقات و بازداشتن عوام در وقت خلوۃ و نشانیدن بواب

عادۃ بعض جہر بالذکر

حدیث سہ صد و ہفدہم عن اسماء بنت یزید فی حدیث الدجال قالت قلت یا رسول اللہ واللہ انا لنعجن عجیننا فما نخبزہ حتی نجوع فکیف بالمؤمنین یومئذ قال یجزئہم ما یجزئ اہل السماء من التسبیح والتقدیس رواہ احمد **ترجمہ** حضرت اسماء بنت یزید سے دجال کے قصہ میں (جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے فتنہ کا اور اُسکے زمانہ میں قحط پڑنے کا ذکر فرمایا تھا) مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ واللہ کبھی ہم آٹا گوندھ کر رکھتے ہیں اور اسکو پکانے نہیں پاتے کہ بھوک لگجاتی ہے (جس سے بیتاب ہوجاتے ہیں) سو اس روز مسلمانوں کا کیا حال ہوگا (جبکہ اُسکے مخالفین پر قحط شدید ہوگا) آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو (غذا کی جگہ) وہ چیز کافی ہوجاوے گی جو اہل آسمان کو کافی ہوتی ہے یعنی تسبیح وتقدیس۔ روایت کیا اسکو احمد نے۔ مشکوۃ ص ۴۶۹ **ف** متفرقات امکان مکث بلا غذا معتاد بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے خلوات میں مدتوں کھانا نہیں کھایا اہل جمود علی الظاہر بے سوچے سمجھے ایسے امور کے منکر ہوجاتے ہیں حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بعض اوقات صرف ذکر وتسبیح بھی غذا کا کام دیسکتا ہے۔

حدیث سہ صد و ہشدہم عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع بالدجال فلینأ منہ فواللہ ان الرجل لیاتیہ وھو یحسب انہ مؤمن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبہات رواہ ابوداؤد **ترجمہ** حضرت عمران بن حصین رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دجال کی خبر سُنے اُسکو چاہیئے کہ دور چلا جائے واللہ بعض شخص اپنے کو پکا مسلمان سمجھکر اُس کے پاس آویگا (کہ اُسکا تماشا دیکھے یا اُس سے مناظرہ کرے) پھر بہت سے شبہات پیدا ہوکر اُسکا تابع ہوجاویگا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے مشکوۃ ص ۴۶۹ **ف** تعلیم بعد از مظان فتنہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی مدعی تصوف مبطل ہو تو غیر کامل کو اُسکے پاس بغرض رد بھی نہ جانا چاہیئے بعض اوقات اُسکے تصرفات وعجائب سے فتنہ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ حدیث میں یہی تعلیم صریح ہے اور اسمیں دجال اکبر ودجال اصغر برابر ہے۔

حدیث سہ صد و نوزدہم عن النواس بن سمعان فی ذکر الدجال قلنا یا رسول اللہ وما لبثہ فی الارض قال اربعون یوما یوم کسنۃ ویوم کشہر ویوم کجمعۃ وسائر ایامہ کایامکم رواہ مسلم

حدیث سہ صد و بستم عن اسماء بنت یزید بن السکن قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمکث الدجال فی الارض اربعین سنۃ السنۃ کالشہر والشہر کالجمعۃ والجمعۃ کالیوم والیوم کاضطرام السعفۃ فی النار رواہ فی شرح السنۃ **ترجمہ حدیث اول** نواس بن سمعان سے ذکر دجال میں روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اور اُسکے رہنے کی زمین میں کتنی مدت ہے فرمایا چالیس دن ایک دن برس روز کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر اور باقی ایام تمہارے معمولی دنوں کے برابر ہوں گے روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۴۶۵ **ترجمہ حدیث دوم** اسماء بنت

متفرقات
امکان مکث بلا غذا معتاد

تعلیم
بعد از مظان فتنہ

یزید بن السکن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال زمین میں چالیس برس رہیگا برس تو مہینہ کے برابر ہوگا اور مہینہ ہفتہ کے برابر ہوگا اور ہفتہ دن کی برابر ہوگا اور دن ایسا ہوگا جیسے آگ سے لکڑیاں جل اٹھتی ہیں روایت کیا اسکو شرح السنہ میں مشکوۃ ص ۴۶۹ **ف** **مسئلہ بسط وطی زمان** دونوں حدیثوں میں منجملہ وجوہ رفع تعارض کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسیکو وہ زمانہ طویل معلوم ہوگا اور کسیکو قصیر اور واقع میں اسکی ایک مقدار معین ہوگی تو حدیث سے بسط وطی زمان دنوں ثابت ہوجاوینگی اور راول حدیث میں روایات میں یہ بھی ہے کہ جو دن سال کے برابر ہوگا اس میں ایک سال کی نمازیں واجب ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن واقع میں بھی ایک ہی سال ہے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ دن خاص ایک ہی سال کا ہو باقی ایام میں اوپر کی تقریر جاری کیجاوے بہر حال ان حدیثوں کی دلالت مدعا پر درجہ احتمال میں ہے۔ آگے ایک حدیث طے زمان میں صریح ہے۔

مسئلہ بسط وطی زمان

حدیث سہ صد وبست ویکم عن ابی سعید الخدری قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ ما طول ھذا الیوم فقال والذی نفسی بیدہ انہ لیخفف علی المؤمنین حتی یکون اھون علیہ من الصلوۃ المکتوبۃ یصلیھا فی الدنیا رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور

ترجمہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کی نسبت جسکی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی (مراد قیامت کا دن ہے۔ براہ تعجب) پوچھا گیا کہ اس دن کا کسقدر طول ہوگا آپ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ دن اہل ایمان پر ایسا ہلکا ہوگا کہ فرض نماز جو دنیا میں پڑھتا ہے اس سے بھی ہلکا ہوگا۔ روایت کیا اسکو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں مشکوۃ ص ۴۸۹ **ف** مسئلہ **طی زمان** اس پر تو دلالت حدیث کی ظاہر ہے اور طی اور بسط کے امکان میں کچھ تفاوت نہیں پس بسط بھی اسی طرح ہوسکتا ہے۔

مسئلہ طی زمان

حدیث سہ صد وبست ودوم عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع المنادی فلم یمنعہ من اتباعہ عذر قالوا وما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منہ الصلوۃ التی صلی رواہ ابو داؤد والدارقطنی

ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص موذن کی آواز سنے اور اسکو اس موذن کے اتباع سے (یعنی جماعت میں آنے سے) کوئی عذر مانع نہو تو اسکی وہ نماز جو اسنے پڑھی ہے مقبول نہیں ہوتی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ عذر کیا ہے فرمایا خوف ہو یا کوئی مرض ہو روایت کیا اسکو ابو داؤد و دارقطنی نے مشکوۃ ص ۸۸ **ف** اصلاح **اہتمام جماعۃ** آج کل اکثر سی درویش جماعت کی مطلق پرواہ نہیں کرتے اس حدیث کی رو سے انکی نمازیں مقبول نہیں ہوتیں اور ظاہر ہے کہ جسکی نماز ہی مردود ہو وہ پیر ہونے کے قابل کب ہوسکتا ہے۔

اصلاح اہتمام جماعۃ

حدیث سہ صد وبست وسوم عن المغیرۃ بن شعبۃ انہ غزا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

المغیرۃ فی غزوۃ تبوک قال تبرز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الغائط فحملت معہ اداوۃ قبل الفجر فلما رجع اخذت اھریق علی یدیہ فغسل یدیہ ووجہہ وغسل ذراعیہ ثم مسح بناصیتہ ثم اھویت لانزع خفیہ الحدیث مختصراً رواہ مسلم

ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تھے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے میدان میں استنجا کے لئے چلے میں پانی کا ظرف چرمی لیکر آپ کے ساتھ ہولیا جب آپ لوٹے تو میں (وضو کرانے کیواسطے) آپ کے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا پس آپ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھ کہنی تک دھوئے پھر اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا (اسی روایت میں ہے کہ اسکے ساتھ عمامہ کا یعنی عمامہ جتنے حصہ میں ہوتا ہے یعنی بقیہ سر کا مسح کیا) پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لئے جھکا۔ یہ حدیث مختصر ہے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۵۴ ف عادۃ استعانت بخادم در وضو بعض بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات خادم انکو وضو کراتا ہے بعض کوتاہ بیں اسکو کبر سمجھتے ہیں یہ محض بدگمانی ہے حدیث سے اسکا جواز بلا کسی کراہت کے ثابت ہے۔

استعانت بخادم در وضو

حدیث سہ صد و بست و چہارم عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الوضوء علی من نام مضطجعا فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ رواہ الترمذی وابوداود ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وضو اس پر واجب ہے جو لیٹ کر سو جاوے۔ کیونکہ جب لیٹے گا تو اسکے جوڑ بند ڈھیلے ہو جاوینگے (اور ایسے میں ریح کا خروج مستبعد نہیں ہے) روایت کیا اسکو ترمذی و ابوداود نے مشکوۃ ص ۳۲ ف مسئلہ نقض وضو در سقوط از وجد۔ اکثر صوفیہ اس سے بے علم ہیں کہ وجد میں بیہوش ہوکر گر پڑیں یا گر کر بیہوش ہو جاویں تو وضو کا اعادہ واجب ہے کہ اس حالت میں استرخاء مفاصل مثل سونے کی حالت کے ہو جاتا ہے فقہاء نے غشی میں نقض وضو کی تصریح فرمائی ہے۔

مسئلہ نقض وضو در سقوط از وجد

حدیث سہ صد و بست و پنجم عن انس قال لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذلک رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ صحابہ کو کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا باوجود اس کے جب آپ کو دیکھتے تو اٹھتے نہ تھے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ آپ کو یہ ناگوار ہوتا ہے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مشکوۃ ص ۳۹۵ ف تعلیم۔ ترک تعظیم موذی حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب اور تعظیم اور خدمت کا جو طریق اپنے کسی بزرگ کو گراں اور ناگوار ہو اسکا ترک کر دینا ضروری ہے آجکل اتباع عرف اسقدر غالب ہے کہ بزرگوں کی راحت کا خیال نہیں کرتے اہل مجمع کے تکلفات اور تعظیم میں مبالغہ اور خدمت میں اصرار کو ذریعہ قرب و سعادت کا سمجھتے ہیں

جیسے کسی کا بدن دبانا اُسکی جوتیاں اُٹھانا اسکی پشت کی طرف بیٹھ جانا بالخصوص اس اعتقاد سے کہ اسکی پشت کی طرف وظیفہ یا نماز پڑھنے سے زیادہ مقبولیت ہوگی یہ تو بالکل بت پرستی کے مشابہ ہے یہ بلا آجکل بہت شائع ہے

حدیث سہ صد و بست و ششم عن ابی ہریرۃ قال قالوا یارسول اللہ انک تداعبنا قال انی لا اقول الا حقا رواہ الترمذی **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں فرمایا میں بجز حق کے کوئی بات نہیں کہتا (یعنی خوش طبعی میں کسی امر باطل ونامشروع مثل کذب یا ایذا مسلم کا مرتکب نہیں ہوتا) روایت کیا اسکو ترمذی نے مشکوۃ ص ۴۰۸ **ف** **مسئلہ عدم تنافی مزاح باکمال** بعضے خشک مزاج بزرگوں کی ظرافت کو نظر عیب دیکھتے ہیں. اگر شرط مذکور فی الحدیث کی رعایت ہے ہو تو سنت ہے اور اگر اسکی رعایت نہو تو دوسری حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے - لا تمار اخاک ولا تمازحہ رواہ الترمذی) مشکوۃ ص ۴۰۹

مسئلہ عدم تنافی مزاح باکمال

حدیث سہ صد و بست و ہفتم عن ابی شریح الکعبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حدیث طویل ولا یحل لہ ان یثوی عندہ حتی یحرجہ متفق علیہ **ترجمہ** ابوشریح کعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی حدیث میں فرمایا کہ مہمان کو حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرے کہ اسکو تنگ کردے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے مشکوۃ ص ۳۶۰ **ف** اصلاح **گرانباری ساختن مریدان را** آجکل اکثر پیر اپنے کو مریدوں کی جان و مال کا ایسا مالک سمجھتے ہیں کہ بے تکلف جو چاہا فرمائش کردی. جب تک چاہے اُن کے گھر پڑے مرغ و پلاؤ نوش فرماتے رہے جنوں کو چاہا لیکر اُس غریب کے گھر جا چڑھے خواہ اسکو گوارا ہو یا ناگوار خواہ اُس پر فکر پڑے خواہ کچھ ہی ہو اِن کو اپنے حلوے مانڈے سے کام حدیث کے حکم عام میں پیر بھی داخل ہیں اور علت اس حرمت کی تحریج ہے جس امر میں کوئی تنگ ہوتا ہو اور وہ اس شخص کا حق واجب نہو اُسکا حاصل کرنا حرام ہے اور ایک حدیث میں اس سے زیادہ صریح ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی نے دعوت کی تھی اور ایک شخص ہمراہ ہولیا تھا تو آپ نے بدون اجازت صریح میزبان کے اُسکو بھی میزبان کے گھر لیجانا جائز نہیں رکھا پھر دوسرا تو کیا چیز ہے۔

اصلاح گرانباری ساختن مریدان

حدیث سہ صد و بست و ہشتم عن محمد بن سیرین قال الرؤیا ثلث حدیث النفس وتخویف الشیطان وبشری من اللہ متفق علیہ وعن جابر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رای احدکم الرؤیا یکرھھا فلیبصق عن یسارہ ثلثا ولیستعذ باللہ من الشیطان ثلثا ولیتحول عن جنبہ الذی کان علیہ رواہ مسلم **ترجمہ** محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں حدیث النفس (یعنی خیالات) اور تخویف شیطان (یعنی شیطان بوجہ عداوت کے بغرض تحزین کے مکروہ امور دکھلاتا ہے) اور بشارت من اللہ روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے. اور حضرت جابر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں کوئی برا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دے اور تین بار اعوذ باللہ پڑھلے

اور جس کروٹ پر تھا اسکو بدل دے روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۳۸۶ ف تعلیم عدم جزم بر رویا بعض ناواقف
سلوک کو دیکھا ہے کہ خواب پر اُن کو بہت ہی نظر ہوتی ہے اچھے خوابوں کی کمی ہوجاتی ہے تو اسکو علامت بعد من
اللہ کی سمجھکر مغموم اور متفکر ہوتے ہیں اچھے خواب نظر آجاتے ہیں تو اسکو منتہائے مقصود سمجھکر ناز کرتے ہیں کوئی
واقعہ نظر آجاتا ہے تو اُس پر پورا اعتماد کرلیتے ہیں. کوئی بُرا خواب نظر آجاتا ہے تو اُسی کی پریشانی میں گرفتار ہوجاتے ہیں
حدیث میں ان سب خیالات کا غلط ہونا مصرح معلوم ہوگیا اور بُرے خواب کے ضرر سے بچنے کا طریقہ بھی فرما دیا
گیا. غرض خواب اتنی بڑی چیز نہیں جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے اصل فکر حالت بیداری کی چاہیئے کہ وہ مرضی
عند اللہ ہے یا غیر مرضی کسی کا شعر بہت ہی پسند آتا ہے ؎ نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

حدیث سہ صد و بست و نہم عن ابن عباس مرفوعا اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون انکم تراؤن رواہ
الطبرانی کذا فی الجامع ترجمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ حق تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافقین یوں کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو. روایت کیا اسکو طبرانی نے اسیطرح ہے جامع میں
حرز حاشیہ حصن ص ۱۸ ف قول ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید. مطلب یہ کہ کثرت سے کرو اور ظاہر
ہے کہ کثرت کی حالت میں اخفا نہیں رہ سکتا اور اظہار میں مخالفین ریا کا طعن کیا ہی کرتے ہیں پس اس حدیث
میں ایسے اظہار کا جسکو ناواقف ریا کہیں اور واقع میں وہ ریا نہ ہو مطلوب ہونا مذکور ہے اور مطلوبیت کے
لئے خیریت لازم ہے اور خیر میں چونکہ معنی تفضیل کے ہیں تو اسکے لئے مفضل علیہ کی بھی ضرورت ہوگی اور
مفضل علیہ مقابل ہوگا مفضل کا اور مفضل ہے ریا بالمعنی الخاص تو مفضل علیہ عدم ریا ہوگا جسکو اخلاص
کہا جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ بعض ریا بعض اخلاص سے خیر ہے اور دلائل خارجیہ سے کہ شیخ کے اظہار میں
مصالح خاصہ ہوتے ہیں اس عموم میں ریاء الشیخ کا اخلاص مرید سے خیر ہونا بھی ثابت ہوگیا خوب سمجھ لو.

حدیث سہ صد و سی ام عن ابی امامۃ قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم شدید الحر نحو
بقیع الغرقد فکان الناس یمشون خلفہ فلما سمع صوت النعال وقر ذلک فی نفسہ فجلس حتی قدمہم
امامہ لئلا یقع فی نفسہ شیء من الکبر رواہ ابن ماجہ ترجمہ حضرت ابو امامہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم ایک تیز گرمی کے دن میں بقیع کی طرف چلے اور لوگ آپ کے پیچھے چلتے تھے. جب آپ نے جوتیوں
کی آواز سُنی تو آپ کے قلب پر یہ امر گراں گذرا پس آپ بیٹھ گئے یہانتک کہ لوگوں کو اپنے آگے کردیا تا کہ
کوئی اثر بڑائی کا آپ کے قلب میں نہ واقع ہوجاوے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے. رحمۃ مہداۃ ص ۲۸۶
ف متفرقات. **فکر اصلاح اکابر را** اور اسی حدیث کے اس مضمون پر اصل رسالہ کو ختم کرتا ہوں کیونکہ
خاتمہ تنبیہ ہی کے مضمون پر مناسب ہے تاکہ رسالہ جن علوم و اعمال کو متضمن ہے یہ تخویف اُن کی موافقت
امتثال کے لئے بیدار کردے نیز اسمیں تاسی و اقتدا قرآن مجید کا بھی ہے کہ سب سے آخر آیت انکی ... ہے.

واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون پس عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث میں غور کرنے سے ناقص تو ناقص کاملین کی بھی آنکھیں کھلتی ہیں اور اُن لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو زعم کمال کے بعد اپنی نگرانی حال سے بیفکر ہو جاتے ہیں خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اکابر کو فارغ ہو کر بیٹھنا نہ چاہیئے مثل مبتدی کے اہتمام اصلاح اعمال اور اندیشہ تغیر حال میں لگا رہنا چاہیئے اور یہی خیریت ہے قال اللہ تعالیٰ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخسرون ولنعم ما قیل ؎ غافل مرو کہ مرکب مردان مرد را٭ در سنگلاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند٭ نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش٭ ناگہہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند اللھم احنا علی الاستقامۃ مع القبول والکرامۃ٭ فی الدنیا ویوم القیمۃ٭ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

خاتمہ الحمد للہ کہ رسالہ حقیقۃ الطریقۃ جو بقدر ضرورت دعاوی یعنی مضامین متعلقہ تصوف و دلائل یعنی احادیث نبویہ پر مشتمل ہے ختم ہوا ہر چند کہ اس موضوع کا طول و عرض ازبس وسیع و فسیح ہے۔ مگر چونکہ اصل مقصود اسکے عمق تک ذہن کا پہونچانا تھا اور اسکے لئے یہ مقدار کافی نمونہ ہے اسلئے اسی پر اقتصار کیا گیا۔ کچھ مضامین از قبیل توابع کے بطور تذنیب کے ایک کراسہ میں جمع کر کے اسکے آخر میں ملحق کئے گئے ہیں کہ نکات دقیقہ کے نام سے موسوم ہیں والحمد للہ اولا و اخرا و باطنا و ظاہرا والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ متوافرا متکاثرا وکان ھذا فی اوائل ربیع الاول سنہ ۱۳۰۲ھ

النکت الدقیقۃ مما یتعلق بالحقیقۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ عرض ہے کہ ہر علم و عمل جبکہ اُسکو شریعت کے ساتھ موازنہ کیا جاوے تین قسم سے خالی نہیں۔ ایک قسم یہ کہ شریعت اُس کا اثبات کرے۔ دوسری قسم یہ کہ شریعت اُسکی نفی کرے۔ تیسرے یہ کہ شریعت اسکے اثبات و نفی سے ساکت ہو اول کو مدلول شرعی کہیں گے دوسرے کو مردود شرعی تیسرے کو نہ مدلول شرعی نہ مردود شرعی بلکہ نظر بقاعدہ کلیہ مرویہ عن ابن عباس قال الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ (ای شرعہ) وما سکت عنہ فھو عفو رواہ ابن ماجۃ والترمذی ماذون شرعی کہیں گے صوفیہ کے علوم و اعمال بھی اِن ہی اقسام پر منقسم ہیں جنمیں سے قسمیں اولین کا ایک معتدبہ ذخیرہ رسالہ حقیقۃ الطریقہ میں مدون کر دیا گیا ہے اور چونکہ قسم ثالث استدلال جزئی کا نہ محل ہے اور نہ محتاج اسلئے رسالہ اُس سے خالی رہا اور بوجہ اِس کے کہ قواعد شرعیہ کلیہ اُسکی اباحت پر دال ہیں دلائل جزئیہ کا اُسپر دال نہ ہونا کچھ مضر بھی نہیں مثال کے لیے ایک مسئلہ علمیہ اور ایک عملیہ فرض کرتا ہوں مثلاً لطائف جو عالم امر سے ہیں اُن کا تعلق جسم کے خاص خاص مقامات سے تبلایا جاتا ہے اور مثلاً ایک شغل میں نظر پرچھائیں پر جمائی جاتی ہے سو اُس علم کے لیے کشف اور اس عمل کے لیے تجربہ کافی ہے۔ کیونکہ یہ کشف و تجربہ بوجہ مصادم دلیل شرعی نہ ہونے کے ایسا ہے جیسے زید کے آنیکا علم اور حب ایارج کا استعمال جسکے لیے نص شرعی کی حاجت نہیں بلکہ ایسے امور تو اگر کسی مصلحت و ضرورت معتدبہا کی بنا پر دوسری قوموں سے بھی ماخوذ ہوں۔ بشرطیکہ اُن کا شعار نہو تب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ حاشیہ بخاری میں (رہب) سے کہ رمز مواہب کا ہے منقول ہے قال سلمان الفارسی یا رسول اللہ انا کنا بفارس اذا حوصرنا خندقنا علینا فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخاری جلد اول ص ۵۹۰ لیکن اگر ایسے امور کو کسی نص کے مدلول سے کسی درجہ میں گو وہ بعید ہی ہو اتفاقی توافق ہو جاوے ایک گونہ تائید سے خالی نہیں گو اس توافق کو استدلال نہ کہیں گے جسطرح قسمیں اولین کے اثبات و نفی کو کہا جاتا ہے مگر استیناس کہنا بیجا نہ ہوگا اور اہل ظاہر میں بھی یہ طرز بلا نکیر جاری رہا ہے ہدایہ کے قول متعلق بدفن المیت یوجہ الی القبلۃ کے تحت میں صاحب فتح القدر لکھتے ہیں ویستانس لہ بحدیث ابی داؤد والنسائی ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الکبائر فقال ھی تسع الی ان قال واستحلال البیت الحرام قبلتکم احیاء و امواتا۔ پس قریب ختم رسالہ حقیقۃ الطریقہ کے خیال میں آیا کہ اگر نمونہ

کے لیے بعض ایسے امور بھی جنکی طرف احادیث میں مرتبہ استیناس میں تلویح واقع ہے وارد کر کے اسکو رسالہ کا تابع بنا دیا جاوے تو اہل نظر کے لئے ایک گونہ لطف وحظ سے خالی نہیں نیز اس نمونہ پر بقیہ امور کے لئے مناسبات کا تتبع سہل ہو سکیگا اسلئے ان اوراق میں مثال کے طور پر چند ایسے ہی مضامین وارد کرتا ہوں اس طرح کہ اول وہ مضمون کسی کتاب فن سے نقل کرونگا اور پھر اس حدیث مناسب کو لکھونگا اور چونکہ ایسے مضامین مثل نکات ولطائف ہوتے ہیں جو کہ توابع حقیقت ہیں نہ کہ عین حقیقت اور مدلولات تحقیقیہ اسلئے اس حصہ کا نام النکت الدقیقۃ فیما یتعلق بالتحقیق رکھتا ہوں اور اسی فرق کی وجہ سے جو کہ سبب ہوا ہے نام جداگانہ رکھنے کا اسکی ترتیب بھی اصل سے بدل دی ہے کہ وہاں حدیث مقدم تھی اور مسئلہ موخر اور یہاں اسکا عکس تاکہ اصل اور تابع میں خوب تمائز رہے اور وجہ استدلال یا استیناس یہ بضرورت دونوں جگہ موخر ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی مضمون استدلالی بوجہ خفاء استدلال کے اس حصہ میں آجاوے جیسا یہ ممکن ہے کہ کسی اشتباہ کے سبب کوئی مضمون استیناسی حصہ حقیقیہ میں آگیا ہو و انی اتوب الی اللہ من کل خطاء و زلل وھو ولی کل علم و عمل۔

مضمون اول

مضمون اول فی ضیاء القلوب۔ اندک سر را جانب پشت کج کردہ تصور کن کہ ہمہ خطرات ماسوی اللہ را پس پشت انداختم۔

حدیث عن عبد اللہ بن الزبیر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشیر باصبعہ اذا دعا رواہ ابو داؤد۔
ترجمہ عبد اللہ بن الزبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا (یعنی تشہد) کے وقت اپنی انگلی سے (توحید کا) اشارہ فرماتے تھے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے۔ مشکوۃ ص **ف** پشت کو کج کرنا اس تصور کی شکل بنانا ہے کہ ہمہ خطرات را پس پشت انداختم اسیطرح اشارہ بالسبابہ اس اعتقاد توحید کی صورت بنانا ہے پس دونوں میں ہیئت جسمانیہ سے مافی القلب پر دلالت کرنا امر مشترک ہے۔

مضمون دوم

مضمون دوم فیہ ایضا۔ بر فضاء دل ضرب کند۔

حدیث عن ابی بن کعب فی حدیث طویل فلما رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا رواہ مسلم ترجمہ حضرت ابی بن کعبؓ سے ایک حدیث طویل میں (جو کہ اصل رسالہ میں نمبر ۲۸۲ میں گذر چکی ہے) مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر غالب ہو رہی تھی (یعنی وسوسہ تکذیب) آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا میں پسینہ پسینہ ہو گیا روایت کیا اسکو مسلم نے **ف** ذکر میں ضرب کی حکمت یہی ہے کہ قلب میں اثر پہونچے۔ حدیث میں بھی اس ضرب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی غرض تھی اور اس میں کوئی معتد بہ فرق نہیں کہ اپنی ضرب سے قلب میں اثر پہونچے۔ یا دوسرے کی ضرب سے۔

مضمون سوم

مضمون سوم فیہ ایضا لفظ الا اللہ را بشدت وقوت و مادم گوید۔

حدیث عن ابن عباسؓ فی خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ قولہ علیہ السلام ولا یختلی خلاھا فقال

العباس یا رسول اللہ الا الاذخر فانہ لقینہم وبیوتہم فقال الا الاذخر متفق علیہ۔

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے اُس خطبہ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن پڑھا ہے آپ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ اسکا (یعنی حرم شریف کا) گھاس نہ کاٹا جاوے حضرت عباس رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مگر اذخر (یہ ایک گھاس ہے) کہ لوہاروں کے اور گھروں (کی عمارت) کے کام آتا ہے آپ نے فرمایا کہ خیر مگر اذخر (یعنی انھوں نے اسکے مستثنیٰ کرنے کی درخواست کی آپ نے مستثنیٰ فرمادیا) روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے بمشکوۃ ص ۲۳۰ ف صرف الا اللہ کے ذکر پر بعض کا یہ اعتراض ہے کہ مستثنیٰ بدون مستثنیٰ منہ اور عامل کے عبارت بے معنی ہے ایسا ذکر بے معنی نہ معتد بہ ہے نہ موجب اجر پس عبث ہوا پھر کیوں اختیار کیا گیا سو حدیث سے جواز حذف عامل و مستثنیٰ منہ کا وقت قیام قرینہ کے معلوم ہوتا ہے جسطرح کہ کبھی اسکا عکس بھی مستعمل ہوتا ہے یعنی صرف مستثنیٰ کو حذف کر دیا جاوے چنانچہ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں صحبت حکام کی مذمت میں ارشاد ہے۔

حدیث کذلک لا یجتنی من قربہم الا ۔ جسکی تفسیر محمد بن الصباح نے کی ہے کانہ یعنی الخطایا مشکوۃ ص ۲۹ پس الا اللہ میں بھی اگر اس قرینہ سے کہ اسکے قبل لا الہ الا اللہ کا ذکر ہو چکا ہے یا بقرینہ عقیدہ ذاکر کے مستثنیٰ منہ اور عامل محذوف کر دیا تو کیا حرج ہوا اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسکے قبل جو لا الہ الا اللہ کہا گیا ہے اُس میں سے صرف الا اللہ کو تاکید کے لئے مکرر لایا گیا پس اُسکا عامل اور مستثنیٰ منہ ہر بار مراد ہوگا اور تاکید کے لئے جو تکرار کیا جاتا ہے کوئی دلیل اُسکی تحدید پر قائم نہیں جس قدر اہتمام ہوگا اتنا تکرار مستحسن و مقتضائے مقام ہوگا چنانچہ بعض روایات میں بعض مضامین کی نسبت ہے فما زال یکررہا حتی وددنا انہ سکت او نحوہ۔

مضمون چہارم فیہ ایضاً۔ بعد ازاں ذکر اسم ذات یعنی اللہ اللہ الخ

حدیث عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ وفی روایۃ قال لا تقوم الساعۃ علی احد یقول اللہ اللہ رواہ مسلم ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہانتک کہ ایسی حالت ہو جاوے گی کہ دنیا میں اللہ اللہ نہ کہا جاوے گا اور ایک روایت میں ہے کہ قیامت ایسے کسی شخص پر قائم نہ ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہوگا۔ روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۴۷۳ بعض کا اس طریق ذکر پر اعتراض ہے کہ صرف اللہ اللہ لفظ مفرد ہے اسلئے نہ کسی معنی خبری کو مفید ہے نہ معنی انشائی کو پھر اس کے بے معنی سے کیا فائدہ مگر حدیث میں خود اسی افراد کے ساتھ اس نام پاک کو معمول بنایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اسی کا تکرار بھی مشروع ہے اور معنی کچھ خبر اور انشاء میں منحصر نہیں اگر اس سے تبرک و استحضار محض ہی مقصود ہو تو بے معنی اور غیر مفید کیوں ہوگا ارشاد خداوندی واذکر اسم ربک ظاہرا الفاظ سے محض اسم کے ذکر کو بھی عام ہے۔

مضمون پنجم فیہ ایضاً۔ پاس انفاس این ست کہ مکان و زمان را دریا بد یعنی در برآمدن نفس و فرو رفتن نفس طالب

ذاکر باشد و چنداں مشغول، باشد کہ دم ذاکر گردد۔

حدیث عن جابر فی شان اھل الجنۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلھمون التسبیح و التحمید کما تلھمون النفس رواہ مسلم **ترجمہ** حضرت جابر رضہ سے اہل جنت کے حال میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکو تسبیح و تحمید کا اسطرح القاء و اجراء ہوگا جسطرح تم کو سانس کا القاء و اجراء ہوتا ہے۔ (یعنی بلا قصد و بلا تکلف) روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۴۸۸ **ف** حدیث میں مصرح ہے اہل جنت کی کہ انکو ذکر اللہ سانس کی طرح جاری ہوجاویگا۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ پاس انفاس سے ہی کیفیت ذکر اللہ کے جاری ہونے کی ہوجاتی ہے۔ کیونکہ جب کثرت مشق سے ہر سانس کے ساتھ عادت ذکر کی ہوگئی اور سانس ہے اضطراری اور دونوں کی مقارنت بوجہ عادت کے مثل امر طبعی کے ہوگیا پس جب سانس آویگا اضطرارًا ذکر بھی صادر ہوگا اور گو مطلق کثرت سے بھی یہ امر ہوجاتا ہے مگر پاس انفاس سے باسہل و احسن و اوکد وجوہ حاصل ہوتا ہے پس حدیث کی رو سے اہل جنت و مشاقین پاس انفاس کی حالت باہم نہایت مشابہ ہے۔

مضمون ششم۔ قیہ ایضًا حبس دم در ذکر الخ

مضمون ششم

حدیث عن مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر عن ابیہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی و لجوفہ ازیز کازیز المرجل یعنی یبکی رواہ النسائی **ترجمہ** مطرف بن عبد اللہ بن شخیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینہ میں ایک ایسی آواز نکلتی جیسی اُبلنے کے وقت) ہانڈی کی آواز ہوتی ہے آپ رو رہے تھے روایت کیا اسکو نسائی نے (یہ حدیث اصل رسالہ میں ۳۶ میں گذری ہے) **ف** تجربہ سے معلوم ہے کہ یہ کیفیت غلبۂ بکار اور اُسکے ضبط سے ہوتی ہے اور یہ بھی تجربۂ اکثریہ سے ثابت ہے کہ غلبہ کے وقت ضبط کرنے سے سانس رُک جاتا ہے پس جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت سے لازم آگیا اُسکے محمود و نافع ہونے میں تو شبہ ہو ہی نہیں سکتا پس اگر کوئی اُسکا تحصیلا و اکتسابًا التزام و اہتمام کرے تو کیا حرج ہے۔

مضمون ہفتم فیہ ایضًا شغل سلطانا نصیرا۔ طریقش آنکہ نظر بر پرہ بینی خود دار دالی قولہ طریق شغل سلطانا محمود ادرین شغل نظر خود را درمیان فرق ہر دو ابروی خود میدارند۔

مضمون ہفتم

حدیث عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا انس اجعل بصرک حیث تسجد رواہ البیھقی **ترجمہ** حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ رکھو روایت کیا اسکو بیہقی نے (یہ حدیث اصل رسالہ میں نمبر ۲۷۵ میں گذر چکی ہے) **ف** سجدہ میں موضع سجود سے ناک اور پیشانی مماس ہوتی ہے اور دو مماس جسموں میں سے جب ایک پر نظر کروگے لامحالہ دوسرے پر بھی نظر واقع ہوگی جبکہ سجدہ میں بھی موضع سجود پر نظر کی گئی تو ناک اور پیشانی پر بھی نظر پہونچے گی۔ تمام یا ناتمام اور ناک کی ابتدا مرہ بینی سے اور پیشانی کی ابتدا درمیان دو ابرو سے ہے پس ان دونوں پر اصل

اعضاء سے پہلے نظر پڑے گی۔ اشغال مذکورہ میں یہی دو موقع ہیں نظر کرنے کے جب ایک خاص حالت میں حدیث سے مشروع ہے تو دوسرے اوقات میں قیاس سے مشروع ہوئی۔ اور فقہاء نے بھی سجدہ میں پرہ بینی پر نظر رکھنے کو لکھا ہے کذا فی الدر المختار۔

مضمون ہشتم فیہ ایضاً طریق شغل سلطان الاذکار۔ از سر تا قدم بہر بن موی وجود خود بجمیع ہمت متوجہ شود یعنی بداند کہ در آمد و رفت نفس از بہر بن موی اللہ ہو جاری ست الی قولہ ند چند عرصہ ذکر اللہ از بہر بن مو جاری شود

حدیث عن ابی بکرؓ قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا الدعاء وفیہ ان ترزقنی القرآن العظیم والعلم وان تخالطہ بلحمی ودمی وسمعی وبصری الحدیث رواہ رزین **ترجمہ** حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو یہ دعا سکھلائی اور اس دعا میں یہ بھی ہے کہ مجھکو قرآن مجید اور اسکا علم عطا فرمائیے اور اسکو میرے گوشت اور خون اور گوش اور چشم میں پیوست اور مخلوط کر دیجئے روایت کیا اسکو رزین نے۔ رحمۃ مہداۃ ۱۲۶

حدیث دیگر عن ہانی بن ہانی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ملئ عمار ایمانا الی مشاشہ رواہ ابن ماجہ - **ترجمہ** ہانی بن ہانی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ عمار ہڈیوں کی جڑ تک ایمان سے پُر ہے۔ روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے۔ ابن ماجہ صـ۱۴ **ف** حدیث اول میں دعا ہے تخلیط القرآن بجمیع الاعضاء والاجزاء کی اور حدیث میں ہے ان اللہ لا یستجیب الدعاء عن قلب لاہ پس اس حدیث سے اس دعا کے وقت اس خلط کا تصور و استحضار ضروری ہوا اور اللہ کا کلام اور اللہ کا نام اس تصور میں مساوی ہیں پس ہر بن مو سے اللہ ہو کے جاری ہونے کا تصور اس سے نافع ہونا ثابت ہو گیا جو طریقہ ہے اس شغل کا۔ اور حدیث دوم سے ایمان کا رگ و ریشہ میں سرایت کرنا مذکور ہے۔ آثار ایمان حکم ایمان میں ہیں اور ذکر اللہ آثار ایمان سے ہے پس اسکی صحت سرایت بھی اس سے ثابت ہوئی جو کہ ثمرہ ہے اس شغل کا جو اس عبارت میں مذکور تھا۔ ذکر اللہ از ہر بن مو جاری شود۔ فافہم

مضمون نہم فیہ ایضاً طریق شغل سرمدی چشم و گوش را از انامل بند نماید الخ

حدیث عن نافع قال کنت مع ابن عمر فی طریق فسمع مزمارا فوضع اصبعیہ فی اذنیہ ونای عن الطریق الی الجانب الاخر ثم قال لی بعد ان بعد یا نافع ہل تسمع شیئا قلت لا فرفع اصبعیہ من اذنیہ قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمع صوت یراع فصنع مثل ما صنعت قال نافع وکنت اذ ذاک صغیرا رواہ احمد وابوداؤد **ترجمہ** حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ہمراہ رستہ میں تھا اتنے میں انہوں نے بانسلی کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں رکھ لیں اور رستہ سے دوسری جانب کو دور ہٹ گئے پھر دور جاکر مجھ سے کہا کہ اے نافع اب بھی کچھ سنائی دیتا ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں انہوں نے دونوں انگلیاں اپنے کانوں پر سے اٹھا لیں۔ اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہ تھا آپ نے ایک بانسلی کی آواز سنی تو آپ نے بھی اسیطرح کیا جس طرح میں نے کیا نافع کہتے ہیں کہ میں اسوقت کم سن تھا

روایت کیا اسکو احمد اور ابو داؤد نے۔ مشکوٰۃ ص ۴۰۴ ف باجہ کی آواز آنے کے وقت کانوں میں انگلیاں دینا واجب نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی کو جبکہ وہ آپ کے ہمراہ تھے اسکا حکم نہیں فرمایا البتہ یہ واجب ہے کہ قصداً ادھر کان نہ لگائے اور دل سے برا سمجھے صرف کانوں میں انگلیاں اسوجہ سے دیں کہ اس سے قلب کی جمعیت اور حضور میں خلل نہ آوے اور تشویش نہ پیدا ہو پس اسی غرض کے لئے شغل میں حواس بند کئے جاتے ہیں کہ جمعیت اور حضور میسر ہو اور مدرکات مختلفہ الانواع سے جو تشویش ہوجاتی ہے اسکا انسداد ہو اور کان کا بند کرنا جب ثابت ہے دوسرے حواس کو اس پر قیاس کرلیا جاوے گا کہ علت مشترک ہے۔

مضمون دہم فیہ ایضاً لطائف ششگانہ یعنی شش موضع اندر جسم انسان کہ پر فیض و پر انوار و مشتمل بر بسیار برکات اند۔ اول لطیفہ قلبی کہ مقام او دو انگشت فروتر زیر پستان چپ است الخ وفیہ پنج ازان از عالم امر کہ قلب و روح و سر و خفی و اخفی اند الخ

حدیث عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا و ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب اخرجہ الخمسۃ ترجمہ حضرت نعمان بن بشیر رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یاد رکھو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ سنورتا ہے تمام بدن سنور جاتا ہے۔ اور جب وہ بگڑتا ہے تمام بدن بگڑجاتا ہے یاد رکھو وہ قلب ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد و نسائی نے (یہ حدیث اصل رسالہ میں ص ۱۱۱ میں گذر چکی ہے) ف یہ مسئلہ تو مکشوف ہے کہ انسان کے بعض اجزاء مجرد عن المادہ بھی ہیں عالم امر سے جو کہ عبارت فارسیہ بالا میں واقع ہے یہی مراد ہے اور یہ اجزاء مجردہ لطائف کہلاتے ہیں اور یہ بھی مکشوف ہے کہ ان لطائف کا خاص خاص تعلق جسد مادی کے بعض بعض اجزاء سے ہے چنانچہ لطیفہ قلب کا تعلق مضغہ قلب سے ہے وعلی ہذا۔ حدیث میں قلب کو مضغہ جسدیہ فرمانا اس تعلق مذکور کے حکم کا مؤید ہے بعض اجزاء حکم کشفی کا مؤید بالنص ہوجانا قرینہ غالبہ ہے بقیہ اجزاء کی صحت پر۔

مضمون یازدہم فیہ ایضاً طریق دفع مرض تصور کند کہ مرض میگیرد و میکشد و بر زمین می افتد

حدیث عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف فی قصۃ اصابۃ عین عامر بن ربیعۃ سہل بن حنیف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علام یقتل احدکم اخاہ الا برکت علیہ وفی الشرح الا قلت اللھم بارک فیہ ترجمہ حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے اس قصہ کے ضمن میں جس میں عامر بن ربیعہ کی سہل بن حنیف کو نظر لگ گئی تھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر سے فرمایا کس لئے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے (جسوقت تم نے انکو نہاتا ہوا دیکھکر انکی لطافت جسم کی تعریف کی تھی جس سے نظر لگ گئی اسوقت) تم نے ان پر بارک اللہ کیوں نہیں کہدیا تھا کہ نظر نہ لگتی کذا فی المرقاۃ) روایت کیا اسکو شرح السنۃ میں۔ مشکوٰۃ ص ۳۸۲ ف سلب

مضمون یازدہم

مرض قوت نفسانیہ سے کیا جاتا ہے سو اسکا موثر ہونا خود نظر لگنے سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلئے اس سے سلب مرض کی صحت عقلیہ ثابت ہوتی ہے اور بارک اللہ علیک اسکے روکنے کے لئے کہنا یہ بھی درحقیقت استعمال ہے۔ قوت نفسانیہ کا کہ اس میں بلا واسطہ کھلانے پلانے جھاڑنے پھونکنے کے دور ہی سے اثر ہوا یہی قوت نفسانیہ ہی اس کلمہ دعائیہ سے اسکی فاعلیت اور قوی ہوگئی۔ اور جب ضرر کا انسداد جائز ہے اسکا دفع بھی بالاولے جائز ہے اس سے اس تصرف سلب کی صحت شرعیہ ثابت ہوتی ہے۔ پس ہلسلب مرض کی صحت عقلیہ و صحت شرعیہ ہر دو اس حدیث سے ثابت ہوگئیں۔

مضمون دوازدہم و فیہ ایضاً طریق دریافتن خطرہ۔ نفس خود را از حدیث نفس و از ہر خطرہ خالی ساختہ بدل بسوی قلب او متوجہ شود ہر چہ از خیر و شر در خاطر خطور کند پس بداند کہ از وست۔

حدیث عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ صلے صلوٰۃ الصبح فقرأ الروم فالتبس علیہ فلما صلی قال ما بال اقوام یصلون معنا لا یحسنون الطہور فانما یلبس علینا القرآن اولٰئک۔ رواہ النسائی

ترجمہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور اس میں سورہ روم پڑھی اور اس میں آپ کو متشابہ لگا جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور وضو اچھی طرح نہیں کرتے سو ان ہی لوگوں کی وجہ سے ہمکو قرآن میں متشابہ لگتا ہے۔ روایت کیا اسکو نسائی نے۔ نسائی ج ۱ ص ۱۵۱ **ف** غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی شخص کا وضو اچھی طرح نہ کرنا اس قصہ میں وحی صریح سے معلوم نہیں ہوا صرف آپ نے اپنے متشابہ لگنے سے استدلال فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ نقصان وضو کی کدورت نے آپ کے قلب کو خلجان و تشویش میں ڈالا پس ثابت ہوا کہ ایک جلیس کو جبکہ وہ صافی القلب ہو کسی تعلق و قرب سے دوسرے جلیس کا خیر و شر بدون اظہار معتاد مدرک ہو سکتا ہے دریافت خطرہ کا یہی مبنی ہے۔ گو کسی وقت توجہ کی بھی ضرورت ہو اور گو کسی وقت جسمانی قرب بھی نہو مگر اس قسم کے تصرفات کا جیسے دفع مرض یا دریافت خطرہ اہل کمال قصد کم کرتے ہیں کذا فی ضیاء القلوب۔

مضمون سیزدہم فیہ ایضاً۔ طریق تلاوت قرآن شریف۔ دل را از جمیع خطرات خالی کردہ در حین قرأت خیال کند کہ زبان بہن و لسان دل صنوبری ہر دو برابر تلفظ می کنند بعد ازاں تصور کند کہ ہر بن موی جسد قاری برای قرأت قرآن زبان گردیدہ و از ہر بن مو الفاظ می برآید درین ملاحظہ در حین قرأت مستغرق گردد چوں درین ملکہ حاصل آید بعد ازاں در وقت قرأت تصور کند کہ حق تعالیٰ بزبان قاری میخواند و او می شنود

حدیث عن ابی سعید الخدری رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالی من شغلہ القرآن عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین اخرجہ الترمذی **ترجمہ** حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص ایسا ہو کہ قرآن مجید اسکو مجھ سے کوئی چیز مانگنے سے (یعنی دعا کرنے سے) مشغول کر دے (یعنی فرصت نہ لینے دے) میں جسقدر اور سائلوں کو دونگا

مضمون دوازدہم

مضمون سیزدہم

اس شخص کو سب سے زیادہ رونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے (یہ حدیث اصل رسالہ میں ۲۳ میں گذری ہے)

حدیث عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالیٰ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعالج من التنزیل شدۃ فکان مما یحرک شفتیہ فانزل اللہ تعالیٰ لا تحرک بہ الی قولہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک اذا اتاہ جبرئیل استمع فاذا انطلق جبرئیل قرأہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما اقرأہ

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے اس آیت کی تفسیر میں لا تحرک الخ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کے وقت بڑی تکلیف اُٹھاتے تھے یعنی (اُن الفاظ کو سُنکر انکو ضبط کرنے کے لئے) اپنے لبوں کو اور زبان کو حرکت دیتے تھے (یعنی خود بھی ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے کہ خیر ایک بار زبان سے کہہ لونگا تو یاد ہو جاویں گے ورنہ شاید بھول نہ جاؤں تو ادھر سُننا اُدھر دہرانا تکلیف ظاہر ہی ہے) پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اُس میں عجلت کرنے کی غرض سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے (اس مضمون تک کہ) جب ہم قرآن پڑھا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ ہمارے حکم سے پڑھا کرے) تو آپ اسکے پڑھنے کی طرف (دل سے) لگے رہا کیجئے (خود اعادہ کی حاجت نہیں) روایت کیا اسکو بخاری نے۔ بخاری ج اول ص۳ **ف** دعا کہ فی نفسہ عبادت ہے جب قرآن والے کے لئے کثرت تلاوت سے اُدھر متوجہ ہونا بروی حدیث اول محمود ہوا تو اور خیالات و امور مباحہ سے معرض ہونا تو بدرجہ اولے محمود ہو گا پس تلاوت میں اس قدر غرق ہو جانا یہی حاصل ہے طریق اول کا دل را از جمیع خطرات الی قولہ مستغرق گردو اور دوسری حدیث میں جو آیت ہے فاذا قرأناہ اُس میں قرارت جبرئیل کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا چنانچہ اذا اتاہ جبرئیل استمع سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قاری جبرئیل تھے تو وجہ اس نسبت کی اُن کی قرارت کا باذنہ تعالیٰ ہونا ہے پس ہر قاری جبکہ ماذون من اللہ ہے کما دلت علیہ النصوص پس اپنی قرارت کے منسوب الی الحق ہونے کا تصور اسکو جائز ہو گا۔ اور یہی حاصل ہے طریق اخیر کا کہ چون درین ملکہ الخ۔

مضمون چہاردہم فی خلاصۃ اربع انہار بعضے اولیاء زیر قدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں اُن کو محمدی المشرب کہتے ہیں اسیطرح آدمی المشرب وابراہیمی المشرب موسوی المشرب اور بعضے تحت قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں نام اُن کا عیسوی المشرب ہے۔

حدیث عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب شئ الی اللہ الغرباء قیل ومن الغرباء قال الفرارون بدینہم یبعثہم اللہ یوم القیمۃ مع عیسی بن مریم رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب اشیاء سے زیادہ پیارے اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو غرباء یعنی بے یار بے مددگار ہیں پوچھا گیا یا رسول اللہ بے یار و بے مددگار کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا جو اپنے دین کو لئے ہوئے (یعنی اسکو بچاتے ہوئے) بھاگے بھاگے پھرتے ہیں (تو جہاں جائیں گے ظاہر ہے کہ اجنبی پردیسی ہوں گے جو اصل معنی ہیں غرباء کے اور پردیسی اکثر بے یار و بے مددگار ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو قیامت کے روز

حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ اٹھائے گا۔ روایت کیا اسکو ابونعیم نے حلیہ میں۔ رحمۃ تہداۃ ص ۲۱۰ ف اولیاء میں سے کسی کے موسوی المشرب کسی کے عیسوی المشرب ہونے کے جو حاصل معنی ہیں وہ اس حدیث سے بخوبی ثابت ہیں یعنی مناسبت فی الصفات اور یہ سب باعتبار امت ہونے کے محمدی ہی ہیں۔

مضمون پانزدہم۔ رسم الباس خرقہ وقت عطاء خلافت۔

حدیث عن عائشۃ رضہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عثمان ان ولاک اللہ ھذا الامر یوما فارادک المنافقون ان تخلع قمیصک الذی قمصک اللہ فلا تخلعہ رواہ ابن ماجۃ ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان اگر اللہ تعالیٰ تمکو اس حکومت کا کسی وقت اختیار دے پھر منافقین تم سے وہ پیراہن اتروانا چاہیں جو تم کو اللہ تعالیٰ نے پہنایا ہو سو تم اسکو مت اتارنا (مطلب یہ کہ وہ تم سے خلافت کے چھوڑ دینے کی درخواست کریں تو تم خلافت مت چھوڑ دینا چنانچہ حضرت عثمان رضہ قتل ہو گئے۔ مگر اس ارشاد کے پابند رہے) روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے۔ ابن ماجہ ص ۱۱ ف ولی امر ہونے کو قمیص سے تعبیر کرنا جس مناسبت پر مبنی ہے اُس سے اس کی مشروعیت بھی نکلتی ہے کہ امور دینیہ کی تولیت عطا کرنے کے وقت قمیص حسی پہنا دیا جاوے جیسا بعضے بزرگوں کا معمول ہے کہ خلافت دینے کے وقت خرقہ و پیراہن پہناتے ہیں۔ اور درۃ المعارف میں طبرانی سے عمامہ باندھنے کی اصل منقول ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یولی والیا حتی یعممہ ویرخی سدلہا من جانبہ الایمن نحو الاذن اھ

مضمون شانزدہم۔ علامت خاص مقرر نمودن برای اہل سلسلہ خود چنانکہ معمول بعضے بزرگان شنیدہ شد

حدیث عن علی قال العمائم تیجان العرب رواہ ابو داؤد ترجمہ حضرت علی رضہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا عمامے عرب کا تاج ہیں روایت کیا اسکو ابوداؤد نے۔ رحمۃ تہداۃ ص ۲۳۲ ف اسمیں ترغیب ہے عمامہ باندھنے کی عرب اور منتسبین الی العرب کو ایک خاص عنوان سے کہ وہ عرب کی علامت خاص ہے پس اس علامت کو محفوظ رکھنا چاہیئے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی خاص طریق کے لوگ بمصلحت باہمی شناخت اور بقاء اتحاد و اختصاص کے اپنے مجمع کی کوئی خاص علامت مقرر کرلیں۔ بشرطیکہ حدود شرعیہ سے خارج نہ ہو تو جائز ہے۔ ایک بزرگ ہمارے نواح میں ابھی گذرے ہیں انھوں نے اپنے سلسلہ والوں کے لئے ایک خاص طور کا رومال رکھنا مقرر فرمایا تھا چنانچہ ابتک اُن صاحبوں میں معمول ہے۔

مضمون ہفدہم۔ وحدۃ الوجود بالتفسیر الذی ذکر فی مفتاح کلید مثنوی تحت شعر مولوی رحمہ اللہ

جملہ معشوق ست و عاشق پردہ ٭ زندہ معشوق ست و عاشق مُردہ ٭

حدیث عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃ لبید الا کل شیء ما خلا اللہ باطل متفق علیہ ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعراء کے تمام کلاموں میں سب سے زیادہ صحیح لبید کا قول ہے الا کل شیء الخ یعنی یاد رکھو کہ اللہ کے سوا

سب چیزیں باطل ہیں۔ اور تفسیر اسکی محشی نے لکھی ہے اسے فان مضمحل روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے مشکوۃ ص ۴۰۱ ف فانی ہونے کے معنی تو ظاہر ہیں کہ آئندہ معدوم ہو جاوینگے اور مضمحل ہونے کا باعتبار حالت موجودہ کے بھی حکم کر سکتے ہیں یعنی جو موجود کالمعدوم ہو اور باطل کا محمل اس معنی پر کچھ بعید نہیں یہی حقیقت ہے وحدۃ الوجود کی شرح عقائد نسفیہ میں آیت کل شئی ہالک الا وجہہ کے یہی تفسیر کی ہے۔ اور قرآن مجید میں جو باطل ہونے کی نفی فرمائی ہے۔ ماخلقت ہذا باطلا اور وہ بمعنی عبث ہے پس کتاب و سنت میں کچھ تعارض نہیں۔

مضمون ہشدہم کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔

حدیث عن ابن مسعود فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی جمیل رواہ مسلم

ترجمہ ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی جمیل ہے روایت کیا اسکو مسلم نے مشکوۃ ص ۴۲۵ ف چونکہ جمال عادۃ مقتضی ہوتا ہے ظہور کو یعنی ظہور اسکے مناسب ہے اور اللہ تعالی حکیم ہیں کہ مناسب کی رعایت فرماتے ہیں اسلئے حکمت مقتضی ہوئی کہ ذات وصفات کا ظہور فرماویں اور ذات وصفات کا ظہور ہوتا ہے افعال سے جو متعلق ہیں خلق کے پس مقتضی ظہور ہونا مقتضی تخلیق ہونا ہے اور اسی ظہور سے معرفت ہوتی ہے۔ پس اقتضاء ظہور اقتضاء معروفیہ بھی ہے اسی اقتضاء کو حب سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور اس ظہور سے پہلے خفا ظاہر ہے پس حکم بالجمال سے کہ حدیث میں ہے بواسطہ ان مقدمات کے قول مشہور مذکور صوفیہ کا ثابت ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو۔

مضمون نوزدہم نقل بعض احادیث غیر منقولہ در کتب حدیث۔

حدیث عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی متفق علیہ

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا تو اسنے مجھکو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں بن سکتا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے مشکوۃ ص ۳۹۶ ف بعض صوفیہ کے کلام میں بعض عبارتیں بعنوان حدیث پائی جاتی ہیں جن پر اکثر اہل ظاہر ان حضرات کو وضاع حدیث سمجھتے ہیں مگر حاشا وکلا جو وہ ایسے کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہوں بلکہ توجیہ اسکی یا تو یہ ہے کہ کشف یا منام میں انھوں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ارشادات سنے ہوں اسلئے انکو حضور کیطرف منسوب کر دیا خود محدثین نے احادیث منامیہ کو لفظ حدیث سے تعبیر کیا ہے جیسا امام صغانی نے مشارق میں یہ حدیث اذا وضع العشاء الخ منام کے طریق سے نقل کی ہے اسیطرح احادیث کشفیہ کو حدیث کہنا صحیح ہے البتہ اسمیں یہ شرط ہے کہ قواعد شرعیہ کے خلاف نہو تو محققین کے کلام میں جو اس قسم کے مضامین پائے جاتے ہیں اسمیں یہ بات متحقق ہوتی ہے کہ فی نفسہ وہ حق ہوتے ہیں حدیث بالا اس توجیہ کے صحیح و معتبر ہونے پر دال ہے کبھی وہ روایت بالمعنی ہوتی ہے جیسے اس سے اوپر کنت کنزا مخفیا کا مضمون مذکور ہوا ہے کہ وہ روایت بالمعنی ہو سکتی ہے ان اللہ جمیل کی۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

کہ حسن ظن سے کسی کتاب میں دیکھکر یا کسی راوی سے جو بظاہر صالح تھا سُنکر اُسکو صحیح سمجھ لیا اور نقل کر دیا تنقید احادیث ان حضرات کا فن نہیں اسلیئے یہ غلطی معفو عنہ ہے۔

مضمون بستم من عرف نفسه فقد عرف ربه۔

حدیث عن حذیفة قال النبی صلی الله علیه وسلم لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسه قیل یا رسول الله وما یذل نفسه قال ان یتعرض للبلاء لما لا یطیقه رواه الترمذی **ترجمہ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو لائق نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے عرض کیا یا رسول اللہ اس سے کیا مراد ہے فرمایا ذلیل کرنا نفس کو یہ ہے کہ جس بلا کا تحمل نہو سکے اُسکا سامنا کرے روایت کیا اسکو ترمذی نے تیسیر صد ۴۸۶ **ف** اذلال نفس اور عدم معرفت قدر نفس کے معنی ایک ہیں اور عدم معرفت قدر نفس بھی ایک توجیہ ہے۔ عدم معرفت نفس کی اس بنا پر یذل نفسه کے معنی ہوئے لا یعرف نفسه آگے اس عدم معرفت نفس کی تفسیر ہے تعرض ما لا یطاق من البلاء اور ایسی بلاؤں میں سے اعظم بلاء عدم معرفت رب ہی تو اس بنا پر عدم معرفت نفس کا ایک مادہ تحقق عدم معرفت رب بھی ہوا تو لا محالہ معرفت نفس مستلزم ہوئی معرفت رب کو جو حاصل ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه کا اور یہی مضمون قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے ومن یرغب عن ملة ابراهیم الا من سفه نفسه اسطرح سے کہ من استفہامیہ بمعنی لای نافیہ ہے اور یرغب بوجہ صلہ عن کے بمعنی یعرض و یترک ہے اور ملة ابراہیم اور معرفت رب کا ایک حاصل ہے اور سفہ بمعنی جہل کا اور لم یعرف کا ایک حاصل ہی بس حاصل معنی یہ ہوا لا یترک معرفة ربه الا من لم یعرف نفسه اور نفی و استثناء سے اثبات ہوتا ہے حکم مدخول نفی کا مستثنیٰ کیلئے پس حاصل الحاصل یہ ہوا یترک معرفة ربه من لم یعرف نفسه اور اس سے بطریق عکس النقیض لازم آیا من عرف نفسه لم یترک معرفة ربه بل عرف ربه اور حدیث مذکور سے اسکا اثبات مخصوص اُسی صورت کے ساتھ ہے جب معرفت نفس کی توجیہ معرفت قدر سے کیجاوے اور آیت میں چونکہ لفظ سفہ بمعنی جہل عام ہے اُس سے ہر تاویل پر اثبات ہوتا ہے۔ قول مذکور کا خواہ عدم معرفت قدر لیا جاوے یعنی اُسنے اپنے نفس کی اہانت کی کہ اُسکو دوزخ میں ڈالا یا عدم معرفت صفات نفس لیا جاوے یعنی اُسنے اپنے تذلل و عجز و ضعف کا مشاہدہ نہ کیا ورنہ حق تعالیٰ کی عظمت و قدرت و کمال کا مشاہدہ ہو جاتا خوب سمجھ لو۔

(خاتمہ)

الحمد للہ کہ رسالہ نکت دقیقہ کہ ملحقات حقیقة الطریقہ سے ہے نیز ختم کو پہونچا۔ کل حدیثیں حقیقة الطریقہ میں ایک سو تیس ہیں اور نکت دقیقہ میں بیس اسطرح سے کہ تین حدیثیں تمہید میں اور بیس مضامین میں سے ہر مضمون میں اقل درجہ ایک حدیث تو ضرور ہے۔ اور ہشتم و پانزدہم میں دو دو حدیثیں یہ بائیس ہوئیں مگر مضمون دوم و

ششم وہفتم ودہم میں جو ۵ حدیثیں لائی گئی ہیں وہ اصل رسالہ حقیقة میں آچکی ہیں اسلئے ان چار کو خارج کرکے بائیس میں سے اٹھارہ رہ گئیں اور تمہید کی تین ملاکر اکیس ہوگئیں اور یہ اکیس تیس کے ساتھ ملکر جو اصل رسالہ میں ہیں ساڑھے تین سو ایک اوپر ہوگئیں جن کو احقر نے بحذف کسر ایک شعر میں ضبط بھی کردیا ہے ؎ سہ صد و پنجہ حدیث آمد درین بہ شد مرتب این عجائب سفر دین[٥] + والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات + والصلوة علی نبیہ محمد صاحب الشفاعات وصحبہ وعترتہ اصحاب السعادات + وکان ہذا فی اوسط ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

سے اور اس مجموعہ کے بعض رسائل کے اخیر میں جو اسکے بعد کی تاریخ پائی جاتی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ انکی تکمیل بعد میں ہوئی ۱۲ منہ

تنبیہ آخری متعلق مجموعہ رسائل

ان رسائل ومضامین کے بھروسہ شیخ سے مستغنی نہ ہوجاویں تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ فوائد باطن کے لئے شیخ کی تعلیم کا اتباع بمنزلہ جزو اخیر علت تامہ کے ہے اور باقی کتب و رسائل بمنزلہ شرائط ابتدائیہ یا توسطیہ کے ہیں اسی اشتراط و توقف کی وجہ سے یہ مضامین جمع کئے گئے ہیں اور اسکے بعد بھی وصول الی المقصود کا مدار اعظم شیخ کامل کا اتباع ہے اصل دلیل تو اس دعوی کی تجربہ ہے لیکن مرتبہ بیان میں اگر اس مضمون کی تفصیل کا شوق ہو تو حصہ دوم کلید مثنوی صفحہ ۱۵۵ سطر ۲۴ سے صفحہ ۱۶۵ سطر ۸ تک مطالعہ کیا جاوے اول بندہ نے اس مضمون کو مسائل المثنوی میں داخل کیا تھا مگر بوجہ تطویل کے اس سے خارج کرکے مجموعہ ہذا کے ختم پر اس پر تنبیہ کردی گئی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلے اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ابد الآبدین ودہر الداہرین ولنلحق باخر المجموع ہذا ابیاتا دعائیة حریة بان یکررہا الطالب المسکین فی جلواتہ وخلواتہ منقولة عن عشرة طروس وہی ہذہ۔

یامن یری ما فی الضمیر ویسمع	انت المعد لکل ما یتوقع
یامن یرجی للشدائد کلہا	یامن الیہ المشتکی والمفزع
یامن خزائن رزقہ فی امر کن	امنن فان الخیر عندک اجمع
مالی سوی فقری الیک وسیلة	فبالافتقار الیک فقری ادفع
مالی سوی قرعی لبابک حیلة	فلئن رددت فای باب اقرع
ومن الذی ادعو واہتف باسمہ	ان کان فضلک عن فقیرک یمنع
حاشا لجودک ان تقنط عاصیا	الفضل اجزل والمواہب اوسع
ثم الصلوة علی النبی وآلہ	خیر الانام ومن بہ یتشفع

[٥] ومن عجائب الاتفاق التی لم تتعمد قبل ان الاشعار الثلثة من ہذا المجموع قد ختمت علی المنظوم من الکلام الاول علی المہتدی منہ المناسب للمبتدی والثانی علی الفارسی المناسب للمتوسط والثالث علی العربی المناسب للمنتہی ۱۲ منہ

تائيدُ الحقيقة بالآياتِ العتيقة

بسم الله الرحمٰن الرحيم

حمدا وسلاما دائمين اعلم وفقنی ووفقك الله تعالى لمعرفة الحقيقة والتحقيق بها انی لما فرغت من تاليف الرسالة التی حقيقة الطريقة اتفق لی بعد برهة من الزمان السفر الی بهاولفور حين مضى اربعة اشهر من سنة ۱۳۲۷ للهجرة فعثرت هناك على كتاب سماه الكاتب فی الفهرس شواهد احكام الصوفية من القرآن ففرحت بمطالعته لما رايته موافقا لغرضی من الرسالة المذكورة واستعرته من مالكه فاعارنی بارك الله فيه فعدت معه الى الوطن ورايت ان اضيفه اليها بعد تلخيصه لما فيه من الطول فی بعض المطالب وخفاء الاستدلال فی بعضها وحيث مست الحاجة الى تصرف فيه سوى التلخيص من زيادة قليلة او تغير يسير احطه بقوسين وسميته

ہم حمد کرتے ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور سلام بھیجتے ہیں ہمیشہ کے لئے جانو خدا تعالیٰ مجکو اور تجکو حقیقۃ کے پہچاننے اور اُس کے ساتھ متصف ہونیکی توفیق عنایت کرے کہ جب میں رسالہ حقیقۃ الطریقۃ کے لکھنے سے فارغ ہو گیا تو ایک مدت کے بعد جبکہ ۱۳۲۷ھ ہجری کے چار مہینے گذر چکے تھے مجکو سفر بہاولپور کا اتفاق پڑا اور وہاں مجھکو ایک کتاب ملی جس کا نام کاتب نے فہرست میں شواہد احکام الصوفیہ من القرآن لکھا تھا اُسکو دیکھکر میں خوش ہوا اسلئے میں اسکو اپنی اُس غرض کے موافق پایا جو رسالہ مذکورہ کے لکھنے سے تھی اور اُس کو مین نے مالک صاحب سے عاریۃ طلب کیا اُنہوں نے مجھکو عاریۃ دیدی اللہ تعالیٰ اُن کا بھلا کرے پھر میں اُس کو لیکر اپنے وطن آیا مناسب معلوم ہوا کہ اس کتاب کو بھی اس رسالہ مین خلاصہ کرکے شامل کردوں کیونکہ اسکے بعض مضامین میں کسیقدر طوالت تھی اور بعض میں استدلال خفی تھا (اسلئے خلاصہ کرنا پڑا) اور اگر تلخیص کے علاوہ کسی تصرف کی مثلاً ایک آدھ لفظ بڑھانیکی یا کچھ تغیر و تبدل کی ضرورت پیش آئی

تائید الحقیقة بالآیات العتیقة فبعونه
ابتدائی والی المبلغ انتهائی سورة البقرة
قوله تعالی والله محیط بالکافرین وقال
فی آیات اخر وکان الله بکل شئ محیطا ان
ربی بما یعملون محیط ان ربك احاط بالناس
واحاط بما لدیهم وهذه الآیات کلها دالة
علی صحة قول من یقول من العلماء الصوفیة
ان الله تعالی بکل مکان غیر انهم لا یعلمون
کیفیة کون مکان الله (ای یقولون بالاحاطة
الذاتیة لا بمحض الاحاطة الصفاتیة
کاهل الظاهر) ولیس من ضرورة الاحاطة
ان یکون المحیط والمحاط علیه جسما وانما
تفسیر الاحاطة ان لا یکون المحاط علیه
بعیدا من المحیط ولا المحیط بعیدا منه
ثم ان ذلك مشهور بین مشائخ الصوفیة
کلهم نحو جنید والشبلی وابن عطاء وغیرهم
مروی عن جنید انه تکلم عنده رجل فاشار
الی السماء فقال لا تشر الی السماء فانه معك
فهذا دلیل علی انه ما خصص مکان الله
تعالی بالعرش ولا بجهة دون جهة فافهم
ویکون الاستواء علی العرش متشابها
او ماولا علی اختلاف المسلکین وورد
فی الحدیث اطلاق المکان حیث قال ارتفع
مکانی) قوله تعالی ادخلوا فی السلم کافة
اعلم ان السلم فی التصوف هو موت
النفس عن الصفات الذمیمة
وعن الدنیا والآخرة مع انه حی قائم

تائید الحقیقة بالآیات العتیقة رکھا سو اسی کی مدد سے میری ابتدا
ہے اور اسی سے وصول الی المنتہا ہے سورہ بقر قول اللہ تعالیٰ
کا اور اللہ تعالیٰ سب کافرون کو گھیرے ہوئے ہے او
دوسری آیتوں میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو گھیرے
ہوئے ہے اور بلاشبہ میرا پروردگار اُن کے اعمال کو گھیرے
ہوئے ہے اور بلاشبہ آپ کے رب نے سب لوگوں کو
گھیر رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اُن کے پاس کی چیزوں کو
گھیر رکھا ہے اور یہ سب آیتیں اُن لوگوں کے قول کی
صحت پر دال ہیں جنھوں نے علما صوفیہ میں سے کہا ہے
کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے مگر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے مکان
ہونے کی کیفیت معلوم نہیں (یعنی یہ حضرات احاطہ ذاتیہ کے
بھی قائل ہیں۔ اور اہل ظاہر کی طرح صرف احاطہ صفاتیہ ہی
کے قائل نہیں) اور احاطہ کیلئے یہ ضرور نہیں کہ محیط اور محاط
دونوں جسم ہوں تفسیر احاطہ کی صرف یہی ہے کہ محاط محیط
سے بعید نہ ہو اور نہ محیط محاط سے بعید ہو پھر جاننا چاہیے
کہ یہ قول جمیع مشائخ صوفیہ ہیں جیسے جنید اور شبلی اور ابن
عطاء وغیرہ مشہور ہے جنید رح سے منقول ہے کہ کسی شخص نے
آپ کے حضور میں اثناء گفتگو میں آسمان کی طرف اشارہ
کیا آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف اشارہ نہ کر کیونکہ وہ
تیرے ساتھ ہے سو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت
جنید نے اللہ تعالیٰ کے مکان کو عرش کے ساتھ خاص نہیں
کیا اور نہ ایک جہت کے ساتھ دوسری جہت کو چھوڑ کر خاص
کیا خوب سمجھ لو اور استوا علی العرش یا تو متشابہ ہوگا یا ماول علی
اختلاف المسلکین اور حدیث میں لفظ مکان کا اطلاق آیا ہے جیسا کہ فرمایا
اونچا ہوا میرے مکان کی بلندی کی قول اللہ تعالیٰ کا داخل ہو تم تسلیم میں پورے پورے
جانو کہ تسلیم تصوف میں یہ ہے کہ نفس صفات ذمیمہ اور دنیا و آخرت
سے مر جاوے باوجودیکہ وہ زندہ اور باقی رہے۔

لایتحرک ولایسکن الا للہ تعالیٰ وما هو
خلاف ذلک لیس بسلم لان الخصومة
قائمة بقدر مالم تمت وشرطنا ان یکون
ذلک السلم حال حیوتہ لان هذا خطاب
الاحیاء فی الدنیا باقامة التکالیف
دون اهل المقابر قولہ تعالیٰ واللہ یقبض
ویبسط یقبض احباءه عن کل ما سواه
ویبسطهم الیه وهو الجذبة فافهم یعنی
ان الاٰیة بعموم لفظها یشمل هذا القبض
والبسط کما انها تشمل قبض الواردات
وبسطها ایضاً قولہ تعالیٰ قال بلیٰ ولکن
لیطمئن قلبی وهذا دلیل علی ان الایمان
یزید فیصیر طمانینة وهو الذی یسمیه
الصوفیة یقینا ثم تلک الزیادة یکون
بالرؤیة والوجدان وهذه الاٰیة دالة
علی ان الایمان مع الشک ای عدم
حصول الاطمینان کائن ولا ینفیه الشک
وذلک فی قولہ تعالیٰ فان کنت فی شک
مما انزلنا الیک الاٰیة وفی قولہ علیه السلام
نحن احق بالشک من ابراهیم قلت وهو
احسن تفاسیر الشک سورۃ اٰل عمران قولہ تعالیٰ
ویحذرکم اللہ نفسه وهذه الاٰیة وامثالها
دالة ظاهرة علی صدق مقالة المشائخ
حیث قالوا ان العارف لایخاف الا ذاته تعالیٰ
ولایخاف عذاب النار ولا فوات نعیم الجنة
ولا الدنیا بجمیع ما فیها ویدل علی مثل ذلک
ایضاً قول النبی صلی اللہ علیه وسلم اللهم انی

حرکت کرے تو اللہ ہی کے لئے ساکن ہو تو اللہ ہی کے لئے
اور جو اس کے خلاف ہو وہ تسلیم نہیں کیونکہ جتنی کسر نفس کے
مرنے میں ہے۔ اتنی ہی منازعت باقی ہے (پس لامحالہ تسلیم کے
خلاف ہے) اور ہم نے اس سلم کے لئے حالت حیات میں ہونے کی
شرط اس لئے کی کہ یہ خطاب احکام تکلیفی کے قائم رکھنے کا
ان لوگوں کو ہے جو دنیا میں زندہ ہیں اہل قبور کو نہیں قول اللہ
تعالےٰ کا اور اللہ تعالےٰ سمیٹ لیتا ہے اور پھیلا دیتا ہے اپنے
دوستوں کو ان سے ماسوی اللہ کو چھڑا کر سمیٹ لیتا ہے اور اپنی
کشادگی (راہ کی) عنایت فرماتا ہے اور یہی جذبہ کہلاتا ہے سو
خوب سمجھ لو (یعنی آیت اپنے عموم الفاظ سے اس قبض و بسط کو
شامل ہے جسطرح یہ آیت قبض و بسط واردات کو بھی شامل ہے قول
اللہ تعالےٰ عرض کیا ابراہیم علیہ السلام نے) کہ میں ایمان کیوں
درکھتا ولیکن (مشاہدہ احیاء کی) اس لئے درخواست کرتا
ہوں تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جاوے یہ آیت اس بات پر
دلیل ہے کہ ایمان بڑھتا ہے بڑھتے بڑھتے اطمینان بن جاتا ہے
اور یہ وہی چیز ہے جسکو صوفیہ یقین سے تعبیر کرتے ہیں پھر
یہ زیادتی کبھی رویت سے اور کبھی وجدان سے حاصل ہوتی
ہے اور یہ آیت دال ہے اس پر کہ ایمان شک کیساتھ (یعنی عدم حصول
اطمینان کے ساتھ) جمع ہو جاتا ہے اور شک (بالمعنی المذکور) سے
اسکی نفی نہیں ہوتی اور یہی معنی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول
میں تو اگر آپ کو اس چیز میں جسکو ہم نے آپ پر اتارا ہے کچھ شک
ہو (آخر آیت تک) اور اسیطرح قول نبی علیہ السلام میں بھی کہ ہم شک
کرنیکے زیادہ مستحق ہیں بہ نسبت ابراہیم علیہ السلام کے میں کہتا ہوں
کہ شک کی تفسیروں میں یہ تفسیر سب سے اچھی ہے سورۃ آل عمران میں
قول اللہ تعالےٰ کا اور اللہ تعالےٰ تمکو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور یہ آیتیں اور جو ان کے
مانند ہیں مشائخ کے اس مقولہ کے صدق پر کھلی دلالت کر رہی ہیں جو ان
حضرات نے فرمایا ہے کہ عارف بجز ذات خدائے برتر کے کسی چیز سے

اعوذ بك منك قوله تعالى والى الله
المصير يعنى الى الله نفسه وذاته مصير
كل بر وفاجر وكل قريب وبعيد فاما الفاجر
فمسيره السعير المسعر بسعير الغضب
المسعر بحطب السخط والانتقام والمقت
من الحق تعالى وكل ذلك صفات الله تعالى
واما مسير الابرار الى الله تعالى فى دار السلام
والى الدرجات العلى قوله تعالى قل ان كنتم
تحبون الله المحبة اصلها الارادة فتنمو
وتزداد الى ان تصير محبة ثم لا تزال تزداد
حتى تكمل اما الشوق والعشق فهى محبة
ملتهبة والالتهاب انما يحصل عند ازدياد المحبة
مع فقد الوصال فان حصل الوصال زال الالتهاب
ولا يزال يزداد لمن يزداد حتى يكمل
واذا كمل مع الوصال فهو الرضوان وليس
الشوق والالتهاب ان يكون المحبة كاملة
بل ربما يكون ناقصة ومع هذا يلتهب
التهابا مع فقد الوصال فافهم قوله
تعالى انى نذرت لك ما فى بطنى محررا يعنى
عبدا خالصا عن كل شئ سوى عبوديتك
يقال طين حر اى خالص صاف والحرية
اعلى مقامات الاولياء فى العبودية وغلط
اهل الاباحة ظنوا بذلك حرية النفس
عن عبودية الحق بارتفاع التكاليف عنه
هذا باطل تلقوها من الشهوة والهوى
فان الحرية كمال العبودية صفاء وخلوصا
قوله تعالى قال يمريم انى لك هذا الاية كان

پناہ مانگتا ہوں آپ سے قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے
یعنی اللہ کی ذات کی طرف ہر نیکوکار اور ہر بدکردار اور ہر قرب والے
اور ہر بعد والے کا لوٹنا ہے سو بدکردار کا لوٹنا تو دوزخ کی طرف
ہوگا جو غضب کی لکڑیوں سے روشن کی گئی ہے اور حق تعالیٰ کے غصہ
اور انتقام اور ناخوشی کے ایندھن سے بھڑکائی گئی ہے اور یہ سب
اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں اور نیکوکاروں کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف دارالسلام
میں اور بلند درجوں کی طرف ہوگا۔ قول اللہ تعالیٰ کا آپ فرما دیجئے
کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو محبت کی بنیاد ارادہ ہے پھر وہ ترقی
کرتا رہتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے یہانتک کہ محبت ہوجاتا ہے پھر محبت بڑھتی
رہتی ہے حتیٰ کہ کامل ہوجاتی ہے لیکن شوق اور عشق سو وہ محبت مشتعل کو کہتے ہیں
اور اشتعال اسوقت ہوتا ہے جب محبت ترقی پر ہو اور وصال مفقود ہو پھر اگر
وصال حاصل ہوگیا تو اشتعال جاتا رہتا ہے اور وہ محبت ہمیشہ بڑھتی رہتی
ہے جسکی بڑھتی ہو یہانتک کہ کمال کو پہنچ جاتی ہے اور جب محبت وصال
کیساتھ کامل ہوجاتی ہے تو اس کا نام رضا ہے اور شوق اور اشتعال کیلئے
کمال محبت لازم نہیں بلکہ بسا اوقات محبت ناقص ہوتی ہے اور
باوجود اسکے وصال مفقود ہونیکی وجہ سے اسمیں سخت اشتعال سوزش
ہوتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں نے اسکو
تیرے نام پر خالص کردینے کی نذر کی یعنی بجز آپکی بندگی کے اور سب
چیزوں سے اس کو خالص کردیا چنانچہ کہا جاتا ہے طین حر یعنی خالص اور
صاف مٹی اور حریت اولیاء اللہ کے اعلیٰ مقامات عبودیت سے
ہے اور اہل اباحت نے غلطی کی کہ اس سے یہ سمجھ گئے کہ تکالیف
شرعی مرتفع ہوکر نفس خدا کی بندگی سے آزاد ہوجاوے اور
یہ محض باطل ہے جس کو انہوں نے محض شہوت اور خواہش
نفسانی کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ حریت تو یہ ہے کہ بندگی
میں اعلیٰ درجہ کی صفائی اور خلوص ہوجاوے قول اللہ تعالیٰ کا
فرمایا زکریا علیہ السلام نے یہ کہاں سے تم کو ملا آخر
آیت تک یہ

ذلك الرزق فاكهة لمريم صلوات الله عليها
ولم تكن نبية فدل على ان ذلك كرامة لها
وليس معجزة لزكريا النبی علیه السلام لان
زكريا لم يعلم بذلك وتعجب ولم تقل معجزتك
قوله تعالى حاكيا وابرئ الاكمه والابرص
واحی الموتی باذن الله وهذا يدل على صحة
ما قال المشائخ ان العبد يتخلق باخلاق الله
اضاف ابراء الاكمه والابرص احياء الموتی
الى عيسى عليه السلام وقيد باذن الله وهذا
عند مشائخ الصوفية غير محال ان يقدر
الله من شاء من عباده على ذلك قوله
تعالى لا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من
دون الله هذه الاية دالة على بطلان قول
الحلولية من الصوفية يقولون ان الانسان
انما هم العالم العامل هو الرب القائم
فی شخص الانسان اذا يری شيئا فانما يری
الرب بالرب ويسمع الرب بالرب ويعلم الرب
بالرب وهنا اثبت الوحدانية ومن قال
بالحلول قال باكثر من واحد قوله تعالى
ولكن كونوا ربانيين ای كونوا متخلقين
باخلاق ربكم مبصرين ببصائر قلوبكم
والربانی منسوب الى الرب تعالى بالعبودية
له فكون العبد ربا مستحيل وكونه ربانيا
مطلوب جميل قوله تعالى ولا يامركم ان
تتخذوا الملئكة والنبيين اربابا المشائخ
قالوا ان اتخاذ الملئكة اربابا هو ذكرهم
بالقلب التفات اليهم بخاطر القلب

رزق مریم علیہا السلام کے لئے ایک میوہ تھا اور آپ پیغمبر نہ تھیں
سو اس سے ثابت ہوا کہ یہ آپکی کرامت تھی اور زکریا علیہ السلام کا
معجزہ نہ تھا کیونکہ اول تو زکریا علیہ السلام کو اسکی خبر نہیں ہوئی
اور آپنے تعجب ظاہر فرمایا دوسرے مریم علیہا السلام نے یہ نہ
جواب دیا کہ یہ آپکا معجزہ ہے قول اللہ تعالیٰ کا بطور حکایت کے
عیسیٰ علیہ السلام سے اور میں خدا کے حکم سے اچھا کردیتا ہوں مادرزاد
اندھا اور جذامی کو اور زندہ کردیتا ہوں مردوں کو یہ مضمون مشائخ
صوفیہ کے اُس قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے کہ بندہ اخلاق خداوندی
سے متصف ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے مادرزاد اندھے اور جذامی کے اچھا
کرنے اور مردوں کے زندہ کرنیکو عیسیٰ علیہ السلام کیطرف منسوب فرمایا اور باذن
الٰہی کی قید لگا دی اور یہ مشائخ صوفیہ کے نزدیک محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ
اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے اُسپر قادر کر دے قول اللہ تعالیٰ کا ہم خدا
کو چھوڑکر باہم ایک دوسرے کو رب نہ بناویں یہ آیت اُن لوگوں
کے قول کے بطلان پر دلالت کرتی ہے جو صوفیہ میں سے حلول کے
قائل ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان سمجھدار باعلم وعمل رب جو انسان کی
صورت میں قائم ہے جب وہ کسی چیز کو دیکھتا ہے تو گویا رب بذریعہ رب کے
دیکھتا ہے اور رب بذریعہ رب کے سنتا ہے اور رب بذریعہ رب
کے علم رکھتا ہے حالانکہ اس مقام پر وحدانیت کو ثابت فرمایا ہے اور جو
لوگ حلول کے قائل ہیں وہ واحد سے زیادہ کے قائل ہیں پس ان کا
قول منافی آیت کے ہوا، قول اللہ تعالیٰ کا ولیکن ہو جاؤ تم رب والے
یعنی تم اپنے پروردگار کے اخلاق کے ساتھ متصف ہو جاؤ اپنے قلوب
کی بصیرت سے مبصر ہو جاؤ اور ربانی منسوب ہے رب برتر کی طرف
بندگی کے طور پر تو بندہ کا رب ہونا محال ہے اور اُس کا ربانی ہونا
امر مطلوب و خوبی ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور نہ وہ تمکو یہ حکم دیتا ہے
کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو مشائخ نے فرمایا ہے کہ
فرشتوں کو رب بنانا یہ ہے کہ اُن کا دل سے ذکر کرے
اور اُن کی طرف خطرہ قلبی۔

عن خطرات السر قال ابن عطاء ایاك
ان تلاحظ مخلوقا وانت تجد الی ملاحظة
الحق سبیلا قال الواسطی فی هذه الآیة
لا یخطرن باسرارکم تعظیمهم ولا الفکر
فی صفاتهم قلت المراد ملاحظة مقصودة
والا فملاحظة الخلق بالشفقة والرحمة
او من حیث ان الله تعالی اوجب الایمان
بالنبیین والملئکة فمطلوب فی الشرع

قوله تعالی الذین یذکرون الله قیاما
وقعودا وعلی جنوبهم یعنی یذکرون الله
فی جمیع الاحوال دائما لان احوال
الناس لا یخرج من هذه الاحوال الثلثة
وهو القیام والقعود والاضطجاع ثم لابد
للانسان من النوم والاکل والشرب فعلم
ان المراد منه الذکر بالروح والقلب فانه
یمکن فی الاحوال کلها او ای هو اعظم فرد
من المراد لا انه ینحصر فیه المراد سورة النساء

قوله تعالی ولا تؤتوا السفهاء اموالکم
قال السفیه عند المشائخ هو النفس ای
لا تتصرفوا فی اموالکم الا علی خلاف النفس
والهوی فان مال النفس الی البذل رای
مما فیه احتمال لحظ النفس فامسك وان
مال الی الامساك فابذل ولا تتبع النفس
فی هواها ولا تلتفت الیه الا زجرا ورغما
ولا تشاورها فانه سفیه وشاور العقل والدین
واعمل ما یامرانك والمقصود من هذا
التقدیر اشتراك الحکم باشتراك العلة

اور خطرات سر دی سے التفات کرے ابن عطاء نے فرمایا ہے کہ
مخلوق کی طرف التفات کرنے سے بچے رہو جبکہ التفات الی الحق کے
اسباب میسر ہیں واسطیؒ نے اس آیت میں فرمایا کہ تمہارے باطن
میں ان کی تعظیم کا خطرہ نہ واقع ہو اور نہ ان کے اوصاف میں غور کرنے کا
خطرہ واقع ہو میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ مقصودیت کے طور پر یہ
التفات نہ ہو ورنہ شفقت او رحمت کے ساتھ خلق کی طرف التفات کرنا
یا اس اعتبار سے کہ اللہ تعالی نے نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ ایمان
لانے کو واجب کیا ہے خود شریعت میں مطلوب ہے قول اللہ تعالی کا
وہ اہل عقل ایسے ہیں کہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے لیٹے یعنی اللہ کا
ذکر سب حالتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کیا کرتے ہیں کیونکہ آدمیوں کے حالات ان
احوال ثلثہ سے باہر نہیں ہوتے اور وہ کھڑا ہونا ہے اور بیٹھنا
ہے اور لیٹنا ہے پھر انسان کے لئے سونا اور کھانا اور پینا بھی ضرور
ہے تو معلوم ہوا کہ مراد اس سے ذکر روحی اور قلبی ہے کیونکہ وہ جمیع
احوال میں ممکن ہے یعنی وہ مراد کی فرد اعظم ہے نہ یہ کہ مراد اسی میں
منحصر ہی سورہ نساء قول اللہ تعالی کا او تم بیوقوفوں کو اپنا مال مت
دو بیوقوف کا مصداق مشائخ کے نزدیک نفس ہے یعنی اپنے مالوں میں
وہی تصرف کرو جو نفس اور خواہش کے خلاف ہو تو اگر نفس خرچ
کرنے کی طرف مائل ہو یعنی جس خرچ میں کچھ احتمال
حظ نفس کا ہو تو رک جاؤ اور اگر بخل کی طرف مائل ہو تو خرچ
کرو اور نفس کا اتباع اس کی خواہش میں مت
کرو اور نہ اس کی طرف بجز اس پر زجر و توبیخ رکھنے
کے التفات کرو اور نہ اس سے مشورہ لو کیونکہ وہ
بیوقوف ہے اور عقل و دین سے مشورہ لو اور جو
کچھ یہ دونوں کہیں اس پر عمل کرو مقصود
اس تقریر سے سفہا اور نفس میں حکم کا مشترک
ہونا ہے بوجہ اشتراک علت۔

فی السفهاء والنفس لا تفسیر السفهاء
بالنفوس فافهم. قوله تعالیٰ ومن یخرج
من بیته مهاجرا الی الله ورسوله ثم یدرکه
الموت فقد وقع اجره علی الله قوله تعالیٰ
من بیته ای مما سکن الیه قلبه من اشیاء
الدنیا کالنفس والهوی والشهوات مهاجرا
عن کل ما سوی الله تعالیٰ وسوی رسوله صلی الله
علیه وسلم فلو مات قبل التمکن فقد وقع اجره
علی الله لزم الله تعالیٰ اتمام نیته وایصاله
الی مقصوده وهو الله تعالیٰ والمقصود قیاس
هجرة علی هجرة وتسمیة المرید مهاجرا ورد
فی الحدیث والمهاجر من هجر ما نهی الله عنه
ورسوله قوله تعالیٰ ومن احسن دینا ممن
اسلم وجهه ای نفسه ذاته وصفاته وشخصه
وجوارحه کله لله خالصا مخلصا ویجعل کل
اعماله لله علی وفق رضاء الله قوله تعالیٰ واتخذ
الله ابراهیم خلیلا هو المحب المختص ببعض
الامور الشریفة العظیمة من حبیبه فعلی هذا
کان کل خلیل حبیبا ولم یکن کل حبیب خلیلا
وعلی هذا کل انبیاء الله تعالیٰ اخلاء ه تعالیٰ
وهکذا سائر الاولیاء والعرفاء وفائدة
تخصیصه بهذا الذکر انه لم یکن لله تعالیٰ
خلیل (بهذه المثابة) فی زمانه غیره
سورة المائدة قوله تعالیٰ یهدی به الله
من اتبع رضوانه سبل السلام والسبل جمع
السبیل وقالوا لسبیل الی الله تعالیٰ کثیرة
لا تحصی وهذه الآیة تدل علی صحة قولهم

کے نہ سفہار کی تفسیر کرنا نفوس کے ساتھ خوب سمجھ لو
قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول
کیواسطے ہجرت کرنیکی غرض سے نکلے پھر اس کو موت آ دباوے
تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہوگیا یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے
گھر سے یعنی اُن اشیاء دنیویہ سے جن کے ساتھ اسکو دلچسپی ہو جیسے
نفس اور خواہش اور شہوات اور مہاجر سے مراد یہ کہ جو چیز اللہ
تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا ہو اسکو چھوڑنیوالا
ہو تو ایسا شخص اگر قبل حصول مراد کے مرگیا تو اس کا اجر اللہ کے
ذمہ ثابت رہیگا اُس کی نیت کو پورا کرنا اور اس کو مقصود تک
کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے پہونچا دینا اللہ کے ذمہ ہوگا۔ اور مقصود آیت
کی تفسیر نہیں ہے بلکہ ایک ہجرت کا دوسری ہجرت پر قیاس کرنا ہے
اور مرید کو مہاجر فرمانا خود حدیث میں وارد ہے کہ بڑا مہاجر وہ شخص ہے
جو اُس کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے
منع فرمایا ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور اُس سے زیادہ اچھا دین میں کون
شخص ہے جو اپنے رخ کو مطیع کر دے یعنی اپنے نفس کو اور اپنی ذات
کو اور اپنی صفات کو اور اپنے جسم کو اور اپنے اعضا کو سب کو اللہ تعالیٰ
کے لئے خالص مخلص کر دے اور اپنے سب کاموں کو اللہ کے لئے
اُسکی رضامندی کے موافق کر دے قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ نے
ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنا لیا خلیل وہ محب ہے جو محبوب کی جانب
سے بعض معاملات شریفہ عظیمہ کے ساتھ مخصوص ہو تو اس بنا پر
ہر خلیل حبیب ہے اور ہر حبیب خلیل نہیں اور اس بنا پر اللہ تعالیٰ
کے سب نبی اُسکے خلیل ہیں اور اسیطرح تمام اولیاء اور عارفین بھی
اور فائدہ ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص ذکری کا یہ ہے کہ آپ کے
زمانہ میں کوئی دوسرا اس مرتبہ کا اللہ کا خلیل نہ تھا سورہ مائدہ قول اللہ
تعالیٰ کا اللہ تعالیٰ اس قرآن سے اُس شخص کو سلامتی کے رستے دکھلاتا
ہے جو اسکی رضامندی کا اتباع کرے سبل جمع ہے سبیل کی اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ رستے
اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے بہت ہیں جنکا شمار نہیں اور یہ آیت انکے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے

(ای الی المسئلة المعروفة الان بعنوان ان
طرق الوصول الی الله بعدد انفاس الخلائق
هذه کلها ترجع الی طریق واحد مستقیم
فاما ما لم یرجع الیه فقال تعالی فیه ولا
تتبعوا السبل قوله تعالی وعلی الله فتوکلوا
وهو من مقامات السالکین قوله تعالی
وابتغوا الیه الوسیلة قال بعضهم الوسیلة
فی الاحیاء الشیخ (ای هو داخل فی عمومها)
وجاهدوا فی سبیله ای فی سبیل الله هذا
امر بمجاهدة الصوفیة (ای ان الایة عامة)
قوله تعالی ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا
عن مذاق التصوف لا تشتروا بکرامات
وفراساتی التی ذکرت منکم بها اوانی کرمتکم
بها تقویة لکم علی سیرکم وارتقائکم لا لوصولکم
الی الدنیا (مالا وجاها) قوله تعالی لکل
جعلنا منکم شرعة ومنهاجا تدل علی
ما تقدم من قوله تعالی یهدی به الله من اتبع
رضوانه سبل السلام (ای بطریق اثبات
بالنظیر لا بطریق ادخال الجزئی فی الکلی
لان هذه الشرعة والمنهاج منها ما قد نسخ)
قوله تعالی یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک
من ربک ولا تبلغ ما خصصناک به من
الکشف والمشاهدة فانهم لا یطیقون حمله
وهذا دلیل علی صحة ما یقول المشائخ لا ینبغی
ان یحکی واقعاته للناس فان مست الضرورة
یحکی علی الشیخ فحسب علی قوله تعالی حکایة
عن اسرائیل لا تقصص رؤیاک علی اخوتک

یعنی اُس مسئلہ پر جو اب اس عنوان سے مشہور ہے کہ طرق وصول الی اللہ
کے باندازہ انفاس خلائق ہیں اور ان سب طریقوں کا مرجع ایک ہی
مستقیم طریق ہے اور جس طریقہ کا مرجع یہ مستقیم طریق نہ ہو اس کی شان
میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دوسرے رستوں کا اتباع مت کرو
قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ ہی پر توکل کرو یہ منجملہ مقامات سالکین کے
ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور تم تلاش کرو اللہ کی طرف ذریعہ بعض
مشائخ نے فرمایا ہے کہ زندوں میں ذریعہ شیخ ہے (یعنی وہ اُس کے
عموم میں داخل ہے) اور اسکے رستے میں مجاہدہ کرو (یعنی اللہ کے رستے میں
یہ صوفیہ کے مجاہدہ کا حکم ہے (یعنی آیت اُس کو بھی عام ہے) قول اللہ
تعالیٰ کا اور مت خریدو میری آیتوں کے عوض میں متاع قلیل کو مذاق
تصوف پر یہ معنی ہیں نہ خریدو متاع قلیل میری اُن کراستوں اور
فراستوں کے عوض میں جو کہ تم سے مشہور ہوئیں حالانکہ میں نے تم کو
نہ اسلئے کہ اسکے ذریعہ سے تم دنیا کا مال وجاہ وصول کرو قول اللہ تعالیٰ
کا تم میں سے ہر ایک کیلئے ہمنے ایک شرع اور ایک طریق مقرر کیا یہ
آیت ما تقدم پر دلالت کرتی ہے یعنی اُس آیت کے مضمون پر یہدی
بہ اللہ من اتبع الخ یعنی بطریق اثبات ایک نظیر کے دوسری نظیر سے نہ بطریق
داخل کرنے جزئی کے تحت میں کلی کے کیونکہ اس شرع اور طریق میں بعضے
منسوخ ہیں قول اللہ تعالیٰ کا اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ آپ پر آپ کے
پروردگار کی طرف سے اُتارا گیا ہے یعنی اُس کشف ومشاہدہ
کو نہ پہونچایئے جس کے ساتھ ہمنے آپ کو خاص کیا ہے (اور
تبلیغ کا امر نہیں کیا) کیونکہ یہ لوگ اُس کے برداشت کی قوت
نہیں رکھتے ہیں اور یہ مضمون مشائخ کے اُس مقولہ کی صحت پر
دال ہے کہ مناسب نہیں کہ اپنے واقعات لوگوں سے بیان کرے
اور اگر ضرورت پڑے تو شیخ سے کہے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد
اس پر کافی دلیل ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام سے نقل
فرمایا ہے کہ اے میرے بیٹے تم اپنے خواب کو اپنے
بھائیوں سے مت بیان کرنا۔

قوله تعالیٰ لیس علی الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصّٰلحٰت ثم اتقوا وامنوا ثم اتقوا واحسنوا فالله اثبت الایمان علی ثلث درجات فی هٰذه الاٰیة ثم جعل الدرجة الرابعة احسانا قوله تعالیٰ لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم ان السؤال عن الاولیاء والعرفاء (عما یختص بهم ولا یضطر الیه) سبب لفتنة زائدة فانه یجیب وقت الحالة وربما لا یوافقکم الجواب وتکذیب الولی وان لم یکن کفرا فهو عظیم ایضا (قلت هٰذا قیاس علی سؤال باشتراک العلة)

سورة الانعام قوله تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین - نهی عن القعود مع الظّٰلمین من غیر فصل بین ظالم وفاسق وکافر لان الظالم یشملهم قوله تعالیٰ فلما جن علیه الیل الیٰ قوله وما انا من المشرکین هٰذه یکون مبادی مشاهدات العرفاء من رؤیة الانوار) فهٰذه الاٰیة دلالة علی ان السالک فی طریق الله تعالیٰ ینبغی ان یکون عاقلا کیسا ذکا ناظرا مستدلا غیر غافل عما یجوز علی الله وعما لا یجوز علی الله فی ذاته وصفاته قوله تعالیٰ واجتبینٰهم وهدینٰهم ای جذبنٰهم الینا من غیر السیر فی الطریقة والتصفیة بالمجاهدة وهدینا الیٰ صراط مستقیم لیجهدوا فینا ویرتاضوا فی طریقنا قوله تعالیٰ اولٰئک الذین

قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اُن لوگوں کو اُس میں کچھ گناہ نہیں جو انہوں نے کھا لیا بشرطیکہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں اور نیک عمل کریں اور پھر ڈرتے رہیں اور ایمان پر رہیں پھر ڈرتے رہیں اور احسان یعنی اخلاص اختیار کریں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان کے تین درجے قائم کئے پھر چوتھے درجے کو احسان قرار دیا جو عبادت ہی تصوف سے قول اللہ تعالیٰ کا اور ایسی چیزوں سے سوال مت کرو کہ اگر تم سے بیان کی جاویں تو تمکو ناگوار ہو اولیاء اور عارفین سے ایسی چیز کا جو انکے ساتھ خاص ہو اور اُس کے پوچھنے کی شدید ضرورت بھی نہیں سوال کرنا بڑے فتنہ کا سبب ہے کیونکہ غلبہ حالت کے وقت ضرور جواب دینگے اور بسا اوقات وہ جواب تمہاری فہم کے موافق نہو گا اور تکذیب ولی کی اگرچہ کفر نہیں ہے پھر بھی خطرناک امر ہے (میں کہتا ہوں کہ یہ قیاس ہے کہ ایک سوال کا دوسرے سوال پر بوجہ اشتراک علت کے)

سورۂ انعام قول اللہ تعالیٰ کا سو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ اس میں ظالم کی مجالست سے ممانعت فرمائی بدون فرق کے ظالم اور فاسق اور کافر میں کیونکہ ظالم سب کو شامل ہے دلیل ملائی صحبت بد سے بچنا ثابت ہوا۔ قول اللہ تعالیٰ کا پھر جب انکو یعنی ابراہیم علیہ السلام کو رات نے ڈھانک لیا اُن کے اس قول تک اور میں شرک کرنیوالوں سے نہیں ہوں اور یہ مشاہدات عارفین کی ابتدائی چیزیں ہیں (یعنی انوار دیکھنا بعض احوال میں) تو یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ سالک راہ حق کو چاہئے کہ عاقل ہو دانا ہو بڑا سمجھدار ہو صاحب نظر و فکر ہو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں جو اعتقاد جائز ہے اور جو جائز نہیں اُس سے غافل نہو قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے اُن کو کھینچ لیا اور اُن کو رستہ بتایا یعنی ہم نے انکو اپنی طرف کھینچ لیا اور سیدھے رستہ کی ہدایت فرمائی تاکہ ہمارے لئے مجاہدہ کریں اور راستہ میں ریاضت کریں قول اللہ تعالیٰ کا یہ ایسے حضرات ہیں

هدى الله فبهدىهم اقتده فی هذه الآیة دلالة ظاهرة على ان المرید لابد له من شیخ یقتدی به قوله تعالى ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا او قال اوحی الی ولم یوحی الیه شیء عام فی كل مدع كذاب سواء یدعی النبوة او الولایة كیف ما كان مهما كان كاذبا دخل تحت هذه الآیة قوله تعالى فمن یرد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام وهو تسلیم النفس و القلب بالدنیا والآخرة وما فیهما كلها الی الله تعالى واختیار الله وحده ویشرح صدره ای یجعل قلبه اسعا حتى یسع الخروج ما اسلم ونزول ما اختار وسئل النبی صلى الله علیه وسلم عن ذلك قال نور یقذف فی القلب فیشرح به سورة الاعراف قل امر ربی بالقسط ای بالعدل وهو ان لا تمیل الى شیء سوى الله تعالى قوله تعالى وادعوه مخلصین له الدین قال بعض المشائخ الاخلاص نسیان رویة الخلق لدوام النظر الى الخالق قوله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا ای خذوا من الدنیا ستر العورة وسد الجوعة فحسب الا ان یوذیك الحر والبرد فالبسوا ما یدفع الحر والبرد ولا تزیدوا على ذلك تنعما من لین اللباس وطیب الطعام ولا تجملا ولا فخارا على الفقراء فانه المسراف قوله تعالى والبلد الطیب یخرج نباته باذن ربه فالبلد الطیب یدخل فی عمومه نفس المومن وفیه بیان لظهور ما فیه استعداده بالذكر والطاعة قوله تعالى فاذكروا آلاء الله لعلكم تفلحون

اللہ تعالیٰ نے اُنکو ہدایت فرمائی ہے تو آپ اُن کے طریقہ کی پیروی کیجیئے اس آیت میں اس بات پر کھلی ہوئی دلالت ہے کہ مرید کیلئے ایک شیخ ایسا ہونا ضرور ہے جسکی وہ پیروی کرے قول اللہ تعالیٰ کا اُس شخص سے زیادہ ظلم کرنیوالا کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کی تہمت لگائے یا یہ کہے کہ میرے پاس وحی آئی ہے حالانکہ اُس کی طرف وحی نہیں بھیجی گئی ہے یہ ہر جھوٹے مدعی کو عام ہے خواہ نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی قسم کی ولایت کا جب جھوٹا ہوگا تو اس آیت میں داخل ہوگا قول اللہ تعالیٰ کا سو جس شخص کیلئے اللہ چاہتا ہے کہ اُسکو ہدایت کرے اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے ہدایت یہ ہے کہ نفس و قلب اور دنیا اور آخرت کو اور جو اُنکے درمیان میں ہے سب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور صرف اللہ ہی کو اختیار کرلے اور کھول دیتا ہے اُسکے سینہ کو یعنی اُسکے قلب کو وسیع کر دیتا ہے یہاں تک کہ جس چیز کو ترک اور سپرد کیا ہے اُسکے نکل جانیکی اور جس چیز کو اختیار کیا ہے اُسکے آجانیکی اُسمیں گنجائش ہو جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا آپنے فرمایا کہ وہ ایک نور ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے پھر وہ اسکی وجہ سے کشادہ ہو جاتا ہے سورۂ اعراف آپ کہدیجئے کہ میرے ربنے مجھکو عدل کا حکم کیا ہے اور عدل یہ ہے کہ تو کسی چیز کی طرف بجز اللہ کے مائل نہو۔ قول اللہ تعالیٰ کا اور اُسکی عبادت کرو اُسکیلئے دین کو خالص کرکے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق پر علی الدوام نظر رکھنے کی وجہ سے خلق پر نظر کرنیکو فراموش کردے قول اللہ تعالیٰ کا کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی مت کرو یعنی دنیا سے بقدر ستر ڈھکنے کے اور بھوک روکنے کے لو اور بس مگر یہ کہ تمکو گرمی سردی تکلیف دے تو اتنا اور پہن لو جو گرمی اور سردی دفع کردے اور اس سے زیادتی مت کرو تنعم کے طور پر جیسے نرم لباس اور خوش خوراکی اور نہ آرائش کے طور پر اور نہ غریبوں کے مقابلہ میں تفاخر کے طور کیونکہ یہ اسراف ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور پاکیزہ شہر سے اُسکی کھیتی نکلتی ہے خدا کے حکم سے تو پاکیزہ شہر کے عموم میں داخل ہے نفس مومن اور اس آیت میں نفس مومن کے اندر جو استعداد ذکر و طاعۃ کی ہے اُس کے ظہور کا بیان ہے قول اللہ تعالیٰ کا سو یاد کرو تم اللہ کی نعمتوں کی تاکہ تم کو فلاح ہو۔

امرهم بذكر آلاء الله لكي يؤدي الى محبة
الله فان القلوب مجبولة على حب من احسن
اليها وهو نوع من المراقبة) قوله تعالى وما
ارسلنا في قرية من نبي الا اخذنا اهلها
بالباساء والضراء لعلهم يضرعون فالله
تعالى يدعو عباده الى بابه لطفا فان ا
بوا فعنفا قوله تعالى فتم ميقات ربه اربعين
ليلة وقال عليه السلام من اخلص لله تعالى
اربعين يوما فطريقهم ماخوذ من هذه الآية
والحديث قوله تعالى ساصرف عن آياتي الذين
يتكبرون في الارض بغير الحق اي عن كراماتي
ومشاهداتي الذين يتكبرون على عباد الله
الفقراء والضعفاء والاولياء وهذه الآية
دالة على كون المتكبرين بغير حق محجوبين
عن الاولياء والعرفاء ويدل ايضا على ان التكبر
نوعان بحق وبغير حق فالتكبر بالحق هو تكبر
الفقراء على الاغنياء والضعفاء على الاقوياء
والمؤمنين على الكافرين قال الله تعالى اذلة
على المؤمنين اعزة على الكافرين قوله تعالى
فرجع موسى الى قومه غضبان وذلك دلالة
على جواز ان يغضب الشيخ المربي على مريده
قوله تعالى واتل عليهم نبأ الذي آتيناه آياتنا
اي الكرامات منا فانسلخ منها اعلم ان
الانسلاخ نوعان انسلاخ من خير الى شر
وانسلاخ من شر الى خير وذلك هي تبدل
هذه الصفات وهي الحقد والحسد والكبر
بها بصفات حميدة وهو الفناء واما

اللہ تعالیٰ نے انکو نعمتوں کے یاد کرنیکا امر کیا ہے تاکہ یاد کرنا محبت
الٰہی کا سبب بنجائے کیونکہ اپنے محسن کی محبت قلوب کا امر طبعی ہے اور یہ ایک
قسم کا مراقبہ ہے) قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے کسی بستی میں نبی نہیں بھیجا مگر
اسکے رہنے والونکو سختی اور مصیبت کے ساتھ پکڑا تاکہ وہ عاجزی کریں
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی درگاہ کی طرف لطف سے بلاتا ہے پھر اگر وہ
انکار کرتے ہیں تو سختی سے بلاتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا پھر موسیٰ علیہ السلام
نے اپنے رب کی مدت مقررہ پوری کردی چالیس رات اور فرمایا نبی
علیہ السلام نے جو شخص اللہ کیلئے چالیس دن اخلاص سے عبادت کرے
تو ان حضرات کا طریقہ (چلہ نشینی) اس آیت اور حدیث سے ماخوذ ہے
قول اللہ تعالیٰ کا عنقریب میں پھیر دونگا اپنی نشانیوں سے ان لوگونکو
جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں یعنی اپنی کرامتوں اور اپنے مشاہدوں سے
اُن لوگوں کو دور رکھتا ہوں جو خدا کے بندوں یعنی فقیروں اور کمزوروں
اور ولیوں پر تکبر کرتے ہیں اور یہ آیت دال ہے ناحق تکبر کرنیوالوں کے محجوب
ہونے پر کمالات اولیا و عارفین سے اور اس پر بھی دلالت کرتی ہے
کہ تکبر دو قسم پر ہے بحق اور ناحق سو تکبر بحق غریبوں کا تکبر ہے امیروں
پر اور کمزوروں کا زورمندوں پر اور مسلمانوں کا کافروں پر فرمایا اللہ
تعالیٰ نے نرم ہیں مسلمانوں کے حق میں سخت ہیں کافروں کے حق میں
یہ ہے صورت تکبر کی) قول اللہ تعالیٰ کا اور لوٹے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم
کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے اور یہ آیت دال ہے اسپر کہ شیخ مربی کو اپنے
مرید پر غصہ کرنا جائز ہے جب کوئی داعی ہو) قول اللہ تعالیٰ کا اور
آپ ان کافروں کو اس شخص کی حکایت پڑھکر سنائیے جسکو ہم نے اپنی
نشانیاں دی تھیں یعنی کرامتیں پھر وہ اُن سے نکل بھاگا
جاننا چاہیئے کہ انسلاخ دو قسم پر ہے ایک خیر سے نکلنا شر
کی طرف اور ایک شر سے نکلنا خیر کی طرف اور یہ
دوسری قسم بدل جانا ان صفات کا یعنی کینہ اور حسد
اور تکبر اور اُن کے امثال کا صفات حمیدہ کے
ساتھ اور فنا یہی ہے۔

الانسلاخ من خير الى شر هو انعكاس البالغ الى الابتداء بالمقامات والدرجات التى لو تفى فيها فينزل عنها واذا نزل الى ابتدائه وهو مقام الايمان فربما يبقى على ذلك ومنهم من لا يبقى والعياذ بالله تعالى حتى يتسافل ومنهم من يسقط من اعلى مقاماته مرة واحدة الى اسفل السافلين كاللعين ابليس و بلعم بن باعوراء ولو شئنا لرفعنه بها الى علیین وهذا دليل على انه تعالى لم يرفعه بعد الى درجات المشاهدة (لان الواصل لا يرجع والفانى لا يرد) ولكنه اخلد الى الارض اى اختار الدنيا ورضى به فالله تعالى بين ان نزوله الى السفل انما كان بكسبه و سوء اختياره لنفسه وهذا ايضا دليل على انه كان بعد فى مقامات والكسب الطريقة (لان ما بعد الكسب ليس اختياريا فلا يقدر معه على الاخلاد اليها) وهذه الآية دالة على ان الولى لا ينبغى ان يامن ما دام حيا فى دار التكليف (و بلوغه الى ما بعد الكسب لا يعلم به يقينا فعسى لم يبلغ) قوله تعالى لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اعلم ان القلوب جمع واحدها قلب وانه يستعمل المسميات كثيرة والاقرب لے افهام العوام قلب البدن ثم قلب النفس قلب البدن ثم قلب اخر هو الطف من تلك النفس ثم فى هذا القلب العقل و الروح الذى

اور خیر سے شر کی طرف نکلنا یہ ہے کہ جو شخص مقامات اور درجات تک جنمیں وہ ترقی کر رہا ہے پہونچا ہو پھر ابتدا کی طرف لوٹ آوے اور اُن مقامات سے اُتر آوے اور جب ابتدار کی طرف سالک اُترتا ہے اور وہ مقام ہر ایمان کا تو اکثر اوقات اسی حالت پر باقی رہتا ہے اور بعضے اس پر نہیں ٹھہرتے یہاں تک کہ نعوذ باللہ اسفل السافلین، (یعنی کفر) تک گر جاتے ہیں۔ اور ان میں سے بعضے دفعتہً ہی اسفل السافلین تک گر جاتے ہیں جیسے ابلیس لعین اور بلعم بن باعوراء اور اگر ہم چاہتے تو اُس کو ان نشانیوں کے بلند کر دیتے علیین تک اور یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو درجات مشاہدہ تک ہنوز نہیں بلند کیا تھا (کیونکہ واصل راجع نہیں ہوتا اور فانی واپس نہیں ہوتا) لیکن وہ مائل ہو گیا زمین کی طرف یعنی دنیا کو اختیار کر لیا اور اُس کے ساتھ راضی ہو گیا سو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ اُس کا نیچے اُترنا اُسکے عمل اور اُسکے سوء اختیار سے تھا جو اُس نے اپنے نفس کے لئے تجویز کیا تھا اور یہ اسکی بھی دلیل ہے کہ وہ ہنوز مقامات کسب اور رستہ میں تھا (کیونکہ جو کسب کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ اختیاری نہیں تو اُس کے ساتھ زمین کی طرف مائل نہیں ہو سکتا) اور یہ آیت اس امر پر دال ہے کہ ولی کو مامون ہونا مناسب نہیں جب تک دار التکلیف میں زندہ ہے (اور ما بعد الکسب تک پہنچنا یقیناً معلوم ہو نہیں سکتا تو کیا عجب کہ ہنوز پہونچا نہ ہو) قول اللہ تعالیٰ کا اُن کے ایسے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور اُن کے ایسی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور اُن کے ایسے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں جاننا چاہیئے کہ قلوب جمع ہے اس کا واحد قلب ہے اور قلب بہت معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور قریب تر فہم عوام کے قلب بدن ہے پھر قلب بدنی میں قلب نفس ہے پھر ایک اور قلب ہے جو قلب نفس بھی سے زیادہ لطیف ہے تو وہ قلب نفس کے اندر ہے پھر اس قلب میں عقل اور روح ہے جس کو

تسمیہ سرا وھذا السر قلب القلب الذی فیہ العقل ثم العقل والسر نوران روحانیان ثم الخفی بعد ذلک سر السر وقلبہ وعینہ فانھم (معطوف علی العقل والروح) فقولہ تعالیٰ لھم قلوب لا یفقھون بھا عنی بہ القلب الذی ھو محل لسر العقل (لان قلب البدن کانوا یفقھون بہ مدرکاتہ) وقولہ ولھم اعین وقولہ لھم اذان انما اراد بذلک عیون القلب واذان القلب لانھم کانوا یسمعون ویبصرون بحواسھم الظاھرۃ اولئک کالانعام بل ھم اضل لانہ لیس للانعام والبھائم عیون واذان فی قلوبھم کما للانسان ھذہ العیون والاذان الباطنۃ ومع ذلک ضلوا فکانوا اضل من الانعام والبھائم اثبت بھذا التقریر ما قالوا بوجود اللطائف فی الانسان قولہ تعالیٰ ان ولی اللہ الذی نزل الکتب وھو یتولی الصلحین بزیادۃ التوفیق والعصمۃ والھدایۃ الی الحق ما لا یتولی غیر الصلحین بل یکلھم الی انفسھم قولہ ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون یعنی اذا مسھم الشیطان بالوسوسۃ والتشویش وارسال لستور وارخاء الحجاب علی القلب تذکروا اللہ تعالیٰ وذکروا اسمہ ثم اذا تذکروا یرد اللہ تعالیٰ عنھم ویرفع حجبہ ویبصر قلب الذاکر وان ابلغ کلمۃ الذکر فی افادۃ تصفیۃ السر انما ھو کلمۃ لا الہ الا اللہ وانہ مجرب۔

ہم سر کہتے ہیں اور یہ سر اس قلب کا قلب ہے جس میں عقل ہے پھر عقل اور سر یہ دو روحانی نور ہیں۔ پھر خفی ہے بعد اس کے جو سر السر ہے اور اسی طرح اس کا دل اور اس کی آنکھ ہے خوب سمجھ لو تو قول اللہ تعالیٰ کا ان کے ایسے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں مراد اس سے وہ قلب ہے جو محل سر و عقل ہے اسلئے کہ قلب بدن سے تو وہ اس سے مدرکات کو سمجھتے تھے اور قول اللہ تعالیٰ کا اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں اور قول اللہ تعالیٰ کا ان کے ایسے کان ہیں مراد ان سے قلب کی آنکھیں اور قلب کے کان ہیں وجہ اسکی یہ کہ وہ حواس ظاہرہ سے تو سنتے دیکھتے تھے یہ لوگ چوپایوں کے مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ بے راہ ہیں کیونکہ چوپائے اور جانوروں کے دلوں میں آنکھیں اور کان نہیں جیسا کہ انسان میں یہ آنکھ اور کان باطنی ہیں اور پھر باوجود اس کے یہ لوگ بے راہ ہوگئے تو یہ چوپایوں اور جانوروں سے بھی زیادہ بے راہ ٹھیرے اور اس تقریر سے وہ ثابت ہوگیا جس کے یہ حضرات قائل ہیں یعنی وجود لطائف کا انسان میں ہے قول اللہ تعالیٰ کا میرا تو کارساز اللہ ہی جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہی نیکوں کی کارسازی کرتا ہی زیادہ توفیق دیکر اور حفاظت فرماکر اور ہدایت الی الحق فرماکر کہ اتنی ان لوگوں کی کارسازی نہیں کرتا جو نیک نہیں بلکہ اُنکے نفوس کے حوالہ کر دیتا ہی قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ ڈرتے ہیں جب انکو کوئی گشت کرنیوالا شیطانی اثر چھو لیتا ہی تو وہ ذکر کرتے ہیں پھر وہ دفعۃً دیکھنے لگتے ہیں یعنی جب اُن کو شیطان چھوتا ہے وسوسہ ڈال کر اور پریشان کرکے اور پردے اور حجاب قلب پر ڈالکر تو وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کا نام لیتے ہیں پھر جب وہ ذکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے وہ پردے دور کر دیتا ہی اور اٹھا دیتا ہے اور قلب ذاکر کو بینا کر دیتا ہے اور کلمات ذکر میں سب سے زیادہ مفید تصفیۂ سر میں کلمۂ لا الہ الا اللہ ہی اور یہ مجرب ہے

قوله تعالى واذكر ربك في نفسك اي بقلبك
لان النفس باطن فالذكر فيه يكون باطنا
ضرورة (سورة الانفال) قوله تعالى انما المؤمنون
الذين اذا ذكر الله الى قوله رزق كريم نزلت فيما
يختص بالصوفية ويختص الصوفية به وهي
احوال القلوب (سورة التوبة) قوله تعالى
اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا اي
بالنصرة والعصمة لا بالذات لان الله تعالى
مع كل مخذول ومنصور وظالم ومظلوم بالذات
لكن الحزن انما ينفي اذا علم انه تعالى معه
بالنصرة لا بالخذلان ولان الظاهر من حال
الصديق رضي انه كان يعلم ان الله تعالى قريب
منهما اقرب من حبل الوريد انما كان خوف
حيث لم يعلم النصرة والعصمة من الله تعالى
لانه ربما ينصر وربما لا ينصر قوله تعالى قاتلوا
الذين يلونكم من الكفار يعني ابدأ بنفسك
ان كانت كافرة تسلم وتنقاد وتطمئن ثم
قاتل سائر اعدائك الهوى والشهوات والشياطين
الاقرب فالاقرب قوله تعالى لقد جاءكم رسول
من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم
بالمؤمنين رءوف رحيم هكذا يجب ان يكون
المربي في التصوف (سورة يونس) قوله تعالى
بل كذبوا بما لم يحيطوا بعلمه هذه كلمة عامة
وان نزلت بسبب تكذيبهم القران والغالب في
مجايا بني ادم ان يكفروا ويكذبوا اعلم ما لم
يعلموا ومنه قيل الناس اعداء ما جهلوا وقال
الله تعالى في سورة الاحقاف في هذا المعنى الخ

قول اللہ تعالیٰ کا اور اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کر یعنی اپنے دل سے
کیونکہ نفس باطن ہے پس جو ذکر اس میں ہوگا وہ بھی ظاہر بات ہے
کہ باطن ہوگا سورہ انفال قول اللہ تعالیٰ کا پس مومن تو وہی
لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اس قول تک روزی عزت
کی ہے یہ آیت ان چیزوں کے ذکر میں نازل ہوئی جو صوفیہ کے
ساتھ خاص ہیں اور صوفیہ ان کے ساتھ خاص ہیں اور وہ احوال
قلب ہیں (سورہ توبہ) قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ آپ اپنے ساتھی
سے کہتے تھے کہ غم نہ کرو بالیقین اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے
یعنی مدد اور حفاظت سے نہ ذات سے کیونکہ ذات سے تو اللہ
تعالیٰ ہر مخذول اور منصور اور ظالم اور مظلوم کے ساتھ ہے لیکن غم
جب ہی دور ہوتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت معیت
کے ساتھ ہے خذلان کے ساتھ نہیں اور اس لئے کہ ظاہر حضرت
صدیق رض کے حال سے یہ ہے کہ ان کو یہ تو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ دونوں
سے قریب ہیں رگ گردن سے بھی قریب تر صرف خوف اس وجہ سے تھا
کہ آپ کو اللہ کی طرف سے مدد اور حفاظت کا ہونا یقیناً معلوم
نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی مدد کرتے ہیں اور کبھی مدد نہیں بھی کرتے
کیونکہ وہ ان کا اختیاری فعل ہے) قول اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں سے قتال
کرو جو کافروں میں سے تمہارے قریب ہوں یعنی ابتدا اپنے نفس سے
کر اگر وہ کافر ہو کہ وہ مطیع اور فرمانبردار اور مطمئنہ ہو جاویگا پھر اپنے
باقی دشمنوں یعنی ہوائے نفسانی اور شہوات اور شیاطین سے مقابلہ کر
جو سب سے اقرب ہو پھر اسکے بعد جو اقرب ہو قول اللہ تعالیٰ کا یقیناً تمہارے
پاس تم ہی میں سے ایسے رسول تشریف لائے ہیں کہ ان پر شاق ہے
تمہارا مشقت میں پڑنا تمہاری بھلائی پر حریص ہیں مسلمانوں کے ساتھ شفقت
کرنیوالے مہربان ہیں ایسا ہی تصوف کی تربیت کرنیوالے کو ہونا واجب ہے سورہ یونس
قول اللہ تعالیٰ کا بلکہ ان لوگوں نے جھٹلایا اس چیز کو جسکے علم کا احاطہ بھی نہیں کیا یہ
کلمہ عام ہے گو سبب نزول اسکا صرف انکا قران کو جھٹلانا ہے اور اکثر مومنین کی خصلت
یہ ہے کہ جسکو وہ نہیں جانتے اسکی تکذیب اور انکار کرتے ہیں اور اسی وجہ سے
کہا گیا ہے کہ لوگ جسکو نہیں جانتے اسکے دشمن ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ
نے سورہ احقاف میں اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے۔

واذلم يهتدوا به فسيقولون هذا افك قديم
فان كل ذلك توبيخ لكل مكذب يكذب الانبياء
والاولياء فيما يعلمون منهم وسيمعون (سورة هود
عليه السلام) قوله تعالى وكلا نقص عليك من
انباء الرسل ما نثبت به فؤادك ان ذلك
يدل على ان احوال الاولياء والعرفاء لا تخلوا
ايضا عن مثل ذلك السلوك سيما عند اجتماع
الناس على تشكيكهم فيما هم فيه ان ذلك
خيالات ومالخوليات ووساوس الشياطين
وهواجس النفوس والقاء العفاريت وامثالها
وكان قصص الانبياء وحكايات المشائخ
المتقدمة والتفكر فى احوالهم تثبيتا لفوادهم
على ما هم فيه كما للانبياء ولهذا قالوا لا بد
للسالك من الشيخ الماهر الفاضل لعارف
بواقعات المشائخ واحوالهم واوقاتهم فافهم
قوله تعالى واليه يرجع الامر كله دلالة على صحة
ما يقوله المشائخ فى السير الى الله تعالى ان كل
شىء فى السير والرجوع الى الله دائما حتى يصل
اليه فاذا وصل الى الله جل وعلا فقد انتهى
سيره الى الله تعالى ومن هنا قال ان الى
ربك المنتهى وان الصالحين يتنعمون فى
صفات الالطاف والكرم وان الصالحين
يحترقون بنيران القهر والنقم (سورة يوسف
عليه السلام) قوله تعالى اذ قال يوسف لابيه
يا ابت انى رايت احد عشر كوكبا الى اخر
الايات الثلثة فيها علوم كثيرة من علوم
التصوف الاول قوله تعالى انى رايت دال

اور جبکہ یہ کفار قرآن نہیں سمجھ سکے تو اب یہی کہیں گے کہ یہ قدیمی
جھوٹی باتیں ہیں تو یہ سب ہر ایسے شخص کی توبیخ ہے جو ایسے امر کا انکار
کرے جسکو انبیا اور اولیا سے معلوم کریں یا سنیں (سورہ ہود علیہ السلام) قول اللہ
تعالیٰ کا اور اخبار انبیا میں سے ہم ایسے خبریں آپ سے بیان کرتے ہیں جن سے ہم
آپکے قلب کو مضبوط کر دیں، یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے
کہ احوال اولیا اور عارفین کے بھی اس قسم کے سلوک سے خالی
نہیں ہوتے (یعنی اثنار سلوک میں ایسے احوال پیش آتے ہیں کہ
اُن کے تدبر کے لئے اکابر کے حالات یاد دلانے کی ضرورت ہوتی ہے)،
بالخصوص جب لوگ انکے واردات میں شک ڈالنے پر جمع ہوں کہ
یہ خیالات اور مالیخولیا اور وسوسہ شیطانی اور خطرات نفسانی اور
القاء شیطانی ہیں اور اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اور انبیا کے قصے اور
مشائخ متقدمین کی حکایتیں اور ان حضرات کے حالات میں غور کرنا
یہ سب انکی واردات وحالات موجودہ پر انکی ثبات قلب کا سبب ہو جاتے تھے
جسطرح انبیا کیلئے تھا اور اسی لئے مشائخ نے فرمایا ہے کہ سالک کیلئے
ایسا شیخ ضرور ہونا چاہئے جو ماہر ہو فاضل ہو واقعات مشائخ کو اور
انکے حالات اور اوقات کو خوب جانتا ہو خوب سمجھ لو قول اللہ تعالیٰ کا
اور اسی کیطرف ہر امر لوٹتا ہے اسمیں مشائخ کے اس مقولہ کی صحت پر
دلالت ہے جو انہوں نے سیر الی اللہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ ہر شے اللہ
کیطرف سیر اور رجوع میں ہمیشہ رہتی ہے یہانتک کہ اللہ تک پہنچ جائے
پھر جب وہ اللہ تک پہونچ جاتی ہے تو اسکی سیر الی اللہ ختم ہو جاتی
ہے اور اسی مقام سے فرمایا ہے بیشک تیرے رب ہی کی طرف انتہا
ہے (اور بعد منتہی ہونیکے) نیک لوگ صفات الطاف وکرم سے
عیش حاصل کرتے ہیں اور بدبخت قہر وغضب کی آگ میں جلتے رہتے
ہیں (سورہ یوسف علیہ السلام) قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ کہا یوسف علیہ السلام
نے اپنے باپ سے کہ ای میری باپ میں نے دیکھے گیارہ ستارے آخر آیت ثلثہ
تک ان آیتوں میں علوم تصوف میں سے بہت سے علوم ہیں اول قول اللہ
تعالیٰ کا انی رایت ان لوگوں کے قول کے بطلان پر دلالت کرتا ہے

علی بطلان من یقول ان رؤیا الصوفیۃ فی وارداتہم ووقعاتہم واحوالہم خیالات لا وجود لہا۔ الثانی ان المرید المبتدی لابد لہ من شیخ ناصح یرشدہ الی مطاوبہ یعلم صلاحہ وفسادہ فی سیرہ فان یوسف علیہ السلام رجع الی ابیہ فی ارشدہ وامرہ باخفاء عن حسادہ الثالث دلت الآیۃ علی انہ یجب علی المرید اخفاء واقعاتہ عن جمیع الناس غیر شیخہ الرابع دلت الآیۃ علی ان الشیطان اذا رأی آثار النبوۃ والولایۃ وامثالہا عند انسان فانہ یقوم بافساد ذلک علیہ قال ان الشیطان للانسان عدو مبین الخامس قولہ تعالی قد جعلہا ربی حقا دل فحواہ ان منہا ما لا یجعلہا اللہ تعالی حقا وصدقا فدلت علی انہ قد یکون من الرؤیا ما یکون خیالا واضغاث احلام قولہ تعالی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ہذا دلیل علی ان الشیخ یجب ان یکون بصیرا داعیا لما یدعوا الیہ مریدہ۔ (سورۃ الرعد) ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم (دخل فی عمومہ) لا یحجب اولیاءہ عن المشاہدۃ ما لم یغیروا اورادہم ومعاملاتہم قولہ تعالی الذین امنوا وتطمئن قلوبہم بذکر اللہ ای یذکرونہ باللسان والقلوب یسبحونہ ویہللونہ ویطمئنون الی ذلک ویفرحون بہ (سورۃ الحجر) قولہ تعالی ان فی ذلک لآیت للمتوسمین۔ روی ان النبی صلی اللہ

جو کہتے ہیں کہ صوفیہ کے خواب انکی واردات اور واقعات اور احوال کے بارہ میں خیالات ہیں جن کا واقعی وجود نہیں دوسرے یہ کہ مبتدی مرید کیلیئے ایک ایسا شیخ خیرخواہ ہونا ضرور ہی کہ اسکو اس کے مقصود کی ہدایت کرسکے اور اُس کے صلاح و فساد کو جان سکے کیونکہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کی طرف رجوع کیا پھر انہوں نے ان کو مصلحت کی بات بتلائی اور ان کو وہ خواب حاسدوں سے چھپانے کا حکم فرمایا تیسری آیت دلالت کرتی ہی اسپر کہ مرید پر واجب ہی کہ اپنے واقعات بجز شیخ کے اور سب لوگوں سے چھپاوے چوتھی آیت دلالت کرتی ہی اسپر کہ شیطان جب کسی میں نبوت اور ولایت یا اور اسطرح کے آثار دیکھتا ہی تو وہ اس حالت کے بگاڑنے کیلیے مستعد ہوجاتا ہی چنانچہ فرمایا کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہی پانچویں قول اللہ تعالی قد جعلہا ربی حقا یعنی میرے پروردگار نے اُس خواب کو سچ کردیا اس کا مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بعضے خواب ایسے ہیں کہ اللہ تعالی اُن کو سچ اور مطابق واقع نہیں کرتا تو آیت اس پر دلالت کرتی ہی کہ بعضے خواب خیال اور پریشان خواب ہوتے ہیں قول اللہ تعالی کا بلاتا ہوں اللہ کی طرف اس طور پر کہ میں بصیرت پر ہوں یہ آیت اس بات کی دلیل ہی کہ شیخ کو صاحب بصیرت صاحب دعوت ہونا ضرور ہے اس امر میں جسکی طرف مرید کو بلاتا ہے (سورہ رعد) قول اللہ تعالی کا بلاشبہ اللہ تعالی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت نہ بدلیں (اسکے عموم میں یہ بھی داخل ہی کہ اللہ تعالی اپنے اولیاء کو مشاہدہ سے محجوب نہیں کرتا جبتک وہ اپنے اوراد اور معاملات کو نہ بدلیں قول اللہ تعالی کا جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انکے دل مطمئن ہوتے ہیں اللہ کی یاد سے یعنی زبان اور دل سے اس کا ذکر کرتے ہیں اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور اور اسی سے مطمئن ہوتے ہیں اور اُس سے خوش ہوتے ہیں (سورہ الحجر) قول اللہ تعالی کا بیشک اس قصہ میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلیے جو فراست رکھتے ہیں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عليه وسلم قال اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور
الله ثم قرأ ان في ذلك لايت للمتوسمين فدلت
الاية على صحة ما للعرفاء من الفراسة وهي الامور التي
لا ينظرها عامة الناس قوله تعالى فاصدع بما تؤمر
واعرض عن المشركين اي اد الرسالة ثم ارجع
الى الخلوة وراقب مشاهدة الحق تعالى ومن هنا اتخذ المشائخ
الملازمة على الخلوة عن الناس بعد اداء ما عليهم
للخلق من النصح والارشاد (سورة النحل)
قوله تعالى واذا قرأت القران فاستعذ
بالله من الشيطان الرجيم انه ليس له
سلطن على الذين امنوا وعلى ربهم يتوكلون
دل الاية على ان الاستعاذة بالله من الشيطن
مقاومة الشيطان ومانعة من وسواسه ودلت
ايضا على ان ليس للشيطان قوة وقدرة على
المؤمنين المتوكلين على الله تعالى قوله تعالى من عمل صالحا من
ذكر او انثى وهو مؤمن فلنحيينه حيوة طيبة
هو العيش مع الله تعالى والفهم عن الله والاستغناء
بالله لا يريد بدلا ولا منه حولا قوله تعالى ادع الى
سبيل ربك وذلك هي الطريقة المعروفة
عند الصوفية بالحكمة هي فطنة الشيخ
المربي وفهمه لكل ما يصلح لكل احد
من المريدين فان طاعتهم مختلفة فمنهم
من يصلح له كثرة الصوم ومنهم من
يصلح له كثرة الصلوة ومنهم من يصلح
له القيام والصيام معا ومنهم من لا
يصلح له كثرة ذلك وانما يصلح الزهد عن
الدنيا ومنهم من يصلح له الكسب ومنهم

نے ارشاد فرمایا کہ فراست مومن سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا
ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ان فی ذلک لایات للمتوسمین
پس آیت فراست عارفین کے صحیح ہونے پر دال ہے اور فراست
ایسے امور کا فہم ہے جن کو عام لوگ نہیں دیکھتے۔ قول اللہ تعالیٰ
کہ سو آپ کو جو حکم ہے اسکو ظاہر کر دیجئے اور مشرکوں سے الگ
ہو جائیے یعنی پیغام حق ادا کر دیجئے پھر خلوت کی طرف رجوع
کیجئے اور مشاہدہ حق تعالیٰ کا مراقبہ کیجئے۔ اور اسی مقام سے
مشائخ نے خلوت پر مواظبت رکھنے کو اخذ کیا ہے (یعنی خلائق کو
جو ان پر حق ہے نصیحت اور ہدایت کر نا اس کے ادا کرنے کے بعد
یہ ہونا چاہیئے) سورہ نحل قول اللہ تعالیٰ کہ اور جب آپ قرآن
پڑھنے لگئے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے شیطان مردود سے
کیونکہ اسکو غلبہ ان لوگوں پر نہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار
پر بھروسا رکھتے ہیں آیت دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ اللہ کے
ساتھ پناہ مانگنا شیطان سے شیطان کو عاجز کر دینے والا ہے
اور اسکے وسوسوں سے مانع ہے اور اسپر بھی دلالت ہو کہ شیطان کو
قوت اور قدرت ان مسلمانوں پر نہیں جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں
قول اللہ تعالیٰ کا جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ
مومن بھی ہو تو ہم اسکو پاکیزہ زندگی عطا کرینگے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ آرام پانا اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ کو سمجھنے لگنا اور اللہ کے
ساتھ مستغنی ہو جانا ہے پس یہ حالت نہ تبدیل کو مقتضی ہو اور نہ تحویل کو
قول اللہ تعالیٰ کا آپ اپنے رب کے رستہ کی طرف بلائیے اور یہ رستہ
وہی ہے جو طریقت کے نام سے صوفیہ کے نزدیک مشہور ہے حکمت کے ساتھ مراد
اس سے دانا ہونا شیخ تربیت کنندہ کا اور اس کا ان تمام امور کو سمجھنا
جو ہر ایک مرید کے لیے مناسب ہو کیونکہ مریدوں کی طاعتیں مختلف ہوتی
ہیں سو ان میں سے بعضے تو ایسے ہوتے ہیں کہ انکے لیے کثرت صوم
مناسب ہوتا ہے اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ تکثیر نماز ان کے لئے
مناسب ہوتی ہے اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے نماز
اور روزہ دونوں بکثرت ہوتے ہیں اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ انکے لیے ان امور
کی کثرت مناسب نہیں ہوتی صرف زہد عن الدنیا انسب ہوتا ہے۔ اور بعضے ایسے

من يصلح له الخدمة ومنهم من يصلح له العنف والشدة في المجاهدة وعلى النفس ومنهم من يصلح للرفق فادراك ذلك هي الحكمة المذكورة هذا والموعظة الحسنة هي استعمالهم في تمام الطريقة بالمدارات والرفق والشفقة الكاملة عليهم مع اعلامهم بانه يريد بذلك الاعلى مقاماتهم وارتفاع درجاتهم وجادلهم بالتي هي احسن اى كالمهم بعبارات لطيفة وكلمات طيبة ولن لهم ومل اليهم ولا تثقل عليهم بحيث تامرهم وتنهى وتدعو وتصرف فانه اوقع في قلوبهم وانفع لهم وكان تلك تعليما لمشائخ الصوفية وكذا قول الله تعالى فبما رحمة من الله لنت لهم الاية وكذا كل ما في القرآن من كيفية المصاحبة مع الاصحاب والشفقة على الامة والشفاعة لهم ودعائه الى الله تعالى خطاب لمشائخ الصوفية انما يجب عليهم استعمالها مع المريدين —

(سورة بنى اسرائيل) قوله تعالى اولئك الذين يدعون يبتغون الى ربهم الوسيلة ايهم اقرب ويرجون رحمته ويخافون عذابه والوسيلة الى الله تعالى هي التي يتوسل بها لوصال اليه جل وعلا وذلك هو المجاهدات والاذكار باللسان والقلب والمراقبات في الخلوات وكل من كان اقرب الى الله تعالى يعني من كان اوصل اليه فهو اشد طلبا للوسيلة لانه ما من وصال وقرب الا وفوقه درجات الوصال بلا نهاية ومن كان

اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے لیے خدمت کرنا مناسب ہے اور بعضے اُن میں ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے لیے نفس پر مجاہدہ کرنے میں سختی اور تشدد اولی ہوتا ہے اور بعضے اُن میں ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے لیے نرمی اور آسانی کرنا لایق ہو۔ سے تو ان امور کا سمجھنا حکمت مذکورہ ہے اسکو یاد رکھو اور اچھی نصیحت کے ساتھ مراد اُن سے کام لینا ہے۔ اعمال طریقہ میں مدارات اور نرمی اور پوری شفقت کے ساتھ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی بتلا دی کہ اس سے اُسکا بجز اسکے اور کچھ مطلب نہیں کہ اُن کے مقامات بلند ہوا اور اُن کے درجے رفیع ہوں اور اُن سے گفتگو ایسے طریق سے کیجئے کہ وہ بہتر ہو یعنی اُن سے گفتگو کیجئے لطیف عبارت سے اور اچھے لفظوں سے اور اُن کے ساتھ نرم رہیئے اور اُن کی طرف متوجہ رہیئے اور حب امر و نہی کیجئے اور انکو بلایئے اور کسی امر سے ہٹایئے تو اُنپر بوجھ نہ ڈالیئے کیونکہ یہ طریق اُن کے دلوں میں زیادہ اثر کرنے والا ہے اور ان کے لئے زیادہ نافع ہے اور اس میں تعلیم ہے مشائخ صوفیہ کی اور اسیطرح اللہ تعالی کا یہ ارشاد کہ اللہ ہی کی رحمت سے آپ اُن کے لئے نرم ہو گئے آخر آیت تک اور اسیطرح قرآن میں جو کیفیت اپنے صاحبیوں کے ساتھ رہنے کی اور امت پر شفقت کرنے اور ان کے لئے سفارش کرنے کی اور انکو اللہ کی طرف بلانے کی ذکر ہے وہ سب مشائخ صوفیہ کو بھی اسبات کا خطاب ہے کہ ان امور کو مریدوں کے ساتھ عمل میں لانا اُن پر واجب ہے (سورہ بنی اسرائیل) قول اللہ تعالی کا یہ لوگ جنکو پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کی طرف ذریعہ تلاش کرتے ہیں۔ جو ان میں زیادہ صاحب قرب ہے اور وہ اللہ کی رحمت کو امیدوار اور اُس کے عذاب سے خائف رہتے ہیں اور اللہ کی طرف ذریعہ سے مراد وہ چیز ہے جو خدائے بزرگ برتر کے وصال کا ذریعہ بنائی جاوے اور وہ مجاہدات اور اذکار لسانی و قلبی اور خلوت کے مراقبات ہیں اور جس شخص کو اللہ کا قرب زیادہ ہوگا۔ یعنی جو شخص واصل زیادہ ہوگا وہ ذریعہ کا زیادہ طالب ہوگا کیونکہ کوئی وصال اور قرب ایسا نہیں جس سے اوپر وصال کے اور بے انتہا مراتب نہ ہو اور جسکو

اقرب كان اعرف به وكان اشد طلبا للزيادة (سورة الكهف) قوله تعالى وربطنا على قلوبهم وهذا يكون حال كل مريد صادق الارادة يربط على قلبه وسره فلا يبال بالبلاء ولا يتحير بالمشاق ويكون الله كافله وكافيه ومربيه في ورديه حتى يصل اليه ويستقر لديه هكذا وعد الله تعالى السالكين في طريقه لقوله عز وجل والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا قوله تعالى لو اطلعت عليهم لوليت منهم فرارا ولملئت منهم رعبا اى مهما تقف على ما عليهم من آثار هيبة الحق تعالى (الخ) وان لله تعالى صفة نظرا وتجليا مختلفا واذا نظر الى عبد من عباده بصفة الجلال والهيبة هاب ذلك العبد وتاه من رآه وكذا اذا نظر الى عبد بصفة اللطف والجمال صار ذلك العبد لطيفا جميلا في اعين الخلق من رآه تاه والها وان تجلى له بتلك الصفة افاد له لذة وسرورا لجماله ولطفه. قوله تعالى واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه لا يريدون الا وجهي خاصة لا الدنيا ولا العقبى. قوله تعالى واذ قال موسى لفتاه لا ابرح حتى ابلغ مجمع البحرين او امضى حقبا (الآية) تقتضى ان يكون المريد في ارادته ونيته في طلب الشيخ المرشد الى ذلك الشان حتى يجد المقصود. قوله تعالى فلما جاوزا قال

قرب زیادہ ہوگا وہ اللہ کا پہچاننے والا بھی زائد ہوگا اور زیادتی کا طلب کرنے والا بھی بہت ہوگا، سورہ کہف قول اللہ تعالیٰ اور ہمنے اُنکے دلوں کو مضبوط کردیا اور یہی حال ہوتا ہے مرید صادق الارادۃ کا کہ اُس کے قلب اور سر کو مضبوط کردیا جاتا ہے پھر وہ بلا کی پروا نہیں کرتا اور مصیبتوں سے متحیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کا خبرگیران اور کفایت کرنے والا ہوجاتا ہے اور سلوک کی وادیوں میں اسکو گذارتا ہے یہانتک کہ وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے اور اسکے پاس اُسکو قرار ہوجاتا ہے ایسا ہی وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رستہ میں چلنے والوں سے بقولہٖ عزوجل اور جو لوگ ہمارے لئے کوشش کرینگے ہم انکو اپنے رستے بتلاوینگے قول اللہ تعالیٰ کا اے مخاطب اگر تو اُن کو جہانک کر دیکھے تو اُن سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور رعب سے بھر جاوے یعنی اُنپر جو آثار ہیبت حق تعالیٰ کے ہیں جب تو اُن پر واقف ہوا الخ اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یعنی نظر اور تجلی مختلف ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کی طرف صفت جلال و ہیبت سے نظر فرماتا ہے تو یہ بندہ بھی خوفزدہ ہوجاتا ہے اور جو شخص اُسکو دیکھتا ہے وہ بھی شوریدہ عقل ہوجاتا ہے اور اسیطرح جب اپنے بندہ کی طرف صفت لطف و جمال سے نظر کرتا ہے تو یہ بندہ مخلوقات کی آنکھوں میں لطیف اور جمیل ہوجاتا ہے جو شخص اُسکو دیکھتا ہے فریفتہ ہوکر شوریدہ عقل ہوجاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس صفت سے اُسپر تجلی فرماتا ہے تو خود اُسکو جمال سے لذۃ اور سرور حاصل ہوتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھئے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں، اسکی ذات کا ارادہ رکھتے ہیں نہیں چاہتے ہیں مگر خاص میری ہی ذات کو یعنی نہ دنیا کو نہ عقبیٰ کو قول اللہ تعالیٰ کا اور جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے فرمایا کہ میں جبتک دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہونچ لونگا سفر سے نہ رکونگا یا برسوں تک چلتا ہی رہونگا آیت کا مقتضا یہ ہے کہ مرید کا ارادہ اور نیت شیخ کی طلب میں اس شان کا ہونا چاہیے یہانتک کہ مقصود پالے قول اللہ تعالیٰ کا پھر جب دونوں آگے بڑھے

لفتاه آتنا غداءنا تدل على ان المسافر
المريد لو كان معه معلوم من الزاد جاز
قوله تعالى حتى اذا اتيا اهل قرية استطعما
اهلها دلت تلك الاية على ان المتوكل
وان كان بالغا فى توكله جاز له الاستطعام
عن الناس ودل ذلك ايضا على انه يجوز
ان يكون للمريد مريد اخر وتلميذ فانه
كان موسى مريد خضر ويوشع مريد موسى
وتلميذه قوله تعالى علمناه من لدنا علما
هو العلم بالاشياء المغيبة التى لا تعرف
بالعقل والشرع والحواس (بل بالالهام)
قوله تعالى قال له موسى هل اتبعك
الاية تدل على ان المريد لا يصاحب ويتبع
الشيخ الا باذنه وكذلك تدل على ان
الاعلى جاز ان يتلمذ لمن هو ادنى منه فى
علم يوجد عنده. قوله تعالى انك لن
تستطيع معى صبرا دل على انه يجوز للشيخ
ان يصد المريد من صحبته قوله تعالى قال
فان اتبعتنى فلا تسئلنى تدل على انه
لا يعترض على الشيخ قوله تعالى قال لا
تؤاخذنى الخ وقال ان سالتك الخ ان
جميع ذلك يدل على ان مريد الشيخ يجب ان
يكون حمولا متواضعا للشيخ وان كان الشيخ
يؤذيه ويستخف به قوله تعالى سانبئك
بتاويل ما لم تستطع عليه صبرا دلت الاية
بفحواها على انه لا ينبغى للشيخ ان يعمل عملا
بحضرة المريد ظاهره منكر كيلا يقع فى الانكار

تو موسیٰ نے اپنے جوان سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ تو اس بات پر دلالت ہے
کہ مرید مسافر کے ساتھ اگر توشہ معین ہو تو جائز ہے قول اللہ تعالےٰ کا
یہاں تک کہ جب دونوں ایک بستی کے لوگوں کے پاس پہونچے
تو اس بستی کے لوگوں سے کھانا مانگا یہ آیت اس بات پر دلالت
کرتی ہے کہ متوکل کو گو کہ اپنے توکل میں کمال کو پہونچا ہو لوگوں سے
کھانا مانگنا جائز ہے اور یہ اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ مرید کیلئے
دوسرا مرید اور شاگرد ہونا جائز ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام حضرت
خضر کے طالب تھے اور یوشع موسیٰ علیہ السلام کے مرید اور شاگرد
تھے۔ قول اللہ تعالیٰ کا نے ان کو اپنے پاس سے علم دیا تھا وہ پوشیدہ
چیزوں کا علم ہے جو عقل اور شریعت اور حواس سے معلوم
نہ ہو سکیں (بلکہ الہام سے معلوم ہوں) قول اللہ تعالیٰ کا حضرت
خضر سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں تمہارے ساتھ رہوں
آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مرید اپنے شیخ کی رفاقت
اور معیت بدون اس کے حکم کے نہ کرے اور اسی طرح اسپر دلالت
کرتی ہے کہ افضل کو ایسے شخص کی شاگردی کرنا جو کم درجہ ہو کسی
ایسے علم میں جو اسکے پاس ہو جائز ہے قول اللہ تعالیٰ کا حضرت خضر
نے کہا کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہ صبر کر سکو گے۔ دلالت اسپر ہے کہ شیخ
کو یہ جائز ہے کہ مرید کو اپنے پاس رہنے سے روک دے قول اللہ
تعالیٰ کا کہا خضر نے سو اگر تم میرے ساتھ ہو تو مجھ سے سوال
نہ کرنا اسپر دلالت ہے کہ شیخ پر اعتراض نہ کرنا چاہئے قول اللہ
تعالیٰ کا مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے الخ اور فرمایا اگر پوچھوں میں الخ یہ سب اس
بات پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ کے مرید کو واجب ہے کہ متحمل ہو شیخ کے واسطے
پست رہے گو شیخ اسکو تکلیف دے اور اسکی تحقیر کرے قال اللہ تعالیٰ کا
ابھی کہے دیتا ہوں تمکو اس کا مطلب بتاؤں گا جس پر تم صبر نہیں کر سکے مضمون آیت
اس پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ کو مرید کے سامنے ایسا کوئی کام کرنا مناسب
نہیں جس کا ظاہر برا ہو تاکہ وہ باطن میں مبتلا ہونے سے
انکار نہ ہو جاوے۔

فی الباطن ولو اتفق له مثل ذلك يجب عليه
ان يزيل انكاره ببيان ما عمل وتاويل
ما صدر منه. ودلت الاية ايضا على ان
الشيخ اذا ضجر عن المريد واراد ان يفارقه
انه لا ينبغي ان يفارقه بلا عذر ظاهر (سورة مريم)
قوله تعالى وهزي اليك بجذع النخلة قيل
هذه كرامة مريم (سورة طه) قوله تعالى
الرحمن على العرش استوى واستواءه على
العرش خاصة تجل خاص بصفة خاصة
للعرش ومثاله على سبيل التقريب مثال
الشمس على الارض يعني شعاعه اذا شرق
على الارض بلا حجاب سحاب قوله تعالى
اذ اوحينا الى امك وام موسى من
اولياء الله حيث كلمها الملائكة كرامة
لها قوله تعالى والقيت عليك محبة مني
يعني اطلعت عليك بصفة المحبة ونظرت
فيك بحيث لك افاد اطلاعي عليك بها وصف
المحبوبية لك فاحبك كل من راك وتفسير
الاطلاع هو صب الرشاش المذكور في
في الحديث قوله تعالى واصطنعتك
لنفسي فطرتك على وجه لا تصلح الا للعباد
قوله تعالى قل رب زدني علما فما من زيادة
العلم الا وفي قبالها زوائد لا نهاية لها.
قوله تعالى ومن اعرض عن ذكري
فان له معيشة ضنكا لان من ليس له
ذكر القلب والسر فهو في ضنك وظلمة في
الدنيا لا يشاهد الحق ولا يسمع منه ولا

اور اگر اس کو ایسا اتفاق ہو تو اس پر واجب ہے کہ اُن کے انکار
کو اپنے عمل کی حقیقت بیان کر کے اور اپنے اُس فعل کی تاویل کر کے
زائل کر دی۔ اور آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ شیخ جب مرید سے
تنگ ہو جاوے اور اُسکو چھوڑ دینے کا ارادہ کرے تو اس کو مناسب نہیں
کہ مرید سے بدون ظاہری عذر کے مفارقت کرے (سورہ مریم) قول
اللہ تعالیٰ کا ہلا اپنی طرف درخت کھجور کی ڈالی ہلا و بعضوں نے
کہا کہ یہ مریم علیہا السلام کی کرامت ہے (سورہ طہ) قول اللہ تعالیٰ کا
عرش پر رحمان جلوہ گر ہے اور اللہ تعالیٰ کا خاص عرش پر مستوی ہونا
ایک خاص تجلی ہے عرش پر ایک خاص صفت کے ساتھ اور مثال اسکی بطور
تفہیم کے آفتاب کی مثل ہے زمین پر یعنی اس کی شعاعیں جب بدون حجاب
ابر کے زمین پر چمکیں در کہ ذات شمس ارض پر مستقر نہیں مگر شعاع کیواسطے
سے ارض کے ساتھ اس کو ایک تعلق ہے قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ ہمنے
تمہاری ماں سے پوشیدہ کہا اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اولیاء اللہ سے
تھیں کیونکہ اُن سے فرشتوں نے بطور اُن کی کرامت کے کلام کیا تھا
قول اللہ تعالیٰ کا اور میں نے تمپر اپنی طرف سے محبت ڈال دی یعنی صفت
محبت کیساتھ میں نے تمپر تجلی کی اور اپنی محبت سے جو کہ تمہارے ساتھ متعلق ہے
میں نے تم میں نظر کی صفت محبت کیساتھ تمپر میری تجلی کرنیسے صفت
محبوبیت کی تمکو حاصل ہوگئی تو جس شخص نے تمکو دیکھا تمسے محبت کرنے لگا
اور تفسیر تجلی کی وہ بھوہار ڈالنا ہے جو کہ حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنے نور کا رشاش ارواح پر فائض فرمایا قول اللہ تعالیٰ کا اور تمہیں
کرلیا میں نے تمکو اپنی ذات کیلئے یعنی میں نے تمکو ایسی حالت پر پیدا
کیا کہ بجز میری عبادت کے تم میں کسی دنیا کی چیز سے مناسبت نہیں
ہوئی۔ قول اللہ تعالیٰ کا آپ کہئے کہ اے میرے رب میرے علم میں زیادتی کیجیے
کیونکہ کوئی زیادتی علم کی ایسی نہیں جسکے ادھر بہت سی بے نہایت زیادتیاں نہوں قول
اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص میری یاد سے روگردانی کریگا تو اسکے لئے زندگی تنگ ہے
کیونکہ جس کو ذکر قلبی و سری میسر نہیں ہے وہ تنگی اور تاریکی میں
ہے نہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے
وہ کچھ سنتا ہے اور نہ۔

يلج الملكوت ولا يرتقى الى الجبروت ويبقى
على وجه الارض كالبهائم (سورة الانبياء)
ان الذين سبقت لهم منا الحسنى اى سبقت
محبتنا اياه فى الازل (وهذا هو سابقة
الاستعداد التى تقال فيه ان ابتداء المحبة
من المحبوب) (سورة الحج) وما ارسلنا من
قبلك من رسول ولا نبى الا اذا تمنى القى
الشيطان فاذا كان حال النبى والرسول
هذا فلا يحل للولى ان يامن القاء الشيطان
ولو لم يكن ماهرا لا ينبغى ان يعتمد على شئ
من واقعاته مالم يعرض على شيخه قوله
تعالى وجاهدوا فى الله هو الذى يسميه
المشائخ سيرا فى الله (سورة المؤمنون)
فتعلى الله الملك الحق عن الاوهام الظنون
والافكار والعقول والعلوم (سورة النور)
قوله تعالى قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم
قال بعض المشائخ غضوا ابصار رءوسهم
عن المحارم وابصار قلوبهم عن كل ما سوى الله
قوله تعالى لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن
ذكر الله وهذا هو الخلوة فى الملاء وذلك حال
الانبياء وكبار الاولياء وهذا قليل من
الاولياء ومنهم من لا يتمكن من ذلك الا فى صلوة ومنهم من لا
يتمكن من ذلك الا اذا غلبه الحالة عليه ومنهم من لا يتمكن
من ذلك الا ان يكون بين النوم واليقظة
ومنهم من لا يتمكن من ذلك حتى يستغرق
فى نومه وهذا هو ادنى وانزل الواصلين
(سورة الفرقان) ارايت من اتخذ الهه

ملکوت میں داخل ہوتا ہے اور نہ جبروت تک اُس کو ترقی ہوتی
ہے اور زمین پر جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے سورہ انبیا
جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے نیکی سابق ہوئی یعنی ہماری محبت
انکی ساتھ ازل میں سابق ہوئی (اور یہی سابقہ استعداد ہے جس کی
نسبت کہا جاتا ہے کہ محبت کی ابتدا محبوب کی جانب سے ہے)
(سورہ حج) اور ہم نے کوئی رسول اور کوئی نبی آپ سے پیشتر نہیں
بھیجا مگر جب وہ کوئی خیال کرتا تھا تو شیطان اُسکے خیال میں کچھ ڈال
دیتا تھا. تو جب نبی اور رسول کا یہ حال ہے تو ولی کے لئے ممکن نہیں
کہ القا شیطانی سے مامون ہے اور اگر ماہر اس بات کا سمجھنے
والا کہ اس میں کیا اصل ہے اور کیا القا ہے، نہو تو اُس کو اپنی کسی
واقعہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے تا وقتیکہ اپنے شیخ کے روبرو
پیش نہ کرے قول اللہ تعالی کا اور اللہ کے بارہ میں
جہاد کرو. یہہ وہی ہے جس کا مشائخ سیر فی اللہ نام رکھتے
ہیں (سورہ مومنین) پس برتر ہے اللہ جو سچا بادشاہ
ہے یعنی وہموں سے اور گمانوں سے اور فکروں سے
اور عقلوں سے اور علموں سے (سورہ نور) قول اللہ تعالی
کا آپ مسلمانوں سے کہدیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں
بعض مشائخ نے کہا کہ اپنے سر کی آنکھیں نیچی رکھیں نامحرم
عورتوں سے اور قلوب کی آنکھیں جمیع ماسوی اللہ سے
قول اللہ تعالی کا نہیں غافل کرتی ہے انکو تجارۃ اور بیع اللہ کی یاد سے
اور یہی خلوت در انجمن ہے اور یہ حال نبیوں اور بڑے بڑے ولیوں
کا ہے اور ایسے اولیا کم ہوتے ہیں اور بعضے اُن میں سے ایسے ہوتے
اس پر صرف خلوت میں قادر ہوتے ہیں اور بعضے جب انپر حالت کا غلبہ
ہوتا ہے اس وقت قادر ہوتے ہیں اور بعضے جب سونے اور جاگنے کے
درمیان ہوتے ہیں تو صرف اس وقت اسپر قادر ہوتے ہیں اور بعضے اسپر
قادر ہوتے ہیں جب غرق ہو کر سو جاویں اور یہ شخص واصلین میں سب سے ادنی اور
کم رتبہ کا ہے (سورہ فرقان) کیا آپنے اس شخص کو دیکھا جسنے اپنی خواہش کو

هؤلاء اعلم ان هذه الآية حجة كبيرة على
صدق ما ذهب اليه العرفاء اى من تعلق
قلبه بشئ غير الله فهو مشرك بالله فى الحب
(سورة الشعراء) قوله تعالى ففررت منكم
من هنا قيل الفرار عما لا يطاق من سنن
المرسلين (سورة النمل) ان الذين لا يؤمنون
بالآخرة زينا لهم اعمالهم اعظم عقوبة
العاصى ان يكله الله تعالى الى معصيته
فلا ينبهه ولا يوفق له الافاقة عن غفلته
ويترخص باعذار فاسدة قوله تعالى انا
آتيك به قيل هذا قول آصف قال ذلك
عند غلبة الحال وهو فى عين الجمع وهذا
كلام الله اجراه على لسانه كقوله سبحانى اجرى
على لسان ابى يزيد وقوله انا الحق على لسان
الحسين وامثالها كثير كما قال من الشجرة يا موسى
انى انا الله ثم مثل ذلك الكرامات كثيرا ما يكون
لاولياء الله تعالى وهى طى الارض والنفاذ فى
الجدار وامثالها (سورة القصص) قوله تعالى
ان كادت لتبدى به لولا ان ربطنا على
قلبها روى عن يوسف بن الحسين الرازى
انه قال امرت ام موسى بامرين ان ارضعيه
فالقيه ونهيت بنهيين ولا تخافى ولا تحزنى
وبشرت ببشارتين انا رادوه اليك
وجاعلوه من المرسلين فلم ينفعها ذلك
دون الربط على القلب (سورة العنكبوت)
قوله تعالى ولذكر الله اكبر اى اكبر فى
(النهى عن الفحشاء والمنكر) نفى الكبر

اپنا معبود بنا رکھا ہے جاننا چاہئے کہ یہ آیت بڑی حجت ہے اُس
قول کے صادق ہونیکی جس کی طرف عارفین گئے ہیں یعنی جس شخص
کا قلب اللہ کے سوا کسی اور چیز سے متعلق ہو وہ اللہ کے ساتھ
شرک کرنیوالا ہے محبت میں (سورۂ الشعراء) قول اللہ تعالیٰ کا
سو میں تم لوگوں سے بھاگ گیا اسی مقام سے کہا گیا ہے کہ جس امر
کی برداشت نہ ہوسکے اس سے علیحدہ ہو جانا پیغمبروں کا طریقہ ہے
(سورہ نمل) قول اللہ تعالیٰ کا بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں
رکھتے ہیں ہم نے ان کے اعمال کو ان کے لئے مرغوب کر دیا ہے
بڑی سزا عاصی کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اُس کی معصیت پر
چھوڑ دے پھر نہ اُسکو متنبہ کرے اور نہ غفلت سے ہوشیاری کی
توفیق دے اور وہ لغو عذروں سے گنجائش حاصل کرتا ہے قول
اللہ تعالیٰ کا میں اُس تخت کو آپ کے پاس لائے دیتا ہوں بعض
لوگوں نے کہا ہے کہ یہ آصف کا قول ہے یہ بات غلبہ حال میں
جبکہ وہ عین جمع میں تھے کہی اور یہ کلام اللہ کا تھا کہ اُسکو
اُنکی زبان پر جاری کر دیا تھا جیسے قول سبحانی کو بایزید کی زبان
پر جاری کر دیا تھا اور انا الحق کو منصور کی زبان پر اور اس قسم
کے واقعات بہت ہیں درخت سے آواز دی اے موسیٰ میں اللہ
ہوں پھر دوسری بات یہ ہے کہ ایسی کرامتیں اولیاء اللہ سے
بہت ہوا کرتی ہیں اور وہ مسافت بعیدہ کا زمانہ قصیرہ میں قطع کرنا
ہے اور دیوار سے پار ہو جانا اور اسکے مثل اور بھی ہے (سورہ قصص)
قول اللہ تعالیٰ کا قریب تھا کہ وہ اسکو ظاہر کر دیں اگر ہم اُنکے دل کو مضبوط نہ رکھتے
یوسف بن حسین رازی سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام
کی والدہ کو دو باتوں کا حکم ہوا انکو دودھ پلاؤ پھر ان کو دریا میں ڈال دو
اور دو باتوں سے ممانعت کی گئی اور نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور دو بشارتوں
کی بشارت دی گئی ہم انکو تمہارے پاس لوٹانے والے ہیں اور انکو رسولوں میں کرنے
والے ہیں سو مگر بدون ربط قلب کے یہ سب پورے طور سے نافع نہ ہوا (سورۂ عنکبوت)
قول اللہ تعالیٰ کا اور البتہ ذکر اللہ کا بہت بڑا ہے یعنی بڑا ہے بچانے میں
اور بری باتوں سے روکنے میں اور بڑائی۔

ی الخیلاء ومحو الاوصاف الذمیمة وذلك
مجرب عند المشائخ ولا سیما لا اله الا الله
(سورة الروم) قوله تعالیٰ ذلك خیر للذین
یریدون وجه الله ای یریدون ذات الله
التی هی المقصودة بالذات لا الدنیا ولا
الآخرة (سورة لقمٰن) قوله تعالیٰ واسبغ
علیکم نعمه ظاهرة وباطنة. فالظاهرة
الجوارح کالعین والاذن واللسان والاسنان
والید والرجل وامثالها والباطنة النفس
والقلب والعقل والسر والخفی (سورة الم السجدة)
قوله تعالیٰ یدعون ربهم خوفا وطمعا قال
جعفر خوفا من ربهم وطمعا من ربهم کما
یدل علیه ذکر ربهم قبل وعدم ذکر معمول
خوفا وطمعا بعد (سورة الاحزاب) قوله
تعالیٰ یایها الذین امنوا لا تکونوا کالذین
اذوا موسیٰ هذا نهی لعامة المؤمنین
الذین یؤذون الانبیاء والاولیاء والمؤمنین
المتقین بما لا یعلمون (سورة السبا) قوله تعالیٰ
وما انفقتم من شیٔ فهو یخلفه یدل بعموم
لفظ شیٔ علیٰ ان من بذل شیئا من البدن
او الروح او الراحة لله تعالیٰ یبدله الله
خیرا منه (سورة فاطر) قوله تعالیٰ وما
یستوی الاحیاء والاموات ای لا یستوی
اهل الله واهل الشیطان (سورة یٰس)
قوله تعالیٰ والقرآن الحکیم الیٰ قوله صراط
مستقیم اقسم الله تعالیٰ بالقرآن انه لمن الرسل
صلوات الله علیه نبی مرسل کسائر المرسلین

اور شیخی کے دور کرنے ہیں اور صفات ذمیمہ کے مٹانے میں اور مشائخ
کے نزدیک یہ مجرب ہے خاصکر لا اله الا الله کا ذکر (سورہ روم) قول الله تعالیٰ
یہ اُن لوگوں کے لئے بہتر ہے جو وجہ اللہ کے طالب ہیں یعنی ذات الٰہی کے
طالب ہیں (جو کہ وہی مقصود بالذات ہے نہ دنیا نہ آخرت) (سورہ لقمان)
قول اللہ تعالیٰ کا اور کئے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کیں
سو ظاہری نعمتیں تو اعضاء ہیں جیسے آنکھ اور کان اور زبان اور دانت
اور ہاتھ اور پیر اور انکی مانند اور باطنی نعمتیں نفس اور قلب اور عقل اور سر
اور خفی ہیں (سورہ الم السجدہ) قول اللہ تعالیٰ کا پکارتے ہیں اپنے پروردگار
کو بیم و امید کے ساتھ. کہا جعفر نے اپنے پروردگار سے ڈر کر اور اپنے
پروردگار سے امید رکھکر جیسا کہ ربہم کا پہلے ذکر کرنا اور معمول خوف
و طمعا کو ذکر نہ کرنا اس پر دال ہے (سورہ احزاب) قول اللہ تعالیٰ کا اے
ایمان والو تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف
پہنچائی تھی یہ عام مسلمانوں کو ممانعت ہے اور جو انبیاء اور اولیاء
اور مومنین متقین کو ایسے امور کی تہمت سے تکلیف پہونچاتے
ہیں جن کی ان کو خبر بھی نہیں (سورہ سبا) قول اللہ تعالیٰ کا اور
جو چیز تم خرچ کروگے تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیگا. یہ آیت
عموم لفظ شی سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اپنی
بدن اور روح اور راحت میں کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے
صرف کردے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اچھا اس کو بدلہ دیگا
(سورہ فاطر) قول اللہ تعالیٰ کا اور زندے اور مردے
برابر نہیں یعنی اللہ والے اور شیطان والے برابر
نہیں (سورہ یٰسین) قول اللہ تعالیٰ کا اور قسم ہے
قرآن حکمت والے کی صراط مستقیم تک اللہ تعالیٰ نے
قرآن کی قسم کھائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے
ہوئے نبی ہیں جیسے اور تمام نبی۔

وبفائدة اليمين طمانينة قلب السعيد فانه
وان كان عالما بانه من المرسلين لكنه مفتقر
الى زيادة الطمانينة (سورة والصّفّت)
قوله تعالى انى ذاهب الى ربى وهذا هو
الذى يقول المشائخ فالسير الى الله عز وجل
فى الطريقة المشهور عندهم وان ذلك مرغوب
محبوب (سورة ص) واذكر عبادنا ابرٰهيم
واسحٰق ويعقوب اولى الايدى والابصار
يعنى اولى القوة على النفس والهوى والشيطان
والابصار يعنى بصيرة النفس والعقل والقلب
السر والخفى (سورة الزمر) قوله تعالى افمن
شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من
ربه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاما
النور اذا دخل فى جوفه نفسه لذلك صدره
وانشرح قالوا يا رسول الله فهل لذلك
من علامة قال نعم التجافى عن دار الغرور
والانابة الى دار الخلود وحسن استعداد
الموت قبل نزوله قوله تعالى تقشعر منه
جلود وهذا هو نوع من الوجد (سورة المؤمن)
قوله تعالى يعلم خائنة الاعين وما تخفى
الصدور دليل على وجوب تزكية الباطن مع
الظاهر (سورة حم السجدة) قوله تعالى
واما ينزغنك من الشيطن نزغ اى يلقى
فى باطنك وظاهرك فسادا كالحقد والحسد
والغضب والرياء والعجب والكذب والسب
والضرب بغير حق فاستعذ بالله
فانك لا تقدر بنفسك على طرد الشيطان

اور فائدہ قسم کا آپ کے قلب کا مطمئن کرنا ہے کیونکہ آپ کو جانتے تھے کہ آپ
رسولوں میں سے ہیں لیکن مزید اطمینت کی احتیاج آپ کو بھی ہو سکتی ہے
(سورہ والصفت) قول اللہ تعالے کا میں اپنے پروردگار کی طرف
جانیوالا ہوں یہ وہی ہے جسکو مشائخ کہتے ہیں یعنی اُن کی طریقہ میں جو رہ
ہیں سیر اللہ کی طرف ہوتی ہے اور یہ کہ یہ سیر مرغوب اور محبوب ہے
(سورہ ص) اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب کو یاد کیجیے
جو صاحب قوت اور صاحب بصیرت تھے یعنی صاحب قوت تھے نفس اور
نفسانی خواہشوں اور شیطان پر اور صاحب بصیرت یعنی بصیرت
نفس اور عقل اور قلب اور سر خفی کی (سورہ زمر) قول اللہ
تعالیٰ کا تو کیا جس شخص کے سینہ کو اللہ تعالے نے اسلام کے
لئے کھولدیا ہو پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور
پر ہو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لیکن نور پس جب
داخل ہوتا ہے اُس شخص کے باطن میں تو اُس کی وجہ سے سینہ
اُس کا کشادہ ہو جاتا ہے اور کھل جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا
رسول اللہ تو کیا اس کی کوئی علامت ہے فرمایا ہاں دھوکہ کے
گھر سے دور ہونا اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت کے
لئے قبل اُس کے آنیکے اچھی طرح آمادہ ہو جانا قول اللہ تعالے کا
کھڑے ہو جاتے ہیں اُس سے کھالوں کے بال اور یہ ایک قسم ہے
وجد کی (سورہ مومن) قول اللہ تعالی کا وہ جانتا ہے خیانت
کرنے والی آنکھوں کو اور جو دل پوشیدہ رکھتے ہیں یہ آیت
دلیل ہے اسپر کہ تزکیہ ظاہر کے ساتھ تزکیہ باطن بھی واجب
ہے (سورہ حم السجدہ) قول اللہ تعالے کا اور اگر اثر کرے
تیرے اندر شیطان کی طرف سے کوئی اثر یعنی تیرے ظاہر
اور باطن میں کوئی فساد ڈالدے جیسے کینہ اور حسد اور غصہ
اور عجب اور کذب اور گالی اور مارنا ناحق تو اللہ تعالے
کی پناہ مانگ کیونکہ تو خود شیطان کے دفع کرنے پر قادر
نہیں

(سورۃ الشوریٰ) قولہ تعالیٰ فان یشا اللہ یختم علیٰ قلبک ان قلت علینا غیر الحق روی انہ قرأ امام هذہ الآیۃ والشبلی خلفہ فلما سمع ذلک من الامام فی صلوتہ جعل یقول ھکذا یخاطب الاخیار (دل) علی وجوب الخوف من سلب الحال (سورۃ الزخرف) قولہ تعالیٰ ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطٰنا یعنی من اعرض عن اللہ تعالیٰ ذاتہ وصفاتہ وتکالیفہ (و فیہ دلالۃ علی تسلط الشیاطین علی المحجوبین (سورۃ الدخان) قولہ تعالیٰ ولقد اخترنٰھم علی علم علی العٰلمین وما یقترفون من الجنایات لم یؤثر ذلک فی سابق حکمنا بالاجتباء والاختیار لھم (و فیہ دلالۃ علی ان المراد لا یکلہ اللہ تعالیٰ الی نفسہ) (سورۃ الجاثیۃ) قولہ تعالیٰ ولہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض انہ نص علی ان کبریاءہ تعالیٰ فی السمٰوٰت والارض والکبریاء صفۃ الذات ولا ینفک عن الذات (فالآیۃ تدل علی احاطۃ ذاتہ تعالیٰ) (سورۃ الفتح) قولہ تعالیٰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ قالت الحلولیۃ ھذہ الآیۃ دلت علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن ھو البشر وانما کان ھو اللہ تعالیٰ وھذا غلط منھم فان قولہ انما یبایعون اللہ فیہ اثبات مبایعتھم مع اللہ تعالیٰ ولیس فیہ نفی مبایعتھم مع النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (سورۃ النجم) قولہ تعالیٰ وان الی ربک المنتھیٰ ای لا فکرۃ فی اللہ

سورہ شوریٰ قول اللہ تعالےٰ کا سو اگر اللہ ارادہ کرے تو تیرے دل پر مہر لگادے اگر تو جھیر سچ کے علاوہ کوئی اوربات کہے مروی ہے کہ ایک امام نے یہ آیت پڑھی اور شبلی اُس کے پیچھے تھے سو جب انھوں نے یہ آیت اپنی نماز میں امام سے سنی تو فرمانے لگے کہ (اللہ اکبر) اس طرح تو اچھے لوگوں سے خطاب ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سلب حال سے خوف کرنا واجب ہے (سورہ زخرف) قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بنا رہے ہم اُسکے لئے ہم ایک شیطان مقرر کردینگے یعنی جو شخص اللہ تعالےٰ کی ذات اور اُس کی صفات اور اُسکے احکام سے اعراض کرے (اور اس میں دلالت ہے کہ محجوبین پر شیاطین مسلط ہوتے ہیں (سورہ دخان) قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے اُنکو پسند کرلیا علم سے تمام جہان کے لوگوں پر اور جو خطائیں اُن سے سرزد ہوتی ہیں اُس کا اثر ہمارے حکم ازلی اجتباء اور اختیار میں نہیں ہوتا (اور اس میں دلالت ہے اسپر کہ مراد (اللہ تعالیٰ اُسکے نفس کے حوالہ نہیں کرتا) سورہ جاثیہ قول اللہ تعالےٰ کا اور اُسی کے لئے ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں یہ نص ہے اس بات پر کہ بڑائی اللہ تعالیٰ کی آسمانوں اور زمین میں ہے اور بڑائی ذات کی صفت اور ذات سے صفت جدا ہو نہیں سکتی (تو آیۃ اللہ تعالیٰ کی ذات کے محیط ہونے پر دلالت کرتی ہے) (سورہ فتح) قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں قائلین حلول نے کہا ہے کہ یہ آیۃ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آدمی نہ تھے بس آپ خدا ہی تھے اور یہ اُن کی غلطی ہے کیونکہ اس قول میں کہ وہ ۔۔۔۔۔۔۔ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ سے اُن کے بیعت کرنے کا اثبات ہے اور اس میں نبی علیہ السلام سے اُن کے بیعت کرنے کی نفی نہیں ہے (سورہ نجم) قول اللہ تعالےٰ کا اور آپ کے رب کی طرف منتہی ہے یعنی اللہ عزوجل کی ذات میں فکر نہیں چلتا۔

ـــــــ

عز وجل (سورۃ القمر) قولہ تعالیٰ کذلک نجزی
من شکر ای نجزی بنجاتہم وهلاک اعدائهم
بکل ولی شاکر (سورۃ الواقعۃ) قولہ تعالیٰ فاما ان کان
من المقربین هذا دلیل ان لا یقترب الی الله الا
من قربہ الله (سورۃ الحدید) قولہ تعالیٰ الم یان للذین امنوا
ان تخشع قلوبهم لذکر الله الآیہ یعنی الم یان اوان خشوع
قلوب المؤمنین خضوعها وانشراحها وانساعها
لذکر الله ای لمغافلتہ تعالیٰ ومناجاتہ جل وعلا
(سورۃ المجادلۃ) قولہ تعالیٰ استحوذ علیهم الشیطان
فانسٰهم ذکر الله وعلامۃ ذلک ان لا یتذکر العبد
سیده وان ذکر یکره ویکره صحبۃ العلماء والصلحاء
ویختار صحبۃ الحمقاء والمساخر واشالهم یفرح
بصحبتهم ویهتز بمجالستهم ویکون الحرام احب الیہ
من الحلال والمعصیۃ احب من الطاعۃ ویفتخر
بمعاصیه ویباهی بها علی الناس ویلوم الناس
علی الطاعات فهذا هو الذی استحوذ علیه
الشیطان قولہ تعالیٰ ایدهم بروح منہ اید
بالرشاش الذی رش علی النفس (سورۃ الحشر)
قولہ تعالیٰ لو انزلنا هذا القران علی جبل لرأیتہ
خاشعا متصدعا من خشیۃ الله یعنی لو تجلی
صفۃ من صفات الله وتلک الصفۃ کالعظمۃ
والجلال قال بن عطاء اشار الی انہ لا یقوم شیٔ
لصفاتہ ولا یبقی مع تجلیه الا من قواه الله
تعالیٰ علی ذلک وهو قلوب العارفین فقاموا
به لا بغیره فهو القائم بهم (سورۃ الممتحنۃ)
قولہ تعالیٰ لا تتخذوا عدوی وعدوکم
اولیاء عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال
افضل الایمان الحب فی الله والبغض فی الله
(قولہ تعالیٰ یایها النبی اذا جاءک المؤمنٰت
یبایعنک الآیۃ فیه اثبات البیعۃ) (سورۃ الدهر)
قولہ تعالیٰ فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا یعنی

کیونکہ سب چیزوں کا کہ ان میں فکر ہی ہے منتہا الی الرب فرمایا ہے یعنی
فکر فی الرب منفی ہوا (سورہ قمر) قول اللہ تعالیٰ کا ایسی ہی جزا دیتے
ہیں ہم شکر کرنے والے کو یعنی ہم ہر ولی شاکر کو جزا دیتے ہیں
اسی طرح کہ ان کو نجات دیتے ہیں اور ان کے اعدا ہلاک ہوتے
ہیں (سورہ واقعہ) قول اللہ تعالیٰ کا پس اگر ہو گا ان لوگوں سے جو مقرب کئے
گئے ہیں یہ دلیل ہے اسکی کہ اللہ کا مقرب وہی ہوتا ہے جسکو اللہ مقرب
بنا دے (سورہ حدید) قول اللہ تعالیٰ کا کیا وہ وقت مسلمانوں کیلئے نہیں
آیا ہے کہ انکے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جاویں آخر آیت تک یعنی کیا
اللہ کی یاد کیلئے مسلمانوں کے دلوں کے جھکنے اور پست ہو جانے اور کھل جانے
اور وسیع ہو جانے کا وقت نہیں آیا یعنی اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور اس
کے ساتھ مناجات کے لئے (سورہ مجادلہ) قول اللہ تعالیٰ کا مسلط ہو گیا
ان پر شیطان تو اس نے انکو غافل کر دیا اللہ کے ذکر سے اور علامات اسکی یہ ہے
کہ بندہ اپنے آقا کا ذکر نہ کرے اور اگر کوئی ذکر کرے تو اس کو برا معلوم ہو
اور ناگوار ہو صحبت علما اور صلحا کی اور پسند کرے احمقوں اور مسخروں اور
اس قسم کے لوگوں کی صحبت کو اور خوش ہو انکی صحبت سے اور محظوظ ہوتا ہو
انکی مجالست سے اور حرام اسکو زیادہ پسند ہو حلال سے اور معصیت زیادہ
محبوب ہو طاعت سے اور اپنے گناہوں پر فخر کرے اور لوگوں کے
سامنے گناہوں پر شیخی بگھارے اور لوگوں کو طاعت پر ملامت کرے تو ایسا
شخص ہے جس پر شیطان مسلط ہو گیا قول اللہ تعالیٰ کا قوت دی انکو ایک روح سے
اپنی طرف سے یعنی قوت دی اس شاش ور سے جو نفس پر چھڑکا گیا۔
(سورہ الحشر) قول اللہ تعالیٰ کا اگر اتارتے ہم اس قرآن کو پہاڑ پر تو اس کو بھی
تو دیکھتا کہ پست ریزہ ریزہ ہو گیا ہے خدا کے خوف سے یعنی اگر کوئی بھی صفت
صفات خداوندی سے تجلی کرتی اور یہ صفت جیسے عظمت اور جلال ہے ابن
عطا نے فرمایا کہ اشارہ اس امر کی طرف کیا کہ اس کی صفات کے سامنے
کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی اور اس کی تجلی کے سامنے بجز اسکے جسکو اللہ تعالیٰ ہی قوت
دیدے کوئی باقی نہیں رہ سکتا اور وہ عارفوں کے قلوب ہیں تو وہ اللہ کیساتھ
قائم ہیں نہ اس کے غیر کے ساتھ تو اللہ یعنی اسکی تجلی قائم ہے انکے ساتھ
(سورہ ممتحنہ) قول اللہ تعالیٰ کا نہ بناؤ تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ افضل الایمان یہ ہے کہ اللہ ہی کیلئے عداوت کرے
قول اللہ تعالیٰ کا اے نبی جب آپکی خدمت میں مسلمان عورتیں بیعت کی غرض سے حاضر
ہوں آخر آیت تک اس میں اثبات ہے بیعت کا (سورہ دہر) قول اللہ تعالیٰ کا سو جو شخص چاہے

بالسبيل الی الله تعالی طریقة الصوفیة یعنی من شاء الله ذاته وصفاته سلک سبیله (سورة الشمس) قوله تعالی ونفس وما سوٰها سوّی النفس علی وجه صحت لتحمل الامانة وجعل لها وجهین جهة التقوی ووجه الفجور - ذلک قوله تعالی فالهمها فجورها وتقوٰها وجعل بین الوجهین جهة للوم فان مالت الی الفجور والعصیان فهی امارة بالسوء وان مالت الی التقوی فهی المطمئنة فاذا عملت سیئة ندمت سریعة فهی لوامة لامت نفسها وذمت هواها ولعنت شیطانها وغضبت شهواتها ومقتت لذاتها وتابت مما عملت من السیئة فاذا تمت لتوبة نصوحا فهی الآن دخلت فی عالم الطمانینة فعلیها المحافظة حتی لا یرجع قبل مذاق الطمانینة فاذا ذاقت کانت الاقامة علیها اسهل ومع هذا لابد من المحافظة حتی یتعود ویصیر الطمانینة صفة لازمة لها ویسهل علیها الحفظ ولا یامن الرجوع والنکس ما دام فی دار التکلیف والنفس واحدة وانما لها جهات ووجوه کالبدن شخص واحد مرة صحیح ومرة مریض ومرة میت (سورة الناس) قوله تعالی من الجنة والناس دلت علی تکون الوسواس من شیاطین الانس والجن وبحمد الله تم ما رمته ذا الحین لعل الله وفق بعد لاکثر من هذا فی شرح بعض المشائخ اخری من ایات القرآن وقد فرغت من هذا التلخیص فی اربعة ایام من اخر نصف الاول من جمادی الاول سنة ۱۳۲۷ھ الحمد لله اولا واخرا وباطنا وظاهرا والصلوٰة علی رسوله ومن معه متوا فرا ومتکاثرا۔

سو سبیل الی اللہ سے صوفیہ کے طریق ہیں یعنی جو شخص اللہ کے ذات وصفات کو چاہے اُس کے رستہ پر چلے (سورہ والشمس) قول اللہ تعالیٰ کا اور قسم ہی نفس کی اور اُس ذات کی کہ جس نے درست کیا اسکو۔ نفس کو اسطور سے درست کیا کہ وہ بار امانت اُٹھانے کے لائق ہو گیا اور اُسکے لئے دو جہتیں ایک جہت تقوی کی اور ایک جہت نافرمانی کی اور یہی مراد ہے قول اللہ تعالےٰ میں پھر اُسکے دل میں ڈال دیا اُس کی نافرمانی اور پرہیزگاری کو اور ان دونوں جہتوں کے درمیان ایک جہتہ ملامتکی بنائی سو اگر نفس نافرمانی اور گناہ کی طرف مائل ہوا تو اُس کا نام امارہ بالسوء ہے اور اگر پرہیزگاری کیطرف مائل ہوا تو اُسکو مطمئنہ کہتے ہیں پھر جب وہ گناہ کرکے جلد پشیمان ہوتا اس کا نام لوامہ ہی کہ اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور خواہشوں کی مذمت کرتا ہے اور اپنے شیطان پر لعنت کرتا ہے اور اپنی شہوۃ پر غصہ کرتا ہی اور اپنی لذتوں کو مبغوض رکھتا ہے اور جو گناہ اُس نے کیا اُس سے توبہ کر لیتا ہے پھر جب اس کی خالص توبہ کامل ہو جاتی ہی تو وہ اب عالم اطمینان میں داخل ہو جاتا ہے سو اسکو اپنی محافظت ضروری ہے تاکہ قبل حصول مذاق اطمینان پھر واپس نہو جاوے پھر جب اسکو ذوق نصیب ہو جاتا ہے تو اطمینان پر قائم رہنا سہل ہو جاتا ہے مگر پھر بھی ضروری ہی کہ محافظت رکھے جب تک کہ خوگر نہ ہو جاوے اور اطمینان اُس کی صفتہ لازمۃ نہ ہو جاوے اور محافظت اُس پر آسان نہ ہو جاوے اور جب تک دار التکلیف میں ہے رجوع اور واپسی سے امن نہیں ہو سکتا اور نفس ایک ہی ہی اس کی صورتیں اور جہتیں مختلف ہیں جیسے بدن ایک جسم ہی کبھی صحیح ہی کبھی مریض ہی کبھی مردہ ہی (سورہ ناس) قول اللہ تعالیٰ کا جن اور آدمیوں سے دلالت کرتی ہے اسبات پر کہ وسوسہ شیاطین انس اور شیاطین جن دونوں کی طرف سے ہوتے ہیں اور شکر خدا کا کہ اُس وقت جس کام نے قصد کیا تھا تمام ہوا اور شاید بعد میں اس سے زائد بعض دوسرے مسائل کی جو آیات قرآن سے ثابت ہیں شرح کرنے کی مجھکو توفیق دیجاوے اور میں جمادی الاولےٰ ۱۳۲۷ھ کے نصف اول کے چار روز میں اس تلخیص سے فارغ ہوا۔ اور اللہ ہی کے لئے تعریف ہے اول میں بھی اور آخر میں بھی باطن میں بھی ظاہر میں بھی اور رحمت نازل ہو اُسکے رسول پر اور جو لوگ اُن کے ساتھ تھے اُن پر بسیار در بسیار رے

تمت

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب اکرم ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ کو دوسری بار چھپکر تیار ہوئی۔ ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

فہرست مضامین مجموعہ تکشف

حصّہ دوم جلد اوّل

حصہ سوم جلد دوم
ملخص الانوار والتجلی

الفتوح فیما یتعلق بالروح

مسائل المثنوی جلد سوم

مضمون از امداد الفتاوے معروف بفتاوے اشرفیہ

عرفان حافظ جلد چہارم

حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ (جلد پنجم)

اخلاق

احوال

تمام شد

التکشف عن مہمات التصوف

یعنی

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب مد ظلہم دام فیضہم کا بفید عوام وخواص افراط وتفریط سے

پاک سچے تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری ومستند کتاب

بعد الحمد والصلوٰۃ کہ اس زمانہ پرفتن میں منجملہ دیگر اغلاط عوام کے بڑی غلطی علم تصوف کے فہم میں ہوئی کہ کسی نے تو قولی وعملی بے قیدی کا نام تصوف رکھ لیا اور کسی نے محض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے صرف کثرت اوراد و وظائف کو تصوف کہدیا۔ اسی طرح اس کے مسائل وحدۃ الوجود ووحدۃ الشہود وغیرہا کے سمجھنے میں صدہا غلطیاں کیں۔ اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہنچا کہ اپنے عقائد خراب کئے بعضے شرک تک میں مبتلا ہوگئے اور بعض حضرات ایسے بڑھے کہ وہ تصوف کا اصل سے ہی انکار کر بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں بے ادبی وگستاخی سے پیش آئے اور مسائل تصوف کو غیر ثابت بالکتاب والسنۃ اعتقاد کر لیا اور تصوف کو خلاف شریعت سمجھکر اس کے نام سے کوسوں بھاگنے لگے ان کو یہ ضرر ہوا کہ اس کے برکات سے محروم رہے اور قلب میں قساوت پیدا ہوگئی اور بعض حضرات وہ ہیں جو منکر نہیں ہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں اور جس نظر سے اس علم شریعت کو سمجھنا چاہیے اس نظر سے نہیں دیکھتے اور اس کے مسائل کو غیر ثابت بالسنۃ جانتے ہیں نظر برآں حکیم الامۃ جامع شریعت وطریقت مولانا موصوف الصدر نے یہ کتاب ایسی تالیف فرمائی جس سے تصوف کی حقیقت اور اس کے ضروری مسائل کی تحقیق جس میں لوگ غلطیاں کرتے ہیں واضح ہوگئیں۔ جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادہر متوجہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کو تو خصوصاً اور عامہ مومنین کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمام اشکالات حل ہونیکے علاوہ بہت سے ایسے جدید فوائد ضروری دیکھنے میں آویں گے جو نہایت کارآمد ہیں چنانچہ تفصیل بیانات کی یہ ہے۔

جلد اول میں یہ مضامین ہیں مسائل متعلقہ نوافل۔ حقیقت طریقت یعنی خلاصہ سلوک حقوق طریقت یعنی طریقہ میں داخل ہوکر جو جو کام کرنے ہوں گے۔ تحقیق کرامت۔ تحقیق سمریزم طلسم کشائے فریمسن یعنی فریمسن کی تحقیق علاج وساوس۔ بعض مضامین مفیدہ ضروریہ۔ خمسہ اردو برائے ترغیب طالبان بمضامین عجیبہ ضروریہ۔ تذکیر موت۔ اشعار شوق موت

جلد دوم میں دو رسالے ہیں اول ملخص الانوار والتجلی۔ اس میں تصوف کے ایک اہم مسئلہ تنزلات ستہ

اور جامعیت انسان کی تحقیق نہایت عجیب ارسہل [illegible] مطابق شریعت غرا کے فرمائی ہے یہ رسالہ عربی زبان میں ہے۔ دوسرا المفتوح فیما یتعلق بالروح اردو اس رسالہ میں روح کے متعلق حکمائے متقدمین و متاخرین و صوفیہ کے مذاہب بیان فرمائے ہیں اور ان میں جو مذاہب باطل ہیں ان کی تردید اور مذہب حق کا اثبات اور [illegible] عذاب و ثواب کس روح کو ہوتا ہے اور یہ کہ روح مجرد ہے یا مادی تمام مباحث کو مفصل و مدلل بیان فرمایا ہے۔

جلد سوم اس کے دو جزو ہیں اول رسالہ مسائل المثنوی اردو ہے اس میں کلید مثنوی شرح دفتر اول مثنوی مولانا روم سے مسائل سلوک مثل وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود و معنی ابن الوقت و ابو الوقت و مسئلہ عینیت و غیریت و طرق وصول وغیر ذلک کو ملتقط فرما کر نہایت خوبی سے جمع فرمایا ہے۔ اس کی تالیف کی غرض یہ تھی کہ جن لوگوں کو مثنوی شریف کی استعداد نہ ہو مگر اس کے مسائل پر مطلع ہونا چاہیں ان کو کلید مثنوی کی حاجت نہ رہے اور دوسرا جزو اس جلد کا بعض مضامین ضروریہ امداد الفتاوی کے ہیں جن کی خوبی اور ضرورت دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔
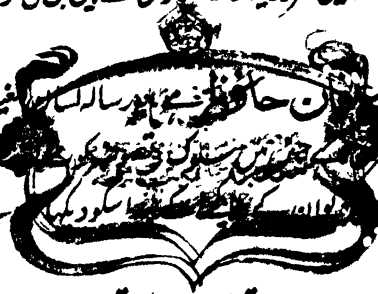
جلد چہارم میں صرف رسالہ [illegible] رسالہ لسان الغیب حضرت حافظ شیرازیؒ کے دیوان کی ردیف خا ر تک [illegible] کر بھرا گیا ہے۔ اس کی خوبی سے بیان قاصر ہے اور شرح [illegible] اسکو دیکھا [illegible] ہے تو اس وقت معلوم ہوگا کہ یہ کیا شے ہے۔

جلد پنجم۔ اس کے تین جزو ہیں اول جزو حقیقۃ الطریقہ اس میں تیرہ باب ہیں جن کے مضامین مختلط طور سے لکھے ہیں اور ہر مضمون پر اس باب کا بھی نام لکھدیا ہے جس باب کا وہ مسئلہ ہے۔ اور وہ تیرہ باب یہ ہیں۔ اخلاق۔ احوال۔ اشغال۔ تعلیمات۔ علامات۔ فضائل۔ عادات۔ رسوم۔ مسائل اقوال توجیہات۔ اصلاح۔ متفرقات۔ ان ابواب کے مضامین کو تین سو تیس احادیث صحیحہ سے ثابت فرمایا ہے جس کے دیکھنے سے صوفی غالی کا غلو اور منکر تصوف کا انکار کافور ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب بالکل ایک نئی شان سے لکھی گئی ہے۔ حضرات صوفیہ رحمہم اللہ کے اشغال و رسوم وغیرہا کو حدیث سے ثابت فرمایا ہے۔ دوسرا جزو اس جلد کا رسالہ النکت الدقیقہ ہے اس میں بعض مضامین مثل [illegible] مطلوب و دیگر مسائل کو بھی (جن پر بعض اہل ظاہر حضرات کے شبہات ہیں اور ان کو بدعت فرماتے ہیں) احادیث سے ثابت فرمایا ہے۔ تیسرا جزو تائید الحقیقۃ عربی معہ ترجمہ اردو ہے جو کہ حقیقۃ الطریقہ کے بعد ہے۔ اس میں آیات سے مقاصد سلوک کو ثابت فرمایا ہے۔ اس مرتبہ تمام جلدوں کو ایک جگہ رکھا ہے۔

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی